تاریخ المسعودی

شہرۂ آفاق عربی کتاب

مروج الذہب و معادن الجواہر

کا اردو ترجمہ

امام المورخین ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی

نفیس اکیڈمی
اردو بازار۔ کراچی

کتاب کا نام
مروج الذہب و معاون الجواہر
ایڈیشن : ـــــــــــ اوّل
مصنف : ـــــ ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی
ترجمہ : ـــــــ اختر فتح پوری
ضخامت : ـــــ حصہ سوم، چہارم صفحات
مقام اشاعت : ـــــ نفیس اکیڈمی۔ اسٹریچن روڈ کراچی
سال اشاعت : ـــــــ نومبر ۱۹۸۵ء
فون : ۲۱۳۳۰۳

مطبوعہ
اویس پیکیجز۔ کراچی

سبیلِ سکینہؑ
حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸۔C۹

عرضِ ناشر

مسلمانوں میں تاریخ نویسی کی ابتدا علم مغازی سے ہوئی۔ بعد میں یہی علم تاریخ نویسی کا سنگ بنیاد ثابت ہوا اور مسلمانوں نے اس سلسلہ میں جو محنت اور ریاضت کی اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے بعض کتب خانوں میں تاریخ کے موضوع پر بیک وقت دو دو سو اور ڈیڑھ ڈیڑھ سو کتابیں مختلف صاحبان سیر و رجال کی جمع رہتی تھیں۔ تاریخ نویسی کا میدان بہت وسیع ہے۔ لکھنے والوں نے اس کو اتنے خانوں میں منقسم کر دیا ہے کہ ان پر الگ الگ بحث کی جائے تو خاصے صفحات درکار ہوں گے۔ اس کے باوجود یہ امر ثابت ہے کہ مسلمانوں نے جغرافیہ، تہذیب، تمدن اور اس کے متعلقات کو تاریخ نویسی کے موضوع میں شامل کر لیا تھا جس کی وجہ سے ان کی کتابیں معلومات کا ایک اہم اور قیمتی ذخیرہ بن گئیں۔ جب اس نقطہ نظر سے ہم ابوالحسن بن علی بن الحسین علی المسعودی کی تصانیف کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ایسی تاریخ نویسی کے باب میں اس کا کوئی مد مقابل اور حریف نہیں ہے جنہوں نے تاریخ کے دامن کو اس قدر وسیع اور کشادہ کر دیا ہے کہ اس کی حیثیت ایک انسائیکلوپیڈیا کی ہوگئی۔

المسعودی چوتھی صدی ہجری کا مشہور جغرافیہ نویس، عظیم سیاح اور نامور مورخ تھا۔ اس کا سلسلہ نسب مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود سے ملتا ہے۔ اس کے والد الحسین بن علی نے بنو عباس کے زمانے میں کوفہ سے ہجرت کی تھی اور بغداد کو اپنا وطن بنایا تھا۔ عباسیوں کی علم دوستی اور ہنر شناسی کی وجہ سے بغداد کی حیثیت ایک دارالعلوم کی ہوگئی ہے۔ دنیا بھر کے صاحبان علم و فضل وہاں آکر جمع ہو گئے تھے۔ ان کی درس و تدریس کی مجالس سے روزانہ سینکڑوں طالبان علم استفادہ کرتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ ان میں وہ طالبان علم بھی شامل تھے۔

جنہوں نے بعد میں مختلف علوم وفنون میں بڑا نام پیدا کیا اور مغربی مفکروں اور اسکالروں سے اپنی عظمت اور بزرگی تسلیم کروائی۔

مسعودی بغداد میں پیدا ہوا تھا۔ کسی تذکرہ میں اس کی تاریخ ولادت کی صراحت نہیں ملتی ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی جو بنو عباس کے دور کے نامور علما اور فضلا میں شمار ہوتے تھے۔ اس کے بعد اس نے مختلف درسگاہوں کا رُخ کیا اور مختلف احباب علم سے تحصیل علم کی۔ اس طرح اسے فقہ، حدیث، قانون، حکمت اور اخلاق اور اسی قسم کے دوسرے موضوعات پر اسے مکمل عبور اور مہارت حاصل ہوگئی جوں جوں اس کی معلومات میں اضافہ ہوتا گیا اس کے شوق کی وسعتیں مزید پھیلتی گئیں۔

اس نے ان موضوعات پر قناعت کرنے کی بجائے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور تاریخ پر توجہ کی۔ چونکہ اس کا ذہن تجسس کا عادی تھا اور مہم جوئی اس کی فطرت ثانی بن چکی تھی۔ اس لئے اس کو فن میں اختصاص قائم کرنے کے اچھے مواقع ملے۔ اس نے اپنی طالب علمی ہی کے دور میں فیصلہ کرلیا کہ وہ مختلف ملکوں کی سیاحت کرکے وہاں کے مختلف شہروں خطوں، اقوام اور طرز معاشرت کا مطالعہ کرے گا اور دیکھے گا کہ دنیائے عرب سے قطع نظر، دوسرے اسلامی اور غیر اسلامی ملکوں کی تہذیبی ثقافتی اور سماجی خصوصیات کیا ہیں۔ اگرچہ اس فیصلہ پر عمل کرنا اس کے لئے آسان نہیں تھا لیکن بعض تجارتی قافلوں نے اس کی مشکل آسان کردی۔ اس نے بعض تجارتی قافلوں کے ساتھ ابتدا میں ملتان، منصورہ، قنوج اور کھمبائت کی سیاحت کی۔ وہاں کے باشندوں کے علاوہ ان کی تاریخ وتہذیب کے عناصر ترکیبی معلوم کیے۔ ان کے طبعی اور موسمی خواص کا اندازہ لگایا۔ پھر سراندیپ اور لنکا کا رُخ کیا ان ملکوں میں بدھ مت کے ماننے والوں کی تہذیب دیکھی۔ پھر ایک تجارتی قافلہ کے ذریعہ چین کا قصد کیا۔

اگرچہ اُس وقت کا چین آج کے چین سے بہت مختلف تھا۔ اس کی وسعت اس قدر تھی کہ عام مسافروں کا وہاں تک پہنچ جانا ممکن نہیں تھا۔ اس کے باوجود مسعودی نے چین جانے کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں اور بالآخر اسے ایک ایسا قافلہ مل گیا۔ اس نے اس کی معیت اور نگرانی قبول کی اور موسموں کی سختیاں برداشت کرتا ہوا اس کے ساتھ ہوگیا اس کو چین میں زیادہ گھومنے پھرنے کا موقع نہ ملا لیکن اس کے سرحدی شہروں سے اس نے اس کی تہذیبی اور سماجی خصوصیات معلوم کرلیں۔ ان کے رہن سہن اور بود وباش کا اندازہ لگایا جب اسے اندازہ ہوگیا کہ وہ چین کے دور دراز علاقوں کی سیاحت نہیں کرسکے گا تو وہ واپس لوٹ آیا۔ چنانچہ اس نے اس سفر کی جانگداز تھکن کے بعد کچھ دنوں بغداد میں قیام کیا اور پھر اسلامی ممالک کی سیاحت پر کمر باندھی۔ اس مرحلہ پر اس کی نگاہ میں عمیق بینی اور گہرائی پیدا ہوگئی تھی۔ اس کے پاس ایسی کتابوں اور معلومات کا وافر ذخیرہ فراہم ہوگیا تھا جو اس کی تصانیف میں خام مواد کے طور پر کام آئے لیکن اس کی علمی روح بے چین اور مضطرب تھی۔ وہ شام، مصر، انطاکیہ اور اس قسم کے دوسرے شہروں کی مہم پر روانہ ہونا چاہتا تھا۔ چنانچہ جب اس کے پاس سفر کے لئے ایک معقول رقم جمع ہوگئی تو اس نے بغداد کی حدود سے قدم باہر نکالے اور کئی ملکوں کی سیاحت پر روانہ ہوگیا اس

طرح اُس کی زندگی کا ایک بہت بڑا حصّہ سفر میں گزرا۔ اس نے ۳۴۶ھ ہجری میں خسطاط کے مقام پر وفات پائی۔

مسعودی کے تحقیقی اور علمی کارناموں کی فہرست بہت طویل ہے۔ اس نے سب سے پہلے تاریخ الزمان کے نام سے ایک ضخیم کتاب تصنیف کی تھی۔ اس کی ضخامت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی تیس جلدیں تھیں جن میں سے صرف ایک باقی رہ گئی۔ باقی جلدوں کو زمانے نے طاقِ نسیاں پر رکھ دیا یا وہ امتدادِ حالات سے گمنامی کے پردے میں جا پڑیں۔ اس وقت ان کا ایک بھی نسخہ کسی کتاب خانے میں نہیں ملتا ہے۔ یہ کتاب اپنے معلوماتی موضوعات اور حیرتناک تجربات کی بنا پر بہت اہم تھی لیکن اس کا نقل کرنا یا پڑھنا ہر ایک کے لئے ممکن نہیں تھا۔ غالباً مسعودی نے اس امر کو محسوس کر لیا تھا اور جانتا تھا کہ لوگ پوری طرح اس سے استفادہ نہیں کرسکیں گے۔ اس بنا پر اس نے اس کی تلخیص کی اور اس کو مروج الذہب ومعادن الجواہر کے نام سے چار جلدوں میں مرتب کیا۔

مسعودی نے مروج الذہب معادن الجواہر کا پہلا مسودہ ۳۳۶ھ میں لکھا تھا۔ اس کے بعد اس نے دس سال تک اس پر نظرثانی کی اور اس میں بے پناہ اضافہ کیا جس کی وجہ سے اس کی اہمیت پہلے سے کئی گنا زیادہ ہوگئی۔ اس کتاب میں انبیائے کرام کے حالات وکوائف سے لے کر اپنے دور تک کے حالات کا تفصیل سے ذکر ہے۔ اس کتاب کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں جغرافیہ اور فلکیات کا تناسب دوسرے اصناف علم سے زیادہ ہے لیکن اس سے اسکی تاریخی حیثیت میں کسی بھی قسم کا فرق نہیں پڑتا ہے اس لئے کہ اس میں اسلام سے پہلے کی قدیم دنیا کی ممتاز اور مہذب اقوام کے تذکرے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات وسرایا تک کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اُن لوگوں کو بھی مطمئن کرتی ہے جو تاریخ میں جغرافیہ، فلکیات، قانون، حکمت اور عجائبات کو پڑھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب میں جہاں مختلف ملکوں کے عجائب الخلقت اور گراں قدر جانوروں کا ذکر کیا گیا ہے وہیں اس میں ہمیں علاقائی موضوعات، پودوں، جڑی بوٹیوں، پتھروں اور مشک وغیرہ کا بھی ذکر ملتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب کے لکھتے وقت مسعودی کے پیشِ نظر کیا کیا امور رہے تھے۔

اس کتاب یعنی مروج الذہب ومعادن الجواہر کو جو مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی تھی اس کا اندازہ لگانے کے لئے یہ کہہ دینا کافی ہے کہ بعد کے تمام مورخوں نے جن میں ابن خلدون بھی شامل ہے اس کے بیشتر مضامین سے استفادہ کیا ہے۔ ابن خلدون کی پوری تاریخ اسی زاویۂ خیال اور نقطۂ نظر کی وضاحت کرتی ہے۔ اس کے علاوہ یورپ کی کئی زبانوں میں اسے عربی سے منتقل کیا ہے۔

سب سے پہلے نفیس اکیڈمی کراچی نے اس کتاب کی اہمیت اور ضرورت کو محسوس کیا ہے۔ یہ کتاب ترجمہ ہونے کی وجہ سے اردو دانوں تک نہیں پہنچ سکی۔ چنانچہ ہمارے ادارے نے خطیر رقم صرف کر کے ملک کے جید عالموں سے اس کا ترجمہ کروایا تاکہ یہ اردو داں طبقہ کے ذہنوں میں اُجالا پیدا کرے اور چوتھی صدی ہجری کی وہ معلومات مہیا کرے جس نے تمام دنیا کو حیرت زدہ کر رکھا تھا۔

نفیس اکیڈمی نے اس سے پہلے بھی ایسی کئی مستند اور امہات الکتب کو اردو میں ترجمہ کروا کے شائع کیا ہے۔
اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی مسعودی کی مروج الذہب و معادن الجواہر بھی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ادارہ کی کوششوں کو سراہا جائے گا اور پسند کیا جائے گا۔ یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس کتاب کی اشاعت کی جانب سب سے پہلے میرے والد اقبال سلیم گاہندری مرحوم نے توجہ دلائی تھی۔ وہ اس کو چھاپنا اور اردو دانوں تک پہنچانا چاہتے تھے لیکن ان کی زندگی نے وفا نہیں کی۔ اب میں نے بڑی سعی و کاوش کے بعد اسے خاص اہتمام سے شائع کیا ہے۔ اس سے نہ صرف ان کی روح خوش ہوگی بلکہ اس کے پڑھنے والوں کی معلومات میں بھی بے حد اضافہ ہوگا۔ میں اس کتاب کے پڑھنے والوں سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنی رائے مرحمت فرمائیں کہ میں ان کی دعاؤں اور خلوص کی بدولت ہی اس مہتمم الشان کتاب کی اشاعت میں کامیاب ہوا ہوں۔

چوہدری طارق اقبال گاہندری

مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۸۵ء

فہرست مضامین

سلامتی حاصل ہو، میں تیرے بارے میں اس چیز سے خائف ہوں جس نے علیؓ کو ہلاک کر دیا اور دمشق میں ایک شیخ گرج رہا ہے، کاش حجر طبعی موت مرجاتا اور اُسے اُونٹ کی طرح ذبح نہ کیا جاتا، پس اگر تو ہلاک ہوگیا ہے تو قوم کا ہر سردار دنیا سے ہلاکت کی طرف جا رہا ہے۔"

اور جب وہ مرج عذراء میں پہنچا جو دمشق سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے تو حضرت معاویہ کے پاس ایلچی نے ان کے حالات بیان کرنے شروع کر دیے تو آپ نے ایک یک چشم آدمی کو بھیجا، جب اس نے حجر اور اس کے ساتھیوں کو دیکھا تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ اگر فال سچی ہے تو یہ شخص ہم میں سے نصف آدمیوں کو قتل کر دے گا اور باقی بچ جائیں گے، اس سے دریافت کیا گیا کہ تو یہ بات کیسے کہہ رہا ہے؟ اُس نے جواب دیا کیا تم سامنے سے آنے والے آدمی کو نہیں دیکھ رہے کہ وہ یک چشم ہے، جب وہ ان کے پاس پہنچا تو اس نے حجر سے کہا، اے گمراہی کے سردار، کفر و سرکشی کی کان، ابو تراب کے دوست، امیر المومنین نے مجھے تیرے اور تیرے ساتھیوں کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے ہاں اگر تم لوگ اپنے کفر سے رجوع کرو اور اپنے صاحب پر لعنت کرو اور اس سے بیزاری کا اظہار کرو تو پھر میں تمہیں قتل نہیں کروں گا، اس کے جواب میں حجر اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ جس بات کی طرف تو ہمیں دعوت دے رہا ہے اس کے مقابلہ میں تلوار کی دھار پر ٹھہرنا ہمارے لیے بہت آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے وصی کو راضی کرنا ہمیں آگ میں داخل ہونے سے زیادہ محبوب ہے، حجر کے نصف ساتھیوں نے حضرت علیؓ سے براءت کا اظہار کر دیا، پس جب وہ حجر کو قتل کرنے لگا تو اس نے کہا مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو اور وہ نماز کو طول دینے لگا، اُسے کہا گیا کہ کیا تو موت سے ڈر کر نماز کو لمبا کر رہا ہے اس نے جواب دیا نہیں، بلکہ میں نے ہمیشہ ہی پاکیزگی کی حالت میں نماز پڑھی ہے اور کبھی اس نماز سے زیادہ ہلکی نماز نہیں پڑھی۔ اور میں کھدی ہوئی قبر، اور سونتی ہوئی تلوار اور کھلے ہوئے کفن کو دیکھ کر کیسے نہ گھبراؤں، پھر وہ آگے بڑھا اور اُسے قتل کر دیا گیا اور اس کے بعد اس کے ان ساتھیوں کو بھی جو اس بات میں اس سے اتفاق کرتے تھے قتل کر دیا گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے قتل کا واقعہ سنہ ۵ھ میں ہوا ہے۔

عدی بن حاتم اور معاویہ | کہتے ہیں کہ عدی بن حاتم طائی حضرت معاویہ کے

پاس آیا تو آپ نے اُسے کہا کہ تیرے لڑکوں نے کیا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ وہ حضرت علی رضؓ کے ساتھ قتل ہو گئے ہیں، حضرت معاویہ نے کہا کہ علی رضؓ نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ تیری اولاد تو قتل ہو گئی ہے اور اس کی اولاد باقی رہ گئی ہے عدی نے جواب دیا، تو نے بھی حضرت علی رضؓ سے انصاف نہیں کیا کہ وہ تو قتل ہو گئے ہیں اور تو باقی رہ گیا ہے جیسے اشراف یمن میں سے کسی شریف یمنی کا خون ہی مٹا سکتا ہے۔ عدی نے جواب دیا خدا کی قسم جن دلوں کے ساتھ ہم تجھ سے بغض رکھتے ہیں وہ ہمارے سینوں میں ہیں اور جن تلواروں کے ساتھ ہم نے تجھ سے جنگ کی ہے وہ ہمارے کندھوں پہ ہیں اور اگر تو خیانت کر کے چند انچ بھی ہمارے قریب آیا تو ہم جنگ کرتے ہوئے ایک بالشت تمہارے قریب ہو جائیں گے۔ اور حضرت علی رضؓ کی بُرائی سُننے کی نسبت گلوں کا کٹنا اور جان کنی کے وقت غرغرانا ہم پہ زیادہ آسان ہے۔ اے معاویہ! جو بات تلوار اُٹھانے کا باعث ہو اس سے تلوار کو بچا، حضرت معاویہ نے کہا یہ حکمت کی باتیں ہیں ان کو لکھ لو۔ اس کے بعد وہ عدی سے یوں گفتگو کرنے لگے گویا انہوں نے اس سے کوئی بات ہی نہیں کی۔

حضرت معاویہ رضؓ کے ہاں عمرو رضؓ بن عثمان اور اُسامہ رضؓ کے درمیان جھگڑا

کہتے ہیں کہ عمرو بن عثمان بن عفان رضؓ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام اُسامہ بن زید رضؓ ایک زمین کے متعلق جھگڑا کرتے ہوئے حضرت معاویہ رضؓ کے پاس گئے تو عمرو رضؓ نے اسامہ رضؓ سے کہا، یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھ سے بُرا مناتے ہیں، اُسامہ رضؓ نے جواب دیا میری دوستی کے مقابلہ میں تیرا نسب مجھے خوش نہیں کرتا، پس مروان بن الحکم اُٹھ کر عمرو بن عثمان رضؓ کے پہلو میں آبیٹھا اور حضرت حسن رضؓ اُٹھ کر اُسامہ کی طرف آبیٹھے اور سعید بن العاص اُٹھ کر مروان کے پہلو میں آبیٹھے اور حضرت حسین رضؓ اُٹھ کر حضرت حسن رضؓ کے پہلو میں آبیٹھے اور عبداللہ رضؓ بن عامر اُٹھ کر سعید کے پہلو میں آبیٹھے اور حضرت عبداللہ بن جعفر اُٹھ کر حضرت حسین رضؓ کے پہلو میں آبیٹھے اور عبدالرحمٰن بن الحکم اُٹھ کر ابن عامر کے پہلو میں آبیٹھے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ اُٹھ کر ابن جعفر رضؓ کے پہلو میں آبیٹھے، جب حضرت معاویہ رضؓ نے یہ صورت حال دیکھی تو کہنے لگے۔ جلد بازی سے کام نہ لو میں اُس وقت خود موجود تھا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسامہ رضؓ کو یہ قطعہ زمین دیا

تھا پس ہاشمی اُٹھ کھڑے ہوئے اور کامیاب و کامران ہو کر باہر نکل گئے اور امویوں نے آکر اُسے کہا کہ آپ نے ہمارے درمیان صلح کیوں نہیں کروائی حضرت معاویہؓ نے جواب دیا مجھے چھوڑ دو خدا کی قسم جب میں صفین میں خود دوں کے نیچے ان کی آنکھوں کے منظر کو یاد کرتا ہوں تو میری عقل کام نہیں کرتی اور جنگ آغاز میں مشورہ، درمیان میں شکایت اور آخر میں مصیبت ہوتی ہے، اور آپ نے امراؤ القیس کے اُن اشعار سے مثال پیش کی جن کا ذکر ہم اس کتاب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات میں کر چکے ہیں۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے کہ ؎

"جنگ شروع شروع میں نوجوان دوشیزہ کی طرح ہوتی ہے جو زیب و
زینت کے ساتھ ہر جاہل کے قریب آتی ہے۔"

پھر کہنے لگے کہ جو باتیں دل میں ہوتی ہیں وہ جنگ کی آگ کو افروختہ کرتی ہیں اور بڑے بڑے امور کو چھوٹے چھوٹے کام دُور کر دیتے ہیں اور مثال کے طور پر یہ شعر پڑھا کہ ؎

"چھوٹی چیز بڑی سے مل جاتی ہے اور بچے سے اُونٹ بن جاتا ہے اور
پودے سے لمبی کھجور بن جاتی ہے۔"

زیاد کا ابوسفیان کے ساتھ الحاق

مسعودی بیان کرتا ہے کہ جب حضرت معاویہؓ نے اپنے باپ ابوسفیان کے ساتھ زیاد کا الحاق کرنا چاہا تو اس وقت اس کے پاس زیاد بن اُسما الحرمازی، مالک بن ربیعہ سلولی اور منذر بن زبیرؓ بن العوام موجود تھے معاویہ نے کہا کہ ابوسفیان نے اُسے بتایا تھا کہ زیاد اس کا بیٹا ہے نیز حضرت عمرؓ کے پاس زیاد کے تذکرہ کے وقت ابوسفیان نے حضرت علیؓ سے کہا تھا ؎

"اے علیؓ! خدا کی قسم اگر مجھے اس دشمن شخص کا خوف نہ ہوتا جو مجھے دیکھ رہا
ہے تو صخر بن حرب اس کے معاملہ کی وضاحت کر دیتا اور زیاد کے متعلق عدم
توضیح سے کام نہ لیتا۔ لیکن میں ہاتھ کی گردشوں سے ڈرتا ہوں جو سزائیں دیتی
ہیں اور شہر بدر کر دیتی ہیں اور ثقیف سے میرا مطالبہ بہت لمبا ہو گیا ہے
اور میں نے ان لوگوں میں اپنا جگر گوشہ چھوڑا ہے۔"

پھر ابومریم سلولی کی شہادت نے اس کے یقین میں مزید اضافہ کر دیا اور وہ

سب لوگوں سے زیادہ ابتدائی حالات کا جاننے والا تھا اور اسی نے جاہلیت کے زمانہ میں ابوسفیان اور سمیہ (زیاد کی ماں) کا زناکاری کے لیے ملاپ کروایا تھا اور سمیہ طائف میں ان عورتوں میں شامل تھی جن کے جھنڈے بنے ہوئے تھے اور وہ حارث بن کلاہ کو ٹیکس ادا کرتی تھی، اور وہ طائف میں شہر سے باہر اس مقام پر اُترا کرتی تھی جہاں طوائفیں فروکش ہوا کرتی تھیں اس جگہ کا نام طوائفوں کا محلہ تھا۔

ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے زیاد کے متعلق جو یہ ادعاء کیا کہ وہ ابوسفیان کا بیٹا ہے اس کا سبب یہ تھا کہ سہل بن حنیف کے اخراج کے بعد حضرت علیؓ نے اُسے ایران کا حاکم بنایا تو زیاد ان کی آپس میں جنگ کروا کر ان پر غالب آگیا اور اس کے اضلاع میں ہمیشہ گھومتا رہا یہاں تک کہ ایران کی حالت سدھر گئی پھر آپ نے اُسے اصطخر کا حاکم بنا دیا اور حضرت معاویہؓ اُسے دھمکاتے تھے۔ پھر بسر بن ارطاۃ نے اس کے دو بیٹوں عبیداللہ اور سالم کو پکڑ لیا اور قسم کھا کر اُس کو لکھا کہ اگر اس نے حضرت معاویہ کی اطاعت کی طرف رجوع نہ کیا تو وہ ان دونوں کو قتل کر دے گا، حضرت معاویہ نے بسر کو لکھا کہ وہ زیاد کے دونوں بیٹوں کو کچھ نہ کہے اور زیاد کو لکھا کہ وہ ان کی اطاعت اختیار کرے اور وہ دوبارہ اُسے اس کے کام پر لگا دیں گے، پس زیاد نے حضرت معاویہؓ کے پاس آکر مال اور زیورات پر ان سے مصالحت کر لی۔ حضرت معاویہؓ نے اس سے حلف کا مطالبہ کیا تو زیاد نے حلف دینے سے انکار کر دیا اور حضرت معاویہؓ کے پاس آنے سے قبل مغیرہ بن شعبہ نے زیاد سے کہا تھا اپنے انتہائی مقصد کو حاصل کر اور فضول باتوں کو چھوڑ دے۔ یہ کام سوائے حضرت حسن بن علیؓ کے اور کوئی نہیں کر سکتا مگر انہوں نے بھی معاویہ کی بیعت کر لی ہے۔ اپنے آپ کو اس کی طرف مائل کرنے سے اپنے لیے کچھ حاصل کر لے۔ زیاد نے کہا مجھے کچھ بتاؤ کہ میں کیا کروں، اس نے کہا، میرے خیال میں اس کے اصل کے ساتھ اپنے اصل کو اور اس کی رسی کے ساتھ اپنی رسی کو ملا لو اور لوگوں کے کانوں کو بہرہ کر دو۔ زیاد نے کہا، اے ابن شعبہ! کیا میں ایسی جگہ پر شاخ کاشت کر دوں جو اس کے اُگنے کی جگہ نہیں اور نہ وہاں پر مٹی ہے کہ وہ اُسے زندہ رکھے اور نہ پانی ہے کہ اُسے سیراب کرے، پھر زیاد نے اس دعویٰ کے قبول کرنے کا عزم کر لیا اور ابن شعبہ کی رائے کو اختیار کر لیا اور جویریہ بنت ابوسفیان نے اپنے بھائی معاویہ کے معاملے کے

بارے میں اُسے پیغام بھیجا تو وہ اس کے پاس آیا اس نے اُسے اندر آنے کی اجازت دی اور اس کے سامنے اپنے بالوں کو ننگا کر کے کہا تو میرا بھائی ہے یہ بات مجھے ابومریم سلولی نے بتائی ہے، پھر حضرت معاویہ اُسے مسجد میں لے گئے اور لوگوں کو اکٹھا کیا تو ابومریم سلولی نے کھڑے ہو کر کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ابوسفیان طائف میں ہمارے ہاں آیا اور میں زمانہ جاہلیت میں بادہ فروش تھا، اس نے کہا مجھے کوئی فاحشہ عورت تلاش کر دو، میں نے انہیں آ کر کہا کہ مجھے حارث بن کلاۃ کی لونڈی سمیہ کے سوا اور کوئی عورت نہیں ملی، اس نے کہا اگرچہ وہ گندی اور بدبودار ہے پھر بھی اُسے میرے پاس لے آؤ، زیاد نے اُسے کہا اے ابومریم ٹھہر جا مجھے گواہی دینے کے لیے بھیجا گیا ہے گالیاں دینے کے لیے نہیں بھیجا گیا، ابومریم نے کہا اگر تم لوگ مجھے معاف کر دو تو یہ بات مجھے پسند ہے میں نے صرف اس بات کی گواہی دی ہے جو میں نے دیکھی بھالی ہے خدا کی قسم اس نے اس کی اوڑھنی پکڑ لی اور میں نے دونوں کو کمرے میں بند کر دیا اور حیرت زدہ ہو کر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر بعد ابوسفیان پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے باہر نکلا تو میں نے کہا ابوسفیان! بس، اس نے کہا اے ابومریم اگر اس کے پستان ڈھیلے نہ ہوتے اور اُن میں بو نہ ہوتی تو میں نے اس جیسی عورت سے صحبت نہیں کی، اس پر زیاد نے کھڑے ہو کر کہا اے لوگو! اس گواہ نے جو کچھ بیان کیا ہے تم نے سُن لیا ہے اور مجھے اس کے جھوٹ سچ کا کچھ علم نہیں۔

اور عبید ایک اچھا ربیب یا قابل شکریہ دوست ہے اور جو بات ان لوگوں نے کہی ہے گواہ اسے بہتر جانتے ہیں اس موقع پر یونس بن عبید اُٹھ کھڑا ہوا۔ جو صفیہ بنت عبید بن اسد بن علاج ثقفی کا بھائی تھا —— اور صفیہ، سمیہ کی لونڈی تھی اس نے کہا اے معاویہ! رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ہے کہ "بچہ بستر والے (شوہر) کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں" اور تو نے کتاب اللہ کی مخالفت کرتے ہوئے اور سُنّتِ رسول صلعم سے انحراف کرتے ہوئے ابومریم کی شہادت پر کہ ابوسفیان نے زنا کیا تھا، یہ فیصلہ کیا ہے کہ بچہ زانی کے لیے ہے اور بستر والے کے لیے پتھر ہیں، معاویہؓ نے کہا اے یونس خدا کی قسم تو ضرور ان باتوں سے باز آ جا، ورنہ میں تجھ پر ایسا غضب ناک ہوں گا کہ اس غضبناکی کا وقوع نہایت آہستہ آہستہ ہوگا۔ یونس نے جواب دیا کیا خدا کی بات کرتے ہوئے بھی مجھ پر اس غضبناکی کا وقوع ہوگا اس نے کہا ہاں، اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی اور اس بارے

یہ عبدالرحمٰن بن ام الحکم نے یہ اشعار کہے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یزید بن مفرغ حمیری نے کہے ہیں کہ ؎

"ایک یمانی شخص کی جانب سے معاویہ بن حرب کو جلد یہ پیغام پہنچا دو کہ کیا تو اس بات سے غصے ہوتا ہے کہ تیرے باپ کو عفیف کہا گیا ہے اور اپنے باپ کو زانی کہنے سے تو راضی ہوتا ہے اور زیاد سے تیری رشتہ داری ایسی ہی ہے جیسے ہاتھی کی گدھی کے بچے سے ہوتی ہے۔"

اور زیاد کے متعلق خالد نجاری کہتا ہے ؎

"زیاد، نافع، اور ابوبکرۃ میرے نزدیک نہایت عجوبے ہیں، یہ تینوں آدمی مخالف النسب عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں، ایک قریشی ہے اور ایک غلام ہے اور ایک اپنے خیال میں عربی ہے۔"

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ قتل ہو گئے تو جنگ صفین کے دن سے معاویہ کے دل میں ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص المرقال اور اس کے بیٹے عبداللہ بن ہاشم کے بارے میں کینہ تھا، جب معاویہؓ نے زیاد کو عراق کا گورنر بنایا تو اُسے لکھا کہ عبداللہ بن ہاشم بن عتبہ کو تلاش کرو اور اس کا ہاتھ گردن سے باندھ کر اسے میری طرف بھیج دو تو زیاد نے اُسے بصرہ سے بیڑیاں اور طوق ڈال کر دمشق کی طرف بھجوا دیا، زیاد بصرہ میں رات کو اس کے گھر گیا تھا، جب اُسے معاویہ کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت عمرو بن العاص بھی وہیں بیٹھے تھے، معاویہ نے عمرو بن العاص سے کہا، کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں، اس نے جواب دیا نہیں، معاویہ نے کہا یہ وہ شخص ہے جس کے باپ نے جنگ صفین کے دن کہا تھا ؎

"میں نے بیماری کے وقت جاں فروشی کی اور مجھے بہت ملامت کی گئی، ایک یک چشم جس کے اہل جگہ تلاش کرتے تھے اس نے زندگی سے کشاکش جاری رکھی یہاں تک کہ اُکتا گیا، ضروری ہے کہ وہ شکست دے یا شکست کھائے میں انہیں گانٹھ دار نیزے سے بھگا دوں گا، میرے نزدیک اس شریف آدمی میں کوئی بھلائی نہیں جو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے۔"

عمرو بن عاص نے بطور مثال کہا کہ ؎

میں عبدالرحمٰن بن ام الحکم نے یہ اشعار کہے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یزید بن مفرغ حمیری نے کہے ہیں کہ ؎

"ایک یمانی شخص کی جانب سے معاویہ بن حرب کو جلد یہ پیغام پہنچا دو کہ کیا
تو اس بات سے غصے ہوتا ہے کہ تیرے باپ کو عفیف کہا گیا ہے اور اپنے
باپ کو زانی کہنے سے تو راضی ہوتا ہے اور زیاد سے تیری رشتہ داری ایسی
ہی ہے جیسے ہاتھی کی گدھی کے بچے سے ہوتی ہے۔"

اور زیاد کے متعلق خالد بخاری کہتا ہے ؎

"زیاد، نافع، اور ابوبکرۃ میرے نزدیک نہایت عجوبے ہیں، یہ تینوں
آدمی مخالف النسب عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں، ایک قریشی ہے
اور ایک غلام ہے اور ایک اپنے خیال میں عربی ہے۔"

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ قتل ہو گئے تو جنگ صفین کے دن سے معاویہ کے دل میں ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص المرقال اور اس کے بیٹے عبداللہ بن ہاشم کے بارے میں کینہ تھا، جب معاویہؓ نے زیاد کو عراق کا گورنر بنایا تو اُسے لکھا کہ عبداللہ بن ہاشم بن عتبہ کو تلاش کرو اور اس کا ہاتھ گردن سے باندھ کر اسے میری طرف بھیج دو تو زیاد نے اُسے بصرہ سے بیڑیاں اور طوق ڈال کر دمشق کی طرف بھجوا دیا، زیاد بصرہ میں رات کو اس کے گھر گیا تھا، جب اُسے معاویہ کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت عمرو بن العاص بھی وہیں بیٹھے تھے، معاویہ نے عمرو بن العاص سے کہا، کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں، اس نے جواب دیا نہیں، معاویہ نے کہا یہ وہ شخص ہے جس کے باپ نے جنگ صفین کے دن کہا تھا ؎

"میں نے بیماری کے وقت جاں فروشی کی اور مجھے بہت ملامت کی گئی، ایک
یک چشم جس کے اہل جگہ تلاش کرتے تھے اس نے زندگی سے کشاکش جاری
رکھی یہاں تک کہ اُکتا گیا، ضروری ہے کہ وہ شکست دے یا شکست کھائے
میں انہیں گانٹھ دار نیزے سے بھگا دوں گا، میرے نزدیک اس شریف آدمی
میں کوئی بھلائی نہیں جو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے۔"

عمرو بن عاص نے بطور مثال کہا کہ ؎

"کبھی روڑی پر بھی گھاس اُگ پڑتی ہے اور لوگوں کے اندازے یونہی رہ
جاتے ہیں۔"

"اے امیر المومنین پوشیدہ کینے کو پکڑیئے اور اس کی رگوں کا خون اس کے کمبل پر بہا دیجیے اور اسے اہل عراق کی طرف نہ لوٹائیے، یہ نفاق پر صبر نہیں کرے گا اور عراقی جنگ کے روز ابلیس کی پارٹی ہوتے ہیں اور غدار اور عداوت رکھنے والے ہیں اور اس کی ایک خواہش ہے جو اسے تباہ کر دے گی اور ایک جھنڈا ہے جو اسے سرکش بنا دے گا اور ایک بھید ہے جو اُسے قوت دے گا اور بُرائی کی جزاء اسی قسم کی بُرائی ہے، عبداللہ نے کہا اے عمرو! اگر میں قتل ہو جاؤں تو میں ایسا آدمی ہوں جسے اس کی قوم نے چھوڑ دیا ہے اور اس کے مقررہ دن نے اُسے آلیا ہے، کیا یہ باتیں تجھ سے ظہور پذیر نہیں ہوئیں، جب تو جنگ سے پہلو تہی کر رہا تھا اور ہم تجھے مقابلہ کے لیے بُلا رہے تھے اور تو سیاہ لونڈی اور آگے سے پکڑ کر لے جانے والی دُنبی کی طرح جو چھونے والے کے ہاتھ کو، ہٹاتی نہیں، بچے کھچے پانیوں میں پناہ لیتا پھرتا تھا، عمرو نے کہا خدا کی قسم تو ایسے ایال والے شیر کے دانتوں تلے آگیا ہے جو اپنے مدمقابل کو پیس کر رکھ دیتا ہے اور میں تجھے امیر المومنین کے پنجے سے بچ کر جاتے نہیں دیکھتا عبداللہ نے کہا: خدا کی قسم اے ابوالعاص تو آسائش میں پڑا متکبر اور جنگ کے وقت بُزدل اور حکمرانی کے وقت ظالم اور ملاقات کے وقت خوفزدہ ہوتا ہے اور بوڑھی بیمار بکری کی طرح آواز نکالتا ہے جیسے تھوڑے پانی میں بندھا ہوتا ہے جو نہ مدت میں جلدی کرتی ہے اور نہ شدت میں اُمید رکھتی ہے کیا یہ باتیں اس وقت تجھ سے ظہور پذیر نہیں ہوئیں جب تجھ سے ان لوگوں نے جنہوں نے نہ چھوٹوں کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور نہ بڑوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیا، ان کے ہاتھ سخت اور نہ بانہیں تیز تھیں وہ ٹیڑھے پن کو مدد دیتے تھے اور جنگ کو جاتے تھے اور تھوڑوں کو زیادہ کرتے اور غمزدوں کو شفا دیتے اور ذلیل لوگوں کو عزت دیتے تھے، عمرو نے کہا قسم بخدا میں نے اس دن تیرے باپ کو دیکھا اس کا اندرونہ کانپ رہا تھا اور اس کی آنتیں کھٹ رہی تھیں اور اس کا جسم مضطرب تھا گویا اس پر ٹھوس پتھر رکھ دیا گیا ہے۔ عبداللہ نے کہا اے عمر ہم نے تجھے اور تیری باتوں کو آزمایا ہے تیری زبان جھوٹی اور عہد شکن ہے اور تو ایسے لوگوں کے ساتھ رہا ہے جو تجھے جانتے نہ تھے اور ایسی فوجوں میں رہا ہے

تجھ سے جھگڑا نہ کرتی تھیں اور اگر تو شامیوں کے علاوہ کسی سے بات کرنی چاہے تو تیری عقل تجھے گھور کر دیکھے اور تیری زبان تتلا جائے اور تیری رائیں اس بیٹھنے والے شخص کی طرح کانپیں جس کے بوجھ نے اُسے بوجھل کر دیا ہو، معاویہؓ نے دونوں کو کوئی اور بات کرنے کو کہا اور عبد اللہ کو چھوڑ دینے کا حکم دے دیا تو عمرو نے معاویہؓ سے کہا۔

"میں نے تجھے ایک دانائی کی بات کا حکم دیا تھا مگر تو نے میری بات نہیں مانی اور ابن ہاشم کا قتل کر دینا تیرے بس میں تھا، اے معاویہؓ! کیا اس کا باپ وہی نہیں جس نے گلے کاٹنے کے روز حضرت علیؓ کی مدد کی تھی؟ اور وہ اس وقت تک واپس نہیں لوٹا جب تک صفین میں ہمارے خون کے عظیم سمندر نہیں بہہ پڑے، اور یہ اس کا بیٹا ہے اور آدمی اپنے بزرگوں سے مشابہت رکھتا ہے اور قریب ہے کہ وہ ندامت سے دانت پیسے۔"

عبد اللہ نے اُسے جواب دیتے ہوئے کہا ؎

"اے معاویہ! عمرو ایسا آدمی ہے جس کا کینہ ہر وقت بھڑکتا رہتا ہے اے ابن ہند! وہ تجھے میرے قتل کی رائے دیتا ہے اور اس کی رائے وہ ہے جو عجمی بادشاہوں کی بھی نہیں، جب مصالحانہ عہد و پیمان انہیں روکیں تو وہ اپنے اسیر کو قتل نہیں کرتے اور جنگ صفین کے روز ہمیں تم سے نفرت تھی جس کا ارتکاب ہاشم اور ابن ہاشم نے کیا تھا اور جو نفرت ختم ہو گئی ہے اس کا جانا خواب کو شک سے بیان کرنے والے کی طرح ہے اور اگر تو مجھے معاف کرے تو تو ایک قرابت دار کو معاف کرے گا اور اگر تو میرے قتل کی رائے رکھتا ہے تو تو میری کمر کو جائز ٹھہراتا ہے یعنی میرے قتل کو جائز قرار دیتا ہے۔"

تو معاویہؓ نے کہا ؎

"میں قریش کے بلند قدر لوگوں کو معاف کرنا اللہ تعالیٰ کے حضور سخت تنگی کے دن قرب کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ اور میں یہ نہیں سمجھتا کہ میں جس روز ابن ہاشم کو قتل کر دوں گا میں لوئی اور عامر سے اپنا بدلہ لے لوں گا، بلکہ

میں اس کے ظاہر ہو جانے کے بعد اُسے معاف کروں گا اور اس سے ایک تکلیف دینے والی حد کو دُور کروں گا، اس کا باپ جنگ صفین کے روز ہم پر ایک انگارے کی طرح برستا تھا تو اُسے اُٹھے ہوئے نیزوں نے ہلاک کر دیا۔"

ایک روز عبداللہ بن ہاشم، حضرت معاویہؓ کی مجلس میں آیا تو حضرت معاویہؓ نے کہا کہ مجھے سخاوت، شجاعت اور جوانمردی کے متعلق کون بتائے گا؟ عبداللہ نے کہا اے امیر المومنین! سخاوت نام ہے مال خرچ کرنے کا اور سوال سے پہلے عطا کرنے کا، اور شجاعت لوگوں پر حملہ کرنے اور قدموں کے ڈگمگانے کے وقت ڈٹ جانے کو کہتے ہیں اور جوانمردی، دین کی بہتری، مال کی اصلاح اور پڑوسی کی حفاظت کو کہتے ہیں۔

حضرت معاویہؓ کے نام محمدؐ بن ابی بکرؓ کا خط

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد بن عبادہ کو مصر سے واپس بلایا اور ان کی جگہ محمد بن ابو بکر کو بھیجا، تو جب محمد بن ابو بکر مصر پہنچا تو اُس نے حضرت معاویہؓ کو خط لکھا، جس میں یہ تحریر تھا کہ یہ خط محمد بن ابو بکر کی طرف سے معاویہ بن صخر گمراہ کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

امّا بعد، اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و سطوت سے اپنی مخلوق کو پیدا کیا ہے اور یہ کام اس نے عبث طور پر نہیں کیا اور نہ ہی اس کی قوت میں ضعف پیدا ہوا ہے اور نہ ہی اُسے مخلوق کو پیدا کرنے کی کچھ ضرورت تھی بلکہ اس نے انہیں اپنے غلام بنا کر پیدا کیا ہے اور ان میں سے بعض کو گمراہ بعض کو ہدایت یافتہ بعض کو بدبخت اور بعض کو سعادت مند بنایا ہے پھر اس نے ان میں سے اپنے علم کے ذریعہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو منتخب کیا اور انہیں اپنی وحی اور رسالت کا امین بنا کر اور مبشر، نذیر اور وکیل قرار دے کر بھیجا۔ پھر جس نے سب سے پہلے آپؐ کی بات کو قبول کیا اللہ کے حضور رجوع کیا اور ایمان لائے اور تصدیق کی اور فرمانبرداری اختیار کی وہ آپ کے بھائی اور عم زاد حضرت علیؓ بن ابی طالب تھے، جس نے پوشیدہ غیب سے آپ کی تصدیق کی، اور آپ کو تمام قریبی عزیزوں پر ترجیح دی اور آپ کو ہر خوف سے بچایا اور آپ کی

خاطر جنگ اور صلح کی، پس آپ ہمیشہ رات دن، خوف، بھوک اور عاجزی میں اپنے جان کو قربان کیے رہے یہاں تک کہ آپ سب سے آگے نکل گئے اور آپ کے کارناموں میں کوئی آپ کے ساتھ لگا کھا سکتا ہے، میں نے تجھے ان کی رفعت و منزلت کے متعلق بتایا ہے آپ آپ ہیں اور تو تو ہے، آپ (علی رضا) نیت کی رُو سے سب سے زیادہ صاف، اور اولاد کے لحاظ سے سب سے زیادہ افضل اور بیوی کے لحاظ سے سب سے بہتر اور عم زاد کے لحاظ سے سب سے افضل ہیں، آپ کے بھائی نے جنگِ موتہ کے روز اور آپ کے چچا سید الشہداء نے جنگ اُحد کے روز جان قربان کی اور آپ کا باپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے حریم سے دفاع کرتا رہا اور تو لعین ابن لعین ہے، تو اور تیرا باپ ہمیشہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مصیبتوں کے خواہاں رہے اور نورِ خدا کو بجھانے کے لیے کوشاں رہے اور اس بات کے لیے لوگوں کو اکٹھا کرتے رہے اور مال خرچ کرتے رہے اور قبائل کو آپ کی عداوت پر مجتمع کرتے رہے اور حضرت علی رضا کی قدیم اور واضح فضیلت کے شاہدان کے مددگار ساتھی بھی ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان کے فضائل کے ساتھ کیا ہے اور انصار و مہاجرین میں سے بھی لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے وہ لوگ گروہ در گروہ ان کے ساتھ ہیں اور ان کی اتباع کو حق اور ان کی مخالفت کو شقاوت خیال کرتے ہیں تیرا برا ہو تو اپنے آپ کو حضرت علی رضا کے برابر خیال کرتا ہے وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے وارث اور آپ ؐ کے وصی ہیں اور ان کے بیٹوں کے باپ ہیں اور تو ان کا دشمن اور ان کے دشمن کا بیٹا ہے، پس تو باطل کے ساتھ جس حد تک قوت رکھتا ہے دنیا سے فائدہ حاصل کر لے، اور ابن العاص گمراہی میں اور تجھے بڑھا دے گا، تیری مدت حیات ختم ہو چکی ہے اور تیری تدبیر کمزور پڑ گئی ہے پھر تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اچھی عاقبت کس کے لیے ہے اور یہ بھی جان لے کہ تو اپنے اس رب سے تدبیر بازی کر رہا ہے جس کی تدبیر نے تجھے بے خوف کر دیا ہے اور اس کی رحمت سے تو نا اُمید ہو چکا ہے

اور وہ تیری گھات میں ہے، اور تو اس کے متعلق دھوکے میں پڑا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

حضرت معاویہؓ کا جواب

حضرت معاویہ نے اس کی طرف لکھا کہ معاویہ بن صخر کی طرف سے محمد بن ابوبکر کی طرف بھیجا جاتا ہے جو اپنے باپ پر عیب لگانے والا ہے۔

امابعد، مجھے آپ کا خط ملا جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی اس قدرت و عظمت اور سطوت کا ذکر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے اصطفاء کا بھی بہت سی باتوں کے ساتھ ذکر کیا ہے جن میں ضعف اور آپ کے باپ کے لیے توبیخ پائی جاتی ہے، آپ نے اس میں ابن ابی طالب کے فضائل اور سابق الاسلام ہونے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی قرابت اور ہر خوف و گھبراہٹ میں ان کے ساتھ غمخواری اور ہمدردی کرنے کا ذکر کیا ہے، پس میرے خلاف تمہارا احتجاج کرنا اور غیر کی فضیلت کے ساتھ مجھ پر عیب لگانا اور اپنی کسی فضیلت کا ذکر نہ کرنا تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی، پس اس رب کی حمد و ثناء کر جس نے تجھے یہ فضیلت نہیں دی اور تیرے غیر کو دے دی ہے، پس ہم اور تیرا باپ ابن ابی طالب کی فضیلت اور حق کو جانتے تھے، پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی رسالت کے لیے منتخب کیا اور آپ سے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کیا اور آپ کی دعوت کو غالب کیا اور آپ کی حجت کو روشن کیا پھر آپ کو وفات دی تو تیرا باپ اور اس کا فاروق پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس کا حق چھینا اور اس کی مخالفت کی اور یہ دونوں حضرات متفقہ طور پر اسی روش پر چلتے رہے، پھر ان دونوں نے اس کو اپنی بیعت کی دعوت دی تو اس نے تاخیر کی تو ان دونوں نے اس کے متعلق عظیم ارادے کیے پھر اس نے ان دونوں کی بیعت کی اور خاص انہی کا ہو کر رہ گیا اور یہ دونوں اُسے اپنے معاملات میں شامل نہ کرتے تھے اور نہ ہی اسے اپنے رازوں سے آگاہ کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو

وفات دے دی، پھر حضرت عثمان کھڑے ہوئے تو وہ بھی ان دونوں کی راہنمائی اور سیرت پر چلے پس تو نے اور تیرے صاحب نے ان (عثمانؓ) پر عیب لگایا یہاں تک کہ دُور دراز کے نافرمانوں نے بھی اس میں طمع کی اور تم دونوں نے ان کے لیے مصیبتیں پیدا کیں اور تم نے ان سے اس قدر عداوت کی کہ تم دونوں اپنی مراد کو پہنچ گئے پس اے پسر ابوبکر اپنا بچاؤ کر، اور اپنی بالشت کو اپنے فتر (انگوٹھے اور انگشت شہادت کا درمیانی فاصلہ) کے ساتھ قیاس کر تو اس شخص سے برابری کرنے سے قاصر رہے گا جو اپنے حلم کے ساتھ پہاڑوں کو تول سکتا ہے اور اپنے نیزے کے بالجبر ٹوٹ جانے سے نرم نہیں ہو سکتا اور کوئی باتونی اس کے حلم کو نہیں پا سکتا، تیرے باپ نے یہ بستر تیار کیا اور اُسے اپنی حکومت کے لیے تکیہ بنایا، اگر تیرے باپ نے پہلے یہ کام نہ کیا ہوتا تو ہم ابن ابی طالب کی مخالفت نہ کرتے اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیتے لیکن ہم نے اس کے نمونہ کو اختیار کر لیا پس تو اپنے باپ پر عیب لگا، یا نہ لگا۔ والسلام علیٰ من اناب۔

حضرت علیؓ کی طرف حضرت معاویہؓ کا خط

حضرت معاویہؓ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا:

امابعد، اگر ہم کو معلوم ہوتا کہ جنگ ہمیں اور آپ کو اس حد تک پہنچا دے گی جس حد تک وہ پہنچ چکی ہے تو ہم ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرتے اگرچہ ہم مغلوب العقل ہو چکے ہیں پھر بھی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ باقی بچ گیا ہے ہم اس کی اصلاح کر سکتے ہیں، میں نے شام سے آپ سے دریافت کیا تھا کہ آپ مجھے اپنی اطاعت پر مجبور نہ کریں، میں آج بھی آپ کو وہی دعوت دیتا ہوں جو میں نے آپ کو کل دی تھی۔ پس بقاء کی جو اُمید میں رکھتا ہوں وہی آپ رکھتے ہیں اور جنگ سے جتنا میں ڈرتا ہوں اتنا آپ بھی ڈرتے ہیں، قسم بخدا، فوج کمزور ہو گئی ہے، جوان مارے گئے ہیں اور ہم عبد مناف کے بیٹے ہیں اور ہم کو ایک دوسرے پر کوئی ایسی فضیلت نہیں جس سے وہ صاحب عزت کو ذلیل کرے اور آزاد کو غلام بنائے۔" والسلام۔

حضرت معاویہؓ کو حضرت علیؓ کا جواب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت معاویہؓ کو لکھا، علی بن ابی طالب کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کی طرف۔

"امابعد، مجھے آپ کا خط ملا آپ نے لکھا ہے کہ اگر میں جانتا کہ جنگ ہمیں اور آپ کو اس حد تک پہنچا دے گی جس حد تک وہ پہنچ چکی ہے تو ہم ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرتے اور ہم نے جنگ سے جو کچھ چاہا تھا وہ ہمیں ابھی تک نہیں ملا، اور آپ نے شام سے جو مطالبہ مجھ سے کیا ہے میں آج تمہیں وہ چیز نہیں دوں گا جس سے کل میں نے آپ کو روکا تھا رہی بات ہمارے خوف و رجاء میں برابر ہونے کی، پس آپ یقین کے معاملہ میں مجھ سے زیادہ شک کرنے والے ہیں اور اہل شام اہل عراق کی نسبت دنیا کے مقابلہ میں آخرت کے زیادہ حریص نہیں ہیں اور آپ کا یہ کہنا کہ ہم اور تم عبد مناف کے ایک جیسے بیٹے ہیں تو یاد رکھو! اُمیہ ہاشم کی طرح نہ تھا اور نہ حرب، عبدالمطلب کی طرح تھا اور نہ ابوسفیان ابوطالب کی طرح تھا اور نہ آزاد مہاجر کی طرح تھا اور نہ جھٹلانے والا حق پرست کی طرح تھا اور ہمارے ہاتھوں میں نبوت کی وہ فضیلت ہے جس کے ذریعے ہم نے صاحب عزت کو قتل کیا اور آزاد کو فروخت کیا۔ والسلام

حضرت سعدؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان مکالمہ

ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے محمد بن حمید الرازی سے، اس نے ابومجاہد سے اس نے محمد بن اسحٰق سے اور اس نے ابونجیع سے روایت کی ہے وہ بیان کرتا ہے کہ جب حضرت معاویہ نے حج کیا تو اس نے بیت اللہ کا طواف کیا اس کے ساتھ حضرت سعد بھی تھے، جب حضرت معاویہ فارغ ہو کر دار الندوہ کی طرف آئے تو آپ نے حضرت سعد کو اپنے ساتھ اپنی چارپائی پر بٹھایا اور حضرت علیؓ پر عیب لگانے اور انہیں بُرا بھلا کہنے لگے تو حضرت سعد نے قریب ہو کر کہا تو نے مجھے اپنی چارپائی پر بٹھایا ہے اور پھر تو حضرت علیؓ کو بُرا بھلا کہنے لگ گیا ہے قسم بخدا، اگر حضرت علیؓ کی ایک خصلت مجھ میں ہوتی تو وہ مجھے دنیا بھر کی تمام چیزوں سے محبوب

ہوتی، خدا کی قسم اگر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ہوتا اور حضرت علی رضی کے بیٹے جیسا میرا بیٹا ہوتا تو وہ مجھے تمام دنیا سے محبوب ہوتا اور خدا کی قسم اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بات مجھے کہی ہوتی جو آپ نے خیبر کے روز حضرت علی رضی کو کہی تھی کہ میں کل اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو خدا اور اس کے رسول کا محبوب ہوگا اور خدا اور اس کا رسول اس کے محبوب ہوں گے اور وہ بھگوڑا نہیں ہوگا اور خدا تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا، تو یہ بات بھی مجھے دنیا بھر سے محبوب ہوتی اور خدا کی قسم اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے وہ بات کہی ہوتی جو آپ نے غزوہ تبوک میں انہیں فرمائی تھی کہ کیا تو اس بات سے راضی نہیں کہ تو مجھ سے ایسا ہی ہو جیسا ہارون، موسےٰ سے تھا، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں تو یہ بات بھی مجھے دنیا بھر سے زیادہ محبوب ہوتی اور قسم بخدا میں جب تک زندہ رہوں گا تیرے گھر نہیں آؤں گا پھر حضرت سعد اٹھ کر چلے گئے۔

اور میں نے دوسری روایات میں یہ بات بھی پائی ہے جیسے علی بن محمد بن سلیمان نوفلی نے کتاب الاخبار میں ابن عائشہ وغیرہ سے لکھا ہے کہ جب حضرت سعد رضی نے حضرت معاویہ رضی کو یہ بات کہی اور اٹھنے کے لیے تیار ہوئے تو معاویہ نے گوز مار دیا اور کہا بیٹھ جائیے اور جو باتیں آپ نے کہی ہیں اُن کا جواب سنیئے۔ آپ میرے نزدیک کبھی اتنے قابل ملامت نہ تھے جتنے اب ہیں پس آپ نے ان کی مدد کیوں نہ کی؟ اور کیوں ان کی بیعت سے رُکے رہے؟ اگر میں نے اس قسم کی باتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوتیں جیسی آپ نے سنی ہیں تو میں عمر بھر حضرت علی رضی کا خادم رہتا۔ حضرت سعد رضی نے کہا خدا کی قسم جس جگہ پر تو بیٹھا ہے میں تجھ سے اس کا زیادہ استحقاق رکھتا ہوں، حضرت معاویہ رضی نے کہا، تیری اس بات سے تو بنی عذرہ بھی انکار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ حضرت سعد بنو عذرہ کے کسی آدمی کی اولاد تھے، نوفلی کہتا ہے کہ اس بارے میں سید بن محمد حمیری کہتا ہے ؂

"اگر تجھے معلوم نہیں تو قریش سے دریافت کر کہ کس نے دین کو مضبوط کیا تھا اور کون اسلام میں مقدم اور علم میں زیادہ اور اہل و اولاد کے لحاظ سے زیادہ پاکیزہ تھا۔ اور کس نے خدا کی توحید کا اعلان کیا جب لوگ جھٹلاتے تھے اور خدا کے ساتھ بتوں اور شریکوں کو پکارتے تھے، اور کون میدان

کارزار میں آگے بڑھتا تھا جب لوگ اس سے پیچھے ہٹتے تھے اور اگر وہ کسی مصیبت میں بخل سے کام لیتے تو وہ سخاوت کرتا، اور کون فیصلے کرنے میں زیادہ عادل اور حلم میں زیادہ انصاف پسند اور وعدے وعید کا زیادہ سچا تھا، اگر وہ تجھے سچا سمجھیں تو وہ ابوالحسن سے آگے نہیں بڑھ سکتے، ابھی تو نیکوں کے حاسدوں سے نہیں ملا، اور تو تیم اور عدی کے ڈنک مارنے والے سے نہیں ملا۔ خدا کی قسم وہ بہت بڑے منکر ہیں اور بنی عامر اور بنی اسد اور جاہل عبید کے قبیلے یا سعد قبیلے سے نہیں ملا جو اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ صراط مستقیم سے منحرف ہو چکے ہیں یہ لوگ ہمیں ایک حرامزادے کی طرف دعوت دیتے ہیں جو ان کا سردار بن گیا اگر بنی زہرہ گمنام نہ ہوتے تو وہ سردار نہ بنتا۔"

حضرت سعدؓ اور حضرت اسامہؓ بن زید اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے حضرت علیؓ کی بیعت سے توقف کیا تھا اور انہوں نے ان کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی جن کے متعلق ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ آپ کی بیعت سے رک گئے تھے آپ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا، انہوں نے کہا یہ ایک فتنہ ہے اور ان میں سے بعض نے حضرت علیؓ سے کہا ہمیں تلواریں دیجیے ہم آپ کے ساتھ مل کر ان سے جنگ کرتے ہیں اور جب ہم ان تلواروں سے مومنین کو مارتے ہیں تو یہ ان میں کام نہیں کرتیں اور ان کے جسموں سے اچٹ جاتی ہیں اور جب کافروں کو ان سے مارتے ہیں تو ان کے جسموں میں دھنس جاتی ہیں تو حضرت علیؓ نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا ولو علم اللہ فیھم خیرا لاسمعھم ولو اسمعھم لتولوا وھم معرضون ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی بھلائی دیکھتا تو انہیں سنوا دیتا اور اگر انہیں سنوا دیتا تو وہ اعراض کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے۔

ابومخنف لوط بن یحییٰ اور دیگر مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ کو حکومت ملی تو ابوطفیل کنانی ان کے پاس آیا، حضرت معاویہؓ نے اس سے کہا کہ تجھے اپنے دوست ابوالحسنؓ کے متعلق کس قسم کا غم ہے؟ اس نے کہا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق تھا اور میں اللہ کے حضور کوتاہی کی شکایت کرتا ہوں، حضرت معاویہؓ نے کہا تو ان لوگوں میں

شامل تھا جو حضرت عثمانؓ کے قتل کے موقع پر موجود تھے، اس نے جواب دیا، نہیں، لیکن میں ان لوگوں میں شامل تھا جو وہاں موجود تھے مگر انہوں نے ان کی مدد نہ کی تھی، حضرت معاویہؓ نے کہا، مدد کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا تھا؟ حالانکہ ان کی مدد کرنا تجھ پر واجب تھا، اس نے جواب دیا مجھے اس چیز نے روکا تھا جس نے تجھے روکا تھا جب تو شام میں بیٹھ کر گردش روزگار کا انتظار کر رہا تھا، حضرت معاویہؓ نے کہا، کیا تو نہیں دیکھتا کہ اس کے خون کا مطالبہ کرنا میری طرف سے اس کی مدد کرنا ہے، اس نے کہا بے شک ایسا ہی ہے لیکن تمہاری اور اس کی مثال الجعدی کے اس شعر کے مطابق ہے ؎

"میں تجھے اپنی موت کے بعد اپنے محاسن بیان کرتا پاؤں گا حالانکہ میری زندگی میں تو نے مجھے زادِ راہ نہیں دیا۔"

حضرت معاویہؓ کے پاس ضرار بن خطاب آیا تو آپ نے اُسے کہا، تجھے ابو الحسن پہ کس قسم کا غم ہے؟ اس نے جواب دیا میرا غم اس عورت کی طرح ہے جس کا بچہ اس کے سینے پر ذبح کر دیا جائے اور نہ اس کے آنسو رکیں اور نہ غم کو سکون ہو۔"

حضرت معاویہؓ و قیسؓ بن سعد کے درمیان خطوط کا تبادلہ

حضرت معاویہؓ اور قیس بن سعد

بن عبادہ کے درمیان یہ خط و کتابت اس وقت ہوئی جب وہ مصر میں حضرت علیؓ کی طرف سے گورنر تھے، حضرت معاویہؓ نے ان کی طرف لکھا:۔

امابعد۔ تو یہودی ابن یہودی ہے اگر وہ شخص کامیاب ہو گیا جو فریقین میں سے تجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ تجھے معزول کر دے گا اور تجھے بدل کر کسی اور آدمی کو مقرر کرے گا اور اگر وہ آدمی کامیاب ہو گیا جو فریقین میں سے تیرے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض ہے تو وہ تجھے سزا دے گا اور قتل کرے گا۔ اور تیرے باپ نے اپنی کمان کا چلّہ چڑھا کر نشانے پر تیر مارا تھا، پس اس نے بہت سے شگاف کیے اور جوڑ سے چوک گیا اور اس کی قوم نے اُسے چھوڑ دیا، اور اس کے مقررہ وقت نے اُسے آلیا پھر وہ حوران میں سرگرداں مر گیا۔

قیس بن سعدؓ نے حضرت معاویہؓ کو لکھا:۔

"اما بعد، تو ایک بُت پرست اور بُت پرست کا بیٹا ہے تو اسلام میں مجبوری سے داخل ہوا اور خوشی سے نکل گیا ہے تیرے ایمان نے تجھے مقدم نہیں کیا اور نہ تیرے نفاق نے تجھے بدعتی بنایا ہے اور تیرے باپ نے اپنی کمان پر چلّہ چڑھا کر اپنے نشانے پر تیر مارا پس اس نے فتنہ و فساد پیدا کیا جس کے انجام کو وہ نہ پہنچا اور نہ اس کے غبار کو پھاڑا اور ہم اس دین کے مددگار تھے جس سے تو نکل گیا ہے اور تو دین کے دشمنوں میں داخل ہو گیا ہے۔"

حضرت علی رضؓ کی وفات اور صلح کے بعد قیسؓ بن سعد انصار کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت معاویہ کے پاس آئے تو معاویہؓ نے انہیں کہا اے گروہِ انصار تم کس وجہ سے پہلے کی باتوں کا مجھ سے مطالبہ کرتے ہو! خدا کی قسم تم میرے حامی کم اور مخالف زیادہ تھے۔ تم نے جنگِ صفین کے روز میری دھار کو کند کر دیا یہاں تک کہ میں نے تمہارے نیزوں میں موتوں کو شعلے مارتے دیکھا اور تم نے میرے اسلاف کی ہجو کی جو نیزوں کے زخم لگانے سے بھی زیادہ شدید تھی حتٰے کہ خدا تعالیٰ نے اس چیز کو قائم کر دیا جسے تم جھکانا چاہتے تھے تم نے کہا کہ ہمارے بارے میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا خیال رکھو۔ قیس نے کہا ہم آپ سے اسلام کی باتوں کا مطالبہ کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کافی ہے اور ہم تجھ سے ان باتوں کا مطالبہ نہیں کرتے جو احزاب نے تعلقات پیدا کر کے کی ہیں، رہی یہ بات کہ ہم آپ سے عداوت کرتے ہیں تو اس عداوت کو اگر آپ روکنا چاہیں تو از خود روک سکتے ہیں اور ہم نے آپ کی جو ہجو کی ہے تو جو اس میں سچ ہے وہ باقی رہے گا اور جو جھوٹ ہے وہ زائل ہو جائے گا، اب رہا حکومت کے قائم ہونے کا معاملہ تو حضرت علی رضؓ نے اسے ناپسند کیا تھا اور وہ ہم میں سے تھے اور جنگ صفین کے روز ہم نے جو تمہاری دھار کو کُند کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم ایک ایسے آدمی کے ساتھ تھے جس کی اطاعت کو ہم اللہ کی اطاعت سمجھتے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے بارے میں جو وصیت کی تھی اس کے متعلق گذارش یہ ہے کہ جو شخص آپ پر ایمان لایا ہے وہ آپ کے بعد بھی آپ کا لحاظ کرتا ہے اور تیرا یہ کہنا کہ رکا ہوا صحن سے انکار کرتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے ورے کوئی ایسا ہاتھ نہیں جو تجھے موت سے بچائے تو حضرت معاویہ نے بات بناتے ہوئے کہا اپنی ضروریات پوری کرو ـــــ اور قیس بن سعد

زُہد، دینداری اور حضرت علیؓ کی طرف میلان رکھنے میں بہت بڑے مقام کے حامل تھے اور خوفِ الٰہی اور اطاعت الٰہی میں اس حد تک بڑھے ہوئے تھے کہ ایک دفعہ وہ نماز پڑھ رہے تھے، جب وہ سجدہ کے لیے جُھکے تو سجدہ کی جگہ پر ایک بہت بڑا اژدھا کُنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ آپ نے سر ایک طرف کر کے اس کے پہلو میں سجدہ کیا تو وہ آپ کی گردن میں لپٹ گیا، لیکن آپ نے نہ نماز چھوڑی اور نہ اس میں کچھ کمی کی یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہو گئے پھر آپ نے اژدھا کو پکڑ کر پھینک دیا، اسی طرح کا واقعہ حسن بن علی بن عبداللہ بن مغیرہ نے معمر بن خلّاد سے ابوالحسن علی بن موسےٰ رضا کے متعلق بھی بیان کیا ہے۔

اور عمرو بن العاص نے ایک دن حضرت معاویہؓ سے کہا، مجھے اس بات نے درماندہ کر دیا ہے کہ مجھے پتہ چلے کہ آپ بزدل ہیں یا بہادر ہیں، کیونکہ جب میں آپ کو آگے بڑھتے دیکھتا ہوں تو کہتا ہوں کہ آپ نے جنگ کا ارادہ کیا ہے پھر آپ پیچھے ہٹ جاتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ آپ نے فرار اختیار کرنے کا ارادہ کیا ہے تو حضرت معاویہ نے اُسے کہا خدا کی قسم میں اس وقت تک آگے نہیں بڑھتا جب تک یہ نہ دیکھ لوں کہ آگے بڑھنے میں فائدہ ہے اور اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹتا جب تک یہ نہ دیکھ لوں کہ پیچھے ہٹنا دانائی ہے جیسا کہ القطامی کہتا ہے ؎

"جب مجھے موقع ملے تو میں بہادر ہوں اور اگر موقع نہ ملے تو بُزدل ہوں"۔

اور ابومخنف لوط بن یحییٰ نے ابوالاعز التیمی سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں صفین میں کھڑا تھا کہ میرے پاس سے عباس بن ربیعہ ہتھیار پہنے ہوئے گذرا اور خود کے نیچے اس کی دونوں آنکھیں یوں چمک رہی تھیں گویا وہ آگ کے دو شعلے یا سانپ کی دو آنکھیں ہیں اور اس کے ہاتھ میں ایک یمانی تلوار تھی جسے وہ اُلٹ پلٹ رہا تھا اور موتیں اس کی دھار میں نظر آ رہی تھیں وہ ایک سرکش گھوڑے پر سوار تھا اسی اثناء میں کہ وہ اپنی عادت کے مطابق اُسے کھینچ اور روک رہا تھا کہ عرار بن ادھم نامی ایک شامی نے اُسے آواز دی، اے عباس جنگ کے لیے آؤ اس نے کہا جنگ کیسے ہو گی کیونکہ یہ تو زندگی سے مایوس ہو جانے کا نام ہے تو شامی یہ شعر پڑھتا ہوا اس کے مقابلہ میں آیا۔

"اگر تم سوار ہو جاؤ تو گھوڑوں پر سوار ہونا ہماری عادت ہے یا نیچے اُتر جاؤ تو ہم نیچے اُتر کر مقابلہ کرنے والے لوگ ہیں۔" اور عباس نے اپنی ران کو دہرا کر کے کہا:-

"خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم تم سے محبت نہیں کرتے اور نہ تمہیں اس بات پر ملامت کرتے ہیں کہ تم ہم سے کیوں محبت نہیں کرتے۔"

پھر اس نے اپنی پیٹی اتاری اور اپنا گھوڑا اپنے سیاہ فام غلام کو دیا اور خدا کی قسم یوں معلوم ہوتا ہے کہ میں اس کے گھنگھریالے بالوں کو دیکھ رہا ہوں پھر دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور دونوں فریقوں نے، ان دونوں جوانوں کا مقابلہ دیکھنے کے لیے گھوڑوں کی لگامیں روک لیں، دونوں جوان، دن کا کچھ حصّہ اپنی تلواروں کے ساتھ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے رہے مگر کوئی ایک بھی زرہ کے پورا ہونے کے باعث اپنے مدمقابل پر کامیابی نہ حاصل کر سکا، یہاں تک کہ عباس نے شامی کی زرہ میں کمزوری دیکھ لی۔ پس اس نے اُسے ہاتھ مارا اور اُسے سینے تک چیر کر رکھ دیا پھر اس کے مقابلہ کے لیے واپس آیا اور اس نے اس کی زرہ میں سوراخ کر دیا ہوا تھا تب عباس نے اس کے سینے پر تلوار ماری اور شامی منہ کے بل گر گیا، لوگوں نے اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین کانپ گئی اور عباس آکر لوگوں میں شامل ہو گیا اور ایک آدمی نے یہ آیت پڑھی:۔

"قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم ویخزھم وینصرکم علیھم ویشف صدور قوم مومنین۔"

(ترجمہ: ان سے لڑو، اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب کرے اور انہیں رسوا کرے اور تمہیں ان پر مدد دے اور ایمان والوں کے سینوں کو شفا دے (التوبہ آیت ۱۴)

ابو مخنف کہتے ہیں میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے آپ نے فرمایا اے ابن الاعز ہمارے دشمن سے کون نبرد آزما تھا؟ میں نے کہا تمہارا بھتیجا عباس بن ربیعہ، آپ نے فرمایا وہی عباس ہے، میں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا اے عباس کیا میں نے تجھے اور عبداللہ بن عباس کو کسی سے مقابلہ کرنے سے نہیں روکا تھا، عباس نے جواب دیا ہاں، حضرت علی رضؓ نے فرمایا پھر تم نے یہ کام کیوں کیا؟ عباس نے کہا کیا جب مجھے مقابلہ کے لیے بلایا جائے تو میں اس کا جواب نہ دوں؟ آپ نے فرمایا دشمن کو جواب دینے کی نسبت تیرا امام کی اطاعت کرنا زیادہ بہتر ہے پھر آپ خاموش ہو گئے۔ اور نہایت انکساری کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا اے اللہ عباس کی قدردانی

فرما اور اس کے گناہ کو بخش دے، اے اللہ میں نے اُسے معاف کر دیا ہے تو بھی اُسے معاف کر دے، اور حضرت معاویہ نے عرار بن ادھم کی موت پر افسوس کرتے ہوئے کہا اس قسم کے خون کے مطالبہ میں جان کی بازی لگائے گا تو لخم کے جنگجوؤں اور شام کے سرداروں میں سے دو آدمیوں نے آپ کو جواب دیا، آپ نے فرمایا دونوں چلے جاؤ تم دونوں میں سے جو آدمی عباس کو قتل کرے گا اُسے سونے کا ایک سو اوقیہ اور اتنے ہی چاندی کے اوقیے اور دو سو یمنی چادریں دی جائیں گی، ان دونوں نے آکر عباس کو دعوت مبارزت دی اور دونوں صفوں کے درمیان چلا چلا کر کہنے لگے اے عباس اے عباس! دعوت دینے والے کے مقابلہ میں آؤ، عباس نے جواب دیا میرا ایک آقا ہے مجھے اس سے مشورہ کرنا ہے پس وہ حضرت علی رضؓ کے پاس آئے آپ اس وقت میمنہ (دائیں بازو) کو جنگ پر آمادہ کر رہے تھے انہوں نے حضرت علی رضؓ کو صورتِ حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم معاویہ یہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم میں جو بھی لڑنے والا باقی رہ گیا ہے نورِ الٰہی کو بجھانے کے لیے اس کے پیٹ میں نیزہ مارا جائے" ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون۔" (ترجمہ: اور اللہ قبول نہیں کرتا مگر یہ کہ پورا کرے اپنے نور کو اگرچہ کافر بُرا سمجھیں (التوبہ آیت ۳۲) خدا کی قسم ان پر ہمارے آدمی غالب آجائیں گے اور وہ انہیں ذلیل کر دیں گے یہاں تک کہ ان کے نشان مٹ جائیں گے پھر فرمایا اے عباس مجھے اپنے ہتھیار دو اور میرے ہتھیار لے لو، عباس نے انہیں ہتھیار پکڑائے تو آپ کود کر عباس کے گھوڑے پر سوار ہو کر لخمیوں کی طرف گئے ان دونوں کو یقین تھا کہ یہ عباس ہے وہ کہنے لگے تمہارے آقا نے تمہیں اجازت دے دی ہے آپ نے ہاں کہنے کی بجائے کہا اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر (ترجمہ: اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے کہ وہ مظلوم ہیں اور بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے (حج آیت ۲۹ پ) اور عباس اپنے جسم اور سواری کرنے کے لحاظ سے حضرت علی رضؓ سے بہت مشابہ تھے، پس ان میں سے ایک آپ کے مقابلہ کے لیے نکلا تو آپ نے اُسے ڈھیر کر دیا اور پھر دوسرا نکلا اُسے بھی آپ نے پہلے شخص کے ساتھ ملا دیا پھر آپ یہ آیت پڑھتے ہوئے آئے الشھر الحرام، والحرمات

قصاص ط فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم" ترجمہ: حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کے بدلے ہے اور حرمتوں کا بدلہ ہے جو کوئی تم پہ زیادتی کرے تم بھی اسی قدر اس پہ زیادتی کرو (البقرہ آیت ۱۹۴)

پھر فرمایا اے عباس اپنے ہتھیار لے لو اور میرے ہتھیار مجھے دے دو اور اگر دوبارہ کوئی آدمی تمہارے مقابلہ میں آئے تو میرے پاس آجانا، حضرت معاویہ کو یہ اطلاع ملی تو وہ کہنے لگے۔ اللہ تعالٰی جھگڑے پہ اصرار کا برا کرے یہ کاٹنے والا ہے جب کبھی بھی میں نے اصرار کیا ہے ناکام ہوا ہوں۔ عمرو بن العاص نے کہا خدا کی قسم ناکام ہونے والے تو لخم کے دو آدمی ہیں اور دھوکہ خوردہ وہ ہے جسے تو دھوکا دے، تو ناکام نہیں ہے معاویہ نے کہا اے شخص خاموش ہو جا ایسا کہنا تیرا کام نہیں اس نے جواب دیا اگر ایسا کہنا میرا کام نہیں تو اللہ تعالٰی لخمیوں پر رحم کرے لیکن میں نہیں دیکھتا کہ وہ رحم کرے گا۔

حضرت معاویہؓ نے کہا بخدا میں تیری محبت سے بہت تنگ اور تیرے سودے سے بہت خسارے میں ہوں اس نے کہا مجھے یہ بات معلوم ہے اگر مصر اور اس کی حکمرانی نہ ہوتی تو میں وہاں سے چھٹکارا حاصل کر لیتا اور میں جانتا ہوں کہ حضرت علی رضؓ حق پہ ہیں اور تم باطل پہ ہو، معاویہ نے کہا، خدا کی قسم مصر نے تجھے اندھا کر دیا ہے اگر مصر نہ ہوتا تو میں تجھے بصارت والا پاتا۔ پھر معاویہؓ خوب ہنسے۔

عمرو بولے امیر المومنین اللہ تعالٰی آپ کو ہنستا رکھے آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں؟ معاویہ نے کہا میں تمہاری حاضر دماغی کی وجہ سے ہنسا ہوں جس روز تو نے علیؓ کا مقابلہ کیا تو نے اپنی شرمگاہ کھول دی تھی۔ اے عمرو خدا کی قسم تو نے موتوں سے جنگ کی اور موت کو اپنے سامنے دیکھا اور اگر وہ چاہتے تو تجھے قتل کر دیتے لیکن ابی طالب نے صرف تجھ پر کرم کرتے ہوئے تجھے قتل نہیں کیا، عمرو نے کہا خدا کی قسم جب انہوں نے تجھے دعوت مبارزت دی تو میں تمہارے دائیں ہاتھ تھا پس تمہاری آنکھیں پھر گئیں اور سینہ ننگا ہو گیا۔ اور وہ چیز بھی ننگی ہو گئی جس کا میں تمہارے سامنے ذکر کرنا پسند نہیں کرتا، پس تو اپنے آپ پر ہنس یا نہ ہنس۔

اور ابو مخنف لوط بن یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ صفین کی جنگ کے دوران ایک روز معاویہ نے لوگوں کے سامنے نکل کر حضرت علی رضؓ کے میسرہ (بائیں پہلو کی فوج) پہ حملہ کر دیا

اس وقت حضرت علی رضؓ میسرہ میں لوگوں کو تیار کر رہے تھے پس آپ کی زرہ اور گھوڑے پر حملہ کیا گیا ۔ تو آپ اپنے اصحاب میں سے ایک آدمی کی زرہ پہن کر نکلے اور معاویہ آپ کے سامنے ڈٹ گئے ۔ جب دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو معاویہ نے اُسے کھڑا کر دیا اور اپنی دونوں ٹانگیں اپنے گھوڑے پر اکٹھی کر لیں ۔ حضرت علی رضؓ اس کے پیچھے تھے لیکن معاویہ آپ کے ہاتھ سے بچ کر نکل گیا ۔ اور آپ شامیوں کے میدان میں آ گئے ۔ پس حضرت علی رضؓ نے اس کے علاوہ ایک اور آدمی کو ان کے میدان میں مارا اور یہ کہتے ہوئے واپس آئے سے

"مجھے اپنے آپ پر افسوس ہے کہ معاویہ ایک تیز رفتار گھوڑے پر جو خونخوار عقاب کی طرح تھا مجھ سے بچ کر نکل گیا ہے ۔"

ایک دن عمروؓ بن العاص مصر سے معاویہ کے پاس آئے جب معاویہؓ نے انہیں دیکھا تو کہا کہ سے

"نیک لوگ مرتے جاتے ہیں اور تو زندہ ہے، مؤنیں تجھ سے چوک جاتی ہیں اور تو نہیں مرتا ۔"

عمرو نے انہیں جواب دیا :-

"جب تک تو زندہ ہے اس وقت تک میں مرنے والا نہیں اور جب تک تو نہ مرے میں مرنے والا نہیں ۔"

بیان کیا گیا ہے کہ جب معاویہؓ نے عراقیوں کی فوج کو دیکھا کہ اس کے جوان حسب مراتب صف بند ہو چکے ہیں ـــــ اور حضرت علی رضؓ کو ایک سُرخ رنگ کے گھوڑے پر ننگے سر صفوں کو ترتیب دیتے دیکھا گویا وہ انہیں زمین میں کاشت کر رہے ہیں اور وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹ کر کھڑے ہیں تو اس نے عمرو سے کہا : اے ابو عبد اللہ! کیا تو ابن ابی طالب کی حالت کو نہیں دیکھ رہا ، عمرو نے جواب دیا جو عظیم بات کا طالب ہوتا ہے اُسے عظیم امور سے واسطہ پڑتا ہے ۔

سنہ ۴۰ھ میں معاویہؓ نے بسر بن ارطاۃ کو تین ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ بھیجا اس وقت وہاں پر حضرت ابو ایوب انصاری حاکم تھے وہ ایک طرف ہو گئے اور بسر نے منبر پر چڑھ کر اہل مدینہ کو قتل کی دھمکیاں دیں تو انہوں نے معاویہ کی بیعت کو تسلیم کر

لیا ، حضرت علیؓ کو اطلاع ملی تو آپ نے حارثہ بن قدامہ اور وہب بن مسعود کو دو ہزار آدمی دے کر بھیجا ، بسر مکہ کی طرف چلا گیا ۔ وہاں سے یمن کی طرف روانہ ہو گیا ، یمن میں حضرت عبیداللہ بن عباس قیام پذیر تھے وہ وہاں سے نکل کر حضرت علیؓ سے آملے اور عبداللہ بن عبدالدیان حارثی کو وہاں پر اپنا جانشین بنایا اور اپنے دونوں بیٹوں عبدالرحمٰن اور قثم کو ان کی ماں جویریہ بنت قارظ کنانی کے پاس چھوڑا ، بسر نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور ان کے ساتھ ان کے ماموں کو بھی قتل کر دیا جو ثقیف قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا اور بسر بن ارطاۃ عامری نے ——— جو عامر بن لوئی بن غالب سے تھا ——— مدینہ اور دونوں مسجدوں کے درمیان خزاعہ وغیرہ کے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا اسی طرح اس نے جُرف میں ہمدان کے بہت سے آدمیوں کو مار دیا اور صنعاء میں بھی بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا ، جس کے متعلق بھی اُسے اطلاع ملی کہ وہ حضرت علیؓ کی مدد کرتا ہے یا ان سے محبت رکھتا ہے اس نے اُسے قتل کر دیا ،

——— اُسے حارثہ بن قدامہ السعدی کے متعلق اطلاع ملی تو وہ بھاگ گیا اور حارثہ نے اپنے بھتیجے بسر پر جو اپنے گھر کے چالیس آدمیوں کے ساتھ تھا ۔ کامیابی حاصل کی اور ان سب کو قتل کر دیا اور جویریہ جو عبیداللہ بن عباس کے ان دو بیٹوں کی ماں تھی جنہیں بسر نے قتل کر دیا تھا ۔ خانہ کعبہ کے گرد بال کھولے چکر لگا رہی تھی اور وہ خوبصورت ترین عورتوں میں سے تھی وہ اپنے دو بیٹوں کا مرثیہ کہتے ہوئے کہہ رہی تھی ۔

"کیا کسی نے میرے ان دو بیٹوں کے دُکھ کو محسوس کیا ہے جو دو موتیوں کی طرح تھے جن سے سیپ خالی ہو چکی ہے ، اور کیا کسی نے میرے ان دو بیٹوں کے دُکھ کو محسوس کیا ہے جو میرے کان اور دل تھے پس آج میری عقل جاتی رہی ہے ، اور کیا کسی نے میرے ان دو بیٹوں کے دُکھ کو محسوس کیا ہے جو میری ہڈیوں کا گودا تھے پس آج میرا گودا ختم ہو گیا ہے ، مجھے بسر کے متعلق بتایا گیا ہے لیکن میں نے ان کے خیال کی تصدیق نہیں کی اور جو بات انہوں نے بیان کی ہے وہ جھوٹی ہے وہ میرے دونوں بیٹوں کی گردن کی طرف تیز تلوار کے ساتھ متوجہ ہوا ، اور گناہ کا ارتکاب اسی طرح کیا جاتا ہے ۔"

معاویہ ، عمرو بن العاص اور وردان | واقدی نے بیان کیا ہے کہ

عمرو بن العاص بوڑھا اور کمزور ہو جانے کے بعد ایک روز معاویہؓ کے پاس آیا اس کے ساتھ اس کا غلام وردان بھی تھا وہ دونوں باتوں میں مشغول ہو گئے اور وردان کے سوا کوئی آدمی ان کے پاس موجود نہ تھا۔ عمرو نے کہا اے امیر المومنین اب آپ کونسی چیز سے لذت حاصل کرتے ہیں اس نے جواب دیا: عورتوں کے متعلق اب مجھے کوئی دلچسپی نہیں رہی رہا لباس کا معاملہ تو میں نے بہترین اور نرم کپڑے زیب تن کیے ہیں یہاں تک کہ میری جلد کمزور ہو گئی ہے اور اُسے یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ نرم کپڑا کونسا ہے اب رہا کھانے کا معاملہ تو میں نے اس قدر شاندار کھانے کھائے ہیں کہ اب مجھے پتہ ہی نہیں کہ کونسا کھانا شاندار ہوتا ہے اور میرے نزدیک گرمیوں کے دنوں میں ٹھنڈے مشروب سے زیادہ کوئی چیز لذیذ نہیں ہوتی اور یہ کہ میں اپنے بیٹوں اور پوتوں کو اپنے اردگرد گھومتا دیکھوں اور اے عمرو اب تجھے کس چیز سے لذت حاصل ہوتی ہے اس نے کہا کہ مجھے تو اس بات میں دلچسپی ہے کہ میں باغ لگاؤں اور فصلیں کاشت کروں اور ان کا پھل اور غلہ حاصل کروں تو معاویہ نے وردان کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے وردان تجھے کس چیز میں دلچسپی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میری یہ خواہش ہے کہ بڑے بڑے لوگوں کے گلے میں میرے احسانات کا پٹا ہو اور وہ مجھے اس کا بدلہ نہ دے سکیں یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جاؤں اور اسی طرح میری اولاد بھی میرے بعد ان کی اولاد کے گلے میں اپنے احسانات کا پٹا ڈالے، معاویہ نے کہا ہماری اس مجلس کا بُرا ہو یہ غلام مجھ سے اور تجھ سے بڑھ گیا ہے۔

عمروؓ بن العاص کی وفات

۴۳ھ میں عمرو بن العاص بن وائل بن سہم بن سعید بن سعد نوے سال کی عمر میں مصر میں وفات پا گئے اور انہوں نے مصر پر دس سال چار ماہ حکومت کی، جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے کہا اے اللہ میں بَری نہیں کہ عذر کروں اور نہ مجھے کوئی طاقت حاصل ہے کہ غالب آجاؤں تو نے ہمیں حکم دیا، ہم نے تیری نافرمانی کی تو نے ہمیں منع کیا مگر ہم نے ارتکاب گناہ کیا اے اللہ میرا یہ ہاتھ میری ٹھوڑی پر پڑا ہے پھر کہا، زمین میں میرے لیے گڑھا کھود دو اور مجھ پر اچھی طرح مٹی ڈالو پھر آپ نے اپنی اُنگلی اپنے منہ میں رکھی اور وفات پا گئے، آپ کی نماز جنازہ آپ کے بیٹے عبداللہ نے عید الفطر کے روز نماز عید سے قبل پڑھائی، پھر اس کے بعد اس نے لوگوں کو نماز عید پڑھائی اور اس کا باپ استہزاء کرنے

والوں میں شامل تھا اور اسی کے متعلق آیت ان شانئک ھو الابتر نازل ہوئی ہے، اور حضرت معاویہ نے اس کے بیٹے عبداللہ بن عمرو کو ——— اس کے باپ کی جگہ حکمران بنا دیا اور عمرو نے اپنے پیچھے تین لاکھ دینار کا سونا پچیس ہزار دینار اور ایک ہزار درہم کی چاندی اور دو لاکھ دینار کا غلہ مصر میں چھوڑا اور مصر میں اپنی جاگیر بھی چھوڑی جو الوھط کے نام سے مشہور تھی جس کی قیمت دس کروڑ درہم تھی اور اس کے متعلق ابن زبیر اسدی نے اپنے اشعار میں کہا ہے کہ ؎

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ گردشِ روزگار نے عمرو سہمی کے ساتھ کیسی خیانت
کی ہے جسے مصر ٹیکس دیتا تھا، پس اس کی دانائی اور حیلہ جوئی کام نہ آئی اور
جب زمانے نے اُسے اپنا نشانہ بنایا تو جمع کردہ مال نے بھی اُسے کچھ
فائدہ نہ دیا، اور وہ چٹیل زمین میں اقامت پذیر ہو گیا ہے اور اس کے
کثیر اموال اور اس کی تدبیریں اس سے جاتی رہی ہیں۔"

۴۵ھ میں معاویہؓ نے زیاد بن ابیہ کو، بصرہ اور اس کے مضافات کا حکمران بنا دیا جب وہ بصرہ میں داخل ہوا تو اس نے کہا کہ ؎

"بہت سے لوگ ہماری وجہ سے خوش ہیں، ہم انہیں خوش نہیں کریں گے
اور کچھ لوگ ہماری وجہ سے غمگین ہوں گے ہم انہیں ضرر نہیں پہنچائیں گے"

معاویہؓ نے اسی سال سفیان بن عوف عامری کو جنگ کے لیے بھیجا اور اُسے حکم دیا کہ وہ الطوانہ پہنچے اس کے ساتھ بہت سے لوگ مارے گئے رومی علاقے میں مارے جانے والے آدمیوں کی وجہ سے لوگوں کو بہت غم ہوا اور معاویہ کو یہ اطلاع ملی کہ جب اس کے بیٹے یزید کو ان لوگوں کے مارے جانے کی خبر ملی تو وہ اپنے ندیموں کے ساتھ شغل مے نوشی کر رہا تھا یزید نے کہا ؎

"اور جب میں دیر مرآن میں ام کلثوم کے ساتھ غالیچوں پر تکیہ لگا کر بیٹھتا
ہوں تو طوانہ کے روز فوج کو پہنچنے والی مصیبت مجھے بخار اور چیچک سے
بھی ہلکی معلوم ہوتی ہے"

حضرت ابو ایوبؓ انصاری

پس اُس نے حلف اُٹھایا کہ وہ ضرور جنگ کرے گا اور اس نے سفیان کو فوج کے پیچھے بھیجا اور اس غزوہ کو

غزوۃ الرادفۃ کا نام دیا گیا اور لوگ اس غزدہ میں قسطنطنیہ پہنچے اور حضرت ابو ایوب انصاری کی وفات قسطنطنیہ میں ہوئی اور وہیں آپ کو قسطنطنیہ کے دروازے پر دفن کر دیا گیا، حضرت ابو ایوب کا نام خالد بن زید تھا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب کی وفات ۵۱ھ میں یزید کے ساتھ مل کر جنگ کرتے ہوئے ہوئی تھی۔ اور ہم نے اس جنگ کے واقعات اور جو کچھ یزید نے اس جنگ میں کیا، ان سب باتوں کو کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے۔

مغیرہ بن شعبہ

۴۹ھ میں کوفہ میں طاعون پڑی، کوفہ کے والی مغیرہ بن شعبہ وہاں سے بھاگ گئے پھر واپس کوفہ آئے تو طاعون کے حملہ سے مر گئے۔

جب انہیں دفن کیا جا رہا تھا تو ایک بدو ان کے پاس سے گزرا اس نے کہا "کیا تو مغیرہ کے گھر کے نشانات کو جانتا ہے تو اس پر انسانوں اور جنوں کی آوازوں کو سنے گا، پس اگر تو اگر ہمارے بعد ہامان اور فرعون کو ملا ہے تو جان لے کہ اس تخت والا منصف آدمی تھا"

مغیرہ اور ہند بنت نعمان کی ملاقات

بیان کیا جاتا ہے کہ مغیرہ سوار ہو کر ہند بنت نعمان بن منذر کی طرف گیا وہ حیرہ میں اپنے دیر میں راہبہ بن کر رہتی تھی اور یہ ان دنوں کوفہ کا امیر تھا اور ہند نابینا ہو چکی تھی، جب یہ دیر پر آیا تو اس نے اجازت طلب کی، اس کی لونڈی نے اُسے بتایا کہ مغیرہ تجھ سے اجازت طلب کرتا ہے اس نے لونڈی سے کہا، اسے کچھ بیٹھنے کو دو اس نے آپ کو بالوں کا ایک تکیہ دیا۔ مغیرہ اندر داخل ہو کر اس پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا میں مغیرہ ہوں اس نے جواب دیا میں نے آپ کو پہچان لیا ہے آپ اس علاقے کے گورنر ہیں آپ کیسے تشریف لائے ہیں، مغیرہ نے کہا تجھ سے ایک بات کرنے آیا ہوں اس نے کہا صلیب کی قسم، اگر تو نے میرے ساتھ دین یا حسن و جمال کی وجہ سے بات کرنی چاہی ہے تو میں صرف تیری بات کا تجھے جواب دوں گی لیکن میں تجھے تیرے ارادے سے بھی مطلع کر دوں گی اس نے کہا میرا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا تو مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے تاکہ تو عربوں میں حج کے موقع پر کہہ سکے کہ تو نے نعمان کی دختر سے شادی کی ہے، مغیرہ بولے میں نے یہی ارادہ کیا تھا۔ لیکن مجھے یہ بھی بتاؤ کہ تیرا باپ ثقیف کے اس قبیلہ کے متعلق کیا کہتا تھا اس نے کہا کہ وہ انہیں ایاد کی طرف منسوب کرتا تھا، ایک دفعہ میرے باپ کے پاس دو آدمیوں نے ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کیا ان میں سے ایک ثقیف

قبیلے سے تھا اور دوسرا بنی سالم سے تھا تو اس نے ان دونوں سے ان کے انساب کے متعلق پوچھا تو ان میں سے ایک نے اپنے آپ کو ہوازن کی طرف اور دوسرے نے اپنے آپ کو ایاد کی طرف منسوب کیا تو میرے باپ نے کہا کہ معد کے کسی قبیلے کو ایاد پر فضیلت حاصل نہیں پس وہ دونوں چلے گئے اور میرا باپ کہہ رہا تھا کہ

"ثقیف ہوازن کا قبیلہ نہیں اور نہ وہ عامر اور مازن سے نسبت رکھتا ہے
اس کی باتیں محاسن سے موافقت رکھتی ہیں۔"

مغیرہ نے کہا، ہم لوگ ہوازن سے تعلق رکھتے ہیں اور تیرا باپ ان باتوں کو بہتر جانتا ہے، پھر کہنے لگا مجھے بتاؤ کہ تمہارے باپ کو، کون سے عرب زیادہ محبوب تھے، اس نے جواب دیا جو سب سے زیادہ اس کی اطاعت کرتے تھے، اس نے پوچھا وہ کون تھے اس نے جواب دیا، بکر بن وائل، اس نے کہا بنو تمیم کہاں گئے، اس نے کہا انہوں نے اطاعت میں ان کی کچھ مدد نہیں کی، اس نے کہا قیس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے، اس نے کہا جس بات کو وہ پسند کرتا تھا یہ اس کے قریب نہیں ہوئے مگر جس بات کو وہ ناپسند کرتا تھا یہ اس کے پیچھے پڑ جاتے تھے اس نے کہا فارس نے کیسے اطاعت اختیار کی، اس نے کہا جن باتوں کو وہ پسند کرتا تھا ان میں وہ ان کی اطاعت کرتا تھا، پھر مغیرہ واپس چلا گیا۔

اور جب مغیرہ فوت ہو گیا تو معاویہؓ نے کوفہ بھی زیاد کو دے دیا یہ پہلا شخص ہے جسے عراقین یعنی کوفہ اور بصرہ کی اکٹھی ولایت دی گئی۔

سنہ ۴۸ھ میں معاویہ نے مروان بن الحکم سے فدک لے لیا حالانکہ قبل ازیں اس نے اُسے بخش دیا تھا پھر اُسے واپس لے لیا۔

سنہ ۵۰ھ میں معاویہ نے حج کیا اور منبر نبوی کو مدینہ سے اُٹھا کر شام لانے کا حکم دیا۔ جب منبر کو اُٹھایا گیا تو سُورج کو کسوف ہو گیا اور دن کو تارے نظر آنے لگے تو وہ اس بات سے گھبرا گیا اور اسے ایک بڑی بات خیال کیا اور منبر کو اپنی جگہ پر لوٹا دیا اور اس میں چھ سیڑھیوں کا اضافہ کر دیا۔

زیاد کی موت

سنہ ۵۳ھ ماہ رمضان میں کوفہ میں زیاد بن ابیہ کی وفات ہو گئی اس کی کنیت ابو المغیرہ تھی اس نے معاویہؓ کی طرف لکھا تھا کہ اس نے

عراق کو اپنے دائیں ہاتھ میں قابو کیا ہوا ہے اور اس کا بایاں ہاتھ فارغ ہے تو معاویہؓ نے اُسے عراقین کے ساتھ حجاز کی حکومت بھی دے دی۔ جب اس کی حکومت اہل مدینہ پر جاری ہو گئی تو مدینہ کے چھوٹے بڑے مسجد نبوی میں اکٹھے ہو گئے اور خدا کے حضور آہ و زاری کرنے لگے اور تین دن تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی پناہ لیے رہے کیونکہ وہ اس کے ظلم و ستم کو جانتے تھے، پس اس کے ہاتھ میں ایک پھنسی نکلی، اس نے اسے رگڑا تو وہ پھیل کر سیاہ ہو گئی اور سیاہ کینسر بن گئی اور وہ اسی بیماری سے پچپن سال کی عمر میں فوت ہو گیا، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ باون سال کی عمر میں فوت ہوا اور کوفہ کے علاقہ میں ثویہ مقام پر دفن ہوا۔

زیاد نے کوفہ میں اپنے محل کے دروازے پر لوگوں کو جمع کیا اور انہیں حضرت علیؓ پر لعنت کرنے کی ترغیب دینے لگا اور جس نے لعنت کرنے سے انکار کیا اس نے اُسے تلوار پر رکھ لیا عبدالرحمٰن بن سائب بیان کرتا ہے کہ میں بھی وہاں حاضر ہوا پھر میں انصار کی ایک جماعت کے ساتھ رحبہ کی طرف چلا گیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک جماعت میں بیٹھا ہوں اور بہت گھبرایا ہوا ہوں کہ میں نے ایک لمبی چیز کو اپنی طرف آتے دیکھا، میں نے کہا یہ کیا ہے اس نے کہا کہ میں نقاد ذوالرقبہ ہوں مجھے اس محل والے کی طرف بھیجا گیا ہے، میں گھبرا کر اُٹھ بیٹھا، ابھی ایک گھنٹہ بھی نہ ہوا تھا کہ محل سے ایک آدمی نے نکل کر کہا لوگو چلے جاؤ، امیر کو کچھ مصروفیت ہے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ امیر کو اس مصیبت نے آن لیا۔ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، اس بارے میں عبداللہ بن سائب نے اشعار میں کہا ہے کہ ؎

"اس نے ہمارے متعلق جو ارادے کیے تھے وہ ان سے باز آنے والا نہیں تھا یہاں تک کہ اس کے پاس نقاد ذوالرقبہ آیا۔ پس اس نے اُسے ایک ہی کارگر ضرب سے پہلو کے بل گرا دیا کیونکہ اس نے صاحب الرحبہ کے ساتھ ظلم کیا تھا۔ صاحب الرحبہ سے مراد حضرت علی بن ابی طالب ہیں اور ایک جماعت کا خیال ہے کہ حضرت علیؓ کو کوفہ کے محل میں دفن کیا گیا ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ زیاد کے ہاتھ میں نیزہ لگا تو اس نے شریح سے اس کے کاٹ دینے کے متعلق مشورہ کیا، اس نے کہا تیرا رزق تقسیم ہو

چکا ہے اور وقت مقرر ہے اور اگر تیری کچھ زندگی ہے تو میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تو ہاتھ کٹا کر زندہ رہے اور اگر تیرا وقت مقرر آگیا ہے تو تو خدا کے حضور ہاتھ کٹا کر پیش ہوا اور جب وہ تجھ سے پوچھے کہ تو نے ہاتھ کو کیوں قطع کیا ہے تو تو کہنا کہ تیری ملاقات کی ناپسندیدگی اور تیری قضا سے فرار اختیار کرنے کے لیے میں نے ایسا کیا ہے، لوگوں نے شریح کو ملامت کی تو اس نے کہا اس نے مجھ سے مشورہ مانگا ہے اور جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانت دار ہوتا ہے اور اگر مشورہ کی امانت کا خیال نہ ہوتا تو میں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ ایک دن اس کا ہاتھ کاٹتا، دوسرے دن اس کی ٹانگ کاٹتا اور تیسرے دن اس کے سارے جسم کو کاٹتا۔"

یزید کی بیعت

۵۹ھ ہجری میں معاویہؓ کے پاس عراق وغیرہ کے شہروں سے وفد آئے اور اہل عراق میں سے جو لوگ آئے ان میں احنف بن قیس بھی شامل تھا جو دیگر سرکردہ لوگوں میں سے تھا، معاویہؓ نے ضحاک بن قیس سے کہا، میں کل لوگوں سے گفتگو کرنے کے لیے بیٹھوں گا اور جب میں گفتگو سے فارغ ہو جاؤں تو تو یزید کے متعلق وہ بات کرنا جو تجھ پر واجب ہے اور اس کی بیعت کی دعوت دینا اور اور میں نے عبدالرحمٰن بن عثمان ثقفی، عبداللہ بن عضاۃ اشعری اور ثور بن معن سلمی کو تیری بات کی تصدیق کرنے کا حکم دے دیا ہے اور جس بات کی طرف تو انہیں دعوت دے گا وہ اُسے قبول کریں گے، جب دُوسرا دن آیا تو معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کی حکمرانی کی خوبیوں کے متعلق لوگوں کو بتایا اور یہ کہ وہ اُسے ولی عہد بنانا چاہتا ہے تو ضحاک بن قیس نے کھڑے ہو کر اس بات کا جواب دیا اور لوگوں کو یزید کی بیعت کی ترغیب دی اور معاویہؓ سے کہا کہ آپ نے جو ارادہ کیا ہے اس پر مضبوطی سے قائم ہو جائیں، پھر عبدالرحمٰن بن عثمان ثقفی، عبداللہ بن عضاۃ اشعری اور ثور بن معن نے اس کی بات کی تائید کی، معاویہؓ نے کہا احنف بن قیس کہاں ہے تو احنف نے کھڑے ہو کر کہا کہ لوگ گذشتہ زمانے کی بُرائی اور نئے زمانے کی بھلائی میں گرفتار ہو چکے ہیں اور یزید آپ کو بہت پیارا ہے اگر آپ فنا ہونے والے بڑھاپے یا کمزور کر دینے والے مرض کے سوا کسی اور وجہ سے اُسے اپنا ولی عہد بنانا چاہتے ہیں تو آپ نے زمانے کو اچھی طرح آزما کر دیکھ لیا ہے پس

سمجھ لیجیے کہ آپ کس کو ولایت عہد دے رہے ہیں اور کس کو ولی الامر مقرر کر رہے ہیں ان لوگوں کی رائے کو قبول نہ کیجیے جو آپ کو حکم تو دیتے ہیں مگر آپ کے لیے کوئی تدبیر نہیں کر سکتے اور وہ آپ کی راہنمائی تو کرتے ہیں مگر آپ کے حالات کو نہیں دیکھتے، پس ضحاک بن قیس نے نہایت غصّے کی حالت میں کھڑے ہو کر عراقیوں کے اختلاف و نفاق کا ذکر کیا اور کہا ان کی رائے کو ان کے سینوں میں لوٹا دو، عبدالرحمٰن بن عثمان نے بھی کھڑے ہو کر ضحاک کی حمایت کی پھر ازد قبیلے کے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر معاویہؓ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ آپ امیر المومنین ہیں، جب آپ فوت ہو جائیں گے تو یزید امیر المومنین ہو گا اور جو انکار کرے گا اُسے تلوار کے ساتھ سیدھا کیا جائے گا معاویہ نے اُسے کہا، بیٹھ جاؤ تم تو بڑے خطیبوں میں سے ہو۔ معاویہؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے بیٹے یزید کے لیے ولیعہدی کی بیعت لی۔ اس بارے میں عبدالرحمٰن بن ہمام سلولی کہتا ہے ؎

"اگر وہ رملہ اور ہند کو لے آئیں تو تب بھی ہم بطور امیرۃ المومنین کے ان کی بیعت کر لیں گے، اور جب کسریٰ مر جاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا کسریٰ کھڑا ہو جاتا ہے اور ہم ان تینوں کو ایک جیسا ہی سمجھتے ہیں، ہائے افسوس اگر ہماری ناک ہوتی تو ہم ایسا نہ کرتے۔ تب تمہیں مارا جاتا اور تم مکہ واپس آتے اور وہاں کے پتھروں کو چاٹتے اور ہم غیظ و غضب سے ڈر گئے، اگر ہم سب بنی اُمیہ کا خون پی جاتے تب بھی سیراب نہ ہوتے، تمہاری رعایا ضائع ہو گئی ہے اور تم غافل ہو کر خرگوشوں کا شکار کرتے پھرتے ہو۔"

اور شہروں میں یزید کی بیعت کی چٹھیاں بھیج دی گئیں معاویہ نے مروان بن الحکم کی طرف خط لکھا۔ (وہ معاویہ کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا) جس میں اُسے یزید کے انتخاب اور اس کی ولیعہدی کی بیعت کے متعلق اطلاع دی اور اُسے اس کی بیعت کرنے اور دوسرے لوگوں سے بیعت لینے کا حکم دیا جب مروان نے یہ خط پڑھا تو اپنے اہل بیت اور اپنے ماموؤں کے ساتھ جو بنی کنانہ میں سے تھے چل کر دمشق آیا اور معاویہؓ کے پاس دو قطاروں کے درمیان چلتا ہوا گیا اور جب وہ اس کے اتنا قریب ہوا جہاں سے وہ اُسے اپنی بات سنا سکتا تھا تو اس نے سلام کہا اور معاویہؓ کو زجر و توبیخ کرتے

ہوئے بہت سی باتیں کہیں جن میں یہ بھی کہا کہ اے ابن ابی سفیان معاملات کو دُرست رکھو اور بچوں کو امیر بنانے کے بارے میں عدل سے کام لو اور یہ بھی جان لو کہ تمہاری قوم میں تمہارے جیسے لوگ بھی ہیں اور وہ ان کے ساتھ دشمنی رکھنے میں تیرے وزیر ہیں معاویہ نے اُسے کہا تو امیرالمومنین کا ہم پایہ ہے اور ہر مصیبت میں اس کا دست و بازو ہے۔ اور اس کے ولی عہد کا ثانی ہے اور اس نے اُسے یزید کا ولی عہد بنا دیا اور اُسے مدینہ واپس کر دیا اور پھر اُسے معزول کر دیا اور ولید بن عقبہ بن ابی سفیان کو مدینہ کا گورنر بنا دیا اور مروان کے ساتھ جو اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اُسے یزید کا ولی عہد بنائے گا اُسے پورا نہ کیا۔

حضرت معاویہؓ کے اخلاق و سیاست اور عُمدہ واقعات کا مختصر بیان

(قبل ازیں ہم حضرت معاویہؓ کے حالات اور سیرت کے متعلق مختصر واقعات بیان کر چکے ہیں اب ہم اس باب میں ان کے اخلاق و سیرت اور واقعات اور وفات تک کے متعلقہ امور کو بیان کریں گے۔)

حضرت معاویہؓ کے اخلاق و عادات

حضرت معاویہؓ کے اخلاق میں ایک یہ بات بھی تھی کہ وہ دن رات میں پانچ بار لوگوں کو ملاقات کی اجازت دیتے تھے۔ جب آپ نماز فجر سے فارغ ہوتے تو واقعات سنانے والے کی خاطر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ اس کے واقعات کی ساعت سے فارغ ہو جاتے پھر مسجد کے اندر داخل ہوتے تو ان کا قرآن لایا جاتا وہ اس کا کچھ حصہ تلاوت کرتے پھر اپنے گھر جاتے اور گھریلو امور سرانجام دیتے پھر چار رکعت نماز پڑھتے اور اپنی نشست گاہ کی طرف چلے آتے اور خاص الخاص لوگوں کو بُلا کر گفتگو کرتے پھر ان کے وزراء آکر رات تک کے پروگرام کے متعلق بات چیت کرتے پھر چھوٹا ناشتہ لایا جاتا ـــــ جو رات کے کھانے سے بچا ہوا بکری کا بچہ یا چوزہ وغیرہ ہوتا ـــــ پھر طویل گفتگو

ہوتی رہتی بعد ازاں جب چاہتے اپنے گھر چلے جاتے پھر باہر آتے اور غلام سے کرسی نکلنے کو کہتے اور مسجد کی طرف جا کر وہاں کرسی پر بیٹھ کر اپنی پشت حجرے کے ساتھ لگا لیتے، چوکیدار کھڑے ہو جاتے تب کمزور، بدو، مریض، عورتیں اور بے سہارا لوگ ان کے پاس جاتے کوئی کہتا مجھ پر ظلم ہوا وہ کہتے اس کی مدد کرو، دوسرا کہتا مجھ پر زیادتی ہوئی ہے وہ کہتے اس کے ساتھ آدمی بھیجو، تیسرا کہتا میرے ساتھ برا سلوک ہوا ہے، وہ کہتے اس کے معاملہ کی تحقیق کرو، جب سب لوگ ختم ہو جاتے تو اندر جا کر تخت پر بیٹھ جاتے اور کہتے لوگوں کو حسب مراتب اندر آنے کی اجازت دو اور مجھے کسی کے سلام کے جواب دینے سے نہ روکو۔ لوگ کہتے امیر المومنین (اللہ ان کی عمر دراز فرمائے) نے کس حال میں صبح کی ہے کہتے اللہ تعالیٰ کے احسان سے میں نے اچھی حالت میں صبح کی ہے جب لوگ بیٹھ جاتے تو آپ کہتے لوگو تمہارا نام اشراف ہے کیونکہ تمہیں دوسرے لوگوں کی نسبت اس مجلس میں آنے کا شرف بخشا گیا ہے، جو لوگ ہم تک نہیں پہنچ سکتے ان کی ضروریات کو ہم تک پہنچاؤ تو کوئی آدمی کھڑا ہو کر کہتا کہ فلاں شخص شہید ہو گیا ہے، وہ کہتے اس کے بچے کا وظیفہ مقرر کر دو، دوسرا کہتا، فلاں آدمی اپنے گھر سے غائب ہو گیا ہے، وہ کہتے ان کا خیال رکھو، اور ان کی ضروریات کو پورا کرو اور ان کی خدمت کرو، پھر ناشتہ لایا جاتا اور کاتب آ کر ان کے سر کے پاس کھڑا ہو جاتا اور وہ ایک آدمی کو آگے کرتا وہ اسے کہتے دستر خوان پر بیٹھ جاؤ، پس وہ بیٹھ جاتا، پس وہ ایک دو لقمے کھانے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھاتے اور کاتب اپنی دستاویز پڑھتا جاتا اور وہ حکم دیتے جاتے، پھر کہا جاتا اے عبداللہ پیچھے ہو جا وہ کھڑا ہو جاتا تو دوسرا آدمی آگے آ جاتا، یہاں تک کہ تمام حاجت مندوں کی ضروریات پوری کرتے اور بعض اوقات چالیس کے قریب حاجت مند آپ کے پاس آ جاتے یا ناشتے کے مطابق آ جاتے پھر ناشتہ اٹھا لیا جاتا اور لوگوں کو جانے کی اجازت دے دی جاتی وہ واپس جاتے تو آپ اپنے گھر میں چلے جاتے اور کوئی کسی سے ملاقات نہ کرتے۔ یہاں تک کہ ظہر کی اذان ہوتی اور آپ آ کر نماز پڑھاتے پھر گھر چلے جاتے اور چار رکعت نماز پڑھتے پھر بیٹھ جاتے اور خاص لوگوں کو اجازت دیتے اور اگر سردی کا موسم ہوتا تو ان کے لیے خشک حلوہ، دودھ شکر ملے آٹے اور میدے کی ٹکیاں اور گھی کے بنے ہوئے بسکٹ اور خشک پھل وغیرہ لائے جاتے اور اگر گرمی کا موسم ہوتا تو تازہ پھل لائے جاتے

اور ان کے وزراء آکر بقیہ دن کے لیے مشورہ کرتے اور وہ عصر تک بیٹھتے پھر جا کر عصر کی نماز پڑھاتے پھر اپنے گھر میں چلے جاتے اور کسی سے ملاقات نہ کرتے۔ یہاں تک کہ عصر کا آخری وقت ہو جاتا تو آپ باہر نکل کر تخت پر بیٹھ جاتے اور لوگوں کو حسب مراتب اجازت دی جاتی اور شام کا کھانا لایا جاتا اور مغرب کی اذان کے وقت تک اس سے فراغت ہو جاتی اور حاجت مندوں کو نہ بُلایا جاتا پھر شام کا کھانا اُٹھا دیا جاتا اور مغرب کی اذان ہو جاتی تو وہ جا کر نماز پڑھاتے پھر اس کے بعد چار رکعت نماز پڑھتے جس کی ہر رکعت میں پچاس آیات کبھی بلند آواز سے اور کبھی آہستہ آواز سے پڑھتے پھر اپنے گھر میں داخل ہو جاتے اور کسی سے ملاقات نہ کرتے یہاں تک کہ عشاء کی اذان ہو جاتی اور آپ آکر نماز پڑھاتے پھر خاص لوگوں اور وزیروں کو اجازت دی جاتی اور رات کے پہلے حصے میں وزراء اپنے معاملات کے متعلق ان سے مشورہ کرتے اور ایک تہائی رات تک عربوں کے واقعات اور جنگوں اور عجمیوں اور ان کے بادشاہوں اور رعیت کے متعلق ان کے انتظامات اور گزشتہ قوموں کے واقعات کے متعلق گفتگو ہوتی رہتی پھر ان کی بیویوں کی طرف سے ان کے پاس نفیس قسم کا حلوہ اور دوسرے عمدہ کھانے لائے جاتے، پھر وہ گھر جا کر رات کا تیسرا حصّہ سوتے پھر کھڑے ہو جاتے اور ان کے سامنے ایسے کاغذات پیش کیے جاتے جن میں بادشاہوں کی سیرت، واقعات، جنگوں اور تدبیروں کا ذکر ہوتا۔ یہ چیزیں وظیفہ خوار غلام سُناتے جن کی ڈیوٹی ان کو حفظ کرنا اور سُنانا بھی تھی۔ پس ہر شب ان کے کانوں سے واقعات، سیر و آثار اور مختلف قسم کی سیاسیات کا گزر ہوتا پھر وہ جا کر صبح کی نماز پڑھاتے اور پھر جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہر روز یہی کرتے آپ کے بعد ایک جماعت نے جس میں عبد الملک بن مروان جیسے آدمی بھی تھے آپ کے اخلاق کو اپنانے کا ارادہ کیا مگر وہ آپ کے حلم کو نہ پا سکے اور نہ ہی آپ کے تقوے کو پا سکے جو آپ سیاست میں اختیار کرتے تھے اور نہ ہی وہ امور کو اس طرح سرانجام دے سکے اور نہ ہی لوگوں کے ساتھ ان کی قدر و منزلت کے مطابق سلوک کر سکے۔

حضرت معاویہؓ کی عقلمندی

ان کی سیاست کی پختگی، تقوے اور عوام و خواص کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لینا اس حد تک تھا کہ صفین سے واپسی پر کوفہ کا ایک آدمی اپنے اُونٹ پر دمشق میں داخل ہوا تو دمشق کا ایک آدمی

اس سے اُلجھ پڑا اور کہنے لگا کہ یہ میری اُونٹنی ہے جو صفین میں مجھ سے چھین لی گئی تھی، ان دونوں کا معاملہ حضرت معاویہ رضؓ تک پہنچا دمشق کے آدمی نے پچاس آدمی شہادت کے لیے پیش کیے جو اس بات کی گواہی دیتے تھے کہ یہ اونٹنی اسی شخص کی ہے پس حضرت معاویہ رضؓ نے کوفی کے خلاف فیصلہ کر دیا اور اُسے حکم دیا کہ وہ اُونٹ اس آدمی کو دے دے، کوفی نے کہا اللہ تعالےٰ آپ کا بھلا کرے۔ یہ اونٹنی نہیں یہ تو اُونٹ ہے، حضرت معاویہ رضؓ نے کہا جو حکم دیا جا چکا ہے وہ نافذ ہو گیا ہے اور لوگوں کے منتشر ہو جانے کے بعد آپ نے خفیہ طور پر کوفی کی طرف آدمی بھیج کر اُسے بلوایا اور اس سے اُونٹ کی قیمت دریافت کی اور اُسے دُگنی قیمت دی اور اس سے حسنِ سلوک بھی کیا اور اُسے کہا کہ حضرت علی رضؓ تک یہ بات پہنچا دو کہ میں اُن ایک لاکھ آدمیوں کے ساتھ ان سے جنگ کر رہا ہوں جن میں کوئی آدمی اُونٹنی اور اُونٹ کے درمیان تمیز نہیں کرتا اور ان کی اطاعت کا یہ عالم ہے میں نے انہیں صفین کی طرف جاتے ہوئے بُدھ کے روز جمعہ کی نماز پڑھا دی اور جنگ کے وقت ان کے سرداروں نے مجھے عاریۃً چیزیں دیں اور خود اُسے اُٹھا کر ان کے پاس لے آئے اور انہوں نے عمرو بن العاص کا یہ قول تسلیم کر لیا کہ علی وہ شخص ہے جس نے عمار کو اپنی مدد کے لیے نکال قتل کیا ہے اور پھر وہ معاویہ کی اطاعت میں اس حد تک بڑھ گئے کہ انہوں نے حضرت علی رضؓ پر لعنت کرنے کو سنت بنا لیا اور چھوٹے اسی لعنت پر پروان چڑھتے اور بڑے اسی پر مرتے رہے۔

شامیوں اور عراقیوں کی بعض غلطیاں

مسعودی بیان کرتا ہے کہ بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ شامیوں کے ایک سردار اور دانشور سے پوچھا گیا کہ ابو تراب کون ہے؟ کیا وہ ہے جس پر امام منبر پر لعنت کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا میرے خیال میں وہ فتنہ پیدا کرنے والے چوروں میں سے ایک چور ہے۔

جاحظ نے بیان کیا ہے کہ میں نے ایک عام حاجی آدمی سے سنا اس کے سامنے بیت اللہ کا ذکر کیا گیا تو وہ کہنے لگا کہ جب میں اس کے پاس آؤں گا تو اس کی طرف سے کون شخص مجھ سے بات کرے گا؟ اور اس کے ایک دوست نے اُسے بتایا کہ اُسے ان میں سے ایک آدمی نے جسے اس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے سنا تھا

کہا کہ تو اس محمدؐ کے بارے میں کیا کہتا ہے، کیا ہمارا رب وہی ہے؟

ثمامہ بن اشرس نے بیان کیا ہے کہ میں بغداد کے بازار سے گزر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی کے گرد لوگ جمع ہیں، میں نے اپنے خچر سے اُتر کر پوچھا یہ اجتماع کس وجہ سے ہوا ہے اور میں لوگوں کے درمیان چلا گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی اپنے سُرمہ کے اوصاف بیان کر رہا ہے کہ وہ آنکھوں کی ہر بیماری کا کامیاب علاج ہے، میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس کی ایک آنکھ سفید داغوں والی تھی اور دوسری آنکھ رگڑی ہوئی ہے، میں نے اُسے کہا ارے اگر تیرا سُرمہ ایسا ہی ہے جیسے تو بیان کرتا ہے تو تیری آنکھوں کو فائدہ دیتا اس نے مجھے کہا ارے جاہل! کیا میری آنکھیں یہاں خراب ہوئی ہیں، میری آنکھیں مصر میں خراب ہوئی تھیں تو سب لوگوں نے کہا اس نے سچ بات کہی ہے، اور وہ ان کے جُوتوں سے بڑی مشکل سے بچا۔

میرے ایک بھائی نے مجھے بتایا کہ بغداد میں ایک عام آدمی نے ایک طالبی حکمران کے پاس اپنے پڑوسی کے خلاف مقدمہ کیا کہ وہ اُسے زندیق قرار دیتا ہے، حکمران نے اس سے اس آدمی کے مذہب کے متعلق دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ وہ مرجئی، قدری، ناصبی اور رافضی ہے اور جب اس نے مزید پوچھا تو کہنے لگا کہ وہ معاویہؓ بن خطاب سے بُغض رکھتا ہے جس نے علی بن العاص کو قتل کیا تھا۔ حکمران نے اُسے کہا مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ میں کس چیز کے بارے میں تجھ پر رشک کروں، تیری علمی باتوں پر یا انساب کے متعلق تیری واقفیت پر (نسب بھی غلط اور صورت واقعہ بھی غلط بیان کر رہا تھا)

ہمارے ایک اہل علم بھائی نے مجھے بتایا کہ ہم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ کے متعلق بیٹھ کر مناظرہ کیا کرتے تھے اور اہل علم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا بھی ذکر کرتے تھے اور عوام آکر ہماری باتوں کو سُنا کرتے تھے۔ ایک دن ان میں سے ایک آدمی نے جو ان میں بڑا عقلمند اور بڑی داڑھی والا تھا، مجھے کہا، تم علیؓ اور معاویہؓ اور فلاں فلاں کے متعلق کتنے عرصہ تک باتیں کرتے رہو گے۔ میں نے اُسے کہا تو کیا کہنا چاہتا ہے اس نے کہا تو کس کے متعلق پوچھتا ہے؟ میں نے کہا علیؓ کے متعلق تو کیا کہتا ہے اس نے کہا، کیا وہ فاطمہؓ کا باپ نہیں، میں نے کہا فاطمہؓ کون تھی؟ اس نے کہا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی، عائشہؓ کی بیٹی اور معاویہؓ کی بہن، میں نے کہا علیؓ کا کیا

قصہ ہے، اس نے کہا وہ جنگ حنین میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مارا گیا تھا۔
جب عبداللہ بن علی، مروان کی تلاش میں شام کی طرف گئے، مروان کے حالات اور اس کے قتل کے واقعہ کا ذکر کیا جا چکا ہے، تو وہ شام میں اترے اور ابو العباس سفاح کی طرف شامی سرداروں کو بھیجا جو صاحب ثروت و حکومت تھے اور انہوں نے ابو العباس کو قسم کھا کر بتایا کہ جب تک تمہیں خلافت نہیں ملی ہمیں بنو امیہ کے سوا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور آپ کے وارث اہل بیت کا پتہ نہ تھا چنانچہ اس بارے میں المہاجر البجلی کہتا ہے:
"اے لوگو ایک عجیب خبر سنو جو ہر عجب خبر سے بڑھ کر ہے، مجھے بنو عبد شمس پر حیرت ہے کہ انہوں نے لوگوں کے لیے جھوٹ کے دروازے کھول دیے ہیں کہ وہ عباس بن عبدالمطلب کے سوا، احمد علیہ السلام کے وارث ہیں، خدا کی قسم انہوں نے جھوٹ بولا ہے ہمیں تو یہی معلوم ہے کہ میراث کو قرابت دار ہی حاصل کرتا ہے۔"

ہارون الرشید کے زمانے میں ایک جعلی طبیب

ہارون الرشید کے زمانے میں بغداد میں ایک جعلی طبیب تھا جو عام لوگوں کو طبابت کی باتیں بتاتا تھا وہ دہریہ تھا لیکن اپنے آپ کو اہلسنت جماعت کا فرد بتاتا تھا۔ اور بدعتیوں پر لعنت کرتا اور سُنّی کے نام سے مشہور تھا، عوام اس کے مطیع و فرمانبردار تھے لوگ ہر روز اس کے پاس پانی کی بوتلیں لاتے اور جب وہ اکٹھے ہو جاتے تو وہ اچھل کر کھڑا ہوتا اور کہتا اے مسلمانو! تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفع اور نقصان دینے والا نہیں پھر کس وجہ سے میرے پاس اپنے نفع و نقصان کی باتیں پوچھنے آتے ہو؟ اپنے رب کے پاس جاؤ اور اپنے پیدا کرنے والے پر بھروسہ کرو تاکہ تمہارا فعل تمہارے قول کے مطابق ہو جائے تو لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر کہتے خدا کی قسم اس نے ہمیں سچ بات کہی ہے، کتنے ہی مریض علاج کے بغیر مر گئے اور ان میں سے کئی علاج چھوڑ دیتے یہاں تک کہ وہ پرسکون ہوتا پھر وہ اس پانی کو دوا بیان کرتا اور کہتا کہ تیرا ایمان کمزور ہے اور اگر ایسی بات نہ ہوتی تو تو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا اور جیسے اس نے تجھے بیمار کیا ہے وہ تجھے شفا دیتا اور اس طرح کی باتوں سے اس نے بہت سے آدمیوں کو مار دیا کیونکہ وہ انہیں بیماریوں کے علاج سے بے رغبت کر دیتا تھا۔

عوام کے اخلاق

عوام کی عادت ہوتی ہے کہ وہ غیر سردار کو سردار غیر فاضل کو فاضل

اور غیر عالم کو صاحب علم قرار دیتے ہیں وہ گذشتہ لوگوں کے متبع ہوتے ہیں اور وہ ان سب سے فاضل و مفضول نفع و نقصان اور حق و باطل کی تمیز نہیں کر سکتے اگر آپ ذرا نظر دوڑائیں تو ان باتوں کو دیکھیں گے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے نیز علماء کی مجالس کو بھی دیکھیں گے کہ وہ صاحبان تمیز اور اہل مروت اور عقل مندوں سے بھری ہوئی ہیں اور عوام کے ہجوم سے خالی ہیں زمانے نے ہمیشہ انہیں جھوٹے لیڈر یا بندر کی سیاست پر دف بجانے والے کی طرف دوڑتے دیکھا ہے یا انہیں لہو و لعب کا شوقین پایا ہے یا انہیں غلط ملط باتیں کرنے اور جھوٹ بولنے والے کے پاس آتے جاتے دیکھا ہے یا انہیں جھوٹے داستان گوؤں کی باتیں سنتے پایا ہے اور یا انہیں کسی مضروب کے ارد گرد اکٹھے ہوئے پایا ہے یا وہ کسی مصلوب کے پاس کھڑے ہوتے ہیں وہ کائیں کائیں کرنے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں اور ایک دوسرے کو رد کرتے نہیں، بڑی بات کو برا نہیں سمجھتے اور نہ نیکی کو جانتے ہیں اور نہ اس بات کی پرواہ کرتے ہیں کہ وہ نیک آدمی کو ایک فاجر کے ساتھ اور ایک مومن کو کافر کے ساتھ ملا رہے ہیں، حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وضاحت سے بتایا ہے کہ لوگ دو قسم کے ہیں عالم یا متعلم اور ان کے علاوہ جو لوگ ہیں وہ رذیل ہیں اللہ تعالیٰ کو ان کی کچھ پرواہ نہیں اور اسی طرح حضرت علیؓ سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ سے عوام کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رذیل لوگ ہر کائیں کائیں کرنے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں وہ نور علم سے روشنی حاصل نہیں کرتے اور نہ ہی کسی مضبوط سہارے کی پناہ لیتے ہیں اور سب لوگوں نے ان کا نام کمینے رکھا ہے اور وہ لوگ جب اکٹھے ہوتے ہیں تو غالب آ جاتے ہیں اور جب متفرق ہو جاتے ہیں تو کسی کو جانتے بھی نہیں، پھر ان کے احوال و مذاہب کے اختلاف پر غور کرو اور ان کے سرداروں کے اجتماع کو دیکھو، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بائیس سال تک مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے اور ان پر وحی نازل ہوتی تھی اور آپ اُسے اپنے اصحاب کو لکھواتے تھے اور وہ اُسے لکھتے اور مدون کرتے تھے اور اس کے ایک ایک لفظ کو جمع کرتے تھے اور معاویہؓ اس مدت کے دوران اللہ کے علم میں تھے پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چند ماہ قبل اس سے لکھوایا، پس لوگوں نے اس کے ذکر کو بلند کیا اور اس کے مرتبہ کو بڑھایا اور اُسے کاتب وحی بنا دیا اور اس بات سے اُسے عظمت دی اور یہ بات اس کے ساتھ شامل کر دی اور دوسروں سے چھین لی اور اس کے

سوا دوسروں کے ذکر کو خیر باد کہہ دیا، اس بات کی اصل وہ عادت ہے جس پر ان کی پیدائش اور نشو و نما ہوئی ہے پس وہ بلوغ کے وقت بھی اسی عادت پر قائم رہتے ہیں اور عادت اپنا کام کر دکھاتی ہے اپنی حد کو پہنچ جاتی ہے اور عادت کے متعلق شعراء اور اہل درایت اور ادباء نے بہت کچھ کہا ہے ایک شاعر کہتا ہے ؎

"میری عزت کرنے کے بعد مجھے مبارک باد نہ دے کیونکہ عادت کا میلان بڑا سخت ہوتا ہے۔"

اور ایک دوسرا شاعر اپنے دوست کو عتاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ؎

"نفس کو کسی عادت کا چھڑانا، ٹھوس پتھر کے اُٹھانے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔"

اور حکمائے عرب کہتے ہیں کہ عادت، حاجت سے بھی زیادہ کنٹرول رکھتی ہے۔

اور حکمائے عجم نے کہا ہے کہ عادت، طبیعت ثانیہ ہے اور ابو عقال کاتب نے عوام کے اخلاق کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس میں وہ ان کے اخلاق و عادات اور طرز گفتگو کا ذکر کرتا ہے اور اس نے اس کا نام الملہی رکھا ہے اور اگر مجھے طوالت کلام کی ناپسندیدگی اور اس کتاب میں اختصار سے تجاوز کا خیال نہ ہوتا تو میں عوام کی عجیب و غریب باتوں اور اخلاق و افعال کا ذکر کرتا اور عادات میں لوگوں کے مراتب اور ان کے احوال کی نیرنگی کو بھی بیان کرتا۔

اب ہم پھر معاویہؓ کے حالات اور ان کی سیاست اور لوگوں نے جو ان کے اخلاق کی وسعت کو بیان کیا ہے اور جو ان پر نوازشات کی ہیں ان کے ذکر کی طرف آتے ہیں جن کی وجہ سے اس نے لوگوں کے دلوں کو کھینچا یہاں تک کہ انہوں نے اُسے اہل اور قرابتداروں پر بھی ترجیح دے دی۔

عقیلؓ بن ابی طالب اور معاویہؓ

ایک واقعہ یہ ہے کہ عقیلؓ بن ابی طالب، معاویہؓ کے پاس بخشش کی طلب اور ملاقات کے لیے گئے تو معاویہؓ نے انہیں خوش آمدید کہا اور کیونکہ عقیلؓ نے انہیں اپنے بھائی کے مقابلہ میں ترجیح دی اور انہیں زیادہ حلیم اور متحمل مزاج قرار دیا۔ معاویہؓ نے انہیں کہا اے ابو یزید! آپ نے علیؓ کو کیسے چھوڑا؟ انہوں نے جواب دیا:-

میں نے انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی پسندیدہ باتوں پر چھوڑا ہے اور تجھے میں نے ان باتوں میں مشغول پایا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ناپسند ہیں۔ معاویہؓ نے انہیں کہا اگر آپ ہمارے صحن میں بخشش کی طلب اور ملاقات کی خاطر نہ آئے ہوتے تو میں تمہیں ایسا جواب دیتا جس سے تمہیں تکلیف محسوس ہوتی، پھر معاویہؓ نے اس خوف کی وجہ سے ان سے بات کرنا چھوڑ دیا کہ کہیں وہ ایسی بات نہ کر دیں جو انہیں سُبک کر دے اور وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر چلے گئے اور ان کی مہمان نوازی کا حکم دیا اور انہیں بہت سامال دیا دوسرے دن، آپ بیٹھے تو آپ نے عقیل کی طرف پیغام بھیجا وہ آئے تو آپ نے پوچھا اے ابویزید! آپ نے اپنے بھائی علیؓ کو کس حال میں چھوڑا ہے، انہوں نے جواب دیا میں نے انہیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ تمہاری نسبت اپنے لیے بہتر ہیں اور آپ ان کی نسبت میرے لیے بہتر ہیں، معاویہ نے انہیں کہا خدا کی قسم آپ شاعر کے اس شعر کے مصداق ہیں کہ ؎

"جب میں نے آلِ محرق کے فخر کو شمار کیا تو ان میں بزرگی بنی عتاب میں تھی۔"

پس بنی ہاشم میں سے بزرگی تجھ میں پائی جاتی ہے اے ابویزید گردشِ روزگار نے تجھ میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی، عقیل نے کہا ؎

"جس جنگ کا تو ارتکاب کرنے والا ہے اس کے لیے صبر سے کام لے،
ضروری ہے کہ تو اس کے حمایتی سمیت اس میں داخل ہو۔"

اور اے ابن ابی سفیان خدا کی قسم تو ایک دوسرے شاعر کے شعر کا مصداق ہے ؎

"جب کسی دن ہوازن فخر کرتے ہوئے آتے ہیں تو میں ان پر آلِ مجاشع کے ذریعہ فخر کرتا ہوں جو اپنی چٹّی غلاموں پر ڈال دیتے ہیں اور جنگ کے روز کھوپڑیوں پر تلواریں مارتے ہیں۔"

بنی صوحان کی تعریف

لیکن اے معاویہ جب بنو اُمیہ فخر کریں تو کس بات پر فخر کریں، معاویہ نے کہا۔ اے ابویزید میں نے تجھے خاموش رہنے کی قسم دی ہے، میں اس کام کے لیے نہیں بیٹھا، میرا مقصد یہ تھا کہ میں آپ سے حضرت علیؓ کے اصحاب کے متعلق پوچھوں کیونکہ آپ ان سے واقفیت رکھتے ہیں۔ عقیل نے کہا جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو، اس نے کہا

مجھے حضرت علیؓ کے اصحاب کی خوبیاں بتاؤ اور آلِ صوحان سے آغاز کرو کیونکہ وہ کلام کے ماہرین ہیں، اس نے کہا کہ صعصعہ بڑی شان والا اور تیز زبان اور سواروں کا سالار اور مد مقابل آنے والوں کا قاتل ہے جو بگڑی بات کو درست اور درست بات کو بگاڑ دیتا ہے اس کی نظیر کم ہی پائی جاتی ہے اور زید اور عبد اللہ دونوں بہتے دریا ہیں جن میں کشتیاں ڈالی جاتی ہیں۔ اور ممالک کو ان سے مدد دی جاتی ہے اور وہ دونوں سنجیدہ آدمی ہیں اور بنو صوحان کی مثال شاعر کے اس شعر کی طرح ہے کہ ؎

"جب دشمن مقابلہ میں آجاتا ہے تو میرے پاس ایسے شیر ہیں جو شیر دل جوانوں کو اُچک لیتے ہیں۔"

صعصعہ کا عقیلؓ کو خط

عقیل کی باتیں صعصعہ کو معلوم ہوئیں تو اس نے انہیں لکھا:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

اللہ تعالےٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اسی کے ذریعہ فتح حاصل کرنے والے فتح کرتے ہیں اور تم دنیا اور آخرت کی چابیاں ہو، امابعد، آپ کے غلام نے آپ کی وہ گفتگو مجھ تک پہنچا دی ہے جو آپ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمن کے ساتھ کی ہے پس میں نے اس بات پر اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا اور اس سے دعا کی کہ وہ آپ کو بلند مقام سُرخ چھڑی اور سیاہ ستون عطا فرمائے وہ ستون ایسا ہے جو اس سے الگ ہوگا وہ روشن دین کو چھوڑ دے گا، اگر آپ کا نفس آپ کو معاویہ کے پاس طلب مال کے لیے لے گیا ہے تو آپ اس کی تمام خصلتوں کو جانتے ہیں پس محتاط رہیے کہ اس کی آگ آپ سے لپٹ کر آپ کو راہ سے بے راہ نہ کر دے، بلاشبہ اللہ تعالےٰ نے تم اہل بیت سے وہ چیز دور کر دی ہے جو اس نے دوسرے لوگوں میں رکھی ہے پس جو بھی فضل و احسان ہے وہ تمہارے ذریعہ سے ہم تک پہنچتا ہے پس اللہ تعالےٰ نے تمہاری شان کو بڑا بنایا ہے اور تمہارے شرف کی حفاظت کی ہے اور تمہارے آثار کو لکھا ہے، کیونکہ تمہاری شان پسندیدہ اور تمہاری شرافت محفوظ اور تمہارے آثار سبقت کر جانے والے ہیں اور تم لوگ مخلوق کی طرف اللہ کی سیڑھی ہو اور اس کے راستہ کی طرف

وسیلہ ہو، تمہارے ہاتھ بلند اور چہرے روشن ہیں اور تم شاعر کے اس شعر کے مصداق ہو ؎

"پس جو بھلائی بھی انہوں نے کی ہے قبل ازیں ان کے آبا و اجداد ہی اس کے وارث ہوئے تھے، اور نیزہ اپنے قریب والے ہی کو اگاتا ہے اور کھجوروں کو ان کے پیدا ہونے کی جگہ ہی بویا جاتا ہے۔"

حضرت علیؓ اور ان کے سرکردہ اصحابؓ کے درمیان گفتگو

ہیثم نے ابوسفیان عمرو بن یزید سے اور اس نے براء بن یزید سے اور اس نے محمد بن عبداللہ بن حارث طائی سے پھر بنی عفان کے ایک آدمی سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب حضرت علیؓ جنگ جمل سے واپس آئے تو آپ نے اپنے دربان سے کہا کہ دروازے پر عرب کے کون سے سرکردہ لوگ ہیں؟ اس نے جن لوگوں کے نام لیے ان میں محمد بن عمیر ابن عطارد التیمی، احنف بن قیس اور صعصعہ بن صوحان العبدی بھی شامل تھے آپ نے فرمایا انہیں اجازت دو، انہوں نے اندر داخل ہو کر آپ کو سلامت خلافت کہا آپ نے انہیں فرمایا تم میرے نزدیک عرب کے سرکردہ لوگ اور میرے اصحاب کے سردار ہو مجھے اس سرکش جوان یعنی معاویہ کے متعلق کچھ بتاؤ پس اس کے بتانے نے انہیں آزمائش میں ڈال دیا،

صعصعہ نے کہا کہ معاویہؓ کو خواہشات نے سرکش بنا دیا ہے اور دنیا اسے بہت پیاری ہے اور جوانوں کے قتل ہونے کی جگہوں کو وہ معمولی خیال کرتا ہے اور اس نے اپنی آخرت کو ان کی دنیا کے بدلے میں فروخت کر دیا ہے، پس اگر آپ اس کے متعلق مشورہ سے عمل کریں گے تو انشاء اللہ درست کام کریں گے اور اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے طفیل اس کی توفیق مل جائے گی اور اس بارے میں مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنا ایک جاسوس اور قابل اعتماد آدمی اپنا خط دے کر اس کی طرف بھیجیں جس میں اسے اپنی بیعت کی دعوت دیں، اگر وہ اس بات کو قبول کر لے، تو اس کے لیے بھی وہ کچھ ہو گا جو آپ کے لیے ہے اور جو ذمہ داری آپ پر ہے وہی اس پر ہو گی، اور اگر وہ قبول نہ کرے تو اس سے جہاد کریں اور اپنی موت تک خدا کے فیصلے کا انتظار کریں، حضرت علیؓ نے فرمایا اے صعصعہ! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ

تم اپنے ہاتھوں سے اُسے خط لکھو اور اُسے معاویہ کے پاس پہنچاؤ اور خط کے آغاز میں تحذیر و تخویف سے کام لو اور اس کے بعد توبہ و انابت کرنے کی طرف توجہ دلائیں اور خط کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے بندے علی امیر المومنین کی طرف سے معاویہ کی طرف، کے الفاظ سے کرو اس کے بعد سلام لکھیں۔ پھر آپ نے جو کچھ مجھے بتایا ہے وہ لکھیں اور خط کا ہیڈنگ یہ آیت ہو "الا الی اللہ تصیر الامور" (ترجمہ: خبردار اللہ کی طرف تمام کام پھیرے جاتے ہیں (الشوریٰ۔ آیت ۵۳) صعصعہ نے کہا مجھے اس کام سے معاف فرمایئے آپ نے فرمایا میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تجھے یہ کام ضرور کرنا پڑے گا، اس نے کہا، میں کروں گا، پس وہ خط لے کر اور تیاری کر کے دمشق چلا گیا اور معاویہ کے دروازے پر پہنچ گیا اور دربان سے کہنے لگا۔ امیر المومنین علی بن ابی طالب کے ایلچی کے لیے اجازت طلب کر اور دروازے میں بنی اُمیہ کا از فلہ کھڑا تھا اس کے اس قول کی وجہ سے کہ "اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ" (ترجمہ: کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے (المومنون آیت ۲۸) لوگ اس کو تھپڑ اور جوتے مارنے لگے اور بہت شور و غل پڑ گیا، معاویہ کو خبر پہنچی تو انہوں نے لوگوں کو منتشر کرنے کے لیے آدمی بھیجا جب وہ لوگ منتشر ہو گئے پھر انہیں اندر آنے کی اجازت دی اور ان سے پوچھا یہ کون شخص ہے انہوں نے کہا یہ ایک عربی ہے جسے صعصعہ بن صوحان کہتے ہیں اور اس کے پاس حضرت علی رض کا ایک خط بھی ہے معاویہ نے کہا خدا کی قسم مجھے اس کے متعلق اطلاعات مل چکی ہیں یہ حضرت علی رض کا ایک تیر اور عرب کا ایک خطیب ہے اور میں اس کی ملاقات کا بہت مشتاق تھا، اے غلام اُسے اندر آنے کی اجازت دو۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہی کہا اے ابن ابی سفیان تجھے سلام ہو یہ امیر المومنین کا خط ہے معاویہ رض نے کہا، اگر جاہلیت یا اسلام میں ایلچی قتل کیے جاتے تو میں تجھے ضرور قتل کر دیتا۔ (کہ تو علی رض کو امیر المومنین کہتا ہے) پھر معاویہ رض نے گفتگو میں اس سے تکرار کیا تاکہ اس کی طبیعت معلوم ہو اور یہ اندازہ لگانا چاہا کہ وہ یہ باتیں طبعاً کر رہا ہے یا تکلفاً معاویہ رض نے پوچھا تو کس قبیلے سے ہے اس نے کہا نزار سے، اس نے کہا نزار قبیلہ کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا جب وہ جنگ کرتا ہے تو اوندھا کر دیتا ہے اور جب مڈبھیڑ کرتا ہے تو پھاڑ دیتا ہے اور جب واپس لوٹتا ہے تو محفوظ رہتا ہے اس نے پوچھا تو کس کی اولاد سے ہے اس نے

جواب دیا ربیعہ کی اولاد سے، اس نے پوچھا ربیعہ کیسا تھا اس نے کہا وہ لمبے پرتلے والا تھا اور غلاموں کی پرورش کرتا تھا اور قطعہ ہائے زمین میں عمارتیں بناتا تھا، اس نے پوچھا تو اس کے کس لڑکے کی اولاد سے ہے؟ اس نے کہا جدیلہ کی اولاد سے، اس نے پوچھا جدیلہ کیسا تھا، اس نے کہا وہ جنگ میں شمشیر بُراں اور اچھے کاموں میں فائدہ بخش باران اور مڈبھیڑ میں روشن شعلہ تھا اس نے پوچھا تو اس کی کس اولاد سے ہے اس نے کہا عبدالقیس کی اولاد سے، اس نے پوچھا عبدالقیس کیسا تھا اس نے کہا وہ بہت داد و دہش کرنے والا اور سفید رُو تھا اور اپنے مہمان کو جو کچھ اس کے پاس ہوتا تھا دے دیتا تھا اور جو چیز کھو جائے اس کے متعلق پوچھتا تک نہ تھا وہ بہت شور بے والا اور پاکیزہ اصل والا تھا اور لوگوں کے لیے وہ آسمانی بارش کی طرح تھا، معاویہ نے کہا اے ابن صوحان تیرا بُرا ہو تو نے قریش کے اس قبیلے کے لیے کوئی بزرگی اور فخر کی بات نہیں چھوڑی اس نے جواب دیا بے شک اے ابن ابی سفیان خدا کی قسم میں نے ان کے لیے وہ چیزیں چھوڑی ہیں جو انہی کے مناسب حال ہیں۔ میں نے ان کے لیے سرخ و سفید، زرد اور گرانڈرا اور تخت اور منبر اور محشر تک حکومت چھوڑی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو وہ زمین میں اللہ کے مینار اور آسمان میں اس کے ستارے ہیں، پس معاویہ خوش ہو گیا اور خیال کرنے لگا کہ اس کا یہ کلام سب قریش کے لیے ہے اس نے کہا اے ابن صوحان تو نے سچ کہا ہے اور یہ بات ایسے ہی ہے، پس صعصعہ نے بھی اس کی مراد کو سمجھ لیا اور کہا کہ تیرے اور تیری قوم کے لیے اس میں کچھ نہیں تم اس سے بزہ زار سے دُور ہو جیسے کسی نے تجرا ہوا اور تم میٹھے پانی سے بھی بالا ہو، اس نے کہا اے ابن صوحان تو ہلاک ہو ایسا کیوں ہے؟ اس نے جواب دیا: ہلاکت دوزخیوں کے لیے ہے، یہ بنی ہاشم کی بات ہے، معاویہ نے کہا کھڑے ہو جاؤ پھر انہوں نے اُسے نکال دیا تو صعصعہ نے کہا، تجھ سے سچ اُچٹ جاتا ہے مگر وعید نہیں اُچٹتی، گفتگو سے قبل جھگڑا کس نے کیا؟ معاویہؓ نے کہا کسی بات کی وجہ سے اس کی قوم نے اُسے سردار نہیں بنایا، خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ میں اس کی صلب سے ہوتا پھر اس نے بنی اُمیہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا، مردوں کو ایسے ہونا چاہیے۔

حضرت علیؓ کے اصحاب کی ایک جماعت اور معاویہؓ

منصور بن وحشی نے ابوالفیاض

عبداللہ بن محمد ہاشمی سے، اس نے ولید بن بختری العبدی سے اس نے حارث بن مسمار البہرانی سے بیان کیا وہ کہتا تھا کہ معاویہ نے صعصعہ بن صوحان العبدی اور عبداللہ بن الکواء الیشکری اور حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے کچھ آدمیوں کو، قریش کے کچھ آدمیوں کے ساتھ قید کر دیا ایک روز معاویہؓ نے ان کے پاس جا کر کہا کہ میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں اور تم سچ سچ بیان کرنا کہ تم نے مجھے کیسا خلیفہ پایا ہے، ابن الکواء نے کہا اگر تو نے ہمیں قسم نہ دی ہوتی تو ہم کچھ نہ کہتے کیونکہ تو بڑا سرکش اور مخالف آدمی ہے جو نیک لوگوں کے قتل کرنے میں بھی خدا تعالےٰ کا لحاظ نہیں رکھتا لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق تو نے دنیا کو وسیع اور آخرت کو تنگ کر لیا ہے تو مٹی کے قریب اور سبزہ زار سے دور ہے، تو تاریکی کو نور اور نور کو تاریکی بنا دیتا ہے، معاویہؓ نے کہا بلاشبہ اللہ تعالےٰ نے شامیوں کو حکومت سے نوازا ہے جو اس کے حریم کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے محارم کو چھوڑ دیتے ہیں اور وہ عراقیوں کی طرح نہیں جو محارم الٰہیہ کی بے حرمتی کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کو حرام بنا دیتے ہیں، عبداللہ بن الکواء نے کہا اے ابن ابی سفیان ہر بات کا جواب دیا جا سکتا ہے لیکن ہم تیری طاقت سے ڈرتے ہیں پس اگر تو ہماری زبانوں کو آزادی دے تو ہم تیز زبانوں کے ساتھ اہل عراق کا دفاع کریں گے اور انہیں اللہ کی راہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف نہ ہو گا ورنہ ہم صبر کیے بیٹھے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ فیصلہ کرے اور ہمیں کشائش دے معاویہ نے کہا خدا کی قسم تمہاری زبان کو آزادی نہیں دی جائے گی پھر صعصعہ نے گفتگو کی اور کہا اے ابن ابی سفیان! تو نے خوب گفتگو کی ہے اور کسی قسم کی کوتاہی سے کام نہیں لیا، لیکن بات یوں نہیں جیسے آپ نے بیان کی ہے وہ شخص کیسے خلیفہ ہو سکتا ہے جو زبردستی لوگوں پر بادشاہ بن بیٹھے اور تکبر سے انہیں اپنا مطیع بنائے اور کذب و مکر سے ناجائز ذرائع سے غالب آئے؟ خدا کی قسم جنگِ بدر کے روز نہ تیرا کوئی خیمہ تھا اور نہ نشانہ، اور تو اس میں ایسا ہی تھا جیسا کسی نے کہا ہے کہ "نہ میرا وہاں اترنا تھا نہ چلنا" اور تو اور تیرا باپ ان لوگوں کے قافلے میں تھے جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھائی کی تھی اور تو آزاد کردہ آدمی کا آزاد بیٹا ہے، تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کیا تھا۔ ایک آزاد کردہ آدمی کو خلافت کہاں زیب دیتی ہے،

معاویہ نے کہا اگر میں نے ابی طالب کے قول "کہ میں نے ان کی جہالت کا مقابلہ حلم اور بخشش سے کیا اور قدرت کے ہوتے ہوئے معاف کرنا سخاوت کی ایک قسم ہے۔" کی طرف رجوع نہ کیا ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔

معاویہؓ کے پاس صعصعہؓ بن صوحان کا مختلف ممالک کے لوگوں کی تعریف کرنا

ابوجعفر محمد بن حبیب نے بیان کیا ہے کہ ہمیں ابوالہیثم یزید بن رجاء الغنوی نے بتایا کہ ہمیں ولید بن بختری نے اپنے باپ اور اس نے ابن مردوع کلبی سے بیان کیا وہ کہتا تھا کہ صعصعہ بن صوحان العبدی معاویہ کے پاس گیا تو اس نے اُسے کہا اے ابن صوحان تو عربوں اور ان کے حالات سے خوب باخبر ہے، مجھے اہل بصرہ کے متعلق بتاؤ اور ایک قوم کو دوسری قوم کے خلاف بھڑکانے سے باز رہو، اس نے کہا بصرہ، عربوں کا سب سے اچھا شہر اور شرف و سرداری کا منتہا ہے اور وہاں کے لوگ سب سے پہلی آباد کاری کی مقبوضہ زمین کے مالک ہیں اور عربوں کے سرداران کے ساتھ اس طرح گھومے ہیں جیسے چکی اپنے محور کے گرد گھومتی ہے، اس نے پوچھا کوفیوں کے متعلق بتاؤ اس نے کہا وہ اسلام کے گنبد، کلام کی چوٹی اور علمبرداروں کے خیال و گمان کی جگہ ہیں، مگر وہاں کچھ بے وقوف بھی ہیں جو صاحبان امر کی اطاعت سے روکتے ہیں اور انہیں جماعت سے نکال لیتے ہیں حالانکہ یہ اخلاق عاجزوں کے ہیں اس نے پوچھا مجھے اہل حجاز کے متعلق بتاؤ، اس نے کہا کہ یہ فتنہ کی طرف جاتے ہیں سب لوگوں سے زیادہ تیز اور اُسے دُور کرنے ہیں سب سے زیادہ کمزور اور سب سے کم کام آنے والے ہیں، مگر دین میں ثابت قدم ہیں اور یقین کے کڑے کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں اور نیک ائمہ کی اتباع کرتے ہیں اور فاسقوں فاجروں سے الگ رہتے ہیں معاویہ نے پوچھا فاسق اور فاجر کون ہیں، اس نے بے دھڑک ہو کر کہا اے ابن ابی سفیان علی اور اس کے اصحاب نیک ائمہ میں سے ہیں اور تو اور تیرے اصحاب فاسق و فاجر ہیں پھر معاویہ میں غضب کے آثار پیدا ہو گئے لیکن اس نے چاہا کہ صعصعہ اپنی گفتگو کو جاری رکھے اس نے پوچھا کہ مجھے دیارِ مضر کے سُرخ گنبد کے متعلق بتاؤ۔ اس نے کہا مضر کا شیر لبسلان، دو جھنگیوں کے درمیان ہے جب وہ اسے بھیجتے ہیں تو وہ شکار کرتا

قصہ ہے، اس نے کہا وہ جنگ حنین میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مارا گیا تھا۔

جب عبداللہ بن علی، مروان کی تلاش میں شام کی طرف گئے۔ مروان کے حالات اور اس کے قتل کے واقعہ کا ذکر کیا جا چکا ہے، تو وہ شام میں اُترے اور ابو العباس سفاح کی طرف شامی سرداروں کو بھیجا جو صاحب ثروت و حکومت تھے اور انہوں نے ابو العباس کو قسم کھا کر بتایا کہ جب تک تمہیں خلافت نہیں ملی ہمیں بنو اُمیہ کے سوا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور آپ کے وارث اہل بیت کا پتہ نہ تھا چنانچہ اس بارے میں المہاجر البجلی کہتا ہے:

"اے لوگو ایک عجیب خبر سنو جو ہر عجب خبر سے بڑھ کر ہے، مجھے بنو عبد شمس پر حیرت ہے کہ انہوں نے لوگوں کے لیے جھوٹ کے دروازے کھول دیے ہیں کہ وہ عباس بن عبدالمطلب کے سوا، احمد علیہ السلام کے وارث ہیں، خدا کی قسم انہوں نے جھوٹ بولا ہے ہمیں تو یہی معلوم ہے کہ میراث کو قرابت دار ہی حاصل کرتا ہے۔"

ہارون الرشید کے زمانے میں ایک جعلی طبیب

ہارون الرشید کے زمانے میں بغداد میں ایک جعلی طبیب تھا جو عام لوگوں کو طبابت کی باتیں بتاتا تھا وہ دہریہ تھا لیکن اپنے آپ کو اہلسنت جماعت کا فرد بتاتا تھا۔ اور بدعتیوں پر لعنت کرتا اور سُنّی کے نام سے مشہور تھا، عوام اس کے مطیع و فرمانبردار تھے لوگ ہر روز اس کے پاس پانی کی بوتلیں لاتے اور جب وہ اکٹھے ہو جاتے تو وہ اُچھل کر کھڑا ہوتا اور کہتا اے مسلمانو! تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفع اور نقصان دینے والا نہیں پھر کس وجہ سے میرے پاس اپنے نفع و نقصان کی باتیں پوچھنے آتے ہو؟ اپنے رب کے پاس جاؤ اور اپنے پیدا کرنے والے پر بھروسہ کرو تاکہ تمہارا فعل تمہارے قول کے مطابق ہو جائے تو لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر کہتے خدا کی قسم اس نے ہمیں سچ بات کہی ہے، کتنے ہی مریض علاج کے بغیر مر گئے اور ان میں سے کئی علاج چھوڑ دیتے یہاں تک کہ وہ پُرسکون ہوتا پھر وہ اس پانی کو دوا بیان کرتا اور کہتا کہ تیرا ایمان کمزور ہے اور اگر ایسی بات نہ ہوتی تو تو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا اور جیسے اس نے تجھے بیمار کیا ہے وہ تجھے شفا دیتا اور اس طرح کی باتوں سے اس نے بہت سے آدمیوں کو مار دیا کیونکہ وہ انہیں بیماریوں کے علاج سے بے رغبت کر دیتا تھا۔

عوام کے اخلاق

عوام کی عادت ہوتی ہے کہ وہ غیر سردار کو سردار، غیر فاضل کو فاضل

اور غیر عالم کو صاحب علم قرار دیتے ہیں وہ گذشتہ لوگوں کے متبع ہوتے ہیں اور وہ ان سب سے فاضل و مفضول نفع و نقصان اور حق و باطل کی تمیز نہیں کر سکتے اگر آپ ذرا نظر دوڑائیں تو ان باتوں کو دیکھیں گے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے نیز علماء کی مجالس کو بھی دیکھیں گے کہ وہ صاحبانِ تمیز اور اہلِ مروت اور عقل مندوں سے بھری ہوئی ہیں اور عوام کے ہجوم سے خالی ہیں زمانے نے ہمیشہ انہیں جھوٹے لیڈر یا بندر کی سیاست پر دف بجانے والے کی طرف دوڑتے دیکھا ہے یا انہیں لہو و لعب کا شوقین پایا ہے یا انہیں خلط ملط باتیں کرنے اور جھوٹ بولنے والے کے پاس آتے جاتے دیکھا ہے یا انہیں جھوٹے داستان گوؤں کی باتیں سنتے پایا ہے اور یا انہیں کسی مضروب کے ارد گرد اکٹھے ہوتے پایا ہے یا وہ کسی مصلوب کے پاس کھڑے ہوتے ہیں وہ کائیں کائیں کرنے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں اور ایک دوسرے کو روکتے نہیں، بڑی بات کو برا نہیں سمجھتے اور نہ نیکی کو جانتے ہیں اور نہ اس بات کی پرواہ کرتے ہیں کہ وہ نیک آدمی کو ایک فاجر کے ساتھ اور ایک مومن کو کافر کے ساتھ ملا رہے ہیں، حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وضاحت سے بتایا ہے کہ لوگ دو قسم کے ہیں عالم یا متعلم اور ان کے علاوہ جو لوگ ہیں وہ رذیل ہیں اللہ تعالیٰ کو ان کی کچھ پرواہ نہیں اور اسی طرح حضرت علیؓ سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ سے عوام کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رذیل لوگ ہر کائیں کائیں کرنے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں وہ نورِ علم سے روشنی حاصل نہیں کرتے اور نہ ہی کسی مضبوط سہارے کی پناہ لیتے ہیں اور سب لوگوں نے ان کا نام کمینے رکھا ہے اور وہ لوگ جب اکٹھے ہوتے ہیں تو غالب آ جاتے ہیں اور جب متفرق ہو جاتے ہیں تو کسی کو جانتے بھی نہیں، پھر ان کے احوال و مذاہب کے اختلاف پر غور کرو اور ان کے سرداروں کے اجتماع کو دیکھو، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بائیس سال تک مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے اور ان پر وحی نازل ہوتی تھی اور آپ اُسے اپنے اصحاب کو لکھواتے تھے اور وہ اُسے لکھتے اور مدون کرتے تھے اور اس کے ایک ایک لفظ کو جمع کرتے تھے اور معاویہؓ اس مدت کے دوران اللہ کے علم میں تھے پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چند ماہ قبل اس سے لکھوایا، پس لوگوں نے اس کے ذکر کو بلند کیا اور اس کے مرتبہ کو بڑھایا اور اُسے کاتب وحی بنا دیا اور اس بات سے اُسے عظمت دی اور یہ بات اس کے ساتھ شامل کر دی اور دوسروں سے چھین لی اور اس کے

سوا دوسروں کے ذکر کو خیرباد کہہ دیا، اس بات کی اصل وہ عادت ہے جس پر ان کی پیدائش اور نشو و نما ہوئی ہے پس وہ بلوغ کے وقت بھی اسی عادت پر قائم رہتے ہیں اور عادت اپنا کام کر دکھاتی ہے اپنی حد کو پہنچ جاتی ہے اور عادت کے متعلق شعراء اور اہل درایت اور ادباء نے بہت کچھ کہا ہے ایک شاعر کہتا ہے ؎

"میری عزت کرنے کے بعد مجھے مبارک باد نہ دے کیونکہ عادت کا میلان بڑا سخت ہوتا ہے۔"

اور ایک دوسرا شاعر اپنے دوست کو عتاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ؎

"نفس کو کسی عادت کا چھڑانا، ٹھوس پتھر کے اٹھانے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔"

اور حکمائے عرب کہتے ہیں کہ عادت، حاجت سے بھی زیادہ کنٹرول رکھتی ہے۔

اور حکمائے عجم نے کہا ہے کہ عادت، طبیعت ثانیہ ہے اور ابوعقال کاتب نے عوام کے اخلاق کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس میں وہ ان کے اخلاق و عادات اور طرز گفتگو کا ذکر کرتا ہے اور اس نے اس کا نام الملہی رکھا ہے اور اگر مجھے طوالت کلام کی ناپسندیدگی اور اس کتاب میں اختصار سے تجاوز کا خیال نہ ہوتا تو میں عوام کی عجیب و غریب باتوں اور اخلاق و افعال کا ذکر کرتا اور عادات میں لوگوں کے مراتب اور ان کے احوال کی نیرنگی کو بھی بیان کرتا۔

اب ہم پھر معاویہؓ کے حالات اور ان کی سیاست اور لوگوں نے جو ان کے اخلاق کی وسعت کو بیان کیا ہے اور جو ان پر نوازشات کی ہیں ان کے ذکر کی طرف آتے ہیں جن کی وجہ سے اس نے لوگوں کے دلوں کو کھینچا یہاں تک کہ انہوں نے اُسے اہل اور قرابتداروں پر بھی ترجیح دے دی۔

عقیلؓ بن ابی طالب اور معاویہؓ

ایک واقعہ یہ ہے کہ عقیلؓ بن ابی طالب، معاویہؓ کے پاس بخشش کی طلب اور ملاقات کے لیے گئے تو معاویہؓ نے انہیں خوش آمدید کہا اور کیونکہ عقیلؓ نے انہیں اپنے بھائی کے مقابلہ میں ترجیح دی اور انہیں زیادہ حلیم اور متحمل مزاج قرار دیا۔ معاویہؓ نے انہیں کہا اے ابو یزید! آپ نے علیؓ کو کیسے چھوڑا؟ انہوں نے جواب دیا:-

میں نے انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی پسندیدہ باتوں پر چھوڑا ہے اور تجھے میں نے ان باتوں میں مشغول پایا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ناپسند ہیں۔ معاویہؓ نے انہیں کہا اگر آپ ہمارے صحن میں بخشش کی طلب اور ملاقات کی خاطر نہ آئے ہوتے تو میں تمہیں ایسا جواب دیتا جس سے تمہیں تکلیف محسوس ہوتی، پھر معاویہؓ نے اس خوف کی وجہ سے ان سے بات کرنا چھوڑ دیا کہ کہیں وہ ایسی بات نہ کر دیں جو انہیں ٹھیک کر دے اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر چلے گئے اور ان کی مہمان نوازی کا حکم دیا اور انہیں بہت سا مال دیا دوسرے دن، آپ بیٹھے تو آپ نے عقیل کی طرف پیغام بھیجا وہ آئے تو آپ نے پوچھا اے ابویزید! آپ نے اپنے بھائی علیؓ کو کس حال میں چھوڑا ہے، انہوں نے جواب دیا میں نے انہیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ تمہاری نسبت اپنے لیے بہتر ہیں اور آپ ان کی نسبت میرے لیے بہتر ہیں، معاویہ نے انہیں کہا خدا کی قسم آپ شاعر کے اس شعر کے مصداق ہیں کہ ؎

"جب میں نے آل محرق کے فخر کو شمار کیا تو ان میں بزرگی بنی عتاب میں تھی۔"

پس بنی ہاشم میں سے بزرگی تجھ میں پائی جاتی ہے اے ابویزید گردش روزگار نے تجھ میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی، عقیل نے کہا ؎

"جس جنگ کا تو ارتکاب کرنے والا ہے اس کے لیے صبر سے کام لے،
ضروری ہے کہ تو اس کے حمایتی سمیت اس میں داخل ہو۔"

اور اے ابن ابی سفیان خدا کی قسم تو ایک دوسرے شاعر کے شعر کا مصداق ہے ؎

"جب کسی دن ہوازن فخر کرتے ہوئے آتے ہیں تو میں ان پر آل مجاشع کے ذریعہ فخر کرتا ہوں جو اپنی چٹی غلاموں پر ڈال دیتے ہیں اور جنگ کے روز کھوپڑیوں پر تلواریں مارتے ہیں۔"

بنی صوحان کی تعریف

لیکن اے معاویہ جب بنوامیہ فخر کریں تو کس بات پر فخر کریں، معاویہ نے کہا۔ اے ابویزید میں نے تجھے خاموش رہنے کی قسم دی ہے، میں اس کام کے لیے نہیں بیٹھا، میرا مقصد یہ تھا کہ میں آپ سے حضرت علیؓ کے اصحاب کے متعلق پوچھوں کیونکہ آپ ان سے واقفیت رکھتے ہیں۔ عقیل نے کہا جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو، اس نے کہا

مجھے حضرت علیؓ کے اصحاب کی خوبیاں بتاؤ اور آلِ صوحان سے آغاز کرو کیونکہ وہ کلام کے ماہرین ہیں، اس نے کہا کہ صعصعہ بڑی شان والا اور تیز زبان اور سواروں کا سالار اور مد مقابل آنے والوں کا قاتل ہے جو بگڑی بات کو درست اور درست بات کو بگاڑ دیتا ہے اس کی نظیر کم ہی پائی جاتی ہے اور زید اور عبداللہ دونوں بہتے دریا ہیں جن میں کشتیاں ڈالی جاتی ہیں۔ اور ممالک کو ان سے مدد دی جاتی ہے اور وہ دونوں سنجیدہ آدمی ہیں اور بنو صوحان کی مثال شاعر کے اس شعر کی طرح ہے کہ ؎

"جب دشمن مقابلہ میں آجاتا ہے تو میرے پاس ایسے شیر ہیں جو شیر دل جوانوں کو اُچک لیتے ہیں۔"

صعصعہؓ کا عقیلؓ کو خط

عقیل کی باتیں صعصعہ کو معلوم ہوئیں تو اس نے انہیں لکھا:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

اللہ تعالےٰ کا ذکر سب سے بڑا ہے اور اسی کے ذریعہ فتح حاصل کرنے والے فتح کرتے ہیں اور تم دنیا اور آخرت کی چابیاں ہو، امابعد، آپ کے غلام نے آپ کی وہ گفتگو مجھ تک پہنچا دی ہے جو آپ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمن کے ساتھ کی ہے پس میں نے اس بات پر اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا اور اس سے دعا کی کہ وہ آپ کو بلند مقام سُرخ چھڑی اور سیاہ ستون عطا فرمائے وہ ستون ایسا ہے جو اس سے الگ ہوگا وہ روشن دین کو چھوڑ دے گا، اگر آپ کا نفس آپ کو معاویہ کے پاس طلب مال کے لیے لے گیا ہے تو آپ اس کی تمام خصلتوں کو جانتے ہیں پس محتاط رہیے کہ اس کی آگ آپ سے لپٹ کر آپ کو راہ سے بے راہ نہ کر دے، بلاشبہ اللہ تعالےٰ نے تم اہل بیت سے وہ چیز دُور کر دی ہے جو اس نے دوسرے لوگوں میں رکھی ہے پس جو بھی فضل و احسان ہے وہ تمہارے ذریعہ سے ہم تک پہنچتا ہے پس اللہ تعالےٰ نے تمہاری شان کو بڑا بنایا ہے اور تمہارے شرف کی حفاظت کی ہے اور تمہارے آثار کو لکھا ہے، کیونکہ تمہاری شان پسندیدہ اور تمہاری شرافت محفوظ اور تمہارے آثار سبقت کر جانے والے ہیں اور تم لوگ مخلوق کی طرف اللہ کی سیڑھی ہو اور اس کے راستہ کی طرف

وسیلہ ہو، تمہارے ہاتھ بلند اور چہرے روشن ہیں اور تم شاعر کے اس شعر
کے مصداق ہو ؎

"پس جو بھلائی بھی انہوں نے کی ہے قبل ازیں ان کے آبا و اجداد ہی اس کے
وارث ہوئے تھے، اور نیزہ اپنے قریب والے ہی کو اگاتا ہے اور کھجوروں
کو ان کے پیدا ہونے کی جگہ ہی بویا جاتا ہے۔"

حضرت علی رضؓ اور ان کے سرکردہ اصحابؓ کے درمیان گفتگو

ہیثم نے ابوسفیان عمرو بن یزید سے اور اس نے براء بن یزید سے اور اس نے محمد بن عبداللہ بن حارث طائیؒ سے پھر بنی عفان کے ایک آدمی سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب حضرت علی رضؓ جنگ جمل سے واپس آئے تو آپ نے اپنے دربان سے کہا کہ دروازے پر عرب کے کون سے سرکردہ لوگ ہیں؟ اس نے جن لوگوں کے نام لیے ان میں محمد بن عمیر ابن عطارد التیمی، احنف بن قیس اور صعصعہ بن صوحان العبدی بھی شامل تھے آپ نے فرمایا انہیں اجازت دو، انہوں نے اندر داخل ہو کر آپ کو سلامت خلافت کہا۔ آپ نے انہیں فرمایا تم میرے نزدیک عرب کے سرکردہ لوگ اور میرے اصحاب کے سردار ہو، مجھے اس سرکش جوان یعنی معاویہ کے متعلق کچھ بتاؤ پس اس کے بتانے نے انہیں آزمائش میں ڈال دیا،
صعصعہ نے کہا کہ معاویہ رضؓ کو خواہشات نے سرکش بنا دیا ہے اور دُنیا اُسے بہت پیاری ہے اور جوانوں کے قتل ہونے کی جگہوں کو وہ معمولی خیال کرتا ہے اور اس نے اپنی آخرت کو ان کی دنیا کے بدلے میں فروخت کر دیا ہے، پس اگر آپ اس کے متعلق مشورہ سے عمل کریں گے تو انشاء اللہ درست کام کریں گے اور اے امیر المومنین اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے طفیل اس کی توفیق مل جائے گی اور اس بارے میں مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنا ایک جاسوس اور قابل اعتماد آدمی اپنا خط دے کر اس کی طرف بھیجیں جس میں اُسے اپنی بیعت کی دعوت دیں، اگر وہ اس بات کو قبول کر لے، تو اس کے لیے بھی وہ کچھ ہوگا جو آپ کے لیے ہے اور جو ذمہ داری آپ پر ہے وہی اس پر ہوگی، اور اگر وہ قبول نہ کرے تو اس سے جہاد کریں اور اپنی موت تک خدا کے فیصلے کا انتظار کریں، حضرت علی رضؓ نے فرمایا اے صعصعہ! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ

تم اپنے ہاتھوں سے اُسے خط لکھو اور اُسے معاویہ کے پاس پہنچاؤ اور خط کے آغاز میں تخذیر و تخویف سے کام لو اور اس کے بعد توبہ و انابت کرنے کی طرف توجہ دلائیں اور خط کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے بندے علی امیر المومنین کی طرف سے معاویہ کی طرف، کے الفاظ سے کرو اس کے بعد سلام لکھیں۔ پھر آپ نے جو کچھ مجھے بتایا ہے وہ لکھیں اور خط کا ہیڈنگ یہ آیت ہو "الا الی اللہ تصیر الامور" (ترجمہ: خبردار اللہ کی طرف تمام کام پھیرے جاتے ہیں (الشوریٰ - آیت ۵۳) صعصعہ نے کہا مجھے اس کام سے معاف فرمایئے آپ نے فرمایا میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تجھے یہ کام ضرور کرنا پڑے گا، اس نے کہا، میں کروں گا، پس وہ خط لے کر اور تیاری کر کے دمشق چلا گیا اور معاویہ کے دروازے پر پہنچ گیا اور دربان سے کہنے لگا۔ امیر المومنین علی بن ابی طالب کے ایلچی کے لیے اجازت طلب کر اور دروازے میں بنی اُمیہ کا زلزلہ کھڑا تھا اس کے اس قول کی وجہ سے کہ "اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ" (ترجمہ: کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے (المومنون آیت ۲۸) لوگ اس کو تھپڑ اور جوتے مارنے لگے اور بہت شور و غل پڑ گیا، معاویہ کو خبر پہنچی تو انہوں نے لوگوں کو منتشر کرنے کے لیے آدمی بھیجا جب وہ لوگ منتشر ہو گئے پھر انہیں اندر آنے کی اجازت دی اور ان سے پوچھا یہ کون شخص ہے انہوں نے کہا یہ ایک عربی ہے جسے صعصعہ بن صوحان کہتے ہیں اور اس کے پاس حضرت علی رضؓ کا ایک خط بھی ہے معاویہ نے کہا خدا کی قسم مجھے اس کے متعلق اطلاعات مل چکی ہیں یہ حضرت علی رضؓ کا ایک تیر اور عرب کا ایک خطیب ہے اور میں اس کی ملاقات کا بہت مشتاق تھا، اے غلام اُسے اندر آنے کی اجازت دو۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہی کہا اے ابن ابی سفیان تجھے سلام ہو یہ امیر المومنین کا خط ہے معاویہ رضؓ نے کہا، اگر جاہلیت یا اسلام میں ایلچی قتل کیے جاتے تو میں تجھے ضرور قتل کر دیتا۔ (کہ تو علی رضؓ کو امیر المومنین کہتا ہے) پھر معاویہ رضؓ نے گفتگو میں اس سے تکرار کیا تاکہ اس کی طبیعت معلوم ہو اور یہ اندازہ لگانا چاہا کہ وہ یہ باتیں طبعاً کر رہا ہے یا تکلفاً۔ معاویہ رضؓ نے پوچھا تو کس قبیلے سے ہے اس نے کہا نزار سے، اس نے کہا نزار قبیلہ کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا جب وہ جنگ کرتا ہے تو اوندھا کر دیتا ہے اور جب مڈبھیڑ کرتا ہے تو پچھاڑ دیتا ہے اور جب واپس لوٹتا ہے تو محفوظ رہتا ہے اس نے پوچھا تو کس کی اولاد سے ہے اس نے

جواب دیا ربیعہ کی اولاد سے، اس نے پوچھا ربیعہ کیسا تھا اس نے کہا وہ لمبے پرتلے والا تھا اور غلاموں کی پرورش کرتا تھا اور قطعہ ہائے زمین میں عمارتیں بناتا تھا، اس نے پوچھا تو اس کے کس لڑکے کی اولاد سے ہے؟ اس نے کہا جدیلہ کی اولاد سے، اس نے پوچھا جدیلہ کیسا تھا، اس نے کہا وہ جنگ میں شمشیر بُراں اور اچھے کاموں میں فائدہ بخش باران اور مڈبھیڑ میں روشن شعلہ تھا اس نے پوچھا تو اس کی کس اولاد سے ہے اس نے کہا عبدالقیس کی اولاد سے، اس نے پوچھا عبدالقیس کیسا تھا اس نے کہا وہ بہت داد و دہش کرنے والا اور سفید رُو تھا اور اپنے مہمان کو جو کچھ اس کے پاس ہوتا تھا دے دیتا تھا اور جو چیز کھو جائے اس کے متعلق پوچھتا تک نہ تھا وہ بہت شوربے والا اور پاکیزہ اصل والا تھا اور لوگوں کے لیے وہ آسمانی بارش کی طرح تھا، معاویہ نے کہا اے ابن صوحان تیرا بُرا ہو تو نے قریش کے اس قبیلے کے لیے کوئی بزرگی اور فخر کی بات نہیں چھوڑی اس نے جواب دیا بے شک اے ابن ابی سفیان خدا کی قسم میں نے ان کے لیے وہ چیزیں چھوڑی ہیں جو انہی کے مناسب حال ہیں۔ میں نے ان کے لیے سرخ و سفید، زرد اور گہرا زرد اور تخت اور منبر اور محشر تک حکومت چھوڑی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو وہ زمین میں اللہ کے مینار اور آسمان میں اس کے ستارے ہیں، پس معاویہ خوش ہو گیا اور خیال کرنے لگا کہ اس کا یہ کلام سب قریش کے لیے ہے اس نے کہا اے ابن صوحان تو نے سچ کہا ہے اور یہ بات ایسے ہی ہے، پس صعصعہ نے بھی اس کی مراد کو سمجھ لیا اور کہا کہ تیرے اور تیری قوم کے لیے اس میں کچھ نہیں تم اس سبزہ زار سے دور ہو جسے کسی نے چرا ہو اور تم میٹھے پانی سے بھی بالا ہو، اس نے کہا اے ابن صوحان تو ہلاک ہو ایسا کیوں ہے؟ اس نے جواب دیا: ہلاکت دوزخیوں کے لیے ہے، یہ بنی ہاشم کی بات ہے، معاویہ نے کہا کھڑے ہو جاؤ پھر انہوں نے اُسے نکال دیا تو صعصعہ نے کہا، تجھ سے سچ اُچٹ جاتا ہے مگر وعید نہیں اُچٹتی، گفتگو سے قبل جھگڑا کس نے کیا؟ معاویہؓ نے کہا کسی بات کی وجہ سے اس کی قوم نے اُسے سردار نہیں بنایا، خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ میں اس کی صلب سے ہوتا پھر اس نے بنی اُمیہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا، مردوں کو ایسے ہونا چاہیے۔

حضرت علیؓ کے اصحاب کی ایک جماعت اور معاویہؓ

منصور بن وحشی نے ابوالفیاض

عبداللہ بن محمد ہاشمی سے ، اس نے ولید بن بختری العبدی سے اس نے حارث بن مسمار البہرانی سے بیان کیا وہ کہتا تھا کہ معاویہ نے صعصعہ بن صوحان العبدی اور عبداللہ بن الکواء الیشکری اور حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے کچھ آدمیوں کو ، قریش کے کچھ آدمیوں کے ساتھ قید کر دیا ایک روز معاویہؓ نے ان کے پاس جا کر کہا کہ میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں اور تم سچ سچ بیان کرنا کہ تم نے مجھے کیسا خلیفہ پایا ہے ، ابن الکواء نے کہا اگر تو نے ہمیں قسم نہ دی ہوتی تو ہم کچھ نہ کہتے کیونکہ تو بڑا سرکش اور مخالف آدمی ہے جو نیک لوگوں کے قتل کرنے میں بھی خدا تعالیٰ کا لحاظ نہیں رکھتا لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق تو نے دنیا کو وسیع اور آخرت کو تنگ کر لیا ہے تو مٹی کے قریب اور سبزہ زار سے دور ہے ، تو تاریکی کو نور اور نور کو تاریکی بنا دیتا ہے ، معاویہؓ نے کہا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے شامیوں کو حکومت سے نوازا ہے جو اس کے حریم کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے محارم کو چھوڑ دیتے ہیں اور وہ عراقیوں کی طرح نہیں جو محارم الٰہیہ کی بے حرمتی کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کو حرام بنا دیتے ہیں ، عبداللہ بن الکواء نے کہا اے ابن ابی سفیان ہر بات کا جواب دیا جا سکتا ہے لیکن ہم تیری طاقت سے ڈرتے ہیں پس اگر تو ہماری زبانوں کو آزادی دے تو ہم تیز زبانوں کے ساتھ اہل عراق کا دفاع کریں گے اور انہیں اللہ کی راہ میں کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف نہ ہوگا ورنہ ہم صبر کیے بیٹھے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے اور ہمیں کشائش دے معاویہ نے کہا خدا کی قسم تمہاری زبان کو آزادی نہیں دی جائے گی پھر صعصعہ نے گفتگو کی اور کہا اے ابن ابی سفیان ! تو نے خوب گفتگو کی ہے اور کسی قسم کی کوتاہی سے کام نہیں لیا ، لیکن بات یوں نہیں جیسے آپ نے بیان کی ہے وہ شخص کیسے خلیفہ ہو سکتا ہے جو زبردستی لوگوں پر بادشاہ بن بیٹھے اور تکبر سے انہیں اپنا مطیع بنائے اور کذب و مکر سے ناجائز ذرائع سے غالب آئے ، خدا کی قسم جنگِ بدر کے روز نہ تیرا کوئی خیمہ تھا اور نہ نشانہ ، اور تو اس میں ایسا ہی تھا جیسا کسی نے کہا ہے کہ " نہ میرا وہاں اترنا تھا نہ چلنا " اور تو اور تیرا باپ ان لوگوں کے قافلے میں تھے جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھائی کی تھی اور تو آزاد کردہ آدمی کا آزاد بیٹا ہے ، تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کیا تھا - ایک آزاد کردہ آدمی کو خلافت کہاں زیب دیتی ہے ،

معاویہ نے کہا اگر میں نے ابی طالب کے قول "کہ میں نے ان کی جہالت کا مقابلہ حلم اور بخشش سے کیا اور قدرت کے ہوتے ہوئے معاف کرنا سخاوت کی ایک قسم ہے۔" کی طرف رجوع نہ کیا ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔

معاویہؓ کے پاس صعصعہؓ بن صوحان کا مختلف ممالک کے لوگوں کی تعریف کرنا

ابو جعفر محمد بن حبیب نے بیان کیا ہے کہ ہمیں ابو الہیثم یزید بن رجاء الغنوی نے بتایا کہ ہمیں ولید بن بختری نے اپنے باپ اور اس نے ابن مردوع کلبی سے بیان کیا وہ کہتا تھا کہ صعصعہ بن صوحان العبدی معاویہ کے پاس گیا تو اس نے اُسے کہا اے ابن صوحان تو عربوں اور ان کے حالات سے خوب باخبر ہے، مجھے اہل بصرہ کے متعلق بتاؤ اور ایک قوم کو دوسری قوم کے خلاف بھڑکانے سے باز رہو، اس نے کہا بصرہ، عربوں کا سب سے اچھا شہر اور شرف و سرداری کا منتہا ہے اور وہاں کے لوگ سب سے پہلی آبادکاری کی مقبوضہ زمین کے مالک ہیں اور عربوں کے سردار ان کے ساتھ اس طرح گھومتے ہیں جیسے چکی اپنے محور کے گرد گھومتی ہے، اس نے پوچھا کوفیوں کے متعلق بتاؤ اس نے کہا وہ اسلام کے گنبد، کلام کی چوٹی اور علمبرداروں کے خیال و گمان کی جگہ ہیں، مگر وہاں کچھ بے وقوف بھی ہیں جو صاحبان امر کی اطاعت سے روکتے ہیں اور انہیں جماعت سے نکالتے ہیں حالانکہ یہ اخلاق عاجزوں کے ہیں اس نے پوچھا مجھے اہل حجاز کے متعلق بتاؤ، اس نے کہا کہ یہ فتنہ کی طرف جاتے ہیں سب لوگوں سے زیادہ تیز اور اُسے دور کرنے میں سب سے زیادہ کمزور اور سب سے کم کام آنے والے ہیں، مگر دین میں ثابت قدم ہیں اور یقین کے کڑے کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں اور نیک ائمہ کی اتباع کرتے ہیں اور فاسقوں فاجروں سے الگ رہتے ہیں معاویہ نے پوچھا فاسق اور فاجر کون ہیں، اس نے بے دھڑک ہو کر کہا اے ابن ابی سفیان علی اور اس کے اصحاب نیک ائمہ میں سے ہیں اور تو اور تیرے اصحاب فاسق و فاجر ہیں پھر معاویہ میں غضب کے آثار پیدا ہو گئے لیکن اس نے چاہا کہ صعصعہ اپنی گفتگو کو جاری رکھے اس نے پوچھا کہ مجھے دیارِ مضر کے سُرخ گنبد کے متعلق بتاؤ۔ اس نے کہا مضر کا شیر تُسلان، دو جھنگیوں کے درمیان ہے جب وہ اسے بھیجتے ہیں تو وہ شکار کرتا

ہے اور جب اسے چھوڑتے ہیں تو وہ محفوظ ہو جاتا ہے، معاویہ نے کہا اے ابن صوحان وہاں العز الراعی بھی ہے، کہا تیری قوم میں کوئی اس جیسا ہے اس نے کہا وہ اپنے اہل کے لیے ہے اے ابن ابی سفیان بس کر، اور جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے اس کا حشر ان کے ساتھ ہوگا، اس نے پوچھا مجھے دیار ربیعہ کے متعلق بتاؤ لیکن تجھے جہالت اور اپنی قوم کے متعلق تعصب ٹُبک نہ کر دے اس نے کہا خدا کی قسم وہ ذات کے مینار ہیں اور دین کی دُم ہیں اور جب ان کا جھنڈا مضبوطی سے قائم ہو جائے تو کبھی ان پر غالب نہیں آسکتی وہ دین کے باغی اور یقین و شک کی درمیانی حالت میں ہیں وہ جس کی مدد کریں وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور جس کی مدد ترک کر دیں وہ پھسل جاتا ہے اس نے پوچھا مجھے مصر کے متعلق بتاؤ اس نے کہا وہ عربوں کا ترکش عزت اور حسب کی کان ہے، اس کے ذریعہ سمندر اپنی موجوں کو اور خشکی اپنی ردّی چیزوں کو پھینکتی ہے، پھر معاویہ خاموش ہو گیا تو صعصعہ نے کہا، معاویہ پوچھو، ورنہ میں تمہیں وہ بات بتاؤں گا جس سے تو کنارہ کشی کر رہا ہے اس نے پوچھا اے ابن صوحان وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا، اہل شام کی بات، اس نے کہا مجھے ان کے متعلق بتاؤ اس نے کہا سب لوگوں سے زیادہ مخلوق کے فرمانبردار اور خالق کے نافرمان، جبار خدا کے نافرمان اور اشرار کے جانشین، پس ان پر ہلاکت ہے اور ان کا ٹھکانہ بُرا ہے، معاویہ نے کہا اے ابن صوحان خدا کی قسم تو نے مدت سے اپنی چھُری اُٹھائی ہوئی ہے اپنے قتل کو دعوت دیتا پھرتا ہے، مگر ابن ابی سفیان کا حلم اُسے تجھ سے باز رکھتا ہے۔ صعصعہ نے کہا بلکہ اللہ تعالےٰ کا امر اور اس کی قدرت باز رکھتی رہی ہے اور امر الٰہی مقدر ہو چکا ہے۔

صعصعہ، معاویہ کے حضور

ابوالہیثم بیان کرتا ہے کہ مجھے ابوالبشیر محمد بن بشر الفزاری نے ابراہیم بن عقیل بصری سے بتایا، وہ کہتا ہے کہ ایک دن معاویہ نے کہا جب کہ اس کے پاس صعصعہ بھی موجود تھا جو ان کے ہاں حضرت علی رضا کا خط لے کر آیا تھا اور دیگر بڑے بڑے لوگ بھی موجود تھے کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے اور میں اللہ تعالےٰ کا خلیفہ ہوں پس میں جو چیز اللہ کے مال سے لے لوں وہ میری ہے اور جو چھوڑ دوں وہ میرے لیے جائز ہے، صعصعہ نے کہا ؎

"اے معاویہ! تیرا نفس تجھے جہالت سے آرزوئیں دلاتا ہے تو گنہ گار نہ بن۔"

معاویہ نے کہا اے صعصعہ! تو نے بات کرنا سیکھا ہے، اس نے کہا علم سیکھنے سے آتا ہے اور جو علم نہیں رکھتا وہ جاہل رہتا ہے معاویہ نے کہا مجھے اس امر کی بہت ضرورت ہے کہ تجھے تیرے بُرے انجام کا مزا چکھاؤں، اس نے کہا یہ بات تیرے ہاتھ میں نہیں یہ بات اس ہستی کے ہاتھ میں ہے کہ جب کسی نفس کا وقت مقرر آجاتا ہے تو وہ اُسے پیچھے نہیں کرتا، اس نے پوچھا میرے اور تیرے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے اس نے کہا جو بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے، معاویہ نے کہا، کلام کے لیے اپنے پیٹ کو اتنا وسیع کرو جیسے جَو کے لیے اُونٹ کا پیٹ وسیع ہوتا ہے اس نے کہا، اس کا پیٹ وسیع کر جو سیر نہ ہوتا ہو اور اس پہ بددُعا کر جو موافقت نہ کرتا ہو۔

صعصعہ کے واقعات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ صعصعہ بن صوحان کے واقعات بہت شان دار ہیں اور اس کا کلام ایجاز و اختصار کے باوجود نہایت فصیح و بلیغ ہے اس کا ایک واقعہ عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ ہے جسے المدائنی نے زید بن طلیح ذہلی شیبانی سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے صعصعہ بن صوحان کو سُنا۔ اس سے ابن عباسؓ نے سوال کیا کہ تم میں سرداری کس چیز کا نام ہے؟ اس نے جواب دیا کھانا کھلانے، نرم گفتگو کرنے، بخشش کرنے اور اپنے آپ کو سوال سے بچانے اور چھوٹے بڑے سے محبت کرنے کو، نیز یہ کہ سب لوگ تیرے نزدیک برابر ہوں۔ اس نے پوچھا مروّت کیا ہے؟ اس نے جواب دیا (سیادت و مروّت) دو بھائی ہیں تو اگر انہیں سختی پیش آئے تو ان کا نگران کم ہوگا اور ان کا ساتھی بڑا ہوتا ہے وہ دونوں پاکیزگی اور دیانت کے ساتھ حفاظت کے محتاج ہیں اس نے پوچھا کیا اس بارے میں تجھے کوئی شعر یاد ہے اس نے جواب دیا ہاں، کیا تو نے مرہ بن ذھل بن شیبان کے اشعار نہیں سُنے وہ کہتا ہے ؎

"سیادت اور مروّت آسمان میں سماک اعزل ستارے کا نام ہے، سے معلق ہیں، اور جب دو دوڑنے والے کسی مقصد کے لیے دوڑتے ہیں تو کمینہ لغزش کھا جاتا ہے۔ اور اس کی ٹانگیں جواب دے جاتی ہیں اور خالص گھوڑا اصیل گھوڑوں کے ساتھ بار بار آتا ہے مگر کانپنے والا گھوڑا نہیں آتا۔"

ابن عباسؓ نے اُسے کہا، اگر کوئی آدمی اپنے اُونٹ کو مغرب و مشرق کی طرف لے جاتے ہوئے ان اشعار سے فائدہ اُٹھانے کے لیے اس کی بغلوں میں مارے تو میں اُسے

ڈانٹ نہیں پلاؤں گا۔ اے ابن صوحان ہمیں عرب کے نابید ہو جانے والے واقعات کے متعلق تجھ سے زیادہ علم و حکمت اور استنباط حاصل ہے، تم میں حکیم کسے کہتے ہیں، اس نے جواب دیا جو جلد بازی نہ کرے اور اپنے غصّے پر کنٹرول رکھے اور اس کے پاس جو جھوٹی یا سچی چغلی کی جائے اُسے قبول نہ کرے اور اپنے باپ اور بھائی کے قاتل کو پائے تو اس سے درگذر کرے اور اُسے قتل نہ کرے اے ابن عباس ایسا شخص حکیم ہے انہوں نے پوچھا کیا ایسے لوگ تم میں بہت ہیں؟ اس نے جواب دیا تھوڑے بھی نہیں ہیں، میں نے تجھے ان لوگوں کے حالات بتائے ہیں جنہیں تو خشوع کرتے اور اللہ تعالےٰ سے ڈرتے اور اس کی رضا طلب کرتے اور بخشش کرتے اور کچھ نہ لیتے پائے گا اور دُوسرے لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کی جہالت ان کے حلم سے آگے بڑھ گئی ہے اور ان میں سے جب کوئی آدمی اپنے خواہش کے حصول میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ غصّے کے وقت کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور اگر اس کا باپ اس سے کینہ رکھے تو وہ اپنے باپ کو قتل کر دے گا اور اگر اس کا بھائی کینہ رکھے تو وہ اپنے بھائی کو قتل کر دے گا، کیا تو نے زبان بن عمرو بن زبان کا قول نہیں سُنا اور وہ یہ ہے کہ اس کے باپ عمرو کو مالک بن کومہ نے قتل کر دیا پس زبان ایک عرصہ تک ٹھہرا رہا پھر اس نے مالک سے جنگ کی اور صبح کے وقت دو سو سواروں کے ساتھ اس کے پاس آیا اور ان کے چالیس گھر تھے پس اس نے اُسے قتل کر دیا اور ان کے دوستوں اور چچا کو بھی قتل کر دیا۔ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے بھائی کو بھی قتل کر دیا تھا کیونکہ وہ ان کے پڑوس میں رہتا تھا، زبان سے پوچھا گیا کہ تو نے ہمارے دوست کو قتل کر دیا ہے تو اس نے کہا:

"اگر میں وہاں پر اپنی ماں کو بھی پاتا جہاں وہ موجود تھے تو اس کے کپڑوں کو بھی خون سے رنگ دیتا اور اگر امیر عمرو کی بہن ہوتی اس پانی پر وہ بلند آواز سے روتی، میں نے قریبیوں میں تلوار کو سونتا، اور دلوں نے ہمارے تعلقات پر رحم نہیں کھایا۔"

ابن عباس نے اُسے کہا تم میں شہسوار کسے کہتے ہیں؟ اے ابن صوحان، تو چیزوں کو ان کا صحیح مقام دیتا ہے میں تجھ سے اس کی تعریف سُننا چاہتا ہوں، اس نے جواب دیا، شہسوار وہ ہے جس کے دل میں اس کی مدت تھوڑی ہو اور وہ اپنی اُمید کو اپنی ڈاڑھ سے کاٹ دے۔ شہسوار وہ ہے جب جنگ بھڑک اُٹھے اور دلوں میں بے چینی بڑھ جائے

اور جوان ایک دوسرے کو مقابلہ کے لیے بلائیں اور ایک دوسرے پر حملہ کریں اور جانوں کو اُچک لیں اور چمکنے والی تلواروں کے ساتھ گھس جائیں تو جنگ اس پر گزشتہ کل سے بھی زیادہ آسان ہو۔ ابن عباس نے کہا اے ابن صوحان خدا کی قسم تو نے بہت اچھا بیان کیا ہے تو ان کریم لوگوں کی اولاد ہے جو خطیب اور فصیح تھے۔ تو نے کسی کلالہ سے یہ وراثت حاصل نہیں کی، مجھے اور کچھ بتائیے، اس نے کہا بہت اچھا، شہسوار بہت محتاط اور نظر کو گھمانے والا ہوتا ہے اور وہ اپنے دل سے متوجہ ہوتا ہے اور وہ اپنی پشت کے محفوظ مقامات کو گردش نہیں دیتا، ابن عباس نے کہا اے ابن صوحان قسم بخدا تو نے بہت اچھی تعریف کی ہے کیا اس قسم کے کچھ اشعار بھی ہیں اس نے کہا ہاں، زہیر بن خباب کلبی اپنے بیٹے عمرو کے مرثیے میں کہتا ہے ؎

"وہ ایسا شہسوار تھا کہ جو تلوار سے اپنے اصحاب کی حفاظت کرتا تھا اور آگ کی طرح گزر جاتا تھا) اور اُسے تو میدانِ وفا میں غافل نہ پائے گا اور نہ ہی گھمسان کے رن میں، جو اُسے دیکھتا ہے اُسے جنگ میں یہی خیال کرتا ہے اس نے اس رستے کو کھول دیا جو بند تھا۔"

ابن عباسؓ نے اُسے کہا اے ابن صوحان تیرے دونوں بھائی کیسے ہیں؟ مجھے ان کا کچھ حال بتاؤ تاکہ میں تمہارا اندازہ کروں، اس نے کہا زید تو اخو غنی کے ان اشعار کا مصداق ہے کہ ؎

"وہ ایسا جوان ہے کہ جب اچھے لوگوں کی حاجات پوری کر دیتا ہے تو اس کے چہرے میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، اور جب لوگ اُسے دیکھتے ہیں تو وہ تحفظ اختیار کر لیتے ہیں اور جب وہ نزدیک ہو تو بے ہودہ بات نہیں کرتے، وہ سخاوت کا حلیف ہے، سخاوت اُسے بلاتی ہے تو وہ اُسے جواب دیتا ہے اور وہ سخاوت کو بلاتا ہے تو وہ اُسے جواب دیتی ہے اے ام عمرو، سخاوت اس کے پہلو کے ساتھ اس وقت بھی شب بسر ہوتی ہے جب بہترین اونٹنیوں میں دودھ نہیں رہتا، اور جب وہ خاندان کے گھروں میں نہ ہو تو وہ بیابان معلوم ہوتے ہیں جیسے وہاں کوئی آدمی موجود نہیں ہوتا۔"

خدا کی قسم اے ابن عباسؓ وہ عظیم مروت والا شریفانہ اخوت والا اور بڑی اہمیت والا اور بھرتیلا اور صحرائی زندگی سے مانوس اور صاف دل اور زمانے کے وساوس کو بہت کم خاطر میں لاتا تھا اور رات دن کو یادِ الٰہی کرنے والا تھا، بھوک اور سیری اس کے نزدیک برابر تھیں وہ دنیا سے بے رغبت تھا اور اس کے اصحاب میں سے کوئی کم ہی تھا جو دنیا سے رغبت رکھتا ہو، وہ دیر تک خاموشی اختیار کیے رکھتا اور بات کو یاد رکھنے والا تھا، گفتگو کرتا تو لوگوں کی زبانیں بند کر دیتا، اشرار اور خبیث آدمی اس سے بھاگتے تھے اور نیک آدمی اس سے اُلفت کرتے، ابن عباسؓ نے کہا جنتی آدمی کے متعلق تیرا کیا خیال ہے اللہ تعالیٰ زید پر رحم کرے، عبداللہ کو اس سے کیا نسبت تھی، اس نے کہا عبداللہ ایک بہادر سردار تھا اس سے لوگ محبت کرتے تھے اور وہ لوگوں کا مطاع تھا اس کی نیکی وسیع تھی اور اس کی جنگ دفاعی تھی، دل کا نرم اور پھرتیلا تھا جو وہ ارادہ کر لیتا اُس سے اُسے کوئی روک نہ سکتا۔ جس کام کے پیچھے پڑ جاتا اُسے کر کے چھوڑتا وہ مہمان نوازی پر خرچ کرنے والا تھا اور اس کا مطیع کرنا مشکل تھا بہت مہمان نواز، بھائیوں کا بھائی اور جوانوں کا جوان تھا اور وہ البرجمی عامر بن سنان کے اشعار کا مصداق تھا ؎

”وہ عدی کا تیز رو پرندہ تھا جو اس پر تیر اندازی کرتا وہ اُسے تیروں سے ڈھیر کر دیتا تھا اور تلوار اور ردینی نیزے سے تباہی مچا دیتا تھا، وہ ہیبت ناک اور بخشش کے لیے مفید اور سخاوت اور اچھے کاموں کا عادی اور تجربہ کار تھا۔“

ابن عباسؓ نے فرمایا ابن صوحان! تو عربوں کے علوم کا ماہر ہے۔

صعصعہ کا ایک اور واقعہ

اور صعصعہ کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے جسے ابوجعفر محمد بن حبیب ہاشمی نے ابی الہیثم یزید بن رجاء الغنوی سے بیان کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ بنو فزارہ کے ایک آدمی اور نیز بنی عدی کے ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ بنی فزارہ کے ایک آدمی نے صعصعہ کو دیکھا تو اس نے اُسے کہا، اے ابن صوحان تو نے لوگوں پر اپنی زبان دراز کر لی ہے کہ وہ تجھ سے ڈر جائیں اور اگر تو چاہے تو میں تیرے ساتھ ایسا چپک جاؤں کہ تو جب بھی

بات کرے ہیں۔ تجھے ایسی زبان کے ساتھ روک دوں جو تلوار کی دھار سے بھی زیادہ تیز ہو پھر تو نہ ٹھہر سکے گا اور نہ چل سکے گا، صعصعہ نے کہا اگر میں تجھ سے ڈر محسوس کرتا تو تجھے تیر مارتا بلکہ میں تو ایک پرچھائی کے سوا کوئی چیز نہیں دیکھ رہا ہوں ایک سراب کی طرح کی کوئی چیز دیکھ رہا ہوں جیسے پیاسا پانی خیال کرتا ہے اور جب اس کے قریب آتا ہے تو اُسے کچھ بھی نہیں ملتا، اگر تو میرا ہم پایہ ہوتا تو میں تیری حاصل کردہ چیزوں کو نیزے سے بھی تیز چیز کے ساتھ مارتا اور ایسے تیروں سے تجھے مارتا جو تجھے مقابلہ سے روک دیتے اور تجھے ایسی نکیل ڈالتا جو تجھے لگام کی جگہ چھلہ ڈال دیتی۔ پس اس نے ابن عباسؓ سے گفتگو جاری رکھی۔ تو آپ فزاری کے متعلق باتیں سن کر ہنس پڑے اور کہا کہ اگر فزاری نے اپنے آپ کو بلند پہاڑوں سے چٹانوں کو اُٹھا کر نشیب میں لانے کا مکلف کیا تو عبدالقیس کے بھائی کے ساتھ جھگڑا کرنے کی نسبت یہ کام زیادہ آسان ہوگا، اس کا باپ ناکام ہوکر وہ کس قدر جاہل ہے وہ عبدالقیس کے بھائی کو جاہل خیال کرتا ہے اُسے مستقل مزاجی نے قوی بنا دیا ہے پھر آپ نے مثال کے طور پر کہا ؎

"تجھ پر جو مصائب پڑے ہیں اور کسی اُمت پر نہیں پڑے، بدبختی بدبختوں
پر ہی پڑتی ہے۔"

ابوایوبؓ اور صعصعہ

المبرد نے ریاشی سے اور اس نے ربیعہ بن عبداللہ نمیری سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے ایک ازدی نے بتایا کہ میں نے جنگ نہروان کے روز حضرت ابوایوب انصاری کو دیکھا کہ آپ عبداللہ بن وہب راسبی پر سوار ہیں، آپ نے اس کے کندھے پر تلوار ماری تو اس کا ہاتھ الگ کر دیا اور کہا اے خارجی اسے دوزخ میں لے جا عبداللہؓ نے کہا عنقریب تجھے پتہ چل جائے گا کہ کون آگ میں جانے کا زیادہ مستحق ہے، انہوں نے کہا تیرے باپ کی قسم میں بہتر جانتا ہوں، اتنے میں صعصعہ بن صوحان آ کر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا خدا کی قسم آگ میں داخل ہونے کا زیادہ مستحق وہ ہے جو دنیا میں اندھا ہو کر گمراہ ہوگیا اور آخرت کی طرف بدبخت ہو کر گیا۔ اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک اور برباد کرے۔ خدا کی قسم میں نے کل تجھے اس بچھڑنے کے بارے میں انتباہ کیا تھا اور تو نے ایڑیوں کے بل پھرتے ہوئے انکار کیا تھا اے خارجی اپنے انجام کا مزا چکھ اور اس نے ابوایوب کو اس کے قتل میں شریک کیا۔ آپ نے

اُسے ایک تلوار کی ضرب لگائی اور اس کی ٹانگ الگ کر دی اور دوسری اس کے پیٹ میں گھسیڑ دی اور کہا اب تو اس آگ کی طرف گیا ہے جو سرد نہ ہو گی اور نہ اس کی جلن کم ہو گی پھر ان دونوں نے اس کا سر کاٹا اور اُسے حضرت علی رضؓ کے پاس لائے اور کہنے لگے کہ یہ عبداللہ بن وہب فاسق، عہد شکن اور خارجی کا سر ہے۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور چیں بر جبیں ہو کر کہا یہ چہرہ سیاہ ہو جائے، ہمیں خیال ہوا کہ آپ رو رہے ہیں پھر کہنے لگے کہ راسب کتاب اللہ کا حافظ اور حدود الٰہی کا تارک تھا پھر ان دونوں سے کہا مجھے وہ پستانوں والا آدمی تلاش کر دو، انہوں نے تلاش کی مگر وہ نہ ملا اور انہوں نے واپس آکر کہا ہمیں اب کچھ نشان نہیں ملا آپ نے کہا خدا کی قسم وہ آج ہی قتل ہوا ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھوٹ کہا ہے اور نہ ہی میں نے آپ پر افترا کیا ہے سب مل کر اُسے تلاش کرو تو آپ کے اصحاب میں سے ایک جماعت اُٹھی اور اس نے مقتولوں میں بکھر کر انہیں دیکھا تو انہیں ایک ایسی جگہ پر اس کی لاش مل گئی جس کی روئیدگی ابھی نمایاں نہ ہوئی تھی، اس کے اوپر ایک سو کے قریب مقتول پڑے ہوئے تھے پس انہوں نے اُسے نکالا اور اُسے ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹ کر حضرت علی رضؓ کے پاس لے آئے آپ نے کہا گواہ رہنا کہ یہ پستانوں والا ہے، پستانوں والے کے حالات اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکے ہیں)

ربیعہ کے متعلق حضرت علیؓ کا قول

ربیعہ کے متعلق حضرت علی رضؓ کا مدحیہ کلام بہت سا ہے آپ نے نظم و نثر میں ان کے مرثیے کہے ہیں، وہ آپ کے انصار اور مضبوط سہارے تھے آپ نے جنگ صفین میں کہا ہے

" اور سیاہ علم کس کے لیے تھا جس کا سایہ لہرا رہا تھا اور جب حضین کو کہا گیا کہ اس علم کو لے کر بڑھو تو وہ آگے بڑھ گیا اور اُسے لے کر صف میں گھس گیا یہاں تک کہ اس نے اُسے موت کے حوضوں سے دو دفعہ سیراب کیا اور اس سے موت اور خون ٹپک رہا تھا، اللہ تعالیٰ اس قوم کو جزا دے جو اس کی ملاقات کی خاطر موت کے پاس آگے بڑھ بڑھ کر لڑے، جب لوگوں کی آوازیں غم کا اظہار کرتیں تھیں تو اس کے حالات و واقعات اور خصائل و عادات کیسے اچھے ہوتے تھے اور وہ کس قدر معزز اور کریم آدمی تھا میری

مراد ربیعہ سے ہے جب وہ بے شمار لشکر سے جنگ کرتے ہیں تو وہ بہت جنگجو
ثابت ہوتے ہیں ۔"

معاویہ اور جمیل بن کعب

المدائنی نے بیان کیا ہے کہ معاویہ نے جمیل بن کعب ثعلبی کو قید کر لیا وہ سادات ربیعہ میں سے تھا اور حضرت علیؓ کا پیرو کار اور مددگار تھا۔۔۔ جب وہ معاویہ کے سامنے کھڑا ہوا تو معاویہؓ نے کہا اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے مجھے تجھ پر قوت بخشی ہے کیا تو نے جنگ جمل کے روز نہیں کہا تھا کہ ۔

"اُمت ایک عجیب معاملے میں پڑ گئی ہے اور کل حکومت اس کے لیے ہو گی
جو غالب آجائے گا اور میں نے سچ بات کہی ہے کل عرب کے سردار ہلاک ہو
جائیں گے ۔"

اس نے کہا یہ نہ کہہ یہ ایک مصیبت ہے، معاویہ نے کہا کہ اس نعمت سے بڑی کون سی نعمت ہے کہ اللہ تعالے نے مجھے اس شخص پر کامیابی بخشی ہے جس نے ایک گھنٹہ میں میرے کئی حامی اصحاب کو قتل کر دیا تھا، اسے قتل کر دو، اس نے کہا اے اللہ گواہ رہیو کہ معاویہؓ نے مجھے تیری راہ میں قتل نہیں کیا اور نہ اس لیے قتل کیا ہے کہ تو میرے قتل سے راضی ہے بلکہ اس نے مجھے دنیا کے سامان کے لیے قتل کیا ہے پس اگر وہ ایسا کرے تو تُو بھی اس سے وہی سلوک کرنا جس کا وہ اہل ہے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو تو اس سے وہ سلوک کرنا جس کا تو اہل ہے، معاویہ نے کہا اللہ تیرا ستیاناس کرے، تو نے مجھے حد درجہ کی بلیغ گالی دی ہے پھر اس نے اُسے چھوڑنے کا حکم دے دیا اور معاویہ نے نعمان بن منذر کے اشعار سے مثال بیان کی اور نعمان کے سوا یہ اشعار کسی سے نہیں کہے جیسا کہ ابن الکلبی نے بیان کیا ہے ۔

"اور بادشاہ بڑی باتوں کو اپنی فضیلت کے باعث معاف کر دیتے ہیں
اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی سزا دے دیتے ہیں اور یہ سزا ان کی جہالت کی وجہ
سے نہیں ہوتی، صرف اس لیے کہ لوگ ان کی فضیلت کو جان لیں اور ان کی سزا
سے خوف پیدا ہو۔"

معاویہ اپنی موت کے وقت

لوط بن یحییٰ اور ابن داب اور الہیثم بن عدی وغیرہ ناقلین اخبار نے بیان کیا ہے کہ جب معاویہ کی

موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مثال کے طور پر یہ شعر پڑھا ؎

"یہ موت ہے جس سے چھٹکارا نہیں ہو سکتا اور موت کے بعد جو چیزیں ڈراتی ہیں وہ بڑی بھیانک اور قبیح ہیں۔"

پھر کہا اے اللہ لغزشوں کو معاف فرما اور جو شخص تیرے سوا کسی سے اُمید نہیں رکھتا اور نہ کسی پر بھروسہ کرتا ہے اس کے جہل پر اپنے حلم کی سخاوت کر، اور تو وسیع مغفرت والا ہے اور خطاکار کے لیے کوئی جائے فرار نہیں، اس بات کا پتہ سعید بن المسیب کو چلا تو انہوں نے کہا کہ اس نے اس ہستی کی طرف رغبت کی ہے کہ اس جیسی کوئی ہستی اُسے مرغوب نہ تھی اور میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُسے عذاب نہ دے گا۔

اور محمد بن اسحٰق وغیرہ ناقلین آثار نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہؓ مرض الموت کے آغاز میں حمام میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنی جسمانی کمزوری کو دیکھا تو اس کے فنا ہونے پر اور بڑھاپے کے آثار کو دیکھ کر رو پڑے اور مثال کے طور پر کہا ؎

"میں زمانے کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جلدی جلدی مجھے توڑ رہا ہے اور میرے کچھ حصے کو لے گیا ہے اور کچھ کو چھوڑ گیا ہے میرے طول و عرض پر مہربانی فرما زمانے نے مجھے دیر تک کھڑا رہنے کے بعد بٹھا دیا ہے۔"

اور جب ان کا وقت قریب آگیا اور ان کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور وہ صحت یاب ہونے سے مایوس ہو گئے تو کہنے لگے ؎

"اے کاش میں حکومت کو ایک ساعت نہ دیکھتا اور نہ لذات میں اپنی آنکھوں کو اندھا کرتا اور میں دو بوسیدہ چادروں والے شخص کی طرح ہوں جو صرف زملتے میں گزارا کرتا رہا یہاں تک کہ قبرستان والوں سے جا ملا۔"

مسعودی بیان کرتا ہے کہ معاویہؓ اور علیؓ کے بہت سے واقعات ہیں، ہم نے ان میں سے مشہور واقعات کو بیان کیا ہے اور جو کچھ اس کے دور میں ہوا اُسے ہم نے اپنی دونوں کتابوں "اخبار الزمان" اور الاوسط میں بیان کر دیا ہے اور ان کے علاوہ ہم نے اپنی کتابوں میں صرف آثار کو بیان کیا ہے اور یہ باب وسیع اور اس کتاب میں بہت سی باتیں آگے پیچھے بیان ہوئی ہیں اور جو شخص اختصار سے بیان کرنے کا ذمہ دار ہوا اس کے

لیے زیادہ بیان کرنا جائز نہیں۔

اس کتاب کے ہر باب میں ہم صرف ہر نوع کے علوم و واقعات میں سے عمدہ باتوں اور منتخب آثار کو بیان کریں گے تاکہ ہم نے جس چیز کا ذکر کیا ہے اور جسے چھوڑا ہے اس پر نظر ڈالنے والا اس سے اپنے مطلب پر استدلال کر سکے اور اپنی پہلی کتب میں ہم نے ان کے اوصاف کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے،

اب ہم اختصار کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کی کچھ فضیلت بیان کریں گے، کیونکہ وہ بعد والوں پر حجت ہیں اور پیچھے آنے والوں کے لیے نمونہ ہیں و باللہ التائید۔

صحابہؓ اور ان کی مدح کا بیان

علیؓ، عباسؓ اور ان کی فضیلت

معاویہؓ اور عبداللہ بن عباسؓ

عبداللہ بن عباسؓ، معاویہؓ کے پاس گئے تو ان کے پاس سرداران قریش بیٹھے ہوئے تھے جب آپ سلام کر کے بیٹھ گئے تو معاویہ نے انہیں کہا، میں آپ سے کچھ مسائل دریافت کرنا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا جو پوچھنا ہے پوچھو!

حضرت ابوبکرؓ کی تعریف

معاویہؓ نے کہا تو ابوبکرؓ کے متعلق کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے خدا کی قسم وہ قرآن کی تلاوت کرنے والا تھا اور بُری باتوں سے روکنے والا تھا اور اپنے گناہوں کو جانتا تھا اور خدا تعالیٰ سے خائف تھا اور شبہات سے ڈانٹنے والا تھا اور نیکی کا حکم دینے والا تھا اور قائم اللیل اور صائم النہار تھا اور اپنے ساتھیوں سے تقویٰ میں بڑھ کر تھا اور زہد و عفت میں ان کا سردار تھا۔ پس اس شخص پر اللہ کا غضب ہو جو اس پر طعن کرے۔

حضرت عمرؓ کی تعریف

معاویہؓ نے کہا اے ابن عباسؓ، تو عمرؓ بن خطاب

کے متعلق کیا کہتا ہے ، اس نے کہا اللہ تعالےٰ ابوحفص (عمرؓ) پر رحم فرمائے ، قسم بخدا وہ اسلام کے حلیف ، یتیموں کی پناہ گاہ احسان کا منتہیٰ ایمان کا محل ، کمزوروں اور راست رو لوگوں کی پناہ گاہ تھے ، انہوں نے صبر و احتساب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حق کو قائم کیا یہاں تک کہ دین کو واضح کر دیا اور ممالک کو فتح کیا اور لوگوں کو امن دیا پس جو شخص ان کی تنقیص کرے اللہ تعالیٰ قیامت تک اس پر لعنت کرے -

حضرت عثمانؓ کی تعریف

معاویہؓ بولے تم عثمانؓ کے بارے میں کیا کہتے ہو ؟ ابن عباسؓ نے کہا اللہ تعالیٰ ابوعمرو پر رحم فرمائے قسم بخدا وہ بہترین مددگار اور نیک آدمی تھے ، سحری کے وقت بہت اُٹھنے والے اور دوزخ کے ذکر کے وقت بہت گریہ کرنے والے اور ہر نیکی کے وقت تیار اور ہر بخشش کے وقت بہت سبقت کرنے والے ، حیا دار اور وفا دار تھے ، جیش عُسرت کے تیار کرنے والے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے اور جو شخص ان پر لعنت کرے اللہ تعالےٰ قیامت تک اس پر لعنت کرنے والوں کی لعنت ڈالتا رہے ، معاویہ نے کہا تو علی رضؓ کے متعلق کیا کہتا ہے -

حضرت علیؓ کی تعریف

ابن عباسؓ نے کہا اللہ تعالیٰ ابوالحسن سے راضی ہو قسم بخدا وہ ہدایت کا عَلم ، تقوےٰ کی پناہ گاہ ، عقل کے اُترنے کی جگہ ، سخاوت کا سمندر ، دانش کا پہاڑ ، مخلوق کے لیے بلندی کی پناہ اور عظیم راہ کا داعی اور مضبوط کڑے کو پکڑنے والا تھا ، وہ مومنوں اور متقیوں سے بہتر اور چادر قمیص پہننے والوں سے افضل اور جوتا پہننے والوں اور دوڑنے والوں سے نیک اور بولنے پڑھنے والوں سے فصیح اور انبیاء اور مصطفیٰؐ کے سوا سب سے زیادہ ہمراز اور صاحب القبلتین تھا کیا کوئی شخص اس کی ہمسری کر سکتا ہے کہ وہ سبطین کا باپ ہے ، کیا کوئی اس کا مقابلہ کر سکتا ہے کہ وہ خیر النساء کا خاوند ہے کیا کوئی اس سے فوقیت حاصل کر سکتا ہے ، وہ بلد الامین کا باسی اور شیروں سے لڑنے والا اور جنگوں میں چالیں چلنے والا ہے ، میری آنکھوں نے اس جیسا آدمی نہ دیکھا ہے اور نہ آئندہ دیکھیں گی اور جو اس کی تنقیص کرے اس پر قیامت تک اللہ تعالےٰ اور لوگوں کی لعنت ہو -

معاویہ رضؓ نے کہا اے ابن عباسؓ تو نے اپنے عم زاد کی بہت تعریف کی ہے ، اپنے

باپ عباسؓ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔

حضرت عباسؓ کی تعریف

ابن عباسؓ نے کہا، اللہ تعالیٰ ابوالفضل عباس پر رحم فرمائے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا اور صفی اللہ کی آنکھ کی ٹھنڈک اور چچاؤں کا سردار تھا اس کے اخلاق اپنے سخی آباء کے سے تھے اور عقل اپنے بزرگ، اجداد کی سی تھی، اس کی فضیلت کے اسباب بہت تھے اور اس نے بیت اللہ، سقایہ، مشاعر اور تلاوت کا انتظام کیا اور وہ ایسا کیوں نہ ہوتا اس کا انتظام اس سے بھی کیا جو سب مخلوقات سے معزز تھا معاویہ نے کہا اے ابن عباسؓ تو اپنے اہل بیت کے متعلق فصیح اور عمدہ گفتگو کرنے والا ہے اس نے جواب دیا میں ایسا کیوں نہ ہوں جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللّٰھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل۔ اے اللہ اسے دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطا فرما پھر اس گفتگو کے بعد ابن عباسؓ نے کہا۔

عام صحابہؓ کی تعریف

اے معاویہؓ اللہ تعالیٰ کی ثنا بڑی ہے اور اس کے نام پاک ہیں، اس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے صحابہ سے مخصوص فرمایا ہے جنہوں نے اُسے اپنے جان و مال پر ترجیح دی اور ہر حالت میں اس کے لیے اپنی جانوں کو قربان کیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ان کی تعریف فرماتا ہے "رحماء بینھم" وہ دین کے نشانات کے ذمہ دار بنے اور انہوں نے مسلمانوں کے لیے خالص اجتہاد کیا یہاں تک کہ اس کی راہیں ٹھیک ہوگئیں اور اس کے وسائل قوی ہوگئے اور نعماء الٰہی نمایاں ہوگئیں اور اس کا دین مضبوط ہوگیا اور اس کے نشانات واضح ہوگئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے شرک کو ذلیل کیا اور سرداران شرک کو ختم کیا اور ان کے ستونوں کو مٹا دیا اور خدا کا بول بالا ہوگیا اور کفار ذلیل ہوگئے، پس ان پاکیزہ نفوس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، وہ زندگی میں بھی اولیاء اللہ تھے اور بعد الموت بھی زندہ ہوں گے اور وہ بندگانِ خدا کے خیرخواہ تھے اور وہ آخرت میں پہنچنے سے قبل ہی آخرت کی طرف سفر کر گئے تھے اور وہ دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ابھی تک اس میں موجود ہیں، معاویہؓ نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا اے ابن عباسؓ بس کرو، کچھ اور باتیں بھی کرنی ہیں۔

یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کے دَور کا بیان

مختصر حالات یزید بن معاویہ کی بیعت ہوئی، اس کا دَورِ حکومت آٹھ ماہ کم تین سال آٹھ ماہ تھا اور معاویہؓ نے اپنی موت سے قبل اپنے بیٹے یزید کے لیے لوگوں سے بیعت لی، اس بارے میں عبد اللہ بن ہمام سلولی کہتا ہے ؎

"یزید نے اپنے باپ سے حکومت کو جلدی جلدی حاصل کیا، اے معاویہ! اسے یزید سے لے لے، حکومت کو تم سے محبت ہو گئی ہے پس اسے جلدی جلدی لے لو اور اس سے دُور نشانے نہ مارو۔"

اور یزید ۱۷ صفر سنہ ۶۴ھ کو دمشق کے علاقے میں حوارین کے مقام پر ۳۳ سال کی عمر میں فوت ہو گیا اس بارے میں عنزہ قبیلہ کا ایک آدمی کہتا ہے ؎

"اے وہ قبر جو حوارین میں ہے تُو نے اپنے اندر تمام لوگوں سے بڑے آدمی کو چھپایا ہوا ہے۔"

اور اخطل نصرانی نے اس کا مرثیہ کہا وہ اپنے قصیدہ میں کہتا ہے ؎

"میری زندگی کی قسم، خالد نے لحد میں ایک ایسے فوت شدہ شخص کو اتارا ہے جو کمزور دل اور کینہ پرور نہ تھا وہ حوارین میں اقامت پذیر ہے اور وہاں سے جُدا ہونے والا نہیں، صبح کی بارش اُسے اور اس کی قبر کو سیراب کرے۔"

حضرت حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے ساتھ اہلبیت اور پیروکاروں میں سے قتل ہونے والے لوگوں کا بیان

اہل کوفہ کا حسین کو دعوت دینا جب معاویہؓ فوت ہو گئے تو اہل کوفہ نے حضرت حسینؓ کے ساتھ مراسلت کی کہ ہم نے اپنے آپ کو

آپ کی بیعت کے لیے روکا ہوا ہے اور ہم آپ کی حفاظت کرتے ہوئے مرجائیں گے اور ہم آپ کی وجہ سے جمعہ اور جماعت میں بھی حاضر نہیں ہوتے۔

مدینہ میں یزید کی بیعت کے لیے حضرت حسینؓ سے مطالبہ کیا گیا لیکن بات طے کرنے میں تاخیر ہو گئی اور آپ اپنے غلاموں کو تحفے دیتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے نکل گئے ؎

"میں طلوع صبح کے وقت سودے بازی سے غارت گری کرنے والے سے نہیں ڈرا اور نہ مجھے یزید کے لیے بلایا گیا تھا، جس روز موت کے خوف کی وجہ سے میرے ساتھ ظلم ہوا، مؤتیں مجھے دیکھ رہی تھیں کہ میں کترا جاؤں۔"

مسلم بن عقیلؓ کا حضرت حسینؓ سے پہلے کوفہ جانا

آپ مکہ آ گئے اور اپنے عم زاد مسلمؓ بن عقیل کو کوفہ کی طرف بھیجا اور اُسے کہا کہ اہل کوفہ کی طرف جاؤ اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اگر وہ درست ہے تو مجھے بتا، میں بھی آپ کے پاس آجاؤں گا، حضرت مسلم نصف رمضان کو مکہ سے چلے اور ۵ شوال کو کوفہ پہنچ گئے، ان دنوں کوفہ کا امیر نعمان بن بشیر انصاری تھا، آپ خفیہ طور پر عوسجہ نامی آدمی کے ہاں فروکش ہوئے، جب آپ کی آمد کی خبر مشہور ہو گئی تو بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کی بیعت کی اور بعض کہتے ہیں کہ اٹھارہ ہزار نے کی۔ پس آپ نے حضرت حسینؓ کو اطلاع دی اور انہیں اپنے پاس آنے کے لیے کہا۔

حضرت ابن عباسؓ کا حضرت حسینؓ کو نصیحت کرنا

جب حضرت حسین علیہ السلام نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو حضرت ابن عباسؓ نے انہیں آکر کہا اے عم زاد، مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں، وہ لوگ بدعہد ہیں اور آپ کو صرف جنگ کے لیے بلا رہے ہیں، جلد بازی سے کام نہ لیجیے اور اگر آپ نے اس سرکش سے جنگ کا ارادہ کر لیا ہے اور مکہ میں ٹھہرنا پسند نہیں کرتے تو یمن کی طرف چلے جائیے کیونکہ وہ گوشۂ تنہائی میں ہے اور وہاں پر آپ کے مددگار اور بھائی بھی ہیں، پس وہاں اقامت اختیار کیجیے اور اپنے داعیوں کو پھیلا دیجیے اور اہل کوفہ اور اپنے عراقی مددگاروں کی طرف لکھیے کہ وہ اپنے امیر کو نکال

باہر کریں اور اگر وہ اس بات کی قوت پائیں اور اُسے وہاں سے نکال دیں تو وہاں پر آپ کا کوئی شخص دشمن نہ ہوگا پھر وہاں چلے جانا لیکن میں ان کی بدعہدی سے مطمئن نہیں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو اپنی جگہ پر ٹھہرے رہیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو لے آئے، نیز وہاں پر قلعے اور گھاٹیاں بھی ہیں، حضرت حسینؓ نے جواب دیا اے عم زاد! میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ میرے خیر خواہ اور مشفق ہیں لیکن مسلمؓ بن عقیل نے مجھے لکھا ہے کہ تمام اہل شہر میری بیعت اور مدد کے لیے اکٹھے ہو چکے ہیں اور میں نے ان کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا ہے، حضرت ابن عباسؓ نے کہا وہ لوگ آپ کے دیکھے بھالے اور آزمائے ہوئے ہیں اور وہ آپ کے باپ اور بھائی کے اصحاب ہیں اور وہ کل آپ کو اپنے امیر کے ساتھ مل کر قتل کر دیں گے، اور اگر آپ چلے گئے اور ابن زیاد کو آپ کے جانے کی اطلاع مل گئی تو وہ انہیں آپ کی طرف دوڑائے گا اور جن لوگوں نے آپ کی طرف خط لکھے ہیں وہ آپ کے شدید ترین دشمن ہیں اور اگر آپ نے میری بات نہ مانی اور کوفہ جانا چاہیں تو اپنے بچوں اور مستورات کو ساتھ نہ لے جائیں، خدا کی قسم مجھے اس بات کا خدشہ ہے کہ آپ حضرت عثمانؓ کی طرح عورتوں اور بیٹوں کے دیکھتے دیکھتے قتل ہو جائیں گے، اس بات کے جواب میں حضرت حسینؓ نے کہا خدا کی قسم مجھے اس جگہ قتل ہو جانا مکہ میں ٹھہرنے سے زیادہ محبوب ہے، حضرت ابن عباسؓ مایوس ہو کر ان کے پاس سے چلے گئے اور عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس سے گزرے تو کہنے لگے اے ابن زبیرؓ تیری آنکھ ٹھنڈی ہو، اور یہ شعر پڑھنے لگے ؎

"اے معمر کی چنڈول تیرے لیے فضا خالی ہو گئی ہے پس تو انڈے دے اور گیت گا، اور جسے چاہے ٹھونگا مار۔"

حسینؓ عراق کی طرف جا رہا ہے اور تجھے اور حجاز کو اکیلا چھوڑ رہا ہے۔"

حضرت حسینؓ اور حضرت ابن زبیرؓ

حضرت ابن زبیرؓ کو اطلاع ملی کہ وہ کوفہ جا رہے ہیں اور وہی اس پر سب سے زیادہ گراں تھے اور مکہ میں ان کے ٹھہرنے نے اُسے غمزدہ کیا ہوا تھا کیونکہ لوگ اُسے حضرت حسینؓ کے برابر خیال نہیں کرتے تھے اور کوئی چیز اُسے حضرت حسینؓ کے مکہ سے چلے جانے سے زیادہ محبوب نہ تھی، اس نے آکر کہا اے ابو عبداللہ آپ کا عندیہ کیا ہے؟ خدا کی قسم جو لوگ خدا کے نیک بندوں کو ذلیل کر رہے ہیں اور ان پر ظلم کر رہے ہیں تو ان کے ساتھ جہاد کو ترک کرنے کے بارے

میں اللہ سے ڈرتا ہے۔

حضرت حسین علیہ السلام نے جواب دیا میں نے کوفہ جانے کا ارادہ کر لیا ہے، ابن زبیرؓ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے، اگر وہاں پر آپ کی طرح میرے مددگار ہوتے تو میں بھی وہاں جانے سے کنارہ کش نہ ہوتا۔ پھر اس ڈر سے کہ کہیں وہ اتہام نہ لگائیں کہنے لگا اگر آپ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہتے اور آپ ہمیں اور اہل حجاز کو اپنی بیعت کی دعوت دیتے تو ہم اُسے قبول کرتے اور جلدی سے آپ کی طرف آتے اور آپ یزید اور ابو یزید سے بیعت کے زیادہ حق دار ہیں۔

ابوبکر بن ہشام کی نصیحت

ابوبکر بن حارث بن ہشام نے حضرت حسینؑ کے پاس آکر کہا اے عم زاد، رشتہ داری مجھے تم پر مہربان کر رہی ہے میں نہیں جانتا کہ آپ کو کیسے نصیحت کروں، آپ نے کہا اے ابوبکر تو ان لوگوں میں سے ہے جو نہ خائن ہیں اور نہ اُن پر اتہام لگایا جا سکتا ہے تو جو کہنا چاہتا ہے کہہ، اس نے کہا آپ کا باپ سب سے سابق اور اسلام میں بہتر اور بڑا جنگ جو تھا اور لوگ اس سے مؤخر تھے اور اسی سے زیادہ باتیں سُنتے اور اسی پر اجماع کرتے تھے پس وہ معاویہؓ کی طرف گیا تو اہل شام کے سوا سب اس پر متفق تھے اور وہ معاویہ سے زیادہ معزز تھا۔ لوگوں نے اُسے چھوڑ دیا اور دُنیا کی حرص و لالچ میں اس کی مدد نہ کی۔ پس انہوں نے اُسے گھونٹ گھونٹ غصہ پلایا اور اُن کی مخالفت کی یہاں تک کہ وہ رضا الٰہی سے فوت ہو گئے پھر انہوں نے آپ کے باپ کے بعد آپ کے بھائی سے جو سلوک کیا اُسے آپ نے دیکھا ہے پھر آپ ان لوگوں کی طرف جا رہے ہیں جنہوں نے آپ کے باپ اور بھائی پر زیادتی کی، آپ ان کے ساتھ شامیوں اور عراقیوں سے اور اس شخص کے ساتھ جنگ کریں گے جو آپ سے زیادہ طاقت ور اور تیاری کیے ہوئے ہے اور لوگ اس سے بہت خائف ہیں اور اس سے بہت سی امیدیں بھی رکھتے ہیں اگر انہیں پتہ چل گیا کہ آپ ان کی طرف جا رہے ہیں تو وہ مال دے کر لوگوں کو سرکش بنا دیں گے وہ دنیا کے غلام ہیں۔ اور جس نے آپ کی نصرت کا وعدہ کیا ہے وہ آپ سے لڑے گا اور آپ کو چھوڑ دے گا پس اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیجیے، حضرت حسینؑ نے کہا اے عم زاد اللہ تعالیٰ تجھ کو جزائے خیر دے آپ نے اپنی رائے کو اچھی طرح پیش کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو

فیصلہ کیا ہے وہ ہو کر رہے گا، اس نے کہا اے ابو عبداللہ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کے پاس ہمارا احتساب ہوگا۔ پھر اس نے حارث بن خالد بن العاص بن ہشام مخزومی والئ مکہ کے پاس جا کر کہا ؎

"ہم کتنے ہی ناصحین کو دیکھتے ہیں کہ ان کی بات کو قبول نہیں کیا جاتا اور غیب کی شکوک باتیں خیر خواہ کو پا لیتی ہیں"

اس نے کہا یہ کیا بات ہے تو اس نے اُسے وہ باتیں بتائیں جو اس نے حضرت حسینؓ سے کہی تھیں اور کہا رب کعبہ کی قسم میں نے اُن کی خیر خواہی کی ہے۔

یزید کی تیاری

یزید کو اطلاع ملی تو اس نے عبیداللہ بن زیاد کو لکھا کہ اُسے کوفہ کا والی مقرر کیا جاتا ہے چنانچہ وہ بصرہ سے سوار ہو کر جلد جلد کوفہ آیا اور اپنے اہل اور حشم و خدم کے ساتھ کوفہ میں داخل ہوا اور اس نے سیاہ عمامے کا ڈھاٹا باندھا ہوا تھا اور خچر پر سوار تھا۔ لوگ چونکہ حضرت حسینؓ کی آمد کی توقع لگائے بیٹھے تھے ابن زیاد نے لوگوں کو سلام کہا تو انھوں نے کہا اے ابن رسول اللہ تجھ پر سلام، آپ بہت اچھے موقع پر آئے ہیں یہاں تک کہ وہ گورنر کے محل میں جا پہنچا جہاں نعمان بن بشیر مقیم اور قلعہ بند تھا اس نے جھانک کر کہا اے ابن رسول اللہ میرے اور آپ کے درمیان کونسی بات ہے اور آپ کو میرے ملک میں آنے پر کس بات نے آمادہ کیا ہے، تو ابن زیاد نے کہا اے نازو نعمت میں پلنے والے تمہاری نیند لمبی ہو گئی ہے اور اس نے اپنے منہ سے ڈھاٹا اتار دیا، اس نے پہچان کر اس کے لیے دروازہ کھول دیا اور لوگوں نے ابن مرجانہ ابن مرجانہ پکارنا شروع کر دیا اور اُسے سنگریزے مارے مگر وہ ان سے بچ کر محل میں داخل ہو گیا اور جب ابن زیاد کو، مسلم بن عقیل کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ ہانی بن عروہ مرادی کے ہاں چلے گئے ہیں تو اس نے مسلم پر جاسوس مقرر کر دیے انہوں نے ان کے ٹھکانے کو معلوم کر لیا اور محمد بن اشعث نے ابن قیس کو ہانی کی طرف بھیجا، اس نے آ کر اس سے مسلم کے متعلق پوچھا اس نے انکار کر دیا تو ابن زیاد نے اُسے سخت سست کہا، ہانی نے کہا کہ زیاد تیرے باپ کا مجھ پر ایک احسان ہے اور میں اس کا بدلہ دینا چاہتا ہوں، کیا تجھے بھلائی میں کوئی دلچسپی ہے، ابن زیاد نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ تو اور تیرے اہلبیت صحیح و سلامت اپنے اموال کے ساتھ

اہل شام کی طرف چلے جائیں، اب وہ شخص آگیا ہے جو تجھ سے اور تیرے آقا کے حق سے زیادہ حق دار ہے ابن زیاد نے کہا اسے میرے قریب کرو، انہوں نے اسے (ہانی کو) قریب کیا تو اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی کو اس کے منہ پر مارا یہاں تک کہ اس کی ناک شکستہ ہوگئی اور ابرو پھٹ گیا اور اس کے رخسار کا گوشت بکھر گیا اور اس نے چھڑی کو اس کے منہ اور سر پر مار مار کر توڑ دیا اور ہانی نے اپنے ہاتھ کو ایک پولیس مین کی تلوار کے دستے پر مارا مگر اس آدمی نے اسے کھینچ لیا اور اُسے تلوار نہ دی اور ہانی کے اصحاب نے دروازے پر شور مچا دیا کہ ہمارے صاحب کو قتل کر دیا گیا ہے، پس ابن زیاد نے انہیں ڈرایا اور اُسے ایک کمرے میں بند کرنے کا حکم دیا جو اس کی نشست گاہ کے پہلو میں تھا اور ابن زیاد نے قاضی شریح کو لوگوں کے پاس بھیجا اس نے ان کے پاس گواہی دی کہ وہ زندہ ہے اور اُسے قتل نہیں کیا گیا تو وہ لوگ واپس چلے گئے۔

حضرت مسلمؓ بن عقیل پر حملہ اور گرفتاری

جب مسلم کو اس کارروائی کا پتہ چلا جو ابن زیاد نے ہانی کے ساتھ کی تھی تو اس نے منادی کو حکم دیا تو اس نے پکارا "اے منصور" یہ ان کا شعار تھا پس اہل کوفہ نے ایک دوسرے کو اس شعار کے ساتھ آواز دی تو ایک ہی وقت میں اٹھارہ ہزار آدمی اکٹھے ہوگئے اور ابن زیاد کی طرف گئے تو وہ ان سے بچنے لگا، انہوں نے محل میں اس کا محاصرہ کرلیا، ابھی مسلم نے شام نہیں کی تھی کہ اس کے ساتھ صرف ایک سو آدمی رہ گیا، اور جب اس نے لوگوں کو اپنے آپ سے الگ ہوتے دیکھا تو وہ کندہ کے دروازوں کی طرف چل پڑا۔ ابھی وہ دروازے پر نہیں پہنچا تھا کہ اس کے ساتھ تین آدمی رہ گئے پھر وہ دروازے سے باہر آیا تو اس کے ساتھ ایک آدمی بھی نہ تھا وہ حیرت زدہ ہوکر کھڑا ہوگیا اُسے یہ بھی پتہ نہ تھا کہ اُسے کہاں جانا ہے اور نہ ہی اُسے کوئی راستہ بتانے والا تھا پس وہ اپنے گھوڑے سے اُتر پڑا اور انگشت بدنداں ہوکر کوفہ کی گلیوں میں چلنے لگا اُسے یہ بھی پتہ نہ تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے یہاں تک کہ وہ اشعث بن قیس کی لونڈی کے گھر پہنچ گیا اور اس سے پانی مانگا، اس نے اُسے پانی پلایا پھر اس سے اس کا حال پوچھا تو اس نے اُسے سب سرگزشت سنائی اس نے ترس کھا کر آپ کو پناہ دے دی، اس کا بیٹا آیا تو اُسے آپ کی جگہ کا علم ہوگیا

اس نے صبح کو محمد بن اشعث کے پاس جا کر اُسے بتایا اور ابن اشعث نے جا کر ابن زیاد کو اطلاع دے دی، اس نے کہا جاؤ اُسے میرے پاس لاؤ اور اس نے اس کے ساتھ عبداللہ بن عباس سلمی کو ستر آدمی دے کر بھیجا تو انہوں نے گھر میں مسلم پر حملہ کر دیا۔ مسلم نے بھی تلوار کے ساتھ ان پر شدید حملہ کیا اور انہیں گھر سے نکال دیا پھر انہوں نے یہ کیفیت دیکھی تو مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر آپ کو پتھر مارنے لگے اور سرکنڈوں کے سروں کو آگ لگا کر انہیں چھتوں کے اُوپر سے ان پر پھینکنے لگے، جب آپ نے یہ کیفیت دیکھی تو کہا کیا یہ سب لوگ مسلم رضؓ بن عقیل کے قتل کے لیے آئے ہیں، اے دل! موت کی طرف جا، جس سے بچنے کی کوئی جگہ نہیں، پھر آپ تلوار سونت کر گلی کی طرف نکلے اور ان سے جنگ کی آپ کے اور بکیر ابن حمران الاحمری کے درمیان دو دو ہاتھ ہوئے اور بکیر نے مسلم کے مُنہ پر تلوار ماری جس سے آپ کا اُوپر کا ہونٹ کٹ گیا اور تلوار دُوسرے ہونٹ میں کھُب گئی اور مسلم نے بھی اس کے سر پر زبردست وار کیا پھر دُوسرا وار اس کے کندھے پر گیا، قریب تھا کہ وہ اس کے پیٹ تک پہنچ جائے اور وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا ؎

"میں قسم کھاتا ہوں کہ میں شریفانہ طور پر قتل ہوں گا اگرچہ موت کو میں ایک
کڑوی چیز دیکھ رہا ہوں، ہر شخص ایک دن اس بُری چیز سے ملاقات کرنے
والا ہے میں جھٹلائے جانے اور دھوکا کھانے سے ڈرتا ہوں۔"

جب لوگوں نے مسلم کی یہ حالت دیکھی تو محمد بن اشعث نے آگے بڑھ کر اُسے کہا تو نہ جھٹلایا جائے گا اور نہ تجھے دھوکا دیا جائے گا اور اس نے آپ کو امان دے دی تو مسلم نے اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیا اور وہ اُنہیں ایک خچر پر سوار کر کے ابن زیاد کے پاس لائے اور ابن اشعث نے امان دیتے وقت آپ کی تلوار اور کپڑے چھین لیے تھے ایک شاعر ابن اشعث کی ہجو کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

"تو نے بُزدلی سے اپنے چچا کو چھوڑ دیا کہ تو اس کے ورے لڑے گا۔
حالانکہ اگر تو نہ ہوتا تو وہ محفوظ ہوتا۔ اور تو نے آلِ بیت محمدؐ کے ایک
آنے والے آدمی کو قتل کر دیا اور اس کی تلواروں اور زرہوں کو چھین لیا۔"

حضرت مسلمؓ اور ہانیؓ بن عُروہ کا قتل

جب مسلم، محل کے دروازے پر گئے تو آپ نے ایک ٹھنڈے سے مٹکے کی طرف دیکھا اور ان

سے پانی مانگا تو مسلم بن عمرو باہلی —— یعنی ابو قتیبہ بن مسلم نے لوگوں کو پانی دینے سے منع کر دیا، پس عمرو بن حریث جا کر ایک پیالے میں پانی لایا اور جب اس نے پیالے کو آپ کے منہ کے ساتھ لگایا تو وہ خون سے بھر گیا، تو اس نے اُسے گرا دیا اور دوسرا پیالہ بھر کر لایا اور جب اس نے اُسے آپ کے مُنہ کے قریب کیا تو آپ کے اگلے دانت اس میں گر پڑے اور وہ خون سے لبریز ہو گیا تو آپ نے کہا الحمدللہ، اگر یہ پانی میری قسمت میں ہوتا تو میں اسے ضرور پیتا، پھر آپ کو ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا، پس جب اس نے اپنی بات ختم کی تو مسلم اُسے سخت جواب دینے لگے پھر وہ محل کے اُوپر چڑھ گیا اور اس نے اس احمری کو بُلایا جسے مسلم نے تلوار ماری تھی اور اُسے کہا کہ تو اس کی گردن مار دے تاکہ تو اپنی چوٹ کا بدلہ لے لے پس اُنہوں نے آپ کو محل کے اُوپر چڑھایا اور بکیر احمری نے آپ کی گردن مار دی اور آپ کے سر کو زمین پر گرا دیا، پھر انہوں نے اس کے بعد آپ کے جسم کو بھی گرا دیا پھر اس نے ہانی بن عروہ کے متعلق حکم دیا اور اُسے بازار میں نکال کر باندھ کر مار دیا گیا اور وہ چلّا چلّا کر اے آل مراد اے آل مراد کہہ رہا تھا اور وہ ان کا شیخ اور سردار تھا اور وہ اس وقت چار ہزار زرہ پوشوں اور آٹھ ہزار پیادوں میں سوار ہو کر چلتا تھا اور جب اس کے کندی حلیف اس کا ساتھ دیتے تو وہ تیس ہزار زرہ پوشوں میں چلا کرتا تھا مگر ان کے سردار نے ان کی بُزدلی کی وجہ سے اپنا کوئی مددگار نہ پایا، ایک شاعر ہانی بن عروہ اور مسلمؓ بن عقیل کا مرثیہ کہتے ہوئے اور جو تکلیف انہیں پہنچی تھی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

"اگر تجھے یہ علم نہیں کہ موت کیا ہوتی ہے تو ہانی اور ابن عقیل کو بازار میں دیکھ، اس بہادر آدمی کی طرف دیکھ جس کے چہرے کو تلوار نے توڑ پھوڑ دیا تھا اور دوسرا مقتول ہو کر چادر میں گر رہا تھا، انہیں امیر کے حکم سے مارا گیا پس وہ راستہ چلنے والوں کے لیے داستان بن گئے، تو ایک جسم کو دیکھے گا جس کے رنگ کو موت نے تبدیل کر دیا ہے اور ہر راستے پر خون کو بہتے دیکھے گا، کیا لڑائی کرنے والوں کے نام یونہی باقی رہیں گے حالانکہ مذحج نے اس کے خون کا بدلہ طلب کیا ہے وہ ایک ایسا نوجوان تھا جو ایک حیادار دوشیزہ سے بھی زیادہ حیادار تھا اور دو دھاری تلوار

سے زیادہ کاٹ کرنے والا تھا۔"

پھر ابن زیاد نے بکیر بن حمران کو بلایا جس نے مسلم کی گردن ماری تھی اور کہا کیا تو نے اُسے قتل کیا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں، اس نے کہا جب تم اُسے قتل کرنے کے لیے اوپر لے جا رہے تھے تو وہ کیا کہہ رہا تھا اس نے جواب دیا وہ تکبیر و تہلیل اور تسبیح و استغفار کر رہا تھا۔ اور جب ہم نے اُسے مارنے کے لیے قریب کیا تو اس نے کہا اے اللہ ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر جس نے ہمیں دھوکا دیا اور ہماری تکذیب کی پھر ہمیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور ہمیں قتل کیا ہے میں نے کہا میں اس خدا کا شکرگزار ہوں جس نے مجھے تجھ سے قصاص لینے کی توفیق دی اور میں نے اُسے تلوار ماری جس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا تو اس نے مجھے کہا اے غلام کیا مجھ سے اپنے خون کے بدلہ میں یہ خراش تیرے لیے کافی نہیں۔

ابن زیاد نے کہا ارے موت کے وقت یہ فخر؟ بکیر کہتا ہے پھر میں نے دوسری تلوار مار کر اس کا کام تمام کر دیا اور پھر ہم نے اس کے سر کے بعد اس کا جسم بھی نیچے گرا دیا۔

کوفہ میں مسلم کا ظہور ۸ رذوالحجہ ۶۰ھ کو ہوا اور یہ وہی دن ہے جس دن حسین مکہ سے کوفہ کے لیے چلے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ ۹ ر ذوالحجہ ۶۰ھ کو بدھ کے روز یوم عرفہ تھا پھر ابن زیاد کے حکم سے مسلم کے جثہ کو صلیب دیا گیا اور آپ کے سر کو دمشق لے جایا گیا حضرت مسلم، بنی ہاشم میں سے پہلے شخص ہیں جن کے جثے کو صلیب دیا گیا اور آپ کا سر پہلا سر ہے جسے دمشق لے جایا گیا۔

حضرت حسینؓ کی ابن زیاد کی فوج کے ساتھ جنگ

جب حضرت حسین قادسیہ پہنچے تو آپ کو حُر بن یزید تمیمی ملا اس نے کہا اے پسر رسول اللہ کہاں جانے کا ارادہ ہے آپ نے کہا میں اس شہر میں جانا چاہتا ہوں اس نے آپ کو مسلم کے قتل کے واقعات بتائے، پھر کہنے لگا واپس چلے جائیے میں اپنے پیچھے کوئی بھلائی چھوڑ کر نہیں آیا کہ آپ کے لیے اس کی اُمید رکھوں، آپ نے واپسی کا ارادہ کیا تو مسلم کے بھائیوں نے آپ سے کہا خدا کی قسم ہم اپنا بدلہ لیے بغیر واپس نہیں جائیں گے یا ہم سب قتل ہو جائیں گے، حضرت

حسینؓ نے کہا تمہارے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہیں، پھر آپ آگے چلے تو آپ کو عمرو بن سعد بن ابی وقاص کی سرکردگی میں عبید اللہ بن زیاد کے سوار ملے، آپ کربلا کی طرف مڑ گئے، عمرو کے ساتھ اس کے اہل بیت اور اصحاب میں سے پانچ سو سوار اور ایک سو پیادہ آدمی تھے۔ جب حسینؓ کے خلاف بہت سی فوج اکٹھی ہو گئی اور آپ کو یقین ہو گیا کہ اب کوئی جائے فرار نہیں تو آپ نے کہا اے اللہ ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما جنہوں نے ہمیں بلایا کہ وہ ہماری مدد کریں گے پھر وہی ہمیں قتل کرتے ہیں پس آپ مسلسل جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے، آپ کو مذحج کے ایک آدمی نے قتل کیا اور آپ کے سر مبارک کو کاٹ کر رجز پڑھتا ہوا اُسے ابن زیاد کے پاس لے گیا ؎

"میری سواری کو سونے اور چاندی سے بھر دو میں نے ایک ایسے بادشاہ کو قتل کیا ہے جو ماں اور باپ کے لحاظ سے بہترین آدمی تھا اور نسب کے لحاظ سے بھی سب سے بہتر تھا۔"

ابن زیاد نے اُسے سر سمیت یزید بن معاویہ کی طرف بھجوا دیا، وہ یزید کے ہاں گیا تو اس کے پاس ابو برزہ اسلمی بیٹھا ہوا تھا اس نے یزید کے سامنے سر کو رکھ دیا تو وہ آپ کے منہ پر چھڑی مارنے لگا اور کہنے لگا۔

"ہم اُن جوانوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑ دیتے ہیں جو ہمیں عزیز ہوتے ہیں جب کہ وہ نافرمان اور ظالم ہوتے ہیں۔"

ابو برزہ نے اُسے کہا اپنی چھڑی کو اُٹھا لو خدا کی قسم میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے منہ کو آپ کے منہ پر رکھ کر چومتے تھے، حضرت حسینؓ کے قتل کے موقع پر جو فوجیں موجود تھیں اور جنہوں نے آپ سے جنگ کی اور آپ کو قتل کیا وہ سب کے سب خاص کوفہ کے رہنے والے تھے ان میں کوئی شامی آدمی نہ تھا اور حضرت حسینؓ کے ساتھ عاشورہ کے روز کربلا میں قتل ہونے والے ستاسی آدمی تھے، جن میں آپ کا بیٹا علی اکبر بھی تھا وہ رجز پڑھتا ہوا کہتا تھا:-

"میں علی بن حسینؓ بن علیؓ ہوں، ہم اور بیت اللہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں خدا کی قسم ہمارے بارے میں لے پالک کا

بیٹا فیصلہ نہیں کر سکتا۔"

اہل بیت میں سے شہداء کربلا

آپ کے بھائی حسنؓ بن علیؓ کے بیٹوں میں سے جو قتل ہوئے ان کے نام یہ ہیں:۔ عبداللہ بن حسن قاسم بن حسن اور ابوبکر بن حسن اور آپ کے بھائیوں میں سے قتل ہونے والوں کے نام یہ ہیں:۔ عباس بن علی، عبداللہ بن علی، جعفر بن علی، عثمان بن علی، اور محمد بن علی اور جعفر بن ابی طالب کے بیٹوں میں سے قتل ہونے والوں کے نام یہ ہیں:۔ محمد بن عبداللہ بن جعفر اور عون بن عبداللہ بن جعفر اور عقیل بن ابی طالب کے بیٹوں میں سے قتل ہونے والوں کے نام یہ ہیں:۔ عبداللہ بن عقیل اور عبداللہ بن مسلم بن عقیل، یہ ۱۰ محرم ۶۱ھ کا واقعہ ہے۔

شہادت کے وقت حضرت حسینؑ کی عمر

حضرت حسینؑ پچپن سال کی عمر میں شہید ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ انسٹھ سال کی عمر میں شہید ہوئے اور بعض اس کے علاوہ بھی بیان کرتے ہیں۔

جس روز حضرت حسینؑ قتل ہوئے ان کے جسم پر تینتیس ۳۳ نیزوں اور تلوار کی چونتیس ۳۴ ضربوں کے نشان تھے زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ کی بائیں ہتھیلی پر تلوار ماری اور سنان بن انس نخعی نے آپ کو نیزہ مارا اور پھر گھوڑے سے اُتر کر آپ کا سر کاٹ لیا اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

"اور کونسی مصیبت نے حضرت حسینؑ کے ساتھ اس صبح کو انصاف کیا
جب سنان نے آپ کی ہتھیلی کو الگ کر دیا۔"

اور آپ کے ساتھ آپ کے چار انصار اور دیگر عربوں میں سے باقی جو اصحاب آپ کے ساتھ قتل ہوئے ہم ان کی گنتی کو پہلے پیش کر چکے ہیں اس بارے میں بنی ہاشم کا غلام مسلم بن قتیبہ کہتا ہے ؎

"اے میری آنکھ آنسو بہا اور چلا اور آل رسول کی خوبیاں بیان کر، اور
حضرت علیؓ کی صلب کے نو اور حضرت عقیلؓ کے پانچ مارے جانے
والوں کے فضائل بیان کر، اور نبی کے عم زاد عون کے فضائل بیان کر جو
اُن کا بھائی تھا اور مصائب سے پسپا ہونے والا نہ تھا۔ اور حضرت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمنام کو وہاں چھوڑ دیا گیا اور وہ صیقل شدہ تلواروں کے ساتھ اس پر غالب آگئے اور ان کے ادھیڑ عمر کے آدمی کے مناقب بیان کہ وہ عام ادھیڑ عمر آدمیوں کی طرح نہ تھا۔

اور زیاد اور اس کا بیٹا اور خاوند والی بڑھیا جہاں بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے۔"

حضرت حسینؓ کی لاش کی بے حرمتی عمرو بن سعد نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ حضرت حسینؓ کی لاش کو روند ڈالیں اس حکم کے جواب میں اسحاق بن حیات حضرمی نے ایک جماعت کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر آپ کی لاش کو روند دیا اور شہریوں نے — جو بنی عامر کے قبیلے سے تھے جو بنی اسد سے تعلق رکھتا ہے — حضرت حسینؓ اور آپ کے ساتھیوں کو قتل ہونے کے ایک روز بعد دفن کر دیا اور حضرت حسینؓ کے ساتھ جنگ کے دوران عمرو بن سعد کے جو آدمی مارے گئے ان کی تعداد اٹھاسی ہے۔

حضرت علیؓ بن ابی طالب کے بیٹوں کے اسماء کا بیان

حضرت علیؓ کے بیٹوں اور ان کی ماؤں کے نام حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت محسن، حضرت ام کلثوم کبریٰ اور حضرت زینب کبریٰ کی والدہ کا نام حضرت فاطمۃ الزہراؓ تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں، اور حضرت محمد کی والدہ کا نام خولہ بنت ایاس الحنفیہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ جعفر بن قیس بن مسلمہ حنفی کی دختر تھیں اور حضرت عبید اللہ اور حضرت ابوبکرؓ کی والدہ کا نام لیلےٰ بنت مسعود نہشلی تھا۔ اور حضرت عمر اور حضرت رقیہ کی ماں تغلبیہ تھی اور حضرت یحییٰ کی والدہ کا نام اسماء بنت عمیس خثعمیہ تھا،

اور قبل ازیں ہم اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں کہ حضرت جعفر طیار شہید ہو گئے اور انہوں نے اسماء کے لیے عون، محمد اور عبداللہ کو پیچھے چھوڑا اور حضرت جعفر کی اولاد، عبداللہ بن جعفر سے چلی اس کے بعد اسماء بنت عمیس کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شادی کی اور محمد بن ابوبکر، اسماء کے پاس رہ گئے پھر اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شادی کی تو اس کے پاس یحییٰ باقی رہ گئے اور وہ ایک حرشیہ بڑھیا کی دختر تھی جو داماددں کے لحاظ سے بڑی معزز تھی اور قبل ازیں اس کتاب میں حرشیہ بڑھیا کے داماددں کا ذکر گزر چکا ہے جن میں سب سے اوّل رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضرت جعفر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ کی والدہ ام البنین بنت حرام الوحیدیۃ تھی اور رملہ اور ام الحسن کی والدہ، ام سعید بنت عروۃ بن مسعود ثقفی تھی اور ام کلثوم صغریٰ اور زینب صغریٰ اور جمانہ اور میمونہ اور خدیجہ اور فاطمہ اور ام الکرام اور نفیسہ اور ام سلمہ اور اس کے باپ کی ماں تھی۔

ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں آل ابی طالب کے انساب اور ان کی اولاد اور ان کے قتل کے مقامات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے صاحب اولاد بیٹے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ان پانچ بیٹوں سے چلی ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت محمد رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے انساب کو انتہاء تک بیان کیا گیا ہے اور جن کی اولاد نہیں ہوئی اور جن کے اولاد ہوئی ان کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور بنی ہاشم کے علاوہ دیگر قریش کے انساب کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور زبیر بن بکار نے اپنی کتاب "انساب قریش" میں ان کا ذکر کیا ہے اور آلِ ابی طالب کے انساب کے متعلق اس سے بہتر کتاب وہ ہے جو طاہر بن یحییٰ علوی حسینی سے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سُنی گئی ہے اور آلِ ابی طالب کے انساب کے متعلق بہت سی کتب تصنیف کی گئی ہیں جن میں سے کتاب العباس من ولد العباس بن علی اور کتاب ابی علی الجعفری اور کتاب المہلوس العلوی من ولد موسےٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

طف کے مقتول کا مرثیہ

اور طف کے مقتول کے متعلق سلیمان بن قتہ اس کے مرثیہ میں کہتا ہے جسے زبیر بن بکار نے اپنی کتاب انساب قریش میں بیان کیا ہے کہ؎

"اور آل ہاشم میں سے طف کے مقتول نے قریش کی گردنیں جھکا دی ہیں پس اگر انہوں نے اُسے بیت اللہ میں پناہ لینے والے کے پیچھے لگا دیا تو وہ عاد کی طرح ہو جائیں گے جو اپنے راستے سے بھٹک کر گمراہ ہو گئی تھی، کیا تو دیکھ نہیں رہا کہ حسینؓ کے قتل ہونے سے زمین بیمار ہو گئی ہے اور ملکوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں پس اللہ تعالےٰ مکانوں اور مکینوں کو تباہ نہ کرے اگرچہ وہ میرے خیال کے برعکس خالی ہو گئے ہیں۔"

یزید کے حالات و واقعات کی ایک جھلک اور اس کے بعض عجیب و غریب کام

یزید کا عرب وفود کے لیے خرچ

جب یزید کو حکومت مل گئی تو وہ اپنے گھر آیا اور تین دن تک لوگوں سے نہ ملا، اور اس کے دروازے پر عرب کے اشراف اور ممالک کے وفود اور فوجوں کے امراء، اس کے باپ کی تعریف کرنے اور اُسے حکومت کی مبارک باد دینے کے لیے جمع ہو گئے، جب چوتھا دن ہوا تو وہ پراگندہ مُو اور غبار آلود حالت میں باہر نکلا اور منبر پر چڑھ گیا اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہنے لگا کہ معاویہ اللہ کی رسیّ میں سے ایک رسّی تھا اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا اُسے لمبا کیا اور جب چاہا اُسے کاٹ دیا اور وہ اپنے پیشروؤں سے کمتر اور بعد میں آنے والوں سے بہتر تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ اُسے معاف کر دے تو وہ اس کا اہل ہے اور اگر اُسے سزا دے تو وہ اس کے گناہ کی وجہ سے ہو گی اور اس کے بعد مجھے حکومت ملی ہے اور میں جہالت سے عذر نہیں کرتا اور نہ طلب علم میں مشغول ہوتا ہوں، تم آرام سے کام کرو، اگر اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرے تو

وہ ہوجاتی ہے، ذکر الٰہی کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو۔ پھر منبر سے اُتر کر اپنے گھر میں داخل ہوگیا اس نے لوگوں کو آنے کی اجازت دے دی لوگ اس کے پاس گئے مگر انہیں اس بات کا پتہ نہ تھا کہ وہ اُسے مبارک باد دیں یا اس سے تعزیت کریں تو عاصم بن ابی صیفی نے اُٹھ کر کہا السلام علیکم یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کو خلیفۃ اللہ کی وفات کا صدمہ اٹھانا پڑا ہے اور آپ کو خلافت الٰہیہ دی گئی ہے اور آپ نے خدا کی عطا کردہ چیزوں کو دیا ہے، معاویہ اپنا حصہ پورا کرچکا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمائے اور اس کے بعد آپ کو سرداری ملی ہے پس اللہ تعالیٰ سے بڑی مصیبت کے ثواب کی اُمید رکھو اور افضل عطیہ پر اس کا شکر کر، یزید نے کہا اے ابن ابی صیفی میرے قریب ہو اور وہ قریب ہوگیا یہاں تک کہ اس کے نزدیک ہوکر بیٹھ گیا۔

پھر عبداللہ بن مازن نے اُٹھ کر کہا السلام علیک یا امیر المومنین! آپ کو بہترین باپ کا صدمہ اُٹھانا پڑا ہے اور تیرا اچھا نام رکھا گیا ہے اور تونے بہترین چیزیں عطا کی ہیں پس اللہ تعالےٰ اس نوازش پر آپ کو مبارک باد دے اور رعیت کے بارے میں تیری مدد کرے، قریش اپنے حکمرانوں کے بعد صدمہ رسیدہ تھے اور اب اللہ تعالیٰ نے تیری خلافت کے ذریعے ان پر احسان کیا ہے اور اس کے بعد عقبیٰ میں بھی کرے گا۔

پھر کہنے لگا ؎

"اللہ تعالےٰ نے تجھے وہ خلافت عطا کی ہے جس کے اوپر کوئی چیز نہیں اور ملحدین نے اُسے تجھ سے روکنے کا ارادہ کیا تھا مگر اللہ اُسے تیرے پاس لے آیا یہاں تک کہ لوگوں نے اس کا ہار تیرے گلے میں ڈال دیا، یزید نے اُسے کہا اے ابن مازن میرے قریب ہوجا اور وہ اس کے قریب ہوکر بیٹھ گیا، پھر عبداللہ بن ہمام نے اُٹھ کر کہا اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ کو اس مصیبت پر اجر دے اور صبر عطا فرمائے اور عطایا میں برکت دے اور تجھے رعیت کی محبت عطا فرمائے، معاویہ اپنے راستے پر چلے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں بخشے اور انہیں خوشی عطا فرمائے اور ان کے بعد تجھے اچھے کاموں کی توفیق دے، تجھے بڑی مصیبت اُٹھانی

پڑی ہے اور تجھے بہت کچھ ملا ہے اور تجھے ان کے بعد حکمرانی ملی ہے، اور
بڑی مصیبت سے دوچار ہونا پڑا ہے اور تو نے قیمتی چیزوں کو عطا کیا ہے
پس اس بڑی مصیبت پر اللہ تعالےٰ سے ثواب کی امید رکھ اور افضل عطا
پر اس کا شکریہ ادا کر اور اپنے خالق کی حمد کر اور اللہ تعالےٰ ہمیں تجھ سے
فائدہ پہنچائے اور تیری حفاظت کرے اور تیرے ذریعے ہماری حفاظت
کرے" اور کہنے لگا ؎

" اے یزید صبر کر تو ایک محبت کرنے والے سے جُدا ہو گیا ہے
اور اُسکے عطیے پر شکر کر کہ اس نے تجھے حکومت کے لیے پسند کر لیا ہے
لوگوں میں تیری مصیبت کی مثال موجود نہیں اور نہ تیری طرح کسی کا انجام ہے
تجھے تمام مخلوق کی اطاعت عطا کی گئی ہے، تو ان کی نگرانی کرتا ہے اور
اللہ تعالیٰ تیری نگرانی کرتا ہے اور معاویہ کا جانشین ہم میں موجود ہے
تجھے موت کی خبر دی گئی ہے پس ہم تیری موت کی خبر نہ سُنیں۔"

یزید نے کہا ابن ہمام میرے قریب آجاؤ اور وہ بھی اس کے قریب ہو کر بیٹھ گیا۔
پھر لوگ اس سے تعزیت کرنے اور اُسے خلافت کی مبارک باد دینے لگے اور
جب وہ اپنی نشست گاہ سے اُٹھا تو اس نے ان میں سے ہر ایک کو اس کی حیثیت اور
قوم میں اس کے مقام کے لحاظ سے مال دیا اور ان کے عطیات میں اضافہ کیا اور ان
کے مراتب کو بلند کیا اور ہم نے اپنی کتاب " اخبار الزمان " میں یزید کے حالات اور
اپنے باپ کی وفات کے وقت اس کی غیر حاضری اور اپنے باپ کی بیماری کی خبر سُن کر
حمص کی جانب جانے اور دمشق میں ثنیۃ العقاب میں آنے کے واقعات کو بیان کیا
ہے، اس لیے ان واقعات کو یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

یزید اور عبد الملک کے درمیان گفتگو

کئی مؤرخین نے اور اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ عبد الملک بن مروان یزید کے پاس
آکر کہنے لگا، میری زمین کے ایک طرف تمہاری تھوڑی سی زمین ہے، مجھے کچھ اور زمین
چاہیے پس تم مجھے وہ زمین جاگیر میں دے دو اس نے کہا اے عبد الملک! میں
کسی چھوٹی بڑی بات سے گھبرانے والا نہیں مجھے اس زمین کے متعلق بتاؤ ورنہ میں

کسی دوسرے آدمی سے دریافت کروں گا، اس نے کہا حجاز میں اس سے زیادہ قیمتی زمین موجود نہیں، اس نے کہا میں نے تجھے وہ زمین بطور جاگیر دے دی۔ عبد الملک نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اُسے دُعا دی، جب وہ چلا گیا تو یزید کہنے لگا، لوگوں کا خیال ہے کہ یہ خلیفہ بن جائے گا اگر انہوں نے سچ کہا ہے تو ہم نے اس سے احسان کیا ہے اور اگر وہ جھوٹ کہتے ہیں تو ہم نے اس سے صلہ رحمی کی ہے۔

یزید اور اس کے عمال کی بدکرداری

یزید، گانے بجانے اور کتوں، بندروں اور چیتوں کا دلدادہ اور شراب نوش تھا ایک روز وہ شغل مے نوشی کے لیے بیٹھا تو اس کے دائیں جانب ابن زیاد تھا اور یہ حضرت حسینؑ کے قتل کے بعد کا واقعہ ہے، وہ اپنے ساقی کے پاس آکر کہنے لگا ؎

"مجھے وہ شراب پلا جو میری نرم نرم ہڈیوں کو بھی سیراب کر دے، پھر اُٹھ، اور ابن زیاد کو بھی ایسا ہی جام بھر کر دے جو میرے نزدیک میرا ہمراز اور امین ہے اور میری غنیمت اور جہاد کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے۔"

پھر اس نے گلوکاروں کو حکم دیا کہ وہ ان اشعار کو گائیں، پس انہوں نے گانا شروع کر دیا، اور یزید کے اصحاب یزید کی طرح بدکردار تھے اور اس کے زمانے میں مکہ اور مدینہ میں گانے کا دور دورہ ہو گیا اور کھیل کود کے آلات استعمال کیے جانے لگے، اور لوگوں نے کھلے بندوں شراب نوشی شروع کر دی، اس کے پاس ایک بندر تھا جس کی کنیت ابو قیس تھی وہ بھی محفل مے نوشی میں موجود ہوتا اور اسے تکیہ لگا کر دیتا اور وہ بڑا خبیث بندر تھا اور وہ اُسے ایک جنگلی گدھی پر جو بندھی ہوئی ہوتی تھی چڑھا دیتا اور لگام اور زین لگا کر وہ اسے گھوڑ دوڑ کے گھوڑوں کے ساتھ دوڑاتا، کبھی کبھی وہ سب سے آگے بڑھ جاتا اور بانس کو اکھاڑ لیتا اور گھوڑوں سے پہلے ہی حجرہ میں داخل ہو جاتا اور ابو قیس پر سُرخ اور زرد ریشم کی قبا ہوتی اور وہ آستین چڑھائے ہوئے ہوتا اور اس کے سر پر ریشم کی منقش چمکدار رنگوں کی زینت ہوتی اس روز شام کے ایک شاعر نے اس بارے میں کہا

"ابو قیس کو اس کی لگام کے زائد حصے سے پکڑ لے اور اگر تو گر پڑے تو اس کی ذمہ داری اس پر نہیں ہو گی تم میں سے کسی شخص نے اس بندر کو دیکھا ہے جو امیر المومنین کے گھوڑوں سے گدھی کو دوڑا کر آگے لے گیا۔"

اور یزید کے جبر و تشدد اور لوگوں کے اس کی حکومت کے مطیع ہونے کے متعلق احوص کہتا ہے:۔

"وہ ایک ایسا مبارک بادشاہ ہے کہ بادشاہ اس کی اطاعت کرتے ہیں اور قریب ہے کہ اس کی ہیبت سے پہاڑ ٹل جائیں، اور بلخ، دجلہ اور فرات اور اور جس علاقے کو وہ سیراب کرتے ہیں اور دریائے نیل سب اس کو ٹیکس ادا کرتے ہیں۔"

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ احوص نے یہ اشعار حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد اس کا مرثیہ کہتے ہوئے کہے تھے۔

حضرت حسینؓ کے قتل کے متعلق اقوال

جب حضرت حسینؓ بن علی بن ابی طالب کربلا میں قتل ہو گئے اور آپ کا سر یزید کے پاس لے جایا گیا تو عقیلؓ بن ابی طالب کی دختر اپنی قوم کی حیران اور برہنہ سر عورتوں کے ساتھ باہر نکلی، کیونکہ ان عورتوں کو سادات کے قتل کی وجہ سے تکلیف پہنچی تھی اور وہ کہہ رہی تھی ؎

"اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پوچھا کہ تم نے آخری اُمت ہو کر میرے بعد میری اولاد اور میرے اہل کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے تو تم کیا جواب دو گے نصف لوگ قید ہو گئے ہیں اور نصف خون میں لت پت ہیں، یہ میری جزا نہیں ہے۔ میں نے یہ کب نصیحت کی تھی کہ تم میرے رشتہ داروں میں میرے بعد شر پیدا کرنا۔"

اور ابن زیاد نے حضرت حسینؓ کے ساتھ جو سلوک کیا اس کے متعلق ابوالاسود الدؤلی اپنے قصیدہ میں کہتا ہے ؎

"میں پریشانی اور دکھ سے یہ بات کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ابن زیاد کی حکومت کا خاتمہ کرے اور ان کو ان کی بدعہدی اور خیانت کی وجہ سے عاد و ثمود کی طرح تباہ کرے۔"

اہل مدینہ اور یزید کے عمال

جب یزید اور اس کے کارکنوں کا ظلم لوگوں پر عام ہو گیا اور پسر بنت رسول

اور اس کے انصار کے قتل کی وجہ سے اس کا فسق نمایاں ہوگیا اور اس کی شراب نوشی اور فرعونی سیرت عیاں ہوگئی بلکہ فرعون اپنی رعیت کے ساتھ اسؐ سے زیادہ عادلانہ سلوک کرنے والا اور اپنے خواص و عوام سے زیادہ انصاف کرنے والا تھا، اہل مدینہ نے اس کے عامل — عثمان بن محمد بن ابی سفیان —— اور مروان بن الحکم اور دیگر بنی امیہ کو وہاں سے نکال دیا۔ یہ واقعہ ۶۳ھ میں ابن زبیرؓ کے درویش اور خدا پرست بننے اور اپنی جانب دعوت دینے کے وقت ہوا اور یزید کے عامل اور بنی اُمیہ کے اخراج کی کارروائی ابن زبیر کی اجازت سے ہوئی جب ان لوگوں کو گرفتار نہ کرسکے اور نہ انہیں ابن زبیرؓ کے پاس لے جاسکے تو "مروان" نے اس بات کو ہی غنیمت خیال کیا اور وہ لوگ بہ سرعت تمام شام کی طرف گئے اور اہل مدینہ نے بنی اُمیہ اور یزید کے عامل کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس کی اطلاع یزید کو پہنچائی، اس نے مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں شامی فوج کو مدینہ کی طرف بھیجا، مسلم نے اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا اور لوٹا اور قتل کیا اور وہاں کے لوگوں نے اس بات پر اس کی بیعت کی کہ وہ یزید کے غلام ہیں اور اس نے مدینہ کا نام (نتنہ) "بدبودار" رکھا حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام طیبہ رکھا ہے، نیز آپ نے فرمایا ہے کہ "جس نے اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا اللہ تعالےٰ اُسے خوفزدہ کرے گا۔" اور اس مسلم بن عقبہ مجرم مسرف نے اللہ کی اس پر لعنت ہو اس کا یہ نام رکھا۔ کہتے ہیں کہ جب یزید نے اس فوج کو بھیجا تو اس کے سامنے یہ شعر پڑھا ؎

"ابوبکر کو یہ پیغام پہنچا دو کہ جب معاملہ کھُل جائے اور لوگ وادی القریٰ
میں پہنچ جائیں تو سکران نے وہ لوگ اکٹھے کیے جنہیں تو دیکھ رہا ہے۔"

ابوبکر سے مراد، عبداللہ بن زبیرؓ ہیں کیونکہ ان کی کنیت ابوبکر تھی اور یزید کو السکران الخمر کہا جاتا تھا اور اس نے ابن زبیرؓ کی طرف لکھا ؎

"میں تیرے آسمانی خدا کو بُلاتا ہوں کیونکہ میں نے تیرے خلاف عک اور اشعر
قبیلے کے لوگوں کو بُلایا ہے اے ابوخبیب اُن سے تو کیسے بچ سکے گا، اور
فوج کے آنے سے پیشتر اپنے لیے کوئی تدبیر سوچ لے۔"

حرہ کا معرکہ

جب فوج مدینہ کے قریب ایک جگہ پہ پہنچی جو حرہ کے نام سے مشہور ہے تو اس فوج کا سالار اہل مدینہ سے جنگ کے لیے نکلا، جن کے

لیڈر عبداللہ بن مطیع العدوی اور عبداللہ بن حنظلہ الغسیل انصاری تھے اور اس عظیم جنگ میں بنی ہاشم، دیگر قریش، انصار اور دوسرے لوگوں میں سے بے شمار لوگ قتل ہو گئے اور آلِ ابی طالب میں سے جو لوگ مارے گئے ان میں عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اور جعفر بن محمد بن علی بن ابی طالب بھی تھے اور آلِ ابی طالب کے علاوہ بنی ہاشم سے فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب اور حمزہ بن عبداللہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اور عباس بن عتبہ بن ابی لہب بن عبدالمطلب مارے گئے اور دیگر قریش سے نوے سے زائد آدمی اور اتنے ہی انصار کے آدمی مارے گئے اور جو لوگ شمار میں نہیں آ سکے ان کو چھوڑ کر دیگر لوگوں میں سے چار ہزار آدمی مارے گئے اور لوگوں نے اس بات پر بیعت کی کہ وہ یزید کے غلام ہیں اور جس نے اس بات کو ماننے سے انکار کیا اُسے اس نے علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سجاد اور علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کے سوا تلوار کی دھار پر رکھ لیا اور معرکۂ حرہ کے متعلق محمد بن اسلم کہتا ہے ؎

"اگر تم نے حرہ کے روز ہمیں قتل کیا ہے تو ہم اسلام کی خاطر قتل ہونے والے پہلے لوگ ہیں ہم نے بدر کے روز تمہیں ذلیل کر چھوڑا تھا اور ہم اپنی تلواروں کو اس حال میں لے کر لوٹے تھے کہ وہ تمہارے خون سے بدبودار ہو گئی تھیں۔"

اور لوگوں نے علی بن حسین سجاد کو قبر کی پناہ لیے دُعا کرتے دیکھا، انہیں مُسرف کے پاس لایا گیا تو وہ ان پر بہت ناراض تھا اور اس نے آپ سے اور آپ کے آباء سے بیزاری کا اظہار کیا اور جب اس نے دیکھا کہ آپ قریب آ گئے ہیں تو وہ کانپنے لگا اور آپ کی خاطر کھڑا ہو گیا اور آپ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور کہنے لگا مجھ سے اپنی ضروریات کے متعلق کچھ کہو مگر آپ نے اس سے کوئی سوال نہ کیا، ہاں جن لوگوں کو وہ تلوار سے قتل کرنا چاہتا تھا ان کی سفارش کی پھر آپ واپس چلے گئے، آپ سے دریافت کیا گیا کہ ہم نے آپ کو دونوں لب ہلاتے دیکھا ہے آپ اس وقت کیا کہہ رہے تھے، آپ نے فرمایا میں اس وقت یہ دُعا کر رہا تھا۔

اللّٰھم رب السمٰوات السبع وما اظللن والارضین السبع وما اقللن رب العرش العظیم رب محمد وآلہ الطاهرین اعوذبك من شر

وادرأ بك في نحره، اسالك ان تؤتيني خيره وتكفيني شره۔

مسلم بن عقبہ سے کہا گیا ہم نے تجھے اس نوجوان اور اس کے اسلاف کو سب وشتم کرتے دیکھا ہے اور جب وہ تیرے پاس آیا ہے تو تو نے اس کی عزت افزائی کی ہے اس نے جواب دیا یہ میری مرضی سے نہیں ہوا بلکہ اس کے رعب سے میرا دل بھر گیا تھا۔

اور علی بن عبداللہ بن عباس کے ماموں کندہ قبیلے سے تھے انہوں نے آپ کو مسلم سے بچا لیا اور ربیعہ کے لوگ بھی اس کی فوج میں شامل تھے، علی اس بارے میں کہتے ہیں ؎

"میرا باپ عباس، بنی لؤی کا سردار ہے اور میرے ماموں بنی ولیعہ کے بادشاہ ہیں جس روز مسرف اور بنی لکیعہ کی فوج آئی انہوں نے میری حفاظت کی، اس نے میرے متعلق اس بات کا ارادہ کیا تھا جس میں کوئی عزت نہ تھی مگر اس کے درمیان ربیعہ کے ہاتھ حائل ہو گئے۔"

اور جب اہل مدینہ پر وہ افتاد پڑی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ انہیں قتل کیا گیا، لوٹا گیا غلام بنایا گیا اور قیدی بنایا گیا اور کچھ باتوں کے ذکر کرنے سے ہم نے اعراض کیا ہے تو مسرف، شامی فوج کے ساتھ مدینہ سے نکل کر مکہ کی طرف چل پڑا تاکہ یزید کے حکم کے مطابق ابن زبیرؓ اور اہل مکہ سے جنگ کرے یہ ۶۴ھ کا واقعہ ہے اور جب وہ قدید مقام پر پہنچا تو مسرف (مسلم بن عقبہ) مر گیا، اللہ اس پر لعنت کرے، اور اس نے حصین بن نمیر کو فوج پر اپنا نائب مقرر کیا، حصین نے مکہ آکر مکہ کا گھیراؤ کر لیا اور ابن زبیرؓ نے بیت اللہ کی پناہ لے لی اور انہوں نے اپنا نام عائذ بالبیت رکھا ہوا تھا اور آپ اسی نام سے مشہور ہو گئے یہاں تک کہ شعراء نے بھی اپنے اشعار میں اس کا ذکر کیا ہے جیسا کہ ہم پہلے سلیمان بن قتہ کے قول کا ذکر کر آئے ہیں کہ ؎

"اگر تم نے اسے بیت اللہ کی پناہ لینے والے کے پیچھے لگا دیا تو تم عاد کی طرح ہو جاؤ گے جو اپنے راستے سے بھٹک کر گمراہ ہو گئی تھی۔"

کعبہ پر منجنیقوں سے سنگباری

اور حصین نے اپنے شامی ساتھیوں کے ساتھ مل کر منجنیقوں کو مکہ پر نصب کر دیا اور مسجد کے اردگرد جو پہاڑیاں اور راستے تھے ان پر بھی منجنیقیں نصب کر دیں۔ ابن زبیرؓ مسجد میں

تھے اور ان کے ساتھ مختار بن ابی عبید ثقفی بھی دیگر اصحاب کے ساتھ شامل تھا۔ اور ان شرائط کے ساتھ ان کی بیعت امامت میں شامل تھا کہ ان کی رائے کی مخالفت نہیں کرے گا اور نہ ہی ان کی حکم عدولی کرے گا پس منجنیقوں کے پتھر پے در پے بیت اللہ پر برسنے لگے اور پتھروں کے ساتھ آگ اور مٹی کا تیل اور کتان کے ٹکڑے اور دیگر جلنے والی چیزیں پھینکی جانے لگیں، کعبہ منہدم ہوگیا اور اس کی عمارت جل گئی اور ایک بجلی گری جس نے منجنیق چلانے والے گیارہ آدمیوں کو جلا کر رکھ دیا اور بعض کہتے ہیں کہ زیادہ آدمیوں کو جلا دیا یہ واقعہ یزید کی وفات سے گیارہ دن قبل اسی سال ۳ ربیع الاوّل کو ہوا اور ابن زبیرؓ اور اہل مکہ کی حالت بہت خراب ہوگئی اور پتھروں، آگ اور تلوار سے مسلسل اذیت جاری رہی اس بارے میں ابو وجزہ مدنی کہتا ہے ؎

"ابن نمیر نے بہت ہی بُرا کام کیا ہے اس نے مقام اور مصلّٰی کو جلا دیا ہے۔"

یزید اور دوسرے لوگوں کے حالات نہایت عجیب ہیں اور شراب نوشی کرنے اور پسر بنت رسولؐ کے قتل کرنے اور وصی پر لعنت کرنے اور بیت اللہ کے گرانے اور جلانے اور خونریزی کرنے اور فسق و فجور کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے اس کے عیوب بہت زیادہ ہیں اور اس کے علاوہ بھی اس نے بہت سے ایسے کام کیے ہیں جن کے متعلق توحید کے منکر اور رسولوں کے مخالف کی طرح غفران الٰہی سے مایوسی کی وعید وارد ہوئی ہے ہم قبل ازیں ان میں سے مشہور واقعات کو اپنی پہلی کتابوں میں بیان کر چکے ہیں۔

معاویہ بن یزید بن معاویہ، مروان بن الحکم مختار بن ابی عبید اور عبداللہ بن زبیرؓ کے

حالات و واقعات کی ایک جھلک

معاویہ بن یزید کے مختصر حالات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ معاویہ بن یزید بن معاویہ اپنے باپ کے بعد بادشاہ

بنا اور اس کی حکومت چالیس روز تک رہی اس کے بعد وہ مرگیا اور بعض کہتے ہیں کہ دو ماہ تک رہی اور بعض کچھ اور مدت بیان کرتے ہیں اس کی کنیت ابو یزید تھی اور خلیفہ بننے پر وہ ابو لیلیٰ کنیت کرتا تھا اور عرب میں یہ کنیت کمزور آدمی کی ہوا کرتی تھی اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

"میں دیکھتا ہوں کہ فتنہ کی ہنڈیاں جوش مار رہی ہیں اور ابو لیلے کے بعد حکومت اس کی ہوگی جو غالب آجائے گا۔"

اور جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو بنو اُمیہ اکٹھے ہو کر اس کے پاس گئے اور کہنے لگے، آپ اپنے اہل بیت میں سے جسے اہل سمجھتے ہیں اس کے متعلق وصیت کر دیجیے اس نے کہا قسم بخدا، میں نے تمہاری خلافت کا مزہ نہیں چکھا پس میں اس کا بوجھ کیسے اٹھاؤں ؟ تم جلد اس کی حلاوت حاصل کرنا چاہتے ہو اور میں جلد اس کی تلخی کو حاصل کرنے والا ہوں اے اللہ میں اس سے بیزار اور الگ ہوں اے اللہ! میں اہل شوریٰ کی طرح کوئی گروہ نہیں پاتا کہ میں خلافت کا کام ان کے سپرد کر دوں اور وہ جس کو اس کا اہل سمجھیں اُسے خلیفہ بنا لیں۔ اس کی والدہ نے اُسے کہا کاش میں حیض کا ایک چیتھڑا ہوتی اور تجھ سے یہ بات نہ سنتی، اس نے ماں کو جواب دیا اے ماں کاش میں حیض کا ایک چیتھڑا ہوتا اور یہ کام میرے سپرد نہ ہوتا۔ بنو اُمیہ تو اس کی حلاوت کے حصول میں کامیاب ہو جائیں اور میں اس کے بوجھ اور اس کا استحقاق رکھنے والے لوگوں کو روکنے کا بوجھ اُٹھا کر واپس جاؤں ؟ ایسا ہرگز نہیں ہوگا، میں اس سے بری ہوں اور اس کی وفات کے سبب کے بارے میں بھی اختلاف کیا گیا ہے بعض کہتے ہیں کہ اُسے کوئی چیز پلائی گئی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ وہ طبعی موت مرا۔ اور بعض کے نزدیک اُسے طاعون ہوئی ہے اور وہ ۲۲ سال کی عمر میں فوت ہوا اور دمشق میں دفن کیا گیا اور اس کی نماز جنازہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے پڑھائی تاکہ اس کے بعد حکومت اس کے لیے ہو، لیکن جب اس نے دوسری تکبیر کہی تو اُسے نیزہ مارا گیا اور وہ نماز مکمل کرنے سے قبل ہی گر کر مر گیا پس عثمان بن عتبہ بن ابی سفیان آگے آ گیا تو لوگوں نے کہا ہم تیری بیعت کرتے ہیں اس نے کہا لیکن میں جنگ و قتال نہیں کروں گا تو انہوں نے اس کی یہ بات نہ مانی اور وہ مکہ آ کر ابن زبیرؓ کے ساتھیوں میں شامل ہو گیا۔

پس آلِ حرب سے حکومت جاتی رہی اور ان میں کوئی ایسا آدمی نہ رہا جو حکومت کا خواہاں ہوتا یا اس کی طرف دیکھتا اور نہ ہی ان میں سے کوئی اس کی اُمید رکھتا تھا۔

اور اہل عراق نے عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کر لی اور انہوں نے عبداللہ بن مطیع العدوی کو کوفہ کا عامل مقرر کیا۔

مختار کوفہ میں

مختار بن ابی عبید ثقفی نے ابن زبیرؓ سے کہا کہ میں ایک ایسی قوم سے واقف ہوں کہ کاش ان کے لیے کوئی ایسا آدمی ہوتا جو نرم دل اور کام کرنا جانتا ہوتا تو وہ آپ کے لیے ان میں سے ایسی فوج تیار کرتا جو شامیوں پر غالب آجاتی ابن زبیرؓ نے کہا وہ کون لوگ ہیں؟ اس نے کہا کوفہ میں بنی ہاشم کے شیعہ، آپ نے کہا تم ہی وہ آدمی بن جاؤ پس آپ نے اُسے کوفہ کی طرف بھیجا اور وہ اس کی ایک جانب جا کر اُتر پڑا اور طالبیوں اور ان کے شیعوں پر اُونچی آواز سے رونے لگا۔ اور ان سے محبت اور ان کے لیے غم کا اظہار کرنے لگا اور ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے ترغیب دینے لگا، پس شیعہ اس کی طرف مائل ہو گئے اور اس کے ساتھیوں میں شامل ہو گئے اور اس نے قصرِ امارت کی طرف جا کر وہاں سے ابن مطیع کو نکال دیا اور کوفہ پر غالب آگیا اور اس نے اپنے لیے ایک گھر اور باغ بنایا جس پر بیت المال سے بہت سا مال خرچ کر دیا اور لوگوں کو بھی بہت سا مال و منال دیا اور ابن زبیرؓ کو اطلاع دیتے ہوئے لکھا کہ ابن مطیع کو کوفہ سے اس لیے نکالا گیا ہے کہ وہ وہاں کا انتظام نہیں کر سکتا تھا اور وہ ابن زبیرؓ کو یہ زحمت بھی دینے لگا کہ جو کچھ وہ خرچ چکا ہے اُسے بیت المال کے حساب میں ڈال دیں، مگر ابن زبیرؓ نے یہ بات نہ مانی تو مختار نے ان کی اطاعت اور بیعت سے انکار کر دیا اور مختار نے علی بن حسین سجاد کو خط لکھا کہ وہ ان کی بیعت کرنا چاہتا ہے اور ان کی امامت کی دعوت دینا چاہتا ہے اور اس نے ان کی طرف بہت سا مال بھی بھیجا مگر علی سجاد نے اُسے قبول کرنے اور اس کے خط کا جواب دینے سے انکار کر دیا اور مسجد نبوی میں سب لوگوں کے سامنے اُسے بُرا بھلا کہا اور اس کے کذب و فجور اور اس کے آلِ ابی طالب کی طرف میلان کا اظہار کر کے لوگوں کے پاس جانے کا ذکر کیا۔

جب مختار، علی بن حسین سے مایوس ہو گیا تو اس نے ان کے چچا محمد بن حنفیہ کی طرف بھی یہی بات لکھی، علی بن حسین نے انہیں بتایا کہ وہ انہیں کچھ جواب نہ دیں، کیونکہ

وہ ہم سے اظہار محبت کر کے لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتا ہے اور اس کا باطن، اس کے ظاہر کے خلاف ہے اور وہ ان کے دشمنوں میں سے ہے، دوستوں میں سے نہیں، اور ان پر اس کی حقیقت کو واضح کرنا واجب ہے جیسا کہ انہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اس کا اظہار کیا ہے، پس ابن حنفیہ نے آ کر ابن عباس کو اس بات کی خبر دی تو ابن عباس نے انہیں کہا کہ ایسا نہ کرنا، کیونکہ آپ کو پتہ نہیں کہ آپ کو ابن زبیرؓ سے کیا تعلق ہے چنانچہ ابن حنفیہ نے ابن عباس کی بات مان لی اور مختار کے عیوب بیان کرنے سے سکوت اختیار کر لیا۔

اور کوفہ میں مختار کا زور بڑھ گیا اور اس کے آدمی بھی زیادہ ہو گئے اور لوگ اس کی طرف مائل ہو گئے اور وہ لوگوں کو ان کی حیثیت اور عقل کے مطابق دعوت دینے لگا، کسی کو کہتا کہ وہ محمد بن حنفیہ کی امامت کی دعوت دے رہا ہے اور کسی کو کہتا کہ اس کے پاس فرشتہ وحی لاتا ہے اور اسے غیب کی خبریں دیتا ہے اور اس نے حضرت حسینؑ کے قاتلوں کا تعاقب کر کے انہیں قتل کیا اور اس نے عمرو بن سعد بن ابی وقاص زہری اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا، یہی وہ شخص ہے جس نے کربلا کے روز حضرت حسینؑ سے جنگ کی ذمہ داری لی تھی پس اہل کوفہ کا میلان و محبت اس کے ساتھ بڑھ گیا۔

حضرت ابن زبیرؓ کا حال

ابن زبیرؓ نے خلافت کی خواہش کے ساتھ ساتھ دنیا سے بے رغبتی اور عبادت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا میرا پیٹ صرف ایک بالشت ہے، دنیا اس میں نہیں سما سکتی اور میں خانہ کعبہ اور رب کی پناہ لینے والا ہوں اور بنی ہاشم کو ان کے بخل کی وجہ سے ان سے بہت تکلیف پہنچی اس بارے میں زبیر کا غلام ابوحرہ کہتا ہے ؎

"غلام، خلیفہ پر عیب لگاتے ہیں اور بھوک اور جنگ کی شکایت کرتے ہیں
اگر کوئی بادشاہ ہم پر غالب آ جائے تو وہ ہمیں کیا تکلیف دیدے گا۔"

اور یہی غلام ابن زبیرؓ سے جدا ہونے کے بعد کہتا ہے ؎

"اور وہ ہمیشہ سورہ اعراف پڑھتا رہا یہاں تک کہ میرا دل ریشم کی طرح نرم ہو گیا، اگر تیرا پیٹ ایک بالشت ہوتا تو تو سیر ہو جاتا اور تو مساکین کو بہت مال دیتا میں ایک ایسا آدمی ہوں جو اس کا غلام رہا ہوں اور اس نے مجھے

فلاح کی اُمید پر ضائع کر دیا ہے، میری زندگی کی قسم حق تلف ہو گیا ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"اے سوار! اگر تو مکہ جائے تو عوام کے بڑے بیٹے کو پیغام دے دینا اور اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ کون سا بیٹا تیری مراد ہے تو تُو بتانا کہ وہ جو ہر ایک کو کہتا پھرتا ہے کہ میں بیت اللہ کی پناہ لیے ہوئے ہوں اور زمزم اور رکن کے درمیان بہت قتلام کرتا ہے۔"

اور ضحاک بن فیروز دیلمی ابن زبیرؓ کے متعلق کہتا ہے ؎

"تو ہمیں کہتا ہے کہ تجھے ایک مٹھی غذا کافی ہے اور تیرا پیٹ ایک بالشت یا اس سے کم ہے اور جب تُو کسی چیز کو حاصل کرتا ہے تو تُو اسے ایسے کھا جاتا ہے جیسے جنڈ کی آگ بیری کی لکڑی کو کھا جاتی ہے اور جب تو آسائش سے رات بسر کرتا ہے تو اس وقت اگر تو کسی قریبی کو جزا دے تو عمرو پر مہربانی کرنے والا اس کے بعد تجھے اور دے گا۔"

ابن زبیرؓ اور ان کا بھائی عمرو

یزید بن معاویہ نے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو مدینہ کا والی مقرر کیا تو وہ وہاں سے ایک فوج لے کر مکہ کی طرف ابن زبیرؓ سے جنگ کرنے کے لیے چلا، اس فوج کا سالار اس کا بھائی عمرو بن زبیر تھا جو عبداللہ سے منحرف تھا۔ جب جنگ ہوئی تو عمرو کے آدمی شکست کھا گئے اور انہوں نے عمرو کو چھوڑ دیا اور اس کا بھائی عبداللہ کامیاب ہو گیا۔ اور اس نے اُسے مسجد الحرام کے دروازے پر برہنہ کھڑا کر کے اس قدر کوڑے مارے کہ وہ مر گیا۔

ابن زبیرؓ اور عبداللہ بن محمدؒ بن حنفیہ

عبداللہ بن زبیرؓ نے حسن بن محمد بن حنفیہ کو عارم کے قید خانے میں قید کر دیا یہ قید خانہ بڑا وحشت ناک اور تاریک تھا اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا اس نے ایسی تدبیر کی کہ وہ قید خانے سے بھاگ گیا اور راستے سے ہٹ کر پہاڑوں پر سے ہوتا ہوا منیٰ میں آ گیا، جہاں اس کا باپ محمد بن حنفیہ موجود تھا اس بارے میں بہت لوگوں نے اشعار کہے ہیں ؎

"تو جس سے ملتا ہے، کہتا ہے کہ میں نے بیت اللہ کی پناہ لی ہوئی ہے

حالانکہ پناہ لینے والا مظلوم تو عارم کے قید خانے میں ہے اور جو شخص اس شیخ کو منیٰ کے خیف مقام میں دیکھے گا، جان لے گا کہ وہ ظالم نہیں، وہ نبی اللہ کا ہم نام اور اس کے وصی کا بیٹا ہے اور بیڑیوں کو کھولنے والا اور تاوانوں کا ادا کرنے والا ہے۔"

اور ابن زبیرؓ نے مکہ میں رہنے والے تمام ہاشمیوں کا شعب میں محاصرہ کر لیا اور ان کے لیے بہت سی لکڑیاں اکٹھی کیں اگر ان میں آگ کا ایک شرارہ بھی پڑ جاتا تو ان میں سے ایک آدمی بھی موت سے نہ بچتا اور ان لوگوں میں محمد بن حنفیہ بھی شامل تھے۔

ابن زبیرؓ اور اہلبیت رسولؐ

اور نوفلی نے علی بن سلیمان سے اور اس نے نفیل بن عبدالوہاب کوفی سے اور اس نے ابو عمر ان رازی سے، اور اس نے فطر بن خلیفہ سے اور اس نے ویال بن حرملہ سے بیان کیا ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہیں مختار کی طرف سے اہل کوفہ میں سے ابو عبداللہ جدلی نے جمع کیا تھا، ہم چار ہزار سواروں کے ساتھ اس کے ساتھ چلے تو ابو عبداللہ نے کہا کہ یہ بہت زیادہ سوار ہیں اور مجھے خدشہ ہے کہ ابن زبیرؓ کو اطلاع پہنچی تو وہ بنی ہاشم کا کام تمام کر دے گا پس میرے ساتھ چلو، پس ہم آٹھ سو گھوڑوں کے رسالہ میں اس کے ساتھ گئے اور ابن زبیرؓ کو اسی وقت پتہ چلا جب جھنڈے اس کے سر پہ لہرا رہے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم بنی ہاشم کے پاس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شعب میں ہیں، ہم نے انہیں نکالا تو ابن حنفیہ نے ہمیں کہا، جو تم سے جنگ کرے اس کے ساتھ جنگ کرنا، اور جب ہم نے ابن زبیرؓ کو دیکھا تو ہم بپھر گئے اور اس کی طرف بڑھے تو اس نے کعبہ کے پردوں کی پناہ لے لی اور کہنے لگا میں اللہ کی پناہ میں ہوں۔

اور نوفلی اپنی تاریخ کی کتاب میں ابن عائشہ سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے حماد بن سلمہ سے بیان کیا ہے کہ جب میں شعب میں بنی ہاشم کے محاصرے اور ان کو جلانے کے لیے لکڑیوں کے جمع کرنے کا ذکر ہوتا تو عروہ بن زبیر اپنے بھائی کو معذور قرار دیتا اور کہتا کہ اس کا مقصد انہیں خوف زدہ کرنا تھا تاکہ وہ اس کی اطاعت میں داخل ہو جائیں جب کہ انہوں نے پہلے ہی بیعت کا انکار کر دیا تھا، اس جگہ اس واقعہ کا ذکر کرنا ضروری نہ تھا، اس کا ذکر ہم نے اپنی اس کتاب میں کیا ہے جو اہلبیت کے مناقب اور

حالات کے متعلق ہے اور اس کا نام "حدائق الاذہان" ہے۔

اور ابن زبیرؓ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ سب لوگوں نے میری بیعت کر لی ہے اور محمد بن حنفیہ کے سوا کسی نے میری بیعت سے تخلف نہیں کیا، میرے اور اس کے درمیان غروب آفتاب تک کی میعاد ہے پھر میں اُسے گھر سمیت آگ لگا دوں گا، اور ابن عباس نے آکر ابن حنفیہ کو کہا اے عم زاد میں تیرے بارے میں اس کے متعلق مطمئن نہیں اس لیے اس کی بیعت کر لے، ابن حنفیہ نے جواب دیا اُسے میری جانب سے ایک قومی حجاب روک دے گا، پس ابن عباس سورج کی طرف دیکھنے لگے، اور ابن حنفیہ کی بات کے متعلق سوچنے لگے، اس وقت سورج غروب ہوا چاہتا تھا، پس جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے انہیں ابو عبداللہ جدلی سواروں کے ساتھ آملا، اور انہوں نے ابن حنفیہ سے کہا ہمیں اس کے متعلق اجازت دو مگر انہوں نے انکار کر دیا اور ایلہ کی طرف چلے گئے اور وہاں کئی سال تک مقیم رہے پھر ابن زبیر قتل ہو گیا۔

اسی طرح، عمر بن شبیہ نمیری نے عطا بن مسلم سے وہ بات بیان کی ہے جس کے متعلق ہمیں ابوالحسن مہرانی مصری نے مصر میں اور ابو اسحٰق جوہری نے بصرہ میں خبر دی تھی اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی اُسے بیان کیا تھا اور یہ وہ لوگ ہیں جو ابن حنفیہ کے پاس گئے اور یہ شیعہ کیسانیہ تھے جو محمد بن حنفیہ کی امامت کے قائل ہیں اور کیسانیہ نے محمد بن حنفیہ کی امامت کے قول کے بعد آپس میں جھگڑا کیا ہے اور ان میں سے بعض تو ان کی موت پر قطعی یقین رکھتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ فوت نہیں ہوئے اور وہ "رضوئی" کے پہاڑوں میں زندہ ہیں اور پھر ان میں سے ہر فریق نے اختلاف کیا ہے اور انہوں نے مختار بن ابی عبید ثقفی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے اپنا نام کیسانیہ رکھا ہے کیونکہ اس کا نام کیسان اور کنیت ابو عمرہ تھی اور یہ نام اُسے حضرت علیؓ نے دیا تھا اور بعض کا خیال ہے کہ کیسان ابو عمرہ، مختار کے علاوہ کوئی اور شخص ہے اور ہم نے کیسانیہ کے فرقوں اور دیگر شیعہ فرقوں اور اُمت کے گروہوں کے حالات اپنی کتاب المقالات فی اصول الدیانات میں بیان کیا ہے اور ہم نے ہر فریق کے اقوال کا ذکر کیا ہے اور جو بات وہ اپنے مذہب کی تائید میں پیش کرتا ہے اُسے بھی بیان کیا ہے اور ان لوگوں کا قول بھی ذکر کیا ہے جو بیان کرتے ہیں کہ ابن حنفیہ اپنے اصحاب کی

ایک جماعت کے ساتھ شعب رضویٰ میں داخل ہو گئے ہیں اور اس وقت تک ان کے متعلق کوئی خبر معلوم نہیں ہوئی۔

اور مؤرخین کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ کثیرؔ شاعر کیسانی تھا اور وہ کہتا تھا کہ محمد بن حنفیہ ہی وہ مہدی ہے جو زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسے وہ شر اور ظلم سے بھرپور ہے اور زبیر بن بکار نے اپنی کتاب "انساب قریش" میں انساب آل ابی طالب کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ میرے چچاؒ نے مجھے بتایا کہ کثیر اپنے اشعار میں ابن حنفیہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے جن کا آغاز اس طرح ہوتا ہے کہ ؎

"وہ مہدی ہے اس کے متعلق ہمیں احبار کے بھائی کعب نے گذشتہ صدیوں میں خبر دی ہے جب وہ مجھے بلائے تو اللہ تعالیٰ میری آنکھ کو ٹھنڈا کرے وہ اللہ کا امین ہے جو سوال میں نرمی برتتا ہے اور اس نے میرے خیال میں میری اچھی ثناء کی اور میرے بچوں کا اور میرا حال پوچھا۔"

نیز کثیرؔ ان کے متعلق مزید کہتا ہے ؎

"آگاہ رہو کہ آئمہ قریش میں سے ہیں اور حق کے چاروں والی برابر ہیں، علی اور ان کے تینوں بیٹے اسباط ہیں اور یہ ایمان اور نیکی کی سبط ہے اور ایک سبط کو کربلا نے غائب کر دیا ہے اور ایک سبط کو آنکھ نہیں دیکھ سکتی یہاں تک کہ وہ ان سواروں کی رہنمائی کرے جن کے پیچھے جھنڈا ہے وہ رضوی میں غائب ہو گیا ہے اور ایک عرصے سے ان میں نظر نہیں آ رہا اور اس کے پاس شہد اور پانی ہے۔"

اور سید حمیری جو کیسانی تھا ان کے متعلق کہتا ہے ؎

"وصی سے کہہ دو کہ میری جان آپ پر قربان ہو "جبل رضوی" میں آپ کا قیام بہت لمبا ہو گیا ہے اس بات نے اس گروہ کو بڑا نقصان دیا ہے

لہ ایک نسخہ میں ہے مجھے عمیر نے بتایا۔

جس نے ہم میں سے آپ سے دوستی کی ہے اور آپ کا نام خلیفہ اور امام رکھا ہے اور آپ کے بارے میں انہوں نے سب اہل زمین سے دشمنی کی ہے آپ ان سے ستر سال سے غائب ہیں اور ابن خولہ نے موت کا مزا نہیں چکھا اور نہ زمین نے اس کی ہڈیوں کو چھپایا ہے اور وہ رضوی پہاڑ کے پیچھے چلا گیا ہے اور اس سے فرشتے باتیں کرتے ہیں۔"

نیز سید حمیری ان کے متعلق مزید کہتا ہے ۔

"اے شعب رضوی جو شخص تیرے پاس ہے اُسے کیا ہو گیا ہے کہ وہ نظر نہیں آتا حالانکہ ہم اس کی محبت میں دیوانے ہوئے جاتے ہیں، کتنی مدت تک یہ صورت حال رہے گی، اے ابن رسول تو زندہ ہے اور تجھے رزق دیا جاتا ہے۔"

اور سیّد کے اور اشعار بھی ہیں جو ہماری اس کتاب میں نہیں آ سکتے۔ علی بن محمد نوفلی نے اپنی کتاب الاخبار میں بیان کیا ہے جسے ہم نے ابو العباس بن عمار سے سُنا ہے وہ کہتا ہے کہ ہمیں جعفر بن محمد نوفلی نے بتایا اور وہ کہتا ہے کہ ہمیں اسماعیل ساحر نے بتایا جو سید حمیری کا راوی تھا کہ سید کیسانیہ کے اعتقاد پہ مرا اور اس نے اس قصیدہ کے بارے میں، جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے کہ "میں اللہ کے نام کے ساتھ جعفری ہو گیا ہوں اور اللہ بہت بڑا ہے۔"

کہا ہے کہ یہ اس کا قول نہیں، اور عمر بن شبّہ نمیری نے مساور بن سائب سے بیان کیا ہے کہ ابن زبیرؓ نے چالیس روز خطبہ دیا اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں پڑھتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے ان پہ درود پڑھنے سے کوئی چیز مانع نہیں، سوائے اس کے کہ لوگوں میں اس سے تکبّر پیدا ہوتا ہے۔

ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ کے درمیان گفتگو

سعید بن جبیر بیان کرتا ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ، ابن زبیرؓ کے پاس گئے تو ابن زبیرؓ نے انہیں کہا آپ ہی ہیں جو مجھے ڈانٹتے اور بخیل قرار دیتے ہیں؟ ابن عباسؓ نے جواب دیا ہاں۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں جو خود تو سیر ہو اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو، ابن زبیرؓ نے کہا کہ میں اس گھرانے

سے تمہارے بغض کو چالیس سال سے چھپاتے ہوئے ہوں اور ان کے درمیان لمبی گفتگوئیں ہوئیں اور ابن عباس اپنی جان کے خوف سے مکہ سے طائف چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے یہ واقعہ عمر بن شبہ نمیری نے سوید بن سعید سے بیان کیا ہے جو اسے سعید بن جبیر تک پہنچاتے ہیں جسے ہم سے مہرانی نے مصر میں اور کلابی نے بصرہ میں بیان کیا تھا اور ان دونوں کے علاوہ بھی لوگوں نے اسے عمرو بن شبہ سے بیان کیا ہے۔

ابن حنفیہ اور ابن زبیر کے درمیان نوک جھونک

نوفلی نے اپنی کتاب الاخبار میں ولید بن ہشام مخزومی سے بیان کیا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ ابن زبیر رضؓ نے خطبہ دیا اور حضرت علی رضؓ پر لے دے کی یہ خبر ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ کو پہنچی تو وہ آ گئے یہاں تک کہ اس کے سامنے ان کی کرسی رکھ دی گئی اور وہ اس پر چڑھ گئے اور کہنے لگے اے گروہ قریش! تم روسیاہ ہو جاؤ کیا تمہاری موجودگی میں علی رضؓ کے نقائص بیان کیے جائیں گے، یقیناً علیؓ ایک یکتا تیر تھا جسے اللہ تعالےٰ نے اپنے دشمنوں پر پھینکا تھا جو ان کے کفر کی وجہ سے ان سے عداوت رکھتا تھا اور جو ان کے کھانے پر ان کو قے کرا دیتا تھا اور یہ بات انہیں گراں گزرتی تھی پس انہوں نے آپ پر جھوٹی تہمتیں لگائیں اور ہم اس کی پارٹی ہیں جو اس کے بلند احکام پر چلتے ہیں اور انصار کے عمدہ آدمیوں کے بیٹے ہیں اگر ہمیں کبھی حکومت ملی تو ہم ان کی ہڈیوں کو بکھیر دیں گے اور ان کے جسموں کو ننگا کر دیں گے اور اس وقت ان کے جسم بوسیدہ ہو چکے ہوں گے اور ظالموں کو پتہ چل جائے گا کہ وہ کونسی جگہ جا رہے ہیں پھر ابن زبیر نے دوبارہ تقریر شروع کی اور کہا میں بنی فواطم کو باتیں کرنے میں معذور سمجھتا ہوں، ابن حنفیہ کو کیا ہو گیا ہے؟ محمد نے کہا اے ابن اُم رومان! میں کیوں بات نہ کروں؟ کیا فاطمہ رضؓ بنت محمد صلعم میرے باپ کی بیوی اور میری بہن کی ماں نہیں اور کیا فاطمہ بنت اسد بن ہاشم میری دادی نہیں اور کیا فاطمہ بنت عمرو بن عائذ میرے باپ کی دادی نہیں؟ خدا کی قسم اگر خدیجہ رضؓ بنت خویلد نہ ہوتی تو میں بنی اسد کی ہر ہڈی کو توڑ دیتا، اور اگر مجھے اس راہ میں تکالیف آئیں تو میں صبر کرتا۔

ابن زبیر رضؓ کا، ابن عباسؓ کے نقائص بیان کرنا

ہمیں ابن عمار نے، علی بن محمد بن سلیمان نوفلی سے بتایا وہ کہتا تھا کہ مجھے ابن

عائشہ اور عتبی نے اپنے باپوں کے طریق سے بتایا اور ان دونوں کے الفاظ قریبًا قریبًا ایک جیسے ہی تھے کہ ابن زبیر نے خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو متعہ کے متعلق فتوے دیتے ہیں اور حواری رسول اور اُم المومنین حضرت عائشہ رضؓ کی تنقیص کرتے ہیں، ان کا کیا حال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ان کی آنکھوں کی طرح اندھا کر دیا ہے اور وہ ابن عباس پر تعریض کر رہا تھا، ابن عباسؓ نے کہا اے جوان! میری طرف متوجہ ہو، ابن زبیرؓ نے کہا ؎

"جس نے ریچھ کو تیر مارا اس نے انصاف کر دیا جب ہم کسی گروہ سے
جنگ میں ملتے ہیں تو اس کے پہلے حصے کو پچھلے حصے کی طرف لوٹا دیتے
ہیں۔"

اور متعہ کے متعلق تو نے جو کہا ہے اس کے متعلق اپنی ماں سے پوچھ وہ تجھے بتائے گی کیونکہ متعہ کی پہلی انگیٹھی اس انگیٹھی سے روشن ہوئی جو تیری ماں اور تیرے باپ کی تھی اس کی مراد متعہ الحج سے ہے اور تیرا "ام المومنین" کہنا، ہماری وجہ سے ہے یعنی تو ہماری وجہ سے حضرت عائشہؓ کو ام المومنین کہہ رہا ہے اور ہماری وجہ سے ہی اس پر حجاب کا حکم لگایا گیا اور یہ جو تو نے کہا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حواری، تو اس کے بارے میں یاد رہے کہ میں تیرے باپ سے جنگ میں ملا تھا اور اس وقت میں امامِ ہدایت کے ساتھ تھا اور اگر وہ ایسا تھا جیسے میں کہہ رہا ہوں تو اس نے ہم سے بھاگ کر کفر کیا ہے پس ابن زبیرؓ خاموش ہو گیا اور اپنی ماں اسماءؓ کے پاس چلا گیا اور اُسے ان باتوں کی اطلاع دی تو اس نے کہا اس نے دُرست کہا ہے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ اس واقعہ میں بُردہ اور عوسجہ کے بیان سے کچھ اضافے بھی ہیں ہم نے سب واقعہ کو اور جو کچھ لوگوں نے متعۃ النساء اور متعۃ الحج کے بارے میں کہا ہے بیان کر دیا ہے اور اس بارے میں ان کے اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے متعہ کو اور پالتو گدھوں کو خیبر کے سال حرام قرار دیا تھا اُسے بھی بیان کیا ہے اور ربیع بن سبرہ نے جو حدیث اپنے باپ سے بیان کی ہے اور اس میں جو کچھ ذکر کیا گیا ہے نیز حضرت عمرؓ کے قول کا بھی ذکر کیا ہے کہ "متعہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا۔" اور اگر میں نے پہلے منع کیا ہوتا تو اس کے کرنے والے سے ایسا سلوک کرتا، اور جو جابرؓ سے روایت کی گئی ہے کہ ہم رسولِ کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے شروع زمانے میں متعہ کیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ بھی ان کی دیگر باتوں کو اپنی کتاب "الاستبصا" اور "الصفوۃ" اور "الواجب فی الفروض اللوازم" میں بیان کیا ہے اور پاؤں کے دھونے اور مسح کرنے اور موزوں پہ مسح کرنے اور طلاقِ سنت اور طلاق عدت اور طلاق تعدی کے بارے میں جو کچھ لوگوں نے کہا ہے اُسے بھی بیان کیا ہے۔ نوفلی نے ابی عاصم سے اور اس نے ابن جریج سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے منصور بن شیبہ نے صفیہ بنت ابی عبید سے اور اس نے اسماء بنت ابی بکر سے بتایا وہ کہتی تھیں کہ جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں آئے تو آپ نے حکم دیا کہ جس کے پاس قربانی نہیں وہ حلال ہوجائے وہ بیان کرتی ہیں کہ میں حلال ہوگئی اور میں نے کپڑے زیب تن کیے اور خوشبو لگائی یہاں تک کہ میں زبیرؓ کے پہلو میں آبیٹھی، اس نے مجھے کہا اُٹھ کر چلی جاؤ۔ میں نے کہا تجھے کس بات کا ڈر ہے اس نے کہا مجھے خدشہ ہے کہ میں تجھ پہ سوار نہ ہوجاؤں، اور یہی ابن عباس کی مراد تھی۔

اور اس حدیث کو نوفلی کے علاوہ بھی لوگوں نے ابی عاصم سے بیان کیا ہے اور لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے بعض کا خیال ہے کہ آپ کی مراد متعہ الحج سے تھی کیونکہ زبیرؓ نے اسماء کے ساتھ باکرہ ہونے کی حالت میں اسلام میں شادی کی تھی، پس اس سے مراد متعہ النساء کیسے ہوسکتا ہے۔

ابن زبیرؓ اور حصین بن نمیر کے درمیان مکالمہ

جب یزید بن معاویہ فوت ہوگیا اور معاویہ ابن یزید حکمران بنا تو اس کی خبر حصین بن نمیر اور ان شامیوں کو بھی پہنچ گئی جو اس کی فوج میں موجود تھے اس وقت وہ ابن زبیرؓ کے ساتھ جنگ کر رہا تھا لہٰذا انہوں نے ابن زبیرؓ سے صلح کر لی اور مکہ میں آ ترپڑے اور حصین نے عبداللہ سے مسجد میں ملاقات کی اور اُسے کہا اے ابن زبیرؓ کیا آپ پسند کریں گے کہ میں آپ کو شام لے جاؤں اور آپ کی بیعت خلافت لوں، عبداللہ نے بلند آواز سے کہا، کیا اہل حرہ کے قتل کے بعد ایسا ہوسکتا ہے نہیں خدا کی قسم جب تک میں ہر آدمی کے عوض پانچ شامیوں کو قتل نہ کر لوں ایسا نہیں ہوسکتا، حصین نے کہا اے ابن زبیرؓ جو تجھے دانا خیال کرتا ہے وہ احمق ہے، میں تجھ سے آہستگی سے بات کر رہا ہوں اور تو مجھ سے

بلند آواز سے بات کرتا ہے، میں تجھے خلیفہ بنانے کی دعوت دے رہا ہوں تاکہ جنگ ختم ہو جائے اور تو خیال کرتا ہے کہ تو ہم سے جنگ کر رہا ہے، عنقریب تجھے معلوم ہو جائے گا ہم میں سے کون قتل ہوتا ہے اور شامی، حصین کے ساتھ اپنے ملک کی طرف واپس چلے گئے، پھر جب وہ مدینہ کی طرف گئے تو اہل مدینہ ان پر آوازے کسنے لگے اور انہیں دھمکیاں دینے لگے اور اپنے حرہ کے مقتولین کو یاد کرنے لگے پس جب یہ بات بڑھ گئی اور فتنہ کے بڑھنے کا خدشہ پیدا ہو گیا تو رُوح بن زنباع جذامی نے جو اس فوج میں موجود تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھ کر کہا اے اہل مدینہ یہ تم ہمیں کیا دھمکی دیتے ہو؟ خدا کی قسم ہم نے آپ لوگوں کو کلب کے کسی آدمی کی بیعت کی دعوت نہیں دی اور نہ ہی بلقین، لخم اور جذام اور نہ کسی اور عرب اور ان کے کسی حلیف کی بیعت کی دعوت دی ہے بلکہ ہم نے آپ کو قریش کے اس قبیلے یعنی بنو امیہ کے ایک آدمی کی طرف دعوت دی ہے اور پھر یزید بن معاویہ کی اطاعت کی دعوت دی ہے۔ اور اسی کی اطاعت پر ہم نے تم سے جنگ کی ہے، پس تم ہمیں ہی دھمکیاں دیتے ہو؟ خدا کی قسم ہم بڑے نیزہ باز اور موت کو ترجیح دینے والے ہیں، تم کیا چاہتے ہو، اور یہ لوگ شام کی طرف چلے گئے۔

ابن زبیر کا ابراہیمی بنیادوں پر کعبہ کو تعمیر کرنا

صنعاء سے ابن زبیرؓ کے پاس وہ رنگ برنگ چھوٹے چھوٹے پتھر لائے گئے جنہیں ابرہہ حبشی نے اپنے تعمیر کردہ گرجے میں لگایا تھا اور ان کے ساتھ سنگِ مرمر کے تین نقش و نگار والے ستون بھی تھے جن کے نقوش میں سندروس (ایک قسم کا گوند) اور کئی قسم کے رنگ بھرے گئے تھے، اس سنگِ مرمر کو دیکھنے والا اُسے سونا خیال کرتا تھا، ابن زبیر نے قریش کے ستر شیوخ کی موجودگی میں کعبہ کی تعمیر کا آغاز کیا کیونکہ جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تھی اس وقت ان کے اخراجات ختم ہو گئے تھے اور انہوں نے بیت اللہ کی وسعت کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اساس سے سات ہاتھ کم کر دیا تھا ابن زبیرؓ نے تعمیر کے وقت مذکورہ ہاتھوں کا اضافہ کر لیا اور اس میں رنگ برنگے پتھر ڈالے اور ستون بنائے اور اس کے دو دروازے بنائے ایک دروازہ داخل ہونے کے لیے ایک اور دروازہ باہر جانے کے لیے کعبہ کی یہ تعمیر اسی طرح قائم رہی یہاں تک کہ حجاج نے عبداللہ بن زبیرؓ کو شہید کر دیا اور اس نے عبدالملک بن مروان

کو لکھا کہ ابن زبیر نے بیت اللہ میں یہ اضافہ کیا ہے تو عبدالملک نے اس کے گرانے کا حکم دے دیا اور اُسے دوبارہ اسی جگہ جس جگہ پر تعمیر کرنے کا حکم دیا جہاں وہ قریش اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا نیز حجاج کو ایک دروازہ بنانے کا حکم دیا تو اس نے تعمیل حکم کی۔

ابن زبیر کی حکومت مضبوط ہوگئی اور شام میں ان کی بیعت لی گئی اور طبریہ کے سوا، دیگر اسلامی منابر پر اس کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ لیکن حسان بن مالک بن بجدل نے ابن زبیر کی بیعت سے انکار کر دیا اور خالد بن یزید بن معاویہ کی بیعت کا ارادہ کیا، مکہ میں ابن زبیر کی بیعت کا متولی عبداللہ بن مطیع العدوی تھا اس بارے میں قضاعہ اسدی کہتا ہے جس نے ابن زبیر کی بیعت کر کے پھر اُسے توڑ دیا تھا ؎

"ابن مطیع نے مجھے بیعت کی دعوت دی تو میں اس کے پاس آیا اور میرا دل اس بیعت سے مانوس نہیں تھا، پس اس نے مجھے کھردرا ہاتھ پکڑایا اور جب میں نے اُسے اپنے ہاتھ سے چھُوا تو وہ خلفاء کے ہاتھوں میں سے نہ تھا۔"

عبیداللہ بن زیاد اور خلافت

یزید بن معاویہ اور معاویہ بن یزید فوت ہوگئے تو عبیداللہ بن زیاد بصرہ کا امیر تھا اس نے تقریر کر کے لوگوں کو ان دونوں کی موت کی اطلاع دی اور یہ کہ ان میں سے کسی کو بھی شوریٰ کے مشورے سے خلیفہ نہ بنایا گیا تھا اور کہنے لگا آج کوئی علاقہ تمہارے علاقے سے وسیع نہیں اور نہ کسی کی تعداد تم سے زیادہ ہے اور نہ کسی کے پاس تم سے زیادہ مال ہے، تمہارے بیت المال میں ایک کروڑ درہم موجود ہے اور تمہارے جانباز ساٹھ ہزار ہیں، اور ان کا اور ان کے عیال کا عطیہ ساٹھ لاکھ ہے پس تم اپنی پسند کے آدمی کو تلاش کرو جو تمہارے کام کو سنبھالے اور تمہارے دشمنوں سے لڑے اور تمہارے مظلوم کا انصاف کرے اور تمہارے درمیان اموال کو تقسیم کرے تو بصرہ کے اشراف میں سے احنف بن قیس تمیمی، قیس بن الہیثم سلمی اور مسمع بن مالک العبدی نے اُسے جا کر کہا اے امیر! ہم تیرے سوا، کسی آدمی کو ایسا نہیں پاتے، اس نے کہا اگر تم میرے سوا کسی اور کو عامل بناتے تو میں اس کی سمع و اطاعت کرتا۔

کوفہ کا اس کی اطاعت سے انکار کرنا

عبیداللہ بن زیاد کی طرف سے عمرو بن حریث

خزاعی کوفہ کا عامل تھا عبید اللہ بن زیاد نے اُسے لکھا کہ بصرہ کے لوگوں نے مجھے امیر بنا لیا ہے نیز اُسے حکم دیا کہ وہ بھی کوفیوں کو حکم دے کہ وہ بھی اہل بصرہ کی طرح اس کی اطاعت میں آ جائیں چنانچہ عمرو بن حریث نے منبر پر چڑھ کر تقریر کی اور لوگوں کو اہل بصرہ کے متعلق بتایا کہ وہ عبید اللہ کی اطاعت میں داخل ہو چکے ہیں تو یزید بن رویم شیبانی نے کھڑے ہو کر کہا خدا کا شکر ہے جس نے ہماری قسموں کو آزاد کیا ہے ہمیں بنی اُمیہ کی ضرورت نہیں اور نہ ابن مرجانہ کی امارت کی ضرورت ہے (مرجانہ عبید اللہ کی ماں کا نام ہے) اور اس کے باپ زیاد کی ماں کا نام سمیہ تھا جیسا کہ ہم نے بھی بیان کیا ہے) بیعت صرف اہل حجاز کی ہے پس اہل کوفہ بنی اُمیہ کی ولایت اور ابن زیاد کی امارت سے دست بردار ہو گئے اور انہوں نے غور کر کے اپنا امیر مقرر کرنے کا ارادہ کیا، ایک پارٹی نے کہا کہ عمرو بن سعد بن ابی وقاص، امارت کا اہل ہے جب انہوں نے اُسے امیر بنانے کا ارادہ کیا تو ہمدان، کہلان، انصار، ربیعہ اور نخع کی عورتیں روتی، چلاتی اور حسینؓ کا نوحہ کرتی ہوئی جامع مسجد میں داخل ہو گئیں اور کہنے لگیں کیا عمرو بن سعد قتل حسین سے راضی نہیں ہوا کہ اس نے ہم پر کوفہ کا امیر بننا چاہا ہے۔ لوگ رو پڑے اور انہوں نے عمرو سے منہ پھیر لیا۔ اور ان میں سب سے نمایاں ہمدان قبیلے کی عورتیں تھیں اور حضرت علی علیہ السلام ہمدان کی طرف بڑا میلان رکھتے تھے اور انہیں ترجیح دیتے تھے اور کہتے تھے ؎

"اگر میں جنت کے دروازے پہ دربان ہوتا تو ہمدان قبیلہ سے کہتا کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔"

اور فرمایا ؎

"میں نے ہمدان کو تیار کیا اور انہوں نے حمیر کو تیار کیا۔"

صفین میں ان سے ایک آدمی بھی معاویہ اور اہل شام کے ساتھ نہ تھا۔ ہاں غوطہ دمشق کے کچھ لوگ شامل تھے، غوطہ ایک بستی ہے جو عین ثرما کے نام سے مشہور ہے اس وقت یعنی ۳۳۲ھ تک ان میں سے کچھ لوگ وہاں موجود ہیں۔

جب ابن زبیرؓ کو اہل کوفہ کے متعلق اطلاع ملی تو انہوں نے جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں عبد اللہ بن مطیع العدوی کو ان کی طرف بھیجا تو اس نے ان کی ذمہ داری سنبھال لی یہاں تک کہ مختار اس کے پیچھے پیچھے گیا۔

مروان بن الحکم کی تدبیر

جب مروان بن الحکم نے دیکھا کہ لوگ ابن زبیر کی بیعت پر متفق ہیں اور اس کی بات کو قبول کرتے ہیں تو اس نے بھی ان کے ساتھ مل جانے کا ارادہ کیا مگر عبید اللہ بن زیاد نے اس کے شام آنے پر اُسے اس بات سے روک دیا اور کہا کہ تو بنی عبد مناف کا شیخ ہے اس لیے جلد بازی نہ کر، مروان جابیہ کی طرف چلا گیا جو جولان کے علاقے میں دمشق اور اُردن کے درمیان واقع ہے اور ضحاک بن قیس فہری نے لوگوں کو اپنی طرف مائل کر لیا اور ان کا سردار بن گیا اور مروان سے الگ ہو گیا اور دمشق جانا چاہا مگر اس سے پہلے عمرو بن سعید اشدق وہاں پہنچ گیا اور ضحاک نے حوران اور البثنہ کی طرف جا کر ابن زبیرؓ کی دعوت کا پرچار کیا اور اشدق اور مروان کی ملاقات ہوئی تو اشدق نے مروان سے کہا، کیا جو بات میں تمہیں کہتا ہوں تم اس میں میری اور اپنی بھلائی سمجھتے ہو؟ مروان نے کہا وہ کیا بات ہے، اس نے کہا میں لوگوں کو اس شرط پر تیری طرف دعوت دیتا ہوں اور تیرے لیے ان کی بیعت لیتا ہوں کہ تیرے بعد حکومت میرے لیے ہو گی، مروان نے کہا، نہیں، بلکہ خالد بن یزید بن معاویہ کے بعد ہو گی۔ اشدق اس بات پر رضا مند ہو گیا اور اس نے لوگوں کو مروان کی بیعت کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول کر لیا پھر اشدق، اُردن میں حسان بن مالک کے پاس گیا اور اُسے مروان کی بیعت کی رغبت دلائی تو وہ بیعت کرنے پر مائل ہو گیا۔

مروان کی بیعت

مروان بن الحکم بن ابی العاص بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کی بیعت کی گئی اس کی کنیت ابو عبد الملک تھی اور اس کی ماں آمنہ بنت علقمہ بن صفوان تھی اور یہ اس وقت اُردن میں تھا یہ سب سے پہلا شخص ہے جس کی اہل اُردن نے بیعت کی اور اس کی بیعت مکمل ہو گئی، کہتے ہیں کہ مروان پہلا شخص تھا جس نے ایک جماعت کی رضا مندی کے بغیر بزورِ شمشیر بیعت لی اور ان چند لوگوں کے سوا جنہوں نے اسے اس بات پر آمادہ کیا تھا باقی سب لوگوں نے اسے اس بات سے ڈرایا اور مروان کے سوا، پہلے لوگوں نے اعوان و انصار اور تعداد کے ساتھ لوگوں کی بیعت لی تھی اور اس نے اس طرح لی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

اور مروان نے اپنے بعد خالد بن یزید اور خالد کے بعد عمرو بن سعید اشدق کے لیے بیعت لی، مروان کو لوگ "خیط باطل" کا لقب دیتے تھے اس بارے میں اس کا بھائی عبد الرحمٰن بن الحکم کہتا ہے ؎

"اللہ تعالیٰ اس قوم پر لعنت کرے جس نے لوگوں پر خبیط باطل کو امیر بنا دیا ہے
وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جسے نہیں چاہتا اُسے نہیں دیتا۔"

اور حسان بن مالک نے ــــ جو شام میں قحطان کا سردار تھا ــــ
مروان پر وہ شرط عائد کیں جو اس نے معاویہ، اس کے بیٹے یزید اور اس کے بیٹے معاویہ بن یزید پر عائد کی تھیں ان میں سے ایک شرط یہ تھی کہ وہ ان کے دو ہزار آدمیوں کے لیے دو دو ہزار روپے تنخواہ مقرر کرے اور اگر وہ فوت ہو جائے تو اس کی جگہ اس کا بیٹیا اور اس کا عم زاد کھڑا ہو گا اور یہ کہ انہیں امر و نہی اور آگے بیٹھنے کا حق حاصل ہو گا اور ہر کام ان کی رائے اور مشورے سے ہو گا تو مروان نے ان شرائط کو قبول کر لیا۔ مالک بن ہبیرہ الشکری نے اُسے کہا کہ ہماری گردنوں میں تمہاری بیعت کا جُوا نہیں ہو گا۔ اور ہم صرف دنیاوی مال کے لیے جنگ کریں گے اور اگر تو ہمارے ساتھ معاویہ اور یزید کی طرح سلوک کرے تو ہم تیری مدد کریں گے اور اگر تو نے کوئی اور روش اختیار کی تو خدا کی قسم ہمارے نزدیک نسب قریش برابر ہیں تو مروان نے اس کے مطالبے کو مان لیا۔

مروان اور ضحاک بن قیس کی جنگ

مروان، ضحاک بن قیس فہری کی طرف جنگ کے لیے گیا اور قیس اور دیگر مصری اور نزار وغیرہ ضحاک کے ساتھ مل گئے تھے اور اس کے ساتھ قضاعہ کے لوگ بھی تھے جن کا سردار وائل بن عمرو العدری تھا اور اس کے پاس وہ جھنڈا بھی تھا جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ کے لیے باندھا تھا اور ضحاک اور اس کے ساتھیوں نے ابن زبیر کی خلافت کا اظہار کیا اور مروان اور ضحاک اور ان دونوں کے ساتھیوں کی جنگ دمشق سے چند میل کے فاصلے پر مرج راہط میں ہوئی، اور ان کے درمیان جنگیں ہوتی رہتی تھیں جن میں کبھی کسی کا اور کبھی کسی کا پلہ بھاری رہتا۔ پھر ان کے جنگلی لوگوں نے جو مروان کے ساتھ تھے ان پر حملہ کر دیا تو ابن زبیر کی فوج کا سالار قیس بن ضحاک قتل ہو گیا جسے تیم اللات کے ایک آدمی نے قتل کیا اور اس کے ساتھ جو نزاری تھے وہ بھی قتل ہو گئے اور قیس کے آدمیوں میں بہت قتلام ہوا جس کی مثال کبھی نہیں دیکھی گئی اس بارے میں مروان بن الحکم کہتا ہے ؎

"جب میں نے دیکھا کہ لوگ تو مجسم جنگ بن گئے ہیں اور مال غصب کرنے
کے سوا حاصل نہیں ہو سکتا، تو میں نے غسان، کلب اور سکسکین کے

آدمیوں کو بلایا جو بڑے سخت آدمی ہیں، اور قین قبیلہ بھی ایک طرف ہو کر چل رہا تھا
اور دبلی اونٹنیاں چھلانگیں مار رہی تھیں جو سرداروں اور سخت اطاعت
گزار لوگوں کو اٹھائے ہوئے تھیں۔"

اور اس بارے میں اس کا بھائی عبدالرحمٰن بن الحکم کہتا ہے ؎

"میں دیکھ رہا ہوں کہ اہل مرج کی باتیں، اہل فرات، اہل فیض اور نیل کے رہنے
والوں تک پہنچ چکی ہیں۔"

اور زفر بن حارث عامری ثم الکلابی، ضحاک کے ساتھ تھا، جب تلوار چلتی چلتی دور تک اس کی قوم میں چلی گئی تو وہ بھاگ گیا اور اس کے ساتھ بنو سلیم کے بھی دو آدمی تھے اس نے ان دونوں کے گھوڑوں کو اپنے لیے مخصوص کر لیا اور ان دونوں کو مروان کے یمانی سواروں نے آلیا، ان دونوں نے ضحاک سے کہا تم اپنی جان بچاؤ ہم دونوں مارے جائیں گے پس وہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے بھاگ گیا اور ان دونوں آدمیوں کو قتل کر دیا گیا اور اس دن کے بارے میں زفر بن حارث کلابی نے بہت سے اشعار کہے ہیں جن میں سے یہ شعر بھی ہیں ؎

"میری زندگی کی قسم کہ راہط کی جنگ نے مروان کے لیے خونریز دشمنی چھوڑی ہے
اور روڑی پر بھی سبزہ اُگ آتا ہے لیکن دلوں کی کجی باقی رہتی ہے، تیرا باپ نہ
رہے مجھے اپنے ہتھیار دکھا، میں جنگ کو بڑھتا دیکھ رہا ہوں کیا وہ کلبی
چلے جائیں گے جنہیں ہمارے تیر نہیں لگے اور راہط کے مقتول یونہی پڑے
رہیں گے، اور تو نے اس سے پہلے میرے فرار اور اپنے دونوں ساتھیوں
کو چھوڑنے کی غلطی کو نہیں دیکھا؟ اور اس شب، جب میں دو جماعتوں کے
ساتھ جا رہا تھا میں نے اپنے مخالفوں اور موافقوں کے سوا کسی کو نہیں دیکھا
اگر میں نے اس سے بُرائی کی ہے تو کیا وہ ایک دن، میرے اچھے دنوں کو
برباد کر دے گا، کیا ابن عمرو اور ابن معن اور ہمام کے پے در پے قتل ہونے
کے بعد مجھے کوئی خواہش رہ سکتی ہے۔"

لوگ اپنی فوجوں کے ساتھ ان لوگوں سے جا ملے جو ارض شام کے معرکہ میں موجود تھے، نعمان بن بشیر حمص کا والی تھا اور اس نے ضحاک کی مدد کرتے ہوئے ابن زبیر کے

عبداللہ اصغر، عمر، عاتکہ، عبدالرحمٰن عبداللہ جس کا لقب اصغر تھا، عثمان، عتبہ اعور، ابوبکر، محمد یزید، ام یزید، ام عبدالرحمٰن اور رملہ کو اپنے پیچھے چھوڑا۔

معاویہ کی اولاد اس کے باپ معاویہ بن ابی سفیان نے جو اولاد چھوڑی اس کے نام یہ ہیں عبدالرحمٰن، یزید، عبداللہ، ہندا، رملہ اور صفیہ۔

عبدالملک بن مروان کے دورِ حکومت کا بیان

مختصر حالات عبدالملک بن مروان کی بیعت یکم رمضان ۶۵ھ کو ہوئی اس نے حجاج بن یوسف کو عبداللہ بن زبیر اور اس کے ساتھیوں سے مقابلہ کے لیے مکہ بھیجا اور عبداللہ ۱۰ رجمادی الآخرہ ۷۳ھ کو منگل کے روز قتل ہوئے ابن زبیر کی حکومت نو سال دس راتیں رہی ہم اسی کتاب میں آگے چل کر بنی امیہ کی مدتِ حکومت کے بیان کے موقع پر ابن زبیر کی مدتِ حکومت کا بھی ذکر کریں گے، شعبان ۸۲ھ میں ابن اشعث کا فتنہ برپا ہوا اور عبدالملک بن مروان ۱۴ ر شوال ۸۶ھ کو ہفتہ کے روز دمشق میں فوت ہوا، بیعت کے روز سے لے کر وفات تک اس کی حکومت ۲۱ سال ڈیڑھ ماہ بنتی ہے وہ عبداللہ بن زبیر کے بعد زندہ رہا اور ۱۳ سال ۳ ماہ ۲۳ دن لوگ اس کی حکومت پر متفق رہے اور ہم عنقریب بیان کریں گے کہ اس نے کیا کچھ کیا جب لوگ اس کے موافق تھے، وہ چھیاسٹھ[1] سال کی عمر میں فوت ہوگیا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی عمر اس سے زیادہ تھی وہ شعر مدح، فخر اور تقریظ کو پسند کرتا تھا، بڑا بخیل تھا اور خونریزی کا دلدادہ تھا اس کے کارندے بھی ایسے ہی تھے جیسے حجاج عراق میں، مہلب خراسان میں، اور ہشام بن اسماعیل مدینہ میں اور دیگر مقامات پر بھی اس کے کارندے اسی قسم کے تھے، حجاج ان سب سے زیادہ خونریز تھا اور اس باب کے ساتھ ہی ہم جامع طور پر اس کا ذکر کریں گے۔

---

[1] ایک نسخہ میں باسٹھ سال مذکور ہے۔

عبدالملک کے حالات و واقعات کا ذکر

اس کے دَور کی ایک جھلک اور عجیب و غریب واقعات کا بیان

عبدالملک کے ساتھ شعبی کی ہم نشینی

جب عبدالملک کو حکومت مل گئی تو اسے لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنے اور ان کے حالات سے آگاہ ہونے کا شوق ہوا تو اُسے شعبی کے سوا ہم نشینی کے لیے کوئی مناسب آدمی نہ ملا۔ اور جب اُسے اس کے پاس لایا گیا اور اس سے ہم نشینی کی اور اس کے ہاں صاحب مرتبہ ہوگیا۔ تو اُس نے اُسے کہا اے شعبی! (بُری بات میں میری مدد نہ کرنا اور میری مجلس میں میری غلطی کو نہ دہرانا اور مجھے مبارک باد، چھینک اور سوال کا جواب دینے اور تعزیت کا مکلف نہ کرنا، اور نہ اس بات سے غرض رکھنا کہ امیر صبح و شام کیا کرتا ہے اور مجھ سے اُتنی بات کرنا جتنی میں چاہوں اور میری مدح کی بجائے مجھ سے دُرست بات سُننا اور یہ بات سمجھ لے کہ صحیح سُننا، صحیح کہنے سے بڑی بات ہے اور جب تو مجھے گفتگو کرتے سُنے تو کوئی چیز تجھ سے رہ نہ جائے (میری بات توجہ سے سُننا) اور تو مجھے اپنی آنکھ اور کان سے بتانا کہ تو میری بات کو سمجھ گیا ہے اور میرے جواب میں ملمع سازی نہ کرنا اور نہ اس میں اضافہ کرنا۔ کیونکہ سب سے بُرا آدمی وہ ہے جو بادشاہوں کو جھوٹی باتوں میں لگا کر تھکا دیتا ہے اور اس سے بُرا وہ ہے جو ان کے حق کو حقیر خیال کرتا ہے اور اے شعبی جان لے کہ اس سے کمتر وہ شخص ہے جو گزشتہ احسان کو برباد کرتا ہے اور حُرمت کے حق کو ساقط کرتا ہے اور بسا اوقات خاموشی اختیار کرنا، بولنے سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے نیز صحیح بات کرنے کا بھی ایک موقع ہوتا ہے۔

ہواؤں کے چلنے کی جگہ

ایک روز عبدالملک نے شعبی سے کہا، ہوا کہاں سے چلتی ہے اس نے جواب دیا امیر المومنین مجھے علم نہیں، عبدالملک نے کہا شمال میں چلنے کی جگہ نبات النعش (ستاروں کے نام) کے طلوع کی جگہ سے سورج کے طلوع ہونے کی جگہ تک ہے اور بادِ صبا کے چلنے کی جگہ

سورج کے طلوع ہونے کی جگہ سے سہیل ستارے کے طلوع ہونے کی جگہ تک ہے اور جنوبی ہوا کے چلنے کی جگہ سہیل کی جائے طلوع سے سورج کے غروب ہونے کی جگہ تک ہے اور مغرب کی طرف سے چلنے والی ہوا کی جگہ سورج کے غروب ہونے کی جگہ سے بنات النعش کے طلوع ہونے کی جگہ تک ہے۔

شیعہ تحریک

۶۵ھ میں کوفہ میں شیعوں میں ہلچل مچی اور انہیں حضرت حسین علیہ السلام کے قتل کرنے اور ان کی مدد نہ کرنے پر ملامت اور ندامت ہوئی انہوں نے خیال کیا کہ ان سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے کہ انہوں نے حضرت حسینؓ کو بلا کر ان کی مدد نہیں کی اور وہ ان کے پاس ہی قتل ہو گئے اور وہ ان کی کوئی نصرت نہیں کر سکے انہوں نے خیال کیا کہ اب یہ جرم اسی طرح دھویا جا سکتا ہے کہ وہ ان کے قاتلوں کو یا جو ان کے قتل میں شریک تھے انہیں قتل کر دیں لہٰذا وہ اپنے میں سے پانچ آدمیوں سلیمان بن صرد خزاعی، مسیب بن نجبہ فزاری، عبد اللہ بن سعد بن نفیل ازدی، عبد اللہ بن وال تمیمی اور رفاعہ بن شداد بجلی کے پاس فریاد لے کر گئے اور مختار بن ابی عبید ثقفی کے ساتھ طویل مذاکرات کے بعد انہوں نے مقام نخیلہ پر پڑاؤ ڈال دیا کیونکہ مختار ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ خروج کا ارادہ رکھتے تھے روکتا تھا، اور اس بارے میں عبد اللہ بن احمر، خروج اور قتال کی ترغیب دیتے ہوئے کہتا ہے ؎

"میں ہوش میں آگیا اور میں نے عشق اور خوبصورت عورتوں کو چھوڑ دیا اور میں نے اپنے اصحاب سے کہا کہ منادی کو جواب دو، اور جب وہ دعا سے پہلے ہدایت کی طرف دعوت دے تو تم اسے کہو اے داعی ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں۔"

ایک لمبی نظم میں وہ خروج کی ترغیب دیتا ہے اور حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھ قتل ہونے والوں کا مرثیہ کہتا ہے اور ان کے شیعوں کو ان سے تخلف کرنے کی وجہ سے ملامت کرتا ہے اور یہ بھی ذکر کرتا ہے کہ انہوں نے اللہ کے حضور توبہ کی ہے اور ان کی مدد نہ کر کے انہوں نے جو بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ہے ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف انابت اختیار کر لی ہے وہ اسی نظم میں کہتا ہے ؎

"اے بہترین آباؤ اجداد والے اگر تو اہل دین کو موت کی خبر دینے والا ہے

تو حضرت حسین کی موت کی خبر دے، چاہیے کہ حسین پر وہ شخص روئے جس
کا توشہ ختم ہوچکا ہے اور وہ بھوکا اور غریب ہے اور وہ یتیم بھی روئیں جو مددگاروں
کی شکایت کرتے ہیں، حسین علیہ السلام نیزوں کا نشانہ بن گئے اور وہ طف کے
پاس بے لباس ہو کر مقیم ہوگئے، کاش میں وہاں حاضر ہوتا تو میں ان کے دشمنوں
کو مارتا، اور اللہ تعالیٰ اس قبر کو جو طف کی غربی جانب ہے اور جس کے اندر
بزرگی اور تقوے دفن ہے، صبح کے بادلوں سے سیراب کرے، او رے
اُمت تو بے وقوفی سے گمراہ ہوگئی ہے خدا کے حضور جھک کر اس واحد
متعال کو راضی کر لو۔"

پھر وہ لوگ چل پڑے ان کے آگے آگے وہ سردار تھے جن کے نام ہم نے بتائے
ہیں اور عبداللہ بن احمر کہہ رہا تھا ؎

"وہ ترش رُو ہو کر ہیں لے کر نکلیں اور وہ ہمارے بہادروں کو اُٹھائے ہوئے تھیں
اور ہم وہاں پر ظالم اور گمراہ کُن سرداروں سے لڑنا چاہتے ہیں، اور ہم نے اولاد
اور اموال اور شرم و حیا والی خوب صورت عورتوں اور پازیبوں کو چھوڑ دیا ہے
تاکہ ہم فضل و نعمت کرنے والے خدا کو راضی کریں۔"

معرکہ عین الوردۃ

یہ لوگ دریائے فرات کے کنارے قرقیساء تک پہنچ گئے وہاں پر زفر بن حارث کلابی موجود تھا اس نے ان کی مہمان نوازی کی اور یہ قرقیساء سے چلے تاکہ عین الوردۃ تک پہلے پہنچ جائیں اور شام سے عبیداللہ بن زیاد ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بیس ہزار جوانوں کے ساتھ چلا، اس کے مقدمہ پر رقہ کے پانچ الگ الگ اُمراء تھے جن میں حصین بن نمیر سکونی، شرجیل بن ذی الکلاع حمیری، ادھم بن محرز باہلی، ربیعہ بن مخارق غنوی اور جبلہ بن عبداللہ خثعمی شامل تھے، جب یہ لوگ عین الوردۃ پہنچے تو جنگ شروع ہوگئی، اس سے قبل ان کے ہراول دستوں میں کبھی جھڑپیں ہو چکی تھیں اور زبردست جنگ اور بہت سے لوگوں کے قتل ہو جانے کے بعد سلیمان بن صرد خزاعی شہید ہو گیا، اس نے جنگ میں شجاعت دکھائی اور لوگوں کو جنگ پر آمادہ کیا اسے یزید بن حصین بن نمیر نے تیر مار کر اُسے قتل کر دیا اس کے بعد مسیب بن نجبۃ فزاری نے جھنڈا پکڑ لیا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر کردہ اصحاب

میں سے تھا اور اس نے لوگوں پر یہ شعر پڑھتے ہوئے حملہ کیا ؎

"دراز زلفوں اور اُبھرے ہوئے سینے والیوں کو پتہ چل گیا ہے کہ جنگ اور لوٹ
کے روز میں اپال دار حملہ آور شیر سے بھی زیادہ شجاع ہوتا ہوں"

وہ لڑتا ہوا مارا گیا تو ترابیوں نے خوب جنگ کی اور تلواروں کے نیام توڑ دیے لیکن رات کے وقت شامیوں کی فوج جنت جنت پکارتی ہوئی، ابوتراب کے اصحاب پر پل پڑی ترابیوں کا جھنڈا عبداللہ بن سعد بن نفیل نے پکڑ لیا اور ان کے پیچھے پیچھے ان کے بصری اور مدائنی بھائی پانچ سو شہسواروں کے ساتھ مثنیٰ بن مخرمہ اور سعد[1] بن حذیفہ کی سرکردگی میں دوڑتے آرہے تھے اور وہ کہہ رہے تھے اے اللہ ہماری کوتاہی ہمیں معاف فرما ہم نے توبہ کر لی ہے، عبداللہ بن سعد بن نفیل سے جنگ کے دوران کہا گیا کہ بصرہ اور مدائن سے ہمارے بھائی ہمیں آملے ہیں اس نے کہا کاش وہ اس وقت آتے جب ہم زندہ ہوتے اور اس وقت اہل مدائن میں سے جو لوگ ان کے ساتھ آکر ملے ان میں سب سے پہلے شہید ہونے والا کثیر بن عمرو مدنی تھا، سعد بن ابی سعد[2] حنفی اور عبداللہ بن الخطل طائی کو بھی نیزے لگے نیز عبداللہ بن سعد[3] بن نفیل قتل ہوگیا۔
اور بقیہ ترابیوں کو پتہ چل گیا کہ وہ اپنے مقابلہ میں آنے والے شامیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے وہ الگ ہو کر واپس چلے گئے اس وقت ان کا امیر رفاعہ بن شداد بجلی تھا۔
ابوالحویرث العبدی بقیہ لوگوں میں پیچھے رہ گیا اور شامیوں نے ان کی قلت کے باوجود جب ان کی جنگ اور صبر کو دیکھا تو ان سے جنگ کرنے یا چھوڑنے کا مطالبہ کیا پس اہل کوفہ اپنے شہر چلے گئے اور اہل بصرہ اور مدائن اپنے اپنے شہروں میں چلے گئے۔
عین الوردۃ کی طرف جاتے اور واپس آتے ہوئے ترابیوں کے ایک آدمی کو بلند آواز سے یہ کہتے ہوئے سُنا گیا ؎

"اے آنکھ ابن صرد پہ رو، جب رات ٹھنڈی ہوجاتی تو وہ روتا تھا، اور
جب جنگ سخت ہوجاتی تو تو اُسے شیر خیال کرتا تھا، وہ اللہ تعالےٰ

---

[1] ایک نسخہ میں ہے مثنیٰ بن مخرمہ اور سعید بن حذیفہ۔
[2] ایک نسخہ میں ہے سعید بن سعید کو نیزہ لگا۔
[3] ایک نسخہ میں عبداللہ بن سعید بن نفیل ہے۔

کی اطاعت کرتا ہوا قابلِ تعریف حالت میں گزر گیا ہے۔"

ابو مخنف لوط بن یحییٰ اور دیگر اصحاب سیر و تواریخ نے ان لوگوں کے ناموں کا جو عین الوردۃ کے معرکہ میں سلیمان بن صرد کے ساتھ قتل ہوئے تھے لیکن وہ نام بہت قلیل ہیں ابو مخنف نے اپنی اس کتاب میں جو اس نے عین الوردۃ کے توابیوں کے حالات و واقعات پر لکھی ہے، ایک طویل قصیدے کا ذکر کیا ہے جسے اس نے اعشیٰ ہمدانی کی طرف منسوب کیا ہے وہ عین الوردۃ کے توابیوں کا مرثیہ لکھتے ہوئے ان کے کارناموں کو بھی بیان کرتا ہے ؎

"وہ گھاٹی کے ورے فوج کے ساتھ چلتا ہوا ابن زیاد کی طرف گیا، اور ان لوگوں میں کچھ لوگ تو تقوے کے طلب گار اور کچھ تائب تھے، اور وہ عین الوردۃ میں ایک ایسی فوج کے ساتھ نبرد آزما ہوئے جو ان سے بہت زیادہ تھی پس انہوں نے اُسے کاٹنے والی تلواروں سے خوش آمدید کہا، پھر اس کے بعد شام سے ایک اور فوج ان کے پاس آگئی جو سمندر کی موجوں کی طرح ہر جانب ٹھاٹھیں مار رہی تھی، پس یہ مسلسل جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی فوج تباہ ہو گئی اور ان میں سے چند دستوں کے سوا کوئی باقی نہ بچا اور ڈٹ کر جنگ کرنے والے قتل ہو گئے جب کہ ان پر بادِ صبا اور باد جنوب چلتی تھی اور خزاعی سرداریوں پچھڑا پڑا تھا گویا اس نے کبھی جنگ ہی نہیں کی، اور بنی شمخ کا سردار اور اپنی قوم کا شہسوار سب تیمی لشکر کے ساتھ تھے اور عمرو بن عمرو بن بشر اور خالد اور بکر اور جلیس بن غالب نے کھوپڑیوں کو توڑ دینے والی شمشیر زنی اور نیزہ زنی کے سوا ہر بات سے انکار کر دیا اور عراق اور اہلِ عراق کے بہترین لشکر تجھے برسنے والے سیاہ بادل سیراب کریں، جب نوجوان عورتوں کی پازیبوں سے تلواریں نمایاں کی جائیں تو ہمارے شہسواروں اور حامیوں کو دُور نہ کرو، اور اگر تم قتل ہو جاؤ تو قتل ہونا سب سے بڑھ کر قابلِ عزت موت ہے اور ہر جوان کو کسی دن، کسی مصیبت کا نشانہ بننا ہے، اور وہ اس وقت تک قتل نہیں ہوئے جب تک انہوں نے خوراک کے متلاشی شیروں کی طرح کئی دستوں کو تباہ نہیں کر دیا۔"

اور بعض کہتے ہیں کہ عین الوردۃ کا معرکہ سنہ ۶۶ھ میں ہوا تھا۔

حضرت علی رضؓ کا قرآن پاک کی تعریف کرنا

سنہ ۶۶ھ میں عبد الملک بن مروان کے دور میں حضرت علی کا ساتھی حارث اعور فوت ہو گیا اس نے حضرت علی رضؓ کے پاس جا کر کہا یا امیر المؤمنین کیا آپ لوگوں کو نہیں دیکھتے کہ انہوں نے احادیث کو لازم کر لیا ہے اور کتاب اللہ کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا انہوں نے ایسا کیا ہے اس نے جواب دیا ہاں، آپ نے فرمایا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ "عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا۔" میں نے کہا یا رسول اللہ اس فتنہ سے کونسی چیز نکالے گی، فرمایا، کتاب اللہ، اس میں تم سے پہلے اور بعد کی خبریں ہیں اور جو باتیں تمہارے درمیان ہو رہی ہیں ان کا اس نے فیصلہ کر دیا ہے وہ قول فیصل ہے بے ہودہ کلام نہیں، اور جس نے اُسے خوشی حاصل کرنے کے لیے چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ اُسے توڑ کر رکھ دے گا اور جس نے اس کے سوا کسی اور کتاب میں ہدایت تلاش کی اللہ تعالیٰ اُسے گمراہ کر دے گا وہ خدا تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے اور ذکر حکیم اور صراط مستقیم ہے اس سے عقلوں میں کجی پیدا نہیں ہوئی اور نہ ہی زبانوں میں التباس پیدا ہوتا ہے اس کے عجائبات ختم نہیں ہو سکتے اور نہ اس جیسا علم مل سکتا ہے اور وہ ایسی شاندار کتاب ہے کہ جب جنات نے اُسے سُنا تو کہا ہم نے ایسا عجیب قرآن سُنا ہے جو ہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے جس نے اس کی بات کی اس نے سچ کہا اور جس نے اس سے منہ پھیرا اس نے دشمنی کی اور جس نے اس پر عمل کیا اُسے اجر ملے گا۔ اور جس نے اس سے تمسک کیا اُسے صراط مستقیم کی طرف راہنمائی ملے گی اے اعور ان باتوں کو یاد رکھ۔

عبید اللہ بن زیاد کا قتل

جیسا کہ ہم معرکہ عین الوردۃ میں بیان کر چکے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد شامی فوجوں کے ساتھ عراق کی طرف گیا، جب وہ موصل پہنچا ۔ (یہ سنہ ۶۶ھ کا واقعہ ہے) تو اس کی اور ابراہیم بن اشتر نخعی کی خازر[1] کے مقام پر جنگ ہوئی ابراہیم مختار کی طرف سے عراقی سواروں کا سالار تھا، ان کے درمیان زبردست جنگ ہوئی جس میں ابن مرجانہ عبید اللہ بن زیاد حصین بن نمیر، شرجیل بن ذی الکلاع

---

[1] تاریخ طبری (ص ۱۴۲ ج ۷) میں یہی لکھا ہے اور ایک نسخہ میں "جارد" اور دوسرے میں "جازر" لکھا ہے۔

ابن حوشب ذی ظلیم، عبداللہ بن ایاس سلمی، ابو شرس، غالب باہلی اور شام کے اشراف قتل ہو گئے یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ اس فوج میں عمیر بن حباب سلمی ابن زیاد کے میمنہ کا کمانڈر تھا اور اس کے دل میں اس سلوک کا رنج تھا جو مرج راہط کے روز اس کی قوم جو مضر قبیلے سے تھی اور دوسرے نزاریوں کے ساتھ روا رکھا گیا تھا اس نے پکارا کہ قیس، مضر اور نزار کے بدلے لے لو۔ پس مضر اور ربیعہ کے نزاری اپنی ہی فوج کے قحطانی شامیوں پر ٹوٹ پڑے اور عمیر نے خفیہ طور پر ابراہیم بن اشتر کو یہ بات لکھ دی تھی اور ان دونوں کی ملاقات بھی ہوئی تھی اور دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا تھا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، ابراہیم بن اشتر، ابن زیاد وغیرہ کا سر مختار کے پاس لے گیا جس نے اُسے عبداللہ بن زبیر کے پاس مکہ میں بھیج دیا۔

ہر طرف اضطراب

عبدالملک بن مروان شامی فوجوں کے ساتھ گیا اور ابن زیاد کے معاملے کے انتظار میں بطنان میں فروکش ہوا اُسے اس کے اور اس کے ساتھیوں کے قتل ہونے اور رات کو اس کی فوج کی شکست کی خبر مل گئی اور اسی رات اُسے حبیش بن دلجہ کے قتل کی بھی اطلاع ملی جو وہ مدینہ میں ابن زبیر سے جنگ کرنے والی فوج کا کمانڈر تھا پھر اسے ابن زبیر کی طرف سے ناتل بن قیس کے فلسطین میں داخل ہونے اور مدینہ سے مصعب بن عمیر کے فلسطین جانے کی اطلاع ملی نیز اُسے شاہِ روم لادی بن فلنط کے چلنے اور شام جاتے ہوئے مصیصہ میں اُترنے کی اطلاع ملی، پھر اُسے دمشق کے متعلق اطلاع ملی کہ وہاں کے غلاموں، اوباشوں اور بدکاروں نے اہل دمشق کے خلاف خروج کر دیا ہے اور الجبل میں مقیم ہو گئے ہیں پھر اُسے یہ اطلاع ملی کہ دمشق کے قیدخانوں میں جو لوگ قید تھے وہ قیدخانے کے دروازے کھول کر باہر نکل گئے ہیں اور بدوؤں کے سواروں نے حمص، بعلبک اور دوسرے علاقوں پر غارت گری کی ہے اور اس رات کو اسے اور بھی بُری خبریں موصول ہوئیں مگر اس رات سے قبل عبدالملک کو کبھی اتنا خوش باش، روشن رُو زبان آور اور مضبوط دل نہیں دیکھا گیا اس نے بُزدلی کا اظہار نہ کیا اور شاہ روم کی طرف تحائف اور اموال بھیج کر اس نے اُسے مشغول کر دیا اور اس سے صلح کر لی اور فلسطین کی طرف چلا گیا جہاں ناتل بن قیس ابن زبیر کی طرف سے موجود تھا، دونوں فوجوں کی اجنادین کے مقام پر جنگ ہوئی تو ناتل بن قیس اور اس کے عام ساتھی مارے گئے اور باقی شکست کھا گئے، فوج کی شکست اور اس کے قتل کی خبر مصعب بن زبیرؓ کو راستے میں ملی تو وہ

واپس مدینہ چلا گیا اس بارے میں مروانیوں کے کلب قبیلے کا ایک آدمی کہتا ہے ؎

"ہم نے اجنادین میں حبیش اور منذر کے قصاص میں سعد اور نافل کو قتل کیا ہے۔"

عبدالملک واپس دمشق آ کر وہاں فروکش ہو گیا اور ابراہیم بن اشتر نے نصیبین میں پڑاؤ کیا اور اہل جزیرہ اس سے محفوظ ہو گئے پھر اس نے نصیبین پر اپنا جانشین مقرر کیا اور کوفہ میں مختار کے ساتھ آملا۔

مصعب اور مختار ثقفی کے درمیان جنگ اور مختار کا قتل

۶۷ھ میں مصعب بن زبیر بصرہ سے چلا اس کے بھائی عبداللہ بن زبیر نے اُسے عراق کا والی بنا کر بھیجا تھا وہ حروراء میں اُترا اور اس کی اور مختار کی جنگ ہوئی اور ان کے درمیان عظیم جنگیں اور حد سے زیادہ قتل عام ہوا اور مختار کو شکست ہوئی محمد بن اشعث اپنے دو بیٹوں سمیت قتل ہو گیا اور مختار کوفہ کے قصر امارت میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو گیا وہ ہر روز مصعب اور اس کے کوفی ساتھیوں وغیرہ سے لڑنے کے لیے باہر نکلتا مختار کے ساتھ بے شمار شیعہ تھے جو کیسانیہ کے خشبیہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے ایک روز وہ اپنے سیاہی مائل سفید رنگ خچر پر سوار ہو کر ان کی طرف آیا تو بنی حنیفہ کے ایک جوان عبدالرحمٰن بن اسد نے اس پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ لیا اور اس کے قتل کے متعلق شور ڈال دیا پس اہل کوفہ اور مصعب کے ساتھیوں نے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، قصر امارت میں باقی ماندہ مختار کے ساتھیوں کو امان دینے سے انکار کر دیا تو انہوں نے جنگ کی یہاں تک کہ بے بس ہو گئے پھر مصعب نے انہیں امان دی اور اس کے بعد انہیں قتل کر دیا، مختار کے ساتھ جو آدمی مارے گئے ان میں عبیداللہ[1] بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے مختار سے عبیداللہ کے بچ نکلنے اور بصرہ چلے جانے اور مصعب سے اپنی جان کے خوف سے اس کی فوج کے ساتھ جانے کے بارے میں اس کے واقعات اور دیگر حالات کو ہم نے اپنی کتاب اخبار الزمان میں بیان کیا ہے، مصعب نے مختار کے ساتھ جن لوگوں کو قتل کیا، اعداد و شمار کے مطابق ان کی تعداد سات ہزار ہے یہ سب کے سب خون حسین کے بدلہ کے طالب اور آپ کے دشمنوں کے

---

[1] اور ایک نسخہ میں ہے کہ مصعبؓ کے ساتھ قتل ہونے والوں میں عبداللہ بن حسین بن علی بھی تھے۔

قاتل تھے مصعب نے ان کو قتل کر دیا اور ان کا نام خشبیہ[1] رکھا نیز مصعب نے کوفہ وغیرہ میں شیعوں کے قتل کا تتبع کیا اور مختار کی بیویوں کے پاس آکر انہیں کہا کہ اس سے بیزاری کا اظہار کرو تو سمرہ بن جندب فزاری اور نعمان بن بشیر انصاری کی بیٹیوں کے سوا سب نے بیزاری کا اظہار کر دیا ان دونوں نے کہا ہم اس شخص سے کیسے بیزاری کا اظہار کریں جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ روزہ دار شب زندہ دار تھا اور اس نے اللہ اور رسول کی خاطر پسر بنت رسول اور ان کے اہل اور اس کے شیعوں کے لیے اپنے خون کو بہایا پس اللہ تعالےٰ نے اُسے ان پر طاقت دی یہاں تک کہ اس نے لوگوں کے دلوں کو ٹھنڈا کر دیا مصعب نے اپنے بھائی عبداللہ کو ان دونوں عورتوں کے حالات اور گفتگو کے متعلق اطلاع دی تو عبداللہ نے لکھا کہ اگر وہ دونوں ان باتوں سے رجوع کریں اور اس سے بیزاری کا اظہار کریں تو ٹھیک ورنہ دونوں کو قتل کر دو، پس مصعب نے ان دونوں کو تلوار پر پیش کیا تو سمرہ کی دختر نے رجوع کر لیا اور اس پر لعنت کی اور اس سے بیزاری کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر تو تلوار کے ساتھ مجھے کفر کی طرف دعوت دیتا تو میں کفر اختیار کر لیتی اور میں گواہی دیتی ہوں کہ مختار کافر تھا مگر نعمان بن بشیر کی دُختر نے انکار کیا اور کہا مجھے شہادت مل رہی ہے کیا میں اسے چھوڑ دوں؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا یہ ایک موت ہے اس کے بعد جنت ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کے پاس جانا ہے خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا کہ میں ابن ہند کے پاس آکر اس کی اتباع کروں اور ابن ابی طالب کو چھوڑ دوں؟ اے اللہ گواہ رہ کہ میں تیرے نبی اور تیری بیٹی کے بیٹے اور اہلبیت اور ان کے شیعوں کی متبع ہوں پھر اس نے اُسے باندھ کر قتل کر دیا اس بارے میں شاعر کہتا ہے ؂

"میرے نزدیک سب سے عجیب تر واقعہ خوبصورت دراز گردن عورت
کے قتل ہونے کا ہے، انہوں نے اُسے بغیر جُرم کے قتل کر دیا ہے اس مقتولہ
کے کیا کہنے، اللہ تعالیٰ نے ہم پر قتل و قتال کو واجب کیا ہے اور خوبصورت
عورتوں پر دامنوں کا گھسیٹنا واجب کیا ہے۔"

ہم نے اس کتاب میں مہلب اور اس کے نافع بن ازرق کو قتل کرنے کا ذکر نہیں کیا

---

[1] ایک نسخہ میں ہے کہ ان کا نام حسینیہ رکھا۔

یہ ۶۵ھ کا واقعہ ہے نافع وہ شخص ہے جس کی طرف خوارج میں سے ازارقہ منسوب ہوتے ہیں اور ہم نے اپنی کتاب اخبار الزمان میں مہلب اور اس کے خلف و سلف کے ساتھ خوارج کی جنگوں کا ذکر کیا ہے اور ہم نے مرداس بن عمرو بن بلال تمیمی، عطیہ بن اسود حنفی، مہذب سکونی، شوذب شیبانی، سوید شیبانی، قطامہ شیبانی، ابی فدیک، قطری بن فجاءۃ اور ضحاک بن قیس شیبانی کی شان کا ذکر کیا ہے اور مہلب کے ساتھ ابن ماجور خارجی کی جنگ اور اس کے قتل ہونے کا ذکر کیا ہے اور مہلب کو اس روز ان پر کامیابی حاصل ہوئی اور عبدربہ کے حالات اور یمن کے خوارج جیسے ابوحمزہ، مختار بن عوف ازدی، ابن بیس الہیثمی کے حالات کا بھی ذکر کیا ہے حالانکہ ہم اس سے قبل اپنی کتاب "المقالات فی اصول الدیانات" میں اباضیہ میں سے خوارج کے فرقوں کا ذکر کر چکے ہیں اور وہ ازد میں سے عمان کے سرفروش ہیں اور ازارقہ کے دیگر فرقوں اور نجدات اور حمریہ اور جابیہ اور صفریہ وغیرہ خارجی فرقوں اور ان کے علاقوں جیسے بلاد سنجار اور تل اعفر جو دیار ربیعہ میں سے ہیں اور السن اور البوازیج اور حدیثہ جو موصل کے قریب ہیں کا ذکر کر چکے ہیں پھر جو کُردوں میں سے آذربائیجان کے علاقے میں آباد ہو گئے جو سرفروشوں کے نام سے مشہور ہیں ان کا ذکر کیا ہے اور اسلم جو ابن شادلویہ کے نام سے مشہور ہے اس کا ذکر کیا ہے اور یہ آذربائیجان، بیلقان اور آرمینیا کے مضافات پر قابض ہو گیا تھا جو ابن ابی الساج کے زیر نگیں تھے اور ان میں سے جو بلاد سجستان اور جبال ہرات و کوہستان اور خراسان کے علاقے بوشنگ اور بلاد مکران میں اس سمندر کے ساحل پر جو سندھ اور کرمان کے درمیان ہے آباد ہو گئے تھے ان کا ذکر کیا ہے اور ان کی اکثریت صفریہ اور حمریہ ہے اور ان میں سے کچھ بلاد حمران اصطخر اور صاحک میں جو کرمان اور فارس کے درمیان ہے آباد ہو گئے تھے اور ان میں سے کچھ بلاد تیہرت المغرب اور بلاد حضرموت اور دیگر علاقوں میں آباد ہو گئے تھے ان کا ذکر کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی وفات

۶۸ھ میں عبدالملک کی حکومت میں ابوالعباس عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب فوت ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ ۶۹ھ میں طائف میں فوت ہوئے ان کی والدہ کا نام لبابہ بنت حارث بن حزن تھا جو عامر بن صعصعہ کی اولاد میں سے تھی ان کی عمر ۷۱ سال تھی اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی پیدائش ہجرت سے تین سال قبل ہوئی تھی اور سعید بن جبیر نے

ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں دس سال کا تھا عبداللہ بن عباس کی نماز جنازہ محمد بن حنفیہ نے پڑھائی حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ پر رونے کی وجہ سے آپ کی بینائی جاتی رہی تھی، وہ گیسو دراز تھے اور بالوں کی سفیدی کو حنا کا رنگ دیتے تھے اور وہ کہتے ہیں ؎

"اگرچہ اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کا نور لے لیا ہے مگر میرے دل اور زبان میں نور ہے۔ اور میرا دل بڑا تیز فہم اور میری عقل میں خلل نہیں اور میرے منہ میں ایک شمشیر بُراں ہے جس پہ تلوار کی طرح نشان لگے ہوئے ہیں۔"

جب ابن عباسؓ نے اپنی خالہ میمونہ کے گھر جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں، وضو کے لیے پانی رکھا تو آپؐ نے ان کے لیے دُعا کی اور فرمایا "اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور تاویل کا علم دے۔"

ابن عباس سے کہا گیا کہ حضرت علیؓ نے حکمین کے دن (جس دن شامیوں اور حضرت علیؓ کے درمیان فیصلہ ہونا تھا) ابوموسیٰ کی جگہ آپ کو اپنا نمائندہ کیوں نہیں بنایا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: انہیں اس بات سے قضا و قدر کی تدبیر کرنے والے نے وقت کی کمی اور ابتلا کی تکلیف نے روکا تھا اور خدا کی قسم اگر وہ مجھے ابوموسیٰ کی جگہ بھیجتے تو میں بنے بنائے کو توڑ کر اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑ کر ان کے نفس میں حائل ہو جاتا، جب پرندہ اُڑ جاتا ہے تو میں قریب ہوتا ہوں اور جب وہ قریب ہو کر گزرتا ہے تو میں اُڑ جاتا ہوں لیکن اب جو ہونا تھا ہو چکا ہے اور افسوس باقی رہ گیا ہے اور ہر دن کے ساتھ کل کا دن بھی ہے اور آخرت متقین کے لیے بہتر ہے۔

حضرت ابن عباس کے کئی لڑکے تھے، علی، یہ عباسی خلفاء کا دادا ہے، عباس، محمد، فضل، عبدالرحمٰن، عبیداللہ اور لبابہ ان کی ماں زرعہ[1] بنت مشرح الکندیہ تھیں، محمد عبیداللہ اور فضل کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

---

[1] ایک نسخے میں ان کی ماں کا نام زرعہ بنت مسرح مرقوم ہے۔

عمرو بن سعید اشدق کا قتل

سنہ ۷۰ھ میں عبدالملک بن مروان نے عمرو بن سعید بن العاص اشدق کو قتل کر دیا، اس کا سلسلہ نسب یہ ہے عمرو بن سعید بن العاص بن اُمیہ بن عبد شمس بن مناف، اور وہ بڑا بہادر اور فصیح و بلیغ اور دلیر آدمی تھا، اس کے اور عبدالملک کے درمیان حکومت کی طلب کے لیے مذاکرات، خط و کتابت اور طویل مکالمے ہوئے، عبدالملک نے اُسے لکھا کہ تو خلافت کی آرزو رکھتا ہے حالانکہ تو اس کا اہل نہیں تو عمرو نے اسے جواب دیا نعمتوں کے ملنے نے تجھے سرکش بنا دیا ہے اور عہد شکنی کی بُو نے تجھے غافل کر دیا ہے، تو جس بات پر موافقت کرتا ہے پھر اس پر ڈانٹتا ہے اور جس بات کو چھوڑتا ہے پھر اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اگر وسائل کی کمزوری حکومت کے طلبگار کو مایوس کر دیتی تو نہ حکومت منتقل ہوتی اور نہ صاحب عزت ذلیل ہوتا اور عنقریب واضح ہو جائے گا کہ بغاوت کا مقتول اور غفلت کا اسیر کون ہے، عبدالملک زفر بن حارث کی طرف گیا وہ قرقیسیا اور بلاد رحبہ میں تھا اس نے دمشق میں عمرو بن سعید کو اپنا جانشین بنایا کہ اُسے اطلاع ملی کہ عمرو نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی ہے تو وہ واپس دمشق آگیا اور عمرو دمشق میں قلعہ بند ہو گیا تو عبدالملک نے اس سے رحم کی اپیل کی اور کہا اپنے خاندان کے معاملے اور ان کے اتفاق کو نہ بگاڑ اور جو کچھ تو نے کیا ہے اس سے ابن زبیر کو طاقت حاصل ہوگی، اپنے گھر واپس چلا جا اور میں تیرے متعلق وصیت کروں گا اس پر اس نے رضا مندی کا اظہار کیا اور صلح کر لی تو عبدالملک پانچ سو سواروں کے ساتھ شہر میں داخل ہوا وہ جہاں جاتا سوار بھی اس کے ساتھ جاتے اور سعید اس سے کنارہ کش ہو گیا۔

اہل سیر نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ عبدالملک نے اُسے کیسے قتل کیا بعض کا خیال ہے کہ عبدالملک نے اپنے دربان سے کہا تیرا برا ہو کیا تو اس بات کی استطاعت رکھتا ہے کہ جب عمرو داخل ہو تو تو دروازے کو بند کر دے؟ اس نے کہا ہاں، اس نے کہا پھر ایسا ہی کرنا، عمرو بڑا متکبر آدمی تھا اور کسی کو اپنے سے بڑا نہ سمجھتا تھا اور جب کسی کی طرف جاتا تو پیچھے کی طرف التفات نہ کرتا۔ پس جب دربان نے دروازہ کھولا تو عمرو داخل ہو گیا لیکن دربان نے اس کے ساتھیوں کو اندر نہ آنے دیا عمرو اپنے دھیان میں چلتا گیا اس کا خیال تھا کہ اس کے اصحاب بھی حسب معمول اس کے ساتھ ہی داخل ہو گئے ہیں، عبدالملک نے دیر تک اسے سرزنش کی پھر اس نے اپنے باڈی گارڈز کے کمانڈر ابو زعیزعۃ کو حکم دیا کہ وہ اُسے قتل کر دے، جب عبدالملک نے اس کے ساتھ سختی سے گفتگو کی تو اس نے کہا اے عبدالملک تو اس طرح مجھ سے زبان درازی کر رہا ہے گویا تجھے مجھ پر فضیلت حاصل ہے؟ خدا کی قسم اگر

میں چاہوں تو میرے تیرے درمیان جو عہد ہے اُسے توڑ دوں اور پھر تجھ سے نبرد آزما ہو جاؤں عبد الملک نے کہا میں بھی یہی چاہتا ہوں اس نے کہا تو میں نے ایسا کر دیا ہے عبد الملک نے کہا اے ابو زعیزعۃ اپنا کام کرو، عمرو نے اپنے اصحاب کو دیکھا تو انہیں وہاں موجود نہ پایا تو وہ عبد الملک کے قریب ہو گیا اس نے کہا تو میرے قریب کیوں ہوتا ہے؟ اس نے کہا تاکہ تیری رشتہ داری مجھے مس کرے واضح رہے کہ عمرو کی ماں عبد الملک کی چچی تھی جو حکم بن ابی العاص بن وائل کی بیوی تھی، پس ابو زعیزعۃ نے اُسے تلوار مار کر قتل کر دیا تو عبد الملک نے اُسے کہا کہ اس کا سر اس کے اصحاب کی طرف پھینک دو، جب انہوں نے اس کے سر کو دیکھا تو وہ منتشر ہو گئے پھر عبد الملک باہر نکل کر منبر پر چڑھا اور عمرو کا ذکر کر کے اس کے عیوب بیان کرنے لگا اور اس کی مخالفت اور دشمنی کا ذکر کر کے منبر سے یہ شعر پڑھتے ہوئے اُتر آیا ؎

"میں نے اُسے اپنے قریب کیا تاکہ خاندان میں سکون ہو اور میں پر سکون دانا
کی طرح حملہ کروں اور وہ میری اطاعت سے غضب ناک ہو گیا اور وہ شخص
خطاکار نہیں جس کا راستہ احسان کرنے والے کی طرح ہو"

اور بعض کہتے ہیں کہ عمرو اپنے گھر سے عبد الملک کے پاس جانے کے لیے نکلا تو قالین پر ٹھوکر کھائی تو اس کی بیوی نائلہ[1] بنت قریص بن وکیع بن مسعود نے اُسے کہا میں تجھ سے خدا کے نام پر اپیل کرتی ہوں کہ اس کے پاس نہ جا، اس نے کہا اس بات کو چھوڑ خدا کی قسم اگر میں سویا ہوا ہوں تو وہ مجھے نہ جگائے (یعنی وہ مجھ سے ڈرتا ہے) اور وہ زرہ پہن کر چلا گیا جب عبد الملک کے پاس پہنچا تو بنی اُمیہ کے جو لوگ وہاں بیٹھے ہوئے تھے وہ کھڑے ہو گئے، جب دروازے بند کر دیے گئے تو عبد الملک نے کہا کہ میں نے قسم کھائی تھی کہ اگر میں نے تجھ پر قابو پا لیا تو میں تجھے طوق کے ساتھ باندھ دوں گا پس طوق لایا گیا اور اس کی گردن میں ڈال کر کس دیا گیا، عمرو کو یقین ہو گیا کہ وہ اس کو قتل کرنے لگا ہے تو اس نے کہا اے امیر المومنین میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، عبد الملک نے اُسے کہا اے ابو اُمیہ کیا وجہ ہے کہ تو زرہ پہن کر آیا ہے، کیا تو جنگ کے لیے آیا ہے؟ پس عمرو کو یقین ہو گیا کہ یہ مجھ سے بُرائی کرے گا

---

[1] ایک نسخہ میں نائلہ بنت قریص بن وکیع بن مسعود ہے۔

تو اس نے کہا میں آپ سے خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ آپ مجھے طوق پہنے ہوئے لوگوں میں لے جائیں، عبدالملک نے اُسے کہا تو مجھے دھوکا دیتا ہے اور میں تجھ سے زیادہ دھوکا باز ہوں؟ تیری مرضی یہ ہے کہ میں تجھے لوگوں میں لے جاؤں تو وہ تجھے مجھ سے بچا لیں اور چھڑا لیں، پھر عبدالملک نماز کے لیے نکلا اور اپنے بھائی عبدالعزیز کو حکم دیا —— وہ اس دن مصر سے آیا ہوا تھا —— کہ جب میں نکل جاؤں تو اسے قتل کر دینا اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے قتل کرنے کا حکم اپنے بیٹے ولید کو دیا تھا، جب عبدالعزیز اس کے قریب ہوا تو عمرو نے اسے رشتہ داری کا واسطہ دیا تو اس نے اُسے چھوڑ دیا اور جب عبدالملک نماز سے فارغ ہو کر واپس آیا اور اسے زندہ دیکھا تو عبدالعزیز سے کہا خدا کی قسم میں نے صرف تمہاری وجہ سے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے کہ یہ حکومت نہ حاصل کرے پھر اس نے اُسے پہلو کے بل لٹا دیا تو عمرو نے اُسے کہا اے ابن زرقاء کیا خیانت کرتے ہو؟ اور اس نے اُسے قتل کر دیا اور عمرو کا بھائی یحییٰ بن سعید دروازے پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا کہ اُسے توڑ دے، تو ولید اور عبدالملک کے غلام اس کے پاس گئے اور ان کے درمیان لڑائی ہو گئی اور ولید اور یحییٰ لڑ پڑے تو یحییٰ نے اس کے سر پر تلوار ماری تو وہ پچھاڑ کر گر پڑا اور عمرو کا سر لوگوں کی طرف پھینک دیا گیا، پس جب انہوں نے اُسے دیکھا تو وہ منتشر ہو گئے۔ پھر مکان کے اوپر سے ان پر دنانیر کی تھیلیاں پھینکی گئیں تو وہ جنگ چھوڑ کر ان کے اکٹھا کرنے میں مشغول ہو گئے اور عبدالملک نے کہا، تیرے باپ کی زندگی کی قسم کہ اگر یہ لوگ ولید سے لڑتے تو اپنا بدلہ لے لیتے، ولید کو تلوار لگی تو وہ گم ہو گیا اور یہ اس طرح ہوا کہ ابراہیم بن عدی نے جنگ کے شور میں اُسے اُٹھا کر کا غذات والے مکان میں داخل کر دیا پھر عبدالملک یحییٰ بن سعید کے پاس آیا اور لوگوں نے عبدالملک پر اتفاق کر لیا اور اس کے مطیع ہو گئے۔

جن باتوں کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کے علاوہ اور باتیں بھی بیان کی گئی ہیں جنہیں ہم نے اپنی کتاب اخبار الزمان میں بیان کیا ہے اور ہم نے اس کی بہن کے اشعار کا بھی ذکر کیا ہے جو ولید بن عبدالملک کی بیوی تھی، ان کا ذکر اس کتاب میں منصور کے حالات میں آئے گا کیونکہ وہی جگہ ان کے ذکر کے لائق ہے تاکہ بات کا تسلسل قائم رہے۔

عبدالملک ۷۰ھ کا بقیہ سال دمشق میں ہی مقیم رہا اور مختار اور اس کے اصحاب کے قتل کے بعد جب عراق کا علاقہ مصعب بن زبیر کے لیے صاف ہو گیا تو وہ وہاں سے چل کر

ایک جگہ پہنچا جو جزیرہ کے پاس باجمیرہ کے نام سے مشہور ہے اور وہ عبدالملک سے جنگ کرنے کے لیے شام جا رہا تھا اُسے اطلاع ملی کہ خالد بن عبداللہ بن خالد بن اُسید اپنے بیٹوں اور کئی غلاموں کے ساتھ عبداللہ بن زبیر کی بیعت توڑ کر مکہ سے بصرہ کی طرف آرہا ہے، تو وہ بصرہ کی نواح میں فروکش ہو گیا اور ربیعہ اور مضر کے کچھ لوگ بھی اس کے ساتھ مل گئے جن میں عبداللہ بن ولید مالک بن مسمع البکری، صفران بن اھتم تمیمی اور صعصعہ بن معاویہ احنف کا چچا بھی شامل تھا، پس بصرہ میں ان کی جنگیں ہوئیں اور آخری جنگ خالد بن عبداللہ سے ہوئی اور وہ اپنے دونوں بیٹوں سمیت خشکی میں بھاگ گیا یہاں تک وہ عبدالملک کے ساتھ جا ملا، مصعب بصرہ واپس آگیا یہ ۷۱ھ کا واقعہ ہے پھر وہ عراق سے باجمیرا واپس آگیا۔ اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے:۔

"اے مصعب تو ہر روز چلتا ہے اور روزانہ باجمیرا میں ہی ہوتا ہے۔"

عبدالملک بن مروان قرقیساء میں اُترا تو زفر بن حارث عامری کلابی نے اس کا محاصرہ کر لیا اور وہ ابن زبیر کا داعی تھا پس اس نے امامت و بیعت کو قبول کر لیا اور عبدالملک چل کر نصیبین آیا۔۔۔ جہاں پر حارث کے دو غلام یزید اور حبشی ان دو ہزار سواروں کے ساتھ موجود تھے جو مختار کے ساتھیوں میں سے بچ گئے تھے اور وہ محمد بن حنفیہ کی امامت کی دعوت دیتے تھے پس اس نے ان کا محاصرہ کر لیا اور انہوں نے اس کی امامت کو مان لیا اور اس کے ساتھیوں میں شامل ہو گئے۔

مصعب ۷۲ھ میں عراقیوں کے ساتھ مل کر عبدالملک سے جنگ کرنے نکلا، عبدالملک بھی مصر، جزیرہ اور شام کی فوجوں کے ساتھ اس کے قریب ہوا اور مسکن مقام پر جو عراق میں دجلہ کے کنارے ایک بستی ہے ان کی جنگ ہوئی، عبدالملک کے ہراول دستے کا کمانڈر حجاج بن یوسف بن ابی عقیل ثقفی تھا، بعض کہتے ہیں کہ پچھلے دستے کا کمانڈر تھا۔ عبدالملک نے اس کے کام کی تعریف کی، پھر عبدالملک نے مصعب کی فوج کے عراقی رؤسا وغیرہ کو خفیہ طور پر لکھا اور انہیں ترغیب و ترہیب دی اور جن لوگوں کے نام اس نے چٹھیاں لکھیں ان میں ابراہیم بن اشتر نخعی بھی تھا جب اس کا جاسوس خط لے کر آیا تو اس نے اُسے اپنے گھر میں قید کر دیا اور خط کو کھولنے سے قبل ہی اُسے مصعب کے پاس لے آیا تاکہ وہ اس کے مندرجات سے آگاہ ہو جائے، مصعب نے اُسے پوچھا کیا تو نے اسے پڑھا ہے اس نے کہا میں اس بات

سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ امیر کے پڑھنے سے قبل اُسے پڑھوں اور میں قیامت کے روز اس کی بیعت اور اطاعت سے دست کش ہو کر عہد شکن بن کر آؤں، جب مصعب نے اس کے مضمون پہ غور کیا تو اس نے اس میں اس کے لیے امان اور ولایت اور عراق کی پسندیدہ جاگیروں کے متعلق بات پائی، پھر ابراہیم نے مصعب سے کہا، کیا فوج کے کمانڈروں میں سے کوئی کمانڈر آپ کے پاس خط لایا ہے؟ مصعب نے کہا نہیں تو ابراہیم نے کہا خدا کی قسم اس نے ان سے خط و کتابت کی ہے اور مجھے اس وقت تک خط نہیں لکھا جب تک دوسروں کو خط نہیں لکھ لیے اور انہوں نے وہ خط اس لیے تجھ تک نہیں پہنچائے کہ وہ اس سے راضی ہیں اور تجھ سے خیانت کرنا چاہتے ہیں، پس میری بات مان لے اور میں ان سے پہل کرتا ہوں تو انہیں تلوار کی دھار پہ رکھنے کا حکم دے یا ان میں سے کچھ لوگوں کو بیڑیاں ڈال دے اور اس آدمی کو نکال دے مگر مصعب نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ اس کی فوج میں ربیعہ کے جو آدمی تھے وہ اس سے ابن زیاد بن ظبیان البکری کے قتل کر دینے کی وجہ سے کنارہ کش ہو گئے، ابن زیاد ربیعہ کے سرداروں اور بکر بن وائل کے لیڈروں میں سے تھا اور ابراہیم بن اشتر مصعب کے مقدمۃ الجیش کے اگلے سواروں میں شامل ہو کر گیا اور عبدالملک کے سواروں سے بھڑ گیا، اس کے مقدمۃ الجیش کا کمانڈر اس کا بھائی محمد بن مروان تھا پس عبدالملک کو ابراہیم کے آنے اور اس کے بھائی محمد کے ساتھ جنگ کرنے کی اطلاع ملی تو اس نے محمد کی طرف اطلاع بھیجی کہ میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ تو آج جنگ نہ کرنا، عبدالملک کے ساتھ ایک نجومی تھا اس نے عبدالملک کو بتایا کہ تو آج سواروں کے ساتھ اس سے جنگ نہ کرنا کیونکہ یہ منحوس دن ہے اور وہ تین دن کے بعد اس سے جنگ کرے تو وہ کامیاب ہو جائے گا محمد نے اسے اطلاع دی کہ میں نے اپنی جان کی قسم کھائی ہے کہ میں ضرور جنگ کروں گا اور تیرے نجومی کی جھوٹی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوں گا۔ پس عبدالملک نے نجومی اور دیگر حاضرین کو کہا کیا تم نہیں دیکھتے؟ پھر اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہا اے اللہ مصعب اپنے بھائی کی طرف دعوت دیتا ہوں اے اللہ اس کی مدد فرما جو ہم میں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے بہتر ہے، جب محمد بن مروان اور ابن اشتر کی جنگ شروع ہوئی تو محمد یہ رجز پڑھ رہا تھا

"میرے جیسا شخص تجھ جیسے شخص سے چھیننے کا زیادہ حق دار ہے جس کے پاؤں سفید اور دُم لمبی ہے۔"

پس وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ شام ہو گئی، عتاب بن ورقاء تمیمی نے کہا اور وہ ابن اشتر کے ساتھ تھا، اے ابراہیم لوگوں نے بہت تکلیف اُٹھائی ہے اب انہیں واپسی کا حکم دو یہ بات اس نے اس کے فتح کے قریب ہونے پر حسد کرتے ہوئے کہی تھی، ابراہیم نے اُسے کہا وہ کیسے واپس جائیں، دشمن ان کے سامنے کھڑا ہے، عتاب نے کہا میمنہ کو واپسی کا حکم دو، مگر ابراہیم نے یہ بات قبول نہ کی پس عتاب نے میمنہ والوں کے پاس جا کر انہیں واپسی کا حکم دے دیا اور جب وہ اپنے میدان سے ہٹ گئے تو محمد کا میسرہ ان پر ٹوٹ پڑا اور لوگ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے، ابراہیم کے سوار ڈٹ کر کھڑے رہے اور اس پر مسلسل نیزہ باری ہونے لگی۔ وہ کئی نیزوں سے بچا اس کے ساتھیوں نے بھی اُسے بچایا، پھر وہ اپنی زین سے اُکھڑ گیا اور جوانوں نے اس کو گھیر لیا اور اس پر ٹوٹ پڑے اور وہ شجاعت دکھانے اور خونریزی کرنے کے بعد قتل ہو گیا اور اس کے سر کے لینے کے متعلق اختلاف کیا گیا ہے، بعض کا خیال ہے کہ عبید بن میسرہ جو پہلے بنی یشکر کا اور پھر بنی رفاعہ کا غلام تھا اس نے اس کا سر لیا تھا، اور ابراہیم کے جثے کو عبدالملک کے پاس لا کر اس کے سامنے ڈال دیا تھا، پس اُسے حصین بن نمیر نے لے کر اور لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ سے جلا دیا۔

اور اس رات کی صبح کو، عبدالملک اپنی جگہ سے چل پڑا اور ارض السوداء میں دیر جاثلیق میں جا اُترا اور عبیداللہ بن زیاد بن ظبیان اور عکرمہ بن ربعی، ربیعہ کے جھنڈوں کی طرف آئے اور انہیں عبدالملک کی فوج میں شامل کر دیا اور اس کی اطاعت اختیار کر لی پھر لوگوں کی جنگ ہوئی تو مصعب اکیلا رہ گیا اور اس کے مضری اور یمنی ساتھی اس سے الگ ہو گئے، وہ سات آدمیوں کے ساتھ اکیلا رہ گیا جن میں اسماعیل بن طلحہ بن عبیداللہ تمیمی اور اس کا بیٹا عیسیٰ بن مصعب بھی تھے اس نے اپنے بیٹے عیسیٰ سے کہا اے بیٹے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی جان بچا لے اور مکہ میں اپنے چچا کے ساتھ جا مل، اور اُسے بتا کہ عراقیوں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور مجھے چھوڑ دے میں قتل ہو جانے والا ہوں، اس نے مصعب سے کہا خدا کی قسم ایسا نہیں ہو گا قریش کی عورتیں یہ بات نہ کریں گی کہ میں تجھ کو چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اور نہ میں تیرے بارے کبھی انہیں کوئی بات بتاؤں گا مصعب نے اُسے کہا اگر یہ بات ہے تو میرے آگے آگے چلو تاکہ میں تیرا امتحان کر لوں پس عیسیٰ آگے ہو گیا اور لڑتا ہوا مارا گیا۔

محمد بن مروان نے اپنے بھائی عبد الملک سے کہا کہ وہ مصعب کو امان دے دے تو عبد الملک نے ان لوگوں کے ساتھ مشورہ کیا جو اس کے پاس موجود تھے، پس علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب نے اُسے کہا، اُسے امان نہ دینا اور خالد بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان نے کہا اُسے امان دے دو تو علی اور خالد کے درمیان اُونچی آواز سے تلخ کلامی ہو گئی یہاں تک کہ دونوں نے ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہا، پس عبد الملک نے اپنے بھائی محمد کو حکم دیا کہ وہ مصعب کو جا کر امان دے دے اور جو وہ چاہتا ہے وہ بھی دے دے۔ محمد مصعب کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا پھر کہنے لگا اے مصعب میری طرف آؤ، میں تیرا عم زاد محمد بن مروان ہوں۔ امیر المومنین نے تیرے مال وجان اور جو کچھ تو نے کیا ہے اس کے متعلق تجھے امان دی ہے اور تو جس ملک میں رہنا چاہتا ہے رہ سکتا ہے اور اگر وہ تیرے متعلق کوئی اور ارادہ کرتا تو وہ اُسے تجھ پر وارد کر دیتا پس میں تجھے تیری جان کے متعلق خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔

شامیوں میں سے ایک آدمی عیسٰی بن مصعب کا سر کاٹنے کے لیے آیا تو اس کی غفلت میں مصعب اس کی طرف پلٹا اور شامیوں نے اس آدمی کو آواز دے کر کہا تو ہلاک ہو جائے فلاں شیر تیری طرف آ رہا ہے مصعب نے آگے بڑھ کر اُسے چیر کر رکھ دیا۔ پھر مصعب کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی گئیں اور وہ پیادہ ہو گیا تو عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان اس کے پاس آ گیا اور دونوں میں دو دو ہاتھ ہوئے، پہلے مصعب نے اس کے سر پر تلوار ماری اور مصعب کا زخم کے باعث خون بہہ چکا تھا اور عبید اللہ نے اُسے تلوار مار کر قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر عبد الملک کے پاس لے آیا تو عبد الملک نے سجدہ کیا اور عبید اللہ بن زیاد نے اپنی تلوار کے قبضے کو پکڑ کر اسے نیام سے کھینچا اور اس کا اکثر حصّہ کھینچ لیا تا کہ عبد الملک کو حالت سجدہ ہی میں مار دے پھر وہ پشیمان ہوا اور انا للہ پڑھنے لگا، اس کے بعد وہ کہا کرتا تھا کہ لوگوں سے دلیری جاتی رہی ہے جب میں نے ارادہ کیا اور کچھ نہ کہا اگر میں چاہتا تو عرب کے دو بادشاہوں عبد الملک اور مصعب کو ایک پل میں قتل کر دیتا اور عبید اللہ نے مصعب کے سر کی آمد پر بطور مثال یہ شعر پڑھا ؎

"بادشاہ جو ہم پر ظلم کرتے ہیں ہم اس کے مطابق ان کی خدمت کرتے ہیں
اور ان کا قتل کرنا ہم پر حرام نہیں ہے۔"

عبد الملک نے کہا مصعب جیسا جوان قریش میں کب پیدا ہو گا؟ اور مصعب ۱۳ جمادی الاوّل

سنہ ۷۲ھ کو منگل کے روز قتل ہوا، عبدالملک نے مصعب اور اس کے بیٹے عیسیٰ کے متعلق حکم دیا کہ انہیں دیر جاثلیق میں دفن کیا جائے پھر عبدالملک نے اہل عراق کو اپنی بیعت کی دعوت دی تو انہوں نے اس کی بیعت کر لی۔

مسلم بن عمرو باہلی، معاویہ اور اس کے بیٹے یزید کے زیر احسان تھا اس دن وہ مصعب کی فوج میں تھا عبدالملک اس کے پاس آیا اور اس نے اس سے اپنے لیے امان حاصل کی اُس سے پوچھا گیا کہ تو مرنے والا ہے اور جو زخم تجھے پہنچا ہے اس کی وجہ سے تو زندگی کی اُمید نہیں رکھتا تو امان کو کیا کرے گا اس نے جواب دیا تاکہ میرا مال محفوظ ہو جائے اور میرا بیٹا میرے بعد امن سے رہے جب اُسے عبدالملک کے سامنے رکھا گیا اس نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے تلوار مارنے والے کا ہاتھ کاٹ دے اس نے تیرا کام کیوں نہیں تمام کیا؟ کیا آلِ حرب نے تیرے ساتھ جو احسانات کیے ہیں تو ان کی ناشکری کرتا ہے پھر اس نے اُسے مال اور بیٹے کے متعلق امان دے دی اور وہ اسی وقت مر گیا۔

عراق کے علاقے میں دیر جاثلیق میں مصعب کے قتل ہونے کے متعلق عبداللہ بن قیس الرقیات کہتا ہے ؎

"اور دیر جاثلیق میں قتل ہو کر مقیم ہونے والے نے دو شہروں کو عار اور ذلت سے دوچار کر دیا، پس نہ بکر بن وائل نے اللہ کی بات مانی اور نہ جنگ کے وقت تمیم نے صبر کیا، لیکن اس نے عہد کو ضائع کر دیا اور اس روز وہاں پر کوئی باوفا مضر سردار نہ تھا، اللہ تعالیٰ بصری اور کوفی کو ملامت کی جزا دے، ملامت کرنے والے کو بھی ملامت کی جاتی ہے۔"

اس بارے میں ایک اور شامی شاعر کہتا ہے ؎

"میری زندگی کی قسم ہمارے سواروں کو دجلہ کے کنارے مصعب کے لیے بے قرار کر دیا گیا تھا، اور وہ ہر لمبے نیزے والے اور سیدھے پھل والے اور لومڑ سے مذاق کرتے تھے، جب کبھی اہل عراق کے منافق پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا تو اسے راضی نہیں کیا گیا، ہم جنگ کے روز اس کے قریب ہوئے تو وہ گم شدہ چیز کو کم ہی تلاش کرنے والا تھا۔"

مصعب بڑا صاحب حسن و جمال اور خوب صورت آدمی تھا اس کے متعلق ابن الرقیات

کہتا ہے ؎

"مصعب اللہ کی طرف سے ایک شعلہ ہے جس کے چہرے سے تاریکیاں دُور ہو
جاتی ہیں۔"

چار سردار ایک مکان میں

المنقری بیان کرتا ہے کہ مجھے سوید بن سعید نے بتایا وہ کہتا ہے کہ ہمیں مروان بن معاویہ فزاری نے محمد بن عبدالرحمٰن سے اور اس نے ابو مسلم نخعی کے طریق سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا حضرت حسینؑ کے سر کو لا کر کوفہ کے دارالامارۃ میں عبیداللہ بن زیاد کے سامنے رکھا گیا پھر میں نے دیکھا کہ عبیداللہ بن زیاد کے سر کو اسی جگہ لایا گیا اور اسے مختار کے سامنے رکھا گیا، پھر میں نے مختار کے سر کو دیکھا کہ اُسے لا کر مصعب بن زبیرؓ کے سامنے رکھا گیا اور پھر میں نے مصعب بن زبیرؓ کے سر کو دیکھا کہ اُسے لا کر عبدالملک کے سامنے رکھا گیا۔

یہ بات اس طرح بھی بیان ہوئی ہے راوی کہتا ہے کہ عبدالملک نے مجھے پریشان دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے تو میں نے کہا اے امیرالمومنین میں اس گھر میں داخل ہوا تو میں نے اس جگہ پر حضرت حسینؑ کے سر کو ابن زیاد کے سامنے پڑا دیکھا، پھر اس میں داخل ہوا تو ابن زیاد کے سر کو مختار کے آگے پڑا دیکھا، پھر داخل ہوا تو مختار کے سر کو مصعب بن زبیرؓ کے سامنے پڑے دیکھا اور اب یہ مصعب کا سر آپ کے سامنے پڑا ہے اے امیرالمومنین اللہ تعالیٰ آپ کو بچائے راوی بیان کرتا ہے کہ عبدالملک اچھل کر کھڑا ہو گیا اور نشست گاہ کے اوپر جو محراب بنا ہوا تھا اس کے گرانے کا حکم دے دیا، یہ بات ولید بن خباب وغیرہ سے بھی بیان کی گئی ہے۔

لوگوں کا عبدالملک کی بیعت کرنا

عبدالملک دیر جاثلیق سے چل کر کوفہ کے بیرونی حصے نخیلہ میں فروکش ہوا تو اہل کوفہ نے جا کر اس کی بیعت کی اس نے لوگوں سے خفیہ خط و کتابت کر کے جو وعدے کیے تھے انہیں پورا کیا اور انعامات، جاگیریں اور خلعتیں دیں اور لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق مراتب دیے اور عام ترغیب و ترہیب کی پھر بصرہ پر خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسد کو اور کوفہ پر اپنے بھائی بشر بن مروان کو حاکم مقرر کیا اور اس کے ساتھ شامیوں کی ایک جماعت کو مقرر کیا جو اہل مشورہ اور اصحاب الرائے افراد پر مشتمل تھی جن میں رُوح بن زنباع جذامی بھی تھا نیز حجاج بن یوسف کو مکہ میں ابن زبیر کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور خود بقیہ اہل شام

کے ساتھ دارالسلطنت دمشق چلا گیا۔

رُوح بن زنباع اور بشر بن مروان

بشر بن مروان ایک ماہر ادیب تھا جو شعر داستان گوئی، غنا اور شراب نوشی کا دلدادہ تھا اس کے بھائی عبدالملک نے اُسے کہا کہ رُوح تیرا وہ چچا ہے جس کے صدق و عفاف اور خیر خواہی اور محبت اہل بیت کی وجہ سے تجھے کسی امر کا فیصلہ اس کے بغیر نہیں کرنا چاہیے تو بشر اس سے منقبض ہوا اور اپنے ندیموں سے کہنے لگا مجھے خدشہ ہے کہ اگر ہم بے تکلفی کرتے رہے تو رُوح یہ بات امیر المومنین کی طرف لکھ دے گا حالانکہ میں اُنس و اجتماع کو پسند کرتا ہوں جسے وہ پسند نہیں کرتا تو اُسے ایک عراقی ندیم نے کہا کہ میں لیسے لطیف طریق پر آپ کی مدد کروں گا کہ وہ بغیر کسی شکایت اور ملامت کرنے کے تجھے چھوڑ کر امیر المومنین کی طرف چلا جائے گا جس سے بشر خوش ہو گیا اور اس سے کہنے لگا کہ اگر تو یہ کام کر دے تو میں تجھے بہت اچھا انعام دوں گا، رُوح بڑا غیرت مند تھا اس کی ایک لونڈی تھی جب وہ اپنے گھر سے مسجد کی طرف یا کسی اور جانب جاتا تو قفل لگانے کے بعد واپس آنے تک دروازے پر مہر لگا دیتا، پس اس نوجوان نے ایک دوات لی اور شام کے وقت چھپتا چھپاتا رُوح کے گھر آیا، رُوح نماز کے لیے گیا ہوا تھا رُوح کے نکلنے کے وقت وہ نوجوان ڈیوڑھی تک پہنچ گیا اور سیڑھی کے نیچے چھپا رہا اور رات بھر تدبیریں کرتا رہا یہاں تک کہ رُوح کے کمرے تک پہنچ گیا اور رُوح کے سونے کی جگہ کے قریب ترین جو دیوار تھی اس پر لکھ دیا ؎

"اے رُوح اس بیوہ اور بیٹیوں کا کون ذمہ دار ہو گا جب تجھے موت کا پیغام دینے والا اہل مغرب کی موت کی خبر دے گا، اور ابن مروان کی موت قریب آ گئی ہے پس اے رُوح بن زنباع اپنے لیے کوئی تدبیر کر لے
اور تجھے نرم و نازک نوجوان لڑکیاں دھوکا نہ دیں اور تو خیر خواہ داعی کی بات سُن کر راہِ راست پر آ جا۔"

پھر وہ اس کے مکان سے ڈیوڑھی میں واپس آ کر شب باش ہو گیا جب صبح ہوئی رُوح نماز کے لیے نکلا تو اس کے نوکر اس کے پیچھے پیچھے چلے اور وہ نوجوان بھی

بدل کر ان میں مل جل گیا جب رُوح نے واپس آکر اپنے کمرے کا دروازہ کھولا تو اُسے وہ عبارت نظر آئی، اس نے اُسے پڑھا تو وہ اس سے خوف زدہ ہوگیا اور اسے ایک عجیب بات سمجھا اور کہنے لگا یہ کیا ہے؟ خدا کی قسم میرے کمرے میں میرے سوا کوئی انسان داخل نہیں ہوتا اور میرے عراق میں رہنے میں اب کوئی بھلائی نہیں پھر اُٹھ کر بشر کے پاس گیا اور اسے کہنے لگا اے میرے بھتیجے اگر تجھے امیر المومنین سے کوئی کام ہو تو مجھے بتاؤ اس نے کہا اے چچا کیا آپ جانا چاہتے ہیں اس نے جواب دیا ہاں، اس نے کہا، کیوں تو نے کوئی بُری بات دیکھی یا محسوس کی ہے جس کی وجہ سے آپ ٹھہر نہیں سکتے اس نے کہا خدا کی قسم نہیں اللہ تعالیٰ تیرا اور تیری بادشاہی کا بھلا کرے، لیکن ایک ایسا واقعہ ہوا ہے جس کی وجہ سے مجھے امیر المومنین کے پاس واپس جانا ضروری ہے، اس نے اُسے قسم دی کہ وہ اُسے اس کے متعلق بتائے تو اس نے اُسے بتایا کہ امیر المومنین فوت ہو چکے ہیں یا چند دنوں تک مر جائیں گے اس نے پوچھا آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا ہے؟ تو اس نے اُسے اس تحریر کے متعلق بتایا اور یہ بھی کہا کہ میرے کمرے میں میرے اور فلاں لونڈی کے سوا کوئی آدمی داخل نہیں ہوتا اور یہ بات کسی جن یا فرشتے نے لکھی ہے، بشر نے اُسے کہا آپ ٹھہرئیے مجھے اُمید ہے کہ اس بات کی کوئی حقیقت نہیں مگر اُسے کوئی چیز نہ روک سکی اور وہ شام کی طرف چلا گیا اور بشر گانے بجانے اور شراب نوشی میں مصروف ہوگیا، جب رُوح عبد الملک سے ملا تو اس نے اس کے آنے کو اچنبھا سمجھتے ہوئے کہا تیرا آنا، بشر کے ساتھ کسی حادثہ کی وجہ سے ہوا ہے یا تو نے اس کی کسی بات کو ناپسند کیا ہے، تو اس نے بشر کی سیرت کی تعریف کی اور کہا ایسا نہیں ہے بلکہ میں ایک بات کی وجہ سے آیا ہوں جس کا تذکرہ میں آپ سے خلوت میں کروں گا، عبد الملک نے اپنے ہم نشینوں سے چلے جانے کو کہا اور رُوح کو تنہائی میں ملا تو اس نے اُسے بات بتائی اور شعر بھی سُنائے پس عبد الملک کھلکھلا کر ہنسا اور کہنے لگا، بشر اور اس کے ساتھیوں پر تیری موجودگی گراں گزری تو انہوں نے تیرے ساتھ یہ حیلہ بازی کی ہے لہٰذا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

عبد اللہ بن زبیر کو اپنے بھائی مصعب کی وفات کی خبر ملنا

جب عبد اللہ کو اپنے بھائی مصعب کے قتل کی اطلاع ملی تو اس نے اس کے بیان کرنے سے پہلو تہی کی یہاں تک کہ مکہ اور مدینہ کی

گلیوں میں غلاموں اور لونڈیوں نے اس بات کا تذکرہ کیا تب عبداللہ منبر پر چڑھا اور اس کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا تھا، اس نے کہا اس خدا کی تعریف جو دنیا اور آخرت کا بادشاہ ہے وہ جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے اس کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے لوگو آگاہ رہو، اللہ تعالیٰ اس آدمی کو ہرگز ذلیل نہیں کرے گا جو حق پر ہے اور اس کو ہرگز عزت نہیں دے گا جس کی یاری شیطان دوستوں کی ہے، ہمارے پاس عراق سے ایک خبر آئی ہے جس نے ہمیں غم بھی دیا ہے اور خوش بھی کیا ہے اور وہ خبر مصعبؓ کے قتل کی ہے ہمیں جس بات نے غمگین کیا ہے وہ ایک قریبی عزیز کی جدائی پر غم کی سوزش ہے جسے مصیبت کے وقت ایک قریبی عزیز محسوس کرتا ہے۔ پھر وہ اس کے بعد صبر جمیل کی طرف لوٹ آتا ہے اور جس بات نے ہمیں خوش کیا ہے وہ یہ کہ اس کا قتل ہونا شہادت ہے اور اللہ تعالےٰ اسے اس کے لیے اور ہمارے لیے بہتر چیز بنائے گا اور خدا کی قسم ہم آل ابی العاص کی طرح طبعی موت نہیں مرتے، ہم صرف نیزوں سے موقع پر ہی مرجاتے ہیں اور تلواروں کے سائے تلے قتل ہوکر مرتے ہیں، لوگو! آگاہ رہو کہ دنیا اُس رب قہار کی طرف سے ایک عارضی چیز ہے جس کی شاہی کو زوال اور تغیر نہیں، اور اگر دنیا میری طرف آئے تو میں اُسے شریر متکبر آدمی کی طرح نہیں لوں گا اور اگر وہ مجھ سے پیٹھ پھیرے تو میں اس پر غمگین اور ذلیل آدمی کی طرح نہیں روؤں گا۔

حجاج مکہ میں

حجاج طائف آکر کئی ماہ تک وہاں ٹھہرا رہا پھر مکہ آکر اس نے ابن زبیرؓ کا محاصرہ کرلیا اور عبدالملک کی طرف لکھا کہ میں ابوقبیس پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں۔ جب عبدالملک کے پاس اس کا خط پہنچا جس میں ابن زبیرؓ کے محاصرہ اور ابوقبیس پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوجانے کا ذکر تھا تو عبدالملک نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور ان لوگوں نے بھی نعرۂ تکبیر لگایا جو اس کے پاس موجود تھے نعرہ تکبیر کی آواز جامع دمشق میں پہنچی تو انہوں نے بھی نعرۂ تکبیر لگایا اور جب بازار والوں تک یہ اطلاع پہنچی تو انہوں نے بھی نعرۂ تکبیر لگایا، پھر انہوں نے حقیقت حال کو دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا کہ حجاج نے مکہ میں ابن زبیرؓ کا محاصرہ کرلیا ہے اور ابوقبیس پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے تو انہوں نے کہا ہم اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک وہ اسے ہمارے پاس بیڑیوں میں جکڑ کر نہ لائے اور اس کے سر پر لمبی ٹوپی

ہوا اور وہ ملعون ترابی اونٹ پر بیٹھا ہوا ہمارے پاس سے گزرے حجاج نے مکہ میں ابن زبیر کا محاصرہ ماہ ذوالعقدہ ۷۲ھ میں کیا، اسی سال مصعب قتل ہوا، ابن زبیر کے متعلق ہم اہل دمشق کے قول کا ذکر کر چکے ہیں جسے عمرو بن شبتہ نمیری نے ابن عاصم سے بیان کیا ہے، ابن زبیر نے حجاج کو بیت اللہ کے طواف سے روک دیا چنانچہ حجاج لوگوں کے ساتھ عرفہ میں زرہ اور خود کا احرام پہنے کھڑا رہا، اس وقت اس کی عمر ۳۱ سال تھی، ابن زبیر نے مکہ میں قربانی کی اور حجاج کی وجہ سے عرفہ کی طرف نہ گیا، حجاج نے مکہ میں ابن زبیر کا محاصرہ پچاس راتوں تک جاری رکھا۔

ابن زبیرؓ اور ان کی والدہ اسماء بنت ابی بکرؓ

ابن زبیر اپنی والدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت ان کی عمر سو سال تھی لیکن ان کا ایک دانت بھی نہیں گرا تھا اور نہ ہی بال سفید ہوئے تھے اور نہ ہی ان کی عقل میں کوئی خلل ہوا تھا جیسا کہ ہم قبل ازیں اس کتاب میں ان کے حالات بیان کر چکے ہیں۔ ابن زبیر نے کہا اے ماں تو اپنے آپ کو کیسے پاتی ہے اس نے جواب دیا اے میرے بیٹے میں تکلیف میں ہوں ابن زبیر نے ماں کو کہا، موت میں راحت ہے اس نے جواب دیا شاید تو میرے لیے موت کا متمنی ہے اور میں اس وقت تک موت کو پسند نہیں کرتی جب تک تیرے متعلق دو خبروں میں سے ایک خبر نہ ملے، یا تو تو قتل ہو تو مجھے تیری وجہ سے ثواب ہو اور یا تو کامیاب ہو تو میری آنکھیں تجھ سے ٹھنڈی ہوں اور پھر عبداللہ نے اپنے بارے میں اور اپنی بیویوں کے بارے میں وصیت کی کہ جب وہ چیخ و پکار کو سُنیں تو وہ اس کی ماں اسماء کے پاس آجائیں، عروہ بن زبیر اپنے چچا عبدالملک کا ہمنوا تھا اور حجاج کو مسلسل عبدالملک کے خطوط آرہے تھے کہ وہ عروہ کا خیال رکھے اور اس کے مال و جان کو تکلیف نہ دے پس عروہ حجاج کے پاس گیا اور واپس آکر اپنے بھائی کو کہنے لگا کہ خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید اور عمرو بن عثمان بن عفان یہ دونوں تجھے اور تمہارے ساتھیوں کو جو کچھ بھی تم نے کیا ہے، اس پر تمہیں عبدالملک کی امان دیتے ہیں اور تو جس ملک میں جانا چاہتا ہے چلا جا اور اس بات کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے علاوہ اس نے کچھ باتیں کیں مگر عبداللہ نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اس کی ماں اسماء نے اُسے کہا اے میرے بیٹے اس تجویز کو قبول نہ کر جس کے قبول کرنے میں تجھے قتل ہونے کا خوف ہو اور عزت کی موت مر، اور قید

ہونے سے بچ اس نے کہا اسے میری ماں مجھے خوف ہے کہ وہ میرے قتل کے بعد میرا مُثلہ کر دے گا۔ اس نے کہا اے میرے بیٹے کیا ذبح کر دینے کے بعد بکری کو کھال اُتارنے کی تکلیف ہوتی ہے؟ نماز کے وقت انہوں نے ابن زبیر پر حملہ کر دیا لیکن اس نے بیت اللہ کی پناہ لے لی اور وہ آواز سے بلند کر رہے تھے کہ اے ذات النطاقین کے بیٹے، تو ابن زبیر نے بطور مثال یہ شعر پڑھا ؎

"اور چغل خوروں نے اُسے عار دلائی کہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں
اور ظاہر ہے کہ تیری طرف سے یہ شکایت اس کے لیے عار کی بات ہے۔"

پھر اس نے دیکھا کہ ایک پارٹی تلواریں لیے اس کی طرف آرہی ہے تو اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا یہ کون ہیں انہوں نے کہا یہ مصری ہیں، ابن زبیر نے کہا رب کعبہ کی قسم یہ امیر المومنین عثمانؓ کے قاتل ہیں اور اس نے ان پر حملہ کر دیا اور ان میں سے ایک آدمی کو تلوار سے دو نیم کر دیا اور کہا اے ابن حام صبر کر، پھر شامیوں اور مصریوں نے اس پر حملہ کر دیا، وہ مسلسل ان میں شمشیر زنی کے جوہر دکھاتا رہا یہاں تک کہ ان کو مسجد سے باہر نکال دیا اور بیت اللہ کی طرف واپس آتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہا تھا ؎

"اور میں عار کے بدلے اپنی زندگی فروخت کرنے والا نہیں اور نہ ہی موت
کے خوف سے سیڑھی تلاش کرنے والا ہوں۔"

اس نے حجر اسود کو بوسہ دیا تو پھر انہوں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس نے ان پر یہ شعر پڑھتے ہوئے حملہ کر دیا ؎

"تیرے ساتھیوں کو گردن مارنے نے ایک راہ پر چلا دیا ہے اور ہمارے
ساتھ جنگ سخت ہو گئی ہے۔"

تب حجر اس کے پاس آیا تو اس نے اس کی پیشانی پر زور سے تھپڑ مار کر اس کی پیشانی کو خون آلود کر دیا اور پھر اس کے زخم کو مزید وسیع کر دیا اور کہا ؎

"ہمارے زخموں کا خون ہماری ایڑیوں پر نہیں بہتا بلکہ ہمارے قدموں پر
بہتا ہے۔"

پس اس نے انہیں مسجد سے نکال دیا اور اپنے بقیہ ساتھیوں کو لے کر بیت اللہ کے پاس آ گیا اور انہیں کہنے لگا تلواروں کے نیام پھینک دو اور تم میں سے ہر آدمی

اپنی تلوار کو اس طرح بچائے جیسے وہ اپنے چہرے کو بچاتا ہے، تم میں سے کوئی شخص اپنی تلوار توڑ کر عورت کی طرح نہ بیٹھے اور تم میں سے کوئی آدمی یہ نہ پوچھے کہ عبداللہ کہاں ہے اور جو میرے متعلق پوچھے تو میں سب سے اگلے دستے میں ہوں گا پھر وہ یہ شعر پڑھنے لگا ؎

"اے میرے رب! شامی فوج بہت زیادہ ہو گئی ہے اور انہوں نے
بیت اللہ کے پردوں کو پھاڑ دیا ہے، اے میرے رب میں ایک کمزور
اور مظلوم آدمی ہوں، اپنی جناب سے میری مدد کے لیے فوج بھیج۔"

ہزاروں شامیوں نے ہر دروازے سے اس پر حملہ کر دیا، اور اس نے بھی حملہ کیا اور اُسے پتھروں سے کچل دیا گیا اور وہ پچھڑ کر گر گیا تو اس کے دو غلام اُسے بچانے کے لیے اس پر جھک گئے اور ان میں سے ایک کہہ رہا تھا ؎

"غلام، اپنے آقا کو بچاتا ہے اور خود بھی بچتا ہے۔"

یہاں تک کہ وہ سب قتل ہو گئے اور اس کے ساتھی بھی منتشر ہو گئے اور حجاج کے حکم سے اُسے صلیب دیا گیا۔ عبداللہ بن زبیر کا قتل ۱۷ جمادی الاولیٰ ۷۳ھ کو منگل کے دن ہوا۔

اس کی والدہ اسماءؓ نے اس کے دفن کرنے کے متعلق حجاج سے گفتگو کی مگر اس نے اس کی یہ بات نہ مانی، تو اس نے حجاج سے کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ

"ثقیف سے ایک کذاب اور ایک بربادی انگن ظاہر ہو گا۔"

کذاب تو مختار تھا اور بربادی انگن کے متعلق میرا خیال ہے کہ وہ تو ہے، اور ہم اس کتاب میں حجاج کے حالات کی ایک جھلک پیش کریں گے اگرچہ ہم انہیں مبسوط طور پر اپنی پہلی کتب میں بیان کر چکے ہیں۔

حجاج کا والیٔ حجاز بننا

حجاج تین سال تک مکہ، مدینہ، حجاز، یمن اور یمامہ کا والی رہا۔

پھر بصرہ میں بشر بن مروان کی موت کے بعد اُسے عراق کی ولایت بھی دے دی گئی۔

جابر بن عبداللہؓ

عبدالملک کے زمانے میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ مدینہ میں ۷۸ھ میں فوت ہو گئے۔ آپ کی نظر ختم ہو چکی تھی اور عمر نوے سال سے اوپر تھی۔ آپ معاویہؓ کے پاس دمشق میں آئے تو اس نے کئی روز تک آپ کو ملاقات کی اجازت نہ دی، جب اس نے آپ کو اجازت دی تو آپ نے فرمایا اے معاویہؓ! کیا تو نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے نہیں سنا کہ جس نے فاقہ کش اور حاجت مند کو روکا تو قیامت کے روز جب اُسے فاقہ اور حاجت ہو گی، اللہ تعالیٰ اُسے روک دے گا تو معاویہؓ نے ناراض ہو کر آپ سے کہا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ عنقریب تم میرے بعد خود پسندی کو پاؤ گے پس صبر کرنا یہاں تک کہ تم حوض پر آجاؤ، تو نے صبر کیوں نہیں کیا؟ آپ نے کہا تو نے مجھے وہ بات یاد دلا دی ہے جو میں فراموش کر چکا تھا اور اپنی سواری پر بیٹھ کر واپس آ گئے، معاویہ نے ان کی طرف چھ سو دینار بھیجے جسے انہوں نے واپس کر دیا اور اُسے لکھا ؎

"اور جب تونگری اور قناعت اکٹھی ہوں گی تو میں قناعت کو اختیار کروں گا
اور محض ٹھنڈے پانی سے گزارہ کر لوں گا، اور جب مجھے کوئی امر پیش
آئے گا تو میں اپنے نفس کے خلاف فیصلہ کروں گا اور کئی لوگ ایسے ہیں
کہ جن کے خلاف فیصلہ کیا جاتا ہے اور وہ خود فیصلہ نہیں کر سکتے، اور میں
حیا کا لباس زیب تن کر لوں گا اور میں نے تونگری کا مقام دیکھ لیا ہے
پس اس کے لیے اپنی عزت کو بٹہ نہیں لگاؤں گا۔"

اور آپ نے معاویہ کے ایلچی سے کہا کہ لوگوں کے جگر چبانے والی عورت کے بیٹے سے کہہ دینا کہ تو اپنے اعمالنامہ میں کبھی ایسی نیکی نہیں پائے گا جس کا سبب میں بنوں۔

محمدؒ بن حنفیہ

۸۱ھ میں حضرت محمد بن علی بن ابی طالب ابن حنفیہ عبدالملک کے زمانے میں مدینہ میں وفات پا گئے اور بقیع میں دفن ہوئے آپ کی نماز جنازہ ابان بن عثمان نے ان کے بیٹے ابی ہاشم کی اجازت سے پڑھائی، محمد بن حنفیہ کی کنیت ابوالقاسم تھی آپ کی وفات ۶۵ سال کی عمر میں ہوئی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ ابن زبیر سے بھاگ کر طائف چلے گئے اور وہیں وفات پائی اور بعض کہتے ہیں کہ آپ ایلہ کے علاقے میں فوت ہوئے اور آپ کی قبر کے متعلق بھی اختلاف پایا جاتا ہے

قبل ازیں ہم کیسانیہ کا قول بیان کر چکے ہیں کہ ان میں سے بعض کا قول یہ ہے کہ آپ "رضوی" پہاڑ میں ہیں آپ کے مندرجہ ذیل بیٹے تھے، حسن، ابو ہاشم، عبداللہ، جعفر اکبر، حمزہ اور علی، اُم ولد سے جعفر اصغر اور عون، ام جعفر سے اور قاسم و ابراہیم۔

ہم سے نصر بن علی نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ہمیں ابو احمد زبیری نے یونس بن ابی اسحاق سے بتایا وہ کہتا ہے کہ ہمیں سہل بن عبید بن عمرو الخابوری نے بتایا کہ ابن حنفیہ نے عبدالملک کی طرف لکھا کہ حجاج ہمارے شہر میں آیا ہے اور میں اس سے خائف ہوں اور چاہتا ہوں کہ تو اُسے مجھ پر زبان اور ہاتھ سے غلبہ نہ دے تو عبدالملک نے حجاج کی طرف لکھا کہ محمد بن علی نے مجھے لکھا ہے کہ وہ تجھ سے معافی چاہتا ہے پس اس پہ ہاتھ نہ ڈالنا اور میں نے زبان اور ہاتھ سے تجھے اس پہ غلبہ نہیں دیا پس اس سے متعرض نہ ہو، حجاج اُسے طواف کرتے ملا تو ہونٹ کاٹ کر کہنے لگا کہ امیر المومنین نے مجھے تیرے متعلق کیوں اجازت نہیں دی تو محمد نے اُسے کہا تیرا بُرا ہو کیا تجھے علم نہیں کہ ہر دن اور رات کو اللہ تبارک و تعالےٰ کے لیے تین سو ساٹھ نگاہیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک نظر سے اور شاید اس نے ان نگاہوں میں سے ایک نگاہ سے مجھے بھی دیکھا ہو اور اس نے مجھ پہ رحم کیا ہو اور مجھ پہ تجھے زبان اور ہاتھ سے غلبہ نہ دیا ہو، راوی بیان کرتا ہے کہ حجاج نے یہ بات عبدالملک کو لکھی اور عبدالملک نے یہ بات شاہِ روم کو لکھی اور اس نے شاہِ روم کو دھمکی دی ہوئی تھی تو شاہِ روم نے معاویہ کو لکھا کہ یہ بات نہ تو اور نہ تیرے آباؤ اجداد کہہ سکتے ہیں یہ بات صرف نبی یا نبی کے اہل بیت کا کوئی آدمی کہہ سکتا ہے۔

شاہِ رُوم اور شعبی

شعبی بیان کرتا ہے کہ عبدالملک نے مجھے شاہِ روم کی طرف بھیجا جب میں اس کے ہاں پہنچا تو اس نے جس بات کے متعلق بھی مجھ سے پوچھا میں نے اس کا جواب دیا، ایلچی اس کے ہاں لمبا قیام نہیں کرتے تھے۔ اس نے مجھے بہت دنوں تک روکے رکھا یہاں تک کہ میں نے جانا چاہا اور جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو اس نے مجھے کہا کہ تو بھی شاہی خاندان سے ہے میں نے کہا نہیں بلکہ میں ایک عام عرب ہوں تو اس نے چپکے سے مجھے ایک رقعہ دیا اور کہا کہ جب تو اپنے آقا کے پاس پہنچ کر اُسے خط پہنچائے تو یہ رقعہ بھی اُسے پہنچا دینا، شعبی بیان کرتا ہے کہ میں نے عبدالملک کے پاس پہنچ کر اُسے

خط پہنچا دیے اور یہ رقعہ پہنچانا بھول گیا اور جب میں قصرِ امارت کے ایک کمرے میں جا کر وہاں سے نکلنے لگا تو مجھے وہ رقعہ یاد آ گیا، پس میں نے واپس آ کر اُسے رقعہ پہنچا دیا اور جب اس نے اُسے پڑھا تو مجھے کہا کہ اس نے یہ رقعہ دینے سے قبل تجھے کوئی بات کہی تھی؟ میں نے کہا ہاں، اس نے مجھے کہا تھا کہ کیا تو شاہی خاندان سے ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں بلکہ میں ایک عام عرب ہوں، پھر میں اس کے ہاں سے چلا آیا اور جب میں دروازے پر پہنچا تو مجھے واپس بلایا گیا، جب میں اس کے سامنے کھڑا ہوا تو عبدالملک نے مجھے کہا، کیا تجھے پتہ ہے کہ رقعہ میں کیا تھا؟ میں نے جواب دیا نہیں اس نے کہا، اسے پڑھو اور جب میں نے اسے پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ مجھے اس قوم پر تعجب آتا ہے جس میں اس قسم کے آدمی ہوں کہ وہ دوسروں پر کیسے بادشاہ بن جاتے ہیں میں نے عبدالملک سے کہا خدا کی قسم اگر مجھے پتہ ہوتا کہ اس میں کیا لکھا ہے تو میں اُسے نہ اُٹھاتا اور اس نے یہ بات اس لیے کہی ہے کہ اس نے تجھے نہیں دیکھا، اس نے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ اس نے یہ بات کیوں لکھی ہے؟ میں نے کہا نہیں، اس نے کہا کہ اس نے تیری وجہ سے مجھ پر حسد کرتے ہوئے یہ بات کہی ہے اور وہ مجھے تیرے قتل پر برانگیختہ کرنا چاہتا ہے، شعبی کہتا ہے کہ یہ روایت شاہ روم تک پہنچی تو اس نے کہا عبدالملک نے جو بات کہی ہے میں نے وہی ارادہ کیا تھا۔"

معاویہؓ کا عبدالملک کی تعریف کرنا

حضرت معاویہؓ کے پاس عبدالملک کا ذکر کیا گیا تو آپ نے کہا کہ وہ تین باتوں کا پابند اور تین باتوں کا تارک ہے جب بات کرتا ہے تو لوگوں کے دلوں کو موہ لیتا ہے اور بات کو اچھی طرح سنتا ہے اور جب اس کی مخالفت کی جائے تو آسان بات کو اختیار کر لیتا ہے۔ اور جھگڑے، غیبت اور ایسی بات کا تارک ہے جس سے اُسے معذرت کرنی پڑے، عبدالملک کے ایک ہم نشین نے اُسے ایک روز کہا کہ میں آپ سے خلوت میں ملنا چاہتا ہوں جب وہ اس سے علیحدگی میں ملا تو عبدالملک نے اُسے کہا کہ تین شرطوں کے ساتھ بات کرنے کی اجازت ہے کہ میری تعریف نہ کرنا میں اُسے تجھ سے بہتر جانتا ہوں، میرے پاس کسی کی غیبت نہ کرنا میں وہ تجھ سے نہیں سنوں گا اور میرے پاس جھوٹ نہ

بولنا کیونکہ جھوٹے کی کوئی رائے نہیں ہوتی تو اس نے کہا کیا آپ مجھے واپس جانے کی اجازت دیتے ہیں؟ اس نے کہا آپ جب چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں۔

عبدالملک اور اس کا تحائف قبول کرنے والا عامل

الہثیم اور دیگر مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ عبدالملک کو اس کے ایک عامل کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ تحائف قبول کرتا ہے تو اس نے اُسے اپنے پاس واپس بُلایا جب وہ عبدالملک کے پاس آیا تو اس نے اُسے کہا کہ جب سے تو حکمران بنا ہے تو تحائف قبول کرتا ہے اس نے عبدالملک کو کہا یا امیرالمومنین آپ کا ملک آباد اور خراج وافر اور رعیت خوش حال ہے، عبدالملک نے کہا میں نے جو بات تجھ سے دریافت کی ہے اس کا جواب دو، کیا جب سے میں نے تمہیں حکمران بنایا ہے تم تحائف قبول کرتے ہو اس نے جواب دیا ہاں۔ عبدالملک نے کہا کہ اگر تم تحفہ قبول کر کے اس کا بدلہ نہیں دیتے تو تم کمینے ہو اور اگر تم تحفہ دینے والے کو اس مال سے دیتے ہو جو تمہارا نہیں یا تم اس سے اتنا طلب کرتے ہو جتنا مال کفایت نہیں کر سکتا تو تم خائن اور ظالم ہو اور جو بھی تم نے کام کیا ہے وہ کمینگی یا خیانت یا بناوٹی جہالت سے خالی نہیں اور اُسے اس کے عہدے سے ہٹا دینے کا حکم دے دیا۔

عمرو بن بلال کا عبدالملک اور اس کی بیوی کے درمیان صلح کرانا

المنقری نے الضبی سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ولید بن اسحٰق نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ عاتکہ بنت یزید بن معاویہ (جس کی ماں اُم کلثوم بنت عبداللہ بن عامر تھی) عبدالملک بن مروان کی بیوی تھی وہ عبدالملک سے ناراض ہو گئی، اس نے اُسے ہر طرح سے راضی کرنا چاہا مگر وہ نہ مانی وہ اُسے بہت محبوب تھی پس اس نے اپنے خواص کے پاس شکایت کی تو بنی اسد کے ایک آدمی عمرو بن بلال نے جس نے زنباع جذامی کی دُختر سے شادی کی ہوئی تھی اُسے کہا کیا میں اُسے راضی کر دوں اس نے کہا جیسے آپ کہتے ہیں کر دیں، تو وہ باہر گیا اور عبدالملک کی بیوی کے دروازے پر بیٹھ کر رونے لگا، اس کے خواص نے اس سے پوچھا اے ابو حفص تم کیوں روتے ہو اس نے کہا مجھے اپنے چچا کی بیٹی کی مدد کی ضرورت ہے تو انہوں نے مجھے اس کے پاس جانے کی اجازت لے دی اور عاتکہ نے

مجھے اندر آنے کی اجازت دے دی، ان دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل تھا اس نے کہا کہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ امیر المومنین معاویہ، یزید، مروان اور عبدالملک کے ساتھ میرے کیسے تعلقات رہے ہیں اور دو بیٹوں کے سوا میری اور کوئی اولاد نہیں اور میرے ایک بیٹے نے حملہ کر کے دوسرے کو قتل کر دیا ہے اور امیر المومنین نے کہا کہ میں قاتل کو قتل کر دوں گا، میں نے اُسے کہا کہ میں مقتول کا ولی ہوں اور میں نے معاف کر دیا ہے مگر وہ بات نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ میں اپنی رعیت کو یہ عادت نہیں ڈالنا چاہتا، وہ میرے بیٹے کو کل صبح قتل کرنے والے ہیں، میں آپ سے اللہ کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ جو بات میں نے امیر المومنین سے کہی ہے اس بات پر انہیں رضامند کر دیں، اس نے کہا میں اس سے بات نہیں کروں گی، میں نے کہا میرے خیال میں آپ کسی نفس کو زندہ کرنے سے بڑی نیکی نہیں کر سکتیں، اس کے خواص، خادم اور نوکر بھی مسلسل یہی بات کہتے رہے یہاں تک کہ اس نے کہا کہ مجھے میرے کپڑے لادو، اس نے کپڑے زیب تن کیے، اس کے اور عبدالملک کے درمیان ایک دروازہ تھا جسے اس نے بند کیا ہوا تھا اس نے اس کے کھولنے کا حکم دیا پھر اندر داخل ہو گئی تو ایک خواجہ سرا دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا یا امیر المومنین یہ عاتکہ ہے اس نے کہا تو ہلاک ہو گیا تو نے اُسے دیکھا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں، اور ابھی عبدالملک خاموش رہا تو اس نے کہا خدا کی قسم اگر عمرو بن بلال کے مرتبے کا خیال نہ ہوتا تو میں تیرے پاس نہ آتی، کیا اللہ نے یہ کہا ہے کہ اس کے ایک بیٹے نے دوسرے کو قتل کر دیا ہے اور وہ مقتول کا وارث ہے اور اس نے اُسے معاف کر دیا ہے اور تو اس کے قتل کا ارادہ کیے ہوئے ہے، عبدالملک نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا خدا کی قسم ایسا ہی ہوگا اس کی بیوی نے اس کے ہاتھ کو پکڑا تو اس نے منہ پھیر لیا تو اس نے اس کے پاؤں پکڑ لیے اور انہیں بوسہ دیا تو اس نے کہا اچھا جو تو کہتی ہے ویسے ہی ہوگا اور تین بار نکاح کرنے کے بعد وہ دونوں راضی ہو گئے پھر عبدالملک چلا گیا اور اپنے خواص کی مجلس میں جا بیٹھا، عمرو بن بلال آیا تو اس نے اُسے کہا اے ابو حفص تو نے اُسے لانے کے لیے نہایت لطیف حیلہ کیا ہے اب جو تو کہتا ہے کہہ، اس نے کہا یا امیر المومنین ایک ہزار دینار اور ایسی کھیتی جس میں آلاتِ زراعت اور غلام ہوں، عبدالملک نے کہا میں نے یہ سب کچھ تجھے دیا اس نے کہا میرے بچوں اور گھر والوں کا وظیفہ بھی چاہیے

اس نے کہا میں نے یہ سب کچھ تجھے دیا، عائکہ کو بھی اطلاع مل گئی تو کہنے لگی مجھے لے جانے والے پر ہلاکت ہو اس نے مجھ سے فریب کیا ہے۔

حجاج کا فتنے کی تعریف کرنا

عبدالملک نے حجاج کی طرف لکھا کہ مجھے فتنہ کی تعریف بتاؤ اس نے عبدالملک کو لکھا کہ فتنہ پوشیدہ مشوروں سے جوان ہوتا ہے اور شکایات سے کاٹا جاتا ہے اور تقاریر سے بچے دیتا ہے عبدالملک نے اسے لکھا کہ تو نے فتنہ کی بہت اچھی تعریف کی ہے اور اگر تو چاہتا ہے کہ وہ لوگ جو تیرے آگے ہیں ٹھیک رہیں تو تو ان کو اکٹھے رہنے کا پابند بنا اور انہیں علیحدگی کا موقع بھی دے اور انہیں ضرورت مند بنائے رکھ۔

ہمیں المنقری نے بتایا کہ ہمیں ابو الولید الصباح بن الولید نے بتایا وہ کہتا ہے کہ ہم سے ابو ریاش ضبہ بن نفاقہ نے مفلس بن سابق دمشقی پھر سکسکی سے روایت بیان کی کہ جب عبدالملک کو ابن اشعث کی علیحدگی کی اطلاع ملی تو اس نے منبر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ اہل عراق نے میری مدت حیات کے ختم ہونے سے قبل ہی میرے مقررہ وقت کے متعلق جلد بازی سے کام لیا ہے۔ اے اللہ جو ہم سے بہتر ہیں ہمیں ان پر مسلط نہ کرنا اور نہ انہیں ہم پر مسلط کرنا جن سے ہم بہتر ہیں اے اللہ شامیوں کی تلوار کو عراقیوں پر مسلط کر تاکہ وہ تیری رضا کو حاصل کر لیں تو اپنی ناراضگی کو ان پر نہ بڑھانا۔

عبدالملک کا خط حجاج کے نام جسے وہ سمجھ نہ سکا

عبدالملک نے حجاج کو خط لکھا تو میرے نزدیک سالم ہے مگر وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ اس فقرے سے عبدالملک کی مراد کیا ہے، پس اس نے قتیبہ بن مسلم کی طرف اس فقرے کے مفہوم کی دریافت کے لیے خط لکھا اور خط کو ایک ایلچی کے ہاتھ بھیجا جب ایلچی قتیبہ کے پاس گیا اور اسے خط دیا تو ایلچی نے گوز مار دیا، جس سے وہ بہت پشیمان ہوا۔ قتیبہ نے خط کو پڑھا اور اسے بیٹھ جانے کو کہنا چاہا ——

—— تو اس نے کہا کہ میں گوز مارتا ہوں، قتیبہ نے کہا یہ کام تو تو کر چکا ہے اور قتیبہ نے شرمندہ ہو کر کہا کہ میں نے تجھے بیٹھ جاؤ کے سوا اور کوئی بات کہنے کا ارادہ نہیں کیا مگر تو نے غلطی کی ہے اس نے کہا میں نے غلطی کی ہے تو تو نے بھی غلطی کی ہے۔ قتیبہ نے کہا یہ تو ایک جیسی بات نہیں، میں تو اپنے منہ سے غلطی کرتا ہوں اور تو اپنے سرین سے

غلطی کرتا ہے، امیر کو یہ بات بتا دینا کہ سالم ایک آدمی کا غلام تھا اور اس کے ہاں اُسے بڑا شرف حاصل تھا اور اس کے متعلق اس کے پاس بہت شکایات کی جاتی تھیں تو اس نے کہا کہ ؎

"وہ مجھے سالم سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں اور میں انہیں جھڑک دے رہا ہوں اور ناک اور کان کے درمیان کی کھال سالم ہے۔"

عبد الملک کا مقصد یہ ہے کہ میرے نزدیک تیرا مقام سالم کا سا ہے جب وہ حجاج کے پاس خط لایا تو اس نے اُسے خراسان کی گورنری لکھ دی۔

یہ واقعہ ایک آدمی سے اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ خالد بن عبد اللہ قسری کی مجلس میں تھا کہ اس نے گوز مار دیا اور جب ناشتہ آیا تو یہ شخص اُٹھ کھڑا ہوا، خالد نے اُسے کہا بیٹھ جاؤ وہ نہ مانا تو اس نے اُسے کہا میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو ضرور گوز مارے گا اس نے کہا میں تو گوز مار چکا ہوں تو خالد پشیمان ہو گیا، اس سے معذرت کی اور اُسے مال دینے کا حکم دیا۔

عبد الملک کو یاقوت اور موتیوں سے مرصع ایک ڈھال تحفہ میں دی گئی جسے اس نے بہت پسند کیا اس وقت اس کے پاس اس کے خواص اور خلوتیوں کی ایک جماعت بھی بیٹھی تھی اس نے اپنے ایک ہم نشین خالد نامی سے کہا کہ ڈھال کو ٹٹول کر دیکھ۔ اس سے اس کا مقصد اس کی مضبوطی کو جانچنا تھا اس نے کھڑے ہو کر اُسے ٹٹولا تو اس نے گوز مار دیا جس سے عبد الملک اور اس کے ہم نشین ہنس پڑے عبد الملک نے کہا گوز کی دیت کتنی ہے، ایک آدمی نے کہا چار سو درہم اور ایک مخمل کی چادر، پس اس نے یہ چیزیں اس آدمی کو ادا کرنے کا حکم دیا تو وہاں جو لوگ موجود تھے ان میں ایک یہ شعر پڑھنے لگا ؎

"کیا خالد، ڈھال کے چھونے سے گوز مارتا ہے اور امیر اُسے اس کام کے سر انجام دینے پر عطیات دیتا ہے، اس گوز کے کیا کہنے جو تونگری لاتا ہے اور اسے گوز تیرے کیا کہنے جس نے فقیر کو غنی کر دیا ہے، لوگ چاہتے ہیں کہ اگر وہ بھی گوز مارتے تو وہ بھی اس مال کو حاصل کرتے جو ان کے ساتھی کو ملا ہے، اور اگر ہمیں پتہ ہوتا کہ گوز مارنا غنی کر دیتا ہے تو ہم گوز مارتے اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے۔"

عبدالملک نے کہا اس آدمی کو چار ہزار درہم دے دو، ہمیں تیرے گوز کی ضرورت نہیں ہے۔

عبدالملک کا حج کرنا

احمد بن سعید دمشقی طوسی اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں نے کتاب الاخبار میں جو الموفقیات کے نام سے مشہور ہے، بیان کیا ہے کہ ہمیں زبیر بن بکار نے بتایا ہے وہ کہتا ہے کہ ہمیں محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن یزید نے عتبہ بن ابولہب کے طریق سے بتایا وہ کہتا ہے کہ ایک سال عبدالملک نے حج کیا اور لوگوں کو عطیات دینے کا حکم دیا میں نے ایک تھیلی نکالی جس پر لکھا تھا "یہ صدقہ کی تھیلی ہے" تو اہل مدینہ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ ہمیں مال غنیمت سے عطیہ ملتا ہے پس عبدالملک نے منبر پر بیٹھ کر کہا کہ اے گروہ قریش ہماری اور تمہاری مثال زمانہ جاہلیت کے ان دو بھائیوں کی سی ہے جو سفر پر نکلے اور ایک درخت کے سائے میں پتھروں پر بیٹھ گئے جب شام کا وقت قریب آیا تو پتھروں کے نیچے سے ایک سانپ منہ میں دینار لیے ان کے پاس آیا اور اُسے ان کے پاس پھینک دیا انہوں نے کہا یہ دینار کسی خزانے کا ہے وہ وہاں پر تین دن تک ٹھہرے رہے اور ہر روز سانپ ان کی طرف ایک دینار پھینک دیتا، ایک بھائی نے دوسرے سے کہا ہم کب تک اس سانپ کا انتظار کرتے رہیں گے آؤ ہم اس سانپ کو مار دیں اور اس خزانے کو کھود کر حاصل کر لیں؟ اس کے بھائی نے اُسے منع کیا اور کہا تجھے کیا معلوم کہ تو ہی ہلاک ہو جائے اور مال کو حاصل نہ کر سکے مگر وہ نہ مانا اور کلہاڑا لے کر جو اس کے پاس ہی تھا سانپ کا انتظار کرنے لگا جب وہ سانپ باہر آیا تو اس نے اُسے ضرب لگائی جس سے اُس کا سر زخمی ہو گیا مگر یہ اُسے مار نہ سکا، سانپ نے جوش میں آ کر اسے مار دیا اور اپنے بل میں واپس چلا گیا اور اس کے بھائی نے اسے دفن کر دیا اور وہیں پر ٹھہرا رہا جب دوسرا دن ہوا تو سانپ باہر نکلا اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی لیکن اس کے پاس کوئی چیز نہیں تھی اس نے سانپ سے کہا اے سانپ خدا کی قسم جو تجھے تکلیف پہنچی ہے میں اس سے راضی نہیں تھا اور میں نے اپنے بھائی کو ایسا کرنے سے منع بھی کیا تھا کیا تو ایسا کر سکتا ہے کہ ہم اپنے درمیان اللہ تعالیٰ کو ضامن بنا لیں، نہ تو مجھے نقصان پہنچانا اور نہ میں تجھے نقصان پہنچاؤں گا اور جس جگہ پر تو تھا اس جگہ واپس چلا جا۔ سانپ نے جواب دیا ایسا نہیں ہو سکتا اس نے کہا کیوں ایسا نہیں ہو

سکتا، اس نے کہا مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تو مجھے کبھی بھی گوارا نہیں کرے گا اور تو اپنے بھائی کی قبر کو دیکھتا رہے گا اور میرا نفس بھی تجھے گوارا نہیں کرے گا اور میں اس سر کے زخم کو یاد کرتا رہوں گا اور پھر اس نے انہیں نابغہ کا شعر سنایا ؎

"پس محبوبہ نے کہا کہ میں قبر کو دیکھتی ہوں اور تو میرے مقابل میں کلہاڑے کی چوٹ کو دیکھتا ہے جو میرے سر پر لگی ہے جو بڑھ کی ہڈی کے گودے کو توڑ دینے والی ہے"

اے گروہِ قریش! حضرت عمر بن الخطاب تمہارے حکمران بنے تو وہ بڑے سخت اور تند مزاج اور تمہیں تنگ کرنے والے تھے تم نے ان کی سمع و اطاعت کی پھر حضرت عثمان تمہارے حکمران بنے وہ نرم مزاج اور سخی آدمی تھے تم نے ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا اور ہم نے حرہ کے روز تم پر مسلم کو حکمران بنا کر بھیجا تم نے اُسے قتل کر دیا اے گروہِ قریش! ہمیں علم ہے کہ تم ہمارے ساتھ کبھی محبت نہیں کر سکتے اور جنگ حرہ کا تذکرہ کرتے رہو گے اور ہم تم سے کبھی محبت نہیں کر سکتے اور ہم حضرت عثمانؓ کے قتل کا تذکرہ کرتے رہیں گے۔

رُوح بن زنباع اور عبد الملک

المدائنی اور ابن دأب نے بیان کیا ہے کہ روح بن زنباع عبد الملک کا ہمنشین تھا اس نے عبد الملک کے اعراض اور جفا کو دیکھ کر ولید بن عبد الملک سے کہا کہ کیا تم میری حالت کو نہیں دیکھ رہے جو امیر المومنین کے اعراض کی وجہ سے میرے شامل حال ہے یہاں تک کہ میری طرف درندوں نے اپنے منہ کھول دیے ہیں اور اپنے پنجوں کے ساتھ مجھ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، ولید نے اُسے کہا تم ان کے ساتھ کوئی ایسی تدبیر کرو جس سے وہ مسکرا دیں جیسے شاہ فارس سابور بن سابور کے ندیم مرزبان نے کی تھی، روح نے پوچھا بادشاہ کے ساتھ اس کا کیا واقعہ ہوا تھا؟ ولید نے کہا کہ مرزبان، سابور کا داستان گو تھا، اس نے سابور کی بدسلوکی کو محسوس کیا تو اس نے کتوں کے بھونکنے اور بھیڑیوں کے چیخنے اور گدھوں کے رینکنے اور مرغوں کے بانگ دینے اور خچر اور گھوڑے کے ہنہنانے اور اس قسم کی آوازیں نکالنا سیکھ لیا اور پھر ایک تدبیر کے ذریعے بادشاہ کی خلوت گاہ اور بستر کے قریب ایک جگہ پہنچ گیا اور اپنے نشانات کو پوشیدہ رکھا جب بادشاہ خلوت میں آیا تو وہ کتے کی طرح بھونکا بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ یہ کتا ہی ہے، بادشاہ نے کہا دیکھو یہ کیا ہے؟ تو وہ بھیڑیوں کی طرح چیخا۔ تو بادشاہ اپنے تخت سے اُتر آیا تو وہ گدھوں کی طرح رینکا تو بادشاہ بھاگ گیا، غلام

نشانات اور آوازوں کے پیچھے گئے اور جب کبھی وہ اس کے قریب ہوئے تو وہ اس آواز کو چھوڑ دیتا اور کسی دوسرے جانور کی آواز نکال دیتا تو وہ اس سے رُک گئے پھر وہ اکٹھے ہو کر اس پر پل پڑے اور اُسے اس جگہ سے نکال لیا جب انہوں نے اُسے دیکھا تو بادشاہ سے کہا کہ یہ مذاق کرنے والا مردبان ہے تو بادشاہ بہت ہنسا اور اُسے کہنے لگا تو ہلاک ہو جائے تجھے کس نے اس بات پر آمادہ کیا ہے اس نے جواب دیا کہ جب آپ مجھ سے ناراض ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے مسخ کر کے کتا، بھیڑیا اور گدھا اور تمام مخلوق کی طرح بنا دیا تو بادشاہ نے اُسے خلعت دینے کا حکم دیا اور اُسے اس کے عہدے پر دوبارہ بحال کر دیا اور اس نے اس ذریعہ سے بادشاہ کو از سرِ نو خوش کر دیا تو رُوح نے ولید سے کہا کہ جب امیر المومنین اپنی جگہ پر اچھی طرح بیٹھ جائیں تو تو مجھ سے پوچھنا کہ کیا عبداللہ بن عمر مزاح کرتے یا سُنا کرتے تھے، ولید نے کہا میں ایسا کروں گا (حضرت ابن عمرؓ نہ مزاح کرتے تھے اور نہ مزاح کے متعلق کچھ جانتے تھے) ولید پہلے چلا گیا اور اس کے پیچھے پیچھے روح گیا اور جب یہ اطمینان کے ساتھ امیر المومنین کے پاس بیٹھ گئے تو ولید نے روح سے کہا اے ابو زرعۃ! کیا حضرت ابن عمرؓ مزاح کرتے یا سُنا کرتے تھے، رُوح نے کہا مجھے ابن ابی عتیق نے بتایا ہے کہ ان کی بیوی عاتکہ بنت عبد الرحمٰن مخزومیہ نے ان کی ہجو کی اور کہا ؎

"اللہ تعالیٰ اس چیز کو فنا کر دے جس سے تو زندگی گذارتا ہے اور تو اپنی زندگی کو بازی میں ہار دے، تو نے اپنے مال کو بے دریغ طور پر ہر زانیہ عورت اور شراب کے لیے خرچ کر دیا ہے۔"

ابن عتیق عورتوں سے محبت کی باتیں کرنے والا اور بڑا ہنس مکھ تھا، اس نے یہ دو شعر ایک رقعہ میں لکھے اور باہر چلا گیا کیا دیکھتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ آ رہے ہیں، کہنے لگا اے ابو عبد الرحمٰن ذرا اس رقعہ کو ملاحظہ فرمائیے اور اس بارے میں مجھے اپنی رائے سے آگاہ کیجیے، جب عبد اللہ نے ان اشعار کو پڑھا تو انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور اُسے کہنے لگے جس شخص نے ان اشعار میں میری ہجو کی ہے تیری اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ اس نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ اُسے معاف کر دیں گے اور اس سے درگذر فرمائیں گے اے ابو عبد الرحمٰن خدا کی قسم اگر میری اس سے ملاقات ہو گئی تو میں اُسے اچھی طرح

بے وقوف بناؤں گا تو ابن عمر پر لرزہ طاری ہو گیا اور ان کا رنگ بدل گیا اور کہنے لگے، تجھ پر خدا کا غضب ہو تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا وہی کچھ ہے جو میں نے آپ سے کہا ہے اور دونوں الگ الگ ہو گئے، پھر چند دنوں کے بعد ان کی ملاقات ہوئی تو حضرت ابن عمر نے اس سے اعراض کیا تو اس نے کہا اے ابو عبد الرحمٰن میں اس آدمی سے ملا تھا جس نے دو شعر کہے تھے اور میں نے اُسے بے وقوف بنایا تھا تو حضرت ابن عمر بے ہوش ہو گئے جب اس نے آپ کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ کے قریب ہو کر آپ کے کان میں کہنے لگا کہ وہ شعر کہنے والی میری بیوی تھی تو حضرت ابن عمر نے اُٹھ کر اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور مسکرائے اور کہنے لگے تو نے بہت اچھا کام کیا ہے مزید ایسا کرنا، تو عبد الملک ہنس پڑا یہاں تک اپنے پاؤں سے مٹی کھودنے لگا اور روح سے کہنے لگا اے روح تیرا ستیاناس ہو تیری باتیں کیسی شاندار ہیں اور اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا پس روح اُٹھ کر اس کے پاس گیا اور جھک کر اس کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور کہنے لگا یا امیر المومنین کیا کسی گناہ کی وجہ سے آپ نے ایسا کیا ہے تو میں معذرت کرتا ہوں یا اکتاہٹ کی وجہ سے کیا ہے تو میں صبر کرتا ہوں اور اس کے بدلے کا اُمیدوار ہوں، عبد الملک نے کہا نہیں خدا کی قسم یہ اعراض کسی ناپسندیدہ بات کی وجہ سے نہ تھا اور پھر دوبارہ اس کے حالات اچھے ہو گئے۔

عبد الملک الہمذانی اور سلیمان بن منصور

اس قسم کی ایک حکایت عبد الملک بن مہلل الہمذانی سے بھی بیان کی گئی ہے، وہ سلیمان بن منصور کا داستان گو تھا سلیمان نے اس سے بدسلوکی کی تو ایک روز وہ اس کے پاس عین دوپہر کو سخت گرمی کے وقت آیا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ دربان نے اُسے کہا کہ اس وقت امیر کے پاس جانے کی اجازت نہیں اس نے اُسے کہا اُسے میرے مرتبہ کے متعلق بتاؤ، وہ گیا اور اس نے اس کے لیے اجازت طلب کی، سلیمان نے اُسے کہا کہ اُسے حکم دو کہ وہ کھڑا کھڑا اسلام کرے اور زیادہ وقت نہ لے پس دربان باہر آیا اور اُسے اندر جانے کی اجازت دی اور اُسے جلدی واپس آنے کا حکم دیا پس اس نے اندر جا کر کھڑے ہو کر سلام کہا پھر کہنے لگا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے کہ میں کل شام کو اپنے گھر کی طرف واپس جا رہا تھا اور ابھی میں راستے ہی میں تھا کہ مؤذن نے اذان دے دی، میں مسجد کے قریب ہوا، اور پھر میں بند مسجد کے اوپر چڑھا اور پھر چڑھتا

ہی چلا گیا سفیان نے کہا تو آسمان تک پہنچ گیا پھر کیا ہوا ؟ اس نے کہا کہ ایک کردی یا طمطمانی آدمی آگے بڑھا اور اس نے لوگوں کی ایسے کلام میں امامت کرائی جس کو میں سمجھتا ہی نہ تھا اور نہ اس زبان کو جانتا تھا اس نے کہا " ویل لکل زمستہ زما مالا وعدلا " اس نے کہا " ویل لکل همزة لمزة الذی جمع مالا وعدده " اور اس کے پیچھے ایک شرابی بھی کھڑا تھا جو نشہ کی وجہ سے عقل و ہوش میں نہ تھا جب اس نے اس کی قراءت کو سُنا تو اپنے دونوں ہاتھ پاؤں مار کر کہنے لگا " ایرعبکی درلیکانی حرأم قادئک ومصلیک " تو سلیمان کو اس قدر ہنسی آئی کہ وہ اپنے بستر پر لوٹنے لگا اور کہنے لگا اے ابو محمد میرے قریب ہو جاؤ ، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا بہترین آدمی ہے پھر اُسے خلعت دیا اور کہنے لگا :-

دروازے پر بیٹھا کرو اور ہر روز آیا کرو اور پھر اس کے حالات اچھے ہو گئے۔

حجاج کے عجیب و غریب واقعات و خطبات

اور

بعض کارنامے

حجاج کی خونریزی کے دلدادہ ہونے کی وجہ

حجاج کی ماں ، حارث بن کلاہ کے پاس تھی وہ سحری کے وقت اس کے پاس آیا تو وہ خلال کر رہی تھی اُس نے اُسے طلاق دے دی ، اس نے پوچھا تو نے مجھے طلاق کیوں دی ہے ؟ کیا تو نے مجھ سے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس نے تجھے میرے بارے میں شک میں ڈال دیا ہے اس نے جواب دیا ہاں میں سحری کے وقت تیرے پاس آیا تھا اور تو خلال کر رہی تھی پس اگر تو نے جلدی ناشتہ کر لیا ہے تو تُو بہت حریص ہے اور اگر تو نے رات اس حالت میں گزاری ہے کہ کھانا تیرے دانتوں کے درمیان پھنسا ہوا تھا تو تُو گندی ہے ، اس نے کہا یہ دونوں باتیں نہیں ہوئیں بلکہ میں نے مسواک کے ٹکڑوں سے خلال کیا ہے ، اس کے بعد یوسف بن ابی عقیل ثقفی نے اس سے شادی کر لی جو حجاج کا باپ ہے اس کے ہاں حجاج بن یوسف بگڑی ہوئی صورت میں پیدا ہوا اس کی

دُبر نہ تھی تو اس کی دُبر کی جگہ پر سوراخ کیا گیا، اس نے اپنی ماں اور کسی دُوسری عورت کے پستان سے دُودھ پینے سے انکار کر دیا جس سے وہ بہت پریشان ہوئے، کہتے ہیں کہ شیطان ان کے سامنے حارث بن کلدہ کی شکل میں آکر کہنے لگا کہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا یوسف کے ہاں فارعہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے (حجاج کی ماں کا نام فارعہ تھا) اور وہ اپنی ماں یا کسی دوسری عورت کے پستان سے دودھ نہیں پیتا اس نے کہا کہ اس کے لیے ہر روز ایک بکری کا سیاہ رنگ کا بچہ ذبح کرو اور اس کے خون میں اسے لتھیڑو اور اس کے چہرے پر بھی ملو تو یہ چوتھے روز پستان کا دُودھ پیئے گا راوی کہتا ہے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا اس لیے وہ بعد میں خونریزی سے باز رہ ہی نہ سکتا تھا کیونکہ اس کی ابتداء اسی سے ہوئی تھی اور حجاج خود اپنے متعلق بتاتا تھا کہ اُسے خونریزی کرنے اور ایسے امور کے ارتکاب میں بہت مزہ آتا ہے جو دوسرے نہ کر سکتے ہوں اور اس کے سوا کوئی دوسرا آدمی ان کی طرف سبقت نہ کر سکتا ہو۔

عبدالملک کا مہلب کو خوارج سے جنگ کرنے پر مقرر کرنا

ہمیں ابوجعفر محمد بن سلیمان بن داؤد بصری المنقری نے بتایا کہ مجھے ابن عائشہ وغیرہ نے بتایا کہ میں نے اپنے باپ کو کہتے سنا کہ جب خوارج بصرہ پر غالب آگئے تو عبدالملک نے ان کے مقابلہ میں فوج بھیجی جسے انہوں نے شکست دے دی پھر اس نے دوسری فوج بھیجی تو اُسے بھی انہوں نے شکست دے دی تو عبدالملک نے کہا بصرہ اور خوارج سے کون نپٹے گا اُسے بتایا گیا کہ مہلب بن ابی صفرہ کے سوا اور کوئی یہ کام سر انجام نہیں دے سکتا تو اس نے مہلب کی طرف آدمی بھیجا اس نے کہا جب تک میں انہیں بصرہ سے نہ نکالوں تو میں گناہ گار ہوں گا، عبدالملک نے کہا اگر تو انہیں وہاں سے نکال دے تو تو میری حکومت میں شریک ہوگا اس نے کہا حکومت کا دو تہائی میرا حصہ ہوگا اس نے کہا نصف ہوگا، اس نے کہا خدا کی قسم میں اس سے کچھ بھی کم نہیں لوں گا مگر تم جوانوں سے میری مدد کرو اور جب تو خرابی پیدا کر دے تو تیرا مجھ پر کوئی حق نہ ہوگا، لوگ کہنے لگے کہ عبدالملک نے عراق پر ایک کمزور آدمی کو مقرر کیا ہے عبدالملک کہنے لگا کہ میں نے مہلب کو خوارج سے لڑنے کے لیے بھیجا ہے جب وہ دجلہ پار کر گیا تو اس نے عبدالملک کو لکھا کہ میرے پاس ان سے لڑنے کے لیے آدمی

نہیں پس یا تو تُو میری طرف آدمی بھیج اور یا ان کے اور بصرہ کے درمیان جگہ خالی کر دے، عبدالملک اپنے اصحاب کے پاس گیا اور کہنے لگا تم ہلاک ہو جاؤ، عراق سے کون نپٹے گا؟ تو لوگوں نے خاموشی اختیار کر لی لیکن حجاج نے کھڑے ہو کر کہا میں عراق کا قضیہ طے کروں گا عبدالملک نے کہا تم بیٹھ جاؤ پھر کہنے لگا تم ہلاک ہو جاؤ عراق سے کون نپٹے گا؟ تو لوگوں نے خاموشی اختیار کر لی اور حجاج نے تیسری بار کھڑے ہو کر کہا امیرالمومنین خدا کی قسم میں اس کا قضیہ طے کروں گا، اس نے کہا تو عراق کا بھڑ ہے اور اس نے اُسے شاہی فرمان لکھ دیا جب وہ قادسیہ پہنچا تو اس نے فوج کو حکم دیا کہ وہ اس کے آگے اور پیچھے چلے اور اس نے ایک اونٹ منگوایا جس پر کجاوہ بڑا ہوا تھا وہ اس پر بغیر کسی گدی اور زین کے بیٹھ گیا اور خط کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا، سفری لباس پہن لیا اور اپنا عمامہ باندھ لیا اور اکیلا ہی کوفہ میں داخل ہو کر منادی کرنے لگا۔ کہ نماز جمع ہونے والی ہے اور ان میں سے کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو اپنے اہل و موالی کے ساتھ بیس یا تیس سے زائد آدمیوں کے ساتھ نہ بیٹھا ہو پس یہ ڈھاٹا باندھ کر اور اپنی کمان کندھے پر رکھ کر منبر پر چڑھ گیا اور اپنا انگوٹھا اپنے منہ میں رکھ کر اس پر بیٹھ گیا، لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا کھڑے ہو جاؤ تاکہ ہم اسے سنگریزے ماریں اتنے میں محمد بن عمیر الدارمی اپنے غلاموں کے ساتھ مسجد میں آیا اور جب اس نے حجاج کو منبر پر بیٹھے دیکھا کہ نہ وہ ایک طرف ہوتا ہے اور نہ بولتا ہے تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ بنی اُمیہ پر لعنت کرے جو اس قسم کے آدمیوں کو عراق کا حکمران بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عراق کو برباد کر دے جو اس قسم کا آدمی اس کا حکمران ہو پھر اس نے اُسے سنگریزے مارنے کے لیے مسجد کے سنگریزوں پر ہاتھ مارا اور کہا خدا کی قسم کہ اگر بنی امیہ کو اس سے بھی بُرا آدمی ملتا تو وہ ضرور اُسے ہمارے پاس بھیجتے اور جب اس نے اُسے سنگریزے مارنے کا ارادہ کیا تو اس کے گھر کے ایک آدمی نے کہا اللہ تیرا بھلا کرے اس آدمی کو مارنے سے باز رہ تاکہ ہم اس کی بات کو سُن سکیں اور ان میں سے ایک آدمی کہنے لگا یہ آدمی گونگا ہو گیا ہے اور بات کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اور ایک دوسرا آدمی کہنے لگا کہ یہ بدّو ہے اس کو کوئی دلیل نہیں سُوجھ رہی، پس جب مسجد لوگوں سے بھر گئی تو اس نے اپنے چہرے سے ڈھاٹا اُتارا اور کھڑا ہو گیا اور عمامے کو اپنے سر سے ہٹا دیا بخدا اس نے خدا کی حمد و ثنا کی اور نہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور سب سے پہلے یہ شعر پڑھا۔

"میں صبح کا بیٹا ہوں اور گھاٹیوں پر چڑھ جانے والا ہوں اور جب میں اپنا
عمامہ اتاروں گا تو تم مجھے پہچان لو گے۔"

عراق آنے پر حجاج کی تقریر

بخدا میں اٹھتی ہوئی نگاہ ہوں اور لمبی گردنوں اور پکے ہوئے سروں کو دیکھ رہا ہوں جن کے توڑنے کا وقت آگیا ہے اور میں ہی ان سروں کو توڑنے والا ہوں اور میں اس خون کو بھی دیکھ رہا ہوں جو عماموں اور ڈاڑھیوں کے درمیان ٹپکتا ہے ؎

"یہ جنگ کا وقت ہے پس گھوڑوں کو دوڑاؤ اور رات نے انہیں ایک
ایسے ہانکنے والے کے سامنے جمع کر دیا ہے جو توڑ پھوڑ دینے والا ہے، اور
وہ اونٹوں اور بکریوں کا چرواہا نہیں اور نہ ہی تختے پر گوشت کاٹنے والا
قصاب ہے۔"

نیز اس نے کہا کہ ؎

"رات نے ایک مضبوط آدمی کے لیے فوج کو جمع کر دیا ہے جو بڑا بانکا
اور گرجنے والے بادل سے بھی خراج لینے والا ہے، اور وہ مہاجر ہے
بدو نہیں۔"

نیز کہا ؎

"اور جنگ نے اپنی پنڈلی سے کپڑا اٹھا دیا ہے اور انہوں نے بہت
جدوجہد کی ہے اور جنگ سخت ہو گئی ہے اور وہ بھی سخت ہو گئے
ہیں، اور کمان، اس میں کنواری لڑکی کے ہاتھ کی طرح یا اس سے بھی
زیادہ سخت چلنے کی طرح ہو گئی ہے۔"

امیرالمومنین نے اپنے ترکش کو جھاڑا تو اس نے مجھے سب سے زیادہ تلخ مزہ، تیز دھار اور مضبوط چوٹ لگانے والا پایا پس اگر تم ٹھیک رہے تو تمہارے امور ٹھیک رہیں گے اور اگر تم نے میرے لیے چھوٹے چھوٹے راستوں کو اختیار کیا تو تم مجھے ہر گھات میں موجود پاؤ گے خدا کی قسم میں تمہاری کسی لغزش کو قبول نہیں کروں گا اور نہ تمہارے کسی عذر کو قبول کروں گا، اے اہل عراق تم اہل شقاق و نفاق اور برے اخلاق کے حامل ہو، خدا کی قسم مجھے انجیر کی طرح ٹھوکا نہیں لگایا جا سکتا اور نہ میں کسی حادثے سے پریشان ہوتا ہوں اور نہ میں

قتل ہونے سے بھاگتا ہوں مجھے تجربہ کے بعد تلاش کیا گیا ہے خدا کی قسم میں تمہیں لکڑی کی طرح چھیل کر رکھ دوں گا اور نرم و نازک ہاتھ پاؤں والی عورت کی طرح تمہیں پٹیاں باندھوں گا اور تمہیں وطن سے دُور رہنے والے اونٹوں کی طرح مار دوں گا اور تم کو پتھروں سے زخمی کرنے کی طرح زخمی کر دوں گا، اے اہل عراق تم نے بہت دفعہ ذلالت اختیار کرنے کی کوشش کی ہے اور تم ہلاکت کے راستے پہ چلے ہو اور تم نے بُرے طریقوں کو اختیار کیا ہے اور تم جہالت میں بڑھ گئے ہو، اے ڈنڈے کے غلامو اور لونڈیوں کے بچو! میں حجاج بن یوسف ہوں خدا کی قسم جو وعدہ کرتا ہوں اُسے پورا کرتا ہوں اور جسے بوسیدہ کر دیتا ہوں اُسے پھاڑ دیتا ہوں اور ان پارٹیوں اور قیل و قال سے اور جو کچھ ہو رہا ہے اور ہونے والا ہے اس سے بچ کر رہو، اے کمینی عورتوں کے بچو، یہ تمہارے کام نہیں، ہر آدمی اپنے بارے میں غور کرے اور میرا شکار بننے سے احتیاط کرے، اے عراقیو! تمہاری مثال اللہ تعالےٰ کے اس قول کی طرح ہے [1] مثلاً قریۃ کانت اٰمنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغداً من کل مکان فکفرت بانعم اللّٰہ فاذاقھا اللّٰہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون ○

"یعنی اس بستی کی طرح ہے جو پُر امن اور مطمئن تھی اور اسے ہر جگہ سے بافراغت رزق ملتا تھا پس اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ تعالےٰ نے اُسے بھوک اور خوف کا مزا چکھایا۔"

لہٰذا جلدی کرو اور دُرست ہو جاؤ اور سیدھے ہو جاؤ اور ٹیڑھے نہ ہو اور متابعت کرو اور بیعت کرو اور عاجز بنو اور جان لو کہ میں زیادہ باتیں اور بکواس نہیں کیا کرتا اور نہ تم مجھ سے بھاگ سکتے ہو، صرف تلوار کا سونتنا باقی ہے پھر میں سردی اور گرمی میں اُسے

---

[1] ترجمہ (اللہ نے بیان کی) مثال ایک بستی کی جو امن چین والی تھی، اسے بافراغت رزق ملتا تھا ہر جگہ سے، پس کفر کیا اس نے اللہ کی نعمتوں سے تو چکھا دیا اللہ نے اسے لباس بھوک اور خوف کا ان کے اعمال کے سبب۔

(النحل آیت ۱۱۲)

نیام میں نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہاری گردنوں کو امیر المومنین کے لیے سیدھا کر دے اور تمہارے خود دار لوگ اس کے مطیع ہو جائیں اور میں نے غور و فکر کے بعد صدق کو نیکی کے ساتھ پایا ہے اور نیکی کو جنت میں پایا ہے اور جھوٹ کو فجور کے ساتھ پایا ہے اور فجور کو آگ میں پایا ہے۔

آگاہ رہو کہ امیر المومنین نے مجھے تمہیں عطیات دینے اور تمہیں تمہارے دشمن کے ساتھ لڑنے کے لیے مہلب کے ساتھ بھجوانے کا حکم دیا ہے اور میں نے تمہیں اس بات کا حکم دے دیا ہے اور تمہیں تین دن کی مہلت دے دی ہے اور میں نے اللہ تعالیٰ کو عہد دیا ہے اور وہ مجھ سے اس کا مواخذہ کرے گا اور وہ مجھ سے اس عہد کو پورا پورا لے گا اور مہلب کی طرف فوج بھیجنے کے بعد میں نے جس آدمی کو دیکھا اس کو قتل کر دوں گا اور اس کا مال لوٹ لوں گا۔ اے غلام ذرا امیر المومنین کا خط پڑھ کر انہیں سنا دو۔ کاتب نے کہا، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، امیر المومنین عبد الملک بن مروان کی طرف سے عراق کے مسلمان مومنوں کی طرف۔ تم پر سلامتی ہو اور میں تمہارے ساتھ اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، حجاج نے کہا اے غلام خاموش ہو جاؤ پھر اس نے غضب ناک ہو کر کہا اے اہل عراق اے اہل نفاق و شقاق اور برے اخلاق کے حاملو! اور تفرقہ بازو اور گمراہو! امیر المومنین تمہیں سلام کہتے ہیں اور تم انہیں سلام کا جواب نہیں دیتے خدا کی قسم اگر میں زندہ رہا تو تمہیں لکڑی کی طرح چھیل کر رکھ دوں گا اور تمہیں اس ادب کے سوا کوئی اور ادب سکھاؤں گا یہ ابن سمیہ کا لکھایا ہوا ادب ہے جو عراق میں پولیس کا انچارج تھا، اے غلام خط کو پڑھو پس وہ سلام کے الفاظ پر پہنچا تو حاضرین مسجد نے کہا وعلی امیر المومنین السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! پھر اس نے منبر سے اتر کر لوگوں کو عطیات دینے کا حکم دیا، مہلب اس وقت مہرجان قذق میں ازارقہ (خوارج) سے برسر پیکار تھا۔

جب تیسرا دن ہوا تو حجاج بنفس نفیس لوگوں کو بھیجنے کے لیے بیٹھا تو اس کے پاس سے عمیر بن ضابی تمیمی برجمی گزرا اور پھر بنی مذادیہ کا ایک آدمی گزرا جو کوفہ کے اشراف میں سے تھا اور وہ بھی مہلب کی فوج میں تھا اس نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے میں ایک پیر فرتوت اور علیل و ضعیف آدمی ہوں اور میرے کئی لڑکے ہیں اور میری جگہ ان میں سے

جو طاقتور اور اچھا شہسوار ہو، امیر اس کو منتخب کر لیں، حجاج نے کہا، بوڑھے کی جگہ جوان آدمی کے لینے میں کوئی حرج کی بات نہیں جب وہ بوڑھا چلا گیا تو عنبسہ بن سعید اور مالک بن اسماء نے اُسے کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں اس نے کہا نہیں، ان دونوں نے کہا وہ عمیر بن ضابی تمیمی ہے جس نے امیر المومنین عثمان پہ حملہ کر کے ان کے مقتول ہونے کی حالت میں ان کی ایک پسلی توڑ دی تھی، حجاج نے کہا اُسے میرے پاس لاؤ، اُسے لایا گیا تو حجاج نے اُسے کہا اے بوڑھے تو ہی امیر المومنین کے قتل کے بعد ان پہ حملہ کر کے ان کی پسلی توڑنے والا ہے، اس نے جواب دیا، عثمان نے میرے بوڑھے باپ کو قید کر دیا تھا اور وہ قید ہی میں مر گیا تھا حجاج نے کہا اچھا تو امیر المومنین عثمان کے ساتھ تو از خود جنگ کرتا ہے اور ازارقہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے دوسرے آدمی بھیجتا ہے کیا یہ تیرے باپ ہی کا شعر نہیں ؎

"میں نے ارادہ کیا اور کچھ نہ کر سکا اور کاش کہ میں کچھ کرتا اور اس کی بیوی کو رُلا دیتا"

اے شیخ خدا کی قسم تیرے قتل ہو جانے میں دونوں شہروں کی بھلائی ہے پھر وہ نظر اُٹھا کر سیدھا اس کی طرف آیا کبھی وہ اپنی ڈاڑھی کو کاٹتا اور کبھی چھوڑ دیتا پھر اس نے اس کے پاس آ کر کہا اے عمیر تو نے منبر پہ میری تقریر سُنی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں، حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ بہت بڑی بات ہے کہ میرے جیسا آدمی جھوٹ بولے اے غلام اسے جا کر قتل کر دو تو اس نے اُسے قتل کر دیا اور جب وہ قتل ہو گیا تو لوگ ہر مشکل اور آسان راستے پہ چل پڑے اور مہلب کی تلاش میں جدھر منہ آیا ادھر نکل گئے اور پُل پہ اس قدر اژدھام ہو گیا کہ بعض لوگ دریائے فرات میں گر پڑے تو پُل کے انچارج نے آ کر حجاج کو کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے، بعض لوگ دریائے فرات میں گر پڑے ہیں اس نے کہا تیرا بُرا ہو یہ کیسے ہوا؟ اس نے جواب دیا، اس فوج کے لوگوں کا پُل پہ اس قدر اژدھام ہو گیا تھا کہ پُل تنگ ہو گیا اس نے کہا جا کر ان کے لیے دو اور پُل تیار کرو۔

عبداللہ بن زبیر اسدی خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا جب وہ لجاین کے قریب تھا تو اُسے اپنی قوم کا ایک آدمی ابراہیم نامی ملا، اس نے پوچھا کیا حال ہے؟ ابن زبیر نے کہا شر ہی شر ہے اور مہلب کی فوج سے عمیر قتل ہو چکا ہے اور کہنے لگا ؎

"میں جب ابراہیم سے ملا تو میں نے اُسے کہا کہ اب معاملہ بڑا خطرناک اور مشکل ہو گیا ہے، تو تیاری کر لے یا تو ضبابی کے بیٹے عمیر سے ملاقات کر لے گا یا مہلب سے، یہ دو باتیں ہیں جن سے تیری نجات اسی طرح ہو سکتی ہے کہ تو عقاب کے یک سالہ چتکبرے بچے پر سوار ہو جائے۔ اور اس نے ایسا ہی کیا، اگرچہ خراسان اس کے نزدیک تھا مگر اس نے اُسے بازار کی جگہ یا اس سے بھی زیادہ قریب جگہ پر دیکھ لیا، اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو حجاج اپنی تلوار کو عمر بھر نیام میں نہیں کرے گا یہاں تک کہ بچے کو بوڑھا کر دے۔"

لوگ بھاگتے ہوئے فوج کے اسلحہ وغیرہ کی طرف گئے اور انہوں نے اپنے اپنے گھر والوں کو پیغام بھیجا کہ ہماری جگہ پر ہی ہمیں توشہ بھیج دو اور حجاج نے پل کے انچارج سے کہا پُل کو کھول دو اور کسی کے جانے میں حائل نہ ہو اور اس نے مہلب کو ایک نشانی بھیجی ابھی دسواں دن نہیں ہوا تھا کہ لوگ مہلب کے پاس جمع ہو گئے تو اس نے پوچھا عراق پر کس کو عامل مقرر کیا گیا ہے، خدا کی قسم یہ کوئی مرد ہے اور اب بخدا دشمن کے لیے ہلاکت ہو گی انشاء اللہ۔

ابن اشعث کا خروج

حجاج نے عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو سجستان، لبست اور رخج کا عامل مقرر کیا وہ وہاں سے ترکی اقوام کے ساتھ برسر پیکار ہوا وہ لوگ ترکوں کی انواع ہی تھے جنہیں غوز اور خلج کہا جاتا تھا اور اس نے ان کے ملحقہ ممالک کے زنبیل وغیرہ جیسے ہندوستانی بادشاہوں سے بھی جنگ کی قبل ازیں ہم اس کتاب میں ہندوستانی بادشاہوں اور دنیا کے دیگر بادشاہوں کے مراتب کا ذکر کر چکے ہیں اور ہم نے ان میں سے ہر ایک بادشاہ کی مملکت اور اس کے علاقے کا بھی ذکر کیا ہے اور ان میں سے چیدہ بادشاہوں کے حالات بھی بیان کیے ہیں اور یہ بات بھی واضح کی ہے کہ بلاد ہند میں سے اس علاقے کے ملحقہ علاقوں کے تمام بادشاہ زنبیل کہلواتے ہیں، پس ابن اشعث نے حجاج کی اطاعت چھوڑ دی اور بلادِ کرمان کی طرف چلا گیا پھر اس نے عبدالملک کی اطاعت اختیار کر لی، حجاج بصرہ کی طرف چل پڑا اور ابن اشعث حجاج کی طرف چل پڑا اور اس نے عظیم جنگیں لڑیں اور عبدالرحمٰن بن اشعث کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے ؎

"اس نے بادشاہوں کی اطاعت کا جوا اتار پھینکا اور اس کے جھنڈے تلے

میدانوں کے لوگ اور اقوام کے شریف سرداروں نے مارچ کیا۔"

حجاج بن یوسف نے عبد الملک کو ابن اشعث کے حالات لکھے تو عبد الملک نے اس کی طرف لکھا میری زندگی کی قسم کہ اس نے اللہ کی اطاعت کو اپنے دائیں ہاتھ سے اور اس کی حکومت کو اپنے بائیں ہاتھ سے خیرباد کہا ہے اور وہ دین سے برہنہ ہو کر نکل گیا ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ اس کی اور اس کے گھر والوں کی ہلاکت اور ان کا استیصال امیر المومنین کے ہاتھوں ہوگا اور اطاعت کے چھوڑنے کے متعلق میرا جواب ایک شاعر کے یہ اشعار ہیں ؎

"بردباری اور حلم اور کل تک ان کے انتظار میں نہ میں کمزوری دکھاؤں گا اور نہ میرے کہنے میں کمی ہوگی، میرا خیال ہے کہ گردش روزگار اور جہالت تمہیں ایک خوف ناک راستہ پر ڈال دے گی، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میرے پیشنے کو کوئی خوف نہیں اور میرا نیزہ ٹوٹنے پر بھی نرم نہیں ہوتا۔"

ابن اشعث کوفہ میں آیا تو حجاج نے عبد الملک کو خط لکھا جس میں ابن اشعث کی فوج کی کثرت کا ذکر کیا اور اس سے امداد مانگی اور اپنے خط میں لکھا:-

اے اللہ کے غوث مدد کر، اے اللہ کے غوث مدد کر، اے اللہ کے غوث مدد کر، پس عبد الملک نے اُسے فوج سے مدد دی اور اُسے لکھا میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں۔

دیر الجماجم کے معرکے اور ابن اشعث کا قتل

حجاج اور ابن اشعث کی ٹڈ بھیڑ دیر الجماجم کے مقام پر ہوئی ان کے درمیان ۸۰ سے زائد معرکے ہوئے جن میں بے شمار مخلوق موت کے گھاٹ اُتر گئی یہ واقعہ ۸۲ھ کو ہوا۔ اور ابن اشعث کو شکست ہوئی وہ بھاگ کر ہندوستانی بادشاہوں کے پاس پہنچ گیا اور حجاج مسلسل اس کے قتل کی تدبیریں کرتا رہا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا اور اس کا سر لایا گیا تو حجاج نے کوفہ کے منبر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا پھر کہنے لگا اے عراقیو! شیطان تمہارے اندر داخل ہو گیا ہے اور تمہارے گوشت، ہڈیوں اور اطراف و اعضا میں رچ بس گیا ہے اور تمہارے خون کی رگوں میں دوڑتا پھرتا ہے اور پسلیوں اور گودے تک پہنچ گیا ہے اور اس نے

وہاں اختلاف، شقاق اور نفاق کو بھر دیا ہے پھر اس نے وہاں آلتی پالتی مار کر گھونسلہ بنا لیا ہے اور اس میں انڈے بچے دیے ہیں اور تم نے اُسے اپنا راہنما بنا لیا ہے اور تم اس کی پیروی کرتے ہو اور تم نے اُسے اپنا لیڈر بنا لیا ہے اور تم اس کی اطاعت کرتے ہو نیز تم نے اُسے اپنا مشیر بنا لیا ہے اور تم اس سے مشورہ طلب کرتے ہو، کیا تم میرے اہواز کے ساتھی نہیں جب تم نے مجھ سے خیانت کرنے کی کوشش کی اور تم نے میرے خلاف لوگوں کو اکٹھا کر لیا اور خیال کر لیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور خلافت کو چھوڑ دے گا اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے تمہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ تم شکست کھا کر اور چھپ چھپ کر کھسکتے پھرتے تھے اور دوڑتے ہوئے منتشر ہو رہے تھے اور تم میں سے ہر آدمی نے بزدلی اور خوف کے مارے اپنی گردن پر تلوار رکھی ہوئی تھی، پھر یوم الزاویہ کو اور یوم الزاویہ کیا ہے؟ وہاں پر تم نے بزدلی دکھائی اور لڑکھڑا گئے اور خدا تعالیٰ نے تم سے بیزاری کا اظہار کیا تم اپنے کندھوں پر تلواریں رکھے بھاگے جا رہے تھے اور تمہارا دوست تم سے ایڑیوں کے بل پھر گیا تھا جب تم بدکے ہوئے اونٹوں کی طرح اپنے وطنوں کو بھاگے اور آدمی نہ اپنے بیٹوں کے متعلق پوچھتا تھا اور نہ اپنے بھائی کی طرف متوجہ ہوتا تھا یہاں تک کہ ہتھیاروں نے تمہیں کاٹ کر رکھ دیا اور نیزوں نے تمہیں توڑ پھوڑ دیا اور دیر الجماجم کے روز وہاں پر بڑی جنگیں اور عظیم معرکے ہوئے ؎

"وہاں پر ایسی تلوار چلی جو کھوپڑی کو اس کی جگہ سے اُڑا دیتی تھی اور دوست کو
دوست سے غافل کر دیتی تھی۔"

اے عراقیو! میں تم سے کس چیز کی امید رکھوں؟ یا کس بات کی توقع رکھوں، اور میں تم پر کس وجہ سے رحم کھاؤں اور تمہیں کس چیز کے لیے سنبھال کر رکھوں، کیا غداریوں کے بعد جھوٹی باتیں بنانے یا چھلانگیں لگانے کے بعد چھلانگ لگانے کے لیے سنبھال رکھوں۔ میں تمہاری کس بات کو دیکھوں اور تمہاری کس چیز کا انتظار کروں اگر تمہیں تمہاری سرحدوں پر بھیجا جائے تو تم بزدلی دکھاتے ہو اور اگر تم امن میں ہو یا خوف میں تو منافقت کرتے ہو، نہ تم کسی نیکی کی جزا دیتے ہو اور نہ کسی نعمت کا شکر ادا کرتے ہو۔

اے عراقیو! جب کسی بھونکنے والے نے تمہیں بھونکنے کو کہا ہے یا کوئی گمراہ تم پر

ناراض ہوا ہے یا کسی عہد شکن نے تمہیں چلنے کو کہا ہے اور یا کسی سرکش نے تم سے مدد طلب کی ہے تو تم نے اس کی تابعداری کی ہے اور اس کی بیعت کی ہے اور اس کو پناہ دی ہے اور اُسے کفایت کی ہے۔ اے عراقیو! تم ہر فتنہ پرور کوّے کی طرح کائیں کائیں کرنے والے اور جھوٹے آدمی کے پیروکار اور انصار ہوتے ہو، اے عراقیو! تمہیں تجربات نے فائدہ نہیں دیا اور نہ وعظ و نصیحت تمہیں بچا سکتا ہے اور نہ جنگوں سے تم نے کوئی عبرت حاصل کی ہے، تمہارے سینوں میں وہی بات پڑے گی جس میں اللہ تعالیٰ تمہیں کاموں کے آغاز و انجام کے وقت اُلجھا دے گا۔

اے شامیو! میں تمہارے لیے اس شتر مُرغ کی طرح ہوں جو اپنے بچوں کی حفاظت کرتا ہے اور ان سے گندگی کو دُور کرتا ہے اور انہیں بارش سے پناہ دیتا ہے اور انہیں بھیڑیوں اور دیگر جانوروں سے بچاتا ہے اس کی موجودگی میں نہ ان کی طرف گند آ سکتا ہے اور نہ ہلاکت اور نہ انہیں تکلیف ہو سکتی ہے۔

اے شامیو! تم تعداد اور تیاری والے ہو اور جنگ میں ڈھال ہو اگر ہم جنگ کریں تو تم بھی جنگ کرتے ہو اور اگر ہم جنگ سے پہلوتہی کریں تو تم بھی کرتے ہو، تمہاری اور عراقیوں کی مثال ایسے ہی جیسے نابغہ بن جعدہ نے کہا ہے کہ ؎

"اور اگر ان کا حصہ انہیں آ داندے تو وہ انہیں نہیں ملتا اور نہ ہماری تکذیب ہوتی ہے، جیسے یہود کا قول ہے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر دیا ہے حالانکہ نہ انہوں نے اُسے قتل کیا ہے اور نہ وہ صلیب دیا گیا ہے"۔

عبدالملک کا حجاج کو خط

جب حجاج نے دیر الجماجم کے قیدیوں کو قتل کرنے اور اموال کے عطا کرنے میں اسراف سے کام لیا تو اس کی اطلاع عبدالملک کو بھی مل گئی، اس نے حجاج کو لکھا، امابعد! امیرالمومنین کو یہ اطلاع ملی ہے کہ تم نے خونریزی کرنے اور اموال کے عطا کرنے میں اسراف و تبذیر سے کام لیا ہے اور امیرالمومنین کسی آدمی میں ان دونوں باتوں کو پسند نہیں کرتے انہوں نے تیرے متعلق قتل خطاء میں دیت کا اور قتل عمد میں قصاص کا فیصلہ کیا ہے اور اموال کے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے کہ انہیں جس جس جگہ سے لیا گیا ہے وہاں واپس کیا جائے پھر ان کے متعلق امیرالمومنین کی رائے کے مطابق عمل کیا جائے کیونکہ امیرالمومنین اللہ تعالیٰ کے

امین ہیں اور حق کا روکنا اور ناجائز طور پر عطا کرنا دونوں باتیں ان کے ہاں برابر ہیں اور اگر تو نے مال دینے سے یہ ارادہ کیا ہے کہ لوگ راضی ہو جائیں تو وہ تیرے کام نہیں آئیں گے اور اگر تو نے انہیں اپنے لیے دیا ہے تو تو ان کے کسی کام نہ آسکے گا اور عنقریب تجھے امیر المومنین کے دو حکم ملیں گے نرم اور سخت، پس تجھے اطاعت کے سوا اور کسی بات سے اُنس نہ ہو اور معصیت کے سوا کوئی بات تجھے خوفزدہ نہ کرے اور امیر المومنین کے متعلق تو ہر گمان کر سکتا ہے مگر تو غلطی بھی کر سکتا ہے ——— اور جب تجھے کسی قوم پر فتح حاصل ہو تو جنگ سے کنارہ کشی کرنے والے کو اور قیدی کو قتل نہ کرنا اور خط کے نیچے لکھا ؎

"اور جب تو میرے ناپسندیدہ امور کو نہیں چھوڑے گا اور میری رضا کو طلب نہیں کرے گا، اور اس سے ڈرے گا جس سے تیرے جیسا شخص اللہ کی طرف بھاگتے ہوئے ڈرتا ہے، تو اس سے دُودھ دوہنے والا دودھ کو ضائع کر دے گا، پس اگر تو نے مجھ سے نقصان رساں غفلت دیکھی ہے تو کبھی پانی پینے والے کو پھندا بھی لگ جاتا ہے، اور اگر تو مجھ سے اموی حملے کو دیکھے تو میں اس بات کا اہل ہوں، پس تو مجھے ملامت نہ کر اور حوادث اکٹھے ہو گئے ہیں اور تو جو کچھ کر رہا ہے اس کا بدلہ تجھے ملے گا، اور میری طرف سے جو احکام تجھے مل رہے ہیں ان سے آگے نہ بڑھ، یہ تجھ پہ کسی دن ندبہ کرنے والی عورتوں کو کھڑا کر دیں گے، اور لوگوں کے حق کو علم کے ہوتے ہوئے کم نہ کر اور جس کو خدا نہیں دینا چاہتا اُسے نہ دے۔"

ان شاندار اشعار کو ہم نے عبدالملک کے قول سے انتخاب کیا ہے۔

حجاج کا جواب

جب حجاج نے عبدالملک کے خط کو پڑھا تو اُسے لکھا:۔

امابعد! مجھے امیر المومنین کا خط ملا جس میں مال و جان کے متعلق میرے اسراف و تبذیر کا ذکر ہے، میری زندگی کی قسم میں نے سزا کے مستحق لوگوں کو اتنی ہی سزا دی ہے جس کے وہ مستحق ہیں اور اہل طاعت کے حق کے متعلق میں نے وہی فیصلہ کیا ہے جس کا وہ استحقاق رکھتے ہیں پس اگر ان

سرکشوں کو میرا قتل کر دینا اسراف ہے اور اطاعت کنندوں کو میرا عطیے دینا تبذیر ہے تو جو کچھ ہو چکا ہے امیر المومنین اس کے کرنے میں مجھے معذور سمجھیں اور آئندہ کے لیے میرے لیے ایک حد مقرر کر دیں میں انشاء اللہ اُسی تک رہوں گا، ولا قوۃ الا باللہ۔ بخدا نہ مجھ میں کوئی دیت ہے اور نہ قصاص، اور نہ میں نے لوگوں کو غلطی سے قتل کیا ہے کہ ان کی دیت دوں اور نہ میں نے ان پر ظلم کیا ہے کہ ان کا قصاص ادا کروں، میں نے اگر لوگوں کو کچھ دیا ہے تو آپ کی وجہ سے دیا ہے اور اگر قتل کیا ہے تو آپ کی خاطر کیا ہے اور میں آپ کے جن دو حکموں کا منتظر ہوں ان میں سے نرم حکم تیاری ہے اور بڑا حکم آزمائش ہے اور میں نے تیاری کے لیے جلاد کو تیار کر دیا ہے، اور آزمائش کے لیے صبر اختیار کیا ہے اور خط کے نیچے لکھا ہے

اور جب میں آپ کی رضا نہ چاہوں اور آپ کی ایذا سے بچوں تو میرے دن کے ستارے غائب نہ ہوں گے اور خلیفہ کے بعد کسی آدمی کے لیے کوئی ڈھال نہیں وہ جو کام کرتا ہے اس کے ذریعے سے بچتا ہے، اور اہل قرابت میں سے آپ جس کے ساتھ صلح کرتے ہیں میں اس سے صلح کرتا ہوں اور جس سے آپ صلح نہ کریں میں اس سے جنگ کرتا ہوں، اور جب حجاج آپ کا کوئی گناہ کرے تو صبح کے وقت اس پر نُدبہ کرنے والی عورتیں کھڑی ہوں، اور جب خیر خواہی کے لیے کسی مہربان کے نزدیک نہیں ہوتا تو اس سے دُور ہو جاتا ہوں جس کے بچھو میری طرف دوڑتے چلے آتے ہیں (یعنی میری شکایت کرتا ہے) پس وہ کون شخص ہے جو میری بخشش کی اُمید رکھتا ہے اور میرے حملہ سے بچتا ہے اور زمانہ کے مصائب بے شمار ہیں، پس آپ مجھ پر رضامندی کی حد تک رہیے میں اس حد سے عمر بھر تجاوز نہیں کروں گا، یہاں تک کہ دودھ دوہنے والا دُودھ کو واپس تھنوں میں بھیج دے ورنہ مجھے اور معاملات کو چھوڑ دو کیونکہ میں مہربان اور نرم خُو ہوں اور تجربات نے مجھے خوب مضبوط بنا دیا ہے۔"

یہ حجاج کے شاندار اشعار ہیں جنہیں ہم نے انتخاب کیا ہے۔

جب عبدالملک کو اس کا خط ملا تو اس نے کہا کہ ابو محمد میرے حملے سے ڈر گیا ہے اب میں ہرگز دوبارہ کوئی ایسی بات نہیں کروں گا جو اُسے ناگوار ہو۔

حجاج کو ایک مہربان محدث کی تلاش

حماد الراویہ بیان کرتا ہے کہ حجاج ایک رات کوفہ میں جاگتا رہا اور اس نے چوکیدار سے کہا کہ مسجد سے میرے پاس ایک محدث کو لاؤ تو وہ ایک بڑے جسیم آدمی کو ملا اور اس سے کہنے لگا امیر کو جواب دو اور وہ اُسے اپنے ساتھ لے آیا اور امیر کے سامنے پیش کر دیا اس نے نہ سلام کیا اور نہ بات کی۔ حجاج نے اُسے کہا، یہ تیرے ساتھ کون ہے؟ مگر وہ پھر بھی نہ بولا اس نے چوکیدار سے کہا اسے باہر لے جاؤ خدا تجھے غارت کرے میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ میرے پاس کسی محدث کو لاؤ تو میرے پاس ایک مرعوب آدمی کو لے آیا ہے جس کا دل ہی بیٹھ گیا ہے پس حجاج دراہم کی ایک تھیلی لے کر مسجد کی طرف گیا اور لوگوں کو دراہم دینے لگا اور وہ لینے لگے یہاں تک کہ وہ اس شیخ تک بھی پہنچ گیا اس نے اُسے دراہم دیے اس نے انہیں پھینک دیا، حجاج نے اُسے دوبارہ دراہم دیے تو اس نے انہیں واپس کر دیا، حجاج نے تین بار اسی طرح کیا، پھر حجاج نے اس کے قریب ہو کر کہا میں حجاج ہوں تو اس نے دراہم لے لیے، حجاج نے محل میں آکر چوکیدار سے کہا اُسے میرے پاس لاؤ، وہ آیا تو اس نے بڑے مضبوط دل اور تیز زبان کے ساتھ سلام کہا، حجاج نے اُسے کہا تم کس قبیلے کے آدمی ہو اس نے جواب دیا میں بنی شیبان میں سے ہوں، اس نے پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے جواب دیا سمیرہ بن الجعد، حجاج نے کہا اے سمیرہ کیا تو نے قرآن پڑھا ہے اس نے جواب دیا وہ میرے سینے میں ہے اگر میں نے اس پر عمل کیا تو میں اس کی حفاظت کروں گا اور اگر میں نے اس پر عمل نہ کیا تو اس کو ضائع کر دوں گا، حجاج نے کہا کیا تو فرائض (علم میراث) کو جانتا ہے اس نے جواب دیا میں صُلب کو فرائض دیتا ہوں اور دادے کے متعلق اختلاف کو جانتا ہوں، حجاج نے کہا کیا تو فقہ جانتا ہے اس نے جواب دیا مجھے اپنے اہل کی ضروریات کا علم ہے اور میں اپنی قوم کے اندھوں کی راہنمائی کرتا ہوں حجاج نے کہا کیا تو نجوم کو جانتا ہے اس نے جواب دیا میں چاند کی منازل کو جانتا ہوں اور میں سفر میں اس سے راہنمائی حاصل کرتا ہوں حجاج نے کہا کیا تم شعر روایت کرتے ہو اس نے جواب دیا کہ میں مثل اور شاہد

کی روایت کرتا ہوں، حجاج نے کہا مثل کو تو ہم جانتے ہیں، شاہد کیا چیز ہے اس نے جواب دیا کہ عربوں کی جنگوں کے اشعار کا ایک شاہد ہوا کرتا تھا میں اس شاہد کی روایت کرتا ہوں حجاج نے اُسے اپنا داستان گو بنا لیا اور جو بات بھی وہ اس سے پوچھتا اس کے متعلق اس کے پاس علم موجود پاتا وہ خوارج کا ہم مسلک تھا اور قطری بن فجاہ تمیمی کے اصحاب میں سے تھا فجاۃ اس کی ماں تھی، جو بنی شیبان سے تعلق رکھتی تھی اور وہ تمیم کا آدمی تھا اور قطری اس وقت مہلب سے جنگ لڑ رہا تھا اور جب قطری کو حجاج کے ہاں سمیرہ کے مقام کا پتہ چلا تو اس نے اس کی طرف کچھ اشعار لکھے جن میں یہ اشعار بھی تھے کہ ؎

"جب ہم زرہیں پہن کر جنگ کے لیے جاتے ہیں تو ہمارے اور ابن جعد کے درمیان بڑا فرق پیدا ہو جاتا ہے، ہم مہلب کے شہسواروں سے جہاد کرتے ہیں اور تلواروں کی ضرب پر ہم سب صبر کرتے ہیں، اور وہ اپنے امیر کے پاس ریشم کا تہبند گھسیٹتے جاتا ہے حالانکہ وہ امیر تقویٰ اللہ کا حکم دینے والا نہیں، اے ابوجعد تیرا وہ علم و حلم اور عقل اور تیرے شریف آباء کی میراث کہاں چلی گئی ہے؟ کیا تجھے علم نہیں کہ موت ہر حال میں آنے والی ہے اور قبروں سے ننگے پاؤں اور ننگے بدن اٹھنا بھی ضروری ہے اور ثواب رب کی طرف سے ملتا ہے پس کچھ لوگ فائدے میں اور کچھ خسارے میں رہیں گے، اور جو کچھ تو نے حاصل کیا ہے وہ سب فنا ہو جانے والا ہے اور دنیا میں تیری زندگی پرندے کی اڑان کی طرح ہے، اے ابوجعد باز آجا تیرے حکمران اس اندھیرے میں پہنچا رہے ہیں جس نے سب کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے، اور ایسی توبہ کر جو تجھے شہادت عطا کرے کیونکہ تو گنہگار ہے کافر نہیں، اور ہماری طرف چلا آ تجھے جہاد میں غنیمت ملے گی اور تجھے اس تجارت میں خسارہ نہیں ہوگا، اور یہی وہ انتہائی مقصد ہے جس کے ثواب کی رغبت دلائی جاتی ہے۔ جب کہ ہر تاجر دنیا میں تونگری حاصل کر لیتا ہے۔"

جب اس نے قطری کا خط پڑھا تو رو پڑا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اپنے ہتھیار لے لیے اور قطری سے جا ملا، حجاج نے اُسے بہت تلاش کیا مگر

اس پر قابو نہ پا سکا۔ حجاج کو صرف اس کا ایک خط ملا جس میں قطری کے وہ اشعار تھے جو اس نے اُسے لکھے تھے اور خط کے نیچے اس نے حجاج کو یہ اشعار لکھے :۔

"اور حجاج کو کون یہ اطلاع دے کہ سمیرہ، خوارج کے دین کے سوا ہر دین سے عداوت رکھتا ہے، اس نے لوگوں کو اپنے ہم نواؤں کے سوا لعنت کرنے والے اور درمیانے راستے کو چھوڑنے والے پایا ہے پس میں اللہ تعالٰی پر اعتماد کرتے ہوئے اللہ تعالٰی کی طرف آگیا ہوں اور میری مصیبت کو خدا کے سوا کوئی دُور کرنے والا نہیں، میں ایک ایسی جماعت کی طرف آگیا ہوں جس کے لوگ دن کو جنگ کے وقت بن کے شیر ہوتے ہیں، اور جب رات چھا جاتی ہے تو وہ رونے والی عورتوں کی طرح کھڑے ہو جاتے ہیں، اور وہ تحکیم کے لیے بُلاتے ہیں، خدا کی قسم وہ عمرو کے فیصلے کو تیز ہواؤں کی طرح سمجھتے ہیں اور ابن قیس کا فیصلہ بھی اسی قسم کا ہے پس مضبوط رسی کو پکڑ لو جو بوسیدہ ہونے والی نہیں ۔"

حجاج نے یہ خط عنبسہ بن سعید کی طرف پھینک کر کہا کہ یہ ہمارے شیبانی داستان گو کا خط ہے وہ خارجی تھا جس کے متعلق ہمیں پتہ نہیں تھا ابو جعد سمیرۃ بن الجعد جو حجاج کا داستان گو تھا کے بہت سے اشعار ہیں جن میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

"میں مصائب اور نہ ماننے اور موت کے حالات سے متعجب ہوں کہ وہ آدمی کے پاس اس جگہ سے آجاتے ہیں جس کا اُسے سان گمان بھی نہیں ہوتا۔ اور خدائی نور کے بعد ان کے پاس ضلالت کولے آتے ہیں، اور بخدا ہمارے کرتوت اس سے مخفی نہیں اور وہ سفر و حضر میں ہمارا محافظ ہوتا ہے، اور وہ سات آسمانوں کے اوپر عرش پر بیٹھا ہے اور اس کے ورے آسمان ہے اور وہ اس کے اُوپر سے ارواح کو چلتے پھرتے دیکھتا ہے ۔"

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ شعر کسی دوسرے خارجی کے ہیں۔

خوارج کی متفقہ اور اختلافی باتیں

خوارج کی جماعتوں میں سے اباضیہ اور ازارقہ وغیرہ کے بہت اچھے واقعات ہیں جن کا ذکر ہم نے اپنی دونوں کتابوں "اخبار الزمان" اور "الاوسط" میں کیا ہے نیز ہم نے خوارج کے متفقہ اصولوں کا بھی ذکر کیا ہے جیسے حضرت عثمان اور حضرت علیؓ کی تکفیر کرنا اور ظالم امام کے خلاف خروج کرنا اور کبیرہ گناہوں کے مرتکب کی تکفیر کرنا اور ابو موسےٰ عبداللہ بن قیس اشعری اور عمرو بن العاص سہمی دونوں پنچوں اور ان کے فیصلے سے بیزاری کا اظہار کرنا اور ان لوگوں سے بھی بیزاری کا اظہار کرنا جو ان دونوں کے فیصلے کو درست قرار دیں یا اس سے رضا مند ہوں اور حضرت معاویہ اور ان کے مددگاروں اور مقلدوں اور محبوں کو کافر قرار دینا، ان سب باتوں پر خوارج میں سے حروری اور شراۃ (سرفروش) متفق ہیں پھر اس کے بعد انہوں نے توحید، وعدہ و وعید اور امامت وغیرہ کے بیان میں اختلاف کیا ہے قبل ازیں اس کتاب میں ہم حکمین کے باب میں اس بات کا ذکر کر آئے ہیں کہ سب سے پہلے صفین میں جس شخص نے حکم بنایا وہ عروہ بن اُدیہ تمیمی تھا اور بعض کہتے ہیں کہ یزید بن عاصم محاربی تھا اور بعض کہتے ہیں کہ بنی سعد بن زید مناۃ بن تمیم کا ایک آدمی تھا اور سب سے پہلے صفین میں جس شخص نے عدالت سے جھگڑا کیا وہ بنی یشکر کا ایک آدمی تھا اور جو ربیعہ کے ان سرداروں میں سے تھا جو حضرت علی رضؓ کے ساتھ تھے اس نے اس روز کہا لاحکم اللہ و لاطاعۃ لمن عصٰی - خدا کے حکم کے سوا کوئی حکم نہیں اور نافرمان کی کوئی اطاعت نہیں اور صف سے باہر نکل گیا اور جا کر حضرت علی رضؓ کے اصحاب پر حملہ کر دیا اور ان میں سے ایک آدمی کو قتل کر دیا پھر اس نے حضرت معاویہ کے اصحاب پر حملہ کر دیا مگر وہ اس سے بچ گئے اور وہ ان میں سے کسی آدمی کو قتل نہ کر سکا پھر اس نے دوبارہ حضرت علی رضؓ کے اصحاب پر حملہ کر کے ہمدان کا ایک آدمی قتل کر دیا۔

بعض خوارج کا ذکر

الہیثم بن عدی، ابوالحسن المدائنی اور قاضی ابوالبختری وغیرہ نے خوارج اور ان کی اصناف کے وہ حالات بیان کیے ہیں جو انہوں نے اپنی کتب میں بیان کیے ہیں، مؤلفین نے ان کے فروعی اختلافی مسائل اور ان کے متفقہ اصولوں کو بیان کیا ہے، ہم نے ان کے اکثر اختلافات کو اپنی کتاب

"المقالات فی اصول الدیانات" میں بیان کیا ہے، ہم نے ان لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے جو تحکیم کے وقت سے لے کر ہر زمانے میں ان سے خروج کرتے رہے ہیں، سب سے آخر میں خروج کرنے والا آدمی دیار ربیعہ سے تھا اس نے بنی حمدان کے خلاف خروج کیا یہ ۳۱۸ھ کا واقعہ ہے، وہ آدمی عرون کے نام سے مشہور تھا جو بلاد کفر توثی سے نکل کر نصیبین میں آیا، اس کی اہل نصیبین سے جنگ ہوئی جس میں وہ قید ہو گیا ان میں سے بھی بہت سے آدمی مارے گئے، ابوشعیب نامی ایک شخص بنی مالک ربیعہ میں نکلا جو المقتدر باللہ کے ہاں پہنچ گیا ۳۲۰ھ کے بعد بلاد عمان میں جو بردی وغیرہ کا ملحقہ علاقہ ہے اس میں اباضیہ نے خروج، تحکیم اور جنگیں کیں اور ایک امام کو انہوں نے مقرر کیا جو قتل ہو گیا اور اس کے سب ساتھی بھی قتل ہو گئے۔

حجاج اور شبیب خارجی

۷۷ھ میں حجاج کی شبیب خارجی کے ساتھ جنگیں ہوئیں اور سخت خونریزی کے بعد حجاج بھاگ گیا اس کے اتنے ساتھی باقی رہ گئے کہ انہیں چھڑی کے ساتھ گنا جا سکتا تھا وہ کوفہ میں آ کر قصر امارت میں قلعہ بند ہو گیا، شبیب اور اس کی والدہ اور اس کی بیوی غزالہ بھی صبح کے وقت کوفہ میں داخل ہو گئیں غزالہ نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ کوفہ کی مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھے گی اور ان دو رکعتوں میں سورہ بقرہ اور آل عمران کو پڑھے گی پس وہ جامع مسجد میں ستر آدمیوں کے ساتھ آئے اور وہاں صبح کی نماز پڑھی اور نذر کو پورا کرنے کے بعد غزالہ وہاں سے چلی گئی تو اس سال لوگوں نے کوفہ میں کہا ؎

"غزالہ نے اپنی نذر پوری کر لی ہے اے اللہ اس کو نہ بخش"

غزالہ شجاعت اور شہسواری میں بڑا مقام رکھتی تھی، شبیب کی ماں بھی ایسی ہی تھی جب عبدالملک کو حجاج کے بھاگنے اور شبیب کے خوف سے قصر امارت میں قلعہ بند ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے شبیب سے لڑنے کے لیے سفیان بن ابرد کلبی کی سرکردگی میں شام سے بہت سی فوج بھیجی، وہ کوفہ میں حجاج کے پاس آیا اور انہوں نے جا کر شبیب سے جنگ کی، شبیب کو شکست ہوئی، غزالہ اور اس کی ماں قتل ہو گئیں اور شبیب اپنے ساتھی شہسواروں کے ساتھ بھاگ گیا، سفیان نے شامیوں کے ساتھ اس کا تعاقب کیا اور اُسے اہواز میں جا ملا پس شبیب بھاگ گیا اور جب وہ دجیل کے پل پر پہنچا تو اس کا

گھوڑا بدک گیا وہ بھاری لوہے کی زرہ اور خود پہنے ہوئے تھا گھوڑے نے اُسے پانی میں گرا دیا اس کے ایک ساتھی نے کہا امیرالمومنین! کیا ڈوب کر مروگے اس نے کہا یہ عزیز وعلیم خدا کی تقدیر ہے دجیل نے اُسے مُردہ حالت میں اپنے کنارے پر پھینک دیا، اور حجاج کو بذریعہ ڈاک اطلاع دی گئی تو حجاج نے اس کے پیٹ پھاڑنے اور اس کا دل نکالنے کا حکم دیا اس کا دل نکالا گیا تو وہ پتھر کی طرح سخت تھا جب اُسے زمین پر مارا جاتا تو وہ اس سے اُچھل جاتا جب اُسے چیرا گیا تو اس کے اندر گیند کی طرح ایک اور دل تھا اُسے چیرا گیا تو اس کے اندر سے خون کا ایک لوتھڑا نکلا۔

ابن القریۃ

۸۲ھ میں حجاج نے ابن اشعث کے ساتھ جانے، اس کے خط لکھنے اور اس کی تقاریر تیار کرنے کی وجہ سے ابن القریۃ کو قتل کر دیا ابن القریۃ کو علم اور فصاحت و بلاغت میں ایک خاص مقام حاصل تھا ہم نے اس کے قتل کے واقعہ اور حجاج کے ساتھ اس کی گفتگو کو اپنی کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے، اُسے باندھ کر تلوار کے ساتھ قتل کیا گیا تھا، بعض کہتے ہیں کہ حجاج نے اس کے پاس آکر اُس کے سینے میں نیزہ مارا تھا جس سے وہ ڈھیر ہو گیا تھا۔

ابن القریۃ کہتا تھا کہ لوگ تین قسم کے ہیں عاقل، احمق اور فاجر، عاقل کا دین اس کی شریعت، حلم اس کی طبیعت اور اچھی رائے اس کی خصلت ہوتی ہے اگر بولتا ہے تو ٹھیک بولتا ہے، بات کرتا ہے تو جواب دیتا ہے اور اگر علم کی بات سُنتا ہے تو اُسے یاد رکھتا ہے اور اگر فہم و فراست کی بات سُنتا ہے تو اُسے آگے بیان کرتا ہے جو احمق ہے وہ بات کرتا ہے تو جلد بازی سے کام لیتا ہے اور اگر اس کے پاس بات بیان کی جائے تو بھول جاتا ہے اور اگر اُسے بُری بات پر آمادہ کیا جائے تو آمادہ ہو جاتا ہے اور فاجر وہ ہے اگر تو اُسے امین بنائے تو وہ تجھ سے خیانت کرتا ہے اور اگر تو اس کی مصاحبت کرے تو وہ تجھ پر عیب لگاتا ہے اور اگر وہ کسی بات کو چھپائے تو چھپا نہیں سکتا اور اگر اُسے کوئی بات سکھائی جائے تو سیکھ نہیں سکتا۔ اور اگر بات کرتا ہے تو سچ نہیں بولتا اور اگر اُسے کوئی بات سمجھائی جائے تو اُسے سمجھ نہیں سکتا۔

لیلیٰ اخیلیہ اور حجاج

المدائنی نے بیان کیا ہے کہ حجاج اپنے ندیموں کے

سامنے خوش خلقی اور بشاشت کا اظہار نہیں کیا کرتا تھا مگر جس روز اس کے پاس لیلےٰ اخیلیہ آئی اس روز اس نے بشاشت کا اظہار کیا، حجاج نے اُسے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب تو توبہ بن الحمیرؔ کی قبر سے گزری تو تُو نے اس سے منہ پھیر لیا تھا؟ خدا کی قسم تو نے اس سے وفا نہیں کی اگر وہ تیری جگہ ہوتا اور تو اس کی جگہ ہوتی تو وہ تجھ سے اعراض نہ کرتا، اس نے جواب دیا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے میں معذور تھی اس نے پوچھا تجھے کیا عذر تھا، اس نے جواب دیا میں نے اُسے یہ شعر کہتے سُنا ہے کہ ؎

"اگر لیلےٰ اخیلیہ مجھے اس وقت سلام کہتی جب میرے اُوپر پتھر اور چٹانیں
پڑی ہوتیں تو میں اُسے خوشی سے سلام کہتا یا اُسے قبر کی جانب سے
بولنے والے پرندے کی آواز آتی۔"

میرے ساتھ ایسی عورتیں تھیں جنہوں نے اس کے ان اشعار کو سُنا تھا تو میں نے اس کی تکذیب کو ناپسند کیا حجاج نے اس کی اس بات کی تحسین کی اور اس کی ضروریات کو پورا کیا اور خوب دل کھول کر اس سے باتیں کیں، اس دن سے زیادہ خوش اُسے کبھی نہیں دیکھا گیا۔

حماد الراویہ نے اس بات کو ایک اور طرح بیان کیا ہے وہ یہ کہ لیلےٰ کے خاوند نے جب کہ وہ رات کے وقت توبہ کی قبر کے پاس سے گذر رہے تھے۔ لیلےٰ کو یہ قسم دی کہ وہ اس کی قبر کے پاس جا کر اُسے سلام کہے اور اس کے ان اشعار کی تکذیب کرے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے راوی کہتا ہے کہ اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو اس کے خاوند نے اُسے قسم دی اور وہ سواری سے اُتر کر اس کی قبر کے پاس آئی اور سفید بادلوں کی طرح اس کے آنسو اس کے سینے پر بہہ رہے تھے اس نے کہا اے توبہ السلام علیک ابھی اس کا سلام پورا نہیں ہوا تھا کہ قبر پھٹ گئی اور اس میں سے سفید کبوتری کی طرح ایک پرندہ نکلا تو اس نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا اور مر گئی پس وہ اس کے کفن دفن میں لگ گئے اور اُسے توبہ کی قبر کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

عربوں کی بعض عادات

ہم نے قبل ازیں اس کتاب میں الہام الصدیٰ اور الصفر کے متعلق عربوں کی بہت سی باتوں کا ذکر کیا ہے کہ عرب مردے کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر کی ایک جانب اونٹنی کو باندھ دیتے تھے اس پر ایک عرق گیر

یا گدی ڈال دیتے تھے اور اس کا نام "البلیتہ" رکھتے تھے انہوں نے اس کی مثالیں بھی بیان کی ہیں جن کا ذکر ان کے خطباء نے اپنے خطبات میں کیا ہے وہ کہتے ہیں "البلایا علی الولایا" ان میں سے بعض دائیں طرف سے بائیں جانب گزرنے والے سے بری فال اور بائیں سے دائیں جانب گزرنے والے سے نیک فال لیتے تھے اور بعض اس کے برعکس بھی فال لیتے تھے نجدی دائیں سے بائیں گزرنے والے سے نیک فال لیتے ہیں اور اہل تہامہ اس کے اُلٹ کرتے ہیں۔ اس بارے میں ہم قبل ازیں عبید الراعی کا قول بیان کر چکے ہیں۔

حضرت علیؓ کا اپنے اصحاب کو سرزنش کرنا

المنقری نے ہم سے بیان کیا کہ ہمیں عبد العزیز بن الخطاب کوفی نے بتایا کہ ہمیں فضیل بن مرزوق نے بتایا وہ بیان کرتا ہے کہ جب بسر بن ارطاۃ کو یمن پر غلبہ حاصل ہو گیا —— اس سے پہلے وہ عبید اللہ بن عباس کے دونوں بیٹوں کے قبضہ میں تھا —— اور اہل مدینہ و مکہ اور یمن جو تھے سو تھے —— حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے حمد و ثناء الٰہی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے بعد فرمایا کہ بسر بن ارطاۃ یمن پر غالب آ گیا ہے اور خدا کی قسم میں اس قوم کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ تمہارے مقبوضہ علاقوں پر غالب آتی جا رہی ہے اور اس وجہ سے نہیں کہ وہ حق پر ہیں بلکہ وہ اپنے آقا کی اطاعت کرتے ہیں اور اس سے راست روی اختیار کرتے ہیں اور تم میری نافرمانی کرتے ہو وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور تم ایک دوسرے کو بے یار و مددگار چھوڑ دیتے ہو، وہ اپنے شہروں کی اصلاح کرتے ہیں اور تم اپنے شہروں کو خراب کرتے ہو اے اہل کوفہ خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ میں تم میں سے ہر ایک کو دس دس دینار کے بدلے فروخت کر دوں پھر آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی، اے اللہ میں ان سے اُکتا چکا ہوں اور یہ مجھ سے اُکتا چکے ہیں مجھے ان کے بدلے میں بُرا آدمی دے دے اے اللہ جلد ہی ان پر ثقفی جوان کو مسلط کر دے جو دامن کو گھسیٹ کر چلنے والا اور بہت کج رو ہے جو ان کی سبزی کو کھا جائے اور ان کی اُون کو پہن لے اور ان میں جاہلیت کے طریقے کے مطابق فیصلے کرے، نہ ان کی نیکی قبول کرے نہ ہی ان کی بُرائی سے درگزر کرے۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت تک حجاج پیدا نہیں ہوا تھا۔

حجاج کا نعمت کے متعلق سوال کرنا

ہمیں الجوہری نے سلیمان بن ابی الشیخ الواسطی سے، اس نے محمد بن یزید سے اس نے سفیان بن حسین سے بتایا وہ بیان کرتا ہے کہ حجاج نے الجوہری سے پوچھا کہ نعمت کیا چیز ہے؟ اس نے جواب دیا، امن، کیونکہ میں نے خوفزدہ آدمی کو دیکھا ہے کہ وہ زندگی سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا حجاج نے کہا مجھے کچھ اور بتاؤ اس نے جواب دیا، صحت، کیونکہ میں نے بیمار کو دیکھا ہے کہ وہ بھی زندگی سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا، حجاج نے کہا کچھ مزید بتاؤ اس نے جواب دیا شباب، کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ بوڑھا آدمی بھی زندگی سے فائدہ حاصل نہیں کرتا، حجاج نے کہا، کچھ اور بتاؤ اس نے جواب دیا تونگری، کیونکہ میں نے محتاج کو دیکھا ہے کہ وہ بھی زندگی سے فائدہ حاصل نہیں کرتا حجاج نے کہا کچھ اور بتاؤ اس نے کہا میں اس بارے میں مزید کچھ نہیں کہہ سکتا۔

حجاج کی تقریر۔ جب لوگوں نے اس کی موت کی جھوٹی خبر اڑا دی۔

ہمیں الجوہری نے مسلم بن ابراہیم ابی عمرو الفراہیدی سے اس نے صلت بن دینار سے بتایا وہ کہتا ہے کہ حجاج بیمار ہو گیا تو اہل کوفہ نے اس کی موت کی جھوٹی خبر اڑا دی۔ جب وہ اپنی بیماری سے رو بصحت ہو گیا تو وہ اپنی بیساکھیوں پر جھک کر چلتے ہوئے منبر پر چڑھا اور اس نے کہا کہ اہل شقاق و نفاق کے نتھنوں میں شیطان نے پھونک ماری ہے کہ حجاج مر گیا ہے، حجاج مر گیا تو کیا ہوا خدا کی قسم میں موت کے بعد سب بھلائی کی امید رکھتا ہوں اور اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو دنیا میں ہمیشہ رکھنے پر راضی نہیں ہوا مگر جس کو اس نے ذلیل کر دیا یعنی ابلیس خدا تعالیٰ کے صالح بندے حضرت داؤد نے دعا کی کہ اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ میرے بعد اس جیسی حکومت کسی کے پاس نہ ہو اور ایسے ہی ہوا پھر وہ فنا ہو گئے گویا کبھی تھے ہی نہیں۔ لوگو! تم سب ایک آدمی کی طرح ہو اور ہر زندہ مرنے والا ہے اور ہر تر خشک ہونے والا ہے اور ہر آدمی اپنے کپڑوں کے ساتھ اپنی قبر میں لے جایا جائے گا اور اس کے لیے تین ہاتھ لمبی اور دو ہاتھ چوڑی زمین کھودی جائے گی۔ زمین اس کے گوشت کو کھا جائے گی اور اس کے خون اور پیپ کو چوس لے گی اور دو لوں حبیب (مال اور اولاد) واپس آ کر ایک دوسرے

سے حصہ لیں گے اس کا پیارا بیٹا اس کے پیارے مال سے حصہ لے گا اور جو لوگ جانتے ہیں وہ عنقریب میری بات کو سمجھ لیں گے۔ والسلام

حجاج کی دھمکی آمیز تقریر

المنقری نے ہمیں مسلم بن ابراہیم ابی عمرو الفراھیدی سے اس نے صلت بن دینار سے بتایا وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے حجاج کو کہتے سنا کہ (فاتقوا اللہ ما استطعتم) کہ تم مقدور بھر اللہ کا تقوٰی اختیار کرو۔ یہ تقوٰی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس میں ایک بات کو دہرایا گیا ہے (واسمعوا واطیعوا) اور سنو اور اطاعت کرو، اور یہ حکم عبداللہ خلیفۃ اللہ اور نجیب اللہ عبدالملک کے لیے ہے خدا کی قسم اگر عبدالملک لوگوں کو اس گھاٹی میں داخل ہونے کا حکم دے اور وہ کسی اور گھاٹی میں داخل ہو جائیں تو ان کا خون میرے لیے حلال ہو گا مجھے ان اہل حمراء کے بارے میں معذور سمجھا جائے ان میں سے ایک آدمی زمین کی طرف پتھر پھینکتا ہے اور کہتا ہے جہاں تک یہ پہنچے گا وہاں تک خدا کی کشائش ہو گی میں انہیں مٹے ہوئے نشان اور گزرے ہوئے کل کی طرح بنا دوں گا مجھے ہذیل کے غلام کے متعلق بھی معذور خیال کیا جائے جو قرآن پاک کو بدویوں کے رجز کی طرح پڑھتا ہے خدا کی قسم اگر وہ میرے ہتھے چڑھ گیا تو میں اسے قتل کر دوں گا، یعنی عبداللہ بن مسعود کو اور مجھے سلیمان بن داؤد (علیہ السلام) کے متعلق بھی معذور سمجھا جائے انہوں نے اپنے رب سے کہا:۔ اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما جس جیسی حکومت میرے بعد کسی کی نہ ہو، خدا کی قسم میں نے جہاں تک سمجھا ہے یہ حاسد اور بخیل بندے تھے۔"

حجاج اور عبداللہ بن ہانی

المنقری نے ہمیں عبید بن ابی السری سے اس نے محمد بن ہشام بن السائب سے اس نے اپنے باپ عبدالرحمٰن بن السائب سے بتایا وہ بیان کرتا ہے کہ ایک روز حجاج نے عبداللہ بن ہانی سے کہا (وہ یمن کے اود قبیلے کا آدمی تھا اور اپنی قوم کا سردار تھا وہ حجاج کے ساتھ تمام جنگوں میں شامل ہوا تھا اور بیت اللہ کو جلانے میں بھی اس کے ساتھ تھا اور اس کے متبعین و انصار میں سے تھا) خدا کی قسم ہم نے ابھی تک تمہیں بدلہ نہیں دیا۔ پھر اس نے اسماء بن خارجہ کی طرف آدمی بھیجا ——— وہ فزارہ قبیلے کا آدمی تھا ——— کہ تو اپنی بیٹی کی شادی عبداللہ بن ہانی

سے کر دے اس نے کہا خدا کی قسم ایسا نہیں ہوگا اور یہ کوئی عزت کی بات بھی نہیں، اس نے کوڑا منگوایا تو وہ کہنے لگا میں اس سے شادی کر دوں گا پس اس نے اس سے لڑکی کی شادی کر دی پھر اس نے سعید بن قیس الہمدانی رئیس الیمانیہ کی طرف پیغام بھیجا کہ اپنی بیٹی کی شادی عبداللہ بن ہانی سے کر دے اس نے کہا کیا وہ اور قبیلے سے ہے خدا کی قسم میں اس سے شادی نہیں کروں گا اور نہ اس میں کوئی عزت کی بات ہے حجاج نے کہا تلوار لاؤ، اس نے کہا مجھے چھوڑ و تاکہ میں گھر والوں سے مشورہ کر لوں اس نے ان سے مشورہ کیا انہوں نے کہا اس سے شادی کر دے تاکہ یہ فاسق تجھے قتل نہ کرے تو اس نے اس سے شادی کر دی تو حجاج نے اُسے کہا اے عبداللہ میں نے تجھ سے بنی فزارہ کے سردار کی بیٹی اور ہمدان کے سردار اور کہلان کے عظیم آدمی کی بیٹی بیاہ دی ہے حالانکہ وہاں کوئی اود نہیں اس نے جواب دیا اللہ امیر کا بھلا کرے ایسا نہ کہو، ہمارے اندر کچھ خوبیاں ہیں جو کسی عرب میں موجود نہیں حجاج نے کہا وہ کونسی خوبیاں ہیں اس نے جواب دیا ہماری کسی مجلس میں کبھی امیر المومنین عثمان کو بُرا بھلا نہیں کہا گیا، حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ ایک خوبی کی بات ہے اس نے کہا کہ صفین میں امیر المومنین معاویہ کے ساتھ ہمارے ستر آدمی حاضر ہوئے تھے اور ابوتراب کے ساتھ ہمارا صرف ایک آدمی شامل ہوا تھا اور خدا کی قسم جہاں تک مجھے علم ہے وہ بُرا آدمی تھا حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ ایک خوبی کی بات ہے، اس نے کہا ہمارے کسی آدمی نے اس عورت سے شادی نہیں کی جو ابوتراب سے محبت اور دوستی رکھتی ہو، حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ ایک خوبی کی بات ہے اس نے کہا اور ہم میں سے ہر شخص کی بیوی نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر حسین قتل ہو گئے تو وہ اس خوشی میں بکری یا اونٹ کے دس بچے ذبح کرے گی اور ہر عورت نے ایسا ہی کیا حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ ایک خوبی کی بات ہے اس نے کہا ہمارے جس آدمی کے سامنے بھی یہ بات پیش کی گئی کہ ابوتراب کو سب و شتم کرو اور اس پر لعنت ڈالو، اس نے ایسا ہی کیا، اور میں تمہیں مزید بتاتا ہوں کہ ابوتراب کے دونوں بیٹوں حسنؓ اور حسینؓ اور ان کی والدہ حضرت فاطمہؓ پر بھی لعنت ڈالی جاتی ہے۔ حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ ایک خوبی کی بات ہے اس نے کہا کہ ہمیں جو صباحت و ملاحت حاصل ہے کسی عرب کو حاصل نہیں اور ہنس پڑا۔ کیونکہ وہ سخت سیاہ فام، چیچک میں مبتلا، فربہ،

لٹکے ہوئے ہونٹوں والا، بھینگا، بدصورت اور کریہہ المنظر تھا۔

حجاج اور شعبی

المنقری نے جعفر بن عمر الحرصی سے اور اس نے مجدی بن رجاء سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے عمران بن مسلم بن ابی بکر العذلی کو کہتے سُنا وہ کہتا تھا کہ میں نے شعبی کو کہتے سُنا کہ مجھے باندھ کر حجاج کے پاس لایا گیا جب میں اس کی ملاقات کو گیا تو یزید بن مسلم مجھے ملا اور کہنے لگا اے شعبی تیرے دونوں پہلوؤں میں جو علم ہے اس پر انا للہ، آج سفارش کا دن نہیں، امیر کے سامنے اپنے بارے میں شرک و نفاق پر قائم ہونے کی بات کر اس طرح تو اس سے نجات پانے کا استحقاق رکھے گا جب میں اس کی ملاقات کو گیا تو محمد بن الحجاج مجھے ملا اس نے مجھے یزید جیسی بات کہی اور جب میں حجاج کے سامنے کھڑا ہوا تو اس نے کہا اے شعبی تو بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی اور حملے کیے ہیں؟ میں نے کہا ہاں، اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے ہمارے بیٹھنے کی جگہ سخت بنا دی گئی تھی اور ہمارا صحن قحط زدہ کر دیا گیا تھا راستہ تنگ ہو گیا تھا اور ہم نے بے خوابی کا سُرمہ لگایا اور خوف کا ٹاٹ بنایا اور ہم فتنہ میں پڑ گئے حالانکہ ہم اس میں نیک اور متقی نہ تھے نہ ہی فاجر اور قوی تھے حجاج نے کہا اس نے سچ کہا ہے خدا کی قسم انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کر کے نیکی نہیں کی اور نہ ہی فجور کر کے قوی ہوئے ہیں۔ اسے چھوڑ دو، شعبی بیان کرتا ہے پھر وہ فرائض کا محتاج ہوا تو اس نے کہا تم بہن، ماں اور دادے کے متعلق کیا کہتے ہو میں نے جواب دیا اس بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ صحابہ نے اختلاف کیا ہے عبداللہؓ، زیدؓ، عثمانؓ، علیؓ اور ابن عباسؓ نے، حجاج نے کہا اس بارے میں ابن عباسؓ نے کیا کہا ہے اور وہ متقی آدمی تھا؟ میں نے جواب دیا اس نے دادے کو باپ قرار دیا ہے اور ماں کو تیسرا حصّہ دیا ہے اور بہن کو کچھ نہیں دیا، حجاج نے کہا عبداللہ نے اس بارے میں کیا کہا ہے؟ میں نے جواب دیا اس نے اسے چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے بہن کو نصف دیا ہے اور ماں کو چھٹا حصّہ دیا ہے اور دادے کو تیسرا حصہ دیا ہے، حجاج نے کہا اس بارے میں زید نے کیا کہا ہے؟ میں نے کہا اس نے اسے نو حصوں میں تقسیم کیا ہے ماں کو تین حصّے بہن کو دو حصّے اور دادے کو چار حصّے دیے ہیں، حجاج نے کہا اس بارے میں امیر المومنین عثمانؓ نے کیا کہا ہے؟ میں نے جواب دیا انہوں نے اسے

تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، حجاج نے کہا اور اس بارے میں ابوتراب نے کیا کہا ہے میں نے کہا اس نے اسے چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے بہن کو نصف حصّہ، ماں کو تیسرا حصّہ اور دادے کو چھٹا حصّہ دیا ہے، راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے اپنا ہاتھ ناک پہ مارا اور کہا کہ وہ ایسا آدمی ہے کہ اس کی بات کو چھوڑا نہیں جا سکتا پھر قاضی سے کہنے لگا کہ امیرالمؤمنین عثمان کے مذہب کے مطابق حکم دے دو۔

حجاج کا ارادۂ حج

المنقری نے ابی عبدالرحمٰن عقبی سے اور اس نے اپنے باپ سے ہمیں بتایا کہ حجاج نے حج کا ارادہ کیا تو لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا اے اہل عراق! میں نے تم پر محمد کو عامل مقرر کیا ہے اسے تم میں کوئی دلچسپی نہیں اور تم بھی اسے اس کا اہل نہیں سمجھتے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں جو وصیت کی تھی میں نے اس کے برخلاف اسے وصیت کی ہے آپؐ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کے محسن کی بات کو قبول کیا جائے اور ان کے خطا کار سے درگزر کیا جائے اور میں نے اسے وصیت کی ہے کہ وہ نہ تمہارے محسن کی بات کو قبول کرے اور نہ تمہارے خطا کار سے درگزر کرے اور مجھے علم ہے کہ جب میں تم کو چھوڑ کر چلا جاتا ہوں تو تم کہتے ہو کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو اچھے ساتھی نہیں دیے اور اس کے متعلق جلد بازی کرنے سے تمہیں فراق کے سوا کسی بات نے نہیں روکا اور میں تمہیں اس کا فوری جواب دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے تمہیں اچھی خلافت نہیں دی - پھر وہ منبر سے نیچے اتر آیا۔

عبیداللہ بن ابی مخارق کا ایک کام کی ذمّہ داری لینا اور مشورہ کرنا

العتبی نے عبدالغنی بن محمد بن جعفر سے اس نے الہیثم بن عدی سے اور اس نے ابوعبدالرحمٰن الکنانی سے اور اس نے ابن عباس الہمدانی سے اور اس نے عبیداللہ بن ابی مخارق سے ہمیں بتایا کہ حجاج نے مجھے فلوجہ پہ عامل مقرر کیا، میں نے پوچھا کیا یہاں کوئی الیسا رئیس ہے جس سے مشورہ لیا جائے، انہوں نے کہا جمیل بن صہیب ہے میں نے اس کی طرف پیغام بھیجا تو میرے پاس ایک بہت عمر رسیدہ آدمی آیا جس کے دونوں ابرو اس کی دونوں آنکھوں پہ گرے ہوئے تھے اس نے کہا میں ایک بوڑھا آدمی ہوں اور تم نے مجھے تکلیف دی

ہے میں نے کہا میں آپ سے امن و برکت اور مشورہ حاصل کرنا چاہتا ہوں اس نے اپنے دونوں دربانوں کو حکم دیا تو انہوں نے ریشم کا ایک پردہ لگا دیا، اس نے کہا آپ کو کیا کام ہے؟ میں نے جواب دیا کہ حجاج نے مجھے فلوجہ پر عامل مقرر کیا ہے اور وہ ایسا آدمی ہے جس کے شر سے امن میں نہیں رہا جا سکتا آپ مجھے اس بارے میں کوئی مشورہ دیں اس نے کہا تجھے حجاج کی رضا، بیت المال کی رضا اور اپنے نفس کی رضا میں سے کونسی چیز زیادہ پسند ہے؟ میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ میں ان سب کو راضی کروں میں حجاج سے ڈرتا ہوں کیونکہ وہ بہت سخت اور حد سے تجاوز کر جانے والا آدمی ہے اس نے کہا میری چار باتوں کو یاد رکھ اپنے دروازے کو کھول دے کوئی تیرا دربان نہ ہو اور جو آدمی تیرے پاس آئے اسے تیری ملاقات کا یقین ہو تیرے عمال تجھ سے ڈرنے کے زیادہ حقدار ہیں اور اپنے کارکنان سے لمبی نشست کر، کیونکہ جو عامل لمبی نشست کرتا ہے اس کے مقام سے خوف محسوس کیا جاتا ہے، اور لوگوں کے درمیان تیرے حکم مختلف نہیں ہونے چاہئیں بلکہ شریف اور کمینے کے لیے تیرا حکم ایک ہی ہو اور تیرے کسی کارکن کو تجھ سے کوئی طمع نہ ہو اور اپنے کارکنوں سے کوئی تحفہ قبول نہ کر کیونکہ تحفہ دینے والا، دوگنے بدلہ کے بغیر راضی نہیں ہوتا پھر اس میں اور بھی بڑی باتیں بھی پائی جاتی ہیں لوگوں کی گدیوں کے درمیان سے لے کر ان کی دموں کی جڑ تک ان کی کھال اتار دے تو وہ تجھ سے راضی رہیں گے اور حجاج تیرے خلاف کچھ نہ کر سکے گا۔

المنقری نے یوسف بن موسیٰ القطان سے، اس نے جریر سے، اس نے مغیرہ سے اس نے ربیع بن خالد سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں نے حجاج کو منبر پر بیان کرتے سنا کہ کیا تم میں سے کسی کو اپنے گھر کا جانشین زیادہ اچھا لگتا ہے یا اپنا ایلچی جو تمہارے کام کو گیا ہوا ہو، تو میں نے کہا خدا کی قسم میں تمہارے پیچھے کبھی نماز نہیں پڑھوں گا اور اگر میں نے کسی قوم کو تم سے جنگ کرتے دیکھا تو میں ان کے ساتھ مل کر تجھ سے جنگ کروں گا وہ دیر الجماجم میں لڑتا ہوا قتل ہو گیا۔

غضبان بن قبعثری

المنقری نے العتبی سے اور اس نے اپنے باپ سے بیان کیا ہے حجاج نے غضبان بن قبعثری کو، ابن اشعث کے الگ ہو جانے کے بعد اس کی خبر لانے کو بھیجا وہ اس کے پاس سے روانہ ہو کر بلاد کرمان میں

پہنچا تو خیمہ لگا کر اس میں فروکش ہو گیا اچانک اس نے دیکھا کہ ایک بدو نے آکر اُسے السلام علیک کہا، غضبان نے کہا۔ یہ بار بار دہرائی جانے والی بات ہے، بدو نے اُسے کہا تو کہاں سے آیا ہے میں نے جواب دیا اپنے پیچھے سے، اس نے کہا کہاں جانا چاہتے ہو، میں نے جواب دیا اپنے آگے، اس نے کہا کیسے آئے ہو میں نے کہا اپنے گھوڑے پر آیا ہوں اس نے کہا کس چیز میں آئے ہو، میں نے کہا اپنے کپڑوں میں آیا ہوں اس نے کہا کیا تم مجھے اپنے قریب آنے کی اجازت دیتے ہو، میں نے کہا تمہارے پیچھے تمہارے لیے بڑی وسیع جگہ ہے اس نے کہا خدا کی قسم مجھے تمہارے کھانے پینے کی ضرورت نہیں میں نے کہا تو مجھے یہ طعنہ نہ دے خدا کی قسم تو ان دونوں چیزوں کو نہ چکھے گا اس نے کہا، میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں کیا یہی کچھ تمہارے پاس ہے، میں نے کہا میرے پاس ایک سخت درخت کا ڈنڈا ہے جسے میں تیرے سر پہ ماروں گا اس نے کہا گرمی نے میرے پاؤں کو جلا دیا ہے میں نے کہا ان پہ پیشاب کر دو ٹھنڈے ہو جائیں گے اس نے کہا میرا یہ گھوڑا کیسا ہے؟ میں نے کہا میں اس کو دوسرے بڑے گھوڑے سے اچھا سمجھتا ہوں اور دوسرے کو اس سے زیادہ چست سمجھتا ہوں اس نے کہا مجھے بھی اس کا پتہ ہے میں نے کہا اگر تو جانتا ہوتا تو مجھ سے دریافت نہ کرتا اس کے بعد بدو اُسے چھوڑ کر چلا گیا پھر وہ عبدالرحمن بن اشعث کے پاس گیا تو اس نے کہا اے غضبان تیرے پیچھے کیا ہے، اس نے کہا، شر، اور قبل اس کے کہ حجاج تجھے ہلاک کرے اُسے ہلاک کر دو پھر اس نے منبر پر چڑھ کر حجاج کے معائب پر تقریر کی اور اس سے بیزاری کا اظہار کیا اور ابن اشعث کے ساتھ اس کی حکومت میں شامل ہو گیا ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا کہ ابن اشعث قید ہو گیا اور غضبان کو بھی اسیروں کے ساتھ پکڑ لیا گیا جب اُسے حجاج کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے کہا ——— اے غضبان تو نے بلادِ کرمان کو کیسے پایا اس نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے، کرمان ایسا ملک ہے جس کا پانی کم بھل، ادنیٰ قسم کی کھجور، چور، دلبر اور گھوڑے کمزور ہیں اور اگر وہاں فوج زیادہ ہو جائے تو بھوکی رہے اور کم ہو جائے تو ضائع ہو جائے، اس نے کہا کیا تو ہی وہ شخص نہیں جس نے یہ خبیث بات کہی تھی کہ قبل اس کے کہ

حجاج تجھے ہلاک کرے اُسے ہلاک کر دو" اس نے کہا اللہ تعالےٰ امیر کا بھلا کرے جس شخص کو یہ بات کہی گئی تھی اس کو اس نے فائدہ نہیں دیا اور جس کے بارے میں کہی گئی ہے اسے اس نے نقصان نہیں دیا، اس نے کہا میں مخالف اطراف سے تیرے ہاتھ اور پاؤں کاٹوں گا اور پھر تجھے صلیب دوں گا اس نے کہا اللہ امیر کا بھلا کرے میں اُسے ایسا کرتے نہیں پاتا پس حجاج کے حکم سے اسے بیڑیاں ڈال کر قید خانے میں ڈال دیا گیا، حجاج کے قصر واسط بنانے تک یہ وہیں رہا، جب اس کی تعمیر مکمل ہو گئی تو وہ اس کے صحن میں بیٹھا اور کہنے لگا تم میرے اس گنبد کو کیسا پاتے ہو، لوگوں نے کہا تجھ سے پہلے اس جیسا گنبد کسی کے لیے نہیں بنایا گیا اس نے کہا اس کے باوجود اس میں ایک عیب ہے کیا تم میں کوئی شخص ہے جو مجھے اس کے متعلق اطلاع دے؟ انہوں نے کہا قسم بخدا ہم تو اس میں کوئی عیب نہیں دیکھتے تو اس نے غضبان کو حاضر کرنے کا حکم دیا اُسے پابجولاں لایا گیا جب وہ حجاج کے سامنے پیش ہوا تو حجاج نے اُسے کہا اے غضبان میں تجھے فربہ محسوس کرتا ہوں اس نے کہا اے امیر قید و آسودگی نے مجھے فربہ کر دیا ہے اور جو امیر کا مہمان ہو وہ فربہ ہو ہی جاتا ہے اس نے پوچھا تم نے میرے گنبد کو کیسا پایا ہے اس نے کہا اس جیسا گنبد کسی کے لیے تعمیر نہیں کیا گیا مگر اس میں ایک عیب ہے اور اگر امیر مجھے امان دیں تو میں ان لوگوں کو اس کے متعلق بتاؤں، اس نے کہا ہم نے امان دی، اس نے کہا تو نے اسے اپنے شہر کے علاوہ کسی دوسرے شہر میں کسی اور کے بیٹوں کے لیے بنایا ہے جس سے نہ تو لطف اندوز ہوتا ہے اور نہ آسودگی حاصل کرتا ہے اور جو اس کی لذیذ اور مزے دار چیزوں سے لطف اندوز نہیں ہوتا اُسے کیا ہے، اس نے کہا اسے واپس لے جاؤ یہی وہ خبیث بات کہنے والا ہے، اس نے کہا اللہ تعالےٰ امیر کا بھلا کرے بیڑیوں نے میرا گوشت کھا لیا ہے اور میری ہڈیوں کو چھیل دیا ہے اس نے کہا اسے اُٹھا کر لے جاؤ جب لوگوں نے اُسے اُٹھایا تو وہ کہنے لگا۔ سبحان الذی سخرلنا ھذا وما کنا لہ مقرنین[1]" پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے اس کو مسخر کر دیا ہے حالانکہ ہم اس کی قدرت نہیں رکھتے تھے"۔

---

[1] یہ دُعا سواری پر چڑھتے اور اُترتے وقت پڑھی جاتی ہے۔

اس نے کہا اسے اتار دو اور جب وہ زمین پر بیٹھ گیا تو کہنے لگا[1] اللھم انزلنی منزلاً مبارکاً وانت خیر المنزلین "اے اللہ مجھے مبارک جگہ اتارنا اور تو بہترین اتارنے والا ہے" اس نے کہا اسے گھسیٹو اور جب انہوں نے اُسے گھسیٹا تو وہ کہنے لگا۔

بسم اللہ[2] مجریھا و مرسٰھا ان ربی لغفور رحیم۔ "اللہ ہی کے نام کے ساتھ اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے بے شک میرا رب بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے" اس نے کہا اسے آزاد کر دو۔

المنقری نے عبداللہ بن محمد بن حفصی تمیمی سے اور اس نے حسین بن عیسیٰ حنفی سے بیان کیا ہے کہ جب بشر بن مروان ہلاک ہوگیا اور حجاج کو عراق کا والی بنایا گیا اور عراقیوں کو یہ اطلاع ملی تو غضبان بن قبعثری شیبانی نے کوفہ کی جامع مسجد میں کھڑے ہو کر تقریر کی اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا، اے عراقیو اور کوفیو، عبدالملک نے تم پر وہ حاکم مقرر کیا ہے جو نہ تمہارے محسن کی بات قبول کرے گا اور نہ تمہارے خطاکار سے درگزر کرے گا وہ ظالم اور غاصب حجاج ہے، آگاہ رہو مصعب کی مدد نہ کرنے اور اُسے قتل کرنے کی وجہ سے عبدالملک کے ہاں تمہارا مقام ہے اس خبیث کو راستے میں ہی مل کر قتل کر دو یہ بات تمہاری علیحدگی متصور نہ ہوگی، اور جب وہ تمہارے منبر اور تمہارے تخت اور تمہارے قصرِ امارت کے صحن میں آ بیٹھا اور تم نے اُسے قتل کیا تو یہ بات تمہاری علیحدگی متصور ہوگی، پس میری بات مانو اور قبل اس کے کہ وہ تمہیں ہلاک کرے تم اُسے ہلاک کر دو،

اہل کوفہ نے اُسے کہا اے غضبان تو بزدل ہوگیا ہے ہم اس کی روش کو دیکھتے ہیں اگر ہم نے کوئی بُری بات دیکھی تو ہم اُسے بدل دیں گے اس نے کہا عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا۔

جب حجاج کوفہ میں آیا اور اُسے غضبان کی بات کی اطلاع ملی تو اس نے اُسے قید کرنے کا حکم دے دیا وہ تین سال اس کی قید میں رہا یہاں تک کہ حجاج کے پاس عبدالملک کا خط آیا جس میں اس نے حکم دیا تھا کہ اس کے پاس تیس لونڈیاں بھیج دی جائیں جن

[1،2] یہ ادعیہ سواری پر چڑھتے اور اُترتے وقت پڑھی جاتی ہیں۔

ہیں دس نجیبہ اور دس قعد النکاح اور دس ذوات الاحلام ہوں ۔ جب اس نے خط پہ غور کیا تو وہ لونڈیوں کے اوصاف کو نہ سمجھ سکا اس نے یہ خط اپنے دوستوں کو دکھایا تو وہ بھی اسے نہ سمجھ سکے ان میں سے ایک نے کہا اس خط کو وہ آدمی سمجھ سکتا ہے جو ابتداءً دیہاتی ہو کیونکہ اُسے دیہات والوں کے متعلق واقفیت ہوتی ہے پھر اس نے جنگ کی ہو تو اُسے جنگ کرنے والوں سے واقفیت ہوتی ہے پھر اس نے شراب پی ہو تو وہ شرابیوں کا سا بکواس کرتا ہے، حجاج نے کہا ایسا آدمی کہاں ہے اُسے بتایا گیا کہ تیری قید میں ایسا آدمی موجود ہے اس نے کہا وہ کون ہے، بتایا گیا کہ غضبان شیبانی اس نے اُسے بُلایا جب وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا تو حجاج نے کہا تو وہ شخص ہے جس نے کوفیوں سے کہا تھا کہ قبل اس کے کہ میں انہیں ہلاک کر دوں وہ مجھے ہلاک کر دیں، اس نے کہا اللہ امیر کا بھلا کرے اس بات نے نہ کہنے والے کو فائدہ دیا ہے اور نہ اُسے نقصان پہنچایا ہے جس کے متعلق کہی گئی ہے، اس نے کہا مجھے امیر المومنین نے ایک خط لکھا ہے میں اس کے مضمون کو نہیں سمجھ سکا کیا تو اُسے سمجھ سکتا ہے اس نے کہا مجھے پڑھ کر سناؤ خط پڑھ کر سُنایا گیا تو اس نے کہا یہ خط بڑا واضح ہے حجاج نے کہا وہ کیسے ؟ اس نے کہا عورتوں میں نجیبہ وہ ہوتی ہے جس کی کھوپڑی بڑی ہو اور گردن لمبی ہو اور اس کے دونوں کندھوں اور دونوں پستانوں کے درمیان فاصلہ ہو اس کی ہتھیلی بڑی ہو اور گھٹنا موٹا ہو، اس قسم کی عورت جب بچہ جنتی ہے تو وہ حملہ آور شیر کی طرح ہوتا ہے اور قعد النکاح وہ ہوتی ہیں جن کے سرین بڑے ہوں اور پستان ڈھلکے ہوئے ہوں اور بہت گوشت والی ہوں یہ ایک دوسرے کے قریب ہوتی ہیں اور خواہش کو پورا کرتی ہیں اور پیاسے کو سیراب کرتی ہیں اور ذوات الاحلام سے مراد پینتیس سال سے چالیس سال کی عورتیں ہیں ۔ یہ عورتیں آدمی کو اس طرح چوس لیتی ہیں جیسے دُودھ دوہنے والا اُونٹنی کو دوھ لیتا ہے، اس کے ہر بال، ناخن اور رگ کو نچوڑ لیتی ہیں حجاج نے کہا مجھے بُری عورت کے متعلق بتاؤ، اس نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے عورتوں میں بُری عورت وہ ہوتی ہے جس کی گردن چھوٹی ہو، پتلے گھٹنے والی ہو اور جلد چھلانگ لگاتی ہو اور قبیلے کی عورتوں کے درمیان اچھی عورت وہ ہے جب وہ ناراض ہو تو اس کے لیے سو عورت ناراض ہو جائے اور جب کسی بات کو سُنے تو کہے نہیں خدا کی قسم میں اس وقت تک باز نہیں آؤں گی جب تک میں اسے اس کی جگہ پہ نہ ٹکا دوں اور جس

کے پیٹ میں بچی ہو اور اس کے بعد پھر بچی ہو اور اس کی گود میں بھی بچی ہو، حجاج نے کہا اس پر اللہ کی لعنت ہو پھر اس نے کہا تیرا بُرا ہو مجھے بہترین عورت کے متعلق بتاؤ اس نے کہا بہترین عورت وہ ہے جو سرو قد ہو اور زمین سے بہت کچھ حاصل کرنے والی ہو، بہت محبت کرنے والی اور بہت بچے دینے والی ہو جس کے پیٹ میں بچہ ہو اور گود میں بھی بچہ ہو اور اس کے پیچھے بھی بچہ ہو، حجاج نے کہا مجھے بُرے آدمی کے متعلق بتاؤ اس نے کہا بُرا آدمی وہ ہے جو سیدھے بالوں والا، میل جول رکھنے والا اور قبیلے کی عورتوں میں قابلِ تعریف ہو جب ان میں سے کسی عورت کا ڈول کنوئیں میں گر جائے تو وہ کنوئیں میں اُتر کر اُسے نکال دے اور وہ اُسے بھلائی کی دُعا دیں یا کہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو بُرائی سے بچائے۔

حجاج نے کہا اس پر اللہ کی لعنت ہو پھر حجاج نے کہا مجھے بہترین آدمی کے متعلق بتاؤ اس نے کہا بہترین آدمی وہ ہے جس کے متعلق شماخ تغلبی کہتا ہے ؎

"وہ نوجوان ادنیٰ معیشت سے راضی نہیں ہوتا اور نہ ہی قبیلے کے گھروں میں داخل ہوتا ہے، وہ نوجوان چادر کو بھرتا ہے اور اپنے نیزے کو سیراب کرتا ہے اور آہن غرق بہادر کے سر پر ضرب لگاتا ہے۔"

حجاج نے کہا بس کافی ہے ہم نے کتنا عرصہ تیرے عطیہ کو روکا ہے اس نے کہا تین سال، اس نے اُسے تین سال کا عطیہ دینے کا حکم دیا اور اُسے آزاد کر دیا۔

کوفہ اور بصرہ کی تعریف

المنقری نے محمد بن ابی السری سے اس نے ابن ہشام بن محمد بن السائب سے اور اس نے ابو عبداللہ نخعی سے سے بیان کیا کہ جب حجاج دیر الجماجم کے معرکوں سے فارغ ہوا تو کوفہ اور بصرہ کے اشراف کے ساتھ عبدالملک کو ملنے کے لیے گیا وہ عبدالملک کے پاس ہی تھے کہ ایک روز شہروں کا تذکرہ شروع ہو گیا، محمد بن عمیر عطارد نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے کہ سرزمین کوفہ، بصرہ سے اُونچی ہے اس کی گرمی اور گہرائی بھی زیادہ ہے اور شام سے نشیب میں ہے اور اس کی نسبت یہاں بیماری اور ٹھنڈک بھی کم ہے اس کے قریب دریائے فرات ہے جس کا پانی شیریں اور پھل لذیذ ہیں، خالد بن صفوان اہتمی نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے ہم ان سے بڑے صحراؤں والے اور رات کو تیز چلنے والے

اور قند اور ہاتھی دانت اور ساکھو کے درختوں والے ہیں ہمارا پانی صاف ہے اور ہماری نیکی عفو ہے، ہمارے ہاں صرف سردار پیچھے سے ہانکنے والے اور کائیں کائیں کرنے والے ہی پیدا ہوتے ہیں، حجاج نے کہا اللہ تعالٰے امیر المومنین کا بھلا کرے میں دونوں شہروں سے واقفیت رکھتا ہوں اور میں نے ان دونوں کو خوب پامال کیا ہے، اس نے اُسے کہا تو ہمارا مصدق ہے تو جو کہنا چاہتا ہے کہہ، اس نے کہا کہ بصرہ تو ایک ایسی بوڑھی عورت کی طرح ہے جس کے بال سیاہ اور سفید ہوں اور وہ بدبودار اور گندہ دہن ہو اور اس کے پاس تمام زیورات اور زیب و زینت کا سامان ہو، اور کوفہ ایک نوجوان خوب صورت عورت کی طرح ہے جس کے پاس نہ زیور ہے نہ سامانِ زیب و زینت، عبدالملک نے کہا میں کوفہ کو بصرہ پر ترجیح دیتا ہوں۔

حجاج کا دنیا کی تعریف کرنا

المنقری نے عمرو بن الحباب الباہلی سے اور اس نے اسماعیل بن خالد سے بیان کیا کہ میں نے شعبی کو کہتے سُنا وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے حجاج کو ایسی باتیں کرتے سُنا کہ اس سے قبل کسی نے اس قسم کی بات نہیں کی، میں نے اُسے کہتے سُنا کہ امابعد، اللہ تعالٰے نے دُنیا پر فنا کو اور آخرت پر بقا کو فرض کر دیا ہے پس اس کے لیے فنا نہیں جس کے لیے اس نے بقا فرض کر دی ہے اور جس پر اس نے فنا فرض کر دی ہے اس کے لیے بقا نہیں پس تمہیں دُنیا کی موجود چیزیں آخرت کی پوشیدہ چیزوں کے بارے میں دھوکا نہ دیں، اُمیدوں کی طوالت عمر کی مدت کو کم کر دیتی ہے۔

مہلب کا ایلچی حجاج کے پاس

المنقری نے سہل بن تمام بن بزیغ[1] سے، اس نے عباد بن حبیب بن مہلب سے اور اس نے اپنے باپ سے بیان کیا کہ جب مہلب نے عبدربہ بن الصغیر کو کرمان میں قتل کیا تو کہا کہ میرے پاس ایک ایسا آدمی لاؤ جو صاحب عقل و معرفت و بیان ہو تا کہ میں اُسے حجاج کے پاس ان لوگوں کے سروں کے ساتھ بھیجوں جنہیں ہم نے قتل کیا ہے انہوں نے اُسے بشر بن مالک الجرشی کے متعلق بتایا جب وہ حجاج کے پاس آیا، تو اس نے

---

[1] ایک نسخہ میں سہل بن تمام بن بدیع ہے۔

پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے جواب دیا بشر بن مالک الجرشی، اس نے پوچھا تو نے مہلب کو کیسے چھوڑا اس نے جواب دیا میں نے اُسے اچھے حال میں چھوڑا ہے اس نے اپنی آرزو کو حاصل کر لیا ہے اور جس سے وہ خائف تھا اس سے امن میں آگیا ہے اس نے پوچھا قطری تم سے کیسے بچ گیا اس نے جواب دیا، جیسے ہم نے اس کے متعلق تدبیر کی تو اس نے ہمارے متعلق تدبیر کی، اس نے پوچھا کیا تم نے اُسے تلاش نہیں کیا اس نے جواب دیا وہ شکست خوردہ تھا اور شکست کی نسبت سنجیدگی اختیار کرنا ہمارے لیے زیادہ اہم تھا اس نے کہا بنو مہلب کیسے تھے اس نے کہا وہ امن میں ہوں تو شب خون کے دشمن ہیں اور گھر پہنچنے تک مشعل بردار ہیں اس نے کہا ٹھیک ہے اور ان میں سے افضل کون ہے اس نے جواب دیا یہ بات ان کے باپ سے دریافت کیجیے وہ جس کے سپرد کام کرے وہ اُسے کر گزرتا ہے، اس نے کہا مجھے بتاؤ انہیں عقل کہاں سے آئی ہے اس نے کہا گول چیز کو اپنے کنارے کا پتہ نہیں ہوتا اس نے کہا مہلب کے بیٹوں کو اپنے باپ سے کیا نسبت ہے اس نے جواب دیا مہلب کو ان پر اسی قسم کی فضیلت حاصل ہے جیسے ان کو دوسرے لوگوں پر ہے اس نے پوچھا فوج کا کیا حال تھا اس نے جواب دیا خدا تعالٰے نے ان کو راضی کر دیا تھا اور فضل نے ان کو سیر کر دیا تھا اور وہ ایک ایسے والی کے ساتھ ہیں جو ان سے فقیر کی طرح لڑتا بادشاہوں کی طرح چلاتا اور اولاد کی طرح سلوک کرتا ہے اور وہ اس سے والد کی طرح محبت کرتے ہیں اس نے پوچھا میرے خیال میں تو تیاری کر کے آیا ہے؟ اس نے جواب دیا اللہ تعالٰے کے سوا غیب کو کوئی نہیں جانتا، راوی بیان کرتا ہے کہ پھر حجاج نے عنبسہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا یہ طبعی کلام ہے مصنوعی کلام نہیں۔

حجاج اور جریر بن الخطفی

حجاج نے جریر بن الخطفی کو گرفتار کر لیا اور اُسے قتل کر دینا چاہا پس اس کی قوم مضر کے لوگ حجاج کے پاس گئے اور انہوں نے کہا اللہ تعالٰے امیر کا بھلا کرے یہ شخص مضر کی زبان اور اس کا شاعر ہے اسے ہمیں دے دیجیے تو اس نے جریر کو انہیں دے دیا، حجاج کی بیوی ہند بنت اسماء نے حجاج سے کہا کیا آپ جریر کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ ایک روز میرے پاس آئے اور میں پس پردہ بیٹھ کر اس سے اشعار کی فرمائش کروں اس نے کہا ہاں

اس نے اپنی بیوی کے لیے ایک نشست گاہ تیار کرنے کا حکم دیا جب وہ جگہ تیار ہو گئی تو وہ اس کے پاس آیا وہ اس کی باتوں کو سن سکتا تھا مگر اسے دیکھ نہ سکتا تھا اس نے کہا ابن الخطفی تم نے جو عورتوں کی تشبیب کہی ہے وہ مجھے سناؤ اس نے کہا، میں نے کبھی کسی عورت کی تشبیب نہیں کہی اور میرے نزدیک اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے عورتوں سے بڑی چیز کوئی نہیں اس نے کہا اے دشمن خدا کیا یہ تیرا قول نہیں ؎

"اور دلوں کو شکار کرنے والی، رات کو تیرے پاس آئی اور وہ ملاقات کا وقت نہ تھا پس سلام کہہ کر چلی جا اور اس کے سفید دانتوں پر مسواک یوں چلتی ہے گویا وہ بادلوں سے گرنے والے ہیں اور اگر تو اس بات کے کہنے میں سچی ہے جو تو نے ہمیں بتائی ہے تو تو وہاں پر پراگندہ بالوں کے بغیر پہنچتی، اور غم جسم میں سرایت کر گئے ہیں اور انہوں نے جلتے رات بسر کی ہے اور غم خوار ہر ارادہ کرتا رہتا ہے۔"

اس نے کہا میں نے یہ اشعار نہیں کہے بلکہ میں نے یہ شعر کہے ہیں:۔

"اور حجاج نے حق کے لینے تلوار کو سونت لیا ہے، لوگو سیدھے ہو جاؤ اور کوئی کج روی اختیار نہ کرے اور ہدایت اور گمراہی کے داعی برابر نہیں ہوتے اور نہ ہی دو جھگڑنے والوں کی دلیل حق اور باطل ہوتی ہے۔"

حجاج کی بیوی نے کہا ان باتوں کو چھوڑ، کیا یہ تیرا قول نہیں:۔

"اے میرے دو دوستو! ہند کے بارے میں بکثرت آنسو نہ بہاؤ میں تم دونوں کو اس بات سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تمہیں سراغ ملے، میں شراب کے حسن اور اس کے پینے کا پیاسا ہوں جیسے جھوٹا آدمی جھوٹی بات کی کامیابی کی امید رکھتا ہے مگر اسے کچھ فائدہ نہیں ملتا۔"

اس نے حجاج کی بیوی سے کہا میں نے یہ اشعار نہیں کہے بلکہ میں نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"اے وہ شخص جو حجاج سے بے خوف ہے اس کی سزا بڑی تلخ اور اس کی گرہ بڑی پختہ ہوتی ہے ہر منافق بتیرے بغض کو چھپائے پھرتا ہے جیسے ہر نیک تجھ پر مہربان ہے۔"

حجاج کی بیوی نے کہا ان باتوں کو چھوڑ، یہ تیرے اشعار نہیں ؎

"اے میرے دو ملامت گرو، ملامت کو چھوڑ دو اور بس کرو، عشق طویل ہوگیا ہے اور تم نے بھی ملامت کرنے کو طویل کر دیا ہے اور جو محبت میرے پاس ہے اگر میں اس سے مزید محبت کا خواہاں ہوں تو مجھے مزید محبت نہیں ملے گی۔"

اس نے کہا اللہ تعالیٰ تیرا بھلا کرے یہ بات جھوٹ ہے بلکہ میں نے تو یہ اشعار کہے ہیں ؎

"ان کے بارے میں منافقت کرنے والوں کو کس نے روکا ہے اور کون حجاج کا سا حملہ کرتا ہے یا کون حمیت سے عورتوں پر غیرت کھاتا ہے جب کہ وہ خاوندوں کی غیرت پر اعتماد نہیں رکھتیں خوب سوچ سمجھ تو یہ ابن یوسف ہے جس نے پوشیدگی کو چھوڑ دیا ہے حالانکہ ان کی ڈاڑھیوں کا خضاب ان کی گردنوں کا خون تھا۔"

حجاج نے کہا اے دشمنِ خدا تو عورتوں کو میرے خلاف اُکسا رہا ہے اس نے جواب دیا اے امیر اس ذات کی قسم جس نے تجھے عزت بخشی ہے ایسا نہیں ہے میں نے اس ساعت سے قبل اس شعر کا ادراک نہیں کیا اور نہ ہی مجھے یہ علم تھا کہ آپ یہاں تشریف فرما ہیں مجھے معاف فرمائیے اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے۔ اس نے کہا میں نے تجھے معاف کیا، پس ہند نے اُسے ایک لونڈی اور پوشاک دینے کا حکم دیا اور حجاج نے اُسے عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔

حجاج اور اعشیٰ ہمدان

جب دیر الجماجم میں ابن اشعث نے شکست کھائی تو حجاج نے قسم کھائی کہ جو قیدی بھی اس کے پاس لایا گیا وہ اسے قتل کر دے گا، بہت سے قیدی اس کے پاس لائے گئے جن میں سے سب سے پہلے اس کے پاس اعشیٰ ہمدان شاعر کو لایا گیا یہ پہلا شخص تھا جس نے سجستان میں ابن اشعث کے سامنے عبدالملک اور حجاج سے علیحدگی اختیار کی تھی، حجاج نے اُسے کہا ارے تو نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"حجاج کو کون یہ اطلاع دے کہ میں نے اُس پر جنگ کرنے کی زیادتی

کی ہے اور جب حکومت کے متعلق تیاری ہوئی تو میں نے ایک دلیر آدمی کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور تو رئیس ابن رئیس ہے اور تو سب لوگوں سے بلند شان ہے پس تو گھوڑوں کے عطیے کو بھیج کہ وہ اس پر حملہ کریں اور تو اُٹھ کھڑا ہو شاید اللہ تعالٰی تیرے ذریعے مصیبت کو دُور کر دے اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ یوسف کا بیٹا پھسلن والی جگہ سے گر کر تباہ ہو گیا ہے۔"

اور یہ اشعار بھی تو نے کہے ہیں ؎

"جس کا گھر ایوان کسریٰ میں ہے ——— اور جو مہمان نواز اور اسباب معیشت کا حامل ہے اس نے جُدائی کو دُور کر دیا ہے اس عاشق سے جُدائی کو دُور کر دیا ہے جو زابلستان میں ہے اور ثقیف میں دو کذاب ہیں ایک تو گزرا ہوا کذاب ہے اور ایک دُوسرا کذاب ہے۔ اللہ تعالٰی کسی دن ہمدان کو ثقیف پر غلبہ دے تو اُسے اپنا آپ بھول جائے۔"

نیز تُو نے یہ اشعار بھی کہے ہیں ؎

"اور تم دونوں نے مجھ سے پوچھا ہے کہ بزرگی کا مقام کس جگہ ہے، محمد اور سعید کے درمیان رہتی ہے اور اشج اور بلند شان قیس کے درمیان رہتی ہے اس کے والد اور بیٹے کے کیا کہنے؟"

اس نے کہا میں نے یہ اشعار نہیں کہے بلکہ میں نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"اللہ تعالٰی ہر حال میں اپنے نور کو مکمل کرے گا اور دونوں شوخ رنگوں کے نور کو بجھا دے گا اور وہ بجھ جائیں گے، وہ عراق اور اہل عراق پر عہد شکنی کی وجہ سے ذلت نازل کرے گا اور انہوں نے جو بدعتیں اختیار کی ہیں ان کی اللہ تعالٰی کے ہاں کوئی قدر نہیں۔" اس نے کہا ہم اس قول پر تیری تعریف نہیں کرتے، یہ تو تُو نے اس افسوس میں کہا ہے کہ عراق کامیاب کیوں نہیں ہوا نیز اپنے اصحاب کو ہمارے خلاف برانگیختہ کرنے کے لیے کہا ہے میں نے تجھ سے اس کے متعلق نہیں پوچھا، مجھے اپنے اس قول کے متعلق بتا کہ اگر اللہ کسی دن ہمدان کو ثقیف پر غلبہ دے تو اسے اپنا آپ بھول جائے۔"

پس تو نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے ثقیف کو ہمدان پر غلبہ دیا اور اس نے ہمدان کو ثقیف پر غلبہ نہیں دیا اور مجھے اپنے اس قول کے متعلق بھی بتا کہ "بزرگی اشج اور بلند شان قیس کے درمیان رہتی ہے اس کے والد اور بیٹے کے کیا کہنے؟ خدا کی قسم تو اس کے بعد کوئی شاباش کا لفظ نہیں کہے گا اور اس کے حکم سے اُسے قتل کر دیا گیا۔ اس کے پاس باری باری جوان لائے گئے، یہاں تک کہ بنی عامر کا ایک جوان اس کے پاس لایا گیا وہ ابن اشعث کے ساتھی شہسواروں میں سے تھا، حجاج نے اُسے کہا میں تجھے بڑی طرح قتل کروں گا اس نے کہا خدا کی قسم یہ تیرا کام نہیں اس نے کہا کیوں؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے:۔

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتیٰ اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منًا بعد واما فداءً حتیٰ تضع الحرب اوزارھا۔

"اور جب تم کافروں سے لڑو تو انہیں قتل کرو اور جب تم خونریزی کر چکو تو بندھن کس دو اور اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے کر، یہاں تک کہ جنگ اپنے بوجھ رکھ دے۔"

اور تو نے قتل عام بھی کیا ہے اور خونریزی بھی کی ہے اور اسیر بھی بنایا ہے اور بندھن بھی کسے ہیں اب یا تو ہم پر احسان کر یا ہمارے قبیلے ہمارا فدیہ دیتے ہیں، حجاج نے اُسے کہا، کیا تو نے کفر کیا ہے اس نے کہا ہاں میں نے تبدیلی کی ہے اس نے کہا اسے چھوڑ دو۔

پھر اس کے پاس ثقیف کا ایک آدمی لایا گیا حجاج نے اس سے پوچھا کیا تو نے کفر کیا ہے اس نے جواب دیا ہاں، حجاج نے اُسے کہا لیکن یہ شخص جو تیرے پیچھے ہے اس نے کفر نہیں کیا اور اس کے پیچھے سکون قبیلے کا ایک آدمی تھا، سکونی نے

لہ (ترجمہ) جب ملو تم کافروں سے تو ان کی گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب ان کو چور کر دو تو سختی سے انہیں قید کرو، پھر اس کے بعد یا احسان کرو یا بدلہ لو یہاں تک کہ جنگ اپنے بوجھ رکھ دے (محمد۔ آیت ۴)

عبادت نہیں کرتے اور اس مسجد کی تعمیر اور اس گرجا کے گرانے کا حکم عبداللہ الولید امیر المومنین نے ذوالحجہ ۸۷ھ میں دیا، یہ تحریر آج یعنی ۳۳۲ھ تک مسجد دمشق میں لکھی ہوئی موجود ہے۔

ولید اور حجاج کے درمیان گفتگو

حجاج بن یوسف، ولید کے پاس گیا تو اس نے اُسے ایک صحت افزا مقام میں پایا۔ یہ اس کی طرف چل پڑا جب اُسے دیکھا تو اس کے اعزاز میں پیدل چلا اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور زرہ اور ترکش اور عربی کمان سمیت چلنے لگا تو ولید نے اُسے کہا ابو محمد، سوار ہو جاؤ، اس نے کہا امیر المومنین چھوڑیئے میں نے بہت جہاد کیا ہے ابن زبیر اور ابن اشعث نے مجھے آپ سے غافل کر دیا تھا ولید نے اُسے قسم دی تو وہ سوار ہو گیا، ولید اپنے گھر میں داخل ہوا تو اس نے شلوکہ پہن لیا اور پھر اسی حالت میں حجاج کو اندر آنے کی اجازت دی اور اس سے لمبی نشست کی ابھی وہ باہم گفتگو کر رہے تھے کہ ایک لونڈی آئی اور ولید کے ساتھ آہستگی کے ساتھ بات کر کے چلی گئی پھر دوبارہ آ کر اس نے آہستگی سے بات کی اور چلی گئی، ولید نے حجاج سے کہا ابو محمد تجھے پتہ ہے کہ اس نے کیا کہا ہے اس نے کہا بخدا مجھے کچھ پتہ نہیں، ولید نے کہا اس لونڈی کو میرے پاس میرے چچا کی بیٹی ام البنین بنت عبدالعزیز نے بھیجا ہے وہ کہتی ہے کہ اس مسلح بدو کے ساتھ آپ کی نشست کیسی ہے جب کہ آپ صرف شلوکہ پہنے ہوئے ہیں میں نے اُسے پیغام بھیجا ہے کہ یہ حجاج ہے تو وہ اس پیغام سے خوفزدہ ہو گئی ہے اور کہتی ہے کہ خدا کی قسم میں آپ کے ساتھ اس کی خلوت کو پسند نہیں کرتی اس نے بہت مخلوق کو قتل کیا ہے حجاج نے کہا امیر المومنین عورتوں کے ساتھ دل لگی چھوڑیئے، عورت ایک خوشبو ہے یہ آمدنی اور مصارف کی ذمہ دار نہیں ان کو اپنے راز سے اور اپنے دشمن کی چال سے آگاہ نہ کیجیے اور نہ ان کی اطاعت کیجیے اور ان کی زیب و زینت سے زیادہ ان سے شغل نہ کیجیے، امور سلطنت میں ان کے مشورہ سے بچیے ان کی رائے اور عزم کمزور ہوتا ہے اور اپنے پردوں سے ان کی آنکھوں کو بند کر دیجیے اور ان میں سے ایک کے سپرد اتنا ہی کام کیجیے جو اس کی ذات سے ہی تعلق رکھتا ہو اور ان کو یہ طمع نہ دیجیے کہ وہ آپ کے پاس کسی اور کی سفارش کریں ان کے ساتھ لمبی نشست اور خلوت نہ کیجیے یہ باتیں آپ کے کنٹرول کو زیادہ کرنے والی اور آپ کے

فضل کو واضح کرنے والی ہیں پھر حجاج اُٹھ کر چلا گیا۔

حجاج کو اُم البنین کی ڈانٹ

ولید نے جا کر ام البنین کو حجاج کی باتوں کی اطلاع دے دی تو اس نے کہا امیر المومنین میں چاہتی ہوں کہ کل آپ اُسے مجھے سلام کرنے کا حکم دیں، ولید نے کہا میں اُسے حکم دے دوں گا جب حجاج ولید کے پاس گیا تو اس نے کہا امیر المومنین مجھے اس بات سے معاف فرمائیے ولید نے کہا تجھے ضرور جانا پڑے گا، حجاج ام البنین کے پاس گیا تو اس نے دیر تک اسے روکے رکھا پھر اُسے اجازت دی اور اُسے کھڑے رکھا اور بیٹھنے کی اجازت نہ دی پھر کہنے لگی ارے حجاج تو امیر المومنین پر ابن زبیر اور ابن اشعث کے قتل کا احسان جتلاتا ہے خدا کی قسم اگر اللہ تعالےٰ نے تجھے اپنی مخلوق سے ذلیل تر نہ بنایا ہوتا تو تجھے کعبہ پر سنگ باری کرنے اور ذات النطاقین کے بیٹے کے قتل میں مبتلا نہ کرتا وہ پہلا بچہ تھا جو اسلام میں پیدا ہوا اور خدا کی قسم ابن اشعث نے تم پر شکستوں کو مسلط کر دیا تھا یہاں تک کہ تو نے امیر المومنین عبدالملک کی پناہ لی اور انہوں نے شامیوں سے تیری مدد کی حالانکہ تو سینگ سے بھی زیادہ تنگ تھا، انہوں نے تجھے ان کے نیزوں سے پناہ دی اور ان کے مقابلے سے تمہیں بچایا، کئی دفعہ امیر المومنین کی بیویوں نے اپنی زلفوں سے کستوری جھاڑی اور اُسے بیچ کر تیری فوج کو رسد بھیجی گئی، اگر ایسا نہ ہوتا تو تو بکری سے بھی زیادہ ذلیل ہوتا اور یہ جو تو نے امیر المومنین کو مشورہ دیا ہے کہ وہ لذات کو چھوڑ دیں اور اپنی عورتوں سے اپنی حاجات پوری نہ کریں پس اگر وہ اس قسم کی باتوں سے الگ ہو سکتیں جیسے تیری ماں تجھ سے الگ ہو گئی ہے تو تیری یہ بات قبول کے لائق نہیں اور اگر وہ امیر المومنین جیسے آدمی سے الگ ہو جائیں تو وہ تیری نصیحت سُننے کے قابل نہیں اللہ تعالیٰ اس شاعر کا بُرا کرے اس نے تجھے دیکھا کہ غزالہ حروریہ کا نیزہ تیرے ..... دونوں کندھوں کے درمیان تھا وہ کہتا ہے ؎

"وہ میرے مقابلے میں شیر اور جنگوں میں شتر مرغ ہے جو سیٹی بجانے
والے کی سیٹی سے خوفزدہ ہو جاتا ہے تو غزالہ کے مقابلہ میں جنگ
میں کیوں نہ آیا بلکہ اس سے قبل تیرا دل پرندے کے دونوں پروں پر تھا"

پھر اس نے اپنی لونڈیوں سے کہا اسے باہر نکال دو وہ جلدی سے ولید کے پاس گیا تو اس نے کہا۔

اے ابو محمد تو کس خیال میں ہے؟ اس نے کہا امیر المومنین وہ خاموش نہ ہوئی یہاں تک کہ زمین کا پیٹ مجھے اس کی پیٹھ سے زیادہ محبوب نظر آنے لگا، پس ولید مسکرا پڑا اور اپنے پاؤں سے زمین کھودنے لگا پھر کہنے لگا اے ابو محمد یہ عبدالعزیز کی بیٹی ہے۔

ام البنین کی سخاوت وغیرہ کے بہت سے واقعات ہیں ہم نے ان کا ذکر دوسری کتاب میں کیا ہے۔

علی بن حسین سجاد کی وفات

۹۵ھ میں علی بن حسین بن ابی طالب ولید کی حکومت میں فوت ہو گئے اور مدینہ میں اپنے چچا حسن بن علی کے ساتھ بقیع الغرقد میں دفن ہوئے ان کی عمر ۵۷ سال تھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات ۹۴ھ میں ہوئی، حضرت حسینؓ کی کل اولاد علی بن حسین سجاد سے ہوئی ہے جیسے کہ ہم بیان کر چکے ہیں آپ کو ذوالثفنات اور زین العابدین بھی کہتے ہیں۔

عبدالملک بن مروان کی وفات

المدائنی نے بیان کیا ہے کہ ولید اپنے باپ عبدالملک کی وفات کے وقت اس کے پاس جا کر رونے لگا اور کہنے لگا امیر المومنین نے صبح کس حال میں کی ہے عبدالملک نے کہا ؎

"لوگ ہم سے غافل ہیں اور ہماری موت کے خواہاں ہیں اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی ہے۔"

اس نے پہلے مصرع میں ولید کی طرف اشارہ کیا اور پھر منہ پھیر کر دوسرے مصرع میں اپنی بیویوں کی طرف اشارہ کیا وہ آنسو بہا رہی تھیں۔

العتبی اور دیگر مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب ولید نے عبدالملک سے اس کا حال پوچھا وہ جان کنی کی حالت میں تھا تو کہنے لگا ؎

"اور کتنے ہی آدمی انسان کی عیادت کرنے آتے ہیں حالانکہ وہ اس

کی عیادت نہیں کر رہے ہوتے صرف یہ دیکھنے آتے ہیں کہ کیا وہ مر رہا ہے"۔
بعض کہتے ہیں کہ عبدالملک نے ولید کو دیکھا کہ وہ اس کے سرہانے رو رہا ہے تو اس نے کہا ارے یہ کیا کبوتری کی طرح رو رہے ہو جب میں مر جاؤں تو آستین چڑھانا اور تہ بند باندھنا اور چیتے کا لباس پہننا اور اپنے کندھے پر تلوار رکھنا اور جو تیرے سامنے اپنے آپ کو نمایاں کرے اُسے قتل کر دینا اور جو خاموش ہو جائے وہ آغاز ہی میں مر جاتا ہے پھر عبدالملک نے دنیا کی مذمت کرتے ہوئے کہا۔
تیرا لمبا زمانہ چھوٹا ہے اور تیرا بہت سا مال تھوڑا ہے اور ہم تیرے متعلق دھوکے میں پڑ جاتے ہیں پھر اس نے اپنے تمام لڑکوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا، میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں یہ ایک بچانے والی ڈھال اور باقی رہنے والا گلو بند ہے اور تقویٰ بہترین زاد، قیامت کے لیے بہترین چیز اور مضبوط پناہ گاہ ہے اور چاہیے کہ تم میں سے بڑے چھوٹوں پہ مہربانی کریں اور چھوٹے بڑوں کے حقوق کا خیال رکھیں اور اچھے کاموں کے پابند رہیں، بغاوت اور حسد سے بچو کہ ان دونوں باتوں کی وجہ سے گزشتہ بادشاہ اور بڑی بڑی عزتوں والے ہلاک ہو چکے ہیں، اے میرے بیٹو تمہارا بھائی مسلمہ تمہاری وہ کچلی اور ڈھال ہے جس کے ذریعے تم محفوظ ہوتے ہو اس کی رائے کے مطابق کام کرو اور حجاج کی عزت کرو اس نے تمہارے لیے حکومت کو آسان کر دیا ہے، نیک بچے بنو اور جنگوں میں شریف آدمی بنو۔ اور نیکی کے مینار بنو۔ وعلیکم السلام۔
اس سے بنی اُمیہ کے ایک شیخ نے بچوں کی وصیت سے فراغت کے بعد پوچھا:۔ امیر المومنین آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں اس نے جواب دیا جیسے اللہ جل شانہ فرماتا ہے ولقد جئتمونا فرادیٰ کما خلقنٰکم اوّل مرّۃ وترکتم ما خولناکم وراء ظہورکم ــــ الیٰ قولہ ما کنتم تزعمون۔
اور تم ہمارے پاس اکیلے ہی آئے ہو جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو ہم نے تمہیں دیا تھا اُسے تم اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے ہو......
الآیۃ۔
یہ آخری بات تھی جو اس سے سُنی گئی۔

جب عبدالملک فوت ہوگیا تو ولید نے اُسے کپڑے میں لپیٹا پھر منبر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور کہا ہم نے نہ اس جیسی مصیبت دیکھی ہے نہ نعمت، خلیفہ فوت ہوگیا ہے اور مجھے خلافت مل گئی ہے پس مصیبت پر انا للہ وانا الیہ راجعون اور نعمت پر الحمد للہ رب العالمین ۔ پھر اس نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی تو انہوں نے بیعت کر لی اور کسی ایک آدمی نے بھی اختلاف نہ کیا ۔

عبیداللہ بن عباس کی وفات

۸۷ھ میں ولید کے دورِ حکومت میں عبیداللہ بن عباس وفات پا گئے، آپ بڑے سخی اور کریم تھے، کہتے ہیں کہ ایک سائل آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا، اللہ تعالیٰ نے جو رزق آپ کو دیا ہے اس سے صدقہ دیجیے ۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ عبیداللہ بن عباس نے ایک سائل کو ایک ہزار درہم دیا ہے اور معذرت بھی کی ہے آپ نے کہا مجھے عبداللہ بن عباس رضؓ سے کیا نسبت ؟ اس نے کہا تو حسب و نسب اور کثرتِ مال میں ان سے کیا نسبت رکھتا ہے آپ نے کہا دونوں میں نسبت رکھتا ہوں اس نے کہا آدمی کا حسب تو اس کی مروت اور اچھے افعال ہیں پس جب تو یہ کام کرے گا تو تو صاحب حسب ہوگا تو آپ نے اُسے دو ہزار درہم دیے اور معذرت بھی کی ۔ سائل نے آپ سے کہا اگر تو عبیداللہ نہیں ہے تو تو اُس سے بہتر ہے اور اگر تو وہی ہے تو تو آج کل سے بہتر ہے آپ نے اس کو مزید ایک ہزار درہم دیا اس نے کہا اگر تو عبیداللہ ہے تو تو اپنے زمانے کے لوگوں سے زیادہ سخی ہے اور تیرے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ تو اس قبیلے سے ہے جس میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوئے ہیں میں آپ سے اللہ کے نام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ وہی ہیں آپ نے جواب دیا ہاں، اس نے کہا خدا کی قسم میرے دل میں شک تھا اس لیے میں نے غلطی نہیں کی وگرنہ یہ جمیل صورت اور روشن ہیئت کسی نبی یا عترتِ نبی کی ہی ہو سکتی ہے ۔

کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے انہیں پانچ لاکھ درہم بھیجے پھر ایک آدمی بھیجا جو ان کا حال معلوم کرے اس نے واپس جا کر حضرت معاویہ کو بتایا کہ انہوں نے یہ درہم اپنے بھائیوں اور داستان گوؤں میں برابر تقسیم کر دیے ہیں اور اپنے لیے اتنا ہی حصہ رکھا ہے جتنا ان میں سے ایک کا بنتا ہے حضرت معاویہ نے کہا یہ بات

مجھے خوش بھی کرتی ہے وہ یہ ہے کہ عبد مناف اس کا والد ہے اور تکلیف یہ بات دیتی ہے کہ ابو تراب سے اس کی مجھ سے زیادہ قربت ہے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ قبل ازیں ہم اس کتاب میں عبید اللہ کے دونوں بیٹوں کے قتل کا واقعہ بیان کر آئے ہیں ان کا نام عبد الرحمٰن اور قثم تھا اور ان دونوں کی والدہ اُم حکیم جویریہ بنت فارط بن خالد کنانیہ نے ان کا جو مرثیہ کہا اُسے بھی بیان کر آئے ہیں۔

عبید اللہ بن عباس اور بسر بن ارطاۃ

ایک روز عبید اللہ بن عباسؓ حضرت معاویہؓ کے ہاں گئے تو ان کے پاس ان کے دونوں بچوں کا قاتل بسر بن ارطاۃ عامری بھی بیٹھا ہوا تھا۔ عبید اللہ نے اُسے کہا تو ہی دو بچوں کو قتل کرنے والا بوڑھا ہے اس نے کہا ہاں، عبید اللہ نے کہا خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ اس روز زمین مجھے تمہارے پاس ظاہر کر دیتی، بسر نے کہا اس نے ابھی تجھے ظاہر کر دیا ہے عبید اللہ نے کہا تلوار لاؤ، بسر نے کہا میری تلوار لاؤ جب عبید اللہ تلوار پکڑنے کے لیے جھکے تو تلوار پکڑنے سے قبل ہی حضرت معاویہؓ اور حاضرین نے عبید اللہ کا ہاتھ پکڑ لیا پھر حضرت معاویہ نے بسر سے کہا اے بوڑھے خدا تجھے ذلیل کرے تو بوڑھا ہو گیا ہے اور تیری عقل جاتی رہی ہے تو بنی ہاشم کے ایک کینہ سے بھرے ہوئے آدمی کا قصد کرتا ہے اور اس کی طرف اپنی تلوار پھینکتا ہے تو بنی ہاشم کے دلوں سے واقف نہیں خدا کی قسم اگر وہ تلوار کو پکڑ لیتا تو تجھ سے پہلے ہم سے آغاز کرتا۔ عبید اللہ نے کہا خدا کی قسم میں نے بھی ارادہ کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب عبید اللہ کے دونوں بیٹوں قثم اور عبد الرحمٰن کے متعلق علم ہوا کہ بسر نے انہیں قتل کر دیا ہے تو آپ نے بسر کے متعلق بد دعا کی اور فرمایا اے اللہ اس کے دین اور عقل کو سلب کر لے پس بڑھاپے کے باعث اس کی عقل خراب ہو گئی اور وہ دیوانہ ہو گیا، اور تلوار کے ساتھ مشہور ہو گیا، ہر وقت تلوار ساتھ رکھتا تو اس کے لیے لکڑی کی ایک تلوار بنائی گئی۔ وہ اپنے سامنے ایک مشکیزہ رکھ لیتا جس میں ہوا بھری ہوتی، اور وہ اُسے پیٹتا رہتا۔ جب وہ مشکیزہ پھٹ جاتا تو اُسے تبدیل کر دیا جاتا اور وہ مشکیزے کو مسلسل اس تلوار سے پیٹتا رہتا یہاں تک کہ وہ دیوانگی کی حالت میں اپنے پاخانے سے کھیلتا ہوا مر گیا، کبھی کبھی اس پاخانے کو کھا بھی جاتا اور پھر دیکھنے والے کو کہتا دیکھو!

عبید اللہ کے دونوں بیٹے مجھے کیسے کھانا کھلاتے ہیں، کئی دفعہ پاخانہ کھانے سے بڑ گئے کے لیے اس کی مشکیں پیچھے کی طرف کس دی جاتیں ایک روز اس نے اپنے کمرہ میں پاخانہ کر دیا پھر اس پہ منہ کے بل گر کر اس میں سے کچھ کھا گیا، لوگ اس کو روکنے کے لیے دوڑے تو اس نے کہا تم مجھے روکتے ہو اور عبد الرحمٰن اور قثم مجھے کھلاتے ہیں، ولید بن عبد الملک کے زمانے میں بصرہ ۸۷ھ میں فوت ہو گیا۔

عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ہذلی کی وفات

اسی سال عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ہذلی کی وفات ہوئی یہ مہاجر تھے اور عبد اللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن سمیح بن مخزوم بن صبیح بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار کے بھائی تھے زمانہ جاہلیت میں ریاست، صبیح بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل میں تھی۔ عبد اللہ بن عتبہ کا بیٹا عبید اللہ بڑے اہل علم لوگوں میں شامل تھا، ابن ابی خیثمہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اصبہانی کو کہتے سنا کہ سفیان نے بیان کیا کہ زہری کہتا تھا میں خیال کیا کرتا تھا کہ میں نے کچھ علم حاصل کیا ہے لیکن جب میں عبید اللہ بن عبد اللہ کے پاس بیٹھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک سمندر ہے۔

سعید بن جبیر کا قتل

۹۴ھ میں حجاج نے حضرت سعید بن جبیر کو قتل کر دیا، عون بن ابی راشد العبدی بیان کرتا ہے کہ جب حجاج کو حضرت سعید بن جبیر کے مقابلہ میں کامیابی حاصل ہو گئی اور آپ کو اس کے پاس پہنچایا گیا تو اس نے آپ سے دریافت کیا آپ کا نام کیا ہے آپ نے فرمایا میرا نام سعید بن جبیر ہے، تو وہ کہنے لگا نہیں بلکہ آپ کا نام شقی بن کسیر ہے آپ نے فرمایا میرا باپ میرے نام کے متعلق تجھ سے بہتر جانتا تھا اس نے کہا تو اور تیرا باپ دونوں شقی ہیں آپ نے فرمایا تیرے سوا ایک اور ہستی ہے جو غیب جانتی ہے اس نے کہا میں تجھے دنیا کے بدلے میں بھڑکتی آگ دوں گا، آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ علم ہو کہ یہ بات تیرے ہاتھ میں ہے تو میں تیرے سوا کسی کو معبود نہ بناؤں حجاج نے کہا خلفاء کے بارے میں تو کیا کہتا ہے، آپ نے فرمایا میں ان کا وکیل نہیں اس نے کہا تو جس طرح قتل ہونا چاہتا ہے بتا، تاکہ میں تمہیں قتل کروں، آپ نے فرمایا اے بدبخت تو خود اپنے لیے پسند کر کہ تو مجھے کس طرح قتل کرنا چاہتا ہے

خدا کی قسم تو آج جس طرح مجھے قتل کرے گا میں تجھے آخرت میں اسی طرح قتل کروں گا، حجاج نے آپ کے قتل کا حکم دے دیا آپ کو قتل کرنے کے لیے باہر نکالا گیا جب آپ قتل ہونے کے لیے چلے تو مسکرا دیے حجاج نے آپ کو واپس لانے کا حکم دیا اور آپ سے مسکرانے کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا میں خدا تعالیٰ کے متعلق تیری جسارت اور تیرے بارے میں اس کے حلم پر متعجب ہوں پھر آپ کو اس کے حکم سے قتل کر دیا گیا جب آپ کو منہ کے بل لٹایا گیا تو آپ نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ، وان محمداً عبدہ ورسولہ اور یہ کہ اور یہ کہ حجاج اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا پھر دُعا کی اے اللہ میرے بعد حجاج کو کسی آدمی کے قتل پر مسلط نہ کر، آپ کو قتل کرنے کے بعد آپ کا سر کاٹا گیا اس کے بعد حجاج صرف پندرہ راتیں زندہ رہا اس کے پیٹ میں خارش پڑ گئی اور اسی بیماری سے فوت ہو گیا بیان کیا جاتا ہے کہ وہ حضرت سعید کے قتل کے بعد کہتا تھا کہ لوگو مجھے سعید بن جبیر سے کون بچائے گا جب کبھی میں سونے کا ارادہ کرتا ہوں وہ میرے گلے کو پکڑ لیتے ہیں۔

ولید اور اس کے بھائی سلیمان کے درمیان ایک غلط فہمی

ولید بیمار ہو گیا تو اُسے پتہ چلا کہ اس کا بھائی سلیمان اس کی موت کی تمنا کرتا ہے کیونکہ اس کے بعد اس کے بادشاہ بننے کی وصیت تھی ولید کو جو شکایت پہنچی تھی اس پر اس نے اُسے عتاب کرتے ہوئے خط لکھا اور اس کے آخر میں یہ اشعار لکھے ؎

"لوگ میری موت کی تمنا کرتے ہیں اور اگر میں مر جاؤں تو اس راستے پر چلنے والا میں اکیلا آدمی نہیں جو شخص میرے مرنے سے قبل ہی میری موت کا خواہاں اور مدعی ہے شاید وہی ہلاک ہو جائے اور جو لوگ مجھ سے پہلے مر چکے ہیں ان کی موت مجھے ضرر نہیں دے گی اور نہ میرے بعد زندہ رہنے والے ہمیشہ رہیں گے پس اس شخص کو جو گذشتہ کے خلاف بات کرتا ہے کہہ دے کہ تو آخرت کے لیے کوئی اور زاد لے، موت کا ایک وقت مقرر ہے اور اس کی موت کسی روز اُسے اچانک ہی آ لے گی" سلیمان نے اُسے جواب دیا کہ "امیر المومنین نے جو کچھ فرمایا ہے میں اُسے سمجھ گیا ہوں خدا کی قسم کہ اگر میں نے اس بات کی تمنا کی ہے جو دل میں بھی نہیں گذر سکتی تو

بیں سب سے پہلے اسے ملوں اور میری موت کی خبر میرے اہل کو دی جائے
پس میں کیوں اس مدت کے زوال کی تمنّا کروں جس کی تمنّا کرنے والا اتنا ہی
قیام کر سکتا ہے جتنا کوئی مسافر کسی منزل پر ٹھہرتا ہے اور پھر اس سے سفر
اور امیر المومنین کو وہ اطلاع ملی ہے جو نہ میرے الفاظ سے ظاہر ہے اور
نہ میری نگاہ سے دیکھی جا سکتی ہے۔ امیر المومنین نے کب چغل خوروں
سے یہ بات سُنی جس کا کوئی روایت کنندہ نہیں قریب ہے کہ یہ شخص
بیٹوں میں فساد پیدا کروا دے اور تعلقات رشتہ داری کو منقطع کرا دے"
اور خط کے نیچے لکھا ؎

"اور جو شخص اپنے دوست اور اس کی بعض باتوں سے چشم پوشی نہیں کرتا
وہ ناراضگی کی حالت ہی میں فوت ہو جاتا ہے اور جو لغزشوں کی ٹوہ میں
لگا رہتا ہے وہ لغزشوں کو معلوم کر لیتا ہے اور زمانہ اس کا کوئی دوست
نہیں رہنے دیتا۔"

ولید نے اس کی طرف لکھا کہ تو نے نہایت اچھے پیرائے میں معذرت کی ہے اور تو اپنے قول میں صادق اور فعل میں کامل ہے اور جو بات تیرے بارے میں کہی گئی ہے تیرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ کوئی چیز تیرے عذر کے مقابلہ میں تجھ جیسی ہو سکتی ہے۔

ولید اپنے بھائیوں پر بڑا مہربان اور عبد الملک کی دیگر وصیتوں کا بہت خیال رکھنے والا تھا اور ان اشعار کو بکثرت پڑھنے والا تھا جو عبد الملک نے اُسے وصیت کرتے ہوئے لکھے تھے ان میں سے چند اشعار یہ ہیں ؎

مجموں میں حاضری کے وقت اور ایک دوسرے کی عدم موجودگی میں بھی کینوں
کو دُور کرنا تم پر لازم ہے، رشتہ داروں کی اصلاح کرنا تمہاری طویل بقا کا
ضامن ہے خواہ میری عمر لمبی ہو یا چھوٹی اور حوادث زمانہ جیسی چیز نے
تمہارے اندر الفت محبت اور رحم کو پیدا کیا ہے یہاں تک کہ تمہارے
دل اور چہرے اس شخص کے لیے خواہ وہ سردار ہو یا نہ ہو، نرم ہو گئے
ہیں اور جب تیر اکٹھے ہو جائیں تو غصے والا اور ہاتھ میں پکڑنے والا
آدمی انہیں توڑنے کا قصد کرتا ہے مگر وہ اس سے ٹوٹتے نہیں اور

اگر وہ بکھر جائیں تو کمزوری اور ٹوٹنا بکھرنے والے کے لیے ہے۔"

عبدالملک کی اپنے بچوں کو وصیت

عبدالملک ہمیشہ اپنے بچوں کو نیکی کرنے کی ترغیب دیتا رہتا تھا اور انہیں مکارم اخلاق پر آمادہ کرتا رہتا تھا، اس نے اپنے بچوں کو کہا، اے عبدالملک کے بچو اپنے حسب ونسب کا خیال رکھو اور اپنے اموال خرچ کر کے اس کی حفاظت کرو، اعشیٰ کے قول کے بعد کوئی شخص تم میں سے اس بات کی پروا نہ کرے کہ اس کے متعلق ہجو میں کیا کچھ کہا گیا ہے ؎

"تم موسم سرما میں پیٹ بھر کر رات گزارتے ہو اور تمہارے پڑوسی بھوکے رات بسر کرتے ہیں۔"

اور زہیر کے اس قول کے بعد لوگ اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ ان کی تعریف میں کیا کچھ کہا گیا ہے ؎

"اور ان کے سرمایہ داروں کے پاس جو آتا ہے ان پر اس کا حق ہے اور ناداروں کے لیے بخشش اور سخاوت ہے۔"

عبداللہ بن اسحٰق بن سلام، محمد بن حبیب سے بیان کرتا ہے کہ ولید، منبر پر چڑھا تو اس نے ناقوس کی آواز سنی اس نے پوچھا یہ کیا ہے، بتایا گیا گرجا ہے تو اس نے اس کے گرانے کا حکم دے دیا اور گرانے کا کچھ کام خود اپنے ہاتھ سے کیا پس لوگ اُسے گرانے لگ پڑے۔ شاہِ روم اخرم نے ولید کو لکھا کہ اس گرجا کو ان لوگوں نے بھی قائم رہنے دیا تھا جو تجھ سے پہلے تھے اگر انہوں نے درست کیا تھا تو تم نے غلطی کی ہے اور اگر تو نے درست کیا ہے تو انہوں نے غلطی کی ہے، ولید نے کہا اسے کون جواب دے گا، فرزدق نے کہا میں جواب دوں گا تو اس نے اُسے لکھا:۔

وداؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمہم شاھدین ہ ففھمنا ھا سلیمان وکلاً حکمًا وعلمًا ط

اور داؤد اور سلیمان جب اس کھیتی کے متعلق فیصلہ کر رہے تھے جس میں لوگوں کی بکریاں چر گئی تھیں تو ہم ان کے فیصلہ کو دیکھ رہے تھے پس ہم نے

اُسے سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے سب کو علم و حکمت عطا کیا تھا۔

حجاج کی موت

۹۵ھ میں حجاج ۵۴ سال کی عمر میں عراق کے شہر واسط میں مر گیا۔ وہ بیس سال تک لوگوں پر حکومت کرتا رہا اس کی فوجوں اور جنگوں میں جو لوگ مارے گئے ان کے سوا جن لوگوں کو اس نے باندھ کر قتل کیا ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار شمار کی گئی ہے جب وہ مرا تو پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں اس کی قید میں تھیں جن میں سے سولہ ہزار عورتیں غیر شادی شدہ تھیں وہ مردوں اور عورتوں کو ایک ہی جگہ قید کر دیا کرتا تھا اور قید خانے میں کوئی چھت نہیں ہوتی کہ لوگ گرمی میں سورج کی تمازت سے اور سردی میں ٹھنڈک اور بارش سے بچ سکیں اس کے علاوہ وہ اور بھی کئی قسم کے عذاب دیا کرتا تھا جنہیں ہم نے کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک روز وہ نماز جمعہ پڑھنے کے لیے سوار ہوا تو اس نے ایک شور سنا پوچھا یہ شور کیسا ہے اُسے بتایا گیا کہ قیدی تکلیف کی وجہ سے شکایت اور شور کر رہے ہیں تو وہ ان کی طرف جا کر کہنے لگا۔ اخسأما فیھا ولا تکلمون۔ اس میں ذلیل ہو کر رہو اور بات نہ کرو، کہا جاتا ہے کہ وہ اسی جمعہ کو مر گیا اور اس سواری کے بعد وہ سوار نہیں ہوا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ میں نے کتاب عیون البلاغات میں جو حجاج کے کلام کا انتخاب ہے، حجاج کا یہ قول دیکھا کہ

"نعمت، ناشکری سے سلب کر لی جاتی ہے اور شکر سے پروان چڑھتی ہے۔"

جب عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب مفلس ہو گئے تو حجاج اُن سے ملا، ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں اس بات کا ذکر کیا ہے اور حجاج کو اس بات کا ابن القریۃ کے مبارک باد دینے کا بھی ذکر کیا ہے۔

عبداللہ بن جعفر کی وفات

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کا سخاوت میں ایک خاص مقام تھا اور جب ان کے مال میں کمی ہو گئی تو انہیں جمعہ کے روز جامع مسجد میں یہ کہتے سنا گیا۔ اے اللہ تو نے مجھے ایک عادت ڈال دی ہے اور میں نے تیرے بندوں کو عادت ڈال دی ہے اگر تو نے

مجھ سے اس عادت کو چھڑا دیا ہے تو پھر مجھے زندہ نہ رکھ اسی جمعہ کو آپ فوت ہو گئے، یہ عبد الملک بن مروان کے دَور کا واقعہ ہے، مکہ میں آپ کی نماز جنازہ ابان بن عثمان نے پڑھائی اور بعض کہتے ہیں کہ مدینہ میں پڑھائی اور اسی سال تباہ کن سیلاب آیا جو رُکن تک پہنچ گیا تھا اور بہت سے حاجیوں کو بھی بہا کر لے گیا تھا۔ اسی سال میں عراق، شام، مصر، جزیرہ اور حجاز میں عام طاعون پھوٹی تھی، عبد اللہ بن جعفر سرسٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے، آپ کی پیدائش حبشہ میں ہوئی تھی جہاں حضرت جعفر ہجرت کر کے گئے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کی پیدائش اس سال ہوئی جس سال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی بعض نے کچھ اور بیان کیا ہے۔

المبرد، المدائنی اور العتبی وغیرہ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ عبد اللہ کو بکثرت سخاوت پر عتاب کیا گیا تو کہنے لگے اللہ تعالےٰ نے مجھے اپنے احسانوں کا عادی بنا دیا ہے اور میں نے اُسے اس بات کا عادی بنا دیا ہے کہ میں اس کے بندوں پر احسان کروں گا پس میں ان سے اپنی عادت چھوڑنا پسند نہیں کرتا کہ وہ مجھ سے اپنی عادت نہ چھوڑ دے۔ عبد اللہؓ، معاویہؓ کے پاس دمشق گئے تو عمرو بن العاصؓ نے ان کے دمشق پہنچنے سے قبل ہی معاویہؓ کو اطلاع دے دی اور یہ بات اُسے اس کے غلام نے بتائی جو ابن جعفر کے ساتھ حجاز سے چلا تھا وہ دو دن کا سفر طے کر کے آپ سے پہلے دمشق پہنچ گیا عمرو، معاویہ کے پاس گیا تو اس کے پاس ہاشمیوں اور دیگر قریش کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، جن میں عبد اللہ بن حارث بن عبد المطلب بھی تھے، عمرو نے کہا تمہارے پاس وہ آدمی آیا ہے جو خلوتوں میں بڑی تمنائیں کرنے والا اور راستوں میں بہت غنی بننے والا، سلف پر گرفت کرنے والا اور اسراف کا مطیع ہے۔ تو عبد اللہ بن حارث نے غضب ناک ہو کر عمرو سے کہا تو جھوٹ بولتا ہے عبد اللہ اس قسم کا نہیں جیسے تو نے بیان کیا ہے بلکہ ان اوصاف کا حامل تو ہے، وہ تو اللہ تعالےٰ کا بہت ذکر کرنے والا اور اس کی مصیبت پر شکر گزاری کرنے والا اور فحش گوئی سے نفور ہے نیز بزرگ، مہذب، کریم، سردار اور حلیم ہے، اگر بات کا آغاز کرے تو درست کہتا ہے اگر اس سے سوال کیا جائے تو جواب دیتا ہے وہ کسی کا دباؤ قبول نہیں کرتا اور نہ کسی سے ڈرتا ہے، نہ ہی وہ فحش گو اور سب و شتم کرنے والا ہے، وہ طاقت ور شیر کی طرح

ہے، دلیر، جری، کاٹنے والی تلوار اور شریف الاصل سردار ہے، وہ اس شخص کی طرح نہیں جس کے بارے میں قریش کے شریر لوگ جھگڑا کریں تو ان کے قصاب اس پر غالب آجائیں تو وہ حسب کے لحاظ سے قریش کا سب سے بڑا اور ذلیل منصب والا آدمی بن جائے۔ اور وہ ان میں سے ذلیل کی پناہ مانگے اور کمتر آدمی کے پاس جائے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تو کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور کس اولیت سے متعرض ہے؟ ہاں تو اپنے ستونوں کے بغیر بلند ہوتا ہے اور اپنی زبان کے بغیر گفتگو کرتا ہے، وہ حکم میں بڑا نیک اور فضیلت میں بڑا نمایاں ہے، ابن ابی سفیان کو چاہیے کہ وہ تجھے قریش کی عزتوں کے درپے ہونے سے روکے اور جیسے بچوں کا منہ اس کے بھٹے میں بند ہوتا ہے اسی طرح وہ تیرا منہ بند کر دے، تو قریش کی عزت اور حسب کی برابری نہیں کر سکتا تیرے لیے ایک تند خو شیر مقرر کیا گیا ہے جو دوستوں کو اچک لینے والا اور روحوں کو پھاڑنے والا ہے، عمرو نے بھی بولنے کا ارادہ کیا تو معاویہؓ نے اسے بات کرنے سے روک دیا، عبداللہ بن حارث نے کہا آدمی اپنے آپ پر ہی رحم کرتا ہے خدا کی قسم میری زبان بڑی تیز ہے اور میرا جواب تیار ہے اور میرا قول سچ ہے اور میرے مددگار حاضر ہیں پس معاویہ کھڑا ہو گیا اور لوگ منتشر ہو گئے۔

عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے جود و کرم اور دیگر فضائل کے بہت سے واقعات ہیں جنہیں ہم نے مفصل طور پر اپنی دو کتابوں "اخبار الزمان" اور "الاوسط" میں بیان کیا ہے حجاج ان کی طرف آلِ ابی طالب کو ذلیل کرنے کے لیے گیا تھا۔

حجاج کی طرف عبدالملک کا خط جسے وہ سمجھ نہ سکا

حجاج نے عبدالملک کی طرف خط لکھا جس میں اُسے بتایا کہ قطری کے ساتھ خوارج کا معاملہ مضبوط ہوتا جا رہا ہے تو عبدالملک نے اُسے لکھا اما بعد! میں تمہارے ساتھ مل کر تلوار کی تعریف کرتا ہوں اور تجھے وہ وصیت کرتا ہوں جو بکری (بنو بکر کے ایک آدمی) نے زید کو کی تھی، حجاج عبدالملک کے مفہوم کو نہ سمجھ سکا۔ اور اس نے کہا کہ جو شخص اس وصیت کی تفسیر کرے گا جو بکری نے زید کو کی تھی اُسے دس ہزار درہم دیا جائے گا تو حجاز سے ایک آدمی اس کے ایک عامل کے ظلم کی فریاد کرتا ہوا آیا اس سے دریافت کیا گیا، کیا تجھے علم ہے کہ بکری نے زید کو کیا وصیت کی تھی، اس نے

کہا ہاں، لوگوں نے اُسے کہا حجاج کے پاس جاؤ تیرے لیے دس ہزار درہم انعام ہے وہ اس کے پاس آیا تو اُسے اس کے سامنے پیش کیا گیا اس نے کہا اس نے یہ وصیت کی تھی کہ

"میں زید سے کہتا ہوں کہ تو وحشی نہ بن وہ تیرے اور میرے قتل کے درپے موتوں کو دیکھتے ہیں پس اگر وہ جنگ چھوڑ دیں تو تو بھی چھوڑ دے اور اگر وہ جنگ کریں تو تُو بھی بہت سی لکڑیاں ڈال کر جنگ کے ایندھن کو بھڑکا دے۔ اور اگر سخت جنگ اپنی کچلی سے کاٹے تو تلوار کی دھار کا نشانہ تیرے اور میرے جیسا شخص ہوگا۔"

حجاج کہنے لگا امیر المومنین بھی سچ کہتے ہیں اور بکری نے بھی سچ کہا ہے۔

مہلب کی طرف حجاج کا خط

حجاج نے مہلب کی طرف لکھا کہ امیر المومنین نے مجھے وہ وصیت کی ہے جو بکری نے زید کو کی تھی اور میں تجھے وہ وصیت کرتا ہوں جو حارث بن کعب نے اپنے بیٹوں کو کی تھی، مہلب نے وہ وصیت منگوائی تو اس میں لکھا تھا "اے میرے بیٹو! اکٹھے ہو جاؤ اور الگ الگ نہ ہو ورنہ بکھر جاؤ گے اور نیکی کرنے سے پہلے نیکی کرو کیونکہ قوت اور عزت کی موت، ذلت اور عجز کی زندگی سے بہتر ہے۔" تو مہلب نے کہا بکری اور حارث بن کعب نے سچ کہا ہے۔

عبد الملک نے حجاج کو لکھا:۔

"مجھے آلِ ابی طالب کی خونریزی سے بچانا کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ جب آلِ حرب نے اس کی خونریزی کی تو حکومت ان سے وحشت محسوس کرنے لگی، حجاج، اس خوف کے پیش نظر ان کی خونریزی سے بچتا تھا کہ کہیں ان کے ہاتھ سے حکومت ہی نہ جاتی رہے، وہ اللہ تعالیٰ کے خوف کے باعث ان کی خونریزی سے اجتناب نہ کرتا تھا۔"

لیلیٰ اخیلیہ اور حجاج

لیلیٰ اخیلیہ، حجاج کے پاس آئی تو کہنے لگی اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے، میں ستاروں کی وعدہ خلافی، بارشوں کی کمی اور سردی کے آغاز اور سخت مشقت کی وجہ سے آئی ہوں، حجاج نے کہا مجھے زمین کے متعلق بتاؤ، وہ کہنے لگی کہ زمین بارش نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ خشک ہو گئی ہے اور راستے غبار آلود ہو گئے ہیں اور تنگی سے گزارہ کرنے والا بہت غریب

ہوگیا ہے، عیال دار مختل ہوگیا ہے اور تنگدست بیمار ہوگیا ہے، لوگ قحط زدہ ہوگئے ہیں اور خدا تعالیٰ کی رحمت کے اُمیدوار ہیں، حجاج نے پوچھا تو کونسی عورت کے ہاں اُترنا پسند کرتی ہے، کہنے لگی مجھے ان کے نام بتاؤ اس نے کہا میرے ہاں ہند بنت مہلب اور ہند بنت اسماء بن خارجہ ہے تو اس نے ہند بنت خارجہ کو پسند کیا اور اس کے ہاں چلی گئی تو اس نے اُسے اس قدر زیورات دیے کہ اُسے لاد دیا۔ کیونکہ اس نے دوسری عورتوں کو چھوڑ کر اُسے پسند کیا تھا اور اس کے ہاں آئی تھی۔

حجاج کے عم زاد کا اس سے ولایت طلب کرنا اور اس کا اس کی آزمائش کر کے اُسے حاکم بنانا اور اس کا کامیاب ہونا

المنقری نے بیان کیا کہ ہمیں العتبی نے اپنے باپ سے بتایا وہ بیان کرتا ہے کہ حجاج کے پاس اس کا ایک دیہاتی عم زاد آیا اس نے دیکھا کہ حجاج لوگوں کو حاکم بنا رہا ہے تو اس نے اُسے کہا اے امیر تو مجھے کسی شہر کا حاکم کیوں نہیں بنا دیتا حجاج نے کہا یہ لوگ تو حساب کتاب جانتے ہیں اور تم نہ حساب کر سکتے ہو، نہ لکھ سکتے ہو تو وہ دیہاتی برافروختہ ہو کر کہنے لگا خدا کی قسم میں ان سے بہتر حساب و کتاب جانتا ہوں حجاج نے اُسے کہا اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تیرا خیال ہے تو تین دراہم کو چار آدمیوں میں تقسیم کر دے، پس وہ مسلسل یہ کہتا رہا کہ تین دراہم کو چار میں تقسیم کر دے۔ تین دراہم کو چار میں تقسیم کر دے۔ اگر تین کو ایک ایک درہم دوں تو چوتھے کے لیے کچھ نہیں بچتا۔ اے امیر وہ کتنے آدمی ہیں، اس نے کہا چار ہیں اس نے کہا ہاں اے امیر مجھے حساب کا پتہ چل گیا ہے، میں چوتھے آدمی کو اپنے پاس سے درہم دے دوں گا اور اس نے اپنے ازار بند کو ہاتھ مار کر ایک درہم نکالا اور کہا تم میں سے چوتھا آدمی کون ہے اللہ ان کا بُرا کرے میں نے آج ان شہریوں کے حساب کی طرح کوئی چیز جھوٹی نہیں دیکھی تو حجاج اور اس کے ساتھی ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے پھر حجاج نے کہا اہل اصبہان تین سال سے خراج کی مخالفت کر رہے ہیں اور جب کبھی ان کے پاس کوئی والی جاتا ہے تو وہ اُسے عاجز کر دیتے ہیں، پس میں انہیں اس بدو اور اس کے اکھڑپن سے مرواؤں گا، یہ اس لائق ہے کہ ان سے خراج حاصل کرے لہٰذا اس نے اُسے اصبہان کی حکمرانی لکھ دی۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اہل اصبہان نے اس کا استقبال کیا اور بہت خوش ہوئے

اور آکر اس کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور اس پہ چھا گئے اور کہنے لگے یہ بدو کیا کرے گا جب انہوں نے بہت بوسہ بازی کی تو اس نے کہا، میرے ہاتھ پاؤں کو چومنا چھوڑ دو اور اس طریق کو ذرا جیر باد کہو۔ امیر نے مجھے جس بات کے لیے بھیجا ہے اس سے غافل نہ ہو، جب وہ اصبہان میں اپنے قصر امارت میں مقیم ہوگیا تو اس نے وہاں کے لوگوں کو اکٹھا کر کے کہا کیا وجہ ہے کہ تم اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہو اور اپنے امیر کو ناراض کرتے ہو اور اپنے خراج کو کم کرتے ہو، ان میں سے ایک نے کہا تجھ سے پہلے جو لوگ آئے وہ ظالم تھے، اس نے کہا تمہاری بہتری کس بات میں ہے انہوں نے کہا ہمیں آٹھ ماہ کی مہلت دے دو ہم تجھے خراج جمع کر دیں گے اس نے جواب دیا تم کو دس ماہ کی مہلت ہے لیکن تم دس ضامن لاؤ، جو تمہاری ضمانت دیں، وہ اس کے پاس ضامن لائے جب اس نے ان سے یقین دہانی حاصل کر لی تو انہیں مہلت دے دی جب ادائیگی کا وقت قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ جوں جوں مقررہ وقت قریب آتا جاتا ہے۔ وہ اس کے پاس زیادہ آتے جاتے نہیں اس نے انہیں پوچھا مگر انہوں نے اس کی بات سے فائدہ نہ اٹھایا جب یہ معاملہ طول پکڑ گیا تو اس نے ضامنوں کو اکٹھا کر کے انہیں کہا مال دو، انہوں نے کہا ہمیں آفت نے آن لیا ہے جس سے عہد ٹوٹ گیا ہے، جب اس نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو اس نے قسم کھائی کہ وہ جب تک مال نہ جمع کر لے یا ان کی گردن نہ توڑ دے۔ روزہ افطار نہیں کرے گا یہ رمضان کا مہینہ تھا — پھر اس نے ایک کے پاس آکر اس کی گردن توڑ دی اور اس پہ لکھا کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اس کے ذمہ جو کچھ تھا اس نے ادا کر دیا ہے اور اس کے سر کو تھیلی میں رکھ کر اس پہ مہر لگا دی پھر اس نے دوسرے آدمی کے پاس جا کر بھی یہی کیا جب لوگوں نے دیکھا کہ سر اڑا کر تھیلیوں میں رکھے جا رہے ہیں تو وہ کہنے لگے اے امیر ذرا توقف کیجیے ہم ابھی آپ کو مال لائے دیتے ہیں اس نے ان کی بات مان لی تو انہوں نے بہت جلد خراج حاضر کر دیا، جب حجاج کو یہ اطلاع ملی تو اس نے کہا ہم آل محمد کا گروہ ہیں — یہ اس کے دادے کا نام ہے — ہمارے بچے نجیب ہوتے ہیں تم نے اس بدو کے متعلق میری فراست کو کیسا پایا اور وہ حجاج کے مرنے تک اصبہان کا والی رہا۔

ابراہیم تمیمی حجاج کے جیل خانے میں | حجاج نے ابراہیم تمیمی کو واسط میں قید

کر دیا جب وہ حجاج کے جیل خانے میں داخل ہوا تو ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو کر اُونچی آواز سے کہنے لگا اے مصیبت زدو، اللہ کی عافیت میں رہو اور اسے عافیت کو نشو، اللہ کی مصیبت میں پڑو، صبر کرو، سب نے اُسے لبیک لبیک کہا وہ حجاج کی قید ہی میں مر گیا، حجاج نے ابراہیم نخعی کو طلب کیا تھا وہ تو بچ گیا اور ابراہیم تیمی اس کے ہتھے چڑھ گیا، اعمش کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم نخعی سے کہا جب حجاج نے تجھے طلب کیا تھا تو اس وقت کہاں تھا اس نے کہا وہاں پر تھا جہاں یہ شاعر کہتا ہے کہ ؎

"جب بھیڑیے نے چیخ ماری تو میں اس سے مانوس ہو گیا اور انسان نے
آواز دی تو میں نے اُڑ جانے کی تدبیر کی۔"

حجاج کا ابن القریہ سے عورتوں کے متعلق دریافت کرنا

ہم سے احمد بن سعید دمشقی اموی نے زبیر بن بکار سے اور اس نے محمد بن سلام جمحی سے بیان کیا کہ ہم کو فضل بن حباب جمحی نے محمد بن سلام کے طریق سے بتایا کہ حجاج نے ابن القریہ سے دریافت کیا کونسی عورت اچھی ہے اس نے جواب دیا، جس کے پیٹ میں بچہ ہو اور اس کی گود میں بھی بچہ ہو اور بچوں کے ساتھ بھی اس کا ایک بچہ کھیلتا ہو، اس نے پوچھا بُری عورت کونسی ہے اس نے جواب دیا بہت اذیت دینے والی اور بہت شکایتیں کرنے والی اور تیری مرضی کی مخالفت کرنے والی، اس نے پوچھا تجھے کونسی عورت پسند ہے اس نے جواب دیا دراز گردن، صحت مند سفید رنگ نازپروردہ جس کو قد کی کوتاہی اور لمبائی عیب نہ لگائے اس نے پوچھا کونسی عورت تجھے بُری لگتی ہے اس نے جواب دیا بے وقوف کوتاہ قد، برص والی شریر اس نے پوچھا مجھے بتاؤ کہ کونسی عورت اندرونے اور پہلوؤں کے لحاظ سے بہتر ہوتی ہے اس نے جواب دیا جو نرم کھال والی اور تر و تازہ ہو جس کے اُوپر کا دھڑ چھڑی کی طرح اور نیچے کا دھڑ ٹیلے کی طرح ہو نیز جو سیاہی مائل سُرخ رنگ اور چربی دار ہو جس کا نچلا حصہ لمبا نہ ہو اور زیادہ چھوٹی نہ ہو اس کی زلفیں گھنگھریالی ہوں اور سیدھی مینڈھیوں والی ہو جس کے سرین موٹے ہوں اور اس کے ہاتھ پاؤں نازک ہوں جب تو اس کی انگلیوں کو دیکھے تو انہیں بھنڈی توری سے مشابہت دے جب وہ کھڑی ہو تو تو اُسے ستون خیال کرے یہ عورت عاشق کو برانگیختہ کرتی ہے اور عاشق

سے معانقہ کر کے اُسے زندگی بخشتی ہے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ولید بن عبدالملک کے دور کے حادثات اور جنگوں کے واقعات بہت شاندار ہیں، اسی طرح حجاج کے واقعات کا حال ہے ہم ان میں سے بہت سے واقعات کو اپنی دونوں کتابوں اخبار الزمان اور الاوسط میں بیان کر چکے ہیں اور اس کتاب میں ہم نے وہ واقعات بیان کیے ہیں جو ان دونوں کتابوں میں نہیں کیے نیز الاوسط میں وہ واقعات بیان کیے ہیں جو اخبار الزمان میں درج نہیں کیے۔ واللہ اعلم

سلیمان بن عبدالملک کا دورِ حکومت

مختصر حالات جس روز ولید کی وفات ہوئی، اسی روز دمشق میں سلیمان بن عبدالملک کی بیعت ہوئی یہ ۱۵ جمادی الآخرۃ ۹۶ھ ہفتے کے روز کا واقعہ ہے سلیمان کی وفات قنسرین کے مضافات میں مرج دابق میں ۲۰ صفر ۹۹ھ کو جمعہ کے روز ہوئی۔ اس نے دو سال آٹھ ماہ پانچ راتیں حکومت کی اور ۳۹ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ اس نے عمر بن عبدالعزیز کے متعلق وصیت کی، بعض کہتے ہیں کہ سلیمان کی وفات ۱۰ صفر ۹۹ھ کو جمعہ کے روز ہوئی اور اس کی حکومت دو سال نو ماہ اٹھارہ دن رہی، یہ یہ دونوں مختلف تاریخیں ہم نے کتاب سیر و تواریخ میں پائی ہیں، ہم اس کے دورِ حکومت کا مختصر ذکر اس کتاب کے ایک الگ باب میں کریں گے۔

سلیمان کی عمر کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ ۴۵ سال کی عمر میں فوت ہوا اور قبل ازیں ہم یہ قول بیان کر آئے ہیں کہ وہ ۳۹ سال کی عمر میں فوت ہوا تھا، میں نے بنی مروان کے اکثر شیوخ کو جو اس کی اولاد میں سے تھے اور دیگر شیوخ کو جو دمشق میں تھے اسی خیال کا حامل پایا ہے کہ اس کی وفات ۳۹ سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ واللہ اعلم۔

اس کے حالات و واقعات کی ایک جھلک

خلافت کا پہلا خطبہ جب سلیمان کو حکومت مل گئی تو اس نے منبر پر چڑھ کر

اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا پھر کہنے لگا، سب تعریف اس خدا کے لیے ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے روک دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بلند کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے نیچے گرا دیتا ہے اے لوگو دُنیا باطل، دھوکے اور زینت کا گھر ہے وہ اپنے اہل کو اُلٹتی پلٹتی رہتی ہے رونے والے کو ہنساتی اور ہنسنے والے کو رُلاتی ہے، پُرامن کو خوف زدہ اور خوف زدہ کو امن بخشتی ہے، فقیر کو مال دار اور مال دار کو فقیر کرتی ہے، اور اہل دنیا کو کھیل و بنانے والی ہے اے بندگانِ خدا کتاب اللہ کو اپنا امام بناؤ اور اُس کو حکم مانو اور اسے اپنا راہنما بناؤ کیونکہ وہ پہلی کتابوں کی ناسخ ہے اور اس کے بعد آنے والی کوئی کتاب اُسے منسوخ نہ کر سکے گی، اے بندگانِ خدا جان لو کہ وہ کتاب تم سے شیطان کی تدبیروں اور امیدوں کو اس طرح دُور کرتی ہے جیسے سُورج کی روشنی صبح کو روشن کر دیتی ہے اور رات چلی جاتی ہے پھر اس نے منبر سے اُتر کر لوگوں کو ملاقات کی اجازت دی پہلے عاملوں کو برقرار رکھا اور خالد بن عبد اللہ قسری کو مکہ کی گورنری پر برقرار رکھا۔

خالد قسری مکہ میں

خالد نے مکہ میں کئی نئی باتیں پیدا کیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے کعبہ کے ارد گرد صفیں بنوائیں اس سے قبل نماز میں لوگوں کی صفیں اس سے مختلف ہوتی تھیں اُسے ایک شاعر کا یہ قول ملا۔

"حج کے موقع پر اجتماع کا کیا کہنا اور کعبے کی مسجد کا کیا کہنا اور ان صفوں کا کیا کہنا جنہوں نے حجرِ اسود کو چُومنے کے وقت ہم سے مزاحمت کی۔"

خالد نے کہا، اس کے بعد صفیں کبھی تجھ سے مزاحم نہ ہوں گی پھر اس نے مردوں اور عورتوں کے علیحدہ علیحدہ طواف کرنے کا حکم دیا۔

سلیمان بڑا بسیار خور تھا

سلیمان بسیار خور تھا اور حد سے بڑھ کر کھاتا تھا، باریک اور منقش کپڑے پہنتا تھا، اس کے دورِ حکومت میں یمن، کوفہ اور اسکندریہ میں نقش و نگار کا کام بہت شان دار ہوتا تھا۔ لوگوں نے بھی منقش جُبّے، چادریں، شلواریں، پگڑیاں اور ٹوپیاں پہننا شروع کر دیں اور اس کے گھر کا کوئی آدمی بھی منقش لباس پہنے بغیر اس کے پاس نہ آسکتا تھا اور اسی طرح اس کے عمال و اصحاب اور قصر امارت میں رہنے والے لوگ

بھی بغیر منقش لباس پہنے اس سے نہ مل سکتے تھے سواری کرتے اور منبر پر بیٹھتے وقت بھی اس کا یہی لباس ہوتا تھا اس کے خادم بھی منقش لباس پہنے بغیر اس کے پاس نہ آ سکتے تھے یہاں تک کہ باورچی بھی بیلنے اور سر پر طویل منقش کپڑا رکھے بغیر اس کے پاس نہ آ سکتا تھا، اس نے حکم دیا کہ اُسے گراں بار منقش کپڑے میں کفن دیا جائے وہ ہر روز عراق کے سو رطل کھانے سے سیر ہوتا تھا، بسا اوقات باورچی اس کے پاس ایسی سیخیں لاتے جن میں بھنے ہوئے مرغ ہوتے اور ان پر بھاری منقش کپڑا ہوتا تو وہ کھانے کی حرص کی وجہ سے اپنی آستین میں ہاتھ داخل کر کے گرم گرم مرغی کو پکڑ لیتا اور پھر گرم ہونے کی وجہ سے اُسے چھوڑ دیتا۔

اصمعی بیان کرتا ہے کہ ہارون الرشید کے سامنے سلیمان کی حرص طعام اور اپنی آستین سے مرغی کے چوزوں کی سیخیں کھانے کا ذکر کیا گیا تو اس نے کہا اللہ تیرا ستیاناس کرے تجھے اس کی باتیں کس نے بتائی ہیں؟ میرے سامنے بنی امیہ کے جُبّے پیش کیے گئے میں نے سلیمان کے جبوں کو دیکھا تو اس کے ہر جُبّے کی آستین میں چکنائی کا نشان تھا، پس مجھے علم نہ ہو سکا کہ یہ کیا ہے یہاں تک کہ تو نے مجھے یہ بات بتائی پھر کہنے لگا میرے پاس سلیمان کے جُبّے لاؤ، جُبّے لائے گئے تو ہم نے دیکھا کہ ان میں چکنائی کے نشانات بڑے واضح تھے اس نے مجھے بھی ایک جُبّہ پہنایا، بعض اوقات اصمعی اس جُبّے میں باہر نکلتا تو کہتا یہ سلیمان کا جُبّہ ہے جو ہارون الرشید نے مجھے پہنایا ہے کہتے ہیں کہ ایک روز سلیمان حمام سے باہر نکلا تو اُسے سخت بھوک لگی ہوئی تھی، اس نے جلدی جلدی کھانا کھایا وہ ابھی اس سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ اس نے حکم دیا اس کے سامنے اس کے ساتھ بھُنا ہوا گوشت پیش کیا جائے تو اس کے سامنے بکری کے بیس بچے پیش کیے گئے تو وہ ان سب کے اندر کی چیزیں (گردے دل، کلیجی وغیرہ) چپاتیوں کے ساتھ کھا گیا پھر اس کے بعد کھانا چُنا گیا تو اس نے اپنے ندیموں کے ساتھ اس طرح کھایا گویا اس نے کوئی چیز نہیں کھائی تھی۔

کہتے ہیں کہ وہ حلوے کی ٹوکریاں بنواتا تھا اور اپنے سونے کی جگہ کے ارد گرد رکھ دیتا تھا، جب وہ بیدار ہوتا اپنا ہاتھ لمبا کرتا تو وہ کسی نہ کسی ٹوکری میں جا پڑتا اور وہ اس سے کھاتا۔

سلیمان کا لباس جس نے اُسے خود پسند بنا دیا

المنقری نے العتبی سے اور اس نے اسحاق بن ابراہیم بن صباح

بن مروان سے بیان کیا ۔ یہ بنی اُمیہ کا غلام تھا اس کا تعلق بلقاء کے علاقے سے تھا جو دمشق کے مضافات میں ہے اور وہ بنی اُمیہ کے واقعات کا حافظ تھا، وہ بیان کرتا ہے کہ سلیمان نے اپنی حکومت کے دوران جمعہ کے روز ایک لباس پہنا جسے اس نے بڑا مشہور کیا اور اُسے خوشبو لگائی اور ایک جامہ دان منگوایا جس میں عمامے تھے اس کے ہاتھ میں آئینہ تھا وہ یکے بعد دیگرے عمامے باندھتا رہا یہاں تک کہ اُسے ایک عمامہ پسند آگیا اس نے اس کا شملہ لٹکایا اور ہاتھ میں چھڑی لی اور اپنے کندھوں کو دیکھتا ہوا منبر پر چڑھا اور اپنے لوگوں کو اکٹھا کیا اور خطبہ دیا تو وہ خود پسند بن گیا اور کہنے لگا میں نوجوان بادشاہ اور وہ سردار ہوں جس سے خوف کھایا جاتا ہے اور میں بخشش کرنے والا سخی ہوں تو اس کے سامنے اس کی لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کی شبیہ ظاہر ہوئی وہ اس سے لطف اندوز ہوا کرتا تھا اس نے اُسے کہا تو امیر المومنین کو کیسا پاتی ہے؟ اس نے جواب دیا میں اُسے دل کی آرزو اور آنکھ کی ٹھنڈک پاتی ہوں اگر وہ ایسا نہ ہوتا تو شاعر نہ کہتا اس نے کہا شاعر نے کیا کہا ہے اس نے کہا وہ کہتا ہے ؎

"تو بہترین متاع ہے کاش تو زندہ رہتا مگر انسان کو بقاء حاصل نہیں،
تیرے متعلق ہمیں کوئی چیز قلق میں نہیں ڈالتی مگر اللہ جانتا ہے کہ تو
فانی ہے، جس شکل میں تو ہمارے سامنے ظاہر ہوا یہ کوئی عیب کی بات
نہیں مگر اے سلیمان تو فانی ہے۔"

یہ شعر سُن کر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ روتا ہوا چلا گیا جب وہ خُطبہ اور نماز سے فارغ ہوا تو اس نے لونڈی کو بُلایا اور کہا تو نے جو بات امیر المومنین سے کہی ہے اس پر تجھے کس بات نے آمادہ کیا ہے اس نے جواب دیا خدا کی قسم میں نے امیر المومنین کو آج نہ دیکھا ہے اور نہ ان کے پاس گئی ہوں تو اس نے اسے بڑی بات خیال کیا اس نے اپنی لونڈیوں کی نگران کو بُلایا تو اس نے بھی لونڈی کی بات کی تصدیق کی تو ڈر گیا اور اس نے اپنے آپ سے کچھ فائدہ نہ اُٹھایا اور اس کے تھوڑی مدت بعد مر گیا سلیمان کہا کرتا تھا کہ ہم نے اچھا کھایا، نرم پہنا اور خوب صورت عورت پر سوار ہوئے اب میرے لیے سوائے ایک دوست کے اور کوئی لذت باقی نہیں رہی جس سے مل کر میں زندگی کی تکالیف سے بچوں۔

سلیمان اور حجاج کے کاتب کے درمیان گفتگو

اور اس کے سامنے حجاج کے کاتب یزید بن ابی مسلم کو پابجولاں پیش کیا گیا اس کا حجاج پر بڑا اثر تھا، جب اس نے اُسے دیکھا تو اُسے حقیر خیال کیا اور کہنے لگا میں نے آج کی طرح کبھی نہیں دیکھا اللہ تعالیٰ اس آدمی پر لعنت کرے جس نے تجھے اپنی مرضی پر چھوڑ دیا اور اپنی حکومت میں تجھے حاکم بنایا، یزید نے اُسے کہا امیرالمومنین ایسا نہ کیجیے آپ نے مجھے اس وقت دیکھا ہے جب میرے پاس حکومت نہیں ہے اور آپ کے پاس حکومت ہے اگر آپ مجھے اس وقت دیکھتے جب میں صاحب حکومت تھا تو آپ نے جس چیز کو چھوٹا خیال کیا ہے اُسے جلیل القدر خیال کرتے، سلیمان نے کہا تو نے سچ کہا ہے تیری ماں نہ رہے بیٹھ جا، جب وہ ٹیک کر بیٹھ گیا تو سلیمان نے کہا میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو مجھے حجاج کے متعلق بتا کہ تیرا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ کہ کیا وہ جہنم میں گر رہا ہے یا اس میں گر چکا ہے؟ اس نے جواب دیا امیرالمومنین حجاج کے متعلق یہ بات نہ کیجیے اس نے آپ کی خیر خواہی کی ہے تمہارے خون کو گرنے سے بچایا ہے، تمہارے دوست کو امن دیا ہے، اور تمہارے دشمن کو ڈرایا ہے وہ قیامت کے روز تمہارے باپ عبدالملک کے دائیں ہاتھ اور تمہارے بھائی ولید کے بائیں ہاتھ ہوگا، پس آپ اسے جہاں رکھنا چاہتے ہیں رکھ دیں تو سلیمان نے چیخ کر کہا یہ مجھے اللہ کی لعنت کی طرف لے گیا ہے پھر اس نے اپنے ہمنشینوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا اللہ اس کا بُرا کرے اس نے اپنی اور اپنے دوست کی کیا شاندار ترتیب رکھی ہے اور اس نے اُسے اچھا بدلہ دیا ہے اسے آزاد کر دو۔

سلیمان کو ابوحازم اعرج کی نصیحت

ابوحازم اعرج سلیمان کے پاس گیا تو اس نے کہا اے ابوحازم کیا وجہ ہے کہ ہم موت کو پسند نہیں کرتے اس نے جواب دیا اس لیے کہ تم نے اپنی دنیا کو آباد کیا ہے اور اپنی آخرت کو برباد کیا ہے اس لیے تم آبادی کو چھوڑ کر برباد جگہ کی طرف جانا ناپسند کرتے ہو، اس نے کہا مجھے بتاؤ کہ خدا تعالےٰ کے ہاں پیشی کیسے ہوگی اس نے جواب دیا، اچھے کام کرنے والا تو اس طرح ہوگا جیسے گھر سے غائب رہنے والا اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش آتا ہے اور خطاکار بھاگے ہوئے غلام کی طرح ہوگا جو اپنے آقا کے پاس غمگین ہو کر آتا ہے اس نے پوچھا کونسا عمل افضل ہے اس نے جواب دیا حرام کاموں سے

بچتے ہوئے فرائض کی ادائیگی، اس نے پوچھا سب سے عادلانہ بات کونسی ہے اس نے جواب دیا اس آدمی کے پاس حق بات کہنا جس سے تو خائف بھی ہو اور اس سے اُمید بھی رکھتا ہو اس نے پوچھا کونسا آدمی سب سے عقل مند ہے اس نے جواب دیا جو اللہ کی اطاعت میں کام کرے اس نے پوچھا کونسا آدمی سب سے جاہل ہے اس نے جواب دیا جس نے اپنی آخرت کو دوسرے کی دُنیا کے بدلے بیچ دیا اس نے کہا مجھے مختصر نصیحت کرو، اس نے کہا امیر المومنین اپنے رب کی پاکیزگی اور عظمت اس طرح بیان کر کہ وہ تجھے ان چیزوں سے بچتا دیکھے جن سے اس نے تجھے روکا ہے لیکن جہاں اس نے تجھے حکم دیا ہے وہاں سے گم نہ پائے، سلیمان یہ باتیں سُن کر بہت رویا تو اس کا ایک ہم نشین اُسے کہنے لگا تیرا بُرا ہو تو نے امیر المومنین پر بہت زیادتی کی ہے ابو حازم نے اُسے کہا خاموش رہ، اللہ تعالےٰ نے علماء سے عہد لیا ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے حق کو بیان کریں اور اُسے نہ چھپائیں پھر وہ وہاں سے باہر چلا آیا جب اپنے گھر آیا تو سلیمان نے اس کی طرف مال بھیجا جسے اس نے واپس کر دیا اور ایلچی سے کہنے لگا امیر المومنین سے کہہ دینا خدا کی قسم ابو حازم تمہارے لیے مال کو پسند نہیں کرتا اپنے لیے مال کو کیسے پسند کر سکتا ہے۔

سلیمان کے دربار میں ایک بدوی کی حق گوئی

اسحاق بن ابراہیم موصلی بیان کرتا ہے کہ مجھے اصمعی نے مہالبہ کے ایک شیخ سے بتایا وہ کہتا تھا کہ ایک بدو سلیمان کے پاس جا کر کہنے لگا یا امیر المومنین میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں آپ اُسے سمجھ لیں سلیمان نے اُسے کہا ہم تو اُسے بھی برداشت کرتے ہیں جس کی خیر خواہی کی ہم اُمید نہیں رکھتے اور نہ اس کے فریب سے امن میں ہوتے ہیں مجھے اُمید ہے کہ تو صادق امین اور قابل اعتماد آدمی ہوگا، کہو جو کہنا چاہتے ہو، اس نے کہا امیر المومنین جب میں آپ کے غضب سے بچ گیا تو میں اس بارے میں اپنی زبان کھولتا ہوں جس کے متعلق زبانیں آپ کو نصیحت کرنے اور اللہ کے حق اور آپ کے حق امانت کو ادا کرنے سے گنگ ہو گئی ہیں۔ امیر المومنین آپ کو ان لوگوں نے گھیر رکھا ہے جنہوں نے اپنے لیے بُری باتوں کو پسند کیا ہے اور انہوں نے اپنے دین کے بدلے میں دنیا اور آپ کی رضامندی کے لیے اپنے باپ کی ناراضگی خرید لی

ہے، وہ اللہ کے بارے میں تجھ سے ڈرتے ہیں اور تیرے اللہ سے نہیں ڈرتے، وہ دنیا سے اپنے کو بچاتے اور آخرت سے جنگ کرتے ہیں پس وہ جس بات پر آپ کو اللہ سے بے خوف کرتے ہیں آپ ان سے بے خوف نہ ہوں کیونکہ وہ وہی کام کرتے ہیں جس میں اُمت کا ضیاع اور نقصان ہو اور آپ ان کے جرائم کے بارے میں جواب دہ ہیں اور وہ آپ کے جرائم کے بارے میں جواب دہ نہیں، لہٰذا آپ ان کی دنیا کی بہتری کے لیے اپنی آخرت خراب نہ کریں، سب سے زیادہ گھاٹا پانے والا وہ شخص ہے جو اپنی آخرت کسی کی دنیا کے لیے فروخت کر دے۔ سلیمان نے اُس سے کہا اے بدو تو نے ہم پر اپنی زبان کھول دی ہے جو تیری تلوار سے بھی زیادہ کاٹ کرنے والی ہے اس نے کہا بے شک امیرالمومنین ایسی ہی بات ہے لیکن وہ آپ کی بھلائی کے لیے ہے نہ کہ نقصان پہنچانے کے لیے، سلیمان نے کہا اے بدو تیرے باپ کی قسم ہمیشہ ہی عرب ہماری حکومت میں عزت کے ساتھ رہے ہیں اور ہمیشہ ہی ہماری حکومت کا زمانہ ہر بھلائی کا لانے والا رہا ہے، اور اگر ہمارے سوا تمہارے کوئی اور حکمران ہوں تو جن باتوں کی تم مذمت کرتے ہو ان کی تعریف کرو، بدو نے کہا جب حکومت عباسؓ عم رسول اور ان کے باپ کے بیٹے کے بیٹوں کے ہاتھ آئی تو خدا تعالےٰ نے انہیں اسی وقت حکومت دی جب وہ اس کے اہل ثابت ہوئے تو سلیمان نے تغافل سے کام لیا گویا اس نے کچھ سُنا ہی نہیں پھر بدو باہر چلا گیا اور اس کے بعد وہ نظر نہیں آیا، یہ واقعہ مجھے بغداد میں عباسؓ کی اولاد کے ایک شیخ نے بتایا جس کا نام ابن دہبہ منصوری تھا اس نے یہ بات اپنے باپ سے اور اس نے علی بن جعفر نوفلی سے اور اس نے اپنے باپ سے بیان کی یہ سنہ ۳۰۰ھ کا واقعہ ہے۔

سلیمان کا معاویہ کی تعریف کرنا

سلیمان کی مجلس میں حضرت معاویہ کا ذکر ہوا تو اس نے اس کی مدح اور اس کے گذشتہ آباء کی ارواح کے لیے دُعا کی اور کہا خدا کی قسم اس کا مذاق، سنجیدگی اور سنجیدگی علم تھا خدا کی قسم معاویہ جیسا آدمی کہیں نہیں دیکھا گیا، خدا کی قسم اس کا غضب حلم، اور اس کا حلم حکم تھا بعض لوگوں کا کہنا ہے یہ عبدالملک کا کلام ہے۔

خالد قسری عراق میں

سلیمان نے خالد بن عبداللہ قسری کو جب کہ

وہ عراق کا حاکم تھا، قریش کے ایک آدمی کے متعلق لکھا جس نے اس سے پناہ طلب کی تھی اور وہ خالد سے بھاگ گیا تھا کہ وہ اُسے تعرض نہ کرے وہ اس کے پاس خط لایا تو اس نے اس کی مُہر توڑنے سے قبل اُسے سو کوڑے مارے پھر اُسے پڑھا اور کہنے لگا کہ یہ خدا تعالیٰ کا انتقام ہے جو وہ تجھ سے میرے خط نہ پڑھنے کی وجہ سے لینا چاہتا ہے اگر میں اُسے پڑھتا تو اس پر عمل کرتا، پس وہ قریشی سلیمان کی طرف واپس جانے کے لیے نکلا تو فرزدق اور دروازے پر موجود لوگوں نے اس سے پوچھا کہ خالد نے کیا کیا ہے تو اس نے انہیں بتایا تب فرزدق نے یہ شعر کہے ؎

"خالد سے پوچھو خدا تعالیٰ اُسے برکت نہ دے قسر قبیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یا بعد کب قریش کا حاکم رہا ہے جو تو اُن سے بدلے لے رہا ہے اور قریش کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ ان کا فربہ آدمی بھی لاغر اور کمزور ہوگیا ہے ہم نے اس شخص کی ہدایت کی اُمید کی جس کی کوششوں کو اللہ کامیاب نہ کرے اور نہ ہی اس کی ماں کو اس کا بچہ ملے۔"

جب سفیان کو اس امر کی اطلاع ملی تو اس نے اُسے سو کوڑے مارنے کے لیے ایک آدمی بھیجا تو فرزدق نے اس بارے میں یہ اشعار کہے ؎

"میری زندگی کی قسم خالد کی پشت پر کوڑوں کی اتنی بوچھاڑ ہوئی ہے کہ اتنی بوچھاڑ بارش کی بھی نہیں ہوتی، کیا تو اس کو نافرمانی کی سزا دیتا ہے جو نافرمان نہیں اور اے قسری تو امیر المومنین کی نافرمانی کرتا ہے اگر یزید بن مہلب نے تیری نرم ہتھیلی کو اس طرح چھلا نہ چڑھایا ہوتا جیسے گھونسلے میں جانور کے بچے کو چڑھایا جاتا ہے، تو میری زندگی کی قسم تو ابن شیبہ ایسی روش اختیار کرتا کہ وہ تجھے ستارگانِ شب کو چلتے ہوئے دکھا دیتا، پس ذلت کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ، تجھے صرف متحرک نیزوں سے جزا دی گئی ہے۔"

سلیمان اور عمر بن عبدالعزیزؒ

ایک دن سلیمان نے عمر بن عبدالعزیزؒ سے پوچھا جب کہ وہ بادشاہی کے نشے میں تھا آپ ہمیں کیسا پاتے ہیں؟

عمر بن عبد العزیز بولے دھوکے کی مسرت۔ موت سے متصف زندگی، ہلاکت کے متلاشی ملک، مٹ جانے والے حسن اور عذاب الیم کی خوشخبری دینے والی نعمتوں میں، تو سلیمان رونے لگا۔

سلیمان، ولید کی ضد تھا

سلیمان، ولید کے برعکس تھا اور فصاحت و بلاغت میں اس کی ضد تھا، ولید نے عبداللہ بن یزید بن معاویہ کی زمین میں فساد کیا تو اس کے بھائی خالد بن یزید نے عبدالملک کے پاس شکایت کی تو عبدالملک نے اُسے کہا ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا۔ الآیہ۔ کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے برباد کر دیتے ہیں، خالد نے اُسے جواب دیا واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا۔ الآیہ۔ کہ جب ہم کسی بستی کی تباہی کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو وہ اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔ عبدالملک نے کہا کہ کیا تم عبداللہ کے بارے میں بات کر رہے ہو وہ کل میرے پاس آیا تو اس کی زبان میں لغزش اور اس کے کلام میں اعراب کی غلطیاں تھیں اس نے کہا کیا تو ولید کے متعلق بات کرتا ہے؟ اس نے کہا اگر ولید اعراب کی غلطیاں کرتا تھا تو سلیمان اس کا بھائی ہے، خالد نے کہا اگر عبداللہ اعراب کی غلطیاں کرتا تھا تو خالد اس کا بھائی ہے۔ ولید نے کہا کیا تو بھی باتیں کرتا ہے جو کسی چھوٹی بڑی مہم میں شامل ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا خالد نے کہا کیا تو نے امیرالمومنین کی بات نہیں سُنی کہ کیا وہ کہہ رہے ہیں خدا کی قسم میں چھوٹی بڑی مہمات کی اہلیت رکھتا ہوں اور اگر تو حاملہ اور چھوٹی بکریاں اور طائف کہتا تو بات بھی تھی، اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے ہم نے کہا تو ٹھیک کہتا ہے اس سے اس کا مطلب یہ تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بن ابی العاص کو طائف کی طرف جلاوطن کر دیا تھا اور وہ چرواہا بن گیا تھا یہاں تک کہ حضرت عثمان نے اُسے واپس بُلا لیا۔

خالد قسری پر سلیمان کی ناراضگی

سلیمان، خالد قسری پر ناراض ہو گیا تو اس نے آکر کہا امیرالمومنین طاقت، غصّے کو دُور کر دیتی ہے اور آپ کی ذات سزا سے بہت بالا ہے اگر آپ معاف کر دیں تو آپ اس کے اہل ہیں اور اگر سزا دیں تو میں اس کا مستحق ہوں تو اس نے اُسے معاف کر دیا۔

سلیمان کی مجلس میں ایک آدمی نے کلام کی مذمت کی تو سلیمان نے کہا جو شخص بات کرے اور خاموشی کی تحسین کرے وہ اچھا کرتا ہے اور جو خاموش رہے اور بولنے کی تحسین کرے وہ بھی اچھا کرتا ہے سلیمان اپنے بیٹے ایوب کی قبر پر کھڑا ہوا وہ اسی سے وہ کنیت لیتا تھا اور کہنے لگا اے اللہ میں اس کے متعلق تجھ سے اُمید رکھتا ہوں اور ڈرتا بھی ہوں پس میری اُمید کو پورا کر اور میرے خوف سے مجھے امن دے۔

ایک کاتب کا سلیمان کے متعلق خبر دینا مسعودی بیان کرتا ہے کہ جب سلیمان کو دفن کر چکے تو اس کے ایک کاتب کو یہ شعر کہتے سُنا گیا ؎

"خواہ آدمی کے پاس کس قدر پہرے دار اور لشکر ہوں وہ محفوظ نہیں رہ سکتا، خواہ کوئی کس قدر جنگجو اور بہادر ہو تھوڑے عرصے میں دربان اس کے دروازے کو چھوڑ دے گا اور وہ لوگوں سے پردہ کے بعد دُور جا کر ایک گھر کا قیدی بن جائے گا جس کے اطراف بھی محفوظ نہیں جو کچھ انسان کے پاس ہوتا ہے دفن ہونے تک ہوتا ہے پھر اس کے بعد اس کے پہرے دار اور فوجی دستے دوسروں کے پاس چلے جاتے ہیں ہر عداوت رکھنے والا اس بات سے خوش ہوتا ہے اور اس کے عزیز و اقارب اُسے چھوڑ دیتے ہیں۔ پس تو کوشش کر کے نیکی کر اور ہر آدمی سے اس کے کاموں کا مواخذہ ہوگا۔"

مسعودی بیان کرتا ہے کہ سلیمان کے دورِ حکومت کے واقعات بہت شاندار ہیں جنہیں ہم نے مفصل طور پر اخبار الزمان اور الاوسط میں بیان کیا ہے اور اس کتاب میں ہم نے اختصار کی خاطر صرف ان کی ایک جھلک پیش کی ہے۔ و باللہ التوفیق۔

عمر بن عبدالعزیزؒ اور مروان بن الحکم کی خلافت کا بیان

مختصر حالات حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ۲۰ صفر ۹۹ھ کو جمعہ کے روز خلیفہ بنے اسی دن سلیمان کی وفات ہوئی تھی اور اُن کی وفات دیر سمعان میں

جمعہ کے روز ۲۵ رجب ۱۰۱ھ کو ہوئی یہ جگہ حمص کے مضافات میں ہے جو بلا دقنسرین کے ساتھ ہے، آپ دو سال یا پانچ ماہ پانچ دن خلیفہ رہے اور ۳۹ سال کی عمر میں فوت ہو گئے اس وقت تک اُن کی قبر کی بڑی عظمت اور شہرت ہے اور شہر و دیہات سے بہت سے لوگ اُن کی قبر پر آتے جاتے ہیں اور بنو اُمیہ کی دیگر قبور کی طرح کوئی آدمی اُن کی قبر کو اُکھیڑنے کے درپے نہیں ہوا ان کی والدہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کے بیٹے عاصم کی دُختر تھیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۴۰ سال کی عمر میں ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ ۴۱ سال کی عمر میں ہوئی اسی طرح ان کی مدتِ خلافت میں بھی اختلاف کیا گیا ہے ہم نے اس کا خلاصہ بنو اُمیہ کی مدتِ حکومت میں بیان کیا ہے جو آئندہ اس کتاب میں بیان ہو گا۔

آپ کے حالات و واقعات اور زُہد کی

ایک جھلک

عمرؒ کو خلافت کیسے ملی؟

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو پہلے سے خلافت حاصل نہ تھی ان کا خلیفہ بننے کا سبب یہ ہوا کہ جب مرج دابق میں سلیمان کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے رجاء بن حیوٰۃ محمد ابن شہاب زہری اور مکحول وغیرہ دیگر علماء کو جو اس کی فوج میں غازی اور غالب تھے بُلایا اور اپنی وصیت لکھی اور ان کو اس پر گواہ بنایا اور کہا جب میں مر جاؤں تو لوگوں کو جمع کرنا اور پھر یہ وصیّت انہیں پڑھ کر سُنانا، اس کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں کو جمع ہونے کے لیے اطلاع دی گئی، تو لوگ جمع ہو گئے، بنو مروان بھی آ گئے اور خلافت کی ہوس کرنے لگے، زہری نے کھڑے ہو کر کہا کیا تم اس شخص کی خلافت سے راضی ہو جس کا نام امیر المومنین نے اپنی وصیت میں لکھا ہے، لوگوں نے جواب دیا ہاں، اس نے وصیت پڑھی تو اس میں عمر بن عبدالعزیز اور اس کے بعد یزید بن عبد الملک کا نام تھا، مکحول نے کھڑے ہو کر کہا عمر بن عبدالعزیز کہاں ہیں

آپ اس وقت لوگوں کے آخر میں تھے جب آپ کا نام پکارا گیا تو آپ نے دو یا تین بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، پھر کچھ لوگوں نے آکر آپ کو ہاتھوں اور کندھوں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور منبر کے پاس لے گئے آپ منبر کی دوسری سیڑھی پر چڑھ کر بیٹھ گئے منبر کی پانچ سیڑھیاں تھیں، سب سے پہلے یزید بن عبد الملک نے آپ کی بیعت کی پھر دو دن کے بعد سعید اور ہشام نے بھی بیعت کر لی۔

عمرؒ کے اخلاق اور دین

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ حد درجہ زاہد اور منکسر المزاج آدمی تھے آپ نے بنی امیہ کے پہلے عمال کو برطرف کر دیا اور ان سے اچھے عمال کو مقرر کیا وہ بھی آپ کے طریق کے مطابق چلے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر برسر منبر لعنت کرنا ترک کرا دیا اور لعنت کی جگہ یہ آیت پڑھنے کے لیے مقرر کی ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا ربنا انک رءوف رحیم۔[1] بعض کہتے ہیں کہ آپ نے یہ آیت مقرر کی۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی۔[2] اور بعض کہتے ہیں کہ آپ نے یہ دونوں آیتیں مقرر کیں آج تک لوگ ان آیات کو خطبہ میں پڑھتے ہیں۔

السدی اور عمرؒ کے درمیان گفتگو

جب عمرؒ خلیفہ بنے تو السدی (جو آپ کے خاص دوستوں میں سے تھا) آپ کے پاس آیا۔ عمرؒ نے اُسے کہا میرے خلیفہ بننے سے تجھے خوشی ہوئی ہے یا تجھے یہ بات بُری لگی ہے اس نے جواب دیا لوگوں کے لیے مجھے خوشی ہوئی ہے اور آپ کے لیے بُری لگی ہے آپ نے کہا مجھے خدشہ ہے کہ میں نے اپنے آپ کو تباہ کر لیا ہے۔ اس نے کہا اگر آپ ڈرتے

---

[1] (ترجمہ) اے ہمارے رب ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دلوں میں کجی نہ کر ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اے ہمارے رب بے شک تو شفقت کرنے والا مہربان ہے (حشر آیت ۱۰)

[2] (ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل، احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا اور بے حیائی نامعقول باتوں اور سرکشی سے منع کرتا ہے (نحل آیت ۹۰)

ہیں تو اپنی حالت کو ٹھیک کیجیے مجھے آپ کے متعلق یہ خوف ہے کہ آپ نہیں ڈریں گے آپ نے کہا مجھے کچھ نصیحت کرو اس نے کہا ہمارے باپ آدم کو ایک غلطی کی وجہ سے جنت سے نکال دیا گیا تھا۔

طاؤس کی عمرؓ کو نصیحت

طاؤس نے عمرؓ کی طرف لکھا کہ میری خواہش ہے کہ آپ کے سب کام ہی اچھے ہوں۔ بس اچھے لوگوں کو عامل مقرر کیجیے آپ نے فرمایا یہی نصیحت کافی ہے۔

عمرؓ کا پہلا خطبہ

آپ جب خلیفہ بنے تو سب سے پہلے آپ نے لوگوں سے یہ خطاب کیا کہ:-

"اے لوگو! ہمارے کچھ اصل ہیں جو گذر چکے ہیں اور ان کی فروعات باقی ہیں اصل کے بعد فرع کی بقا کچھ نہیں ہوتی اس دنیا میں لوگ موتوں کے نشانے اور مصائب کے ہدف ہیں ہر گھونٹ کے ساتھ اُچھو اور ہر لوالے کے ساتھ پھندا ہے، وہ ایک نعمت کے زوال کے بعد دوسری نعمت کو حاصل کرتے ہیں اور تم میں سے ہر آدمی اپنی عمر کا ایک دن، دوسرے کی اجل کے انہدام سے حاصل کرتا ہے۔"

عمرؓ کا عامل مدینہ کو اولاد علیؓ سے حسن سلوک کرنے کا حکم

آپ نے اپنے عامل مدینہ کو لکھا کہ حضرت علیؓ کی اولاد میں دس ہزار دینار تقسیم کر دو اس نے آپ کو لکھا کہ حضرت علیؓ کی اولاد قریش کے کئی قبائل سے ہوئی ہے آپ کی کونسی اولاد میں دینار تقسیم کروں آپ نے اُسے لکھا، اگر میں تمہیں ایک بکری کے ذبح کرنے کے متعلق لکھتا تو تُو مجھے لکھتا کہ سیاہ بکری ذبح کروں یا سفید، جب میرا یہ خط تجھے پہنچے تو حضرت علیؓ کی فاطمی اولاد میں دس ہزار دینار تقسیم کر دینا کیونکہ بہت دفعہ ان کے حقوق پامال ہوئے ہیں۔

دوسرا خطبہ

آپ نے ایک مقام پر حمد و ثنائے الٰہی کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:-

"اے لوگو! قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں اور نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہے اور آگاہ رہو میں کوئی قاضی نہیں بلکہ نفاذ کرنے والا ہوں

اور میں مبتدع نہیں بلکہ متبع ہوں اور ظالم امام سے بھاگنے والا نافرمان نہیں
بلکہ ظالم امام نافرمان ہے، اچھی طرح سن لو خدا کی نافرمانی کرتے ہوئے مخلوق
کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔"

عمرؒ کے متعلق شاہِ روم کا اندازہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مسلمانوں کے مفاد کے ایک معاملہ میں شاہِ روم کی طرف ایک وفد بھیجا اور اُسے مسلمانوں کے ایک حق کی طرف دعوت دی، جب وہ وفد اس کے پاس پہنچا تو ایک مترجم اُسے بات کی حقیقت سے آگاہ کرتا جاتا تھا وہ اپنے تخت حکومت پر بیٹھا ہوا تھا، تاج اس کے سر پر تھا فوجی سالار اس کے دائیں بائیں اور لوگ حسب مراتب اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اس نے مسلمانوں کی غرض کو پورا کر دیا اور انہیں اچھی طرح ملا اور جواب دیا پھر اس روز واپس آگئے جب دوسرے دن صبح ہوئی تو اس کا ایلچی آیا پھر اس کے پاس گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے تخت سے اُتر کر نیچے بیٹھا ہے اور سر سے تاج بھی اتارا ہوا ہے اور اس کی وہ صفات بھی بدلی ہوئی ہیں جن کا انہوں نے مشاہدہ کیا تھا گویا وہ کسی مصیبت میں ہے اس نے کہا کیا تمہیں علم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے، انہوں نے جواب دیا نہیں۔ اس نے کہا:۔

مجھے میرے میگزین کے انچارج کا جو عرب علاقے کے پاس رہتا ہے، ابھی خط ملا ہے کہ عرب کا بادشاہ جو بڑا صالح آدمی تھا فوت ہوگیا ہے وہ یہ خبر سن کر بے اختیار رو پڑے اس نے کہا تم اپنے لیے روتے ہو، اپنے دین کے لیے روتے ہو یا بادشاہ کو روتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم اپنے لیے، اپنے دین کے لیے اور اپنے بادشاہ کے لیے روتے ہیں، اس نے کہا بادشاہ کے لیے نہ روؤ بلکہ اپنے لیے روؤ کیونکہ اس نے جو کچھ اپنے پیچھے چھوڑا ہے اس سے بہتر جگہ پر چلا گیا ہے، وہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کے چھوڑنے سے ڈرتا تھا اور اللہ تعالیٰ اس پر دُنیا اور آخرت کا خوف اکٹھا نہیں کرے گا۔ مجھے اس کے فضل وصدق اور نیکی کے متعلق اطلاع ملی ہے اگر عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی شخص مُردوں کو زندہ کرسکتا تو میرا خیال ہے کہ یہ شخص مُردوں کو زندہ کر دیتا، مجھے اس کے ظاہر و باطن کی خبریں ملتی

آپ کو عافیت بخشے، ہم آپ کی اور آپ کے بھائی اور عم زاد کی بیٹیاں ہیں، آپ سے ہم نے جو ظلم و زیادتی کی ہے آپ ہمیں معاف فرما دیں، اس نے جواب دیا ہم تم میں سے کسی مرد اور عورت کو باقی نہیں چھوڑیں گے، کیا تیرے باپ نے میرے بھتیجے امام ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو کل حران میں اپنے قید خانے میں قتل نہیں کیا؟ کیا ہشام بن عبدالملک نے زید بن علی بن حسین بن علی کو قتل نہیں کیا اور اسے کوفہ کے کوڑا کرکٹ کی جگہ پر صلیب نہیں دیا اور اس نے زید کی بیوی کو حیرہ میں یوسف بن عمر ثقفی کے سامنے قتل نہیں کیا؟ کیا ولید بن یزید نے یحییٰ بن زید کو قتل نہیں کیا اور اسے خراسان میں صلیب نہیں دیا؟ کیا یزید بن معاویہ نے حسین بن علی کو، عمرو بن سعد کے ہاتھوں اس کے اہلبیت کے سامنے قتل نہیں کیا؟ کیا اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی مستورات کو قیدی بنا کر نہیں نکالا یہاں تک کہ وہ انہیں یزید بن معاویہ کے پاس لے گیا اور ان کے پہنچنے سے قبل اس نے حضرت حسینؑ کے سر کو نیزے پر چڑھا کر شام کے اضلاع اور شہروں میں گھماتے ہوئے یزید کے پاس بھیجا یہاں تک کہ وہ اسے دمشق میں اس کے پاس لے گئے گویا اس کے پاس کسی مشرک کا سر بھیجا گیا ہے۔ پھر اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کی مستورات کو قیدیوں کی طرح کھڑا کیا جنہیں شام کی جفا کار اور کمینی فوج نے طمانچے مارے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا استخفاف کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ پر جرأت کرتے ہوئے اور اس کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہوئے یزید سے مطالبہ کیا کہ وہ خاندانِ نبوت کی مستورات کو ہمیں بخش دے پس تم نے ہم اہلبیت میں سے کس کو چھوڑا ہے؟ کاش تم ہم سے انصاف کرتے، مروان کی لڑکی نے کہا امیر المومنین چچا پھر بھی آپ کا عفو ہم پر حاوی ہوگا، اس نے کہا اچھا تمہیں معاف کیا، پھر کہنے لگا اگر تو پسند کرے تو میں تمہاری شادی فضل بن صالح بن علی سے اور تیری بہن کی شادی عبداللہ بن صالح سے کر دوں، اس نے کہا امیر المومنین چچا کیا یہ شادی کا وقت ہے؟ بلکہ آپ ہمیں حران پہنچا دیں، اس نے کہا انشاء اللہ میں یہ کام کر دوں گا اور اس نے انہیں حران پہنچا دیا، جب وہ حران میں داخل ہوئیں تو انہوں نے مروان پر گریہ زاری کرتے ہوئے آوازیں بلند کیں اور اپنے گریبان چاک کر دیے اور چیخ و پکار کی، یہاں تک کہ مروان پر ان کے رونے سے فوج

کانپ گئی۔

ابو العباس سفاح کی بیعت تک مروان کی حکومت ۵ سال ۲ ماہ ۱۰ دن رہی، جیسا کہ ہم قبل ازیں اس کتاب میں ذکر کر چکے ہیں کہ اس کی مدت حکومت میں اختلاف پایا جاتا ہے، ابو العباس سفاح کی بیعت سے بوصیر میں اس کے قتل ہونے تک آٹھ ماہ بنتے ہیں اور قتل ہونے تک اس کی مدت حکومت ۵ سال ۱۰ ماہ بنتی ہے اور اس سے قبل ہم اس کی عمر کے اختلاف اور دیگر واقعات کو بیان کر چکے ہیں اس کے مفصل واقعات کو ہم نے اپنی پہلی کتب میں بیان کیا ہے۔

عبدالحمید بن یحییٰ کاتب

اس کا کاتب عبدالحمید بن یحییٰ بن سعد کئی رسائل و کتب کا مصنف تھا وہ پہلا شخص ہے جس نے رسائل کو طول دیا اور کتابوں کی فصلوں میں تحمیدات استعمال کیں اور لوگوں نے انہیں بعد میں استعمال کرنا شروع کیا۔

کہتے ہیں کہ جب مروان کو اپنی حکومت کے زوال کا یقین ہو گیا تو اس نے اپنے کاتب عبدالحمید سے کہا مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تو میرے دشمن کے ساتھ مل جائے گا اور مجھ سے خیانت کرے گا کیونکہ تیرے ادب و کتابت کی پسندیدگی اور اس کی ضرورت انہیں تیرے بارے میں حسن ظن کی دعوت دی گئی اگر تجھ سے ہو سکے تو میری زندگی میں مجھے فائدہ دینا ورنہ میری وفات کے بعد تو میری بیویوں کی حتی المقدور حفاظت کرنا عبدالحمید نے اُسے جواب دیا کہ آپ نے جو بات مجھے بتائی ہے وہ آپ کے لیے دونوں باتوں سے زیادہ سودمند ہے اور میرے لیے دونوں باتوں سے بُری ہے، میرے پاس صبر کے سوا کچھ نہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح دے یا میں آپ کے ساتھ قتل ہو جاؤں اور کہنے لگا ؎

"میں وفا کو چھپاتا ہوں پھر خیانت کو ظاہر کرتا ہوں پس میرے لیے کیا عذر ہو سکتا ہے جس کے ظاہر کا سب لوگوں کو پتہ ہے۔"

ہم ابو الورد کے حالات، اس کے قتل اور بشر بن عبداللہ واحدی کے حالات اور قتل کو اپنی کتاب الاوسط میں بیان کر چکے ہیں اس لیے ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

خوف اور گھبراہٹ اور بزدلی سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے وہ کہنے لگا یہ تیاری ہے جب مدت ختم ہو جائے تو تیاری کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

اور ہمارے بیان کردہ واقعات کے علاوہ الزاب میں مروان کے اور واقعات بھی ہیں جن کا ذکر ہم نے اخبار الزمان اور الاوسط میں کیا ہے۔ ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

ابوالعباس عبداللہ بن محمدؐ السفاح کی خلافت کا بیان

مختصر حالات ابوالعباس سفاح —— عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب —— کی بیعت ۱۳ ربیع الاوّل ۱۳۲ھ کو جمعہ کی شب کو ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ اس کی بیعت ۱۱ ربیع الاوّل ۱۳۲ھ کو بدھ کے روز ہوئی، اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۲ھ کو ہوئی، اس کی ماں ریطہ بنت عبیداللہ بن عبدالمدان حارثیہ تھی، یہ جمعہ کے روز سوار ہو کر جامع مسجد میں گیا اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا، جب کہ بنو اُمیہ بیٹھ کر خطبہ دیا کرتے تھے تو لوگوں نے چیخ کر کہا اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد تو نے سنت کو زندہ کیا ہے اس کی خلافت ۴ سال ۹ ماہ ۲۰ دن رہی اور اپنے تعمیر کردہ شہر انبار میں فوت ہوا یہ ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۶ھ کا واقعہ ہے اس کی عمر ۳۳ سال تھی، بعض کہتے ہیں کہ وہ ۲۹ سال کا تھا اس کی ماں عبدالملک بن مروان کی بیوی تھی عبدالملک سے اس کے ہاں ایک بیٹا بھی ہوا جس کا نام حجاج تھا

اس کے حالات و واقعات اور دور کی مختصر جھلک

امام ابراہیم کی اس کے لیے وصیت جب امام ابراہیم کو حران میں قید کر دیا گیا اور اُسے معلوم ہو گیا کہ

اب مروان سے نجات پانے کی کوئی سبیل نہیں رہی تو اس نے اپنے بھائی ابو العباس عبداللہ بن محمد کے لیے وصیت لکھوائی اور اُسے حکومت قائم کرنے اور جدوجہد کرنے کی وصیت کی اور یہ کہ وہ آپ کے بعد حمیمہ میں نہ ٹھہرے بلکہ کوفہ چلا جائے کیونکہ حکومت اُسے لامحالہ ملنے والی ہے اور یہ کہ ان کے پاس لوگوں نے اس کے متعلق روایت بیان کی ہے اور اُسے خراسان میں داعیوں اور نقیبوں کے متعلق بھی بتایا اور اس بارے اس کے لیے ایک دستاویز لکھی جس میں اُسے وصیت کی کہ وہ اس پر عمل کرے اور اس سے تجاوز نہ کرے، یہ وصیت تمام باتوں سمیت اپنے غلام سابق خوارزمی کو دے دی اور اسے حکم دیا کہ اگر دن یا رات کو مروان کی جانب سے ان کے ساتھ کوئی واقعہ ہو جائے تو وہ جلدی سے حمیمہ چلا جائے اور ان کی وصیت کو ان کے بھائی ابو العباس کے سپرد کر دے، جب ابراہیم فوت ہو گئے تو سابق نے جلدی سے حمیمہ جا کر وصیت ابو العباس کے سپرد کر دی اور اُسے ابراہیم کی موت کی خبر بھی دے دی، ابو العباس نے اُسے وصیت کو پوشیدہ رکھنے اور موت کی خبر دینے کا حکم دیا۔ پھر ابو العباس نے اپنے اہلبیت کو اپنے متعلق آگاہ کیا اور اپنے بھائی ابو جعفر عبداللہ بن محمد اور اپنے بھتیجے عیسٰی بن موسٰی بن محمد اور اپنے چچا عبداللہ بن علی کو اپنی مدد کے متعلق کہا اور ابو العباس نہایت سرعت کے ساتھ کوفہ گیا، یہ لوگ اس کے ان اہلبیت کے ساتھ تھے جو چلے گئے تھے کوفہ کو جاتے ہوئے راستے میں عربوں کے ایک چشمہ پر انہیں ایک بدو عورت ملی۔ ابو العباس اور اس کا بھائی ابو جعفر اور اس کا چچا عبداللہ بن علی اپنے ساتھیوں کے ساتھ پانی پر پہلے پہنچ گئے تو بدو عورت نے کہا خدا کی قسم میں نے ان جیسے چہرے کبھی نہیں دیکھے ان میں سے ایک خلیفہ ہو گا پھر دوسرا خلیفہ ہو گا اور ایک باغی ہو گا۔

ابو جعفر منصور نے اس عورت سے کہا اے خدا کی بندی تو نے یہ بات کیسے کہی ہے؟ تو اس نے سفاح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا خدا کی قسم یہ خلافت کو حاصل کرے گا اور تو اس کا خلیفہ بنے گا اور عبداللہ بن علی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ تیرے خلاف بغاوت کرے گا جب یہ لوگ دومۃ الجندل پہنچے تو انہیں داؤد بن علی اور موسٰی بن داؤد عراق سے حمیمہ کی طرف (جو سر فروش خارجیوں کا علاقہ ہے) واپس آتے ہوئے ملے، داؤد نے اس سے اس سفر کے متعلق پوچھا تو اس نے اُسے بتایا کہ یہ سفر کس

وجہ سے کیا جا رہا ہے اور خراسانی ابومسلم کے ساتھ مل کر جو تحریک چلا رہے تھے اس کے متعلق بھی اُسے بتایا اور یہ کہ وہ کوفہ جانا چاہتا ہے، داؤد نے اُسے کہا اے ابوالعباس تو کوفہ جا رہا ہے اور مروان جو اہل شام اور اہل جزیرہ میں بنی اُمیہ کا شیخ اور لیڈر ہے وہ اہل عراق کو دیکھ رہا ہے اور ابن ہبیرہ تمام عراقی عربوں کا شیخ ہے، ابوالعباس نے کہا اے چچا جو زندگی کا خواہاں ہوتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے اور اعشیٰ کے شعر کو بطور مثال پڑھا کہ ؎

"جب نفس کو اس کی مصیبتیں ہلاک کر دیں اور میں عاجز و درماندہ ہو کر
نہ مروں تو یہ موت عار کا باعث نہیں۔"

تو داؤد نے اپنے بیٹے موسیٰ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے بیٹے تیرے عم زاد نے درست بات کہی ہے ہمارے ساتھ ہی اس کے پاس لوٹ آؤ ہم باعزت طور پر زندہ رہیں گے یا باعزت طور پر مر جائیں گے تو ان دونوں نے اپنی سواریوں کو اس کے ساتھ موڑ لیا، ابوالعباس وہاں سے روانہ ہو کر کوفہ میں داخل ہو گیا۔

ابوسلمہ حفص بن سلیمان کو جب امام ابراہیم کے قتل کی اطلاع ملی — تو اس نے دعوت عباسی سے آلِ ابی طالب کی طرف اپنے رجوع کو پوشیدہ رکھا۔

سفاح کی کوفہ میں آمد

ہم بیان کر چکے ہیں کہ ابوالعباس اپنے اہلبیت سے پوشیدہ طور پر کوفہ آیا کوفہ میں مسودہ، ابی سلمہ کے ساتھ تھے پس اس نے ان سب کو ولید بن سعد کے گھر اتارا جو یمن کے ایک قبیلے بنی اود سے تھا، ہم قبل ازیں حجاج کے حالات میں بنی اود کے فضائل و مناقب اور حضرت علی رضؓ اور ان کی ذریت طاہرہ سے ان کے اظہار بیزاری کا ذکر کر چکے ہیں اور میں ۳۳۲ھ تک جن ممالک میں گھوما پھرا ہوں ان میں میں نے اود کے ہر آدمی کو اندرونی طور پر ناصبی اور آل مروان کا دوست پایا ہے۔

ابوسلمہ نے ابوالعباس اور اس کے ساتھیوں کے معاملہ کو پوشیدہ رکھا اور انہیں ایک آدمی کے سپرد کر دیا، ابوالعباس صفر ۱۳۲ھ میں کوفہ آیا اور وہاں بنو عباس کی اولاد کے لیے خطوط کی ڈاک چل رہی تھی جب امام ابراہیم قتل ہو گئے تو ابوسلمہ حکومت کے ٹوٹ جانے اور بگڑنے سے خوفزدہ ہو گیا اور اس نے محمد بن عبدالرحمٰن بن اسلم کو

د اسلم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام تھا) ایک ہی خط کی دو کاپیاں دے کر ابو عبداللہ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب اور ابو محمد عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف بھیجا اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو دعوت دی کہ وہ اس کے پاس آجائیں تاکہ دعوت کا رُخ اس کی طرف ہو جائے اور اہل خراسان سے اس کی بیعت لینے کی کوشش کریں اور اس نے ایلچی سے کہا کہ جلد جلد جاؤ تاکہ ہم عاد کے آنے والے کی طرح نہ ہو جائیں تو محمد بن عبدالرحمٰن مدینہ آیا اور رات کو ابو عبداللہ جعفر بن محمد سے ملا اور انہیں بتایا کہ میں ابوسلمہ کا ایلچی ہوں اور اس کا خط انہیں دیا، ابو عبداللہ نے اُسے کہا مجھے ابوسلمہ سے کیا تعلق ہے وہ کسی دوسرے آدمی کا مددگار ہے اس نے کہا میں ایلچی ہوں آپ اس کے خط کو پڑھیں آپ کو اس بات کا جواب مل جائے گا، ابو عبداللہ نے چراغ منگوایا اور خط پکڑ کر چراغ پر رکھا یہاں تک کہ وہ جل گیا پھر ایلچی سے کہا جو کچھ تو نے دیکھا ہے وہ اپنے آقا کو بتا دینا پھر مثال کے طور پر کمیت بن زید کے شعر کو پڑھنے لگے ؎

"اے وہ شخص جو آگ جلانے والا ہے اس کی روشنی دوسرے آدمی کو پہنچے گی اور اے وہ شخص جو اپنی مدد نہیں کرتا تجھے ایندھن بنا دیا جائے گا"

سفاح کو امامت کیسے ملی؟

ایلچی آپ کے ہاں سے نکل کر عبداللہ بن حسن کے پاس آیا اور انہیں خط دیا انہوں نے خط کو بوسہ دیا اور پڑھا اور خوش ہوئے اور خط پہنچنے کے دوسرے دن، عبداللہ گدھے پر سوار ہو کر ابو عبداللہ جعفر بن محمد الصادق کے گھر آئے، جب ابو عبداللہ نے انہیں دیکھا تو ان کی آمد کو بڑی بات خیال کیا، ابو عبداللہ، عبداللہ سے زیادہ عمر کے تھے انہوں نے آپ سے کہا اے ابو محمد ایک بات ہے جس کا آپ کو پتہ نہیں انہوں نے کہا اچھا وہ بیان کرنے سے بھی بہت بڑی ہے انہوں نے پوچھا ابو محمد وہ بات کیا ہے انہوں نے جواب دیا یہ ابوسلمہ کا خط ہے اس میں وہ مجھے جس بات کی دعوت دے رہا ہے میں اُسے قبول کروں گا اس کے پاس ہمارے خراسانی شیعہ بھی آئے ہیں ابو عبداللہ نے انہیں کہا اے ابو محمد، خراسانی، تمہارے شیعہ کب تھے؟ کیا تم نے ابومسلم کو خراسان بھیجا تھا اور اُسے سیاہ لباس پہننے کا حکم دیا تھا یہ لوگ جو عراق آئے ہیں ان کی آمد کا سبب

تم ہو یا تم نے ان میں کوئی آدمی بھیجا تھا! کیا تم ان میں سے کسی کو جانتے ہو؟ عبداللہ بن حسن نے ان سے اختلاف کیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ لوگ میرے بیٹے محمد کو چاہتے ہیں کیونکہ وہ اس اُمت کا مہدی ہے، ابوعبداللہ نے اُسے کہا خدا کی قسم وہ اس اُمت کا مہدی نہیں اور اگر اُس نے اپنی تلوار سونتی تو قتل ہو جائے گا پس عبداللہ نے ان سے اختلاف کیا اور انہیں یہاں تک کہہ دیا کہ خدا کی قسم تجھے حسد کے سوا اور کوئی بات مانع نہیں تو ابوعبداللہ نے کہا خدا کی قسم میں نے یہ بات صرف آپ کی خیر خواہی کے لیے کہی ہے، ابوسلمہ نے مجھے بھی تمہاری طرح کا خط لکھا تھا مگر اس کے ایلچی کو میرے پاس وہ چیز نہ ملی جو اُسے آپ کے ہاں سے دستیاب ہو گئی ہے، میں نے اس کے خط کو پڑھنے سے قبل نذرِ آتش کر دیا ہے تو عبداللہ جعفر کے پاس سے ناراض ہو کر واپس چلے گئے اور ابوسلمہ کا ایلچی، سفاح کی بیعت تک اس کے پاس سے واپس نہ گیا، یہ واقعہ یوں ہے کہ ایک روز ابوحمید طوسی کوفہ میں فوج کے پاس گیا اور شوق الکناسہ میں سابق خوارزمی سے ملا اس نے پوچھا سابق ہے اس نے جواب دیا ہاں سابق ہوں، اس نے اُسے امام ابراہیم کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ مروان نے انہیں قید خانے میں قتل کر دیا ہے، ان دنوں مروان، حران میں مقیم تھا، ابوحمید نے کہا انہوں نے کس کے حق میں وصیت کی ہے اس نے جواب دیا اپنے بھائی ابوالعباس کے حق میں، اس نے کہا وہ کہاں ہے اس نے جواب دیا وہ اپنے چچا زادوں کی ایک جماعت اور اپنے اہلبیت کے ساتھ کوفہ میں ہے اس نے کہا کتنے عرصے سے اس نے جواب دیا دو ماہ سے، اس نے کہا پھر ہمیں ان کے پاس لے چلو، اس نے جواب دیا کل اسی جگہ میرے اور تیرے اکٹھے ہونے کا وعدہ رہا، سابق کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اس بارے میں ابوالعباس سے اجازت لے لے، اس نے واپس جا کر ابوالعباس کو خبر دی تو اس نے اُسے ملامت کی کہ تو اُسے اپنے ساتھ میرے پاس کیوں نہیں لایا، ابوحمید نے ابوسلمہ کی فوج کے خراسانی جرنیلوں کو جا کر اس بات کی اطلاع دے دی، ان جرنیلوں میں ابوالجہم اور موسیٰ بن کعب بھی تھے کعب ان کا لیڈر تھا، سابق اس مقرر کردہ جگہ پر گیا اور ابوحمید سے ملا، وہ دونوں وہاں سے چل کر ابوالعباس اور اس کے ساتھیوں کے پاس آ گئے اس نے پوچھا تم میں سے امام کون ہے تو داؤد بن علی نے ابوالعباس کی طرف اشارہ

کیا اور کہا یہ تمہارا خلیفہ ہے وہ جھک کر اس کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور اُسے سلام خلافت کہا ابوسلمہ کو اس بات کا پتہ نہ تھا اور بڑے بڑے عسکری سرداروں نے آکر اس کی بیعت کر لی، ابوسلمہ کو پتہ چلا تو اس نے بھی اس کی بیعت کر لی اور وہ کوفہ میں بڑے اچھے لباس میں داخل ہوئے اور انہوں نے اس کے لیے ایک میدان تیار کیا اور گھوڑے پیش کیے پھر ابوالعباس اور اس کے ساتھی سوار ہو کر قصر امارت میں آگئے۔ یہ ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۲ھ جمعہ کے روز کا واقعہ ہے اور قبل ازیں ہم اس کتاب میں اس اختلاف کا ذکر کر آئے ہیں کہ اس سال کے کونسے مہینے میں اس کی بیعت ہوئی تھی پھر وہ دارالامارۃ سے جامع مسجد میں گیا، خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اس کے احسانات اور عظمت اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا ذکر کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے ولایت و وراثت دی ہے اور لوگوں سے بھلائی کرنے کا وعدہ کیا پھر خاموش ہو گیا پھر اس کے بعد اس کے چچا داؤد بن علی نے تقریر کی وہ ابوالعباس سے نچلے منبر پر تھا اس نے کہا خدا کی قسم تمہارے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان حضرت علی رضؓ کے سوا کوئی خلیفہ نہیں اور یہ شخص جو میرے پیچھے ہے یہ امیر المومنین ہے اس کے بعد دونوں نیچے اُتر آئے۔

پھر ابوالعباس ابوسلمہ کی فوج کی طرف گیا اور اس کے حجرے میں قیام پذیر ہوا اور کوفہ اور اس کے علاقے پر اپنے چچا داؤد بن علی کو اپنا جانشین بنایا اور اپنے چچا عبداللہ بن علی کو ابوعون عبدالملک بن یزید کی طرف بھیجا وہ دونوں مروان کے مقابلہ میں گئے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ الزاب میں دونوں کے درمیان جنگ ہوئی اور مروان بن محمد کو شکست ہوئی۔

مروان کا قاتل - عامر بن اسماعیل

ابوالعباس سفاح کو، عامر بن اسماعیل کے متعلق اطلاع ملی کہ اس نے بوصیر میں مروان کو قتل کر دیا ہے بعض کہتے ہیں کہ عامر کے عم زاد نافع بن عبدالملک نے اُسے اس رات کو جنگ میں قتل کر دیا تھا اور اُسے یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ مروان ہے، جب عامر نے مروان کے سر کو کاٹا اور اس کی فوج کو جمع کر لیا تو وہ اس گرجا میں داخل ہوا جس میں مروان قیام پذیر تھا اس نے اس کے فرش پر بیٹھ کر کھانا کھایا، تو مروان کی بڑی بیٹی نے

جو اُم مروان کے نام سے مشہور اور ان سب سے عمر رسیدہ تھی، اس کے پاس آ کر کہا۔

اے عامر! زمانے نے مروان کو اس کی بساط سے گرا دیا ہے اور تجھے اس پر بٹھا دیا ہے تو نے اس کا کھانا کھایا ہے اور اس کی حکومت پر حاوی ہو گیا ہے اور اس کی مملکت میں حکمرانی کی ہے زمانہ اس بات پر قادر ہے کہ یہ نعمت تجھ سے چھین لے۔

سفاح اور عامر بن اسماعیل

سفاح کو عامر کے فعل اور اس عورت کی گفتگو کی اطلاع ملی تو اس نے غضبناک ہو کر اُسے لکھا تیرا بُرا ہو، کیا تجھے اللہ تعالیٰ کا کوئی ادب نہیں جو تجھے مروان کے کھانے اس کی بساط پر بیٹھنے اور اس کے تکیے سے ٹیک لگانے سے روک دے؟ خدا کی قسم اگر امیر المومنین نے یہ تاویل نہ کی ہوتی کہ تو نے بغیر اعتقاد اور خواہش کے ایسا کیا ہے تو تجھے ان کے ایسے دردناک سلوک اور غضب کا سامنا کرنا پڑتا جو تجھے رد کئے والا اور دوسروں کے لیے نصیحت کا باعث ہوتا جب امیر المومنین کا خط تجھے ملے تو خدا کے حضور صدقہ دے کہ اس کے غضب کو ٹھنڈا کرنا اور دعا میں عاجزی ظاہر کرنا اور تین دن کے روزے رکھنا اور اپنے تمام اصحاب کو بھی اپنی طرح روزے رکھنے کا حکم دینا۔

مروان کا سر، سفاح کے سامنے

جب ابو العباس کے سامنے مروان کا سر لا کر رکھا گیا تو اس نے ایک طویل سجدہ کیا پھر اپنے سر کو اُٹھا کر کہنے لگا اس خدا کا شکر ہے جس نے تیرے اور تیرے خاندان سے میرا بدلہ باقی نہیں رہنے دیا اور اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے تجھ پر کامیابی دی ہے اور غالب کیا ہے پھر کہنے لگا مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ کب موت مجھے آلیتی ہے میں نے حسینؓ کے بدلے میں بنی اُمیہ کے دو سو آدمیوں کو قتل کیا ہے اور میں نے ہشام کے اعضاء کو اپنے چچا زید بن علی کے بدلے میں جلا دیا ہے مروان کو اپنے بھائی ابراہیم کے بدلے میں قتل کیا ہے اور بطور مثال یہ شعر پڑھنے لگا ۔

"اگر وہ میرا خون پیتے تو ان کا پینے والا سیر نہ ہوتا اور نہ ہی ان کے خون میرے غصے کو ٹھنڈا کر سکتے ہیں۔"

پھر اس نے قبلہ کی طرف منہ پھیر کر طویل سجدہ کیا، پھر بیٹھا تو اس کا چہرہ چمک رہا تھا اور اس نے عباس بن عبد المطلب کے اشعار کو تمثل کے طور پر پڑھا ۔

"ہماری قوم نے ہمارے ساتھ انصاف کرنے سے انکار کیا تو ان شمشیر ہائے براں
نے جو ہمارے داہنے ہاتھوں میں تھیں انصاف کر دیا اور اُن سے خون ٹپک
رہا تھا وہ تلواریں ہمیں بزرگوں سے وراثت میں ملی ہیں جن کے ساتھ وہ جنگ
میں گئے اور آگے بڑھ گئے اور جب وہ مردوں کی کھوپڑیوں میں لگتی ہیں تو
انہیں میدان جنگ میں شتر مرغ کے انڈوں کی طرح توڑ دیتی ہیں۔"

مروان کے متعلق شعراء نے بہت کچھ لکھا ہے۔

ابو الخطاب، ابی جعدہ بن ہبیرہ مخزومی سے بیان کرتا ہے ــــ یہ مروان کا ایک وزیر اور داستان گو تھا کہ جب ابو العباس کی حکومت قائم ہو گئی تو وہ حیمہ میں اپنے چیدہ اصحاب اور خواص کے پاس آیا ابو جعدہ بھی اس روز ابو العباس کی مجلس میں حاضر تھا مروان کا سر اس کے سامنے پڑا ہوا تھا ابو العباس نے اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر کہا تم میں کون اسے پہچانتا ہے ابو جعدہ کہتا ہے میں نے کہا کہ میں اسے پہچانتا ہوں یہ ابو عبدالملک مروان بن محمد کا سر ہے جو کل ہمارا خلیفہ تھا اللہ اس سے راضی ہو، وہ بیان کرتا ہے کہ اس کے پیروکاروں نے گھور کر میری طرف دیکھا اور انہوں نے مجھے اپنی آنکھوں سے گرفت میں لے لیا تو ابو العباس نے مجھے کہا اس کی پیدائش کس سال میں ہوئی تھی میں نے جواب دیا ۷٦ھ میں۔ تو وہ غصے سے لال پیلا ہو کر چلا گیا لوگ بھی مجلس سے منتشر ہو گئے اور میں بھی اپنے کیے پر نادم ہو کر واپس آ گیا لوگوں نے اس بارے میں باتیں کیں اور اُسے بتایا تو میں نے کہا خدا کی قسم یہ ایک لغزش ہے جسے قوم کبھی معاف نہیں کرے گی اور نہ اسے فراموش کرے گی پھر میں اپنے گھر آ گیا اور باقی دن میں وصیت وغیرہ کرتا رہا جب رات ہوئی تو میں غسل کر کے نماز کے لیے تیار ہو گیا، ابو العباس جب کسی بات کا ارادہ کرتا تو اس کے متعلق رات کو پیغام بھیجتا میں رات بھر جاگتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی، صبح کو میں اپنے خچر پر سوار ہوا اور دل میں سوچا کہ اپنے معاملے کو کس کے پاس جاؤں تو مجھے بنی زہرہ کے غلام سلیمان بن خالد سے کوئی آدمی بہتر نظر نہ آیا ابو العباس کے ہاں اس کا بڑا مقام تھا اور وہ لوگوں کا مددگار تھا میں نے اس کے پاس جا کر اُسے کہا کیا شام کو امیر المومنین نے میرا ذکر کیا تھا اس نے جواب دیا ہاں تیرا ذکر ہوا تھا اور انہوں نے کہا تھا کہ وہ ہمارا بھانجا ہے اور اپنے آقا کا وفادار ہے

اور اگر ہم اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں تو وہ ہمارا بہت شکر گزار ہوگا پس میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور جزاک اللہ کہا اور اُسے دُعا دی اور واپس چلا آیا پھر میں مسلسل ابوالعباس کے پاس اپنے اسی خیال کے مطابق جاتا رہا مگر اس نے ہمیشہ ہی مجھ سے اچھا سلوک کیا جب مروان کا سر لایا گیا تو ابوالعباس کی مجلس میں جو گفتگو ہو رہی تھی اس کی اطلاع وہ ابوجعفر اور عبداللہ بن علی کو ہوئی تو عبداللہ بن علی نے میری گفتگو کی اطلاع ابوالعباس کو دی اور وہ اس بات کو برداشت نہ کر سکتا تھا اور ابوجعفر نے بھی اُسے اس بات کی اطلاع دی کہ وہ کہتا ہے کہ وہ ہمارا بھانجا ہے حالانکہ ہم اس کے احسان کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں اور مجھے بھی ان دونوں کی باتوں کی اطلاع مل گئی تو میں خاموش ہو رہا، پھر حوادث زمانہ نے کروٹ لی میں ایک روز ابوالعباس کے ہاں موجود تھا میرا مقام اس کے ہاں بہت بڑھ گیا تھا جب لوگ اُٹھے تو میں بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ تو ابوالعباس نے مجھے کہا ابن ہبیرہ ذرا آرام کرو، بیٹھو، میں بیٹھ گیا، وہ اندر جانے کے لیے اُٹھا تو میں بھی اس کے کھڑا ہونے کی وجہ سے کھڑا ہو گیا اس نے کہا بیٹھ جاؤ، اس نے پردہ اٹھایا اور اندر چلا گیا اور میں اپنی جگہ پر جم کر بیٹھا رہا وہ کچھ دیر اندر ٹھہرا رہا پھر پردہ اُٹھا تو وہ دو منقش کپڑوں اور چمڑے کی چادر میں باہر آیا، میں نے اس سے زیادہ خوبصورت آدمی اور اس سے بہتر لباس نہیں دیکھا جب پردہ اُٹھا تو میں کھڑا ہو گیا اس نے کہا بیٹھ جاؤ تو میں بیٹھ گیا اس نے کہا اے ابن ہبیرہ میں تجھے ایک بات کہنے لگا ہوں یہ کسی اور آدمی کو پتہ نہ چلے پھر کہنے لگا، تجھے پتہ ہی ہے کہ ہم نے یہ حکومت اور ولایت عہد اس آدمی کے لیے مقرر کی ہے جس نے مروان کو قتل کیا ہے اور میرے چچا عبداللہ بن علی نے اُسے قتل کیا ہے کیونکہ یہ بات اُسے اور اس کے اصحاب کو جوش دلاتی رہتی تھی اور میرے بھائی ابوجعفر کو باوجود علم و فضل اور عمر اور امر الٰہی کے لیے ایثار کرنے کے اس حکومت سے باہر نکال لینا کیسے جائز ہو سکتا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ اس نے ابوجعفر کی طویل مدح سرائی کی، میں نے کہا اللہ تعالیٰ امیرالمومنین کا بھلا کرے میں آپ کی یہ بات نہیں بتاؤں گا لیکن میں آپ کو ایک وہ بات بتاتا ہوں جس سے آپ عبرت حاصل کریں گے اس نے کہا وہ کیا ہے؟ میں نے کہا کہ ہم خلیج کے سال قسطنطنیہ میں مسلمہ بن عبدالملک کے ساتھ تھے کہ اُسے حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خط ملا جس میں

سلیمان کی موت اور اپنی حکومت کے متعلق اطلاع دی گئی تھی، اس نے مجھے پیغام بھیجا، میں اس کے پاس گیا تو اس نے خط میری طرف پھینک دیا میں نے اُسے پڑھا پھر وہ رونے لگ گیا، میں نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کا بھلا کرے اپنے بھائی پہ نہ رو، بلکہ اس بات پر رو کہ خلافت تیرے باپ کے بیٹوں سے نکل کر تیرے چچا کے بیٹوں کے پاس چلی گئی ہے وہ اس قدر رویا کہ اس کی ڈاڑھی تر ہو گئی، راوی بیان کرتا ہے کہ جب میں اپنی بات سے فارغ ہوا تو ابوالعباس نے مجھے کہا اتنی بات ہی کافی ہے میں تیرا مفہوم سمجھ گیا ہوں پھر مجھے کہنے لگا تو جب چاہے جا سکتا ہے میں تھوڑا سا چلا تھا کہ اس نے مجھے کہا اے ابن ہبیرہ میں واپس لوٹ کر متوجہ ہوا، تو اس نے مجھے کہا، چلے جاؤ، تم نے اس کا بدلہ دے دیا ہے اور اس سے اپنا بدلہ لے لیا ہے راوی بیان کرتا ہے مجھے معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کونسی بات نے اس کو تعجب میں ڈالا اس کی سمجھ نے یا گزشتہ واقعہ کے بیان نے۔

راوی ابوجعدہ بن ہبیرہ، جعدہ بن ہبیرہ مخزومی کی اس اولاد سے ہے جو فاختہ ام ہانی بنت ابوطالب سے ہوئی تھی حضرت علی حضرت جعفر اور عقیل اس کے ماموں تھے قبل ازیں اس کتاب میں اس کے حالات بیان ہو چکے ہیں۔

عبداللہ بن علی اور اس کے بھائی داؤد کے درمیان سفاح کی ولیعہدی کے بارہ میں گفتگو

مسعودی بیان کرتا ہے کہ میں نے المدائنی کے حالات میں جو اس نے محمد بن اسود سے بیان کیے ہیں دیکھا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ عبداللہ بن علی، اپنے بھائی داؤد بن علی کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے ان کے ساتھ عبداللہ بن حسن بھی تھے داؤد نے عبداللہ سے کہا آپ اپنے دونوں بیٹوں کو ظہور کرنے کا حکم کیوں نہیں دیتے، عبداللہ نے کہا ابھی یہ بات منہ سے نہ نکالنا تو عبداللہ بن علی نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا تیرا خیال ہے کہ تیرے دونوں بیٹے مروان کے قاتل ہیں، اس نے کہا یہ بات ایسے ہی ہے تو عبداللہ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا اور مثال کے طور پہ یہ شعر پڑھا ؎

"تجھے حاتم کی اولاد کے کم گوشت اور موت کے متمنی آدمی کی یہ بات کافی ہو گی خدا کی قسم میں اس کا قائل ہوں۔"

عبداللہ بن علی سے کہا گیا کہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز بیان کرتا ہے کہ اس نے کسی

کتاب میں پڑھا ہے کہ مروان کو عین بن عین قتل کرے گا اور اس کا خیال ہے کہ وہ خود ہی اس کا قاتل ہوگا، عبداللہ بن علی نے کہا خدا کی قسم وہ آدمی میں ہوں اور مجھے اس پر تین عینوں کی فضیلت حاصل ہے میں عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں اور وہ صرف عمرو بن عبد مناف ہے۔

جب مروان نے عبداللہ بن علی سے جنگ کے لیے صف بندی کی تو مروان ایک آدمی کے پاس آکر جو اس کے پہلو میں کھڑا تھا کہنے لگا، تیرے پاس کون شخص بلند بینی تیز نظر اور خوبرو عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کے متعلق جھگڑا کر رہا تھا، میں نے کہا اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے قوت بیانیہ عطا کرتا ہے اس نے کہا وہ 'وہی ہے' میں نے کہا ہاں، اس نے پوچھا وہ عباس بن عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہے؟ میں نے کہا بے شک، تو مروان نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون، تیرا برا ہو میں نے یہ خیال کیا کہ جو مجھ سے جنگ کر رہا ہے وہ ابوطالب کی اولاد میں سے ہے اور یہ شخص عباس کی اولاد میں سے ہے جس کا نام عبداللہ ہے، کیا تجھے پتہ ہے کہ میرے بعد حکومت، عبداللہ اور محمد کے بعد، عبیداللہ کے دونوں بیٹوں کی طرف کیوں جائے گی حالانکہ محمد عبداللہ سے بڑا ہے؟ تو اس نے جواب دیا ہمیں اطلاع دی گئی ہے کہ میرے بعد حکومت، عبداللہ اور عبیداللہ کی طرف چلی جائے گی پس میں نے دیکھا تو عبیداللہ کو، عبداللہ محمد کی نسبت عبداللہ کے زیادہ قریب پایا لہٰذا میں نے اُسے حکومت دے دی۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اپنے ساتھی کے پاس بات کرنے کے بعد مروان نے عبداللہ بن علی کی طرف خفیہ پیغام بھیجا کہ اے عم زاد حکومت آپ کے پاس آنے والی ہے پس حرم کے متعلق اللہ سے ڈرنا، راوی کہتا ہے کہ عبداللہ نے اُسے پیغام بھیجا کہ ہمیں تمہارے خون کے بارے میں حق حاصل ہے اور تیرے حرم کے متعلق ہم پر حق واجب ہے۔

اُم سلمہ بنت یعقوب سے سفاح کی شادی

مصعب زبیری نے اپنے باپ سے بیان کیا ہے کہ ام سلمہ بنت یعقوب بن سلمہ بن عبداللہ بن ولید بن مغیرہ مخزومی، عبدالعزیز بن ولید بن عبدالملک کے پاس تھی وہ فوت ہوا تو وہ ہشام کے پاس آگئی وہ بھی فوت ہوگیا تو وہ ایک روز بیٹھی

ہوئی تھی کہ اس کے پاس سے ابوالعباس سفاح کا گذر ہوا، سفاح بڑا حسین و جمیل تھا،
اُم سلمہ نے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے اس کے سامنے اپنا حسب نسب بیان کیا
پھر ام سلمہ نے اس کے پاس اپنی لونڈی بھیجی کہ وہ اُسے شادی کرنے کی پیشکش کرے
اور اس نے لونڈی سے یہ بھی کہا کہ اُسے کہنا کہ میں سات سو دینار تمہاری طرف بھیج
رہی ہوں، اس کے پاس بہت سا مال، جواہر اور خادم تھے، لونڈی نے سفاح کے
پاس آکر یہ پیشکش کی تو اس نے کہا میں غریب آدمی ہوں میرے پاس مال نہیں تو اس
نے اُسے مال دے دیا تو اس نے ہاں کر لی، اور اس کے بھائی کے پاس آکر شادی
کے بارے میں بات کی تو اس نے اُسے اس کے ساتھ بیاہ دیا اس نے اُسے پانچسو
دینار مہر دیا اور دو سو دینار تحفہ دیے اور اسی شب اس کے پاس گیا کیا دیکھتا ہے کہ
وہ ایک چھپر کھٹ پر بیٹھی ہوئی ہے وہ اس کے اُوپر چڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کا
ہر عضو جواہرات سے مرصع ہے وہ اس تک رسائی نہ حاصل کر سکا ام سلمہ نے اپنی
ایک لونڈی کو بلایا اس نے آکر اس کے لباس کو تبدیل کیا اس نے رنگ دار کپڑے
پہنے اور اس نے اس کے لیے ایک اور فرش تیار کیا مگر وہ اس تک رسائی نہ حاصل
کر سکا تو اس نے کہا یہ فرش تجھے تکلیف نہیں دے گا اور مردوں کو تیری طرح تکالیف
پہنچتی رہی ہیں پس وہ ہمیشہ اس سے یہی کچھ کرتی رہی یہاں تک کہ اس نے رات کو اس
کے پاس رسائی حاصل کر لی اور اس نے اس کے ہاں بڑا مقام حاصل کر لیا اور اس نے
حلف اُٹھایا کہ وہ اس پر کوئی دوسری شادی نہ کرے گا اور نہ لونڈی بنائے گا پس اس
کے ہاں سفاح سے محمد اور ریطہ پیدا ہوئے وہ اس پر بہت اثر انداز ہو گئی وہ اس
کے مشورے کے بغیر کسی امر کا فیصلہ نہ کرتا تھا یہاں تک کہ اُسے خلافت مل گئی اور
وہ اس کے سوا کسی اور آزاد عورت یا لونڈی کے قریب نہ جاتا تھا اور اس نے
اس سے جو عہد کیا تھا اُسے پورا کیا کہ وہ اُسے غیرت نہیں دلائے گا، ایک روز
اس کی خلافت کے زمانے میں خالد بن صفوان اُسے خلوت میں مل کر کہنے لگا امیر المومنین
میں نے آپ کی حکومت اور سلطنت کی وسعت کے متعلق بہت غور کیا ایک عورت
نے آپ کو قابو کر رکھا ہے اور آپ نے بھی اُسی پر اکتفا کر لیا ہے اگر وہ بیمار ہو
جائے تو آپ بیمار ہو جاتے ہیں اور اگر وہ غائب ہو جائے تو آپ غائب ہو جاتے

ہیں اور آپ نے اپنے نفس پر نفیس اور عمدہ لونڈیوں سے تلذذ حاصل کرنا اور ان کے حالات کو جاننا اور ان میں سے پسندیدہ لونڈیوں سے تمتع حاصل کرنا حرام قرار دے لیا ہے۔
امیرالمومنین ان میں دراز قد اور نزاکت سے جھک کر چلنے والی بھی ہیں اور فربہ اندام اور نرم جسم والی بھی ہیں عمدہ بانکی گندم گوں بھی ہیں اور مدینہ کی مولدات سے بڑے سرینوں والی بھی ہیں جو اپنی گفتگو سے فریفتہ کر لیتی ہیں اور خلوت میں مزا دیتی ہیں امیرالمومنین شرفاء کی بیٹیوں اور ان کے حسن اور ان کی خوش گفتاری کو چھوڑ کر کہاں پھر رہے ہیں اگر آپ دراز قد سفید رُو، گندم گوں سیاہی مائل سرخ رنگ، زرد رنگ بڑے سرینوں والی اور بصری اور کوفی مولدات جو شیریں زبان، نازک اندام قد والی اور باریک کمر والی، گھنگھریالی کنپٹیوں والی، سرمگیں آنکھوں والی، اُبھرے ہوئے پستانوں والی اور اچھے لباس اور زینت اور شکل صورت والی عورتوں کو دیکھ لیں تو آپ ایک اچھی چیز کو دیکھیں گے خالد بہت تعریف کرنے لگا۔ اور شیریں الفاظ و عمدہ اوصاف کے ساتھ طول بیانی سے کام لینے لگا جب وہ اپنی بات سے فارغ ہوا تو ابوالعباس نے اُسے کہا خالد تیرا بُرا ہو خدا کی قسم میرے کانوں کے ساتھ کبھی ایسا شاندار کلام نہیں ٹکرایا جس طرح کا کلام میں نے تجھ سے سُنا ہے، اپنی بات کو دہراؤ اس کا مجھ پر اثر ہوا ہے تو خالد نے پہلے سے بھی بڑھ کر اُسے بات بتائی پھر واپس چلا گیا اور ابوالعباس اس کی باتوں کو سُن کر سوچتا رہ گیا کہ اس کی بیوی ام سلمہ اس کے پاس آ گئی جب اس نے اُسے مغموم اور سوچ میں ڈوبا ہوا دیکھا تو پوچھا امیرالمومنین میں آج آپ کی عجیب حالت دیکھ رہی ہوں کیا کوئی ناگوار بات ہوئی ہے یا آپ کے پاس کوئی خوف ناک اطلاع آئی ہے؟ اس نے جواب دیا ایسی کوئی بات نہیں ہوئی اس نے پوچھا پھر تمہارا یہ حال کیوں ہے تو وہ بات بتانے سے گریز کرنے لگا وہ بھی مسلسل اس کے پیچھے لگی رہی یہاں تک کہ اس نے اُسے خالد کی بات بتا دی اس نے کہا پھر تو نے ابن فاعلہ سے کیا کہا اس نے اُسے کہا سبحان اللہ وہ مجھے مشورہ دیتا ہے اور تو اُسے سب وشتم کرتی ہے تو وہ اس کے پاس سے ناراض ہو کر چلی گئی اور اس نے خالد کی طرف نجاریہ کی ایک جماعت بھیجی جن کے پاس ہتھوڑے تھے اور اس نے انہیں حکم دیا کہ اس کے کسی عضو کو سلامت نہ رہنے دیں، خالد کہتا ہے کہ میں اپنے گھر واپس آ گیا اور

میں امیر المومنین کے سلوک اور میں نے انہیں جو باتیں بتائی تھیں اس کی پسندیدگی کی وجہ سے بڑے سرور میں تھا اور مجھے یقین تھا کہ ان کا انعام میرے پاس آئے گا، میں اسی حالت میں تھا کہ سجاریہ میرے پاس آگئے میں اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا جب میں نے انہیں اپنی طرف آتے دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ وہ انعام لے کر آئے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے میرے پاس کھڑے ہو کر میرے بارے میں پوچھا، میں نے کہا میں خالد آپ کے سامنے موجود ہوں تو ان میں سے ایک آدمی لاٹھی لیے دوڑ کر میری طرف آیا جب وہ مجھے لاٹھی مارنے لگا تو میں چھلانگ لگا کر اپنے گھر میں داخل ہو گیا اور میں نے اپنا دروازہ بند کر لیا اور روپوش ہو گیا کئی دن تک ایسے ہی روپوش رہا اور اپنے گھر سے باہر نہیں نکلتا تھا۔ میرے دل میں یہ بات آئی کہ میرے ساتھ یہ سب کچھ ام سلمہ نے کروایا ہے اور ابوالعباس نے مجھے سختی سے بلایا مگر مجھے اسی وقت پتہ چلا جب ایک روز لوگوں نے مجھ پر حملہ کر دیا اور کہنے لگے امیر المومنین کو جواب دو، مجھے موت کا یقین ہو گیا اور میں سوار ہوا مگر نہ میرے جسم پر گوشت تھا اور نہ جسم میں خون تھا ابھی میں قصر امارت تک نہیں پہنچا تھا کہ کئی ایلچی مجھے آگے سے ملے میں ابوالعباس کے پاس گیا تو وہ اکیلا بیٹھا ہوا تھا مجھے کچھ سکون حاصل ہوا میں نے سلام کیا اس نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، میں نے دیکھا تو میری پشت کے پیچھے دروازے پر کئی پردے پڑے ہوئے تھے اور ان کے پیچھے میں نے حرکت محسوس کی، ابوالعباس نے مجھے کہا اے خالد میں نے تجھے تین دن سے نہیں دیکھا، میں نے کہا امیر المومنین میں بیمار تھا اس نے کہا تیرا برا ہو تو نے مجھے آخری ملاقات میں عورتوں اور لونڈیوں کے متعلق ایسی باتیں بتائی تھیں جن سے بہتر باتیں کبھی میرے کانوں نے سنی ہی نہ تھیں وہ باتیں مجھے دوبارہ سناؤ میں نے کہا امیر المومنین بہت اچھا، میں نے آپ کو بتایا تھا کہ عربوں نے الضرۃ (سوت) کا نام الضر (نقصان) سے مشتق کیا ہے اور ان میں سے جو کوئی ایک سے زیادہ بیویاں کرتا تھا وہ مشقت میں پڑ جاتا تھا، اس نے کہا تیرا برا ہو یہ بات نہیں ہوئی تھی میں نے کہا امیر المومنین بے شک یہ بات نہیں ہوئی تھی لیکن میں نے آپ کو بتایا تھا کہ تین عورتیں ہنڈیا کے تین پایوں کی طرح ہیں جن پر وہ جوش کھاتی رہتی ہے، ابوالعباس نے کہا اگر میں نے تجھ سے یہ بات سنی ہو تو میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت سے علیحدہ ہو جاؤں اس نے کہا میں نے آپ کو بتایا تھا

کہ چار عورتیں اپنے مالک کے لیے شر کا مجموعہ ہیں وہ اُسے بوڑھا اور بیمار کر دیتی ہیں ابوالعباس نے کہا خدا کی قسم میں نے اس سے قبل تجھ سے یہ بات سُنی ہے اور نہ کسی اور سے، خالد نے کہا بے شک خدا کی قسم، اس نے کہا تو ہلاک ہو جائے تو مجھ سے جھوٹ بولتا ہے، اس نے کہا امیر المومنین آپ مجھے قتل کروانا چاہتے ہیں اس نے کہا اپنی بات کو دہراؤ، وہ بولا میں نے آپ کو بتایا تھا کہ کنواری عورتیں مرد ہوتی ہیں لیکن انہیں خصی کرنے والا کوئی نہیں ہوتا، خالد بیان کرتا ہے کہ میں نے پردے کے پیچھے سے ہنسنے کی آواز سُنی، میں نے کہا میں نے آپ کو یہ بھی بتایا تھا کہ بنی مخزوم قریش کی خوشبو ہیں اور آپ کے پاس خوشبوؤں میں سے ایک خوشبو ہے، پھر بھی آپ آزاد عورتوں اور لونڈیوں کی طرف نگاہ اُٹھاتے ہیں، خالد کا بیان ہے کہ پردے کے پیچھے سے آواز آئی اے چچا خدا کی قسم تو نے سچ کہا ہے اور تو نے یہ بات امیر المومنین سے بیان کی تھی لیکن انہوں نے بات کو بدل دیا ہے، ابوالعباس نے مجھے کہا اللہ تعالیٰ تیرا ستیاناس کرے اور تجھے ذلیل کرے، تجھے کیا ہو گیا ہے، خالد کہتا ہے کہ میں ابوالعباس کو چھوڑ کر باہر نکل آیا اور مجھے اپنی زندگی کے متعلق یقین حاصل ہو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ام سلمہ کے ایلچی میری طرف آرہے ہیں ان کے ساتھ دس ہزار درہم ایک تخت ایک ترکی گھوڑا اور غلام بھی تھا۔

سفاح لوگوں سے رات کو باتیں کرنا پسند کرتا تھا

ابوالعباس سفاح کی طرح کوئی خلیفہ رات کو لوگوں سے بات کرنا پسند نہ کرتا تھا وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو علم میں اضافہ کرنا چھوڑ دیتا ہے اور جہالت میں اضافہ کرنا پسند کرتا ہے۔ ابوبکر الہذلی نے اُسے کہا امیر المومنین آپ کی اس بات کا مفہوم کیا ہے اس نے جواب دیا وہ شخص جو تجھ جیسے اور تیرے اصحاب جیسے آدمیوں کی ہم نشینی چھوڑ دیتا ہے اور کسی عورت یا لونڈی کے پاس چلا جاتا ہے وہ ہمیشہ احمقانہ باتیں سُنتا ہے اور نامکمل باتیں بیان کرتا ہے تو الہذلی نے اُسے کہا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو دنیا پر فضیلت دی ہے اور تم میں سے خاتم النبیین کو پیدا کیا ہے۔

سفاح اور ابونخیلہ

ابونخیلہ شاعر نے ابوالعباس کو آکر سلام کہا اور اپنا نسب بیان کیا اور کہنے لگا امیر المومنین میں آپ کا غلام اور شاعر

ہوں کیا آپ مجھے اشعار سُنانے کی اجازت دیتے ہیں ابوالعباس نے اُسے کہا اللہ تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے کیا تو وہ نہیں جس نے مسلمہ بن عبدالملک بن مروان کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں ؎

"اے مسلمہ! سب خلفاء کے بیٹے اور جنگ کے شہسوار اور زمین کے پہاڑ میں تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں اور شکر، تقویٰ کی رسی ہے اور ہر شخص جس پر آپ نے احسان کیا ہے وہ اس کا بدلہ نہیں دیتا اور آپ نے میری شہرت کو پھیلا دیا ہے حالانکہ وہ گمنام نہ تھی لیکن بعض دفعہ کی شہرت، دوسری شہرت سے زیادہ چوکس ہوتی ہے۔"

اس نے جواب دیا امیرالمومنین میں نے یہ اشعار بھی کہے ہیں ؎

"جب ہم نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ رُک گئے ہیں ہم وہ لوگ تھے جو بادشاہوں سے خائف رہتے تھے اور سوائے شرک کے ہر چیز کے سرینوں اور رانوں پر سوار ہو جاتے تھے اور آپ کے سوا میں نے جس کی بھی کبھی مدح کی ہے وہ سب جھوٹ تھا اور اس مدح نے اس کا کفارہ دے دیا ہے اور ہم نے اس سے قبل آپ کے باپ کا انتظار کیا پھر اس کے بعد آپ کے بھائی کا، پھر آپ کا اور آپ ہی اس کی اُمید گاہ تھے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ ابوالعباس اُس سے راضی ہو گیا اور اس کو انعام و اکرام دیا۔

کھانے کے وقت وہ بہت خوش ہوتا تھا

کھانے کے وقت ابوالعباس بہت خوش ہوتا تھا، ابراہیم الکندی جب اُس سے کسی ضرورت کے متعلق دریافت کرنے کا ارادہ کرتا تو اس ضرورت کو کھانے کے وقت تک مؤخر کر دیتا جب کھانا آ جاتا تو اس سے پوچھتا، ایک روز اس نے کہا ابراہیم کیا وجہ ہے کہ تو اپنی ضروریات کے لیے مجھے اپنے کھانے سے غافل کر دیتا ہے؟ اس نے جواب دیا مجھے اس وقت اپنے سوال میں کامیابی کے حصول کا یقین ہوتا ہے۔ ابوالعباس نے کہا تو اپنی اس سمجھ بوجھ کی وجہ سے سرداری کا مستحق ہے۔

سفاح کی بعض عادات اور انتظامات

اس کے اصحاب اور دلی دوستوں میں سے جب دو آدمی ایک دوسرے سے دشمنی کرنے لگتے تو وہ ایک آدمی سے دوسرے آدمی کے متعلق نہ کوئی بات سُنتا اور نہ اُسے قبول کرتا خواہ بات کرنے والا اپنی گواہی میں عادل ہی ہو اور جب دو آدمی آپس میں صلح کر لیتے تو وہ ان دونوں میں سے ایک کی شہادت کو دوسرے کے حق میں یا اس کے خلاف قبول نہ کرتا، وہ کہتا تھا کہ قدیم کینہ سوزش والی عداوت کو پیدا کرتا ہے اور صلح کے اظہار پر آمادہ کرتا ہے اور اس کے نیچے ایک ایسا اژدہا ہوتا ہے کہ جب اُسے قوت مل جائے تو وہ زندہ نہیں چھوڑتا۔

وہ اپنے ابتدائی ایام میں اپنے ندیموں میں آتا تھا پھر ان سے چھپنے لگ گیا اور یہ اس کی حکومت کا ایک پُرانا طریق تھا جو اس بات کی وجہ سے اختیار کیا گیا تھا جس کا تذکرہ ہم پہلی کتابوں میں کر چکے ہیں اس کا پردے کے پیچھے بیٹھنا بھی اس بات کی وجہ سے تھا جس کا ذکر ہم اس کتاب میں اردشیر ابن بابک کی سیرت اور حکومت کے بیان میں کر چکے ہیں۔

جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں وہ پردے کے پیچھے خوش ہوتا تھا اور اپنے مغنی مطرب کو آواز دے کر کہتا تھا واللہ تو نے بہت اچھا کہا ہے اسے دوبارہ گاؤ اور اس کے ندیموں اور مطربوں میں سے کوئی شخص بھی انعام و اکرام اور پوشاک حاصل کیے بغیر نہ جاتا تھا وہ کہا کرتا تھا کہ ہمیں جلد سرور نہیں آتا اور جو ہمیں خوش کرے اس کا بدلہ مؤخر نہیں ہوتا، اس بات میں اس سے ایران کا ایک بادشاہ بہرام جور سبقت لے گیا تھا۔

ایک روز ابوبکر الہذلی اس کے ہاں حاضر ہوا سفاح اس کے ساتھ انوشیروان کی ایک جنگ کے متعلق بات کر رہا تھا جو اس نے مشرق میں کسی عجمی بادشاہ سے لڑی تھی، اتنے میں تیز ہوا چلی اور اس نے مٹی اور اینٹوں کے کچھ ٹکڑے اُڑا کر اوپر سے مجلس میں پھینک دیے جس سے حاضرین مجلس گھبرا گئے الہذلی ابوالعباس کی طرف دیکھتا رہا۔ اس میں دوسروں کی طرح کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی تو ابوالعباس نے اُسے کہا اے ابوبکر تیرا کیا کہنا، میں نے آج کی طرح کبھی نہیں دیکھا کیا جس چیز نے ہمیں خوفزدہ کر دیا تھا اس نے تجھے خوفزدہ نہیں کیا اور نہ ہی تو نے اُسے محسوس کیا ہے جو ہم پر گذری ہے، اس نے کہا امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے لیے دو دل نہیں بنائے ہر آدمی کے لیے ایک

ہی دل بنایا گیا ہے پس جب امیر المومنین کے فائدہ کے لیے اس پر سرور چھا گیا تو اس میں کسی حادثہ کے لیے جگہ ہی نہ تھی اور جب اللہ تعالیٰ کسی کو عزت دیتا ہے اور اس کے ذکر کو باقی رکھنا چاہتا ہے تو اس عزت کا ذکر کسی نبی یا خلیفہ کی زبان سے کروا دیتا ہے اور جس عزت وکرامت سے میں مخصوص ہوں اس کی طرف میرا ذہن مائل ہو گیا اور میں اس کے متعلق سوچنے لگا پس اگر آسمان، زمین پر ٹوٹ پڑے تب بھی مجھے اس کا احساس نہیں ہوگا اور نہ میں ترشرو ہو کر اس کے لیے سر جھکاؤں گا ہاں امیر المومنین کے لیے مجھے سر جھکانا لازم ہے۔ سفاح نے کہا اگر میں تیرے لیے زندہ رہا تو میں تجھے بلند رتبہ دوں گا کہ نہ درندے اس کے اردگرد پھریں گے اور نہ اس پر عقاب گرے گا۔

بادشاہوں سے میل ملاپ کے لیے چند نصائح

قبل ازیں ہم اس کتاب میں عبدالملک کی اس وصیت کا ذکر کر آئے ہیں جو اس نے شعبی کو بادشاہوں کے سامنے خاموشی اختیار کرنے کے بارے میں کی تھی۔

عبداللہ بن عیاش منتوف سے مروی ہے کہ اس نے کہا اور عوام اطاعت کی، غلام خدمت کی، اور دلی دوست اچھی طرح بات سننے کی مانند، بادشاہوں کے قریب نہیں ہوتے۔

روح بن زنباع جذامی سے روایت ہے وہ بیان کرتا ہے کہ جب تجھے بادشاہ کی بات سننے کا موقع ملے تو تو کانوں کو اس کی بات سننے میں لگا دے اور میرے پاس اس آدمی سے ناراض نہ ہو جب وہ اس کی بات پر کان دھرے ہوئے ہو اور جو بات اس کی مدح میں کہی گئی ہے وہ میرے دل پر اثر انداز نہ ہو کیونکہ میں اس کے متعلق اچھی باتیں سن چکا ہوں۔

معاویہ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا بادشاہ مغلوب ہو کر دو چیزوں کی سواری بن جاتا ہے جوش کے وقت حلم کی اور بات کے وقت کان لگا کر سننے کی۔

میں نے عجمی بادشاہوں کی سیرت میں دیکھا ہے کہ شیرویہ بن پرویز، عراق میں اپنی ایک سیرگاہ میں سیر کر رہا تھا کوئی آدمی پہل کر کے اس کے ساتھ ساتھ نہیں چل رہا تھا۔ صاحبانِ مراتب عالیہ، حسب مراتب اس کے پیچھے پیچھے تھے اگر وہ دائیں طرف ملتفت ہوتا تو سالارِ فوج اس کے قریب ہو جاتا اور اگر دائیں طرف متوجہ ہوتا تو موبذان اس کے قریب ہو جاتا اور ان دونوں میں جو بھی اس کے قریب ہوتا وہ اسے اس آدمی کو حاضر

کرنے کا حکم دیتا جس سے وہ رات کو بات کرنا چاہتا یہ اپنی اس سیر میں دائیں جانب متوجہ ہوا تو سالارِ فوج اس کے قریب ہو گیا اس نے پوچھا شداد بن جرثمہ کہاں ہے؟ وہ حاضر ہوا تو وہ اس کے ساتھ چلنے لگا، شیرویہ نے اُسے کہا میں نے اپنے دادا اردشیر بن بابک کی اس بات کے متعلق سوچا ہے جو اس نے خزر کے بادشاہ کے ساتھ جنگ کے وقت کی تھی، اگر تجھے وہ یاد ہو تو مجھے بتاؤ، شداد نے یہ بات انوشیروان سے سُنی تھی وہ اس چال کو بھی جانتا تھا اور اس بات سے بھی واقف تھا کہ اردشیر نے شاہِ خزر کے ساتھ کیسے جنگ کی تھی، پس شداد نے خاموشی اختیار کی اور اُسے یہ وہم ڈال دیا کہ وہ اس بات کو نہیں جانتا تو شیرویہ نے اُسے بات سُنائی جسے اس نے اُسے ہمہ تن گوش ہو کر سُنا وہ نہر کے کنارے کنارے چل رہے تھے، اس نے شیرویہ کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے اس کی سواری کے سُم کے پڑنے کی جگہ کو دیکھنا شروع کر دیا تو سواری کا ایک پاؤں پھسل گیا تو وہ اُس سمیت دائیں جانب کو اُلٹ پڑی اور وہ پانی میں گر گیا اور سواری بدک گئی تو بادشاہ کے نوکروں اور غلاموں نے جلدی سے سواری کو، آدمی سے الگ کیا اور اُسے کھینچ کر اور اپنے ہاتھوں پر اُٹھا کر باہر نکال دیا بادشاہ کو اس کا بہت غم ہوا وہ اپنی سواری سے اُتر پڑا اور وہیں بساط بچھا کر اس نے شداد کے ساتھ صبح کا کھانا کھایا اور اپنے خاص پہناوے میں سے ایک پوشاک منگا کر شداد پر ڈال دی اور اُسے کہا کہ تو اپنے سواری کے سُم کے پڑنے کی جگہ کو دیکھتے دیکھتے غافل ہو گیا تھا اس نے جواب دیا اے بادشاہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو نعمت دیتا ہے تو اُسے مصیبت و ابتلا میں ڈال دیتا ہے اور مصیبت، نعمت کے مطابق ہی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے دو عظیم الشان نعمتیں دیں اور وہ یہ کہ اس انبوہِ عظیم میں سے بادشاہ اپنے چہرے کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوا اور یہ ایک فائدے کی بات ہے اور یہی جنگ کی تدبیر ہے یہاں تک کہ اس نے اردشیر کے متعلق بات بیان کی اور کہا کہ اگر میں طلوعِ آفتاب یا غروبِ آفتاب کی جگہ تک چلا جاتا تو بھی میں فائدے میں رہتا پس جب ایک وقت میں دو جلیل الشان نعمتیں اکٹھی ہو جائیں تو انہیں اس مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اگر بادشاہ کے فوجی آفیسر اور اس کی خوش بختی نہ ہوتی تو میں ہلاکت کے نشانے پر تھا اور اگر میں غرق ہو جاتا اور اس نئی سرزمین سے چلا جاتا تو نور و ظلمت اور بادِ صبا اور بادِ جنوب کی بقاء تک بادشاہ میرے ذکر کو ہمیشہ قائم رکھتا، بادشاہ اس

بات سے خوش ہوگیا اور کہنے لگا مجھے تمہاری اس قابلیت کا پتہ نہیں تھا پھر اس نے اس کے منہ کو جواہرات اور قیمتی موتیوں سے بھر دیا اور اسے اپنا دلی دوست بنا لیا یہاں تک کہ وہ اس کے اکثر امور پر اثر انداز ہوگیا، ہم نے ایران کے گذشتہ بادشاہ کا یہ واقعہ اس لیے بیان کیا ہے تاکہ پتہ چل جائے کہ ابوبکر الہذلی نے کوئی ایسی بات نہیں کی کہ کسی نے اس کے سوا، اس کی طرف سبقت ہی نہ کی ہو۔

بادشاہوں کی باتیں سُننے کا بہترین موقع

بادشاہوں کی باتیں سُننے کے بہترین مواقع کے متعلق یونانی حکماء کہتے ہیں کہ جب کسی آدمی کی طرف بادشاہ یا رئیس متوجہ ہو تو وہ پوری دلجمعی کے ساتھ اس کی بات کو سُنے اگرچہ وہ اس بات کو پہلے سے جانتا ہو، اور وہ بادشاہ کو یہ باور کرائے کہ گویا اس نے یہ بات کبھی سُنی ہی نہیں بادشاہ کی بات پر خوشی و مسرت اور فائدے کا اظہار کرے، اس سے دو باتیں ظاہر ہوں گی ایک یہ کہ اس کا حسنِ ادب ظاہر ہوگا کہ وہ بادشاہ کی بات کو اچھی طرح سُن کر اس کا حق ادا کر رہا ہے اور یوں حیرت کا اظہار کر رہا ہے کہ گویا اس نے یہ بات سُنی ہی نہیں اور اس سے استفادہ بھی کر رہا ہے بازاری قسم کے لوگوں کی باتوں کی بہ نسبت بادشاہوں کی باتوں کے بیان کرنے اور ان سے فوائد حاصل کرنے کا نفس بہت دلدادہ ہوتا ہے۔

معاویہ اور ابن شجرہ الرہادی

ابن دأب وغیرہ مؤرخین کی ایک جماعت نے اس مفہوم کی ایک بات معاویہ بن ابی سفیان اور یزید بن شجرہ الرہادی سے بھی بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک روز ابن شجرہ، معاویہ کے ساتھ چل رہا تھا آپ سے بہت مانوس تھا اور آپ کی باتوں کا بہت مشتاق تھا معاویہ اس کی طرف متوجہ ہوکر اس سے بنی مخزوم اور دیگر قریش کی جنگ جزعان کی بات کر رہے تھے اس عظیم جنگ میں بہت سی مخلوق موت کے گھاٹ اتر گئی یہ اسلام سے پہلے اور بعض کے بقول ہجرت سے پہلے کی بات ہے، اور ابوسفیان کو اس میں بڑی سرداری حاصل تھی۔ بات یوں ہے کہ جب دونوں فریق تباہی کے قریب پہنچ گئے تو معاویہ نے ایک بلند ٹیلے پر چڑھ کر فریقین کو آواز دی اور اپنی آستین سے اشارہ کیا تو دونوں فریق آپ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے واپس آگئے معاویہ اس بات پر بہت خوش تھے جب وہ اُسے بات سُنا رہے تھے تو

یزید بن شجرہ ان کی طرف متوجہ تھا اور بیان کرنے والے اور سُننے والے کو لذت نے سرشار کر رکھا تھا کہ یزید بن شجرہ کی پیشانی پر نامعلوم آدمی کی طرف سے مارا جانے والا ایک پتھر آ لگا، اس پتھر نے اس کی پیشانی کو خون آلود کر دیا اور اس کے چہرے، ڈاڑھی اور کپڑوں پر خون بہنے لگا مگر وہ اسی محویت سے بات سُنتا رہا، معاویہ نے اُسے کہا اے ابن شجرہ تیرے کیا کہنے، کیا تو نے اس مصیبت کو نہیں دیکھا جو تجھ پر نازل ہوئی ہے اس نے کہا امیر المومنین وہ مصیبت کیا ہے؟ اس نے کہا تمہارے کپڑوں پر خون بہہ رہا ہے اس نے کہا اگر امیر المومنین کی بات نے میرے دل اور میری سوچ کو قبضہ میں کر کے اپنا شیفتہ نہ کر لیا ہوتا تو میں اپنے غلاموں کو آزاد کر دیتا، مجھے اس وقت تک کسی حادثے کے متعلق پتہ ہی نہیں چلا جب تک امیر المومنین نے مجھے نہیں بتایا، معاویہ نے کہا، جس نے تیرا ایک ہزار عطیہ مقرر کیا ہے اور تجھے مہاجرین کے بیٹوں اور ہمارے ساتھ صفین میں حاضر ہونے والے جمہور کے عطیے سے نکال دیا ہے اس نے تجھ پر ظلم کیا ہے پھر اس نے چلتے چلتے اُسے پانچ لاکھ درہم دینے کا حکم دیا اور اس کے عطیے میں ایک ہزار درہم کا اضافہ کر دیا اور فوری ادائیگی کا حکم دیا۔

حاشیہ بعض مصنفین کتب میں سے اصحاب معرفت و ادب نے اس روایت کے متعلق جسے ہم نے معاویہ اور ابن شجرہ سے بیان کیا ہے، کہا ہے کہ اگرچہ ابن شجرہ نے اس معاملہ میں معاویہ کو فریب دیا مگر معاویہ ان لوگوں میں سے ہے جنہیں دھوکا نہیں دیا جا سکتا پس اس کی مثال اوّل کے اس قول کی طرح ہے ؎

"جو گدھے کو بے وقوف خیال کرتا ہے، خود بھی بے وقوف ہوتا ہے۔"

اگرچہ ابن شجرہ کی کُند ذہنی اور احساس کی کمی اس کے اپنے بیان کے مطابق بہت بڑھی ہوئی تھی، اور وہ کسی طرح بھی پانچ لاکھ درہم انعام اور مزید ایک ہزار عطیے کا استحقاق نہیں رکھتا تھا، میرا خیال ہے کہ معاویہ سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہوگی۔

حُسنِ سماعت مسعودی بیان کرتا ہے کہ حکماء نے اس بارے میں بہت کچھ بیان کیا ہے اور حسنِ سماعت اور خاموشی کے متعلق طویل مشورے دیے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حسن فہم کے بغیر گفتگو اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ نیز ان کا قول ہے کہ حُسنِ کلام کی طرح حسن سماعت کا فن بھی سیکھو اور حُسنِ سماعت یہ ہے کہ بات کرنے والے کو مہلت

دو تاکہ وہ اپنی بات کو مکمل کرے۔

آداب گفتگو گفتگو کے آداب میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ وہ فی البدیہہ اور اچانک بات نہ کرے، گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے اس سے ملتی جلتی باتیں بھی کرتا جائے اچھی باتوں کا منبع بھی بیان کرنا چاہیئے تاکہ گفتگو کا ایک حصہ دوسرے حصے سے متعلق ہو جائے جیسا کہ مثال بیان کرتے ہیں کہ بات کی کئی شاخیں ہوتی ہیں جو ایک ہی اصل سے متفرع ہو کر بہت سے معانی کی طرف چلی جاتی ہیں اور زندگی کا تمام لطف فائدہ رساں ہم نشین میں ہے، ایک آدمی نے کہا ہے کہ خدا کی قسم میں بات سے نہیں اکتاتا تو سننے والے نے کہا، کریم آدمی اکتا جاتا ہے بات نہیں اکتاتی۔

شعراء نے اس مفہوم کے بارے میں بہت کچھ کہا ہے، علی بن عباس رومی کہتا ہے

"اور میں اپنی تمام ضروریات سے اکتا گیا ہوں اور ان میں سب سے اچھی ضرورت وہ تھی جو مجھے ناموافق تھی سوائے گفتگو کے کیونکہ وہ اپنے نام (حدیث) کی طرح ہمیشہ نئی رہتی ہے۔"

اس بارے میں سب سے بہتر ابراہیم بن عباس کا قول ہے

"زمانے نے اور جو کچھ تو میری مانگ میں دیکھ رہا ہے، اس نے گمراہی کو دور کر دیا ہے اور میں شریف بن کر واپس آیا ہوں، اور میں ہر چیز سے اکتا گیا ہوں مگر اس خوش گفتار آدمی سے نہیں اکتایا جو میری تعلیم میں اضافہ کرتا ہے۔"

بعض اہل ادب محدثین نے بیان کیا ہے کہ ادب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ندیم سے بات کو طول نہ دیا جائے اور سب سے شیریں اور اچھی بات وہ ہے جس میں کئی مفہوم کی ایسی لمبی باتوں اور زائد الفاظ سے اجتناب کیا جائے کہ جن کا بیان کرنے سے مجلس کا وقت ہی ختم ہو جاتا ہے اور دل انہی کے ساتھ الجھے رہتے ہیں اور ان کے آخر میں گھونٹ گھونٹ کر کے پیالے پیے جاتے ہیں، یہ باتیں داستان سراؤں کی مجالس میں ہوتی ہیں جو خواص کی مجالس کے مشابہ ہوتی ہیں اور اس مفہوم کو بہت اچھے پیرائے میں المعتز باللہ نے بیان کیا ہے یہ بات شغل مے نوشی کے وقت ایک صاحب نے کہی

"ان کے پیالوں کے درمیان جھوٹی بات کرنا ایک جادو ہے اور اس کے علاوہ جو ہے وہ کلام ہے ــــــ اور ندیموں کے درمیان ساقی یوں ہیں جیسے سطروں کے درمیان الف کھڑے ہوں۔"

اسی طریقہ سے بعض لوگوں نے ظریفانہ باتوں کو سُنا ہے۔

عباسی حکومت کا پہلا وزیر

عباسی حکومت میں سب سے پہلے جس شخص کو وزیر کے نام سے موسوم کیا گیا وہ ابو سلمہ حفص بن سلیمان الخلال الہمدانی تھا جو سبیع کا غلام تھا، ابوالعباس کے دل میں اس کے متعلق کچھ کدورت تھی کیونکہ اس نے کوشش کی تھی کہ حکومت ان کی بجائے دوسروں کو دے دی جائے ابومسلم نے سفاح کو اس کے قتل کرنے کے متعلق لکھا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے اس کے خون کو جائز کر دیا ہے کیونکہ اس نے عہد شکنی کی ہے اور بدل گیا ہے، سفاح نے کہا میں اپنی حکومت کا افتتاح اس شخص کے قتل سے نہیں کرنا چاہتا جو میرا پیرو کار ہے خصوصاً ابوسلمہ جیسے آدمی کے قتل سے، وہ اس دعوت کا حامی ہے اس نے اس راہ میں اپنے جان و مال کو خرچ کیا ہے، اس نے اپنے امام کی خیر خواہی کی ہے اور اس کے دشمنوں سے جہاد کیا ہے۔ اس کے بھائی ابوجعفر اور چچا داؤد بن علی نے بھی اس بارے میں گفتگو کی، کیونکہ ابومسلم نے ان دونوں کو بھی لکھا تھا کہ وہ سفاح کو اس کے قتل کا مشورہ دیں، ابوالعباس نے کہا میں اس کے کثیر احسانات عظیم امتحانات اور اچھے ایام کو اس کی ایک لغزش کی وجہ سے برباد نہیں کر سکتا جو ایک شیطانی خیال اور انسانی غفلت ہے ان دونوں نے اُسے کہا، امیر المومنین آپ کو اس سے بچ کر رہنا چاہیے کیونکہ ہمیں اس سے خدشہ ہے، اس نے کہا ہرگز نہیں، میں اپنے شب و روز میں پوشیدہ اور ظاہر اکیلے اور جماعت میں اس سے محفوظ ہوں، ابوالعباس کی طرف سے جب یہ بات ابومسلم کو پہنچی تو اس نے اُسے بہت بڑی بات خیال کیا اور اسے ابوسلمہ کی طرف سے یہ خدشہ پیدا ہو گیا کہ وہ اس کے متعلق کوئی بُرا ارادہ کرے گا، لہٰذا اس نے اپنے قابل اعتماد اصحاب کی ایک جماعت کو بھیجا کہ وہ ابوسلمہ کے قتل کی تدبیر کریں، ابوالعباس ابوسلمہ سے بڑا مانوس تھا اور رات کو اس سے باتیں کیا کرتا تھا، ابوسلمہ بڑا اچھی گپ شپ، ادیب اور سیاست و تدبیر کا ماہر تھا کہتے ہیں کہ ایک شب ابوسلمہ سفاح کے پاس سے اس کے شہر انبار سے

اکیلا واپس آ رہا تھا کہ ابومسلم کے ساتھیوں نے اس پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا جب سفاح کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے کہا ؎

"چاہتے کہ وہ (قاتل) آگ کی طرف چلا جائے، اور اس جیسا کون ہے اس کے جانے سے ہم کس کس چیز پر افسوس کریں۔"

ابومسلم کو امین آل محمد اور ابوسلمہ حفص بن سلیمان کو وزیر آل محمد کہا جاتا تھا، جب اُسے دھوکے سے قتل کر دیا گیا تو ایک شاعر نے یہ اشعار کہے ؎

"کبھی بُرائی بھی خوش ہوتی ہے اور کبھی تو جس چیز کو ناپسند کرے اس پر خوشی کرنے کا بھی حق ہوتا ہے، وزیر آل محمد مر گیا ہے اور جو تجھ سے دشمنی رکھتا تھا وہ وزیر ہو گیا ہے۔"

سفاح کی شبانہ گفتگوئیں

سفاح کو گفتگو اور عربوں میں سے نزار و یمن کے مفاخرات اور ان کا تذکرہ بہت پسند تھا ابوالعباس سفاح کے ساتھ خالد بن صفوان اور دوسرے قحطانیوں کے بہت اچھے واقعات، مذاکرات، مفاخرات منادمات اور مسامرات ہیں جن میں سے شاندار واقعات کو منتخب کر کے ہم نے مفصل طور پر اخبار الزمان اور الاوسط میں بیان کیا ہے، اس جگہ ان کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔

بہلول بن عباس نے ہیثم بن عدی طائی سے اور اس نے یزید الرقاشی سے جو داستانیں اور واقعات بیان کیے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ سفاح کو، مردوں کی باتیں بہت پسند آتی تھیں، ایک شب میں اس کے ہاں باتیں کر رہا تھا کہ اس نے کہا یزید تو نے جو سب سے عمدہ بات سُنی ہے وہ مجھے سناؤ، میں نے کہا امیر المومنین خواہ وہ بنی ہاشم کی ہو، اس نے کہا وہ مجھے بہت پسند ہو گی، میں نے کہا امیر المومنین ایک تنوخی آدمی، بنی عامر بن صعصعہ کے ایک قبیلے میں اُترا، اور اس نے اپنے سامان میں سے کچھ بھی نہ اُتارا مگر یہ شعر بطور مثال پڑھا ؎

"تیری زندگی کی قسم، جب تک بنی عامر پر ان کی کھال موجود ہے بخل کی وجہ سے ان کی پوشیدہ باتیں بوسیدہ نہ ہوں گی۔"

قبیلے کی ایک لونڈی نے اس کے پاس آ کر گفتگو کی اور موالست کا اظہار کیا اور اس سے

حال اموال دریافت کیا تو وہ بھی اس سے مانوس ہوگیا پھر وہ کہنے لگی مجھے تجھ سے فائدہ پہنچے تو کس قبیلے کا ہے، اس نے جواب دیا، میں بنی تمیم کا ایک آدمی ہوں، اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"بنو تمیم بخل کے راستوں کی طرف بھٹ تیتر سے بھی زیادہ راہ پانے والے
ہیں اور اگر وہ نیک کاموں کی طرف چلیں تو راہ ہی بھول جائیں، ایک پسّو
اگر ایک جُوں کی پشت پر بیٹھ کر تمیم کی دو فوجوں پر حملہ کرے تو وہ بھاگ
جائیں، ہم نے اونٹوں کو ذبح کیا اور اللہ کا نام لیا اور ہمارا ذبیحہ مکمل ہوگیا
مگر بنو تمیم نے کبھی جانور ذبح ہی نہیں کیا کہ وہ اللہ کا نام لیں، میں دیکھتا ہوں
کہ رات کو دن، دُور کر دیتا ہے لیکن میں بنو تمیم سے ذلت کی ہڑیوں کو دُور
ہوتے نہیں دیکھا۔"

اس آدمی نے کہا خدا کی قسم میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں، لونڈی نے پوچھا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں عجل قبیلے کا ایک آدمی ہوں، اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"میں دیکھتا ہوں کہ لوگ بہت مال دیتے ہیں اور بنی عجل کی عطاء صرف تین اور
چار ہوتی ہے اور جب کوئی عجلی کسی علاقے میں فوت ہو جاتا ہے تو اس کے
لیے ایک ہاتھ ایک انگلی زمین کھودی جاتی ہے۔"

اس نے کہا قسم بخدا، میں عجل میں سے نہیں ہوں، لونڈی نے پوچھا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں بنی یشکر کا ایک آدمی ہوں، اس نے کہا کیا تو اس آدمی کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"اور جب کسی یشکری کا کپڑا تیرے کپڑے کے ساتھ لگ جائے تو پاک
ہونے تک خدا کا ذکر نہ کرنا۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں یشکر میں سے نہیں ہوں، لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں عبد القیس کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا، کیا تو اس آدمی کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب عبد القیس کو پیاز اور سرکہ اور نمکین کھانا چپڑا ہوا مل جائے تو میں نے

انہیں ذلیل حالت میں دیکھا ہے، وہ عورتوں کے پاس چوری چوری رات گزارتے ہیں جیسے تر آنتوں والا عجمی رات گزارتا ہے۔"

اس نے کہا قسم بخدا میں عبدالقیس میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں باہلہ قبیلے کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اُسے جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب کریم لوگ کارناموں کے لیے اژدحام کرتے ہیں تو باہلی، بھیڑ سے ایک طرف ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اگر خلیفہ باہلی ہو تو وہ شریف لوگوں سے دشمنی نہیں کرے گا اور اگر باہلی کی عزت بچ جائے تو وہ کھانے کے رومال کی طرح ہوتی ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں باہلہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن لوگوں میں سے ہے؟ اس نے کہا میں فزارہ کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا، کیا تو اس آدمی کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"اگر تو کسی فزاری کے پاس جائے تو اپنی اونٹنی کے متعلق بے خوف نہ ہو اور اُسے تسموں کے ساتھ باندھ لے، اور اگر گدھے کی دُبر آگ میں داخل ہو جائے تو پھر کبھی گدھے کے متعلق فزاری پر اعتبار نہ کر، وہ ایسے لوگ ہیں جب ان کے صحن میں مہمان آتے ہیں تو وہ اپنی ماں سے کہتے ہیں آگ پر پیشاب کر دے۔"

اس نے کہا قسم بخدا! میں فزارہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن لوگوں میں سے ہے اس نے کہا میں ثقیف میں سے ہوں اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"نسب بیان کرنے والوں نے ابو ثقیف کو گمراہ کر دیا ہے پس گمراہی کے سوا ان کا کوئی باپ نہیں اگر وہ اپنا نسب بیان کریں یا ثقیف کا نسب کسی کی طرف منسوب ہو تو یہ ایک محال بات ہے، کھجوروں کے جھنڈوں میں رہنے والے خنزیروں نے انہیں قتل کر دیا ہے پس ان کا خون تمہارے لیے حلال ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں ثقیف میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں بنی عبس سے ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب کسی عبسی عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو تو اُسے بخل کی خوشخبری دے
جو حاصل کیا گیا ہے۔"

اس نے کہا قسم بخدا میں عبس میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں ثعلبہ قبیلے کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"اور ثعلبہ بن قیس بہت بُرے لوگ ہیں، پڑوسی کے ساتھ نہایت خیانت
کرنے والے ہیں اور قابل ملامت لوگ ہیں۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں ثعلبہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا ـــــ میں غنی قبیلے سے ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب کوئی غنوی عورت بچہ جنے تو اسے اچھے درزی کی خوشخبری دے۔"

اس نے کہا، واللہ، میں غنی قبیلے میں سے نہیں ہوں، لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں بنی مرہ کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"جب کوئی مُری عورت اپنے ہاتھوں کو رنگ لے تو اس کی شادی کر دے مگر اس
کے زنا سے بے خوف نہ ہو۔"

اس نے کہا قسم بخدا، میں بنی مرہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں بنی ضبہ کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"اے ابن مکعبر! تیری آنکھیں نیلی ہو گئی ہیں جس طرح ہر ضبی بخل سے نیلا ہو گیا
ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں بنی ضبہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے

ہے اس نے کہا میں بجیلہ قبیلے کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب بجیلہ قبیلہ اُترا تو ہم نے اس کے متعلق دریافت کیا تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ اس نے کہاں ٹھکانہ بنایا ہے، جب بجیلہ کو پکارا جائے تو تجھے معلوم نہ ہوگا کہ اس کا باپ قحطان ہے یا نزار، پس بجیلہ بین بین ہے اور بے لگام جانور کی طرح آزاد ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں بجیلہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا تیرا بُرا ہو پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں بنی ازد کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے کہ ؎

"جب کوئی ازدی عورت بچہ جنے تو اُسے اچھا ملاح ہونے کی خوشخبری دے"

اس نے کہا واللہ میں بنی ازد میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا تو ہلاک ہو تو کن میں سے ہے کیا تجھے شرم نہیں آتی سچ بات بتا، اس نے کہا میں خزاعہ قبیلہ کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب خزاعہ کے لوگ کسی قدیم بات پر فخر کرتے ہیں تو ہم نے شراب نوشی کو ان کا فخر پایا ہے۔ انہوں نے کھلم کھلا کعبہ کو ایک شراب کے مشکیزے کے عوض فروخت کر دیا تھا۔ یہ فخر کرنے والے کے لیے بہت بڑا فخر ہے"

اس نے کہا قسم بخدا، میں خزاعہ میں سے نہیں ہوں، لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں سلیم قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو جانتا ہے کہ یہ شعر کس نے کہا ہے ؎

"پس سلیم کو کیا ہو گیا ہے اللہ ان کی حکومت کو پراگندہ کرے ان کے ہاتھ بُرائی کرتے ہیں اور ان کی دُبریں تھک جاتی ہیں۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں سلیم میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں لقیط کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"تیری زندگی کی قسم سمندر اور صحرا بنی لقیط کی دُبر کے حلقے سے زیادہ وسیع

نہیں ہیں بنی لقیط، سواریوں پر سوار ہونے والوں اور زمین پر چلنے والوں میں
سے سب سے زیادہ بُرے ہیں بنی لقیط پر خدا کی لعنت ہو یہ قوم لُوط کے
باقی ماندہ قیدی ہیں۔"

اس نے کہا واللہ، میں لقیط قبیلے سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے
ہے اس نے کہا میں بنی کندہ میں سے ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے
یہ اشعار کہے ہیں ؎

" جب کوئی خوب صورت اور منقش لباس والا کندی فخر کرے تو وہ یمن
کے بنے ہوئے کپڑے، موزے، چادر اور قبر پر فخر کرتا ہے پس کندہ کو
یمن کے بنے ہوئے کپڑے پر فخر کرنے کے لیے چھوڑ دے اس کا سب
سے بڑا فخر مانگنا ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں کندہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے
ہے اس نے کہا میں خثعم کا ایک آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس
نے یہ شعر کہا ہے ؎

" اور اگر تو خثعم کو سیٹی مار کر بُلائے تو وہ ٹڈی کے ساتھ ملکوں میں اُڑ جائے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں خثعم میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے
ہے اس نے کہا میں طے قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس
نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

" اور طے تو صرف عجمیوں کا اکٹھ ہے اس نے گارا بنانے کو کہا تو وہ مسلسل گارا
بنانے لگ گیا اور اگر ایک پستہ طے کے دونوں پہاڑوں پر اپنے بازو
پھیلا دے تو طے قبیلہ اس کے سائے میں اکٹھا ہو جائے۔"

اس نے کہا قسم بخدا میں طے قبیلے سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں
سے ہے اس نے کہا میں مزنیہ قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے
جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

" مزنیہ ایک ایسا قبیلہ ہے جس میں سخاوت اور دین کی کوئی اُمید نہیں کی
جا سکتی۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں مزنیہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے کہنے لگا میں نَخَعْ قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا، کیا تو اُسے جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب کمینے نخعی صبح کو اکٹھے ہو کر چلیں تو بھیڑ کی زیادتی سے لوگوں کو اذیت
ہوتی ہے اور وہ اچھی بزرگی کی طرف نہیں جاتے اور نہ ہی خالص کریم لوگ ہیں"

اس نے کہا واللہ میں نخعی نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے، کہنے لگا میں اود قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب تو دیارِ اَود میں جائے تو جان لے کہ تو نے ان میں سے کسی کے ساتھ
بات نہیں کرنی، پس کسی بوڑھے اور جوان کی طرف مائل نہ ہو اس قوم کا ہر آدمی
لاٹھی مار ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں اود میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں لخم قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"جب کوئی قوم فخر کے اظہار کے لیے اپنے کسی قدیم آدمی کی طرف منسوب ہوتی
ہے تو پوری لخم قوم سے فخر دُور ہو جاتا ہے۔"

اس نے کہا قسم بخدا میں لخم میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں جذام قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"جب کسی روز کسی اچھے کام کے لیے جامِ شراب کو گردش دی جائے تو وہ
جذام سے پرے ہٹ جاتا ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں جذام میں سے نہیں ہوں، لونڈی نے کہا تو ہلاک ہو پھر تو کن میں سے ہے؟ کیا تجھے اتنا جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ اس نے کہا میں تنوخ کا آدمی ہوں اور یہ سچ بات ہے اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب لوٹ مار اور بدلہ لینے کے لیے تنوخی، چشمے کو بند کر دیتے ہیں تو خدا
کی ذلت کے ساتھ اہل اور پڑوسیوں میں رسوا ہو کر لوٹتے ہیں۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں تنوخ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا تیری ماں تجھ کو کھو دے پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں حمیر قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"مجھے بتایا گیا ہے کہ حمیر کے لوگ میری ہجو کرتے ہیں تو میں نے انہیں کہا کہ میں تو انہیں کچھ نہیں سمجھتا اور نہ ہی وہ پیدا ہوتے ہیں کیونکہ حمیر قوم کا کوئی اصل ہی نہیں ہے وہ چٹیل میدان کی لکڑی کی طرح ہیں جس میں نہ پانی ہوتا ہے نہ پتے ہوتے ہیں اور نہ ان کی زندگی خواہ کس قدر لمبی ہو ان کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوتا اور اگر لومڑ ان پر پیشاب کر دے تو وہ غرق ہو جائیں۔"

اس نے کہا واللہ میں حمیر میں سے نہیں ہوں، لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے کہنے لگا میں یُحابر کا آدمی ہوں اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"اگر یُحابر کے علاقے میں کوئی چوں چوں کرنے والا، چوں چوں کرے تو مرکر مٹی میں بوسیدہ ہو جائیں۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں یُحابر میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے کہنے لگا میں قشیر میں سے ہوں اس نے کہا کیا تو اُسے جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"اے بنی قشیر میں نے تمہارے سردار کو قتل کیا ہے آج نہ اس کا فدیہ ہے نہ قصاص۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں قشیر میں سے نہیں ہوں، لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں بنی اُمیہ میں سے ہوں اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"بنی اُمیہ کی بنیاد کمزور پڑ گئی اور اللہ تعالیٰ پر اس کا تباہ کرنا آسان ہو گیا اور گذشتہ زمانے میں بنی اُمیہ کی حکومت خدا پر جسارت کرتی تھی پس نہ آل حرب نے رسول اللہ کی اطاعت کی اور نہ اس کا مروان اللہ سے ڈرا۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں بنی اُمیہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے

ہے اس نے کہا میں بنی ہاشم میں سے ہوں اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"اے بنی ہاشم اپنی کھجوروں کی طرف واپس آجاؤ اب یہ کھجوریں ایک درہم کی ایک صاع ہو گئی ہیں اگر تم کہو کہ تم محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلے سے ہو تو نصاریٰ عیسےٰ بن مریم کے قبیلے سے ہیں۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں بنی ہاشم میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں ہمدان کا آدمی ہوں اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب ہمدان جنگ کے روز اپنی چکی کو، آدمیوں کی کھوپڑیوں کے اوپر گھمائے تو تو انہیں جنگ سے بھاگتے ہوئے سواریوں کو دوڑاتے دیکھے گا۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں ہمدان میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے کہنے لگا میں قضاعہ قبیلہ کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"کوئی قضاعی اپنے خاندان پر فخر نہ کرے وہ نہ محض یمنی ہے اور نہ مُضری، وہ ان کے درمیان مذبذب ہے ان کا والد نہ قحطان ہے نہ نزار، پس انہیں دوزخ میں جانے دو۔"

اس نے کہا قسم بخدا میں قضاعہ میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں شیبان کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"شیبان قوم کی تعداد بہت ہے اور وہ سب کے سب دوغلے اور کمینے ہیں ان میں کوئی بزرگ، حسب نسب والا، نجیب اور کریم نہیں ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں شیبان میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں بنی نمیر کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تم اس شخص کو جانتے ہو جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

یہ اشعار کہے ہیں ؎

اگر تو بنی نمیر سے ہے تو اپنی نگاہ نیچی کر لے تو نہ کعب کو پہنچا ہے اور نہ کلاب کو
اگر بنی نمیر کی دُبر کے حلقے زنگ آلود لوہے پر رکھے جائیں تو وہ پگھل جائیں۔"

اس نے کہا قسم بخدا میں بنی نمیر سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں تغلب کا آدمی ہوں، اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"بنی تغلب میں ماموں تلاش نہ کر، ماموں ہونے کے لحاظ سے زنگی اُن سے افضل ہے اور تغلبی جب مہمان نوازی کے لیے کھانستا ہے تو اس کی دُبر دگڈ کھاتی اور مثالیں بیان کرتی ہے۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں تغلب میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں مجاشع کا آدمی ہوں اس نے کہا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"مجاشع کی بیٹیوں میں سے وہ بیٹی روتی ہے جس کا خاوند غائب ہو گیا ہے اور اس کی آواز گدھے کے رینکنے کی طرح سُنی جاتی ہے۔"

اس نے کہا قسم بخدا میں مجاشع میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں کلب کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"کلب اور اس کے گھر کے قریب نہ جا جو رات کو چلنے والا اس کی آگ کی روشنی کو دیکھ لیتا ہے وہ اس سے کوئی اُمید نہیں رکھتا۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں کلب میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں تیمم کا آدمی ہوں اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"بنو تیمم کی عورت کا اگلا حصہ ہاتھی کی سُونڈ کی طرح ہوتا ہے اور وہ بغیر مجذوم کے انگلیوں کے ساتھ چکی ہدیتہً دیتے ہیں۔"

اس نے کہا قسم بخدا میں تیمم میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے

ہے اس نے کہا میں جرم قبیلے کا آدمی ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جرم مجھے سخاوت کے ستوؤں کی تمنا دلاتا ہے حالانکہ نہ جرم ہے اور نہ اس کے ستو اور نہ انہوں نے کبھی کسی جگہ فروکش ہو کر ستو پیے ہیں اور نہ کبھی منڈی میں ان کو گراں بیچا ہے جب ان کی حرمت نازل ہوئی تو اس وقت سے جرم کا آدمی ہوش میں نہیں آتا۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں جرم میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں سلیم کا آدمی ہوں، اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں ؎

"اور جب تو صبح کے کھانے کے لیے سلیم کے پاس جائے تو تو بھوکا واپس آجائے گا۔"

اس نے کہا خدا کی قسم میں سلیم میں سے نہیں ہوں لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں موالی میں سے ہوں اس نے کہا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"اور جو شخص فحش اور بے حیائی کرنا چاہے تو وہ الجبید اور طرخان کے غلاموں کے پاس جائے۔"

اس نے کہا رب کعبہ کی قسم میں نے اپنے نسب کے بارے میں غلطی کھائی ہے میں خوز قبیلے کا آدمی ہوں، اس نے کہا، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

" اللہ تعالیٰ تمہیں کبھی برکت نہ دے اے خوز کے گروہ! خوز تو آگ میں داخل ہے"

اس نے کہا خدا کی قسم میں خوز میں سے نہیں ہوں، لونڈی نے کہا پھر تو کن میں سے ہے اس نے کہا میں حام کی اولاد میں سے ہوں اس نے کہا کیا تو اس شخص کو جانتا ہے، جس نے یہ شعر کہا ہے ؎

"حام کے لڑکوں سے نکاح نہ کر وہ خدا کی مخلوق کے منحوس آدمی ہیں اے ابن اکوع ان سے اجتناب اختیار کر۔"

اس نے کہا نہیں، خدا کی قسم میں اولادِ حام میں سے نہیں ہوں بلکہ راندہ درگاہِ الٰہی شیطان کی اولاد میں سے ہوں اس نے کہا تجھ پر اور تیرے ساتھ تیرے باپ شیطان پر خدا کی لعنت ہو، کیا تو اس شخص کو جانتا ہے جس نے یہ شعر کہا ہے

"اے بندگانِ خدا یہ تمہارا دشمن ہے اور یہ خدا کا دشمن ابلیس ہے اسے قتل کردو۔"

اس نے لونڈی سے کہا یہ مقام تجھ سے پناہ مانگنے کا ہے، اس نے کہا ذلیل اور رسوا ہو کر چلا جا جب تو کسی قوم کے ہاں اُترے تو اس وقت تک ان میں شعر نہ پڑھنا جب تک تو انہیں پہچان نہ لے کہ وہ کون ہیں اور لوگوں کی برائیوں کے درپے نہ ہو، کیونکہ رب العالمین کے رسول اس کے برگزیدہ اور معصوم کے سوا، سب لوگ بُرائی اور بھلائی کرتے ہیں اور تیری مثال ایسی ہے جیسے جریر نے فرزدق سے کہا تھا

"اور جب تو کسی قوم کے ہاں اُترے تو تو رسوائی کے ساتھ سفر کرے گا اور عار کو چھوڑے گا۔"

اس نے لونڈی سے کہا خدا کی قسم میں کبھی شعر نہیں پڑھوں گا، پس سفاح نے کہا اگر تو نے اس واقعہ کو بنایا ہے اور بیان کردہ اشعار کو نظم کیا ہے تو تو نے بہت خوب کیا ہے اور تو جھوٹوں کا سردار ہے اور اگر یہ واقعہ سچا ہے تو یہ عامری لونڈی سب لوگوں سے زیادہ حاضر جواب اور سب سے زیادہ ان کے عیوب سے آگاہ ہے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ اس واقعہ کے علاوہ سفاح کی اور بھی بہت سی اچھی داستانیں ہیں جنہیں ہم نے مبسوط طور پر اپنی دونوں کتابوں اخبار الزمان اور الاوسط میں بیان کیا ہے۔

ابو جعفر منصور کی خلافت کا بیان

مختصر حالات ابو جعفر منصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی بیعت ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۶ھ کو ہوئی یہ ابھی مکہ کے راستہ ہی میں تھا کہ اس کے چچا عیسےٰ بن علی نے اس کی بیعت لے لی اور اس کے بعد عیسےٰ بن موسیٰ کے لیے بیعت لی۔ اس وقت منصور ۴۱ سال کا تھا، اس کی پیدائش ماہ ذوالحجہ ۹۵ھ میں ہوئی، اس کی ماں اُم ولد تھی جسے سلامہ بربریہ کہا جاتا تھا، منصور کی وفات ۶ ذوالحجہ ۱۵۸ھ کو ہفتہ کے روز ہوئی اس نے نو دن کم بائیس سال حکومت کی اور اس نے عراق کے راستے سے بستان بنی عامر سے ہوتے ہوئے مکہ پہنچ کر حج کیا اور ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ مکہ میں اُسے ننگے منہ دفن کیا گیا کیونکہ وہ محرم تھا بعض کہتے ہیں کہ اس نے بئر میمون کے پاس بطحا میں وفات پائی اور حجون میں دفن ہوا اور اس کی عمر ۶۵ سال تھی۔ واللہ اعلم۔

اِس کے حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دَور کی ایک جھلک

منصور کی والدہ کا خواب منصور کی ماں سلامہ کا بیان ہے کہ جب میں نے ابو جعفر منصور کو حمل میں لیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میری قُبُل سے ایک شیر نکلا ہے جو جونڑوں کے بل بیٹھ گیا ہے وہ دھاڑتا اور اپنی دُم کو زمین پہ مارتا ہے تو ہر جانب سے اس کے پاس شیر آ گئے اور جب کوئی شیر اس کے

پاس پہنچتا ہے تو اُسے سجدہ کرتا ہے۔

منصور اور نابینا ہمسفر شاعر

علی بن محمد المدائنی بیان کرتا ہے کہ منصور نے کہا میں نے شام کے سفر میں ایک نابینا سے رفاقت کی جو مروان بن محمد سے ملنا چاہتا تھا کیونکہ اس نے اس کے متعلق کچھ اشعار کہے تھے میں نے اُسے کہا مجھے اشعار سناؤ تو اس نے مجھے یہ اشعار سنائے ؎

"کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اس نے کستوری کی خوشبو کو مہکایا ہے اور میرے خیال میں خیف میں میرا کوئی مونس نہیں، جب سے بنو اُمیہ اور عبد شمس کے جامع الفضائل سردار وہاں سے چلے گئے ہیں، خطباء منبروں پہ سوار ہیں درآنحالیکہ وہ گویاں ہیں گونگے نہیں ہیں، وہ باتیں کرنے والوں پر عیب نہیں لگاتے اور اگر بات کریں تو درست بات کرتے ہیں۔ اور وہ مشتبہ بات نہیں کرتے اور جب عقلیں بہک جاتی ہیں تو وہ عقل سے کام لیتے ہیں اور ان کے چہرے دنانیر کی طرح ملائم ہیں۔"

منصور بیان کرتا ہے خدا کی قسم ابھی وہ اپنے اشعار سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ میں نے خیال کیا کہ اس اندھے کو میرے متعلق علم ہو گیا ہے، خدا کی قسم وہ بہت مفید گفتگو کرنے والا اور اچھا رفیق تھا۔

منصور کہتا ہے کہ میں نے ۱۴۱ھ میں حج کیا اور میں ایک نذر کی وجہ سے زردود کے دو پہاڑوں کے درمیان ریتلی جگہ پر گدھی سے اُتر پڑا، کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے ایک نابینا آدمی کھڑا ہے میں نے اپنے ساتھیوں کو پیچھے ہو جانے کا اشارہ کیا تو وہ پیچھے گئے میں نے اس کے قریب ہو کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اُسے سلام کہا اس نے کہا میں آپ کے قربان جاؤں آپ کون ہیں میں نے آپ کو نہیں پہچانا، میں نے جواب دیا جب تو بنی اُمیہ کے زمانے میں مروان کو ملنے کے لیے شام جا رہا تھا تو میں تیرا رفیق سفر تھا، اس نے مجھے سلام کہہ کر ایک آہ بھری اور کہنے لگا ؎

"بنی اُمیہ کی عورتیں بیوہ ہو گئی ہیں اور ان کی بیٹیاں یتیم ہو کر ضائع ہو گئی ہیں ان کی قسمت سو گئی ہے اور ان کی قسمت کا ستارہ ٹوٹ گیا ہے اور ستارے ٹوٹتے رہتے ہیں اور قسمت سوتی ہی رہتی ہے تخت اور منبر خالی ہو گئے ہیں،

پس ان پر موت تک سلام ہو۔"

میں نے اُسے کہا مروان نے تمہیں کتنا انعام دیا تھا اس نے جواب دیا اس نے مجھے غنی کر دیا تھا اب میں اس کے بعد کسی سے سوال نہیں کروں گا، میں نے پوچھا کتنا دیا تھا؟ کہنے لگا چار ہزار دینار اور خلعت اور باربرداری کا جانور، میں نے پوچھا یہ چیزیں کہاں ہیں اس نے کہا بصرہ میں ہیں، میں نے پوچھا کیا تو نے مجھے پہچانا ہے کہنے لگا میری زندگی کی قسم معرفت صحبت تو جاتی رہی ہے اور نسب کی معرفت مجھے حاصل نہیں میں نے کہا، میں ابوجعفر منصور امیر المومنین ہوں، تو وہ لرزہ براندام ہو کر کہنے لگا امیر المومنین معذرت قبول کیجیے آپ کے عم زاد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محسن کی محبت اور برائی کرنے والے کا بغض، فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے، ابوجعفر بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے اُسے نقصان پہنچانے کا ارادہ کر لیا تھا پھر مجھے حرمت اور صحبت یاد آگئی تو میں نے مسیّب سے کہا اسے چھوڑ دو، مجھے اس سے شب کو گفتگو کرنے کی ضرورت پیش آئی تو میں نے اس کی تلاش کا حکم دیا یوں معلوم ہوتا تھا کہ ویرانے نے اُسے تباہ کر دیا ہے (وہ کہیں نہ ملا)

منصور اور اس کے اہل کی بنی اُمیہ کی سیرت کے متعلق گفتگو

الربیع بیان کرتا ہے کہ منصور کے پاس عیسیٰ بن علی، عیسیٰ بن موسےٰ، محمد بن علی، صالح بن علی، قثم بن عباس، محمد بن جعفر اور محمد بن ابراہیم اکٹھے ہوئے تو بنی اُمیہ کے خلفاء ان کی سیرت و تدبیر اور اس سبب پر گفتگو کرنے لگے جس کے باعث ان کی عزت جاتی رہی تھی، منصور کہنے لگا عبدالملک ایک جابر آدمی تھا اور بے پروا ہو کر کام کرتا تھا، سلیمان کی ہمت اس کے پیٹ اور شرمگاہ تک ہی محدود تھی، عمر بن عبدالعزیز اندھوں میں کانا تھا، ہشام ان میں مرد تھا، بنو اُمیہ ہمیشہ نیک کام کر کے اور ادنیٰ کاموں کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی عطا کردہ حکومت کی حفاظت و صیانت کرتے رہے یہاں تک کہ حکومت ان کے عیاش فرزندوں کے پاس آگئی اور وہ صرف لذات و شہوات کے پرستار ہو کر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ مہلت سے جہالت اختیار کر کے اس کی تدبیر سے بے خوف ہو کر گناہ کے مرتکب ہوتے رہے اور انہوں نے خلافت کی حفاظت کو ترک کر دیا اور حقوق اللہ اور حقوق ریاست کے استخفاف اور انتظامی کمزوری کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان سے عزت چھین لی اور انہیں ذلیل کر دیا، ان

سے نعمتوں کو سلب کر لیا صالح بن علی کہنے لگا امیر المومنین جب عبداللہ بن مروان اپنے پیروکاروں کے ساتھ بھاگتا ہوا عرض نوبہ میں گیا تو وہاں کے بادشاہ نے ان سے ان کے حالات ان پر نازل ہونے والی مصیبت، اور ان کی سیرت کے متعلق پوچھا، تو اس نے اُسے سب باتوں کے متعلق بتایا اور وہ سوار ہو کر عبداللہ کے پاس گیا تا کہ وہ اس سے ان کے امور اور اس سبب کے متعلق پوچھے جس کی وجہ سے ان سے یہ نعمت چھن گئی ہے اور اس نے اس سے باتیں کیں جو مجھے یاد نہیں رہیں پھر اس نے اُسے اپنے شہر سے نکال دیا۔ اگر امیر المومنین پسند کریں تو اُسے بُلا کر اُس سے بات کر لیں، منصور نے اُسے اپنی مجلس میں حاضر کرنے کا حکم دیا جب وہ اس کے سامنے حاضر ہوا تو منصور نے اُسے کہا عبداللہ! مجھے اپنا اور شاہِ نوبہ کا واقعہ سناؤ، اس نے کہا امیر المومنین میں نوبہ گیا وہاں پر تین دن ٹھہرا تو وہاں کا بادشاہ میرے پاس آیا اور زمین پر بیٹھ گیا حالانکہ میں نے اس کے لیے قیمتی قالین بچھایا ہوا تھا میں نے اُسے کہا ہمارے قالین پر بیٹھنے سے آپ کو کونسی چیز مانع ہے اس نے جواب دیا میں ایک بادشاہ ہوں اور ہر بادشاہ کا یہ حق ہے کہ جب خدا اُسے عزت دے تو وہ اس کے حضور عاجزی اختیار کرے پھر کہنے لگا، تمہاری کتاب میں تو شراب حرام ہے پھر تم شراب کیوں پیتے ہو؟ میں نے جواب دیا ہمارے غلاموں اور پیروکاروں کی جسارت ہے پھر کہنے لگا تمہاری کتاب میں فساد کرنا حرام ہے پھر تم کھیتی کو اپنے جانوروں سے کیوں روندتے ہو؟ میں نے جواب دیا، ہمارے غلاموں اور اتباع نے جہالت سے یہ حرکت کی ہے، وہ کہنے لگا، تمہارے دین اور تمہاری کتاب میں سونا اور ریشم پہننا حرام ہے تم کیوں ریشم اور سونا پہنتے ہو؟ میں نے جواب دیا ہم سے حکومت جاتی رہی ہے ہم ایک عجمی قوم پر غالب آئے اس نے ہمارے دین میں داخل ہو کر ہماری ناپسندیدگی کے باوجود اسے پہن لیا، وہ ایک ہاتھ کو اُلٹتا پلٹتا اور دُوسرے سے زمین کریدتا ہوا زمین کی طرف جُھکا اور کہنے لگا ہمارے غلاموں، پیروکاروں اور عجمیوں نے ہمارے دین میں خرابی پیدا کی ہے پھر سر اُٹھا کر کہنے لگا، بات یوں نہیں ہے جس طرح تم نے بیان کی ہے بلکہ تم وہ لوگ ہو جنہوں نے خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر لیا، جن کاموں سے تم کو روکا گیا تھا ان کا تم نے ارتکاب کیا اور تم نے اپنی شاہی میں ظلم کیا، تو اللہ تعالیٰ

نے تم سے عزت کو چھین لیا اور تمہارے گناہوں کے بدلے میں تمہیں ذلیل کیا، خدا کا انتقام ابھی تم میں اپنی انتہا کو نہیں پہنچا اور مجھے خدشہ ہے کہ میرے ملک میں رہتے ہوئے تم پر عذاب نازل ہو اور تمہارے ساتھ مجھے بھی اپنی لپیٹ میں لے لے، مہمان نوازی کا حق تین دن ہی ہوتا ہے، تجھے جو ضرورت ہے وہ مجھ سے لے اور میرے علاقے سے چلتا بن۔ تو میں وہاں سے چلا آیا۔ منصور متعجب ہو کر کچھ دیر سر جھکائے بیٹھا رہا، پھر اُسے اُس پر رحم آ گیا اور اسے آزاد کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن عیسیٰ بن علی نے اُسے بتایا کہ اس کی گردن میں بنو اُمیہ کی بیعت ہے تو اس نے اُسے دوبارہ قید خانے میں بھیج دیا۔

محمدؒ بن جعفر طالبی کی وفات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ منصور کی خلافت کے دس سال گزرنے پر ۱۴۸ھ میں ابو عبداللہ محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم، فوت ہو گئے اور اپنے باپ اور دادے کے ساتھ بقیع میں دفن ہوئے اُن کی عمر ۶۵ سال تھی، بعض کہتے ہیں کہ انہیں زہر دیا گیا تھا بقیع میں ان کی قبور پر سنگ مرمر پر یہ لکھا ہوا ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سب تعریف اس خدا کے لیے ہے جو قوموں کو تباہ کرنے والا اور بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ یہ سیدۃ نساء العالمین فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حسن بن علی بن ابی طالب اور علی بن حسین بن علی بن ابی طالب اور محمد بن علی اور جعفر بن محمد رضی اللہ عنہم کی قبریں ہیں۔

منصور کے وزراء

ابو جعفر منصور نے ابن عطیہ باہلی کو وزیر بنایا، پھر ابو ایوب موریانی خوزی کو وزیر بنایا، اس کے ابو جعفر کے ساتھ کئی قسم کے تعلقات تھے ایک یہ کہ وہ سلیمان بن حبیب بن مہلب کا کاتب تھا۔ سلیمان نے امویوں کے زمانے میں منصور کو کوڑے مارے تھے اور اس کی بے عزتی کا ارادہ کیا تھا تو اس کے کاتب ابو ایوب نے اُسے سلیمان کے ہاتھ سے چھڑایا تھا یہ اس کی خدمت میں پہنچنے کا سبب تھا جب اس نے اُسے وزیر بنایا تو اس پر کئی چیزوں کا اتہام لگایا گیا ایک یہ کہ وہ مال جمع کرتا ہے اور بدنیت ہے، وہ اس بات میں دور تک اُلجھا ہوا تھا اور جب کبھی وہ اس کے پاس جاتا وہ یہ خیال کرتا کہ وہ اس پر حملہ کر دے گا پھر وہ صحیح سلامت باہر آ جاتا کہتے ہیں کہ اس کے پاس چربی تھی جس میں اس نے کوئی ساحرانہ عمل کیا ہوا تھا جب وہ منصور

کے پاس جانے کا ارادہ کرتا تو اسے اپنے دونوں ابرؤوں پر بل لیتا، عام لوگوں میں ابوایوب کی چربی کی بات چل نکلی پھر منصور نے اس پر حملہ کر دیا اور مرنے تک ابان بن صدقہ کو اپنا کاتب بنائے رکھا۔

منصور کا ہشام بن عبدالملک کی تدبیروں کے متعلق دریافت کرنا

ابوجعفر کے پاس ہشام کی ایک جنگی تدبیر کا ذکر کیا گیا تو اس نے ایک آدمی کی طرف جو ہشام کے سبزہ زار میں رہتا تھا پیغام بھیجا تاکہ وہ اس سے اس جنگی تدبیر کے متعلق دریافت کرے، جب اس آدمی کو منصور کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے اُسے کہا تو ہشام کا ساتھی ہے اس نے جواب دیا ہاں، منصور نے کہا کہ فلاں فلاں سال میں جو جنگ ہوئی تھی اس میں اس نے جو جنگی تدبیر کی تھی مجھے اس کے متعلق بتاؤ، اس نے جواب دیا، ہشام رضی اللہ عنہ نے اس جنگ میں یہ کام کیا تھا، اس بات نے منصور کو غصہ دلایا تو اس نے اُسے کہا، تجھ پر خدا کا غضب ہو کھڑا ہو جا، تو میرے قالین پر بیٹھ کر میرے دشمن کے لیے رحم کی دُعا مانگتا ہے تو وہ شیخ کھڑا ہو کر کہنے لگا تیرے دشمن کا میری گردن پر احسان ہے اور اس احسان کو میرے غسل دینے والے کے سوا کوئی نہیں اتار سکتا، منصور نے اُس کے واپس کرنے کا حکم دے دیا اور کہا تو نے یہ بات کیسے کہی ہے اس نے جواب دیا اس نے مجھے مانگنے سے بے نیاز کر دیا ہے اور میرے چہرے کو سوال سے بچایا ہے اور جب سے میں نے اُسے دیکھا ہے میں کسی عربی اور عجمی کے دروازے پر کھڑا نہیں ہوا، کیا اس کا ذکر خیر اور ثنا مجھ پر واجب نہیں۔ منصور نے کہا بے شک، اس ماں کا کیا کہنا جس نے تجھے معزز بنایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تو شریف عورت کی اولاد ہے پھر اس سے بات سُنی اور اُسے انعام دینے کا حکم دیا، اس نے کہا امیرالمومنین، میں اسے کسی ضرورت کے تحت نہیں لے رہا بلکہ صرف اس لیے لے رہا ہوں کہ میں آپ کے انعام پر فخر کر سکوں اور اس نے انعام لے لیا منصور نے اُسے کہا تو جب چاہے مرجا، تیرے کیا کہنے، اگر تیری قوم میں تیرے سوا کوئی آدمی نہ ہوتا تو تو اکیلا ان کی بزرگی کو باقی رکھتا، اس کے چلے جانے کے بعد اس نے اپنے ہم نشینوں سے کہا اس قسم کے آدمیوں کے ساتھ احسان اور نیکی کرنا اچھا ہوتا ہے، مگر ہماری فوج میں اس قسم کے آدمی کہاں ہیں؟

منصور اور معن بن زائدہ

معن بن زائدہ، منصور کے پاس آیا جب اس نے معن کو دیکھا تو کہا اے معن تو ہی وہ شخص ہے جو مروان بن ابی حفصہ کو اس کے اس شعر پر ایک لاکھ درہم دیتا ہے ؎

"معن بن زائدہ ہی وہ شخص ہے جس کی وجہ سے بنو شیبان کے شرف میں ایک اور شرف کا اضافہ ہوا ہے۔"

اس نے جواب دیا امیر المومنین میں نے اسے اس شعر پر ایک لاکھ درہم نہیں دیا بلکہ ان اشعار پر دیا ہے ؎

"تو ہمیشہ الہاشمیہ کے دن خلیفہ کے آگے تلوار سونتے کھڑا رہا اور تو نے اس کے حریم کی حفاظت کی اور ہر ہندی تلوار اور نیزے کے سامنے تو اس کی ڈھال تھا۔"

منصور نے کہا اے معن تو نے بہت اچھا کیا ہے، معن، یزید بن عمر بن ہبیرہ کے ساتھیوں میں سے تھا اور روپوش ہوگیا تھا یہاں تک کہ الہاشمیہ کی جنگ ہوئی۔ تو اس کے متعلق کئی خراسانیوں نے چغلی کی۔ وہ عمامہ اور ڈھاٹا باندھے وہاں موجود تھا جب اس نے دیکھا کہ لوگوں نے منصور پر حملہ کر دیا ہے تو وہ آگے بڑھ کر منصور کے آگے آگے انہیں تلوار سے مارنے لگا جب وہ لوگ منتشر ہوگئے تو منصور نے کہا تو کون ہے؟ اس نے منہ سے ڈھاٹا اتار کر کہا امیر المومنین میں معن بن زائدہ ہوں میں نے آپ کو بہت تلاش کیا ہے، جب منصور واپس آیا تو اس نے معن کو امان دی اور انعام و اکرام دیا اس کی عزت افزائی کی اور پوشاک دی اور اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

ایک روز معن بن زائدہ منصور کے پاس آیا تو منصور نے اُسے کہا، لوگ تیری قوم کے ساتھ حسد کرنے میں بہت تیز ہیں تو اس نے جواب دیا امیر المومنین!

"جوانوں کے ساتھ حسد کیا جاتا ہے آپ کمینے لوگوں کا کوئی حاسد نہ پائیں گے۔"

منصور کے سامنے ایک تیر کا گرنا، جس پر ایک شعر اور ناانصافی کا لکھا ہوا ہونا

ابن عیاس منتوف کا بیان ہے کہ منصور اپنے شہر مدینۃ المنصور کے باب خراسان کی محراب والی نشست گاہ پر بیٹھا ہوا دجلہ کو دیکھ رہا تھا اس نے شہر کے تمام دروازوں کے اوپر

ملحقہ محراب میں اپنی نشست گاہ بنائی ہوئی تھی تاکہ وہ اس جانب کے نزدیکی شہروں کو دیکھ سکے، اس شہر کے چار دروازے تھے جن کی گلیاں بند تھیں اور ان کے ساتھ محراب بنے ہوئے تھے، وہ آج تک (یعنی ۳۳۲ھ تک) موجود ہیں۔ پہلا دروازہ باب خراسان ہے اس کو باب الدولۃ بھی کہتے ہیں کیونکہ عباسی حکومت خراسان سے آئی تھی، دوسرا باب الشام ہے وہ شام کی جانب ہے، تیسرا باب الکوفہ ہے وہ کوفہ کی جانب ہے اور چوتھا باب البصرہ ہے جو بصرہ کی جانب ہے اس شہر کے بنانے کا واقعہ اور دجلہ و فرات اور دجیل و صراۃ کے درمیان اس قطعہ زمین کو منصور کے انتخاب کرنے (یہ نہریں فرات سے پانی لیتی ہیں) اور بغداد کے حالات اور بغداد نام رکھنے کی وجہ اور جو کچھ لوگوں نے اس کے متعلق بیان کیا ہے، سبز گنبد اور اس زمانے میں اس کے سقوط اور واسط عراق میں حجاج کے تعمیر کردہ سبز گنبد اور اس کے اس وقت تک (۳۳۲ھ) موجود ہونے کے واقعات کو ہم اپنی کتاب الاوسط میں بیان کر چکے ہیں، اسی دوران میں کہ باب خراسان کے اوپر کے حصے میں منصور اپنی نشست گاہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک تیر آکر منصور کے سامنے گرا جس کے مارنے والے کے متعلق کچھ پتہ نہ تھا۔ منصور بہت خوفزدہ ہو گیا پھر اسے پکڑ کر الٹنے پلٹنے لگا کیا دیکھتا ہے کہ اس کے دو پروں کے درمیان یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں ؎

"تو قیامت تک زندہ رہنے کی امید لگائے بیٹھا ہے اور تو اپنے مال کو آخرت سے خیال کرتا ہے، عنقریب تجھ سے تیرے گناہوں اور خطاؤں کے متعلق پوچھا جائے گا اور اس کے بعد تجھ سے بندوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔"

پھر اس نے دوسرے پر کے نزدیک پڑھا ؎

"جب سازگار زمانہ آیا تو تو نے زمانے کے متعلق حسن ظن سے کام لیا اور اس برائی سے نہ ڈرا جو قضا و قدر لا رہی ہے، راتوں نے تجھ سے صلح کی تو تو ان سے فریب کھا گیا اور راتوں کی صفائی کے وقت ہی گدلا پن پیدا ہوتا ہے۔"

پھر اس نے دوسرے پر کے پاس پڑھا ؎

"یہ تقدیریں ہیں، جو اپنی لگاموں میں چلتی ہیں، پس صبر کر تقدیر دن کو ایک حال پر

صبر نہیں ہے، وہ ایک دن، کمینے آدمی کو آسمان تک بلند کر دیتی ہیں اور ایک روز بڑے عالی ہمت انسان کو جھکا دیتی ہیں۔"

تیر کی ایک جانب لکھا ہوا تھا، ہمذان کا ایک مظلوم جو تیری قید میں ہے۔

اس نے فوراً اپنے کئی خواص کو بھیجا جنہوں نے جیلوں اور زمین دوز قید خانوں کی چھان بین کی تو انہوں نے قید خانے کی ایک کوٹھڑی میں جس میں چراغ جل رہا تھا اور جس کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا ہوا ہے، ایک بوڑھے کو بیڑیوں میں جکڑا ہوا قبلے کی طرف منہ کر کے اس آیت (وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون)[1] کو دہراتے دیکھا، انہوں نے پوچھا تم کس شہر کے ہو؟ اس نے جواب دیا ہمذان کا، وہ اُسے منصور کے پاس لے آئے، منصور نے اس کا حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں ہمذان کا رہنے والا ہوں، وہاں کے آسودہ حال لوگوں میں سے ہوں، آپ کا والی ہمارے شہر میں آیا میری وہاں پر ایک کروڑ درہم کی جاگیر تھی اس نے اس جاگیر کو مجھ سے لینا چاہا، میں نے انکار کیا تو اس نے مجھے بیڑیوں میں جکڑ دیا اور اٹھا کر اس مکان میں پھینک دیا اور آپ کی طرف لکھا کہ میں نافرمان ہوں، منصور نے کہا تم کب سے قید میں ہو؟ اس نے جواب دیا چار سال سے، منصور نے اس کی بیڑیاں کھولنے اس سے حسن سلوک کرنے اور اُسے آزاد کرنے کا حکم دے دیا اسے اچھا مکان دیا اور اس کی جاگیر اُسے واپس کی اور کہا اے شیخ جب تک تو اور ہم زندہ ہیں ہم نے تجھے یہ جاگیر خراج سمیت واپس کی اور تیرے شہر ہمذان پر ہم نے تجھے والی مقرر کیا اور پہلے والی کا ہم نے تجھے حکم بنایا ہے اور اس کا معاملہ تیرے سپرد کیا ہے پس اس نے منصور کو دعائے خیر دی اور کہا امیر المومنین! جاگیر کو میں نے قبول کیا اور والی بننے کی میں اہلیت نہیں رکھتا اور آپ کے والی کو میں نے معاف کیا، منصور نے اُسے بہت سا مال دیا اور اس سے بڑا فیاضانہ سلوک کیا اور والی کو ہٹانے اور اس کی بے انصافی پر سزا دینے کے بعد شیخ کو بڑی عزت کے ساتھ سوار کر وا کر اس کے شہر بھیج دیا وہ اپنی مہمات اور ملکی واقعات کے متعلق شیخ سے خط و کتابت کر کے اس سے مشورہ لیتا رہا اور جنگ اور خراج میں اپنے والیوں کے حالات اُسے بتاتا

---

[1] (ترجمہ) اور جلدی جان لیں گے ظالم کہ وہ کونسی جگہ پھریں گے۔ (شعراء۔ آیت ۲۲۷)

رہا پھر منصور یہ شعر پڑھنے لگا۔

"جو شخص زمانے سے مصاحبت کرتا ہے وہ ایک دن بھی اس کے
تصرف سے بے خوف نہیں ہو سکتا۔ اور زمانہ نرم اور سخت ہوتا رہتا ہے
اور ہر چیز خواہ وہ سلامت ہی رہے جب اپنے اخیر کو پہنچتی ہے تو اس
کا کوتاہ ہو جانا ضروری ہے۔"

منصور کا ابومسلم کے بارے میں مشورہ طلب کرنا

ایک روز منصور نے سالم بن قتیبہ سے کہا تیرا ابومسلم کے متعلق کیا خیال ہے، اس نے جواب دیا اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان برباد ہو جاتے، منصور نے کہا ابن قتیبہ یہی کافی ہے تو نے اُسے یاد رکھنے والے کان دیے ہیں، ابن داُب وغیرہ نے عیسیٰ بن علی سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ منصور ہمیشہ ہم سے تمام امور میں مشورہ کرتا تھا یہاں تک کہ ابراہیم بن ہرمتہ نے اس کی مدح کی اور اپنے ایک قصیدہ میں اس کے متعلق کہا کہ

"جب وہ کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے ضمیر سے مشورہ کرتا ہے اور
ضمیر سے مشورہ کرنے والا مختلف العقل نہیں ہوتا، جب رسی کے بل
اُنگلیوں سے نکل جائیں تو وہ اپنے دونوں کانوں کو بھی اپنے راز میں
شریک نہیں کرتا۔"

جب منصور نے ابومسلم کے قتل کا ارادہ کیا تو اپنی رائے کے آغاز اور مشورہ کے درمیان غلطی کر گیا تو اس بات نے اس کی نیند اُڑا دی تو اس نے کہا ؂

"مجھے دو باتوں نے تقسیم کر لیا جن کا میں نے دانائی سے امتحان نہیں
لیا اور مجھے لوگوں نے تجربہ کار نہیں بنایا، اور دل پر پوشیدہ غم جیسا حملہ
کسی چیز نے نہیں کیا اور عدنانیوں کو اس بات کا علم ہے کہ میں اس قسم کے
معاملات میں بڑا دلیر اور جرأت مند ہوں۔"

عبداللہ بن علی کی بغاوت

عبداللہ بن علی نے منصور کی مخالفت کی اور اپنے شامی ساتھیوں اور دیگر لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی، انہوں نے اس کی بیعت کر لی، اور اس نے خیال کیا کہ سفاح نے اپنے بعد

خلافت، مروان کے قاتل کو دی ہے، جب منصور کو عبداللہ کی اس حرکت کا علم ہوا تو اس نے اُسے لکھا ؎

"میں تیرے مقابلے میں اپنے آپ کو اس جگہ رکھوں گا جہاں تو نے مجھے رکھا ہوا ہے اور زمانے کے ایام کے عواقب بھی ہوتے ہیں۔"

پھر اس نے ابو مسلم کو اس کی طرف بھیجا اور بلاد نصیبین میں دیر اعور کے مقام پر ان کی بہت جنگیں ہوئیں کئی ماہ تک دونوں فریق ڈٹ کر جنگ کرتے رہے اور انہوں نے خندقیں کھود لیں، پھر عبداللہ بن علی اپنے ساتھیوں سمیت شکست کھا گیا اور اپنے خواص کی ایک جماعت کے ساتھ بصرہ کی طرف چلا گیا، وہاں پر اس کا بھائی سلیمان بن علی، منصور کا چچا حکمران تھا، ابو مسلم عبداللہ کی فوج کے تمام مال کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا اور منصور نے یقطین بن موسیٰ کو خزائن حاصل کرنے کے لیے ابو مسلم کی طرف بھیجا، جب یقطین، ابو مسلم کے پاس پہنچا تو اس نے کہا اے امیر السلام علیک، اس نے جواب دیا اے گندی عورت کے بیٹے اللہ تعالیٰ تجھے سلامت نہ رکھے، مجھے خون کے متعلق امین خیال کیا جاتا ہے اور اموال کے متعلق امین نہیں سمجھا جاتا، اس نے کہا اے امیر آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا، اس نے کہا تجھے تیرے آقا نے ان خزائن کو قابو کرنے کے لیے بھیجا ہے جو میرے ہاتھ میں ہیں۔ اس نے کہا، اگر امیر المومنین نے فتح کی مبارکباد کے سوا، کسی اور کام کے لیے مجھے تیرے پاس بھیجا ہو تو میری بیوی کو تین طلاقیں ہوں تو ابو مسلم نے اُسے گلے لگایا اور اپنے پہلو میں بٹھایا اور جب وہ واپس آ گیا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا خدا کی قسم میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں لیکن اپنے آقا سے وفاداری کی ہے۔

ابو مسلم کا منصور کی مخالفت کرنا اور قتل ہونا

ابو مسلم، جزیرہ سے چلا اور اس نے منصور کی مخالفت کا پختہ ارادہ کر لیا اور خراسان کے راستے پر عراق سے بچتا ہوا خراسان چلا گیا، منصور، انبار سے مدائن کے لیے چلا اور کسریٰ کے تعمیر کردہ شہر رومیۃ المدائن میں اُترا قبل ازیں ہم یہ بات بیان کر آئے ہیں کہ اس نے ابو مسلم کو لکھا کہ میں آپ سے کچھ باتوں کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا ہوں جو تحریر میں نہیں لائی جا سکتیں، تو آ جا کیونکہ تیرا قیام ہمارے

ہاں بہت تھوڑا ہوگا، اس نے خط کو پڑھا اور اسی طرح آگے پڑھتا گیا، تو منصور نے اس کی طرف جریر بن یزید بن جریر بن عبداللہ بجلی کو روانہ کیا وہ اپنے زمانے کا یکتا اور کایاں آدمی تھا اور خراسان میں اس کی اور ابومسلم کی پرانی جان پہچان تھی، اس نے اس کے پاس آکر کہا اے امیر تو نے اس گھرانے کے لوگوں کی خاطر لوگوں کو بے دریغ قتل کیا ہے اور پھر تو اس حالت میں آگیا ہے ؟ مجھے خدشہ ہے کہ یہاں وہاں سے کوئی تجھ پر عیب لگائے اور یہ کہے کہ اس نے ایک قوم کا بدلہ لیا اور پھر ان کی بیعت توڑ دی اور وہ شخص بھی تیرا مخالف ہو جائے جس کی مخالفت سے تو محفوظ ہے اور جس بات کو تو پسند نہیں کرتا ابھی تک وہ تیرے خلیفے کے پاس نہیں پہنچی اور نہ میں سمجھتا ہوں کہ تو اس حالت کو پہنچ جائے گا، پس اس نے چاہا کہ اُسے اپنے رجوع کے متعلق جواب دے مگر مالک بن ہیثم نے اُسے کہا کہ ایسا نہ کرنا، اس نے مالک سے کہا تو ہلاک ہو، مجھے ابلیس سے پالا پڑ گیا ہے اور ایسا پالا مجھے کبھی نہیں پڑا یعنی جریر سے، وہ مسلسل اُسے کہتا رہا یہاں تک کہ اُسے منصور کے پاس لے آیا، ابومسلم گذشتہ کتب میں اپنی تعریف میں یہ پیشگوئی بھی پاتا تھا کہ وہ رومیوں سے لڑے گا اور وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ وہ جنگوں کی پیشگوئیوں کے مطابق رومیوں سے لڑے گا اور وہ ایک حکومت کو ختم کرے گا اور ایک کو زندہ کرے گا، جب وہ منصور کے پاس آیا تو لوگوں نے اُسے خوش آمدید کہا اور معانقہ کیا۔ منصور نے اُسے کہا قبل اس کے کہ میں تیرے متعلق اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کروں تو نے چلے جانے کی تدبیر کرلی۔ اس نے جواب دیا امیرالمومنین میں آگیا ہوں آپ حکم دیجیے اس نے اسے واپس گھر جانے کا حکم دیا اور وہ اس کی ہلاکت کے موقع کا انتظار کرنے لگا، ابومسلم کئی بار سوار ہوکر منصور کے پاس گیا مگر اس نے اس پر کوئی بات ظاہر نہ ہونے دی، پھر وہ سوار ہوکر گیا تو اس نے اُسے متہم کیا، تو ابومسلم عیسٰے بن موسٰے کے پاس گیا اور وہ اس کے متعلق اچھی رائے رکھتا تھا، اس نے چاہا کہ اُسے کہا کہ میرے ساتھ منصور کے پاس چلو اور اس کے سامنے اُسے ملامت کرو، اس نے اُسے حکم دیا کہ تم منصور کے پاس پہلے پہنچو میں پیچھے پیچھے آتا ہوں، پس ابومسلم، منصور کے خیمے میں پہلے چلا گیا جو رومیۃ المدائن میں دجلہ کے کنارے پر تھا، اور اندر داخل ہوکر پردے کے نیچے بیٹھ گیا، اُسے بتایا گیا کہ منصور نماز کے لیے وضو کر رہا ہے، منصور

اپنے باڈی گارڈز کے افسر عثمان بن نہیک کے پاس ایک جماعت کے ساتھ آیا جس میں شبیب بن رواح مروروزی اور ابوحنیفہ حرب بن قیس بھی تھے اور انہیں حکم دیا کہ وہ اس تخت کے پیچھے کھڑے ہو جائیں جو ابومسلم کے پیچھے ہے اور یہ حکم بھی دیا کہ جب وہ اس پر ناراض ہو اور اس کی آواز بلند ہو جائے تو وہ حملہ نہ کریں لیکن جب وہ تالی بجائے تو حملہ کر کے اُسے قتل کر دیں اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیں منصور اپنی نشست پر بیٹھ گیا اور ابومسلم نے اندر جا کر اُسے سلام کہا اس نے سلام کا جواب دیا اور اُسے بیٹھنے کی اجازت دی اور کچھ دیر اس سے باتیں کیں پھر وہ اس سے ناراض ہونے لگا اور کہنے لگا تو نے یہ کیا اور تو نے وہ کیا، ابومسلم کہنے لگا یہ باتیں میرے کارناموں اور آزمائشوں کے بعد مجھے نہیں کہنی چاہئیں، منصور نے کہا او خبیث عورت کے بچے، یہ کام ہماری قسمت کی وجہ سے ہوا ہے اگر تیری جگہ ایک سیاہ لونڈی بھی ہوتی تو یہ کام کر گزرتی۔ کیا تو نے مجھے اپنے نام سے ابتدا کرتے ہوئے خط نہیں لکھا اور کیا تو نے مجھے نہیں لکھا کہ تو آسیہ بنت علی کو پیغام نکاح دے اور تو اپنے آپ کو سلیط بن عبداللہ بن عباس کا بیٹا خیال کرتا ہے، تیری ماں مر جائے تو بڑی مشکل چڑھائی پر چڑھ گیا ہے ابومسلم اس کے ہاتھ کو پکڑ کر چومنے اور معذرت کرنے لگا اور منصور نے اُسے آخری بات یہ کہی کہ اگر میں تجھے قتل نہ کروں تو اللہ مجھے قتل کر دے اور اس نے اُسے بتایا کہ تو نے سلیمان بن کثیر کو قتل کیا ہے پھر اس نے تالی بجائی تو لوگ جلدی سے اس کے پاس آئے پس عثمان بن نہیک نے جلدی سے تلوار کی ایک ہلکی سی ضرب لگائی جس سے ابومسلم کی تلوار کا پرتلہ کٹ گیا اور شبیب بن روح نے تلوار مار کر اس کی ٹانگ کاٹ دی پھر اس پر پے بہ پے تلواریں برسنے لگیں جس سے اس کے اجزا گڈمڈ ہو گئے اور اس کا کام تمام کر دیا گیا، منصور چلا رہا تھا کہ خدا تعالیٰ تمہارے ہاتھوں کو قطع کرے اسے مار دو، ابومسلم نے پہلی تلوار لگنے پر کہا امیرالمومنین مجھے اپنے دشمن کے لیے باقی رکھ لو، اس نے کہا اگر میں تجھے زندہ رہنے دوں تو خدا تعالیٰ مجھے نہ زندہ رہنے دے اور تجھ سے بڑھ کر میرا دشمن کون ہے؟

ابومسلم کا قتل شعبان ۱۳۶ھ میں ہوا، اسی سال منصور کی بیعت ہوئی اور عبداللہ بن علی کو شکست ہوئی، ابومسلم قالین میں لپیٹ دیا گیا۔

عیسیٰ بن موسےٰ نے آکر کہا امیرالمومنین! ابومسلم کہاں ہے، منصور نے کہا وہ ابھی یہیں تھا اس نے کہا امیرالمومنین آپ کو اس کی اطاعت اور خیر خواہی کا پتہ ہی ہے اور امام ابراہیم کی اس کے متعلق جو رائے تھی اُسے بھی آپ جانتے ہیں، منصور نے اُسے کہا، او سب سے بڑے احمق! میں رُوئے زمین میں تیرا اس سے بڑا دُشمن کوئی نہیں پاتا، یہ وہ قالین میں لپٹا پڑا ہے عیسےٰ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جعفر بن حنظلہ اس کے پاس آیا تو منصور نے اُسے کہا، ابومسلم کے متعلق تیرا کیا خیال ہے اس نے کہا امیرالمومنین! اگر میں اس کے سر کا ایک بال بھی پکڑ لوں تو اُسے قتل کر دوں، پھر قتل کر دوں، پھر قتل کر دوں، منصور نے کہا اللہ تعالےٰ تجھے توفیق دے، یہ وہ قالین میں لپٹا پڑا ہے جب اُس نے اُسے مقتول دیکھا تو کہا امیرالمومنین اس دن کو اپنی خلافت کا پہلا دن شمار کیجیے، سفاح نے بھی منصور کے مشورے سے اس کے قتل کا ارادہ کیا تھا پھر وہ اس کے قتل سے باز رہا، منصور نے جب کہ ابومسلم اس کے سامنے مرا پڑا تھا، حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر کہا ؎

"تو نے خیال کیا کہ قرض ختم نہیں ہوگا پس مجرم کے باپ کو پورا تول دے اور
اس پیالے سے جس سے تو شراب پیتا تھا ابلوے سے کبھی تلخ چیز اپنے
حلق میں اُتار۔"

منصور نے نصر بن مالک سے جو ابومسلم کی پولیس کا افسر تھا کہا کہ ابومسلم نے تجھ سے میری طرف آنے کے متعلق مشورہ پوچھا تھا تو تُو نے اُسے روک دیا تھا اس نے کہا ہاں، منصور نے کہا کیوں؟ اس نے کہا میں نے آپ کے بھائی امام ابراہیم کو اپنے باپ سے بیان کرتے سُنا ہے کہ جب آدمی مشورہ لینے والے کی خالص خیر خواہی کرے تو ہمیشہ اس کی عقل میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور میری پوزیشن اس کے لیے یہی تھی اور اب یہی پوزیشن میری آپ کے لیے ہے۔

ابومسلم کے ساتھیوں نے مضطرب ہو کر اموال کو آپس میں بانٹ لیا انہیں اس کے قتل کا پتہ چل گیا لیکن وہ خوف و رغبت کی وجہ سے خاموش ہو رہے۔

ابومسلم کے قتل کے بعد منصور کا خطبہ

منصور نے ابومسلم کے قتل کے بعد لوگوں سے خطاب کیا اور کہا اے لوگو! اطاعت

کے اُنس سے معصیت کی وحشت کی طرف نجاؤ اور ائمہ سے پوشیدہ کینہ نہ رکھو، جو شخص اپنے امام سے پوشیدہ کینہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کی زبان اور اس کے اعمال کی لغزشوں سے اس کی دلی حالت کو نمایاں کر دے گا، اللہ تعالیٰ اُسے اس امام کے سامنے ظاہر کر دے گا جس کو اس نے اپنے دین کے اعزاز اور حق کے غلبہ کے لیے آگے کیا ہے، ہم نے تمہاری حق تلفی نہیں کی اور نہ دین کے اس حق میں کچھ کمی ہے جو تمہارے ذمے ہے جس نے اس قمیص کے کاج کے متعلق بھی ہم سے جھگڑا کیا ہم اس کو اس چیز سے جو اس نیام میں ہے روند کر رکھ دیں گے ابومسلم نے ہماری بیعت کی اور ہمارے لیے بیعت لی اور جو شخص ہماری بیعت توڑ دے وہ اپنے خون کو ہمارے لیے حلال کر دیتا ہے پھر اس نے ہماری بیعت توڑی تو ہم نے اس کے خلاف وہی حکم دیا جو دوسروں کے لیے دیتے ہیں اور حق کی رعایت نے ہمیں اس پر حق کے قائم کرنے سے نہیں روکا۔

الخرمیہ ابومسلم کا دوست فرقہ خرمیہ

جب ابومسلم کے قتل کی اطلاع خراسان اور جبال وغیرہ میں پہنچی تو الخرمیہ مضطرب ہو گئے اس فرقہ کو المسلمیہ بھی کہتے ہیں یہ ابومسلم اور اس کی امامت کے قائل ہیں اس کی وفات کے بعد ان میں اختلاف پیدا ہو گیا، ان میں بعض کا خیال ہے کہ ابومسلم نہ مرا ہے اور نہ مرے گا جب تک وہ ظاہر ہو کہ زمین کو عدل و انصاف سے پر نہ کر دے اور ایک فرقہ اس کی موت کا قائل اور اس کی بیٹی فاطمہ کی امامت کا قائل ہے، یہ لوگ فاطمی کہلاتے ہیں اور اس وقت (یعنی ۳۳۲ھ میں) اکثر خرمیہ، کردکیہ اور لودشاہیہ کہلاتے ہیں۔ یہ دونوں فرقے خرمیہ میں سب سے بڑے فرقے ہیں، انہی میں سے بابک خرمی تھا جس نے بدین میں جو آذربائیجان اور الران کے علاقے میں ہے مامون اور معتصم کے خلاف خروج کیا تھا، ہم اس کے حالات اور قتل کے واقعات کو معتصم کے حالات میں بیان کریں گے انشاء اللہ، اکثر خرمیہ، خراسان، رے، اصبہان، آذربائیجان، کرج ابودلف، برج اور ورسنجان کے علاقوں میں رہتے ہیں، نیز بلاد صیروان، صیمرہ اور اربوحان کے علاقے میں رہتے ہیں جو بلاد ماسبذان سے تعلق رکھتا ہے ان لوگوں کی اکثریت بستیوں اور جاگیروں میں رہتی ہے ان کے دلوں میں یہ بات جاگزیں ہے کہ انہیں مستقبل میں بڑی شان و شوکت حاصل ہو گی، خراسان وغیرہ میں انہیں باطنیہ کہا جاتا ہے، ہم نے ان کے مذاہب اور فرقوں کا حال اپنی کتاب

"المقالات فی اصول الدیانات" میں بیان کیا ہے اگرچہ المقالات میں لکھنے والے مؤلفین کتب اس بارے میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں۔

منصور کی فوج اور الخرمیہ کے درمیان جنگ

الخرمیہ کو جب ابومسلم کے قتل کا پتہ چلا تو وہ خراسان میں جمع ہوئے اور سنفاد نیشاپوری، ابومسلم کے خون کا بدلہ لینے کے لیے ایک عظیم فوج کے ساتھ خراسان سے رَی میں آیا اس نے رَی، قومس اور اس کے آس پاس کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ رَی میں ابومسلم کے خزائن پر قبضہ کر لیا جبال اور طبرستان کے لوگوں کی شمولیت سے اس کی فوج میں بہت اضافہ ہوگیا، جب ان کے آنے کی خبر منصور کو پہنچی تو اس نے جہور بن مراد عجلی کو دس ہزار فوج کے ساتھ بھیجا اس کے پیچھے بھی فوج بھیجی، جنگل کے کنارے ہمذان اور رَی کے درمیان دونوں فوجوں کی شدید جنگ ہوئی اور دونوں فریقوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، سنفاد قتل ہوگیا اور اس کے ساتھی بھاگ گئے ان میں سے ساٹھ ہزار قتل ہوگئے اور بہت سے لوگ اور بچے قید ہوگئے اس کے خروج اور قتل کے درمیان ستر راتوں کا عرصہ تھا۔ یہ ابومسلم کے قتل کے چند ماہ بعد ۱۳۶ھ کا واقعہ ہے۔

محمدؐ بن عبداللہ بن حسن نفس زکیہ کا ظہور

۱۴۵ھ میں محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب کا مدینہ میں ظہور ہوا اور بہت سے شہروں میں اس کی بیعت ہوئی اس کے زہد و عبادت کی وجہ سے اُسے نفس زکیہ کہتے تھے، وہ منصور سے روپوش رہا یہاں تک کہ منصور نے اس کے باپ عبداللہ بن حسن اس کے چچاؤں اور بہت سے اہالی و موالی کو پکڑ لیا اس وقت تک وہ ظاہر ہوا، جب محمد بن عبداللہ نے مدینہ میں ظہور کیا تو منصور نے اسحاق بن مسلم عقیلی کو بلایا جو بڑا تجربہ کار اور عقل مند تھا منصور نے اُسے کہا، اس باغی کے متعلق مجھے کچھ بتاؤ اس نے کہا مجھے اس کی تعریف بتاؤ اس نے کہا یہ آدمی حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہے اور صاحب علم، زاہد اور متقی ہے اس نے کہا اس کے پیروکار کون ہیں، منصور نے کہا علی، جعفر، عقیل، عمر بن خطاب، زبیر بن عوام اور دیگر قریش اور انصار کی اولاد، اس نے کہا مجھے اس شہر کی تعریف بتاؤ جس میں اس کا ظہور ہوا ہے منصور نے کہا وہ ایک ایسا شہر ہے جہاں نہ کھیتی ہے نہ دودھ اور نہ ہی وہاں

وسیع تجارت ہے، اس نے تھوڑی دیر سوچ کر کہا امیرالمومنین بصرہ کو آدمیوں سے بھردو منصور نے اپنے دل میں کہا اس آدمی کی عقل ماری گئی ہے میں اس سے ایک باغی کے متعلق پوچھ رہا ہوں جس نے مدینہ میں بغاوت کی ہے اور یہ مجھے کہتا ہے کہ بصرہ کو آدمیوں سے بھردو، منصور نے اس شیخ سے کہا واپس چلے جاؤ، ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ یہ اطلاع آئی، ابراہیم نے بصرہ میں ظہور کیا ہے، منصور کہنے لگا اس عقیلی کو میرے پاس لاؤ، جب وہ آیا تو اس نے اُسے اپنے قریب کیا اور کہا میں نے ایک باغی کے متعلق جس نے مدینہ میں بغاوت کی تھی آپ سے مشورہ لیا تو آپ نے مجھے بتایا کہ بصرہ کو آدمیوں سے بھردو، کیا بصرہ کے متعلق آپ کو کچھ علم ہے اس نے جواب دیا نہیں، لیکن تو نے مجھے ایک آدمی کے خروج کے متعلق بتایا ہے، جب اس جیسا آدمی خروج کرتا ہے تو کوئی شخص پیچھے نہیں رہتا پھر تو نے مجھے اس شہر کے متعلق بتایا ہے جس میں اس نے ظہور کیا ہے وہ ایک تنگ حال شہر ہے جو فوجوں کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا، میں نے دل میں کہا کہ وہ آدمی کسی اور جگہ جائے گا تو میں نے مصر، کوفہ اور شام کے متعلق سوچا تو انہیں مضبوط پایا پھر میں نے بصرہ کے متعلق سوچا تو مجھے اس کے خالی ہونے کی وجہ سے خوف محسوس ہوا، تو میں نے اس کے بھرنے کو کہہ دیا منصور نے اُسے کہا تو نے بہت اچھی بات کی ہے بصرہ سے اس کے بھائی نے خروج کیا ہے مدینہ والے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے اس نے کہا جب وہ کہتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہوں تو تو بھی اس سے ویسی بات کر کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عم زاد ہوں، منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ کو کہا کہ یا تو تو اس کی طرف جا اور میں یہاں رہ کر فوج سے تجھے مدد دوں اور یا تو میرے پیچھے کے کام سنبھال اور میں اس کی طرف جاتا ہوں، عیسیٰ نے کہا امیرالمومنین میں اپنی جان دے کر بھی آپ کو بچاؤں گا اور میں ہی اس کی طرف جاؤں گا منصور نے اُسے کوفہ سے چار ہزار سواروں اور دو ہزار پیادوں کے ساتھ اس کی طرف بھیجا اور اس کے پیچھے محمد بن قحطبہ کو بے شمار فوج کے ساتھ بھیجا، وہ محمد کے ساتھ مدینہ میں لڑے یہاں تک کہ وہ ۴۵ سال کی عمر میں قتل ہو گیا جب بصرہ میں ابراہیم کو اپنے بھائی محمد بن عبداللہ کے قتل ہونے کی خبر ملی تو اس نے منبر پر چڑھ کر لوگوں کو اس کی موت کی خبر دی اور بطور

تمثل یہ شعر پڑھے۔

"اے بہترین سوار، جس شخص کو تیرے جیسے آدمی کی تکلیف پہنچے حقیقت میں
وہی دردمند ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اگر میں ان سے ڈرتا اور دل ان
کے خوف کو محسوس کرتا تو وہ گھبراہٹ کا اظہار کرتا نہ انہوں نے اُسے قتل کیا
ہے اور نہ میں نے اپنے بھائی کو ان کے لیے چھوڑا ہے یہاں تک کہ ہم اکٹھے
مریں گے یا اکٹھے جئیں گے۔"

محمدؐ بن عبداللہ کے بھائیوں کا شہروں میں پھیل جانا

محمد کے بھائی اور اس کے بیٹے شہروں میں اس کی امامت کی دعوت دیتے ہوئے پھیل گئے اس کا بیٹا علی بن محمد مصر گیا اور وہاں پر قتل ہو گیا۔
اس کا دوسرا بیٹا عبداللہ خراسان کی طرف گیا جب اس کی تلاش کی گئی تو وہ سندھ کی طرف
بھاگ گیا اور وہیں پر قتل ہو گیا اور اس کا تیسرا بیٹا حسن، یمن کی طرف گیا جہاں اُسے قید
کر دیا گیا اور وہ قید ہی میں فوت ہو گیا۔ اس کا بھائی موسےٰ جزیرہ کی طرف بجیئی، رَی اور
پھر طبرستان کی طرف چلا گیا، اس کے حالات کا تذکرہ ہم اس کتاب میں ہارون الرشید
کے حالات میں کریں گے۔ اس کا بھائی ادریس بن عبداللہ، مغرب کی طرف گیا تو بہت سے
لوگوں نے اس کی بات کو قبول کیا منصور نے ان شہروں میں جنہیں اس نے اکٹھا کر لیا
تھا ایک آدمی کو بھیجا جس نے اُسے دھوکے سے زہر دے کر قتل کر دیا، اس کی جگہ
ادریس بن ادریس بن عبداللہ بن حسن بن حسن اس کا قائم مقام بن کر کھڑا ہوا اور یہ شہر
انہی کے نام سے مشہور ہو گیا، بعض کہتے ہیں کہ شہر ادریس بن ادریس کے نام سے مشہور
ہوا ان کے حالات، عبیداللہ والیٔ مغرب اور اس کے تعمیر کردہ شہر المہدیہ کے حالات
اس کے بعد اس کے بیٹے ابو القاسم کے حالات اور حمص کے شہر سلمیہ سے ان کے مغرب
کی طرف جانے کے واقعات کو اپنی کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے، اس کے بھائی
ابراہیم نے بصرہ جا کر ظہور کیا تو اہل فارس و اہواز اور دیگر شہروں نے اُسے قبول کر لیا
وہ زیدیہ کی بے شمار فوج اور بغدادی معتزلہ کی ایک ہمنوا جماعت کے ساتھ بصرہ
سے چلا اس کے ساتھ عیسیٰ بن زید بن علی بن حسن بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب بھی
تھا، منصور نے اس کے مقابلہ میں عیسےٰ بن موسےٰ اور سعید بن مسلم کو بہت سی فوج

کے ساتھ بھیجا اس نے مقابلہ میں آکر جنگ کی اور باخمری مقام پر قتل ہوگیا جو کوفہ کی ارض طف سے سولہ فرسخ کے فاصلہ پر ہے، یہ وہ جگہ ہے جس کا ذکر ابراہیم کے مرثیہ نگار شعراء نے کیا ہے دعبل بن علی خزاعی اپنے قصیدہ میں جو اس نے ابراہیم کی مدح میں کہا ہے اور جس کا پہلا شعر یہ ہے کہتا ہے ؎

"آیات کے مدارس، تلاوت سے خالی ہوگئے ہیں اور وحی کے نزول کی جگہ بے آب وگیاہ جنگل بن گئی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"کچھ قبریں، کوفان میں ہیں اور کچھ طیبہ اور فخ میں ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت نازل ہو اور کچھ جوزجان کے علاقے میں ہیں اور ایک قبر باخمری میں غربات کے پاس ہے۔"

جو زیدیہ شیعوں میں سے چار سو آدمی مارے گئے بعض کہتے ہیں کہ پانچ سو مارے گئے ایک مؤرخ نے حماد ترکی سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ منصور، دجلہ کے کنارے ایک خانقاہ میں اُترا ہوا تھا اس جگہ کو آج کل خلد اور مدینۃ السلام کہتے ہیں کہ دوپہر کے وقت ربیع اس کے پاس آیا منصور اپنے کمرے میں سویا ہوا تھا حماد اس کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا۔ ربیع کے ہاتھ میں محمد بن عبداللہ کے خروج کے متعلق ایک نقشہ تھا ربیع نے کہا حماد! دروازہ کھول دو، میں نے کہا یہ امیرالمومنین کے سونے کا وقت ہے اس نے کہا تیری ماں تجھے کھو دے، دروازہ کھول دے، وہ بیان کرتا ہے کہ منصور نے اس کی یہ بات سُن لی اس نے اُٹھ کر دروازہ کھول دیا اور اس سے نقشہ لے لیا اور اس کی تحریر پڑھی اور یہ آیت پڑھی "والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ کلما اوقدوا ناراً للحرب اطفاھا اللہ ویسعون فی الارض فساداً ط واللہ لا یحب المفسدین[1]۔" پھر اس نے لوگوں، غلاموں، جرنیلوں اور اپنے اہلبیتؑ و اصحاب

[1] (ترجمہ) اور ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیا قیامت تک۔ جب وہ لڑائی کے لیے آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے اور وہ زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

(المائدہ۔ آیت ۶۴)

کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور حماد ترکی کو اس نے گھوڑوں کے زین کسنے کا حکم دیا، سلیمان بن مجالد، اور مسیب بن زہیر کو پیشقدمی کا حکم دے دیا اس نے فوج کو نکالا پھر باہر آ کر منبر پر چڑھ کر حمد و ثنائے الٰہی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے بعد اس نے کہا سے

"مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں سعد کو بُرا بھلا کہنے سے رُکتا ہوں اور وہ مجھے گالیاں
دیتا ہے۔ اور اگر میں بنی سعد کو گالیاں دُوں تو وہ رُک جائیں وہ جہالت کا
اظہار کرتے ہوئے اور اپنے دُشمن کو بُزدلی دکھاتے ہوئے ایسا کرتے
ہیں اور جہالت اور بُزدلی دونوں بہت بُری خصلتیں ہیں۔"

بخدا ہم جس حکومت کے لیے کھڑے ہوئے ہیں وہ اس سے عاجز آ چکے ہیں پس نہ انہوں نے قائم کا شکریہ ادا کیا ہے اور نہ کفایت کرنے والے کی تعریف کی ہے، انہوں نے ایک راستہ بنایا ہے مگر اُسے بہت دشوار پایا ہے انہوں نے رشک کیا ہے مگر اُسے حقیر جانتا ہے پس تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ میں میلے پانی کے بعد گدلا پانی پیوں ہرگز نہیں خدا کی قسم مجھے ذلیل زندگی کی نسبت عزت کی موت بہت محبوب ہے اور اگر وہ میرے عفو سے راضی نہیں تو وہ مجھ سے وہ چیز طلب کرتا ہے جو میرے پاس موجود نہیں اور سعادت مند وہ ہوتا ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرتا ہے پھر وہ منبر سے اُترا اور غلام کو کہنے لگا گھوڑے کو آگے لاؤ اور فوراً سوار ہو کر اپنے پڑاؤ میں چلا گیا اور کہنے لگا اے اللہ ہمیں اپنی مخلوق کے سپرد کرنا کہ ہم ضائع ہو جائیں اور نہ ہمیں ہمارے سپرد کرنا کہ ہم عاجز آ جائیں، ہمیں اپنی سپردگی ہی میں رکھنا۔

کہتے ہیں کہ منصور کے لیے ہڈی کے مغز اور شکر سے ایک کھانا تیار کیا گیا جسے اس نے بہت پسند کیا اور کہنے لگا کہ ابراہیم مجھے اس کھانے اور اس قسم کے دیگر کھانوں سے محروم کرنا چاہتا ہے۔

روایت ہے کہ ابراہیم اور محمد کے قتل کے بعد ایک روز منصور نے اپنے ہمنشینوں سے کہا خدا کی قسم میں نے بنو مروان کا حجاج سے زیادہ خیر خواہ کوئی نہیں دیکھا، تو مسیب بن زہیر الضبی نے کھڑے ہو کر کہا امیر المومنین حجاج نے کوئی ایسا کام نہیں کیا کہ ہم اس سے پیچھے رہ گئے ہوں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے زمین پر کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی جو ہمیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عزیز ہو اور تو نے ہمیں

آپ کی اولاد کے قتل کا حکم دیا ہے اور ہم نے تیری اطاعت کی ہے اور اُسے قتل کیا ہے، کیا ہم نے تیری خیر خواہی کی ہے یا نہیں؟ منصور نے اُسے کہا تو کبھی نہ بیٹھے بیٹھ جا۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس نے ۱۴۴ھ میں حج سے واپسی پر عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی اور عبداللہ کے دونوں بیٹوں محمد اور ابراہیم اور اس کے بہت سے اہلبیت کو گرفتار کر لیا اور انہیں عراق کے راستے، مدینہ سے ربذہ لایا گیا، عبداللہ بن حسن کے ساتھ جو لوگ لائے گئے ان میں ابراہیم بن حسن بن حسن، ابوبکر بن حسن بن حسن، علی الخیر، اس کا بھائی عباس عبداللہ بن حسن بن حسن، حسن بن جعفر بن حسن بن حسن، ان کے ساتھ محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان جو عبداللہ بن حسن بن حسن کے ماں زاد بھائی تھے ان کی ماں فاطمہ بنت حسین بن علی تھیں ان کی نانی حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں بھی تھے منصور محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان کے پاس ربذہ گیا اور اُسے سو کوڑے مارے اور اس سے اس کے بھتیجوں محمد اور ابراہیم کے متعلق پوچھا، اس نے جواب دیا مجھے ان کی جگہ کے متعلق کچھ معلوم نہیں، اس کی دادی نے کبھی اس وقت سوال و جواب کیے، منصور ربذہ سے چلا آیا وہ ایک خیمہ میں تھا اور مشقت نے قیدیوں کو کمزور کر دیا تھا انہیں بے پردہ محملوں پر لایا گیا۔ منصور ان کے پاس سے گزرا تو عبداللہ بن حسن نے اُسے آواز دے کر کہا اے ابو جعفر ہم نے جنگِ بدر کے روز تمہارے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا تھا تو اس نے انہیں کوفہ بھجوا دیا اور ایک زیرِ زمین تہہ خانے میں قید کر دیا جہاں وہ دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں فرق نہ کر سکتے تھے اور اس نے ان میں سے داؤد بن حسن بن حسن کے دو بیٹوں سلیمان اور عبداللہ اور موسےٰ بن عبداللہ بن حسن اور حسن بن جعفر کو چھوڑ دیا اور بقیہ لوگوں کو جن کا ہم نے ذکر کیا ہے قید رکھا اور وہ قید ہی میں مر گئے یہ کوفہ کے پل کے قریب دریائے فرات کے کنارے قید تھے ان مقامات کی آج تک زیارت کی جاتی ہے (یعنی ۳۳۲ھ تک) منصور نے ان جگہوں کو گرا دیا۔ قیدی جن جگہوں پر وضو کرتے تھے وہاں انہیں سخت بدبو آنے لگی تو ان کے کسی غلام نے کچھ خوشبو رکھ دی جس سے انہوں نے بدبو کو ختم کیا، ان کے پاؤں میں ورم ہو جاتا جو بڑھتے بڑھتے دل تک پہنچ جاتا جس سے آدمی مر جاتا۔

ایک اور طریق سے یہ بیان ہوا ہے کہ جب انہیں اس جگہ قید کیا گیا تو انہیں اوقات

نماز معلوم کرنے میں مشکل پیش آنے لگی تو انہوں نے قرآن پاک کے پانچ حصے کر دیے اور ان میں سے ہر آدمی جب اپنے ایک جزو کے پڑھنے سے فراغت حاصل کر لیتا تو وہ سب نماز پڑھ لیتے اب ان میں پانچ آدمی باقی رہ گئے تھے، اسماعیل بن حسن فوت ہو گیا تو اس کی لاش وہیں رہنے دی گئی یہاں تک کہ اس نے بدبو چھوڑ دی تو داؤد بن حسن بے ہوش ہو کر مر گیا ابراہیم بن عبداللہ کا سر لایا گیا تو منصور نے اُسے ربیع کے ہاتھ ان کی طرف بھجوایا اس نے سر کو ان کے سامنے رکھ دیا عبداللہ نماز پڑھ رہے تھے تو ان کے بھائی ادریس نے انہیں کہا اے ابو محمد نماز جلدی پڑھیے وہ اس طرف متوجہ ہوئے اور اس کے سر کو اُٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور اُسے کہنے لگا اے ابوالقاسم خوش آمدید خدا کی قسم جہاں تک میں تجھے سمجھتا ہوں تو ان لوگوں میں سے ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الذین یوفون بعهد الله ولا ینقضون المیثاق ۰ والذین یصلون ما امر الله به ان یوصل[1] تو ربیع نے اُسے کہا ابوالقاسم خود کیسا آدمی تھا اس نے جواب دیا شاعر کے اس شعر کا مصداق تھا ؎

"وہ ایسا نوجوان تھا جو اپنی تلوار کو ذلت سے بچاتا تھا اور اس کا بچنا
گناہوں کے ارتکاب کو کافی ہو جاتا تھا۔"

پھر اس نے ربیع کی طرف متوجہ ہو کر اُسے کہا اپنے آقا سے کہہ دینا ہماری تنگدستی اور تمہاری آسائش کے دن گذر چکے ہیں اور قیامت کو ہماری ملاقات ہو گی، ربیع کہتا ہے کہ جب اُسے یہ پیغام پہنچا تو اس وقت سے زیادہ میں نے منصور کو کبھی انکسار کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور عباس بن احنف اس مفہوم کو اخذ کر کے کہتا ہے ؎

"اگر تو میرے اور اپنے حال کو ایک دفعہ خواہش نفس سے ادجھل ہو کر
دیکھے تو تُو دیکھے گی کہ میری زندگی کی تنگ دستی کا ہر دن گذر چکا ہے اور
تیری آسائش کا بھی تجھ سے حساب لیا جائے گا۔"

---

[1] (ترجمہ) وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور عہد شکنی نہیں کرتے اور وہ لوگ جو اس چیز کو ملاتے ہیں جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔
(رعد۔ آیت ۲۰-۲۱)

مسعودی بیان کرتا ہے کہ جب منصور نے عبداللہ بن حسن، اس کے بھائیوں، ان کے اہلبیت اور ساتھیوں کو گرفتار کر لیا تو وہ الہاشمیہ میں منبر پر چڑھ کر حمد و ثنائے الٰہی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر کہنے لگا اے اہل خراسان تم ہمارے انصار، پیروکار اور داعی ہو، اگر تم نے ہمارے سوا کسی اور کی بیعت کی تو ہم سے اچھے آدمی کی بیعت نہ کرو گے ہم نے ابن ابی طالب کی اولاد کو چھوڑ دیا ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور خلافت کی، کہ ہم نے ان کے لیے تھوڑی بہت بھی روکاوٹ نہیں کی، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے مگر کامیاب نہ ہوئے اور حکمین نے فیصلہ دیا تو اُمت میں اختلاف پیدا ہو گیا اور اتحاد جاتا رہا پھر ان کے شیعوں مددگاروں اور قابل اعتماد آدمیوں نے ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا، ان کے بعد حضرت حسن خلیفہ بنے، خدا کی قسم وہ کوئی مرد نہ تھے، انہیں اموال کی پیشکش کی گئی تو انہوں نے اموال کو قبول کر لیا اور معاویہ نے خفیہ طور پر انہیں پیغام بھیجا کہ میں آپ کو اپنا ولی عہد بناؤں گا تو انہوں نے خلافت سے دست بردار ہو کر خلافت معاویہ کے سپرد کر دی پھر وہ عورتوں کی طرف متوجہ ہوئے آج ایک سے شادی کرتے تو کل دوسری کو طلاق دے دیتے، وہ مسلسل یہی کام کرتے رہے یہاں تک کہ اپنے بستر پر مر گئے پھر ان کے بعد حضرت حسین کھڑے ہوئے تو عراق اور کوفہ کے منافقین اور فتنہ پرور لوگوں نے انہیں دھوکہ دیا اور کوفہ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ اس علاقے کے بڑے لوگوں نے اور خدا کی قسم وہ میرے لیے جنگ نہ تھی کہ میں جنگ کرتا اور نہ میرے لیے صلح تھی کہ میں صلح کرتا، اللہ تعالےٰ نے میرے اور اس کے درمیان فرق کر دیا انہوں نے حضرت حسین کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور اس سے بیزاری کا اظہار کیا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گئے۔

پھر ان کے بعد زید بن علی کھڑے ہوئے تو اہل کوفہ نے انہیں بھی دھوکہ دیا جب انہوں نے ان سے خروج کروا لیا تو انہیں چھوڑ دیا اور میرے باپ نے انہیں خدا کے نام پر اپیل کی تھی کہ خروج نہ کریں اور انہیں کہا تھا کہ اہل کوفہ کی باتوں کو قبول نہ کرو ہمیں معلوم ہے کہ ہم اہل بیت میں سے ایک آدمی کو، کوفہ کے کوڑے کرکٹ کی جگہ پر صلیب دی جائے گی اور مجھے خدشہ ہے کہ وہ مصلوب تو ہی ہے، میرے چچا داؤد نے بھی انہیں خدا کا واسطہ دیا تھا اور انہیں کوفیوں کی خیانت سے انتباہ کیا تھا مگر وہ نہ مانے اور خروج

کا پختہ ارادہ کر لیا اور قتل ہو کر کوڑے کر کٹ کی جگہ پر صلیب دیے گئے پھر بنو اُمیہ ہم پر ٹوٹ پڑے انہوں نے ہمارا شرف چھین لیا اور ہماری عزت کو برباد کیا۔ خدا کی قسم انہیں ہم سے کوئی کینہ نہ تھا کہ جسے وہ طلب کرنا چاہتے تھے یہ سب کچھ ان کی وجہ سے اور ان کے خروج کے باعث ہوا بس ہمیں واپس نکال دیا گیا، ہم کبھی طائف کبھی شام اور کبھی السراۃ چلے جاتے یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے ہمارے پیروکار اور مددگار پیدا کیے اور اے خراسانیو! اللہ تعالےٰ نے تمہارے ذریعے ہمارے شرف اور عزت کو زندہ کیا اور اہل باطل نے تمہیں تمہارا حق دیا اور ہمیں ہمارا حق دیا ہمیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ملی، حق اپنی جگہ پر قائم ہو گیا اور اللہ تعالےٰ نے اپنے نور کو نمایاں کیا اور اپنے انصار کی مدد کی اور ظالموں کی جڑ کاٹ دی والحمد للہ رب العالمین۔

جب خدا تعالیٰ کے فضل اور عادلانہ فیصلے سے سب معاملات دُرست ہو گئے تو ان میں سے کچھ لوگوں نے اس وجہ سے کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں ان پر فضیلت دی تھی اور میراث نبوی سے ہمیں خلافت ملی تھی۔ بنی اُمیہ سے ڈرتے ہوئے اور ہم پر جسارت کرتے ہوئے از راہِ حسد و بغاوت ہم پر حملہ کر دیا اور اے خراسانیو! خدا کی قسم میں نے یہ بات جہالت اور بدظنی سے نہیں کہی، مجھے ان کی بعض کمزوریوں کے متعلق اطلاعات ملتی رہی ہیں مگر میں نے ان کا نام مردہ رکھا اور کہا اے فلاں اُٹھ اور اپنے ساتھ فلاں فلاں مال لے جا اور اے فلاں تو بھی اُٹھ کر فلاں فلاں مال لے جا اور میں نے انہیں مثال پیش کی جس کے مطابق وہ کام کرتے رہے مگر وہ نکل کر مدینہ آ گئے اور لوگوں سے مل گئے اور اس مال کو چھپا دیا اور خدا کی قسم ان میں سے کوئی بوڑھا، جوان چھوٹا اور بڑا باقی نہ رہ گیا تھا جس نے ان کے ہاتھ پر میری بیعت نہ کی ہو چونکہ انہوں نے میری بیعت کو توڑ دیا ہے اور فتنہ پیدا کیا ہے اور میرے خلاف بغاوت کرنی چاہی ہے اس لیے میں نے ان کے خون کو مباح کر دیا ہے پھر اس نے منبر کی سیڑھی پر یہ آیت پڑھی" وحیل بینھم ما یشتھون کما فعل باشیاعھم من قبل انھم کانوا فی شك قریب۔"[1]

---

[1] (ترجمہ) اور پردہ ڈال دیا گیا ان کے اور اس چیز کے درمیان جسے وہ چاہتے تھے جیسے ان سے پہلے ان کے پیشواؤں کے ساتھ کیا گیا تھا، بے شک وہ اضطراب میں ڈالنے والے شک میں تھے۔ (سبا آیت ۵۴)

منصور اور ربیع کے درمیان گفتگو

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ایک روز منصور نے ربیع سے کہا کہ اپنی کوئی ضرورت بتاؤ اس نے کہا میری یہ خواہش ہے کہ آپ میرے بیٹے فضل سے محبت کریں، اس نے ربیع سے کہا تیرا برا ہو کہ محبت تو کسی سبب سے ہوتی ہے اس نے جواب دیا امیرالمومنین اللہ تعالیٰ نے آپ کو سبب پیدا کرنے کی بھی طاقت دی ہے، اس نے کہا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا آپ اس پر مہربانی کریں جب آپ اس پر مہربانی کریں گے تو وہ آپ سے محبت کرے گا اور جب وہ آپ سے محبت کرے گا تو آپ اس سے محبت کریں گے اس نے کہا خدا کی قسم میں نے اس سبب کے پیدا کرنے سے قبل بھی محبت کی ہے لیکن بغیر کسی چیز کے میں اُسے کیسے محبت کے لیے انتخاب کر لوں؟ اس نے کہا جب آپ اس سے محبت کریں گے تو اس کا چھوٹا سا احسان آپ کے نزدیک بڑا ہو جائے گا اور اس کی بڑی برائی آپ کے ہاں چھوٹی متصور ہو گی اور اس کے گناہ بچوں کے گناہوں کی طرح ہوں گے اور اس کا آپ کا حاجت مند ہونا ایسے ہی ہو گا جیسے کھلا سفارشی ہوتا ہے۔

ایک روز منصور نے ربیع سے کہا، ربیع تیرا برا ہو اگر موت نہ ہوتی تو دنیا کس قدر اچھی تھی اس نے کہا یہ صرف موت کی وجہ سے اچھی ہے اس نے کہا کس طرح، اس نے کہا اگر موت نہ ہوتی تو تو اس جگہ نہ بیٹھتا، اس نے کہا تو نے ٹھیک کہا ہے۔

منصور کو عمرو بن عبید کی نصیحت

اسحٰق بن فضل بیان کرتا ہے کہ میں منصور کے دروازے پر تھا کہ عمرو بن عبید آکر اپنے گدھے سے اُترا اور بیٹھ گیا، ربیع نے اُسے آکر کہا ابو عثمان میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں اُٹھ کھڑا ہو جب وہ ابو جعفر کے پاس گیا تو اس نے حکم دیا کہ اس کے قریب ہی اس کا ٹاٹ بچھایا جائے اور سلام کے بعد اس نے اُسے کچھ نصائح کیں جب اس نے اُٹھنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا کہ ہم نے تجھے دس ہزار دینے کا حکم دیا ہے اس نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں ابو جعفر نے کہا خدا کی قسم تجھے وہ ضرور لینے ہوں گے اس نے کہا خدا کی قسم میں انہیں نہیں لوں گا اس وقت مہدی وہاں موجود تھا اس نے کہا امیرالمومنین بھی قسم کھاتے ہیں اور تم بھی قسم کھاتے ہو

تو عمرو نے ابوجعفر کی طرف متوجہ ہو کر کہا یہ نوجوان کون ہے؟ اس نے کہا یہ میرا بیٹا محمد ہے جسے مہدی کہتے ہیں اور یہ میرا ولیعہد ہے اس نے کہا خدا کی قسم تو نے اسے وہ لباس پہنایا ہے جو نیک لوگوں کا لباس نہیں ہے لیکن تو نے اس کا نام وہ رکھا ہے جس کا وہ عملاً استحقاق رکھتا ہے اور تو نے اس کے لیے وہ بات اختیار کی ہے جو اُسے بہت فائدہ دے گی مگر جس بات میں وہ لگا ہوا ہے اس سے غافل کر دے گی پھر عمرو نے مہدی کی طرف متوجہ ہو کر کہا میرے بھتیجے جب تیرا باپ قسم کھائے گا تو تیرا چچا اُسے توڑ دے گا کیونکہ تیرا باپ تیرے چچا سے کفارہ دینے کی زیادہ استطاعت رکھتا ہے منصور نے اُسے کہا اے ابوعثمان تمہیں کوئی کام ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں! اس نے کہا کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے اپنے پاس آنے کا پیغام نہ بھیجنا اس نے کہا پھر تو ہم مل نہیں سکیں گے! اس نے کہا میرا یہی کام ہے پھر وہ چلا گیا اور منصور پیچھے سے اُسے دیکھتا رہا پھر کہنے لگا ؎

”تم میں سے ہر کوئی آہستہ چلتا ہے اور شکار کا طالب ہے مگر عمرو بن عبید ایسا نہیں ہے۔“

جب منصور نے مہدی کے لیے بیعت لی تو عمرو بن عبید، منصور کے پاس آیا اور اُسے کہا اے ابوعثمان یہ امیرالمومنین کا بیٹا اور مسلمانوں کا ولی عہد ہے عمرو نے اُسے کہا امیرالمومنین میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے اس کے لیے امور کو درست کر دیا ہے۔ اور وہ اس کی طرف چلے آ رہے ہیں مگر تجھ سے اس بارہ میں باز پُرس ہو گی تو منصور چشم پُرآب ہو گیا اور اُسے کہنے لگا اے عمرو مجھے نصیحت کرو اس نے کہا اے امیرالمومنین اللہ تعالےٰ نے آپ کو سب چیزوں سمیت دنیا دے دی ہے پس تو اپنے نفس کو اس کی بعض چیزوں کے عوض خریدے اور جو چیز تیرے ہاتھ میں آ گئی ہے اگر کسی دوسرے کے ہاتھ میں باقی رہتی تو تجھ تک نہ پہنچتی پس اس شب سے ہشیار رہ جو دن سے نکالی جاتی ہے کہ اس کے بعد کوئی رات نہیں اور یہ اشعار پڑھنے لگا ؎

”اے وہ شخص جسے اُمید نے دھوکہ میں مبتلا کر دیا ہے اور اُمید کے ورے موت اور ناخوشگواری ہے اور کیا تو نہیں دیکھتا کہ دنیا اور اس کی زینت قافلے کی منزل کی طرح ہے کہ جہاں وہ اُترے اور پھر وہاں سے چل پڑے

اور اس کی موتیں گھات میں ہیں اور اس کی گذران تنگ ہے اور اس کی صفائی مکدر ہے اور اس کی حکومت چکر لگانے والی ہے اور اس کا رہنے والا ہمیشہ ڈر سے زخمی رہتا ہے پس اُسے نرمی اور جھگڑا موافق نہیں آتا گو وہ ہلاکت اور موت کا نشانہ ہے اور اس میں حوادث زمانہ تیر مارتے رہتے ہیں نفس بھاگنے والا ہے اور موت اس کی گھات میں لگی ہوئی ہے اور ٹانگ کی ہر لغزش اس کے نزدیک پھسلنے کی جگہ ہے اور آدمی اپنے وارث کے لیے باقی چھوڑنے کے لیے کوشش کرتا ہے اور آدمی جو کوشش کرتا ہے اس کی وارث قبر ہوتی ہے۔"

عمرو بن عبید کی موت

سنہ ۱۴۴ھ میں منصور کے دورِ حکومت میں عمرو بن عبید نے وفات پائی۔ بعض کہتے ہیں سنہ ۱۴۵ھ میں وفات پائی اس کی کنیت ابو عثمان اور نام عمرو بن عبید بن باب تھا یہ بنی تمیم کا غلام تھا اس کا دادا، کابل کے اسیروں میں سے تھا اور اپنے وقت میں معتزلہ کا شیخ اور مفتی تھا توحید و عدل وغیرہ کے متعلق اس کے بہت سے رسائل اور خطبات موجود ہیں ہم نے اس کے حالات اور مناظرات اور چیدہ کلام کو اپنی کتاب المقالات فی اصول الدیانات میں بیان کیا ہے۔

سنہ ۱۴۱ھ میں منصور نے ایک نذر کی وجہ سے بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھی اور واپس آ گیا۔

ہشام بن عروہ کی وفات

سنہ ۱۴۶ھ میں ہشام بن عروہ بن زبیر نے ۸۵ سال کی عمر میں وفات پائی جب کوئی آدمی اُسے بات سُناتا تو وہ کہتا میں تجھ سے اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہوں جب علی بن حسن نے اختلاف کیا تو ہشام اس کی طرف جلدی سے گیا تو علی نے اُسے کہا میں تجھے اس بات کی دعوت دیتا ہوں جس کی تو دعوت دیتا ہے۔

ابو حنیفہ النعمانؒ اور ایک جماعت کی وفات

منصور کے دورِ حکومت میں بغداد میں سنہ ۱۵۰ھ میں ابو حنیفہ نعمان بن ثابت مولیٰ تیم اللات نے جو بکر بن وائل سے ہے، وفات پائی، آپ کی وفات

نماز پڑھتے ہوئے سجدہ کی حالت میں ہوئی آپ کی عمر نوّے سال[1] تھی، اسی سال میں عبدالملک بن عبدالعزیز جریج مکی مولیٰ خالد بن اُسید کی وفات ہوئی، اس کی کنیت ابوالولید اور عمر ستر سال تھی محمد بن اسحاق بن یسار مولیٰ قیس بن مخرمہ جو بنی مطلب میں سے تھا کی وفات بھی اسی سال ہوئی، اس کی کنیت ابوعبداللہ تھی کہتے ہیں کہ اس کی وفات ۱۵۱ھ میں ہوئی اور بعض کے بقول ۱۵۲ھ میں ہوئی، ۱۵۷ھ میں اوزاعی کی وفات ہوئی، ان کی کنیت ابوعمر عبدالرحمٰن بن عمرو تھی آپ اہل شام میں سے تھے ان کا گھر اوزاع میں تھا مگر آپ ان میں سے نہیں تھے بلکہ دمشق کے تھے لیکن اوزاع کی طرف منسوب ہو گئے، یہ منصور کے آخری دَور میں یمن کے قیدیوں میں آئے تھے ان کی عمر نوّے سال تھی۔

منصور کے زمانے میں لیث بن ابی سلیم کوفی، مولیٰ عنبسہ بن ابی سفیان نے ۱۵۸ھ میں وفات پائی، ۱۵۶ھ میں سوار بن عبداللہ قاضی فوت ہوئے، اور ۱۵۴ھ میں ابوعمرو بن العلاء نے وفات پائی۔

منصور کے چچا عبداللہ بن علی کا قتل

منصور کے حکم سے عبداللہ بن علی کی قید لمبی ہو گئی وہ نو سال تک اس کے قید خانے میں رہا اور بعض نے اس کی اور مدت بھی بیان کی ہے۔ جب ۱۴۶ھ میں منصور نے حج کا ارادہ کیا تو اس نے اُسے عیسٰے بن موسٰے کے پاس بھیج دیا اور اس کے قتل کا حکم دے دیا اور یہ کہ اس بات کا کسی کو پتہ نہ چلے، پس عیسٰے بن موسٰے نے ابن ابی لیلٰے اور ابن شبرمہ کی طرف پیغام بھیجا اور اس بارے میں ان دونوں سے مشورہ لیا، ابن ابی لیلٰے نے کہا امیرالمومنین نے جو حکم دیا ہے اُسے کر گذریے اور ابن شبرمہ نے کہا کہ ایسا نہ کرنا اور اس نے اس کے قتل سے انکار کر دیا اور ابوجعفر کو یہ اطلاع دے دی کہ اس نے اُسے قتل کر دیا ہے اور یہ بات مشہور ہو گئی، تو علی کے بیٹوں نے منصور سے اپنے بھائی عبداللہ کے متعلق بات کی تو اس نے انہیں کہا وہ عیسٰے بن موسٰے کے پاس ہے اور جب وہ مکہ آئے تو انہوں نے عیسیٰ بن موسیٰ سے آکر عبداللہ کے متعلق پوچھا اس نے جواب دیا میں نے اُسے قتل کر دیا ہے تو وہ واپس ابوجعفر کے پاس گئے اور کہنے لگے عیسیٰ کا خیال

---

[1] ایک نسخہ میں ستر سال لکھی ہے۔

ہے کہ اس نے اُسے قتل کر دیا ہے تو ابوجعفر نے عیسیٰ پر اظہار ناراضگی کیا اور کہنے لگا وہ میرے چچا کا قاتل ہے بخدا میں اُسے ضرور قتل کروں گا ابوجعفر چاہتا تھا کہ عیسےٰ اُسے قتل کر دے اور دونوں سے راحت حاصل کرے، راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے عیسےٰ کو بلوایا اور کہنے لگا تو نے میرے چچا کو کیوں قتل کیا ہے، اس نے کہا آپ نے مجھے اس کے قتل کا حکم دیا ہے اس نے کہا یہ آپ نے میرے نام خط لکھا تھا اس میں یہ حکم موجود ہے اس نے کہا میں نے یہ خط نہیں لکھا، اس نے جب منصور کی سنجیدگی کو دیکھا اور اپنے متعلق خوف کو محسوس کیا تو کہنے لگا وہ میرے پاس ہے میں نے اُسے قتل نہیں کیا اس نے کہا اُسے ابوالازہر مہلب بن ابوعیسیٰ کی طرف بھیج دو، اس نے اُسے اس کے پاس بھیج دیا اور وہ اس کے پاس ہمیشہ قید رہا پھر اس نے اُسے اس کے قتل کا حکم دیا تو وہ اس کے پاس آیا اس کی ایک لونڈی بھی اس کے ساتھ تھی اس نے پہلے عبداللہ کا گلا گھونٹا اور اسے مار کر فرش پر لٹا دیا پھر اس نے لونڈی کا گلا گھونٹنے کے لیے اُسے پکڑ لیا اس نے کہا اے عبداللہ کسی اور جگہ قتل کر لو۔ ابوالازہر کہا کرتا تھا کہ میں نے اس لونڈی کے سوا کسی کو قتل کرتے ہوئے رحم نہیں کھایا۔ میں نے اس لونڈی سے اپنا منہ پھیر لیا اور میرے حکم سے اس کا گلا گھونٹ دیا گیا اور میں نے اُسے اُس کے ساتھ فرش پر ڈال دیا اور اس کے ہاتھ کو عبداللہ کے پہلو میں اور عبداللہ کے ہاتھ کو اس کے پہلو میں معانقہ کرنے والوں کی طرح ڈال دیا ہے پھر میرے حکم سے ان دونوں پر مکان کو گرا دیا گیا پھر ہم قاضی ابن علاثہ کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے عبداللہ اور لونڈی کو اس حالت میں مرے ہوئے دیکھا پھر اس کے حکم سے بغداد کی غربی جانب باب شام کے قبرستان ابی سوید میں اُسے دفن کر دیا گیا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ عبداللہ بن عیاش منتوف بیان کرتا ہے کہ ہم منصور کے پاس موجود تھے کہ اس نے ایک روز کہا کہ کیا تم اس سرکش کو جانتے ہو جس کے نام کا پہلا حرف عین ہے، اس نے ایک دوسرے سرکش کو قتل کیا جس کے نام کا پہلا حرف عین ہے اور دوسرے سرکش کے نام کا بھی پہلا حرف عین ہے؟ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے کہا ہاں امیرالمومنین میں جانتا ہوں، عبدالملک بن مروان نے عمرو بن سعید بن عاص اور عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو قتل کیا تھا، منصور نے کہا کیا تم اس خلیفہ کو جانتے ہو جس کے نام کا پہلا حرف عین ہے اس نے ایک سرکش کو قتل کیا جس کے نام کا پہلا حرف

عین ہے میں نے کہا ہاں امیر المومنین وہ آپ ہیں آپ نے عبدالرحمٰن بن مسلم، عبدالجبار بن عبدالرحمٰن
اور اپنے چچا عبداللہ بن علی کو قتل کیا ہے اس پر مکان گر پڑا تھا اس نے کہا اگر اس پر مکان گر
پڑا تھا تو اس میں میرا کیا گناہ ہے، میں نے کہا آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے تو وہ مسکرا دیا
پھر کہنے لگا کیا تجھے وہ اشعار یاد ہیں جو ولید بن عبدالملک کی بیوی اور عمرو بن سعید کی بہن
نے اس وقت کہے تھے جب عبدالملک نے اس کے بھائی کو قتل کیا تھا، میں نے کہا
ہاں امیر المومنین جس روز اس کا بھائی قتل ہوا وہ ننگے سر یہ اشعار پڑھتے ہوئے باہر آئی

"اے آنکھ عمرو پر آنسو بہا، جس شب خلافت بالجبر چھینی گئی، اے بنی خیط تم
نے عمرو سے خیانت کی اور تم سب گھروں کی بنیاد خیانت پر رکھتے ہو،
عمرو عاجز نہیں تھا مگر بات یہ ہے کہ موت اس کے پاس اچانک آگئی اور اُسے
اس بات کا پتہ نہ تھا جب بنی مروان نے اُسے قتل کیا تو وہ یوں معلوم ہو
رہے تھے جیسے چھوٹے پرندے باز پر جمع ہو جاتے ہیں اللہ دنیا کو
ہلاک کرے کہ آگ اہل دنیا کا پیچھا کر رہی ہے اور قرابت کے پردوں کو پھاڑ
رہی ہے، کاش میری قوم کو وفاداری اور خیانت کرنے والوں اور عمرو پر
بالجبر دروازہ بند کرنے والوں کے متعلق کچھ قوت حاصل ہوتی، پس ہم اور
شماتت کرنے والے شام کو چلے گئے گویا ان کی گردنوں پر چٹان پڑی ہوئی ہے"

ابن عیاش کہتا ہے منصور کہنے لگا وہ کون سے اشعار ہیں جنہیں عمرو بن سعید نے عبدالملک
بن مروان کی طرف بھیجا تھا، میں نے کہا امیر المومنین مجھے وہ اشعار معلوم ہیں اس نے اُسے لکھا تھا

"میرے خیال میں ابن مروان کچھ ایسی باتیں چاہتا ہے جو اُسے مشکل سواری پر
سوار کرا دیں گی تاکہ وہ اس عہد کو توڑ دے جسے مروان نے پختہ کیا تھا اور
میں اس میں قطع تعلقات اور جھوٹ کو محسوس کرتا ہوں پس تو مجھ سے پہلے
اس کے پاس آیا حالانکہ میں اس سے پہلے تھا اور اگر میں اطاعت گزار نہ ہوتا
تو یہ بھی ایک دُکھ کی بات ہوتی اور تو نے مروان کو جو بات کہی ہے وہ بہت
ہلکی ہے جس پر مشوروں اور تقریروں کا اثر غالب ہے اگر تم اس امر کو
نافذ کرو جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے تو ہم بڑی سہولت کے ساتھ
سب کے سب واپس آ جائیں گے اور اگر عبدالعزیز سے بے انصافی ہوئی

ہے تو ہم سے اور اس سے اس کے زیادہ مستحق بنو حرب ہیں۔"

منصور کی وفات

منصور کی پیدائش، حجاج کی وفات کے سال ۹۵ھ میں ہوئی وہ کہا کرتا تھا کہ میں ذوالحجہ میں پیدا ہوا اور ذوالحجہ میں میرا ختنہ ہوا اور ذوالحجہ میں مجھے خلافت ملی اور میرا خیال ہے کہ میری وفات ذوالحجہ میں ہوگی، اور ایسے ہی ہوا جیسے اس نے کہا تھا۔

فضل بن ربیع بیان کرتا ہے کہ میں اس سفر میں، جس میں منصور کی وفات ہوئی، اس کے ساتھ تھا وہ ایک منزل پر اُترا تو اس نے مجھے پیغام بھیجا وہ ایک گنبد میں تھا اور اس کا منہ دیوار کی طرف تھا اس نے مجھے کہا، کیا میں نے تجھے عوام کو بلانے سے منع نہیں کیا تھا، وہ ان گھروں میں داخل ہو جاتے ہیں اور ان میں بے فائدہ تحریرات لکھ جاتے ہیں میں نے کہا امیر المومنین وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کیا تو دیوار پر لکھا ہوا نہیں دیکھتا ؎

"اے ابو جعفر تیری وفات کا وقت قریب آگیا ہے اور تیری عمر ختم ہو گئی ہے اور امر الٰہی لازماً نازل ہونے والا ہے اے ابو جعفر کیا کوئی کاہن یا منجم قضا الٰہی کو ٹال سکتا ہے یا تو جاہل ہے۔"

فضل بن ربیع بیان کرتا ہے میں نے کہا خدا کی قسم میں تو دیوار پر کوئی چیز نہیں دیکھتا دیوار تو صاف شفاف اور سفید ہے۔ اس نے کہا اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہو، میں نے کہا اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں، کہنے لگا خدا کی قسم پھر میرا نفس میری موت کی خبر دے رہا ہے، میرے گناہوں اور زیادتیوں سے بھاگتے ہوئے مجھے جلد میرے رب کے حرم اور امن گاہ میں لے چل، پس ہم چلے مگر اس سے چلا نہ جاتا تھا جب ہم بئر میمون پر پہنچے تو میں نے اُسے کہا یہ بئر میمون ہے اور تو حرم میں داخل ہو چکا ہے اس نے کہا الحمد للہ، اور وہیں فوت ہو گیا۔

منصور کی صفات

منصور میں سب اوصاف سے بڑھ کر دانشمندی، صحیح رائے اور اعلیٰ انتظامی قابلیت پائی جاتی تھی، وہ بہت بخشش کرتا تھا اور اس کی بخشش دانشمندی سے نہیں ہوتی تھی وہ تھوڑی عطا کو روک لیتا تھا اور اس کی بخشش مال کا ضیاع نہیں ہوتی تھی وہ زیاد کے اس قول کا مصداق تھا کہ اگر میرے

پاس ایک ہزار اُونٹ ہوں اور ایک خارش زدہ اُونٹ ہو تو میں اس کی نگہداشت ایسے شخص کی طرح کروں گا جو اس کے سوا اور کوئی چیز قبضہ میں نہ رکھتا ہو۔ ابو جعفر نے چھ کروڑ درہم اور چودہ کروڑ دینار اپنے پیچھے چھوڑے، اس کے باوجود وہ مال میں بخل سے کام لیتا تھا اور ایسی باتوں پہ نگاہ رکھتا تھا جو عوام کی نظروں میں نہیں ہوتیں اس نے باورچی سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ اس کے لیے سری پائے اور کھالیں ہوں گی اور اس کے ذمے لکڑیاں اور مصالحے ہوں گے، اس کی سخاوت کی بات یہ ہے کہ اس نے اپنے دس چچاؤں سے صلہ رحمی کی، اس نے انہیں ایک دن میں دس ہزار درہم دیے ان کے نام یہ ہیں۔ عبد اللہ بن علی، عبد الصمد بن علی، اسماعیل بن علی، عیسےٰ بن علی، داؤد بن علی، صالح بن علی، سلیمان بن علی، اسحاق بن علی، محمد بن علی اور یحییٰ بن علی اور اس کے تعمیر کردہ شہر بغداد میں ہر روز پچاس ہزار آدمی کام کرتے تھے۔

اس کی اولاد

اس کے دو بیٹے مہدی اور جعفر تھے جن کی ماں ام موسیٰ حمیریہ تھی جعفر اپنے باپ منصور کی زندگی ہی میں فوت ہو گیا اور سلیمان، عیسیٰ، یعقوب اور جعفر اصغر، کردی بیوی سے تھے اور صالح کا لقب مسکین تھا اور لڑکی کا نام عالیہ تھا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ربیع، عبد اللہ بن عیاش، جعفر بن محمد اور عمرو بن عبید وغیرہ کے ساتھ منصور کے بہت اچھے واقعات ہیں اور حکومت کے متعلق اس کے مواعظ اور خطبات اور سیاسیات اور واقعات بھی پائے جاتے ہیں ہم نے ان میں سے اکثر کا ذکر اخبار الزمان اور الاوسط میں کیا ہے اور اس کتاب میں ہم صرف ان کی ایک جھلک پیش کریں گے جو ہماری پہلی کتابوں کے مضمون سے آپ کو آگاہ کرے گی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مہدی محمدؐ بن عبداللہ بن محمدؐ بن علی بن عبداللہ بن عباس کی خلافت کا بیان

مختصر حالات کنیت ابوعبداللہ تھی اس کی ماں ام موسیٰ بنت منصور بن عبداللہ بن فی سہم بن ابی سرح تھی جو حمیر کے بادشاہ ذی رُعین کی اولاد میں سے تھا۔

اس کے غلام ربیع نے مکہ میں ۶ ذوالحجہ ۱۵۸ھ کو ہفتہ کے روز اس کی بیعت لی اس کے باپ کی موت اور اس کی بیعت کی خبر اس کا غلام منارہ اس کے پاس لایا، اس خبر کے سننے کے بعد اس نے دو دن قیام کیا پھر لوگوں میں خطبہ دیا اور انہیں اپنے باپ کی وفات کی خبر دی اور اپنی بیعت کی دعوت دی اس کی عام بیعت ہوئی، وہ دینور کے علاقے میں قرماسین شہر میں آنے کے لیے بغداد سے ۱۶۹ھ کو روانہ ہوا۔ اس کے سامنے ماسبذان کی خوشگوار آب و ہوا کی تعریف کی گئی تھی جو سیروان اور جرجان کے علاقہ میں ہے تو وہ بارزن اور الران مقام پر واپس آیا اور روین نامی بستی میں ۲۳ محرم ۱۶۹ھ کو جمعرات کی شب کو فوت ہو گیا اس نے دس سال ایک ماہ پندرہ دن حکومت کی، وفات کے وقت اس کی عمر ۴۳ سال تھی اس کی نماز جنازہ ہارون الرشید نے پڑھائی اس وقت موسیٰ ہادی جرجان میں تھا، بعض کہتے ہیں کہ اس کی موت زہریلے انگور کھانے سے ہوئی تھی، اس کی لونڈی حسنہ اور دیگر نوکروں نے اس کے غم میں ٹاٹ اور سیاہ کپڑے پہنے اس بارے میں ابوالعتاہیہ کہتا ہے ؎

" وہ شام کو منقش لباس میں گئیں اور صبح کو انہوں نے ٹاٹ پہنے ہوئے تھے۔ ہر سینگ مارنے والا خواہ کتنا عرصہ زندہ رہے ایک روز کسے

بھی سینگ مارا جاتا ہے، خواہ تجھے عمر نوح مل جاتی پھر بھی تو زندہ نہ رہتا پس
اگر تو نے ضروری نوحہ کرنا ہے تو اپنے آپ پر نوحہ کر۔"

اس کے حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دور کی ایک جھلک

مہدی اور قاضی شریک

فضل بن ربیع بیان کرتا ہے کہ ایک روز قاضی شریک مہدی کے پاس آیا تو اس نے اُسے کہا تجھے تین باتوں میں سے ایک بات کو لازماً قبول کرنا ہوگا، اس نے پوچھا امیر المومنین وہ تین باتیں کیا ہیں؟ مہدی نے کہا یا تو تُو قاضی بن، یا میرے بیٹے کو حدیث سکھا اور تعلیم دے یا میرے ہاں کھانا کھایا کر، اس نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا، کھانا کھانا میرے لیے سب سے آسان بات ہے اس نے اُسے روک لیا اور باورچی کی طرف گیا کہ وہ اس کے لیے ہڈیوں کے گودے اور طبرزد شکر اور شہد کے سالن تیار کرے جب وہ صبح کے ناشتے سے فارغ ہوا تو مطبخ کے انچارج نے اُسے کہا امیر المومنین اس کھانے کے بعد یہ شیخ کبھی کامیاب نہ ہوگا، فضل بن ربیع کہتا ہے خدا کی قسم شریک نے اس کے بعد انہیں حدیث سُنائی اور ان کے بچوں کو پڑھایا اور قضا کا محکمہ بھی سنبھالا اور اس نے اپنے اخراجات کے متعلق جہبذ کو لکھا تو اس نے انہیں اخراجات کے لیے بہت کم دے کر اُسے تنگ کر دیا۔ جہبذ نے اُسے کہا تو نے کبھی کپڑا بھی نہیں بیچا تو شریک نے اُسے کہا خدا کی قسم میں نے کپڑے سے بڑی چیز کو بیچا ہے، میں نے اپنا دین بیچ دیا ہے۔

شکار کو جاتے ہوئے مہدی اور عمرو کا بھوکا رہنا

فضل بن ربیع بیان کرتا ہے کہ مہدی اپنے شاعر غلام عمرو بن ربیع کے ساتھ سیر کو نکلا، وہ فوج سے الگ ہو گیا اور لوگ شکار میں مصروف ہو گئے مہدی کو شدید بھوک لگی، اس نے عمرو سے کہا تیرا برا ہو، میرے پاس کوئی ایسا آدمی لاؤ جس کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہو، عمرو مسلسل آدمی کی تلاش میں لگا رہا یہاں تک کہ اُس نے ایک سبزہ والی زمین کے مالک کو دیکھا جس کی ایک جانب اُس کا

جھونپڑا بھی تھا، وہ اس کے پاس گیا اور اُسے کہنے لگا، کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں، جَو کی چپاتیاں اور دہی ہے اور یہ سبزی اور گندنا بھی ہے مہدی نے اُسے کہا اگر تیرے پاس گھی ہو تو تُو نے اپنی میزبانی مکمل کر لی۔ اس نے کہا میرے پاس کچھ گھی بھی ہے اور اس نے اسے ان دونوں کے سامنے رکھ دیا۔ یہ بہت زیادہ کھا گئے مہدی نے بنظرِ غائر دیکھا تو اس میں کچھ بھی باقی نہ رہا تھا اس نے عمرو سے کہا ایسا شعر کہو جس میں ہماری حالت کا بیان ہو، عمرو نے کہا ؎

"جو شخص دہی کو تیل کے ساتھ اور جَو کی روٹی کو گندنے کے ساتھ کھلاتا
ہے وہ اس بُرے سلوک کی وجہ سے ایک، دو یا تین تھپیڑوں کا مستحق ہے"۔

مہدی نے کہا خدا کی قسم تو نے بہت بُرا کہا ہے لیکن اس سے اچھا یہ ہے ؎

"کہ وہ اس نیک سلوک کی وجہ سے ایک، دو یا تین توڑوں کا مستحق ہے۔"

پھر وہ فوج کے ساتھ آملے اور خزانے، خادم اور سوار دستے بھی آملے تو اس نے سبزی والے کو تین توڑے درہم دینے کا حکم دیا۔

شکار کو جاتے ہوئے دُوسری دفعہ مہدی کا بھُوکا رہنا

راوی بیان کرتا ہے کہ دوسری دفعہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کے لیے نکلا اور بھُوکا ہونے کی حالت میں ایک بدو کے خیمے کی طرف گیا اور کہنے لگا اے بدو کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے، میں تمہارا مہمان ہوں، اس نے جواب دیا میں تجھے ایک کامل نوجوان اور موٹا تازہ دیکھتا ہوں اگر تو اس کھانے کو پسند کرے جو ہمارے پاس موجود ہے تو ہم تمہاری مہمان نوازی کیے دیتے ہیں اس نے کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے لاؤ، تو وہ ایک بھوبھل کی پکی ہوئی روٹی لایا اس نے اُسے کھا کر کہا کہ بہت اچھی روٹی ہے، پھر کہنے لگا اور جو کچھ تمہارے پاس ہے اُسے لاؤ تو اس نے ایک اوجھڑی میں دُودھ لا کر اُسے پلایا اس نے پی کر کہا بہت اچھا دُودھ ہے پھر کہنے لگا، کچھ اور لاؤ تو وہ ایک چھاگل میں نبیذ لایا جس میں سے بدو نے ایک پیالہ پیا اور اُسے بھی پلایا، جب مہدی نبیذ کا جام پی چکا تو کہنے لگا کیا تجھے پتہ ہے کہ میں کون ہوں اس نے جواب دیا بخدا مجھے کچھ پتہ نہیں کہ تو کون ہے، اس نے کہا میں خادمانِ خاص میں سے ہوں اس نے کہا اللہ تیرے مقام اور عطیے میں برکت دے پھر بدو نے

ایک اور جام پیا اور اُسے بھی پلایا جب وہ جام پی چکا تو بدو سے کہنے لگا تمہیں پتہ ہے کہ میں کون ہوں اس نے کہا ہاں، تو نے بتایا ہے کہ میں خادمانِ خاص میں سے ہوں، اس نے کہا، نہیں میں ایسا نہیں ہوں اس نے پوچھا پھر تو کون ہے اس نے جواب دیا میں مہدی کا ایک جرنیل ہوں اس نے کہا تیرا گھر وسیع ہو اور تیری ملاقات خوشگوار ہو، پھر بدو نے ایک جام نوش کیا اور اُسے بھی پلایا جب وہ تیسرا جام پی چکا تو کہنے لگا اے بدو تجھے پتہ ہے کہ میں کون ہوں اس نے جواب دیا ہاں تو مہدی کا ایک جرنیل ہے اس نے کہا نہیں میں ایسا نہیں ہوں، اس نے پوچھا پھر تو کون ہے اس نے جواب دیا میں خود امیر المومنین ہوں پس بدو نے اپنی چھاگل پکڑ لی اور اس کا منہ بند کر دیا، مہدی نے اُسے کہا ہمیں پلاؤ، اس نے کہا خدا کی قسم تو اس سے ایک گھونٹ یا اس سے کم و بیش بھی نہ پی سکے گا اس نے پوچھا، کیوں؟ اس نے کہا، میں نے تجھے ایک جام پلایا تو تُو نے اپنے آپ کو خادمانِ خاص میں سے خیال کیا، ہم نے تمہاری یہ بات برداشت کی پھر ہم نے تجھے دوسرا جام پلایا تو تُو نے اپنے آپ کو مہدی کا ایک جرنیل خیال کیا ہم نے تمہاری یہ بات بھی برداشت کی پھر ہم نے تجھے تیسرا جام پلایا تو تُو نے اپنے آپ کو امیر المومنین خیال کیا خدا کی قسم مجھے خدشہ ہے کہ اگر میں تجھے چوتھا جام پلاؤں تو تو کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں مہدی ہنس پڑا، اور سواروں نے اُسے گھیرے میں لے لیا، شاہزادے اور اشراف اس کے پاس آنے لگے تو بدو پریشان ہو گیا اور اُسے اپنی جان بچانے کی فکر پڑ گئی، وہ تیزی سے دوڑنے لگا، مہدی نے اُسے کہا تجھے کچھ خوف نہیں، اور اُسے مال، لباس، کپڑوں وغیرہ کا بہت سا عطیہ دیا اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو سچا ہے اگر تو چوتھی یا پانچویں بات کا ادعا کرتا تو اس سے بھی نکل جاتا۔ مہدی اس کی بات پر ہنس پڑا اور اس کی چوتھی یا پانچویں بات کے ذکر پر قریب تھا کہ وہ گھوڑے سے گر پڑے اور اس نے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا اور اُسے اپنے خواص میں شامل کر لیا۔

مہدی کے وزراء

ابو عبید اللہ معاویہ بن عبد اللہ اشعری اس کا وزیر تھا جو محمد بن عبد الوہاب کاتب کا دادا تھا وہ خلافت سے قبل اس کا کاتب تھا مہدی نے ابو عبید اللہ کے ایک لڑکے کو زندیق ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا اور دونوں ایک دوسرے سے وحشت محسوس کرنے لگے تو اس نے اُسے معزول کر دیا ابو عبید اللہ ۱۷۰ھ تک زندہ رہا، پھر مہدی نے یعقوب بن داؤد سلمی کو

وزارت کے لیے مختص کر لیا اور کونسل کو خط لکھا کہ امیر المومنین نے اس سے مواخات کرلی ہے، وہ ہر وقت اس تک رسائی حاصل کر سکتا تھا پھر اس نے اس پر طالبی ہونے کا الزام لگایا اور اس کے قتل کرنے کی ٹھان لی اور اُسے قید کر دیا، وہ ہارون الرشید کے زمانے تک قید میں رہا، پھر ہارون الرشید نے اُسے رہا کر دیا۔ اس کے متعلق لوگوں کا قول یہ ہے کہ وہ اولادِ عباس میں سے بڑے لڑکے کی امامت کا قائل تھا اور یہ کہ مہدی کے دوسرے چچا زاد اس سے خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔

مہدی کے خصائل و اعمال

مہدی عوام و خواص کا محبوب تھا کیونکہ اس نے اپنی حکومت کا آغاز مظالم کے متعلق غور و فکر کرنے قتل کو روکنے، خوف زدہ کو امن دینے اور مظلوم کے ساتھ انصاف کرنے سے کیا تھا۔ وہ کھلے ہاتھوں سے عطیات دیتا تھا، منصور نے جو کچھ باقی چھوڑا تھا اُس نے سب کا سب لُٹا دیا اس نے جو کچھ اپنے دور میں جمع کیا تھا اس کو چھوڑ کر (وہ چھ کروڑ درہم اور چودہ لاکھ دینار تھے) جب بیت المال خالی ہو گئے تو بیت المال کے خزانچی ابو حارثہ انہدی نے اس کے پاس آکر چابیاں پھینک دیں اور کہنے لگا جو گھر خالی ہو چکے ہیں ان کی چابیوں کا کیا مطلب ہے؟ تو مہدی نے بیس خادموں کو اموال کے جمع کرنے کے لیے مختلف جگہوں پر بھیجا اور تھوڑے دنوں میں اموال آنے لگے تو ابو حارثہ اموال کو وصول کرنے اور ان کو ٹھیک ٹھاک کرنے میں مصروف رہنے کی وجہ سے تین دن تک مہدی کے پاس نہ آسکا جب وہ مہدی کے پاس آیا تو اس نے کہا تجھے کس چیز نے دیر کرا دی ہے؟ اس نے کہا اموال کو ٹھیک ٹھاک کرنے کی مصروفیت نے، اس نے کہا تو ایک احمق بدو ہے تیرا خیال تھا کہ جب ہمیں ضرورت ہو گی اموال ہمارے پاس نہیں آئیں گے؟ ابو حارثہ نے کہا جب کوئی واقعہ رُونما ہو گا تو وہ آپ کو مہلت نہیں دے گا کہ آپ اموال کے استخراج اور اُٹھانے میں لگ جائیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے دس دنوں میں اپنے پشتینی مال سے دس کروڑ درہم خرچ کر دیے اس وقت شبہ بن عقال نے اس کے پاس کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مہدی کے کئی مثیل ہیں جن میں سے روشن چاند آغازِ بہار، کچھار میں رہنے والا شیر اور موجزن سمندر بھی ہے، روشن چاند اس کی خوبصورتی سے آغازِ بہار اس کی خوشبو سے کچھار کا شیر اس کی جوانی اور ارادے کی پختگی سے اور

موجزن سمندر اس کی جود و سخا سے مشابہت رکھتا ہے۔

خیزران اور مروان بن محمدؒ کی بیوی

ہادی اور ہارون الرشید کی ماں خیزران اپنے اس گھر میں رہتی تھی جسے آجکل " اشناس " کہتے ہیں اس کے پاس خلفاء کی اُمہات الاولاد اور بنی ہاشم کی دیگر لڑکیاں بھی رہتی تھیں۔ خیزران ایک جرمنی قالین پر اور دیگر خواتین ایک جرمنی گدیلے پر بیٹھی تھیں، زینب بنت سلیمان بن علی ان سب سے بلند مرتبہ پر تھی، اسی دوران میں اس کے خادم نے آکر کہا کہ دروازے پر ایک نہایت ہی حسین وجمیل عورت، بوسیدہ چادروں میں کھڑی ہے جو تمہارے سوا اور کسی کو اپنا نام پتہ نہیں بتانا چاہتی وہ تمہارے پاس آنا چاہتی ہے مہدی نے اس سے قبل خیزران کو یہ پیغام بھیج دیا تھا کہ وہ زینب بنت سلیمان بن علی کے ساتھ رہے اور اُسے کہا کہ وہ اس کے اخلاق وآداب کو سیکھے کیونکہ یہ ہماری وہ بڑھیا ہے جس نے ہمارے اوائل کو پایا ہے خیزران نے خادم سے کہا اُسے اجازت دے دو، تو ایک نہایت ہی حسین وجمیل عورت بوسیدہ چادروں میں اندر آئی، اور بڑی وضاحت سے بات کی، انہوں نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا میں مُزنہ زوجہ مروان بن محمد ہوں، زمانے نے مجھے اس حال تک پہنچا دیا ہے جس میں تم مجھے دیکھ رہی ہو خدا کی قسم جو بوسیدہ چادریں میں نے اپنے اوپر لی ہوئی ہیں وہ کسی سے عاریۃً لی ہوئی ہیں جب سے تم نے ہم پر غالب آکر یہ حکومت حاصل کی ہے اور ہم تمہارے ماتحت ہو گئے ہیں ہم عوام سے مخالفت کی وجہ سے ان کے ضرر سے محفوظ نہیں وہ کسی بھی اقدام سے ہمارے شرف کو داغدار کر سکتے ہیں پس ہم نے تمہارے پاس آنے کا قصد کیا ہے تاکہ ہم تمہاری پناہ میں ہوں خواہ ہماری کوئی بھی حالت ہو یہاں تک کہ صاحبِ دعوت آجائے خیزران کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور زینب بنت سلیمان بن علی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا اے مُزنہ اللہ تعالیٰ تیری تکلیف کو کم نہ کرے کیا تجھے یاد ہے کہ میں حران میں تمہارے پاس گئی تھی تو بھی اسی قسم کے قالین پر بیٹھی تھی اور تمہاری قرابت دار عورتیں ان گدیلوں پر بیٹھی تھیں میں نے تجھ سے امام ابراہیم کے جُثے کے متعلق بات کی تھی اور تو نے مجھے ڈانٹ دیا تھا اور میرے اخراج کا حکم دیا تھا اور تو نے کہا تھا کہ عورتوں کا کیا کام ہے کہ مردوں کی آراء میں دخل دیں؟ خدا کی قسم مروان تجھ سے زیادہ حق کی رعایت کرنے والا تھا

میں اس کے پاس گئی تو اس نے قسم اُٹھائی کہ اس نے ابراہیم کو قتل نہیں کیا حالانکہ وہ جھوٹا تھا اور اس نے مجھے اس کے جثہ کو دفن کرنے یا مجھے دے دینے کا اختیار دے دیا تو میں نے اس کے جثے کو لینا پسند کیا اس نے مجھے مال کی پیش کش کی جسے میں نے ٹھکرا دیا مزنہ نے کہا خدا کی قسم مجھے تو جس حالت میں دیکھ رہی ہے اس تک مجھے ان کاموں نے ہی پہنچایا ہے جو میں کرتی رہی ہوں، معلوم ہوتا ہے کہ تو نے اس حالت کو اچھا سمجھا ہے اسی لیے اس نے خیزران کو اس جیسا کام کرنے کی ترغیب دی ہے حالانکہ اس پر واجب تھا کہ وہ اسے اچھے کام کرنے اور شر کا مقابلہ نہ کرنے کی ترغیب دیتی تاکہ وہ اپنی آسائش اور اپنے دین کو محفوظ کر لیتی پھر اس نے زینب سے کہا اے میری چچازاد بہن تو نے نافرمانی کے بارے میں ہمارے ساتھ اللہ تعالےٰ کے سلوک کو کیسے پایا ہے کہ تو ہمارے نمونے کو اختیار کرنا چاہتی ہے پھر وہ روتی ہوئی واپس چلی گئی خیزران نے مزنہ کے بارے میں زینب کی مخالفت کرنا پسند نہ کیا پس خیزران نے اپنی ایک لونڈی کو آنکھ سے اشارہ کیا وہ اُسے ایک کمرے میں لے گئی اور اُسے اس کی حالت ٹھیک کرنے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا جب مہدی اس کے پاس آیا —— اس وقت زینب واپس جا چکی تھی اس کا یہ پروگرام ہوتا تھا کہ وہ ہر شام کو اپنے خواص حرم کے ساتھ مل جل کر بیٹھتا تھا —— خیزران نے اُسے سب واقعہ سنایا اور اس کی حالت کو ٹھیک کرنے کے متعلق لونڈی کو اس نے جو حکم دیا تھا وہ بھی اُسے بتایا تو اس نے اس لونڈی کو بلایا جو اُسے واپس لائی تھی اور اُسے کہا جب تو اُسے کمرے میں واپس لائی تو تو نے اُسے کیا کہتے سنا؟ اس نے جواب دیا میں اُسے فلاں راستے میں ملی وہ باہر نکلتے ہوئے اپنے آپ کو تسلی دیتے ہوئے یہ آیت پڑھ رہی تھی —— ضرب اللہ مثلاً قریۃ کانت اٰمنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغداً من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون ؕ[1]

---

[1] (ترجمہ) اللہ نے ایسی بستی کی مثال بیان کی جو امن چین والی تھی جسے ہر جگہ سے بافراغت رزق ملتا تھا تو اس نے اللہ کی نعمتوں کے ساتھ کفر کیا تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کا پہنا وا چکھا دیا بہ سبب اس کے اعمال کے۔ (نحل آیت ۱۱۲)

پھر اس نے خیزران سے کہا خدا کی قسم اگر تو اس سے وہ سلوک نہ کرتی جو تو نے کیا ہے تو میں کبھی تجھ سے بات نہ کرتا اور بہت رویا پھر کہنے لگا اے اللہ میں زوالِ نعمت سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس نے زینب کے فعل کو اچھا نہ سمجھا اور کہنے لگا اگر وہ ہماری بڑی عورتوں میں سے نہ ہوتی تو میں اس سے بات نہ کرنے کی قسم کھاتا پھر اس نے اپنی ایک لونڈی کو اس کے کمرہ میں بھیجا جو اس نے مُزنہ کے لیے خالی کروایا تھا اور لونڈی سے کہا اُسے میرا سلام کہنا اور یہ پیغام بھی دینا کہ اے چچا زاد بہن تیری بہنیں میرے پاس اکٹھی ہوئی ہیں اگر ہم نے تجھے غمگین نہ کیا ہوتا تو ہم تجھے یہاں لے آتے ، اس نے پیغام سُن کر مہدی کے مفہوم کو سمجھ لیا ، زینب بنت سلیمان بھی آئی ہوئی تھی اور مُزنہ بھی اپنا دامن گھسیٹتے ہوئے آئی تو اس نے اُسے بیٹھنے کا حکم دیا اور اُسے خوش آمدید کہا اسے اپنے قریب کیا اور زینب بنت سلیمان بن علی سے بھی اُسے اُونچا مقام دیا پھر وہ اپنے اسلاف اور لوگوں کی جنگوں ، حکومتوں اور ان کے زوال پر گفتگو کرنے لگے تو اس نے مجلس میں کسی کے لیے کوئی بات نہ چھوڑی ، مہدی نے اُسے کہا اے چچا زاد بہن خدا کی قسم اگر میں اس قوم کو جس سے تو تعلق رکھتی ہے اپنی حکومت میں سے کچھ دینا ناپسند نہ کرتا تو میں تجھ سے شادی کر لیتا لیکن میں اپنے اندر کی کوئی چیز تجھ سے بچا کر نہ رکھوں گا اور تو میرے محل میں اپنی بہنوں کے ساتھ رہے گی جو کچھ انہیں ملے گا وہ تجھے بھی ملے گا اور جو ذمہ داری ان پر ہوگی تجھ پر بھی ہوگی یہاں تک کہ تیرے پاس حاکم کا وہ حکم آجائے جو اس نے مخلوق کے بارے میں صادر کیا ہے پھر اس نے دیگر عورتوں کی طرح اُسے جاگیریں ، خادم اور اُسے انعامات دیے ، وہ مہدی کے مرنے تک اور ہادی کے دورِ حکومت اور ہارون الرشید کی حکومت کے اوائل زمانے تک اس کے محل میں رہی تاآنکہ ہارون الرشید کی خلافت میں فوت ہوگئی وہ اس کے اور بنی ہاشم کی عورتوں اور ان کی خواص آزاد عورتوں اور لونڈیوں کے درمیان کوئی فرق نہ کرتا تھا ، جب وہ فوت ہوئی تو ہارون الرشید اور اس کی بیویوں نے اس پر بہت غم کا اظہار کیا۔

عبداللہ بن عمرو بن عتبہ کا مہدی کے پاس تعزیت کرنا اور مبارکباد دینا

الریاشی نے ہمیں اصمعی کے طریق سے بتایا کہ عبداللہ بن عمرو بن عتبہ

مہدی کے پاس منصور کی تعزیت کے لیے آیا اور کہنے لگا اللہ تعالےٰ امیر المومنین کو پہلے امیر المومنین پر اجر دے اور اُسے اپنے جانشین کے متعلق برکت دے اور کوئی مصیبت امام والا کے کھو دینے سے بڑی نہیں اور کوئی جانشینی اولیاء اللہ پر خلافت الٰہیہ حاصل کرنے سے بڑی نہیں، اے امیر المومنین اللہ تعالےٰ کے افضل عطیہ کو قبول کیجیے اور اللہ کے ہاں سے بڑی مصیبت کے ثواب کی اُمید رکھیے۔

عتبہ لونڈی اور ابوالعتاہیہ

جب ابوالعتاہیہ خیزران کی لونڈی عتبہ کے متعلق بہت تشبیب کہنے لگا تو اس نے اپنی مالکہ کے پاس اپنی بے عزتی کی شکایت کی اتنے میں مہدی آگیا وہ خیزران کے سامنے بیٹھی رو رہی تھی۔ اس نے خیزران سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے اُسے بات بتا دی تو اس نے ابوالعتاہیہ کو حاضر کرنے کا حکم دیا، اُسے مہدی کے پاس لایا گیا جب وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا تو اس نے پوچھا تو نے عتبہ کے متعلق یہ شعر کہا ہے ؎

"میرے اور میری مالکہ کے درمیان اللہ ہی کافی ہے جو مجھ سے اعراض کرتی ہے اور ملامت بھی کرتی ہے۔"

اس نے کب تجھ سے وصل کیا ہے جو تو اس کے اعراض کی شکایت کرتا ہے اس نے کہا امیر المومنین میں نے یہ شعر نہیں کہا بلکہ میں نے تو یہ اشعار کہے ہیں کہ ؎

"اے ناقہ ہمیں لیے جا اور نیز النفس جو راحتیں دیکھ چکا ہے ان کی وجہ سے سستی نہ کرے، یہاں تک کہ تو ہمیں ایک بادشاہ کے پاس لے جا جس کی اللہ نے توقیر کی ہے اور جب کبھی تیز ہوا چلتی ہے تو وہ اُسے کہتا ہے اے ہوا کیا تجھ میں میرے مقابلہ کی طاقت ہے اس مانگ پر دو تاج ہیں ایک خوب صورتی کا تاج اور دوسرا عاجزی کا تاج۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ مہدی نے سر جھکا لیا اس کے ہاتھ میں جو چھڑی تھی اس سے زمین کریدنے لگا پھر اس نے سر اُٹھا کر کہا، تو نے یہ شعر کہے ہیں ؎

"میری مالکہ جس بات پر ناز کرتی ہے وہ اس کے پاس نہیں ہے ورنہ میں اس کے ناز اُٹھاتا وہ بادشاہ کی ایک لونڈی ہے جس کے کپڑوں نے اس کے حسن کو مسکین بنا دیا ہے۔"

اس نے کہا جو کچھ اس کے کپڑوں کے اندر ہے تجھے اس کا کیا علم ہے تو اس کے جواب میں اس نے یہ جواب دیا ؂

"خلافت اپنے دامن گھسیٹتے ہوئے اس کے پاس مطیع ہو کر آئی پس وہ اسی کے شایانِ شان تھی۔"

پھر اس نے اس سے کچھ اور باتیں دریافت کیں تو ابوالعتاہیہ نے اُسے لاجواب کر دیا مہدی نے اُسے ایک حد کے کوڑے لگانے کا حکم دیا اور اُسے کوڑے لگا کر نکال دیا اسی حالت میں اُسے عتبہ ملی تو اس نے کہا ؂

"اے عتبہ تجھ پہ آفرین ہے تیری وجہ سے مہدی نے ایک مقتول کو قتل کر دیا ہے۔"

تو اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آنسو رواں ہو گئے اور مہدی نے اُسے خیزران کے پاس دیکھا تو اس نے پوچھا عتبہ کیوں رو رہی ہے؟ اسے بتایا گیا کہ اس نے ابوالعتاہیہ کو کوڑے لگتے دیکھا ہے خیزران نے اُسے کہا لوگ ایسا ایسا کہتے ہیں تو اس نے ابوالعتاہیہ کو پچاس ہزار درہم دینے کا حکم دیا ابوالعتاہیہ نے یہ رقم دروازے پر موجود آدمیوں میں تقسیم کر دی، واقعہ نویس نے یہ خبر مہدی کو لکھی تو اس نے اُسے کہلا بھیجا کہ میں نے تیری عزت افزائی کی ہے اور تو نے اس رقم کو تقسیم کر دیا ہے تجھے اس امر پر کس بات نے آمادہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا میں اپنی محبوبہ کی قیمت نہیں کھانا چاہتا تو اس نے اس کی طرف مزید پچاس ہزار درہم بھیجے اور اُسے قسم دی کہ وہ انہیں تقسیم نہ کرے تو وہ اس نے اپنے پاس رکھ لیے۔

ابوالعتاہیہ کی جانب سے مہدی کو تحفہ

المبرد بیان کرتا ہے کہ نوروز یا مہرجان کے روز ابوالعتاہیہ نے مہدی کو ایک مٹی کا برتن تحفہ کے طور پر دیا جس میں ایسے کپڑے تھے جنہیں کستوری کی خوشبو لگی ہوئی تھی جس میں دو سطریں مشک، عنبر اور کافور سے بنی ہوئی ایک خوشبو کے ساتھ لکھی ہوئی تھیں کہ

"میرا دل دنیا کی کسی چیز کے ساتھ اٹکا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اور قائم مہدی اُسے کافی ہوں گے میں تو اس سے بہت مایوس ہوں پھر بھی وہ مجھے

کھلاتا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ تو دنیا اور ما فیہا کو حقارت سے
دیکھتا ہے۔"

مہدی نے چاہا کہ عتبہ اس کے حوالے کر دے تو عتبہ نے اُسے کہا امیر المومنین میری حُرمت و خدمت اور حقوق کے باوجود آپ مجھے ایک مٹکے بیچنے والے کے سپرد کر رہے ہیں جو شعر کہہ کر روزی کماتا ہے تو اس نے ابوالعتاہیہ کی طرف پیغام بھیجا کہ تو عتبہ کو کسی صورت میں حاصل نہیں کر سکتا اور ہم نے حکم دیا ہے کہ تجھے مٹی کا برتن بھر کر انعام دیا جائے عتبہ باہر نکلی تو وہ خط کو دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ وہ کہتا ہے کہ اس نے میرے لیے دنانیر کا حکم دیا ہے اور لوگ کہتے ہیں کہ دراہم کا حکم دیا ہے تو عتبہ کہنے لگی اگر تو عتبہ کا عاشق ہوتا تو چاندی اور سونے سے بے پرواہی کرتا۔'

ابوالعتاہیہ

ابوالعتاہیہ اسماعیل بن قاسم مٹکے بیچا کرتا تھا اور لوگوں کے مقابلہ میں بڑے آسان الفاظ استعمال کرتا اور وزن کلام پر بڑا قادر تھا وہ بڑے واضح الفاظ استعمال کرتا تھا یہاں تک کہ وہ ہر حالت میں شعر کہہ سکتا تھا اور تمام اقسام کے لوگوں کو مخاطب کر سکتا تھا۔ اسی چیز نے اُسے شاعر و نثر نگار بنا دیا تھا۔

ابونواس اور لوگوں کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی تو ان میں سے ایک آدمی نے پانی منگوا کر پیا پھر کہنے لگا:۔

"عذب الماء وطابا" پانی شیریں اور خوش گوار ہو گیا۔

پھر اس نے کہا اس مصرعہ کو لوگوں کے پاس لے جاؤ (کہ وہ اس پر طبع آزمائی کریں) مگر کوئی شخص اس سے ملتا جلتا مصرعہ نہ کہہ سکا حتیٰ کہ ابوالعتاہیہ آیا اور کہنے لگا تم کس چکر میں پڑے ہو انہوں نے اُسے بات بتائی اور اُسے قسم دی تو اس نے کہا:۔

(حبذ الماء شرابا) اس پانی کے کیا کہنے جو شراب بن گیا ہے۔

اور عتبہ کے متعلق اس کے منتخب اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

"اے میٹھی آنکھوں والی خدا کے لیے مجھے موت سے پہلے مل جا ورنہ مجھے ذلیل سمجھ، ان دونوں باتوں میں سے جو بات تجھے پسند ہے اُسے اختیار کر لے اگر ایسا نہیں کرے گی تو موت کا داعی مجھے آواز دے رہا ہے

اور اگر تو میری موت کی خواہاں ہے تو میری رُوح کی مالک ہے اور اگر تو میری زندگی کی خواہاں ہے تو مجھے زندہ کر دے، اے عتبہ تو ایک انوکھی مخلوق ہے جو مٹی سے پیدا نہیں ہوئی حالانکہ لوگوں کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے میں اس محبت سے بہت متعجب ہوں جو مجھے اس شخص کے قریب کرتی ہے جو مجھے اس سے دُور کرتا ہے، اور وہ میری تکلیف میں مجھ سے انصاف کرے تو میں راضی ہو جاؤں اور انصاف مجھے راضی کرتا ہے اے میری محبت والو، میں نے تم سے محبت میں بڑی نرمی برتی ہے لیکن تم میری پرواہ نہیں کرتے، خدا کا شکر ہے کہ ہم تمہیں تمام لوگوں سے بڑھ کر مساکین پر رحم کرنے والا خیال کرتے ہیں، میں تجھ سے زیادہ محبت کا خواہاں نہیں اگر تو مجھے تھوڑی سی محبت کا مزا بھی چکھا دے تو وہ مجھے کافی ہوگا۔"

اس کے منتخب اشعار میں سے اس کے یہ شعر بھی ہیں ؎

"اے عتبہ! اے بغداد کے رصافہ محلے کے ماہتاب! اے ملیحہ و نظیفہ، تجھے میری محبت اور مجھ پر مہربانی کرنا عطا کیا گیا ہے میں تجھ پر قربان جاؤں مجھے تجھ سے مہربانی نصیب نہیں ہوئی اور میں محبت کی وجہ سے کمزور اور بیمار ہو گیا ہوں اور نچوڑے ہوئے انگور کی طرح پھیکا پڑا ہوں جب میں تجھے عاجز دیکھتا ہوں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ تو نے میری طرف کوئی آفت بھیج دی ہے۔"

اس کے جن اشعار کو ہم نے پسند کیا ہے اور دانشوروں نے جن کی داد دی ہے وہ یہ ہیں ؎

"کس چیز نے لوگوں کو میری مصیبت، تکلیف اور بدبختی سے غافل کر دیا ہے لوگ مجھے میرے محبوب کے متعلق ملامت کرتے ہیں مگر وہ میری بیماری کو نہیں سمجھتے، ہائے اس دوست پر افسوس جس کے ہاتھ میں میری شفا ہے اس کی محبت نے مجھے زمین و آسمان کے علاوہ، کسی در جگہ کا مسافر بنا دیا ہے میرے نصیب نے مجھے اپنی انتہا کو پہنچا دیا ہے میرا صبر و سکون کہاں گیا؟ تو ہی میری مصیبت اور بیماری ہے اور تو ہی میری دوا کو جانتی

ہے، خدا کی قسم جب تیرا تذکرہ ہوتا ہے تو میرے آنسو میری چادر پر بہہ
پڑتے ہیں، اے میری محبت والو اللہ تعالیٰ برکت دے تمہیں مجھ سے جفاکاری
کرنے پر کس نے آمادہ کیا ہے، تم ہی میری صبح و شام کا غم ہو، مجھے جو کچھ تم
سے ملا ہے میں اس پر حیران ہوں کہ میں تمہاری وجہ سے بیمار ہوں، میرے
اور تمہارے درمیان محبوب کی خیر خواہی اور وفاداری کے بارے میں جو
باتیں ہیں وہ بہت مختلف ہیں، میں نے تمہیں اپنا عشق و محبت دیا ہے
اور تم نے مجھے یہ جزا دی ہے۔"

المبرد محمد بن یزید بیان کرتا ہے کہ ابوالعباس سفاح کی بیٹی ریطہ نے عبداللہ بن مالک خزاعی کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ اس کے لیے ایک غلام خرید کر آزاد کر دے اور اس نے اپنی لونڈی عتبہ کو حکم دیا —— یہ پہلے ریطہ کی لونڈی تھی بعد میں خیزران کے پاس چلی گئی تھی —— کہ وہ اس غلام کو حاضر کرے وہ بیٹھی ہوئی تھی کہ ابوالعتاہیہ ایک درویش کے لباس میں آ کر کہنے لگا، میں آپ کے قربان جاؤں میں ایک کمزور اور بوڑھا آدمی ہوں جو خدمت کی طاقت نہیں رکھتا، خدا تعالیٰ تیرا بھلا کرے اگر تو میری خریداری اور آزادی کا حکم دے تو تجھے اجر ملے گا، اس نے عبداللہ کو آ کر کہا کہ میں ایک خوبصورت کمزور اور فصیح و بلیغ آدمی کو جانتی ہوں اُسے خرید کر آزاد کر دے، اس نے کہا بہت اچھا، ابوالعتاہیہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے آپ مجھے اجازت دیں گی کہ میں آپ کے اس احسان کے شکریہ میں جو آپ نے مجھ پر کیا ہے آپ کے ہاتھ کو بوسہ دے لوں تو اس نے اُسے اجازت دے دی اس نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور واپس چلا گیا تو عبداللہ بن مالک ہنس پڑا اور کہنے لگا تجھے پتہ ہے یہ کون ہے، اس نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ ابوالعتاہیہ تھا، اس نے تجھ سے حیلہ بازی کر کے تیرا ہاتھ چوم لیا ہے تو اس نے شرمندگی کے مارے اپنا چہرہ چھپا لیا اور کہنے لگی اے ابوالعباس تیرا بُرا ہو، کیا تیرے جیسا آدمی بھی لغو کام کرتا ہے، ہم نے تیری بات کی وجہ سے دھوکا کھایا ہے اس کے بعد وہ اُٹھ کر چلی گئی اور پھر اس کی طرف واپس نہ آئی۔

ابوالعتاہیہ کے اشعار بہت شاندار ہیں ہم انہیں خلفاء کے حالات میں بیان کریں گے اور ہم عنقریب اس کے حالات کی ایک جھلک اور اس کے اشعار اور

وفات کا ذکر کریں گے اگر ان اشعار کے علاوہ جن میں ابوالعتاہیہ نے صدق اخوت اور خالص وفاداری کا ذکر کیا ہے اس کے اور اشعار نہ بھی ہوتے تو بھی وہ اپنے دور کے شعراء میں نمایاں مقام کا حامل ہوتا، وہ کہتا ہے ؎

"تیرا حقیقی دوست وہ ہے جو تیرے ساتھ ہو اور تجھے فائدہ پہنچانے کے لیے خود تکلیف اٹھائے اور جب گردش زمانہ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو وہ تیری جمعیت قلب کی خاطر اپنے آپ کو پریشان کر دے۔"

یہ صفت ہمارے دور میں معدوم ہو چکی ہے اور اس کا وجود محال ہے اور اس کا دیکھنا مشکل ہے۔

محمد مہدی اور شرقی بن قطامی

ابن عیاش اور ابن داب نے بیان کیا ہے کہ منصور نے جب مہدی کو رَی میں اپنا جانشین بنایا تو شرقی بن قطامی کو اس کے ساتھ کر دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اس سے عربوں کی جنگوں، مکارم اخلاق واقعات اور اشعار کو پڑھے اور یاد کرے، ایک شب مہدی نے اسے کہا شرقی! میرے دل کو کسی بات سے ایسا آرام پہنچا کہ وہ بہل جائے اس نے کہا اللہ امیرالمومنین کا بھلا کرے بہت اچھا، کہتے ہیں کہ حیرہ کے ایک بادشاہ کے دو ندیم تھے جو اس کے دل میں گھر کیے ہوئے تھے وہ اس کے سفر وحضر نیند، بیداری اور کھیل کود میں کسی وقت بھی اس سے جدا نہیں ہوتے تھے اور وہ ان کے مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ نہ کرتا تھا اسی طرح ایک لمبا زمانہ گزر گیا ایک رات وہ شراب نوشی اور لہو لعب میں مصروف تھے کہ اس پر شراب کا نشہ غالب آ گیا جس نے اس کی عقل کو زائل کر دیا تو اس نے تلوار منگوا کر سونت لی اور ان دونوں پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا پھر اس پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور وہ سو گیا۔ پس جب صبح ہوئی تو اس نے ان دونوں کے متعلق دریافت کیا تو اسے اس کی کاروائی بتائی گئی تو وہ اوندھے منہ زمین پر گرا اور ان کے فراق پر افسوس کی وجہ سے زمین کو دانتوں سے کاٹنے لگا اور کھانا پینا بھی چھوڑ دیا پھر اس نے قسم کھائی کہ وہ زندگی بھر اتنی شراب نہیں پیئے گا جو اس کے دل کو ٹھکانے نہ رہنے دے اور اس نے انہیں دفن کرا دیا اور ان دونوں کی قبروں پر ایک گنبد بنایا اور جس کا نام "الغریین" رکھا اور یہ طریق جاری کیا کہ بادشاہ اور جو کوئی آدمی یہاں سے گزرے

وہ ان دونوں کو سجدہ کرے اور ان میں سے کوئی آدمی جب کوئی سنت جاری کرتا تو وہ اس سنت کو وراثت میں حاصل کرتے اور اس کے ذکر کو زندہ رکھتے اور مرنے نہ دیتے اور اُسے لوگوں کے لیے ایک حکم واجب اور فرض لازم بنا دیتے آباء اپنی اولاد کو اس کی وصیت کرتے چنانچہ لوگ ایک لمبے زمانے تک ایسا ہی کرتے رہے جو کوئی بڑا یا چھوٹا ان کی قبروں کے پاس سے گزرتا انہیں سجدہ کرتا اور یہ ایک لازمی سنت بن گئی اور شریعت اور فرض کے حکم کی طرح یہ بھی ایک حکم قرار پایا اور اس نے یہ حکم بھی دیا کہ جو شخص ان دونوں کو سجدہ کرنے سے انکار کرے گا وہ اس کی کوئی سی دو باتیں ماننے کے بعد اُسے قتل کر دے گا راوی بیان کرتا ہے کہ ایک روز وہاں سے ایک دھوبی گذرا جس کے پاس کپڑوں کی ایک گٹھڑی بھی تھی اس میں اس کا ہتھوڑا بھی تھا۔ الغریّین کے نگرانوں نے دھوبی سے کہا، سجدہ کرو، اس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تو انہوں نے اُسے کہا کہ اگر تو نے سجدہ نہ کیا تو تو قتل ہو جائے گا اس نے انکار کیا انہوں نے یہ بات بادشاہ تک پہنچا دی، اس واقعہ سے بھی بادشاہ کو آگاہ کیا، بادشاہ نے کہا، تجھے سجدہ کرنے سے کس نے روکا ہے؟ اس نے جواب دیا میں نے سجدہ کیا ہے مگر انہوں نے میرے متعلق جھوٹ بولا ہے، اس نے کہا تو نے جھوٹ بولا ہے پس میں تجھے دو باتوں میں ثالث بناتا ہوں جو قبول ہوں گی اور اس کے بعد میں تجھے قتل کر دوں گا اس نے کہا کہ ان لوگوں نے میرے متعلق جو جھوٹ بولا ہے اس کی وجہ سے میرا قتل ضروری ہے؟ اس نے جواب دیا ضروری ہے، اس نے کہا میں اس بات میں ثالث بنتا ہوں کہ میں اپنے اس ہتھوڑے سے بادشاہ کی گردن ماروں گا۔ بادشاہ نے اُسے کہا اے جاہل اگر تو میرے متعلق حکم دیتا کہ میں تیرے پچھلوں کو اتنا کچھ دوں گا کہ وہ غنی ہو جائیں تو یہ اُن کے لیے مناسب ہوتا اس نے کہا میرا فیصلہ یہی ہے کہ میں بادشاہ کی گردن ماروں گا، بادشاہ نے اپنے وزراء سے کہا اس جاہل نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ نے یہ سنت جاری کی ہے اور آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ سنت کے توڑنے میں کس قدر عار، نار اور عظیم گناہ ہوتا ہے جب آپ ایک سنت کو توڑیں گے تو دوسری بھی ٹوٹ جائے گی پھر آپ کے بعد والے بھی اسی طرح کریں گے اور سنن باطل ہو جائیں گی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے دھوبی

سے التجا کی کہ وہ جو چاہے فیصلہ کرے مگر اس فیصلہ سے مجھے معافی دیدے میں اس کو نصف حکومت تک دے دوں گا، لوگوں نے اس سے التجا کی تو اُس نے کہا میرا فیصلہ یہی ہے کہ میں بادشاہ کی گردن توڑ دوں گا، راوی بیان کرتا ہے کہ جب بادشاہ نے دھوبی کے عزم کو دیکھا تو اس نے عام جگہ پر بیٹھ کر دھوبی کو بلایا، اور اس نے اپنا ہتھوڑا نکالی کر بادشاہ کی گردن پر مارا جس نے اس کو ادموا کر دیا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا وہ چھ ماہ تک مہلک بیماری میں مبتلا رہا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اس کو قطرہ قطرہ پانی دیا جاتا تھا جب وہ ہوش میں آیا تو اس نے باتیں کیں اور کھایا پیا اور با اختیار ہو گیا تو اس نے دھوبی کے متعلق پوچھا اُسے بتایا گیا کہ وہ قید میں ہے اس نے اُسے حاضر کرنے کا حکم دیا وہ حاضر ہوا تو اس نے کہا تمہاری ایک بات باقی رہ گئی ہے اس کا حکم کر، کیونکہ میں سنت کے قیام کے لیے تجھے قتل کرنے والا ہوں، دھوبی نے کہا اگر میرا قتل ضروری ہے تو میں حکم کرتا ہوں کہ میں بادشاہ کی گردن کی دوسری طرف ضرب لگاؤں گا، جب بادشاہ نے یہ بات سُنی تو گھبراہٹ کے مارے منہ کے بل گر پڑا اور کہنے لگا خدا کی قسم پھر تو میری جان نکل جائے گی، پھر اس نے دھوبی سے کہا تو ہلاک ہو جائے وہ بات چھوڑ دے جو تجھے فائدہ بخش نہیں کیونکہ گزشتہ بات نے بھی تجھے کوئی فائدہ نہیں دیا، کوئی اور حکم کر خواہ وہ کچھ ہو میں اُسے تیرے لیے نافذ کروں گا اس نے کہا میرا حق صرف دوسری ضرب لگانے سے پورا ہو سکتا ہے، بادشاہ نے اپنے وزراء سے کہا، تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا اللہ تمہارا بھلا کرے تم سنت پر مرو گے، اس نے کہا تم ہلاک ہو جاؤ، اگر اس نے میری گردن کی دوسری جانب ضرب لگائی تو میں کبھی ٹھنڈا پانی نہ پی سکوں گا کیونکہ جو تکلیف مجھے پہنچی ہے اس کی حقیقت کو میں ہی بہتر سمجھتا ہوں انہوں نے کہا ہمارے پاس کوئی حیلہ نہیں۔ جب اس نے اپنی حالت کو دیکھا تو دھوبی سے کہا کیا جس دن الغریین کے نگران تجھے پکڑ کر لائے تھے تو نے مجھے یہ نہیں کہا تھا کہ میں نے سجدہ کیا ہے اور یہ میرے متعلق جھوٹ بولتے ہیں، اس نے کہا میں نے یہ بات کہی تھی لیکن میں نے سچ نہیں بولا تھا اس نے کہا تو نے سجدہ کیا تھا؟ اس نے کہا ہاں، پس بادشاہ نے اپنی جگہ سے اُچھل کر اس کے سر کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا

ہوں اور ان کی تادیب کا معاملہ تیرے سپرد کرتا ہوں تو مہدی ہنس پڑا یہاں تک کہ وہ اپنے پاؤں سے زمین کریدنے لگا اور کہنے لگا کہ تو نے بہت اچھی بات سنائی ہے اور اُسے انعام دیا۔

مہدی اور مروان بن حفصہ

الہیثم بن عدی بیان کرتا ہے کہ میں مہدی کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ دربان نے آکر کہا کہ ابن ابی حفصہ دروازے پر کھڑا ہے اس نے کہا اُسے اجازت نہ دو، وہ منافق اور کذاب ہے، پھر حسن بن قحطبہ نے اس کے ... متعلق گفتگو کی تو اس نے اُسے اندر آنے دیا مہدی نے اُسے کہا اے فاسق کیا تو نے معن کے متعلق یہ شعر نہیں کہے؎

"وہ ایک پہاڑ ہے جس کی سب نزار پناہ لیتا ہے جو تیز دھار اور محفوظ اطراف والا ہے۔"

اس نے کہا امیر المومنین میں وہ شخص ہوں جس نے آپ کے بارے میں کہا ہے؎

"اے وہ شخص جو اقارب اور رشتے داروں سے پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہوا ہے۔"

پھر اس نے اُسے تمام اشعار سُنائے تو وہ اس سے راضی ہو گیا اور اسے انعام دیا۔

مہدی اور سفیان ثوری

تعقاع بن حکیم بیان کرتا ہے میں مہدی کے پاس بیٹھا تھا کہ سفیان ثوری آ گئے اور آتے ہی انہیں عام سلام کیا سلامِ خدمت نہ کیا، ربیع اس کے سر پر کھڑا اپنی تلوار کے ساتھ ٹیک لگائے اس کی حالت کو دیکھ رہا تھا مہدی نے کشادہ روئی کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے سفیان تو ہم سے اِدھر اُدھر بھاگتا پھر رہا ہے اور تیرا خیال ہے کہ اگر ہم تیرے ساتھ بُرا سلوک کرنا چاہیں تو تجھے پکڑ نہیں سکیں گے پس اب ہم نے تجھ پر قابو پا لیا ہے کیا تجھے اس بات کا خوف نہیں کہ ہم تیرے متعلق اپنی خواہش کے مطابق حکم لگائیں گے سفیان نے کہا اگر تو میرے بارے میں حکم لگائے گا تو تیرے بارے میں وہ قادر بادشاہ حکم لگائے گا جو حق و باطل کے درمیان فرق کر دے گا، ربیع نے کہا امیر المومنین کیا یہ جاہل آپ کا اس طرح سامنا کرتا ہے مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت دیجیے مہدی نے اُسے کہا تو ہلاک ہو جائے خاموش ہو جا، یہ اور اس کے امثال صرف

یہ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو قتل کر دیں اور ان کی سعادت سے ہم بدبخت بن جائیں، اسے اس شرط پر کوفہ کی قضا کا پروانہ لکھ دو کہ وہ کسی حکم پر اعتراض نہ کرے گا اس نے پروانہ لکھ کر سفیان کو دے دیا آپ نے پروانہ لیا اور باہر نکل آئے اور اسے دریائے دجلہ میں پھینک کر بھاگ گئے پھر ہر ملک میں ان کی تلاش کی گئی مگر وہ کہیں نہ ملے۔

وفات سے قبل مہدی کا خواب

علی بن یقطین بیان کرتا ہے کہ ہم ماسبذان میں مہدی کے ساتھ تھے اس نے ایک روز مجھے کہا، میں بھوکا ہوں، میرے پاس روٹیاں اور ٹھنڈا گوشت لاؤ، میں نے یہ چیزیں لا دیں وہ کھا کر ملاقات کے کمرے میں جا کر سو گیا ہم خیمہ میں تھے کہ ہم اس کے رونے کی آواز کوشش کر بیدار ہو گئے اور اس کی طرف جلدی سے گئے تو اس نے کہا جو کچھ میں نے دیکھا ہے کیا تم نے نہیں دیکھا؟ ہم نے جواب دیا ہم نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا، اس نے کہا کہ میرے سامنے ایک آدمی کھڑا ہوا اگر وہ ہزار آدمیوں میں بھی ہو تو اس کی آواز اور شکل مجھ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی اور اس نے کہا ؎

"میں اس محل میں اس طرح ہوں کہ وہاں کے رہنے والے تباہ ہو گئے ہیں ان کی حویلیاں اور فرودگاہیں ویران ہو گئی ہیں، قوم کا سردار خوشی اور حکومت کے بعد قبر میں چلا گیا ہے جس پر چٹانیں پڑی ہوئی ہیں، اب صرف اس کی باتیں اور ذکر ہی باقی رہ گیا ہے اور اس کی بیویاں اس پر چیخ و پکار کرتی ہوئی ایک دوسری کو آواز دیتی ہیں۔"

علی بیان کرتا ہے کہ مہدی اس خواب کے دس دن بعد مر گیا۔

زفر بن ہذیل اور علماء کی ایک جماعت کی وفات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کے ساتھی فقیہ زفر بن ہذیل کی وفات ۱۵۸ھ میں ہوئی اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں مہدی کی بیعت اسی سال میں ہوئی تھی سفیان بن سعید بن مسروق نے مہدی کے زمانے میں بصرہ میں وفات پائی یہ بنو تمیم میں سے تھے ان کی عمر ۶۳ سال تھی اور کنیت ابو عبداللہ، یہ ۱۶۱ھ کا واقعہ ہے اور ابن ابی ذئب محمد بن عبدالرحمٰن بن مغیرہ نے کوفہ میں ۱۵۹ھ میں مہدی کے زمانے میں وفات پائی ان کی کنیت ابو حارث تھی اور

شعبہ بن حجاج نے سنہ ۱۶۰ھ میں وفات پائی اس کی کنیت ابو السلام تھی اور یہ بنی شقرہ کے غلام تھے جو ازد میں سے ہیں، اسی سال میں عبدالرحمٰن بن عبداللہ المسعودی فوت ہوئے، مہدی ہی کے زمانے میں ۱۶۶ھ میں حماد بن سلمہ نے وفات پائی۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ مہدی کے حالات و واقعات، حادثات اور جنگوں کے لحاظ سے بہت شاندار ہیں ہم نے انہیں مفصل طور پر کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے، اسی طرح اس کے دورِ حکومت میں جن فقہاء اور اصحاب الحدیث نے وفات پائی ان کا بھی مفصل ذکر کیا ہے۔ و باللہ التوفیق۔

موسیٰ الہادی کی خلافت کا بیان

مختصر حالات جس شب کو مہدی کی وفات ہوئی اس کی صبح کو بمطابق ۲۲ محرم ۱۶۹ھ کو جمعرات کے روز موسےٰ ابن محمد الہادی کی بیعت ہوئی اس وقت اس کی عمر ۲۴ سال تین ماہ تھی اس کی وفات بغداد کی جانب عیسیٰ آباد ۱۹ ربیع الاول ۱۷۰ھ کو ہوئی، وہ ایک سال تین ماہ خلیفہ رہا اس کی کنیت ابوجعفر تھی اس کی ماں خیزران بنت عطا تھی۔ جو جرشیہ اُم ولد تھی، یہی ہارون الرشید کی ماں تھی، اس کی بیعت اس وقت ہوئی جب وہ بلاد طبرستان اور جرجان میں ایک جنگ میں مصروف تھا پس وہ ڈاک کے گھوڑے پر سوار ہو کر آیا اس کے بھائی ہارون نے اس کے لیے بیعت لی، اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

"جب بنی ہاشم کے بہترین آدمی کے پاس جرجان میں خلافت الٰہیہ آئی تو اس نے مشورے سے جنگ کے لیے اپنے کپڑے کس لیے جس میں ناتجربہ کاری اور کمزوری نہ تھی۔"

اس کے مختصر حالات و واقعات اور اس کے دور کی ایک جھلک

الہادی کے اوصاف موسیٰ بڑا سنگدل، بداخلاق، خوددار، شائستہ، شائستگی کا دلدادہ، شجاع اور سخی تھا۔

اس کی شجاعت کی ایک مثال

یوسف بن ابراہیم کاتب جو ابراہیم بن مہدی کا ساتھی تھا، ابراہیم سے بیان کرتا ہے کہ وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ ہادی اپنے مشہور باغ بغداد میں گدھے پر سوار تھا کہ اُسے کہا گیا وہ ایک خارجی کو پکڑنے میں کامیاب ہوگیا ہے اس نے اُسے لانے کا حکم دیا جب خارجی اس کے قریب ہوا تو اس نے ایک چوکیدار سے تلوار چھین لی اور موسےٰ کو مارنے کے لیے آگے بڑھا پس میں اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ تھے ایک طرف ہٹ گئے اور وہ اپنے گدھے پر بغیر حرکت کیے کھڑا رہا جب خارجی اس کے قریب ہوا تو موسےٰ نے آواز دی، تم دونوں اس کی گردن مار دو حالانکہ اس کے پیچھے کوئی آدمی نہ تھا اس بات نے خارجی کو وہم میں ڈال دیا خارجی دیکھنے کے لیے پیچھے کی طرف متوجہ ہوا تو موسیٰ پوری قوت کے ساتھ اس پر سوار ہوگیا اور اُسے پچھاڑ دیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی راوی بیان کرتا ہے کہ ہمیں خارجی کی بہ نسبت اس سے زیادہ خوف آرہا تھا، خدا کی قسم اس نے ہمارے ایک طرف ہٹ جانے پر بُرا نہ منایا اور نہ ہمیں ملامت کی، اس کے بعد وہ کبھی گدھے پر سوار نہیں ہوا اور نہ اپنی تلوار سے جُدا ہوا۔

الہادی اور عیسیٰ بن دائب کے درمیان دوستی

عیسیٰ بن دأب حجازی اس کا ہم نشین تھا جو اپنے ہم عصروں سے علم و ادب لوگوں کے حالات و واقعات اور معرکہ آرائیوں کے جاننے میں بڑھا ہوا تھا، الہادی اُسے اپنا سہارا بنانا چاہتا تھا اور اس کے سوا کوئی آدمی اس سے اس بارے میں کوئی اُمید نہ رکھتا تھا، وہ اُسے کہا کرتا تھا اے عیسیٰ میں نے کبھی تجھ پر احسان نہیں کیا اور نہ تو مجھ سے غائب ہوا ہے ایسا لگتا ہے کہ میں نے تیرے سوا کسی کو نہیں دیکھا۔

سندھی غلام کا جُرم

عیسیٰ بن دأب بیان کرتا ہے کہ الہادی کے پاس ایک مقدمہ کیا گیا کہ منصورہ — جو بلادِ سندھ میں ہے — کے ایک شریف اور رئیس آدمی نے جو آلِ مہلب بن ابی صفرہ سے تعلق رکھتا تھا، ایک سندھی یا ہندی غلام کی پرورش کی وہ غلام اپنی مالکہ پر عاشق ہوگیا اور اس نے اُسے پھسلانا چاہا تو اس نے اس کی بات مان لی، اس کا مالک اندر آیا تو اس نے اپنی بیوی کو غلام کے ساتھ پایا تو اس نے غلام کے آلہ تناسل کو کاٹ کر اُسے خصّی کر دیا پھر اس نے اس کا علاج کروایا تو وہ

تندرست ہوگیا وہ وہاں پر ایک مدت تک مقیم رہا اس کے مالک کے دو بیٹے تھے ایک بچہ اور دوسرا جوان تھا وہ آدمی اپنے گھر سے کہیں باہر چلا گیا تو وہ سندھی دونوں بچوں کو لے کر گھر کی دیوار کی چوٹی پر چڑھ گیا اتنے میں اس کا مالک آگیا اس نے اُوپر دیکھا کہ دونوں بچے غلام کے ساتھ دیوار کے اوپر ہیں اس نے کہا ارے تو میرے بچوں کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اس نے کہا اس بات کو چھوڑو، خدا کی قسم اگر تو نے میرے سامنے اپنے آلہ تناسل کو نہ کاٹا تو میں ان دونوں کو نیچے دے ماروں گا اس نے اُسے کہا میرے اور میرے دونوں بیٹوں کے متعلق اللہ سے ڈرو اس نے کہا اس بات کو چھوڑو، خدا کی قسم یہ تو میری جان کی بات ہے میں اُسے ایک گھونٹ پانی کی اجازت دیتا ہوں، وہ ان دونوں کو نیچے پھینکنے کے لیے جھکا تو اس نے جلدی سے چھری لے کر اپنا نفس کاٹ دیا جب غلام نے دیکھا کہ اس نے اپنا نفس کاٹ دیا ہے تو اس نے دونوں بچوں کو نیچے پھینک دیا جس سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور کہنے لگا یہ میں نے تجھ سے اس لیے کیا ہے کہ تو نے مجھ سے ایسا کیا تھا اور ان دونوں بچوں کو قتل کرنا اس جرم کی سزا میں اضافہ ہے۔ الہادی نے سندھ کے حکمران کو غلام کے قتل کرنے اور اُسے ممکن حد تک ہولناک سزا دینے کے متعلق لکھا اور اپنی حکومت سے تمام سندھیوں کو نکال دینے کا حکم دے دیا، اس کے دور میں سندھی غلام بہت سستے ہوگئے حتیٰ کہ معمولی قیمت پر مل جاتے تھے۔

مہدی کے وزراء

الہادی نے ربیع کو وزیر بنایا اس کے ساتھ عمر بن بزیع کو بھی مرتبہ دے دیا، پھر اس نے عمر بن بزیع کو وزارت اور دیوان الرسائل کا کام سپرد کر دیا اور اکیلے ربیع کو چودھراہٹ دے دی ربیع اسی سال فوت ہوگیا، بعض کہتے ہیں کہ الہادی نے اُسے ایک لونڈی کی وجہ سے جو اس نے مہدی کو دے دی تھی اور اس سے پہلے اس کی ملکیت تھی، کوئی چیز پلا دی تھی اس کے علاوہ اور باتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔

حسین بن علی بن حسن کا ظہور

اس کے دورِ خلافت میں حسین بن علی بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کا ظہور ہوا جو مکہ سے چھ میل کے فاصلے پر فخ مقام میں یوم الترویہ کے روز قتل ہوگئے یہ اس فوج کا سالار تھا جس سے بنی ہاشم کی ایک جماعت نے جنگ کی تھی جس میں سلیمان بن ابی جعفر محمد بن علی بن سلیمان، موسیٰ بن عیسیٰ، اور عباس بن محمد بن علی چار ہزار سواروں کے ساتھ

شامل تھے حسین اور اس کے اکثر ساتھی قتل ہو گئے اور تین دن تک بے گور و کفن پڑے رہے یہاں تک کہ انہیں درندے اور پرندے کھا گئے اس کے ساتھ سلیمان بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بھی تھا، اُسے اسی روز گرفتار کر کے مکہ میں باندھ کر قتل کر دیا گیا، اس کے ساتھ عبداللہ بن اسحٰق بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی کو بھی قید کر کے باندھ کر قتل کر دیا گیا، عبداللہ بن حسن بن علی اور حسین بن علی کے لیے امان حاصل کر لی گئی ان دونوں کو جعفر بن یحیٰی بن خالد بن برمک کے پاس قید کر دیا گیا اور اس کے بعد قتل کر دیا گیا، الہادی موسےٰ بن عیسیٰ پر حسین بن علی بن حسن کے قتل کرنے پر بہت ناراض ہوا اور اس کے پاس جانا چھوڑ دیا تاکہ اس کے متعلق وہ جو مناسب سمجھے فیصلہ کرے اور اس نے موسےٰ کے اموال کو قبضہ میں کر لیا اور جو لوگ سر لائے تھے انہوں نے خوشی کا اظہار کیا تو الہادی رو پڑا، اس نے انہیں ڈانٹا اور کہنے لگا تم میرے پاس اس طرح خوش خوش آئے ہو گویا تم میرے پاس کسی ترکی یا دیلمی کا سر لائے ہو یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت میں سے ہے، سنو تمہاری سب سے کم جزا یہ ہے کہ میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا۔

حسین بن علی صاحب فخ کا مرثیہ

اس دور کے ایک شاعر نے حسین بن علی مقتول فخ کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں ؎

"میں حسین و حسن پہ چیخ و پکار کر کے روؤں گا اور اس ابن عاتکہ پہ جس کو انہوں نے بے گور و کفن دفن کیا ہے، انہوں نے فخ میں صبح کے وقت ایک بے وطن کو چھوڑا ہے وہ قتل ہونے والے کریم اور شریف لوگ تھے، جو نہ اوچھے تھے اور نہ بزدل تھے انہوں نے اپنے آپ کو ذلت سے اس طرح دھویا جیسے کپڑوں کو میل سے دھویا جاتا ہے ان کے نانے سے لوگوں نے ہدایت پائی پس ان کے لوگوں پر احسان ہیں۔

الہادی کا ام خیزران کی اطاعت کرنا

الہادی ام خیزران کا بہت مطیع تھا اور جو کچھ وہ لوگوں کی ضروریات کے لیے اس سے طلب کرتی اُسے وہ پورا کرتا اور سوار اور پیادہ لوگوں کی جماعتوں سے اس کا دروازہ خالی نہ ہوتا تھا اس بارے میں ابوالمعانی کہتا ہے ؎

"اے خیزران تجھے مبارک ہو اور پھر مبارک ہو، تیرے بیٹے لوگوں کا انتظام کرتے ہیں۔"

ایک روز خیزران نے اس سے کسی معاملہ میں گفتگو کی تو وہ اُسے کوئی جواب نہ دے سکا اور اس کے سامنے عذر بیان کیا، اس نے کہا مجھے ضرور جواب دینا ہوگا اس نے کہا، میں جواب نہیں دوں گا، اس نے کہا میں عبداللہ بن مالک کی اس ضرورت کی ضامن ہوں پس مہدی نے ناراض ہو کر کہا ابن فاعلہ کے لیے ہلاکت ہو مجھے معلوم ہے کہ اس نے اس کی مصاحبت کی ہے خدا کی قسم میں اس کی ضرورت کو تیرے لیے پورا نہیں کروں گا، اس نے کہا اگر یہ بات ہے تو خدا کی قسم میں کبھی تجھ سے کسی ضرورت کے متعلق سوال نہ کروں گی۔ اس نے کہا خدا کی قسم میں بھی پروا نہیں کروں گا، اور ناک چڑھانے لگا، وہ بھی ناراض ہو کر اُٹھ کھڑی ہوئی، اس نے کہا اپنی جگہ بیٹھی رہو اور میری مکمل گفتگو سنو، ورنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری قرابت کا انکار کر دینا اگر مجھے یہ اطلاع ملی کہ میرے جرنیلوں یا خواص یا خدام میں سے کوئی آدمی تیرے دروازے پر کھڑا ہے تو میں اس کی گردن مار دوں گا اور اس کے مال کو قبضہ میں کر لوں گا جو چاہے وہ یہ کام کر دیکھے، تیرے دروازے پر سواروں اور پیادوں کی جماعتیں روزانہ کیوں جاتی ہیں ؟ کیا تجھے کوئی کام نہیں جو تجھے مصروف رکھے یا تیرے پاس قرآن شریف نہیں جو تجھے نصیحت کرے یا تیرا کوئی گھر نہیں جو تجھے محفوظ رکھے، کسی مسلمان یا ذمی کی حاجت کے لیے اپنا منہ کھولنے سے اجتناب کر وہ واپس چلی گئی اور اُسے یہ نہ پتہ چلا کہ وہ کس چیز پر پاؤں رکھ رہی ہے۔ اس کے بعد اس نے اس کے ساتھ کوئی میٹھی پھیکی گفتگو نہیں کی۔

عباسیوں نے بنی ہاشم کا بدلہ بنی مروان سے لیا

ابن داب بیان کرتا ہے کہ الہادی نے مجھے رات کو کسی وقت بلایا وہ مجھے ایسے وقت میں بلایا نہیں کرتا تھا میں اس کے پاس گیا تو وہ ایک چھوٹے سے سرمائی مکان میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے ایک چھوٹی سی کتاب تھی جسے وہ دیکھ رہا تھا اس نے میرا نام لیا تو میں نے کہا امیرالمومنین حاضر ہوں، ہادی نے کہا مجھے نیند نہیں آ رہی اور خیالات و ہموم کا مجھ پر ہجوم ہے، میرے دل میں اس خیال کا بڑا زور ہے کہ بنو امیہ نے جو بنی حرب میں سے ہیں اور بنی مروان نے ہمارے خون بہانے کے لیے کیا کچھ کیا ہے میں نے کہا امیرالمومنین اس عبداللہ بن علی نے نہر ابی فطرس پر ان کے فلاں فلاں آدمی کو قتل کر دیا ہے یہاں تک کہ میں نے ان کے اکثر

مقتولوں کے نام دیے اور عبدالصمد بن علی نے حجاز میں ایک ہی وقت میں ان میں سے عبداللہ بن علی کے مقتولوں کے برابر آدمی قتل کر دیے ہیں اور اس نے ان کے خون کے بہانے کے بعد کہا ہے ؎

"بنو مروان اور آلِ حرب سے اپنا بدلہ لے لینے نے میرے دل کو شفا دے دی ہے اور اس کی بیماری کو ٹھیک کر دیا ہے کاش میرا شیخ اس وقت حاضر ہوتا جب میں بنی ابی سفیان کے خون بہا رہا تھا۔"

ابن داب بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم الہادی خوش ہو گیا اور کہنے لگا، عیسٰی ان اشعار کا قائل داؤد بن علی ہے اور جس قائل کا تو نے ذکر کیا ہے وہ حجازی ہے اور تو نے مجھے یہ دونوں شعر یاد دلا دیے ہیں گویا میں نے انہیں سنا ہی نہیں، میں نے کہا امیر المومنین بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اشعار عبداللہ بن علی کے ہیں جو اس نے نہر ابی فطرس پر کہے تھے اس نے کہا ہاں لوگ یہ بھی کہتے ہیں۔

مصر کی کچھ خوبیاں، کچھ عیوب اور کچھ واقعات

ابن داب بیان کرتا ہے کہ پھر ہم باتوں باتوں میں مصر کے واقعات، اس کے عیوب و فضائل اور دریائے نیل کے واقعات کا ذکر کرنے لگے تو الہادی نے مجھے کہا کہ اس کے فضائل بہت ہیں، میں نے کہا امیر المومنین مصریوں کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے حالانکہ دعویٰ پر دلیل پیش کرنا ضروری ہوتا ہے، اہل عراق اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ مصر کے عیوب اس کی خوبیوں سے زیادہ ہیں اس نے کہا مثلاً وہ کیا ہیں میں نے کہا امیر المومنین اس کا ایک عیب یہ ہے کہ وہاں بارش نہیں ہوتی اور جب بارش ہوتی ہے تو وہ اسے ناپسند کرتے ہیں، اللہ کے حضور عاجزی سے دعا کرنی چاہیے کیونکہ وہ فرماتا ہے" وهو الذی یرسل الریاح بشراً بین یدی رحمته "[1] یہ مخلوق کے لیے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت ہے اور وہ اسے ناپسند کرتے ہیں یہ ان کے لیے ضرر رساں اور ناموافق ہے جس سے نہ ان کی کھیتی بڑھتی ہے اور نہ زمین سرسبز ہوتی

---

[1] (ترجمہ) اور وہ وہ ہے جو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے (اعراف۔ آیت ۵۷)

ہے اور اس کا دوسرا عیب یہ ہے کہ وہاں بادِ جنوب چلتی ہے جسے وہ المریسیّة کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل مصر بالائی علاقے کو بلادِ نوبہ تک مریس کہتے ہیں اور جب مریسی ہوا ـــ بادِ جنوب ـــ مسلسل تیرہ دن چلتی ہے تو مصری کفن اور حنوط خرید لیتے ہیں اور انہیں قاتل وبا اور ہمہ گیر مصیبت کا یقین ہو جاتا ہے، اس کا تیسرا عیب ان کی خواہشات کا اختلاف ہے کیونکہ وہ ایک دن میں کئی دفعہ کپڑے تبدیل کرتے ہیں وہ ایک دفعہ قمیص پہنتے ہیں اور دوسری دفعہ شلوکہ اور تیسری دفعہ کسی چیز سے بھرے ہوئے کپڑے، یہ اس وجہ سے ہے کہ وہاں سال کے دوسرے موسموں میں رات اور دن کو ہواؤں کے چلنے کی جگہیں بدلتی رہتی ہیں اور موسم کی مزاج میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے نیز وہاں پر خوراک لائی جاتی ہے وہ خود خوراک مہیا نہیں کرتا لہٰذا جب قحط پڑتا ہے تو وہ ہلاک ہو جاتے ہیں اب رہا دریائے نیل، تو وہ تمام چھوٹے بڑے دریاؤں سے مختلف ہے، دجلہ، فرات، دریائے بلخ، جیجوں وسیحوں میں وہ مگرمچھ نہیں پائے جاتے جو مصر کے دریائے نیل میں پائے جاتے ہیں اور یہ نقصان رساں چیز ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

"جب مجھے بتایا گیا کہ نیل میں مگرمچھ ہوتے ہیں تو میں نے دریائے نیل سے
دُور رہنے کا اظہار کیا، کس نے دریائے نیل کو قریب سے اپنی آنکھوں
سے دیکھا ہے میں نے تو نیل کو مشکیزوں میں دیکھا ہے۔"

اس نے کہا تیرا برا ہو وہ نوافیل کیا ہیں جن میں تو نے نیل کو دیکھا ہے میں نے کہا کہ مصری مشکیزوں کو نوافیل کہتے ہیں، اس نے پوچھا شاعر کی اس سے کیا مراد ہے میں نے کہا اس کی مراد یہ ہے کہ مصری لوگ اس خوف سے کہ کہیں پانی میں مگرمچھ نہ آ جائے پانی میں داخل نہیں ہوتے بلکہ برتنوں میں بھر کر اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں کیونکہ مگرمچھ آدمیوں اور دوسرے حیوانات کو اُٹھا لے جاتا ہے، اس نے کہا کہ اس قسم کے جانوروں نے لوگوں کو اس سے فائدہ حاصل کرنے سے روک دیا ہے میں اس دریا کو دیکھنے کا بہت اشتیاق رکھتا تھا مگر تو نے اس کا حال بیان کر کے مجھے اس سے بے رغبت کر دیا ہے۔

شہر دنقلہ

ابن داب بیان کرتا ہے کہ مہر ہادی نے مجھ سے دنقلہ شہر کے متعلق پوچھا جو مملکت نوبہ کا دارالخلافہ ہے کہ اس کے اور اُسوان کے

درمیان کتنا فاصلہ ہے میں نے کہا بعض لوگ کہتے ہیں کہ دریائے نیل کے کنارے کنارے چالیس دن تک چلتے جاتے ہیں تو یہ فاصلہ طے کرتے ہیں۔

بصرہ اور کوفہ کے درمیان

ابن داب بیان کرتا ہے کہ مجھ سے ہادی نے کہا، اے ابن داب مغرب اور اس کے حالات و واقعات کو چھوڑو، آؤ ذرا کوفہ اور بصرہ کے فضائل کا اور جو یہ دونوں شہر ایک دوسرے سے زائد خوبیاں رکھتے ہیں ان کا تذکرہ کریں۔ میں نے کہا عبدالملک بن عمیر سے بیان کیا گیا ہے وہ کہتا ہے کہ احنف بن قیس، مصعب بن زبیر کے ساتھ ہمارے پاس کوفہ میں آیا، تو جو بھی قبیح چیز میں نے دیکھی تھی اس کا پر تو میں نے احنف کے چہرے میں پایا وہ چھوٹے سر، لمبی گردن، دھنسی ہوئی آنکھوں کٹے ہوئے کانوں والا، کانا، اُبھرے ہوئے چہرے، لٹکی ہوئی باچھوں، بے ترتیب دانتوں، کم گوشت رخساروں اور ٹیڑھے پاؤں والا تھا، لیکن جب وہ بات کرتا تو اس کی ذات نکھر جاتی، وہ ایک روز ہمارے مقابلہ میں بصرہ پہ فخر کرنے لگا ہم اس کے مقابلہ میں کوفہ پہ فخر کرنے لگے، ہم نے کہا کوفہ بہت غلہ پیدا کرنے والا، خوش گوار، کھلا اور اچھی آب و ہوا والا شہر ہے اور ایک آدمی نے اُسے کہا خدا کی قسم کوفہ اس حسین و جمیل نوجوان لڑکی سے کس قدر مشابہت رکھتا ہے جو اچھے حسب والی ہو لیکن اس کے پاس مال نہ ہو وہ جب بات کرتی ہو اپنی ضرورت کا ذکر کرتی ہو اور اس کا طالب اس کی ضرورت کو پورا کر دیتا ہو، اور بصرہ ایک مال دار بڑھیا سے کس قدر مشابہت رکھتا ہے جس کو کئی قسم کے عوارض ہوں اور وہ جب بات کرتی ہو اپنی مال داری اور عوارض کا تذکرہ کرتی ہو اور اس کا طالب اس کے عوارض کو دُور کر دیتا ہو، احنف نے کہا کہ بصرہ کے نشیب میں سرکنڈہ اور وسط میں لکڑی اور فراز میں کھجوریں ہیں ہم سب سے زیادہ گول چادریں، ہاتھی دانت، دیباج، کھانڈ اور نقدی رکھنے والے ہیں خدا کی قسم میں بصرہ میں خوش خوش آتا ہوں اور بادل نخواستہ یہاں سے باہر جاتا ہوں راوی بیان کرتا ہے کہ بکر بن وائل کے ایک نوجوان نے اس کے پاس جا کر کہا اے ابو بحر! تو نے لوگوں سے جو بات کہی ہے کس وجہ سے کہی ہے؟ خدا کی قسم نہ تو تو اُن سے زیادہ حسین ہے اور نہ ہی ان سے زیادہ معزز ہے اور نہ ہی ان سے زیادہ مسجع کلام کرنے والا ہے اس نے کہا بھتیجے! مجھے تم سے اختلاف

ہے اس نے کہا کیا اختلاف ہے احنف نے کہا میں نے وہ باتیں چھوڑ دی ہیں جو میرا مقصود نہیں اور تو نے میرے معاملے میں وہ باتیں مراد لی ہیں جو تجھے مراد نہیں لینی چاہئیں۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ الہادی کے ساتھ ابن دأب کے بہت سے اچھے واقعات ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا اور ہمارے لیے ان کا اس کتاب میں بیان کرنا مناسب نہیں کیونکہ ہم نے حذف الفاظ اور ترک تکرار کے ساتھ ایجاز و اختصار کی شرط بھی لگائی ہوئی ہے۔

اہل بصرہ اور اہل کوفہ اور دجلہ سے پانی پینے والوں کے ان کے پانیوں اور ان کے مضار و منافع کے متعلق بہت سے مناظرات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اہل کوفہ نے اہل بصرہ پر عیب لگایا کہ تمہارا پانی گدلا اور کھاری ہے، اہل بصرہ نے انہیں کہا، ہمارے پانی میں گدلا پن کہاں سے آتا ہے سمندر کا پانی صاف ہے اور نشیب کا پانی بھی صاف ہے اور یہ دونوں ہمارے شہر کے وسط میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں، کوفیوں نے کہا شیریں اور صاف پانی کی طبیعت میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ جب وہ سمندر کے پانی سے ملتا ہے تو سب کا سب گدلا ہو جاتا ہے

اہل کوفہ نے اپنے پانی یعنی دریائے فرات کے پانی کو دجلہ کے پانی پر ترجیح دی انہوں نے کہا ہمارا پانی سب پانیوں سے زیادہ شیریں اور غذا والا ہے اور دجلہ کے پانی کے مقابلہ میں اجسام کو زیادہ صحت دینے والا ہے اور فرات نیل سے بہتر ہے، دجلہ کا پانی مردوں کی شہوت اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ کو ختم کرتا ہے اور ہنہناہٹ کے جانے کے ساتھ ان کی نشاط ختم ہو جاتی ہے، ان کے قویٰ کو نقصان پہنچتا ہے اگر وہاں پر آنے والوں کے اجسام میں چربی نہ ہو تو ان کی ہڈیاں خشک ہو جائیں اور ان کے چمڑوں میں یبوست پیدا ہو جائے دیگر عربوں میں سے جو لوگ دجلہ پر اترتے ہیں وہ اپنے گھوڑوں کو دجلہ کا پانی نہیں پلاتے بلکہ کنوؤں سے پلاتے ہیں کیونکہ ان کا پانی ملا جلا اور مختلف الانواع کا ہوتا ہے اور نہروں کے گرنے کی وجہ سے الزابین وغیرہ کی طرح ان کا پانی ایک نہیں ہوتا اور پینے والی چیز کا طریق، کھانے والی چیز سے مختلف ہے کیونکہ کھانوں کا مختلف ہونا نقصان دہ نہیں اور پینے کی چیزوں کا مختلف ہونا جیسے شراب، نبیذ وغیرہ کا پینا انسان کے لیے نقصان

ہے جب دجلہ پر ہمارے پانی کی فضیلت ثابت ہے تو بصرہ کے پانی پر جو سمندر کے پانی سے ملا ہوا ہے، اس کی فضیلت کے متعلق تیرا کیا خیال ہے نیز وہ اس پانی سے بھی افضل ہے جو ہری سرکنڈوں کی جڑوں میں رنگ بدل لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج۔" اور فرات، شیرینی میں سب پانیوں سے زیادہ شیریں ہے اور فرات کوفہ کے تمام شیریں پانیوں سے نکلا ہے۔

اسی طرح اہل کوفہ نے اہل بصرہ کو طعنہ دیا ہے کہ بصرہ تمام زمین سے جلد بے آباد ہونے والا اور خراب مٹی والا اور آسمان سب سے زیادہ دور اور جلد غرق ہونے والا ہے اور اہل بصرہ نے اور اسی طرح دجلہ کے پانی پینے والوں نے اہل کوفہ کو ان کے سوالات اور عیوب کا جواب دیا ہے اور انہوں نے اہل کوفہ پر عیب لگائے ہیں اور ان کے عیوب کا ذکر کیا ہے کہ وہاں کے لوگ کھانے پینے کے بڑے حریص اور خائن اور بے وفا ہوتے ہیں ہم نے یہ سب باتیں اپنی کتاب اخبار الزمان میں بیان کی ہیں اسی طرح ہم نے زمین اور پانیوں کے خواص اور سال کے موسموں اور صوبوں کی تقسیم اور ان سے ملتی جلتی باتوں کو اپنی گزشتہ کتب میں مفصل طور پر وضاحت سے بیان کیا ہے اس کتاب میں ہم نے صرف ایک جھلک پیش کی ہے، اب ہم پھر الہادی کے واقعات کی طرف آتے ہیں اور درمیان میں ذکر ہونے والی باتوں سے پہلوتہی کرتے ہیں۔

ہارون الرشید کو ولیعہدی سے الگ کرنے کے متعلق الہادی کی خواہش

الہادی نے ہارون الرشید کو ولیعہدی سے الگ کرنا چاہا اور اپنے بیٹے جعفر بن موسےٰ کو ولی عہد بنانا چاہا

اس نے یحییٰ بن خالد برمکی کو قید کر دیا اور اُسے قتل کرنا چاہا۔ یحییٰ نے جو ہارون الرشید کے معاملے کا متولی تھا اُسے کہا امیر المومنین اگر آپ کے خیال میں وہ بات جو میں اللہ سے مانگ رہا ہوں ایسی ہے کہ اللہ اُسے پوری نہ کرے اور امیر المومنین کی عمر کو اللہ تعالےٰ لمبا کرے، کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ لوگ امیر المومنین کے بیٹے جعفر کی حکومت کو تسلیم کر لیں گے حالانکہ وہ ابھی بلوغت کو بھی نہیں پہنچا اور وہ اس کے ساتھ اپنی نمازوں حج اور جنگوں کو پسند کریں گے؟ اس نے کہا میں یہ خیال نہیں کرتا اس نے کہا پھر یقین رکھیے کہ آپ کے سب اہل بیت خلافت کی رغبت کریں گے اور وہ آپ کے باپ کے

بیٹوں سے نکل کر دوسروں کی طرف چلی جائے گی اور آپ ہی لوگوں کو عہد شکنی پر آمادہ کرنے والے ہوں گے اور ان کے عہدوں کو ہیچ کر دیں گے اور اگر آپ اپنے بھائی کی بیعت کو اسی حالت پر قائم رہنے دیں اور جب جعفر بالغ ہو جائے تو اس کے لیے بیعت ہو جائے تو یہ زیادہ بہتر ہو گا میں نے آپ کے بھائی سے کہا ہے کہ وہ اسے اپنے سے مقدم رکھے۔

اس نے کہا خدا کی قسم تو نے اس بات سے آگاہ کیا ہے جس سے میں پہلے آگاہ نہیں تھا پھر اس کے بعد اس نے رشید کو الگ کرنے کا عزم کیا خواہ وہ راضی رہے یا نہ رہے اور اُسے اکثر باتوں میں تنگ کرنے کا حکم دے دیا تو یحییٰ نے اُسے بتایا کہ وہ اس سے شکار کے لیے جانے کی اجازت طلب کرے اور اس میں لمبا عرصہ مشغول رہے کیونکہ پیدائش کے لحاظ سے موسےٰ کی مدت تھوڑی رہ گئی تھی، ہارون الرشید نے اس سے اجازت مانگی تو اس نے اُسے اجازت دے دی پس وہ فرات کے کنارے بلاد انبار اور ہیت کی طرف چلا گیا اور سماوہ کے قریب خشکی کے درمیان ٹھکانہ بنا لیا۔ الہادی نے اُسے خط لکھا جس میں اُسے آنے کا حکم دیا مگر ہارون الرشید ٹال مٹول کرتا رہا تو الہادی نے اس پر زبان درازی شروع کر دی۔ اور الہادی کو بلاد حدیثہ کی طرف جانے کی ضرورت پیش آ گئی وہ وہاں پر بیمار ہو گیا اور واپس آ گیا اس کی بیماری بہت بڑھ گئی اور سوائے چھوٹے خادموں کے اور کوئی آدمی اس کے پاس جانے کی جسارت نہ کر سکا پھر اس نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ اس کی ماں خیزران کو بُلا لائیں وہ آ کر اس کے سرہانے کھڑی ہو گئی تو اس نے اُسے کہا میں اس رات کو مر جانے والا ہوں اور میرا بھائی ہارون خلافت کو سنبھال لے گا، میں نے سیاست ملکی کے بموجب نہ کہ شرع کے بموجب تجھے بعض باتوں کا حکم دیا تھا اور بعض باتوں سے روکا تھا اور میں تیرا نافرمان نہیں بلکہ میں تیرا محافظ اور تجھ سے نیک سلوک کرنے والا ہوں پھر وہ اس کے ہاتھ کو پکڑے ہوئے اور اُسے اپنے سینے پر رکھے ہوئے فوت ہو گیا۔

وہ رَے میں پیدا ہوا تھا، ہارون الرشید کی جائے پیدائش بھی یہی ہے، اسی رات الہادی کی وفات، ہارون الرشید کی ولایت اور مامون کی پیدائش ہوئی۔

الہادی اور ایک گنہ گار آدمی

کہتے ہیں کہ الہادی نے اپنے سامنے حکومت کے ایک دوست کو کھڑا کیا جس نے بہت سے جرائم

کیسے تھے اور اس کے گناہوں کا تذکرہ کرنے لگا تو اس آدمی نے اُسے کہا امیرالمومنین آپ نے جس بات سے مجھے زخمی کیا ہے میرا اس سے عذر کرنا آپ کی تردید ہوگا اور آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کے متعلق میرا اقرار کرنا مجھ پر گناہ کو واجب کر دے گا لیکن میں کہتا ہوں ۵

"اگر آپ کو سزا میں راحت ملتی ہے تو معاف کر دینے کے اجر سے بے رغبتی نہ کرو۔"

تو اس نے اُسے آزاد کر دیا اور اس سے حُسنِ سلوک کیا۔

الہادی اور ہارون الرشید کے درمیان گفتگو

حکومت کے حالات سے باخبر کئی مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ موسےٰ نے اپنے بھائی ہارون الرشید سے کہا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا نفس تجھے خواب کے پورا ہونے کی باتیں بتا رہا ہے اور تو اس چیز کا خواہاں ہے جس سے تو بہت دُور ہے حالانکہ اس سے ورے بڑی مصیبتیں ہیں تو ہارون الرشید نے اُسے جواب دیا امیرالمومنین جو تکبر کرتا ہے، ذلیل ہوتا ہے اور جو عاجزی اختیار کرتا ہے وہ سربلند ہو جاتا ہے جو ظلم کرتا ہے وہ بے یارومددگار ہو جاتا ہے اگر حکومت مجھے مل گئی تو میں ان لوگوں سے صلہ رحمی کروں گا جن سے آپ نے قطع تعلق کیا ہے اور جن کو آپ نے محروم کیا ہے ان سے حُسنِ سلوک کروں گا اور آپ کی اولاد کو اپنی اولاد سے اعلیٰ بناؤں گا اور ان سے اپنی بیٹیوں کی شادیاں کروں گا اور اس طرح میں ہدایت یافتہ امام کا حق ادا کروں گا تو موسےٰ کا غصہ دُور ہو گیا۔ اور خوشی کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں ہو گئے اور کہنے لگا اے ابوجعفر میرا تیرے متعلق یہی خیال تھا، میرے قریب ہو جا، ہارون کھڑا ہوا تو اس نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا پھر وہ چلا گیا تاکہ اپنی جگہ پر واپس آجائے۔ موسےٰ نے کہا، جلیل القدر شیخ اور صاحب نجابت بادشاہ میرے ساتھ صدر مجلس میں بیٹھے گا پھر اس نے خزانچی سے کہا اسی وقت میرے بھائی کے پاس ایک کروڑ دینار لے جاؤ اور جب خراج آئے تو اس کا نصف بھی اس کے پاس لے جانا، جب ہارون الرشید نے واپسی کا ارادہ کیا تو اس کی سواری کو قالین کے پاس لے جایا گیا (اور وہ اپنی نشست گاہ سے سوار ہوا)

اپنے دونوں بیٹوں الہادی اور الرشید کے متعلق مہدی کا خواب

عمرو الرومی بیان کرتا ہے کہ میں نے

ہارون الرشید سے خواب کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ مہدی مجھے کہتا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے موسےٰ اور ہارون الرشید کو ایک ایک چھڑی دی ہے موسیٰ کی چھڑی میں اس کے اوپر کے حصے میں تھوڑے پتے ہیں مگر ہارون کی چھڑی میں شروع سے آخر تک پتے لگے ہیں اس نے یہ خواب حکیم بن اسحٰق صمیری کو سُنایا جو خواب کی تعبیر بیان کیا کرتا تھا اس نے اُسے کہا کہ یہ دونوں بادشاہ ہوں گے، موسےٰ کا دورِ حکومت کم ہوگا، ہارون الرشید زندگی بھر خلیفہ رہے گا اور اس کا زمانہ بہت اچھا ہوگا، عمرو الرومی بیان کرتا ہے کہ جب ہارون الرشید کو خلافت ملی تو اس نے اپنی بیٹی حمدونہ کو جعفر بن موسےٰ سے اور فاطمہ کو اسماعیل بن موسےٰ سے بیاہ دیا اور جو وعدہ کیا تھا پورا کر دیا۔

الہادی کا عمرو بن معدیکرب کی تلوار (صمصامہ) کو حاصل کرنا

عبداللہ بن ضحاک، الہیثم بن عدی سے بیان کرتا ہے کہ مہدی نے موسیٰ الہادی کو عمرو بن معدی کرب کی تلوار صمصامہ دی اور خلافت ملنے کے بعد موسےٰ نے اُسے منگوا کر اپنے سامنے رکھا اور دنانیر کا ایک ٹوکرا بھر کر بھی رکھا اور اپنے دربان سے کہا شعراء کو اجازت دو، جب شعراء آئے تو اس نے انہیں حکم دیا کہ وہ تلوار کے متعلق شعر کہیں، ابن یامین بصری نے آغاز کرتے ہوئے کہا ؎

"تمام لوگوں میں سے زبیدی کی صمصامہ کو موسےٰ امین نے حاصل کیا ہے،
عمرو کی تلوار کے متعلق ہم نے سُنا ہے کہ جو تلواریں نیام میں کی جاتی ہیں یہ ان
سب سے بہتر ہے بجلیوں نے اس کے اوپر آگ جلا دی ہے پھر موتوں
نے اس میں زہر ملا دیا ہے اور جب اُسے سونتا جاتا ہے تو وہ روشنی میں
سُورج پر غالب آجاتی ہے اور سُورج ظاہر ہی نہیں ہو سکتا اور تلوار کا جوہر
اس کی دونوں طرفوں میں چشمے کے پانی کی طرح چلتا نظر آتا ہے اور جب کسی
مضروب کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے تو وہ اس بات کی پروا نہیں
کرتی کہ دائیں ہاتھ نے اس کے ساتھ حملہ کیا ہے یا بائیں نے۔"

یہ بہت سے اشعار ہیں، الہادی نے اُسے کہا یہ تلوار اور ٹوکرا تیرے لیے ہے دونوں کو لے لو، پس اس نے ٹوکرا تو شعراء میں تقسیم کر دیا اور کہنے لگا تم میرے ساتھ آئے ہو اور میری وجہ سے محروم ہوئے ہو اور تلوار کا معاوضہ ملے گا پھر اس نے اسے

الہادی کی طرف بھیج دیا تو اس نے اس سے پچاس ہزار میں تلوار خرید لی، مہدی کا زمانہ اگرچہ بہت تھوڑا ہے مگر اس کے واقعات بہت شاندار ہیں اور ہم نے ان کا ذکر اپنی دونوں کتابوں اخبار الزمان اور الاوسط میں کیا ہے، وباللہ التائید۔

ہارون الرشید کی خلافت کا بیان

مختصر حالات جس شب کو الہادی کی وفات ہوئی اس کی صبح کو بغداد میں جمعہ کے روز ہارون الرشید کی بیعت ہوئی، یہ ۱۸ ربیع الاوّل ۱۷۰ھ کا واقعہ ہے اور اس کی وفات طوس کی ایک بستی سناباذ میں ہفتہ کے روز ۴ جمادی الآخرۃ ۱۹۳ھ کو ہوئی یہ ۲۳ سال ۶ ماہ خلیفہ رہا، بعض کہتے ہیں کہ ۲۳ سال ۲ ماہ ۱۸ دن رہا۔ ہارون ۲۱ سال دو ماہ کی عمر میں خلیفہ بنا اور ۴۴ سال ۴ ماہ کی عمر میں فوت ہوا۔

اس کے حالات و واقعات کا مختصر بیان اور اس کے دَور کی ایک جھلک

ہارون الرشید کا یحییٰ بن خالد برمکی کو وزیر بنانا جب ہارون الرشید کو خلافت ملی تو اس نے یحییٰ بن خالد برمکی کو بُلا کر کہا اے میرے باپ آپ نے اپنے یمن و برکت اور حسنِ تدبیر سے مجھے اس جگہ پر بٹھایا ہے اور میں نے حکومت کا کام آپ کے سپرد کیا ہے اور اس نے اپنی انگوٹھی اُسے دی، اس کے متعلق موصلی کہتا ہے ؎

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ سُورج کی روشنی ماند پڑ چکی ہے جب ہارون الرشید
والی بنا تو اس کا نور اللہ کے امین ہارون سخی کی برکت سے چمک اُٹھا ہارون

اس کا والی اور یحییٰ اس کا وزیر ہے۔"

ہارون الرشید کی حکومت کے چند ماہ ہی گزرے تھے کہ ریطہ بنت ابوالعباس سفاح وفات پا گئی بعض کے بقول اس نے الہادی کے آخری ایام میں وفات پائی ہے الہادی اور ہارون الرشید کی والدہ خیزران نے ۱۷۳ھ میں وفات پائی ہارون الرشید اس کے جنازہ کے آگے آگے چلا خیزران کی زمین کی آمد ایک کروڑ ساٹھ لاکھ درہم تھی، محمد بن سلیمان بھی اسی سال فوت ہوا اور ہارون الرشید نے بصرہ وغیرہ میں اس کے اموال کو قبضہ میں کر لیا جو جاگیروں، مکانات اور غلہ کے علاوہ پچاس لاکھ درہم سے زیادہ تھے محمد بن سلیمان ہر روز ایک لاکھ درہم کی خیانت کرتا تھا۔

محمد بن سلیمان اور قاضی سوار کو ایک دیوانے کا ملنا

کہتے ہیں کہ ایک روز محمد بن سلیمان بصرہ میں سوار ہوا اس کے ساتھ ساتھ قاضی سوار اپنے چچا کی بیٹی کے جنازہ میں جا رہا تھا کہ اسے ایک دیوانہ مل گیا جو بصرہ میں رأس النعجۃ کے نام سے مشہور تھا اس نے اُسے کہا اے محمد کیا یہ انصاف کی بات ہے کہ ہر روز تیرا عطیہ ایک لاکھ درہم ہو اور میں نصف درہم مانگتا ہوں مجھے وہ بھی نہیں ملتا، پھر اس نے سوار کی طرف متوجہ ہو کر کہا اگر یہ عدل ہے تو میں اس کا انکار کرتا ہوں پس محمد کے غلام اس کی طرف دوڑ کر گئے مگر اس نے انہیں روکا اور اُسے سو درہم دینے کا حکم دیا جب محمد اور سوار واپس آئے تو پھر اُسے راس النعجۃ ملا اور اُسے کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ تیرے منصب شرف ابوت چہرے کے حُسن اور بلندی نشان کو عزت دے مجھے اُمید ہے کہ یہ بھلائی اللہ تعالیٰ تجھ سے کروانا چاہتا ہے اور وہ تیرے لیے دونوں گھروں کو اکٹھا کرنا چاہتا ہے تو سوار نے اس کے قریب ہو کر کہا ارے خبیث تم نے شروع میں یہ بات نہیں کہی تھی تو اس نے اُسے کہا میں نے تجھ سے اللہ تعالیٰ اور امیر کے حق کے متعلق پوچھا ہے ہاں ذرا مجھے یہ بتا دیجیے کہ یہ آیت کس سورت میں ہے" فان اعطوا منها رضوا و ان لم یعطوا منها اذا هم یسخطون۔[1]" اس نے کہا یہ سورت براءت میں ہے اس نے کہا تو نے

---

[1] (ترجمہ) پس اگر وہ اس سے دیئے جائیں تو خوش ہوں اور اگر اس سے نہ دیئے جائیں تو وہ اچانک ناراض ہو جاتے ہیں (توبہ آیت ۵۸)

درست بنایا ہے پس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے تجھ سے برأت کی ہے کہ محمد بن سلیمان کو یہ بات سُن کر اس قدر ہنسی آئی کہ وہ اپنے سواری کے جانور سے گرنے لگا تھا۔

جب محمد بن سلیمان نے ایک نہر کے کنارے بصرہ میں اپنا محل بنایا تو عبدالصمد بن شبیب بن شبہ اس کے پاس گیا، محمد نے اُسے کہا تو میرے محل کو کیسا پاتا ہے اس نے کہا تو نے بڑی عظیم الشان عمارت بنائی ہے جس کا صحن بہت اچھا ہے اور فضا کھُلی ہے اور ہوا نرم ہے اور بہت اچھے پانی پر ہے جو ملاحوں، خوبصورتی اور ہرنوں کے درمیان ہے، محمد نے کہا، تیرے کلام کی عمارت ہماری عمارت سے اچھی ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ گفتگو کرنے والا، محل کا بانی عیسےٰ بن جعفر تھا جیسا کہ محمد بن زکریا غلابی نے فضل بن عبدالرحمٰن بن شبیب بن شبہ سے بیان کیا ہے اور اس محل کے متعلق ابن ابی عیینہ کہتا ہے ؎

"وادی القصر کی زیارت کر، قصر اور وادی کیا ہی اچھے ہیں، وقت مقرر کیے بغیر اس کی زیارت کرنا ضروری ہے اس کی زیارت کر کہ شہر و دیہات میں کوئی مکان اس کی مانند نہیں ہے اس کی لمبی کشتیاں چلتی ہیں، اونٹ، گوہ، مچھلی، ملاح اور حدی خوان کھڑے ہیں۔"

لیث بن سعد کی وفات

۱۷۵ھ میں لیث بن سعد مصری فہمی نے وفات پائی اس کی کنیت ابو حارث اور عمر ۸۲ سال تھی اس نے ۱۱۳ھ میں حج کیا تھا اور نافع سے سماعت کی تھی۔

قاضی شریک کی وفات

۱۷۵ھ میں قاضی شریک بن عبداللہ بن سنان نخعی نے وفات پائی اس کی کنیت ابوعبداللہ اور عمر ۸۲ سال تھی اور جائے پیدائش بخارا تھی یہ شریک بن عبداللہ بن انمر لیثی نہیں ہے، کیونکہ ابن ابی انمر کی وفات ۱۴۰ھ میں ہوئی ہے ہم نے اس بات کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ یہ دونوں حضرات آباء اور اُمہات میں مشابہت رکھتے ہیں ان کے درمیان ۳۹ سال کا فرق ہے اور شریک بن عبداللہ نخعی، مہدی کے زمانے میں کوفہ کا قاضی تھا پھر موسےٰ الہادی نے اُسے معزول کر دیا شریک اپنے علم و فہم کے ساتھ بڑا ذہین و فطین آدمی تھا اور مہدی کی موجودگی میں اس کے اور مصعب بن عبداللہ کے درمیان گفتگو ہوئی تو مصعب نے اُسے کہا تو ابوبکرؓ اور عمرؓ کی تنقیص کرتا ہے اس نے جواب دیا خدا کی قسم میں تو تیرے دادے کی بھی تنقیص نہیں کرتا جو ان دونوں سے کم درجے کا تھا۔

شریک کے پاس معاویہ کے حلم کا ذکر کیا گیا تو اس نے کہا وہ شخص حلیم نہیں ہو سکتا جو حق کو ذلیل کرے اور علی بن ابی طالب سے جنگ کرے۔

اور شریک سے نبیذ کی بُو آ رہی تھی تو اصحاب حدیث نے اُسے کہا اگر یہ بو ہم سے آتی تو ہم شرمندگی محسوس کرتے اس نے کہا اس لیے کہ تم شکی مزاج ہو۔

امام مالک بن انس کی وفات

ہارون الرشید کے زمانے میں ابو عبداللہ مالک بن انس بن ابی عامر اصبحی نے ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ یہ ربیع الاوّل کا واقعہ ہے، بعض کہتے ہیں کہ ان کی نماز جنازہ ابن ابی ذئب نے پڑھائی اگرچہ ابن ابی ذئب کی وفات کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام مالک مسجد میں آتے، نمازوں، جمعہ اور جنائز میں حاضر ہوتے بیماروں کی عیادت کرنے اور حقوق کی ادائیگی کرتے تھے پھر آپ نے یہ سب باتیں ترک کر دی تھیں آپ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہر انسان اپنے عذر کو بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

جعفر بن سلیمان کے پاس آپ کی شکایت کی گئی کہ آپ اس کی بیعت کے عہد کو کچھ نہیں سمجھتے تو اس نے آپ کو کوڑوں سے مارا یہاں تک کہ آپ کے دونوں کندھے اُتر گئے۔

حماد بن زید

جس سال حضرت امام مالکؒ کی وفات ہوئی، حماد بن زید کی وفات بھی اسی سال یعنی ۱۷۹ھ میں ہوئی۔

ابن المبارکؒ

۱۶۱ھ میں حضرت عبداللہ بن المبارک مروزی فقیہ، طرطوس سے واپسی پر ھیت مقام میں وفات پا گئے۔

قاضی ابو یوسفؒ

۱۸۲ھ میں قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم نے ۶۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔

آپ انصاری تھے ۱۶۹ھ میں جب الہادی، جرجان کی طرف گیا تو آپ قاضی بنے اور اپنی وفات تک یعنی پندرہ سال تک قضا کے عہدہ پہ قائم رہے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ام جعفر نے ابو یوسف کی طرف فتویٰ حاصل کرنے کے لیے ایک مسئلہ لکھا تو آپ نے شریعت کے مطابق اور اپنے اجتہاد کی رُو سے اس کی منشاء کے موافق فتوےٰ دے دیا تو اس نے آپ کی طرف چاندی کی ایک ڈبیہ بھیجی جس میں چاندی

کی دو ڈبیاں تھیں اوران میں سے ہرایک ڈبیہ میں ایک قسم کی خوشبو تھی اور سونے کا ایک جام بھیجا جس میں دراہم تھے اور چاندی کا ایک جام بھی بھیجا جس میں دنانیر تھے غلام اور جامۂ دان گدھے اور گھوڑے بھی بھیجے، حاضرین مجلس میں سے ایک آدمی نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو ہدیہ ملے تو اس کے ہم نشین بھی اس میں اس کے شریک ہوتے ہیں حضرت امام ابو یوسف نے فرمایا تو نے اس حدیث کی تاویل ظاہر کے مطابق کی ہے مگر استحسان اس پر عمل کرنے سے مانع ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب لوگوں کے ہدیے کھجوریں اور دودھ ہوتا تھا نہ کہ اس وقت جب کہ لوگوں کے ہدیے سونا اور چاندی وغیرہ ہوتے ہیں وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔

ہارون الرشید کے سامنے عبداللہ بن مصعب زبیری اور موسیٰ بن عبداللہ بن حسن طالبی کے درمیان

فضل بن ربیع بیان کرتا ہے کہ عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر نے مجھے آکر کہا کہ موسےٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی مجھ سے اپنی بیعت کرانا چاہتا ہے تو ہارون الرشید نے ان دونوں کو بُلایا زبیری نے موسےٰ سے کہا تم نے ہمارے خلاف کوششیں کیں اور ہماری حکومت کو توڑنا چاہا تو موسےٰ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا تم کون ہو؟ ہارون الرشید کو بہت ہنسی آئی یہاں تک کہ اس نے اپنا سر چھت کی طرف کر لیا تاکہ اس کی ہنسی کا پتہ نہ چلے پھر موسےٰ نے کہا امیرالمومنین یہ شخص میرے متعلق بُری خبریں اُڑاتا ہے خدا کی قسم اس نے میرے بھائی محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی کے ساتھ آپ کے دادا منصور کے خلاف خروج کیا تھا اور اس نے اپنے طویل اشعار میں یہ شعر بھی کہا تھا

"تم اپنی بیعت کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور ہم اپنی اطاعت کے ساتھ کھڑے
ہو جاتے ہیں، اے بنو حسن خلافت تم میں ہے۔"

امیرالمومنین یہ آپ کی محبت کی وجہ سے شکایت نہیں کی گئی اور نہ آپ کی حکومت کی حفاظت کے خیال سے یہ بات کہی گئی ہے بلکہ یہ ہم سب اہل بیت سے بغض رکھتا ہے اگر یہ کوئی ایسا شخص پائے جو ہم پر غالب آنے والا ہو تو یہ اس کے ساتھ ہو جائے اور اس نے یہ بات جھوٹ کہی ہے اور میں اسے قسم دیتا ہوں اگر وہ قسم کھائے کہ

میں نے یہ شعر کہا ہے تو میرا خون امیرالمومنین کے لیے حلال ہوگا، ہارون الرشید نے کہا عبداللہ قسم کھاؤ، تو وہ عذر کرنے اور قسم کھانے سے پہلو تہی کرنے لگا تو فضل نے اُسے کہا، قسم کھانے سے نہ رکو تو نے ابھی خیال کیا ہے کہ اس نے تجھے وہ بات کہی ہے جس کا تو نے ذکر کیا ہے، عبداللہ نے کہا میں اس کے لیے قسم کھاتا ہوں، موسےٰ نے کہا کہ اگر یہ بات جو تو نے میرے متعلق بیان کی ہے، درست نہ ہو تو میں نے قوت و طاقت کو، اللہ تعالیٰ کی قوت کے سوا اپنی قوت و طاقت کے سپرد کیا تو اس نے قسم کھائی تو موسےٰ نے کہا اللہ اکبر، میرے ماں باپ نے میرے دادا سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا علیؓ سے اور اس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے جس کسی نے یہ جھوٹی قسم اُٹھائی تو اللہ تعالیٰ تین دن سے قبل، جلد اُسے سزا دیتا ہے خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ میں جھٹلایا گیا ہوں اور امیرالمومنین دیکھیں میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں اور آپ کے قبضہ میں ہوں پس میری وکالت قبول کیجیے اگر تین دن گزر گئے اور عبداللہ بن مصعب کو کوئی حادثہ پیش نہ آیا تو میرا خون امیرالمومنین کے لیے حلال ہوگا، ہارون الرشید نے فضل سے کہا، موسیٰ کا ہاتھ پکڑ لو یہ تمہارے پاس رہے گا یہاں تک کہ میں اس کے معاملے میں غور کر لوں، فضل بیان کرتا ہے خدا کی قسم ابھی میں نے اس دن کی عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ میں نے عبداللہ بن مصعب کے گھر سے چیخ و پکار کی آواز سُنی میں نے اس کے حالات معلوم کرنے کا حکم دیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اُسے جذام ہو گیا ہے اور وہ متورم ہو کر سیاہ ہو گیا ہے، میں اس کی طرف گیا تو خدا کی قسم میں اُسے پہچان نہ سکا کیونکہ وہ بڑے مشکیزے کی طرح ہو گیا تھا اور سیاہ ہو کر پتھر کے کوٹلے کی طرح ہو گیا تھا میں نے ہارون الرشید کے پاس جا کر اُسے اس کی حالت کے متعلق اطلاع دی، ابھی میں نے بات ختم نہ کی تھی کہ اس کی موت کی اطلاع آ گئی میں جلدی سے باہر نکلا اور میں نے حکم دیا کہ اس سے جلد فراغت حاصل کی جائے اور میں نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، جب انہوں نے اُسے قبر میں رکھا اس کے اُٹھنے سے قبل ہی وہ بیٹھ گئی اور اس سے نہایت بدبودار ہوا آئی، میں نے راستے میں کانٹوں کے گٹھے گزرتے دیکھے تو میں نے کہا یہ کانٹے میرے پاس لاؤ، وہ میرے پاس لائے گئے تو انہیں اس گڑھے میں پھینک دیا گیا ابھی وہ کانٹے ٹِکے بھی نہ تھے کہ قبر دوسری بار بیٹھ گئی میں نے کہا میرے پاس ساکھو کے تختے

لاؤ، انہیں قبر کی جگہ پر پھینکا گیا پھران پر مٹی ڈال دی گئی، میں نے واپس آکر ہارون الرشید کو اس کا حال بتایا تو وہ بہت متعجب ہوا اور اس نے مجھے موسےٰ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے خلوت میں ملنے اور ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا ہارون الرشید نے موسیٰ کو بُلا کر کہا، تو نے لوگوں کے درمیان متعارف قسم سے کیوں عدول کیا؟ اس نے کہا اس لیے کہ ہم نے اپنے دادا سے اور اس نے کہا اس لیے کہ ہم نے اپنے دادا سے اور اس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو شخص قسم میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کرے اللہ تعالیٰ اس کو جلد عذاب دینے سے شرم محسوس کرتا ہے اور جو شخص جھوٹی قسم کھائے اور اس میں خدا تعالیٰ کی قوت وطاقت سے کشاکش کرے اُسے اللہ تعالیٰ تین دن سے قبل جلد سزا دیتا ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ یحییٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی، جو موسےٰ بن عبداللہ کا بھائی تھا کے ساتھ ہوا تھا۔

یحییٰ پناہ طلب کرتا ہوا دیلم کی طرف گیا تو دیلم کے حکمران نے اسے ہارون الرشید کے عامل سے ایک لاکھ درہم میں خرید لیا اس کے بعد اُسے قتل کر دیا گیا۔ کتب انساب اور تواریخ کے نسخوں اور طرقِ روایت میں اختلاف کی وجہ سے یہ روایت اس طرح بھی بیان کی گئی ہے کہ یحییٰ کو ایک تالاب میں پھینک دیا گیا جس میں بھوکے درندے رکھے گئے تھے مگر وہ اسے کھانے سے رُکے رہے اور ایک جانب پناہ لے کر بیٹھ گئے اور اس کے قریب ہونے سے ڈر گئے، تو اس پر پتھر اور چونے سے ستون بنا دیا گیا جس کے نیچے دب کر رہ گئے۔

محمد بن جعفر کا ظہور، اور مغرب کی طرف فرار

محمد بن جعفر بن یحییٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی کرم اللہ وجہہ مصر کی طرف گئے، ان کی تلاش کی گئی تو یہ مغرب چلے گئے اور تاہرت کے نشیبی علاقے سے رابطہ قائم کر لیا تو بہت سے لوگ ان کے پاس اکٹھے ہو گئے، آپ نے وہاں پر خوب عدل و انصاف سے کام لیا اور وہیں پر زہر خورانی سے ہلاک ہو گئے، ہم نے ان کے حالات اور حکومت کے واقعات کو کتاب "حدائق الاذہان فی اخبار اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم و تفرقہم فی البلدان" میں بیان کیا ہے۔

ہارون الرشید کا آخری حج

۱۸۸ھ میں ہارون الرشید نے حج کیا۔ یہ اس کا آخری حج تھا، عظیم عالم ابوبکر بن عیاش سے روایت ہے کہ

ہارون الرشید نے حج سے واپسی پر کوفہ سے گذرتے ہوئے کہا کہ نہ وہ اور نہ اس کے بعد بنو عباس کا کوئی خلیفہ اس راہ سے واپس آئے گا اس سے پوچھا گیا کیا یہ بھی کوئی غیب کی قسم ہے اس نے جواب دیا ہاں، اس سے پوچھا گیا یہ اطلاع وحی کے ذریعہ ملی ہے اس نے جواب دیا ہاں، اس سے پوچھا گیا یہ وحی تیری طرف آئی ہے کہنے لگا نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئی تھی، اسی طرح اس کے متعلق حضرت علیؓ نے بھی خبر دی ہے جو اس جگہ پر شہید ہوئے تھے اور اس نے اس جگہ کی طرف اشارہ بھی کیا جہاں پر کوفہ میں حضرت علیؓ شہید ہوئے تھے۔

کسائیؒ اور محمد بن حسن شیبانی کی وفات

ہارون الرشید کے زمانے میں ۱۸۹ھ میں علی بن حمزہ الکسائی صاحب القراءت نے وفات پائی اس کی کنیت ابو الحسن تھی یہ ہارون الرشید کے ساتھ رَی کی طرف گیا اور وہیں فوت ہوگیا، اسی طرح قاضی محمد بن حسن شیبانی بھی جس کی کنیت ابو عبداللہ تھی فوت ہو کر رَی میں دفن ہوئے آپ بھی ہارون الرشید کے ساتھ تھے۔ ہارون نے محمد بن حسن شیبانی کی موت سے ایک خواب سے شگون لیا تھا۔ نیز اسی سال میں یحییٰ بن خالد بن برمک نے وفات پائی۔

عبدالملک بن صالح پر رشید کی ناراضگی

۱۸۸ھ میں ہارون الرشید عبدالملک بن صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب پر ناراض ہوگیا، یموت بن مزرع، الریاشی سے بیان کرتا ہے کہ میں نے اصمعی کو کہتے سُنا کہ میں ہارون الرشید کے پاس تھا کہ عبدالملک بن صالح کو بیڑیوں میں لایا گیا جب اس نے اس کی طرف دیکھا تو کہا ارے عبدالملک خدا کی قسم گویا میں تیری طرف دیکھ رہا ہوں کہ اس کے آنسو گر رہے ہیں اور اس کے رخسار چمک رہے ہیں اور گویا میں سزا سے جوڑوں کو بغیر کلائیوں کے اور سروں کو بغیر گردنوں کے اکھاڑ رہا ہوں، اے بنی ہاشم نرم روی اختیار کرو خدا تعالےٰ نے دشوار کو تمہارے لیے سہل اور گدلے کو تمہارے لیے صاف کر دیا ہے اور امور نے اپنی باگیں تمہاری طرف پھینک دی ہیں، ہاتھ اور پاؤں کو دیوانہ کر دینے والی بیماری کے آنے سے قبل اپنا بچاؤ اختیار کرو عبدالملک نے اُسے کہا، کیا میں ایک بات کروں یا دو، اس نے کہا دو دو باتیں کرو، اس نے کہا امیرالمومنین اللہ تعالےٰ نے جس کا آپ کو حکمران بنایا ہے اس کے بارے میں اللہ سے ڈریے اور جس رعایا کا اس نے تجھے نگران بنایا ہے اس کا خیال رکھیے خدا کی قسم اس نے دشوار کو تمہارے لیے سہل

کر دیا ہے اور سینوں میں تمہاری اُمید اور خوف کو جمع کر دیا ہے اور تمہاری مثال جعفر بن کلاب کے بھائی کے اس شعر کی طرح ہے ؎

"تو نے تنگ مقام کو اپنی زبان، بیان اور جھگڑے سے کھول دیا ہے اور اگر
ہاتھی یا اس کا مہاوت کھڑا ہو تو وہ میرے مقام سے پھسل جائے یا چلا جائے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ یحییٰ بن خالد برمکی نے ارادہ کیا کہ وہ ہارون الرشید کے ہاں عبدالملک کا مرتبہ کم کر دے تو اس نے اُسے کہا عبدالملک مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو بڑا کینہ پرور ہے اس نے کہا اللہ تعالیٰ وزیر کا بھلا کرے اگر کینہ یہ ہے کہ میرے پاس خیر و شر باقی رہے تو وہ دونوں میرے دل میں موجود ہیں تو ہارون الرشید نے اصمعی کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے اصمعی اسے لکھ لے خدا کی قسم جس طرح اس نے کینے کے لیے حجت پکڑی ہے کسی آدمی نے نہیں پکڑی پھر اس کے حکم سے اُسے قید خانے میں واپس کر دیا گیا پھر اس نے اصمعی کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے اصمعی خدا کی قسم میں نے اس کی گردن میں تلوار پڑنے کی جگہ کو کئی بار دیکھا لیکن اپنی قوم کے اس قسم کے آدمی پر رحم کرنا مجھے اس بات سے روکتا رہا۔

ہارون الرشید کو مچھلی کا تحفہ ملنا اور بختیشوع طبیب کا اُسے اس سے روک دینا

یوسف بن ابراہیم بن مہدی بیان کرتا ہے کہ مجھے ہارون الرشید کے غلام سلیمان خادم خراسانی نے بتایا کہ وہ حیرہ میں ہارون الرشید کے سر کے پاس کھڑا تھا وہ ناشتہ کر رہا تھا کہ اس کے پاس عون العبادی آیا جو حیرہ کا حاکم تھا اس کے ہاتھ میں ایک پلیٹ تھی جس میں گھی میں تلی ہوئی مچھلی رکھی ہوئی تھی، اس نے اُسے اس کے سامنے رکھ دیا اور اس کے ساتھ اور کھانا بھی تھا ہارون الرشید نے اس سے کچھ کھانا چاہا تو جبریل بن بختیشوع نے اُسے روک دیا اور جبریل نے دسترخوان کے انچارج کو اشارہ کیا کہ وہ اُسے دسترخوان سے اُٹھا کر اس کے لیے الگ رکھ دے ہارون الرشید بھی اس بات کو سمجھ گیا جب دسترخوان اُٹھا دیا گیا رشید نے اپنے ہاتھ دھو لیے اور جبریل باہر چلا گیا تو رشید نے مجھے اس کے پیچھے جانے کا حکم دیا نیز یہ کہ میں اس کے گھر میں جب کہ وہ کھانا کھا رہا ہو اچانک چلا جاؤں اور اُسے آکر سب حال بتاؤں میں نے حکم کے مطابق عمل کیا اور اس کے بچاؤ اختیار کرنے سے میں نے یہ محسوس

کیا کہ جبریل پر میرا معاملہ مخفی نہیں رہا کیونکہ اس نے دارعون پر جا کر کھانا منگوایا جب اس کے لیے کھانا لایا گیا تو اس میں مچھلی بھی تھی اس نے تین پیالے منگوائے اور ان میں سے ایک میں مچھلی کا ایک ٹکڑا رکھا اور اس پر طیرنا باذکی شراب ڈالی ـــــ طیرنا باذ کوفہ اور قادسیہ کے درمیان ایک بستی ہے جہاں پر انگور، درخت، کھجوریں اور باغات پائے جاتے ہیں اس کے ہر علاقے میں دریائے فرات سے نہریں نکلتی ہیں اور اس کی شراب، قطربلی شراب کی طرح ہے اس نے شراب کو مچھلی پر ڈال کر کہا یہ جبریل کا کھانا ہے دوسرے پیالے میں مچھلی کا دوسرا ٹکڑا رکھ کر اس پر برف کا سخت ٹھنڈا پانی ڈالا اور کہا اگر اس میں مچھلی نہ ملی ہوئی ہو تو یہ امیرالمومنین کا کھانا ہے اور اس نے تیسرے پیالے میں مچھلی کا ایک ٹکڑا رکھا اور کئی قسم کے گوشت کے ٹکڑے رکھے جن میں کوئی بھنا ہوا اور کوئی شیریں تھا اور کچھ خوشگوار سبزیاں تھیں اور اس کے سامنے جو دیگر سالن پیش کیے گئے تھے ان میں سے اس نے ایک ایک دو دو لقمے کھائے اور ان پر برف کا پانی ڈالا اور کہنے لگا اگر کسی اور کھانے میں مچھلی ملی ہوئی ہو تو یہ امیرالمومنین کے بیدار ہونے تک پیالوں کو سنبھال کر رکھنا، پھر جبریل مچھلی کی طرف متوجہ ہوا اور اس میں سے اتنا کھایا کہ خوب اس کی کھوکھیں سیر ہو گئیں اُسے جب کبھی پیاس لگا کرتی وہ خالص شراب کا جام منگوا کر پیتا اور پھر سو جاتا جب رشید بیدار ہوا تو اس نے مجھ سے جبریل کا حال پوچھا کہ کیا اس نے مچھلی میں سے کچھ کھایا ہے یا نہیں تو میں نے اُسے سب واقعہ سُنا دیا، اس نے تینوں پیالوں کو لانے کا حکم دیا اس نے پہلے پیالے کی چیزوں کو دیکھا ـــــ یہ وہ پیالہ تھا جس کے متعلق جبریل نے کہا تھا کہ یہ اس کا کھانا ہے اور اس پر خالص شراب ڈالی تھی ـــــ کہ وہ پھٹ گئی تھیں اور پگھل کر بہہ رہی تھیں اور رل مِل گئی تھیں دُوسرے پیالے کی چیزیں ـــــ جس کے متعلق جبریل نے کہا تھا کہ یہ امیرالمومنین کا کھانا ہے اور اس پر برف کا پانی ڈالا تھا، وہ بڑھ کر نصف پیالے تک پہنچ گئی تھیں، اس نے تیسرے پیالے کی طرف دیکھا ـــــ جس کے بارے میں جبریل نے کہا تھا کہ اگر کسی اور کھانے میں مچھلی ملی ہوئی ہو تو یہ امیرالمومنین کا کھانا ہے ـــــ تو اس کی بُو بدل چکی تھی اور اس میں اتنی شدید بدبو پیدا ہو چکی تھی کہ رشید کو اس کے قریب ہوتے ہی قے آنے لگی تھی اس نے مجھے حکم دیا کہ میں جبریل کے پاس پانچ ہزار دینار لے جاؤں اور کہنے لگا مجھے اس شخص کی محبت پر کون ملامت کرے گا جو ایسی تدبیر کے ذریعہ مجھے سمجھاتا ہے تو میں نے

اُسے مال پہنچا دیا۔

رشید کا خواب جس میں اُسے موسیٰ بن جعفر کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا

عبداللہ بن مالک خزاعی جو رشید کے قصرِ امارت اور اس کی پولیس کا انچارج تھا، بیان کرتا ہے کہ میرے پاس رشید کا ایلچی ایسے وقت آیا جس میں وہ کبھی نہیں آیا تھا اس نے مجھے میری جگہ سے اُٹھایا اور کپڑے بدلنے سے بھی مجھے روک دیا تو مجھے اس سے خوف محسوس ہوا جب میں اس کے گھر گیا تو آگے سے مجھے خادم ملا اس نے رشید کو میری اطلاع دی اور اس نے مجھے حاضر ہونے کی اجازت دے دی جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے اُسے اپنے بستر پر بیٹھے دیکھا، میں نے سلام کہا تو وہ کچھ دیر چپ بیٹھا رہا جس سے میرے ہوش جاتے رہے اور میری گھبراہٹ میں اضافہ ہو گیا پھر اس نے مجھے کہا اے عبداللہ کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے تمہیں اس وقت کیوں بلایا ہے میں نے کہا امیرالمومنین خدا کی قسم مجھے کچھ پتہ نہیں، اس نے کہا میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ ایک فوج میرے پاس آئی ہے جس کے پاس برچھا ہے اور اس نے مجھے کہا ہے کہ اگر تو نے موسےٰ بن جعفر کو ابھی نہ چھوڑا تو میں تجھے اس برچھے سے ذبح کر دوں گا ابھی جا کر موسیٰ کو چھوڑ دو، میں نے تین بار کہا امیرالمومنین میں موسیٰ بن جعفر کو آزاد کر دوں اس نے کہا ہاں، ابھی جا کر موسیٰ بن جعفر کو آزاد کر دو اور اُسے تیس ہزار درہم بھی دو اور اُسے کہو، اگر آپ ہمارے پاس ٹھہرنا چاہتے ہوں تو جو آپ چاہیں گے وہ آپ کو ملے گا اور اگر آپ مدینہ کی طرف جانا چاہتے ہیں تو یہ آپ کی مرضی ہے، راوی بیان کرتا ہے کہ میں قید خانے کی طرف انہیں نکالنے کے لیے گیا، جب موسےٰ نے مجھے دیکھا تو وہ اُچھل کر میرے سامنے آ کھڑا ہوا اور اس نے خیال کیا کہ مجھے اس کے متعلق کوئی ناپسندیدہ حکم دیا گیا ہے میں نے کہا خوف نہ کرو، امیرالمومنین نے مجھے آپ کو آزاد کرنے اور تیس ہزار درہم دینے کا حکم دیا ہے اور وہ آپ سے یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر آپ ہمارے ہاں رہنا پسند کریں تو جو آپ چاہیں گے وہ آپ کو ملے گا اور اگر آپ واپس مدینہ جانا چاہتے ہوں تو یہ آپ کی مرضی ہے میں نے اُسے تیس ہزار درہم دیے اور اُسے آزاد کر دیا۔

میں نے اس سے کہا میں نے آپ کی عجیب حالت دیکھی ہے وہ کہنے لگا میں تجھے بتاتا ہوں، میں سویا ہوا تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے

لگے اے موسیٰ تجھے ازراہِ ظلم قید کیا گیا ہے تو یہ کلمات کہہ اور تو یہ رات قید میں نہیں گزارے گا میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا کہہ، اے ہر آواز کے سُننے والے اور اے گزری ہوئی بات سے آگے بڑھ جانے والے اور اے ہڈیوں کو گوشت پہنانے والے اور موت کے بعد انہیں اُٹھانے والے میں تجھ سے تیرے اسمائے حسنیٰ اور تیرے اس اسم اعظم کا جو مخزون و مکنون ہے کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جس کے متعلق مخلوق کے کسی آدمی کو آگاہی نہیں اے حلیم و بردبار، جس کی بُردباری پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور اے وہ نیکی کرنے والے جو کبھی منقطع نہ ہوگی اور نہ اس کا شمار ہو سکے گا میری تکلیف کو دُور فرما، وہ واقعہ ہوا جو تُو دیکھ رہا ہے۔

ابراہیم بن مہدی کا اسود کے لیے گانا

حماد بن اسحٰق بن ابراہیم موصلی بیان کرتا ہے کہ ابراہیم بن مہدی نے بیان کیا کہ میں نے رشید کے ساتھ حج کیا تو راستے میں میں اپنی سواری پر الگ ہو کر چلنے لگا کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور میری سواری مجھے کسی اور راستے پر لے گئی جب میں بیدار ہوا تو کسی اور راستے پر تھا مجھے سخت گرمی اور شدید پیاس لگ گئی ایک خیمہ میرے سامنے آگیا میں نے اس کا قصد کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک گنبد ہے اور اس کے پہلو میں کھیتی کے قریب پانی کا کنواں ہے یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان کی بات ہے میں نے وہاں پر کسی آدمی کو نہ دیکھا میں گنبد میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں اسود سویا ہوا ہے اس نے میری آہٹ پا کر اپنی آنکھیں کھولیں گویا وہ خون کے دو ٹب تھے وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور بڑا عظیم صورت معلوم ہونے لگا میں نے کہا اے اسود مجھے اس پانی سے کچھ پلاؤ تو اس نے بھی میری نقل اتارتے ہوئے کہا اے اسود مجھے اس پانی سے کچھ پلاؤ نیز کہنے لگا اگر تجھے پیاس ہے تو نیچے اُتر کر پانی پی لے، سواری میں بدکنے والا خبیث تر کی گھوڑا تھا، مجھے ڈر پیدا ہوا کہ اگر میں اُس سے اُتر پڑا تو وہ بھاگ جائے گا میں نے گھوڑے کے سر کو مارا اور مجھے اس دن کے سوا گانے نے کبھی فائدہ نہیں دیا اور میں نے بلند آواز سے گانا شروع کیا ؎

"اگر میں مر جاؤں تو مجھے چادر میں کفن دینا اور میرے لیے عروہ کے کنوئیں سے
پانی لانا اور کڑوے پانی کے پہلو میں اس کے لیے ایک مکان ہے اور قصر قبا
میں گرمی کا موسم گزارنے کی جگہ ہے جو سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں ٹھنڈی

ہے اور اندھیری رات میں چاند ہے۔"

اسود نے سر اُٹھا کر مجھے کہا، تجھے کونسی چیز زیادہ پسند ہے، تجھے صرف پانی پلاؤں یا پانی اور ستو، میں نے کہا پانی اور ستّو، تو اس نے ایک پیالہ نکالا اس میں ستو ڈال کر مجھے پلائے اور اپنے سر اور سینے پر دونوں ہاتھ مارنے اور کہنے لگا اس کے سینے کی گرمی کا کیا کہنا اس نے میرے دل میں آگ بھڑکا دی ہے اے میرے آقا کچھ اور سناؤں میں تجھے اور دوں گا میں نے ستو پی لیے، پھر اس نے مجھے کہا اے میرے آقا تیرے اور راستے کے درمیان کئی میل کا فاصلہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ تجھے پیاس لگے گی اس لیے میں اپنا یہ مشکیزہ بھر کر تیرے آگے رکھ دیتا ہوں، میں نے کہا ٹھیک ہے، وہ بیان کرتا ہے کہ اس نے اپنا مشکیزہ بھر لیا اور میرے آگے آگے چل پڑا، وہ موزوں طریق سے چل رہا تھا جب میں آرام کرنے کے لیے رُکا تو اس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا اے میرے آقا کیا تجھے پیاس لگی ہے کہ میں گا کر تھکاوٹ کو دُور کر دوں یہاں تک کہ اس نے مجھے راستے پر لا کھڑا کیا پھر مجھے کہنے لگا جا اللہ تیرا نگہبان ہو اور جو نعمتیں اس نے تجھے دی ہیں وہ انہیں تجھ سے سلب نہ کرے، میں قافلے سے جا ملا، رشید نے مجھے گم پایا تو اس نے علاقے میں میری تلاش کے لیے بختی اُونٹ اور گھوڑے بھجوائے، اس نے جب مجھے دیکھا تو خوش ہو گیا، میں نے اُسے سارا قصّہ سُنایا تو اس نے کہا اسود کو میرے پاس لاؤ، اور تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اسود اس کے سامنے کھڑا تھا، اس نے اُسے کہا تو ہلاک ہو جائے تیرے سینے کو کس نے جلایا ہے اس نے کہا میرے آقا میمونہ نے، اس نے پوچھا میمونہ کون ہے اس نے کہا حلیشیہ کی بیٹی، اس نے پوچھا حلیشیہ کون ہے اس نے کہا میرے آقا بلال کی بیٹی، اس نے حکم دیا کہ کوئی اسے بات سمجھائے چنانچہ اسود کے متعلق پتہ چلا کہ وہ بنی جعفر طیار کا غلام تھا اور جس سیاہ فام عورت کا وہ عاشق تھا وہ حسن بن علی کے بیٹوں کی قوم میں سے تھی رشید نے حکم دیا کہ اُسے اس کے لیے خرید جائے مگر اس کے مالکوں نے اس کی قیمت لینے سے انکار کر دیا اور اُسے رشید کو بخش دیا اس نے اسود کو خرید کر آزاد کر دیا اور اس سے اس کی شادی کر دی اور اُسے اپنے مدینہ کے مال سے دو باغ اور تین سو دینار دیے۔

ایک روز سماک، رشید کے پاس آیا اس کے سامنے ایک کبوتری دانے چُگ رہی تھی اس نے اُسے کہا اس کی مختصر تعریف کرو، اس نے کہا گویا یہ دو یاقوتوں سے دیکھتی ہے

اور درہموں کی دو ہتھیلیاں اُٹھا رہی ہے اور دو عقیقوں پر چل رہی ہے اور انہوں نے ہمیں کسی کے یہ شعر سنائے ؎

"ہاتف نے آواز دی کہ اس کے محبوب نے اُسے جُدا ہونے کی اجازت دے دی ہے، اس کے گلے میں مچھلی کی طرح گانی پڑی ہے وہ چھوٹی آنکھوں والی ہے اور وہ تیری طرف دو یاقوتوں سے دیکھتی ہے اور جن سوراخوں سے وہ سانس لیتی ہے وہ دو موتیوں کی طرح ہیں، اور تو انہیں باغوں کی طرح آتے دیکھے گا، اس کی ڈاڑھی کارک کی دو کنپٹیوں کی طرح ہے، اور اس کی دو سُرخ پنڈلیاں گلاب کے دو پھولوں کی طرح ہیں اور اس کے دونوں پروں کے اُوپر دو ٹوپیاں بُنی گئی ہیں وہ طاؤس رنگ اور موٹے کندھوں والی ہے، وہ جنگل کے ساٹے میں صاف کندھوں والی ہے اس نے اپنے محبوب کو کھو دیا ہے اور وہ سوزِ عشق اور جُدائی کے باعث نوحہ کناں ہے، اور وہ بغیر آنسوؤں کے روتی ہے کہ اس کی آنکھوں کے سوتے خشک ہو گئے ہیں اور وہ آنکھوں کو اس طرح نہیں رنگتی جیسے انہیں رنگا جاتا ہے۔"

رشید اور معن بن زائدہ کے درمیان گفتگو

معن بن زائدہ رشید کے پاس آیا، رشید اس سے ناراض تھا اس کے قریب ہوا تو ہارون نے کہا، خدا کی قسم تو بہت بڑا آدمی بن گیا ہے اس نے کہا امیرالمومنین آپ کی اطاعت میں بڑا بن گیا ہوں، رشید نے کہا، ابھی تجھ میں اطاعت کا کچھ حصہ باقی ہے اس نے کہا امیرالمومنین وہ آپ کے لیے ہے، اس نے کہا تو دلیر آدمی ہے اس نے جواب دیا امیرالمومنین آپ کے دشمنوں پر دلیر ہوں تو رشید اس سے راضی ہو گیا اور اُسے والی بنا دیا ——— راوی بیان کرتا ہے کہ اہل بصرہ کے زاہد عبدالرحمٰن بن زید کو اس کی یہ باتیں بتائی گئیں تو انہوں نے کہا اس کا بُرا ہو اس نے اپنے رب کے لیے کوئی بات نہیں چھوڑی۔ ایک روز رشید نے معن بن زائدہ سے کہا، میں نے تجھے ایک بڑی بات کے لیے تیار کیا ہے اس نے جواب دیا امیرالمومنین اللہ تعالےٰ نے آپ کے لیے مجھے وہ دل دیا ہے جو آپ کے مشوروں کا پابند ہے اور ایسا ہاتھ دیا ہے جو آپ کی اطاعت کے لیے کھُلا ہے اور ایسی تلوار دی ہے جسے آپ کے دشمنوں کے خلاف

تیز کیا گیا ہے اگر آپ چاہیں تو مجھے حکم دیں ، بعض کے بقول یہ جواب یزید بن مزید کا ہے۔

رشید اور کسائی

کسائی بیان کرتا ہے کہ میں رشید کے پاس گیا جب میں سلام دُعا سے فارغ ہوا تو اس نے مجھے بیٹھنے کو کہا میں اس کے پاس بیٹھا رہا یہاں تک کہ عوام چلے گئے اور اس کے خواص باقی رہ گئے اس نے مجھے کہا اے علی! کیا تو محمد اور علی کو دیکھنا چاہتا ہے ، میں نے کہا امیرالمومنین مجھے ان کے دیکھنے کا بہت شوق ہے اور امیرالمومنین ان دونوں کو مجھے دکھا کر مجھ پر احسان فرمائیں گے تو اس نے ان دونوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا ، تھوڑی ہی دیر میں میں نے دیکھا کہ وہ افق کے دو ستاروں کی مانند سکون اور وقار سے آرہے تھے انہوں نے اپنی نگاہیں نیچی کی ہوئی تھیں اور درمیانے قدم اُٹھاتے ہوئے وہ دونوں مجلس کے دروازے پر آ کھڑے ہوئے ان دونوں نے اپنے باپ کو سلام خلافت کہا اور اُسے اچھی دُعا دی ، اس نے ان دونوں کو قریب ہونے کا حکم دیا وہ قریب ہوئے ، محمد اس کی دائیں اور عبداللہ اس کی بائیں جانب ہوگیا پھر اس نے مجھے حکم دیا کہ میں ان دونوں سے امتحان کے طور پر سوال پوچھوں تو میں نے ان سے جو سوال بھی پوچھا اس کا انہوں نے بہت اچھا جواب دیا ، رشید اس سے بہت خوش ہوا یہاں تک کہ میں نے خوشی کے آثار اس کے چہرے پر دیکھے ، پھر اس نے مجھے کہا اے علی تو ان کے جواب اور مذہب کو کیسے پاتا ہے میں نے کہا امیرالمومنین یہ دونوں شاعر کے اس شعر کے مصداق ہیں ؎

"میں بزرگی کے دو چاندوں اور خلافت کی دو شاخوں کو دیکھ رہا ہوں جنہیں
ایک کریم اصل زینت دے رہا ہے۔"

امیرالمومنین! یہ دونوں پاکیزہ اصل کی شاخ ہیں یہ بہترین کھیتی ہے اس کی جڑیں زمین میں پیوست ہیں اور ان کا پینا میٹھا ہے ، ان کا باپ روشن رُو ، نافذ الامر ، وسیع علم اور عظیم حلم والا ہے۔ یہ دونوں اس کے حکم کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں ، اس کے نور سے ضیاء حاصل کرتے ہیں ، اس کی زبان سے بولتے ہیں اور اس کی سعادت میں پہلو بدلتے ہیں ، اللہ تعالےٰ امیرالمومنین کو ان کے ذریعے فائدہ پہنچائے اور تمام اُمت آپ کی اور ان دونوں کی بقاء سے مانوس ہو پھر میں نے انہیں کہا ، کیا تم دونوں شعر کی روایت بھی کرتے ہو؟ تو انہوں نے کہا ہاں ، پھر محمد نے مجھے یہ شعر سُنائے ؎

"میں فقر سے بچنے والا اور تونگری میں اشتراک کرنے والا ہوں اور جو شکل

میری شکل کے موافق نہ ہو میں اُسے چھوڑ دینے والا ہوں اور میں اپنے مال کو
اپنی عزت کی حفاظت کے لیے ڈھال بنا لیتا ہوں اور میں بہت فضیلت
والا ہوں۔"

پھر عبداللہ نے یہ اشعار سُنائے ؎

"اس نے تجھے ملامت کرتے ہوئے صبح کی اور وہ بغیر علم کے ملامت کرتی
ہے، میرے امور کا ایک مقتدر مالک ہے وہ جب چاہتا ہے آسائش دیتا
ہے، بہت سے لوگ مصیبت پر رشک کرتے ہیں اور بہت سے زمانے
کے مصائب کے ستائے ہوئے ہیں اور جب وہ میرے نیزے کو نیام
میں کرتا ہے تو وہ سیدھا کرنے والے اوزار کو آہستہ آہستہ کاٹ دیتا ہے۔"

میں نے خلفاء کی اولاد اور اس شجرہ مبارکہ کی کسی شاخ کو ان دونوں سے بڑھ کر حفظ کی ہوئی چیز کو طاقت لسانی اور حسنِ الفاظ کے ساتھ ادائیگی پر زیادہ مقتدر نہیں پایا اور میں نے ان دونوں کے لیے بہت دُعائیں کیں، رشید نے میری دُعا پر آمین کہی اور پھر ان دونوں کو اپنے گلے لگا لیا پھر جب اس نے اپنے ہاتھ کو پھیلایا تو میں نے آنسوؤں کو اس کے سینے پر گرتے دیکھا پھر اس نے ان دونوں کو باہر چلے جانے کا حکم دیا جب وہ چلے گئے تو اس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا ان دونوں کے متعلق قضا و قدر کا فیصلہ ہو چکا ہے اور آسمانی تقدیریں نازل ہو چکی ہیں اور مدت اپنی میعاد کو پہنچ گئی ہے، ان دونوں میں اختلاف اور دُشمنی پیدا ہو چکی ہے پھر وہ ان دونوں کے متعلق باتیں کرتا رہا کہ خونریزی ہو گی اور لوگ مقتول ہوں گے اور عورتوں کی بے پردگی ہو گی اور بہت سے زندہ خواہش کریں گے کہ وہ مُردوں میں ہوتے، میں نے کہا امیر المومنین کیا یہ باتیں اس لیے ہوں گی کہ ان کی پیدائش پر کوئی نظارہ دیکھا گیا ہے یا امیر المومنین کو ان کی پیدائش کے بارے میں کوئی روایت ملی ہے؟ اس نے کہا نہیں خدا کی قسم یہ سب کچھ ایک ضروری روایت کی وجہ سے ہو گا جسے علماء نے اوصیاء سے اور اوصیاء نے انبیاء سے روایت کیا ہے۔

امین کے مؤدب احمر نحوی کو رشید کی وصیّت

احمر نحوی بیان کرتا ہے کہ رشید نے اپنے بیٹے محمد امین کی تربیت کے لیے مجھے پیغام بھیجا جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا اے احمر!

امیر المومنین نے اپنی جان اور اپنا جگر گوشہ تیرے سپرد کیا ہے لہٰذا تیرا ہاتھ اس پر کھلا رہے اور تیری اطاعت کرنا اس پر واجب ہے اور تو اس کے لیے ایسا ہو جا جہاں امیر المومنین نے تجھے رکھا ہے اُسے قرآن پڑھا، آثار سے روشناس کرا، اشعار کی روایت سکھا، سنن کی تعلیم دے، کلام کے مواقع کی بصیرت بخش، اور بے موقع ہنسنے سے منع کر، اسے بتاؤ کہ جب بنی ہاشم کے مشائخ اس کے پاس آئیں تو ان کی تعظیم کرنا، جب جرنیل اس کی مجلس میں آئیں تو ان کی نشستوں کو بلند کرنا اور ہاں جس گھڑی تجھے کوئی فائدہ حاصل ہو اُسے بھی اس سے فائدہ پہنچاؤ مگر جھوٹ نہ بولنا، اس سے تو اُسے کند ذہن کر دے گا اور اس سے زیادہ چشم پوشی نہ کرنا کہ وہ بے کاری سے مالوف ہو جائے گا اُسے حتی المقدور قرب اور نرمی سے سیدھا کرنا اگر وہ ان دونوں باتوں سے نہ مانے تو سختی اور شدت اختیار کرنا۔

العمانی کا، رشید کو امین کے تجدید عہد پر آمادہ کرنا

کہتے ہیں کہ العمانی شاعر رشید کی موجودگی میں تقریر کے لیے کھڑا ہوا، وہ مسلسل محمد (امین) کی تعریف کرتا رہا اور اُسے، اس کے تجدید عہد کے لیے آمادہ کرتا رہا جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو رشید نے اُسے کہا اے عمانی تجھے اس کے ولایت عہد کی خوشخبری ہو، اس نے کہا امیر المومنین خدا کی قسم میں اس طرح خوش ہوا ہوں جیسے گھاس بارش سے اور کم بچوں والی عورت، بچے سے اور کمزور مریض صحت یاب ہونے سے خوش ہوتا ہے کیونکہ وہ لاثانی ہے وہ اپنی بزرگی کو بچانے والا اور اپنے دادا کا شبیہ ہے اس نے پوچھا عبداللہ کے متعلق تیری کیا رائے ہے اس نے جواب دیا وہ چراگاہ ہے مگر سعدان بوٹی کی طرح نہیں رشید نے مسکرا کر کہا اللہ اس کا بُرا کرے کون بدو ہے جس نے اُسے رغبت کے مواقع بتائے ہیں خدا کی قسم میں عبداللہ میں منصور کی دانش مندی کا، مہدی کا زہد اور ہادی کی عزت نفس کو دیکھتا ہوں، خدا کی قسم اگر اللہ چاہتا کہ میں اس کے متعلق چوتھی بات بیان کروں تو میں اس کے متعلق بیان کر دیتا۔

اس کے ولایت عہد کے متعلق رشید کی خواہش

اصمعی بیان کرتا ہے کہ ایک شب میں رشید سے باتیں کر رہا تھا کہ میں نے اُسے بہت مضطرب دیکھا وہ کبھی بیٹھتا، کبھی لیٹ جاتا اور کبھی رونے

لگ جاتا پھر کہنے لگا ؎

"اللہ کے بندوں کے امور کو کسی قابل اعتماد آدمی کے سپرد کر، جو کمزور اور تنگ دل نہ ہو اور بے وقوف لوگوں کی بات کو چھوڑ دے جب قوم ایک بات کو سمجھ جاتی ہے تو وہ اُسے نہیں سمجھ پاتے"۔

میں نے جب اس کی یہ بات سُنی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ کوئی عظیم کام کرنا چاہتا ہے پھر اس نے مسرور خادم سے کہا کہ یحییٰ کو میرے پاس لاؤ، وہ فوراً آ گیا تو اس نے کہا اے ابوالفضل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر وصیت کے فوت ہو گئے اس وقت اسلام جوان، ایمان تازہ اور عرب متحد تھے، اللہ تعالےٰ نے انہیں خوف کے بعد امن اور ذلت کے بعد عزت دی تھی، پھر جلد ہی عرب عوام حضرت ابو بکرؓ پر ٹوٹ پڑے اور تو آپ کے حالات کو جانتا ہی ہے، پھر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو حکومت دے دی تو اُمت نے انہیں تسلیم کر لیا اور ان کی خلافت کو پسند کیا پھر حضرت عمرؓ نے شوریٰ بنائی، پھر ان کے بعد فتنے پیدا ہو گئے یہاں تک کہ خلافت نا اہل لوگوں کے پاس چلی گئی اور میں نے اس عہد کی تصحیح کرنے اور اسے اس آدمی کے سپرد کرنے کی طرف توجہ کی ہے جس کی سیرت مجھے پسند ہو اور جس کے حُسنِ سیاست پر مجھے اعتماد ہو اور جس کی کمزوری سے مجھے بے خوفی ہو اور وہ عبداللہ ہے، لیکن بنو ہاشم محمد کی طرف میلان رکھتے ہیں حالانکہ وہ اپنی خواہشات کا مطیع و منقاد اپنی بھوک کے مطابق تصرف کرنے والا، فضول خرچ اور عورتوں اور لونڈیوں کو اپنی رائے میں شامل کرنے والا ہے جب کہ عبداللہ پسندیدہ اطوار، پختہ رائے اور بڑے بڑے کاموں میں قابل اعتماد آدمی ہے اب اگر عبداللہ کی طرف مائل ہوتا ہوں تو بنو ہاشم کو ناراض کرتا ہوں اور اگر اکیلے محمد کو حکومت دیتا ہوں تو اس کے رعیت میں گڑبڑ کرنے سے میں بے خوف نہیں ہوں، اس بارے میں مجھے ایسا مشورہ دو جس کا فائدہ ہمہ گیر ہو کیونکہ تو باریک بین اور بابرکت رائے والا ہے اس نے کہا امیر المومنین! اس عہد کے سوا، ہر لغزش کی معافی ہو سکتی ہے اور ہر رائے کی تلافی ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں لغزش و خطاء سے بچا نہیں جا سکتا اس بارے میں غور و فکر کے لیے کوئی اور مجلس ہونی چاہیے، رشید نے سمجھ لیا کہ وہ تخلیہ چاہتا ہے تو اس نے مجھے پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیا، میں اُٹھ کر ایک طرف جا کر بیٹھ گیا جہاں سے میں ان دونوں کی باتوں کو سُن سکتا تھا، وہ طویل گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ رات گزر گئی اور وہ اس فیصلہ پر کہ محمد (امین) کے

بعد حکومت عبداللہ (مامون) کے لیے ہوگی، اُٹھے، اُم جعفر نے رشید کے پاس آکر کہا کہ تو نے اپنے بیٹے محمد کو عراق کا والی بنا کر اور اُسے فوج اور جرنیلوں سے الگ کر کے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا تو نے یہ چیزیں عبداللہ کو دے دی ہیں تو اس نے اُسے کہا تجھے مردوں کے جانچنے اور ان کے اعمال میں تمیز کرنے کا کچھ پتہ نہیں ہے، میں نے تیرے بیٹے کو صلح و آشتی کا اور عبداللہ کو جنگ کا حاکم بنایا ہے اور جنگ کرنے والا، صلح کرنے والے کی نسبت جوانوں کا زیادہ محتاج ہوتا ہے اور مزید یہ کہ عبداللہ کے بعد ہم تیرے بیٹے کے متعلق خوف محسوس کرتے ہیں اگر تیرے بیٹے کے بعد عبداللہ کی بیعت ہو تو ہمیں کچھ خوف نہیں محسوس ہوتا۔

۱۸۶ھ کو رشید اپنے دونوں ولیعہدوں امین اور مامون کے ساتھ حج کو گیا اور دونوں کے عہد ناموں کو لکھ کر کعبہ میں لٹکا دیا۔

رشید کا کعبہ میں عہد کی دستاویز کو لٹکانا

ابراہیم الحجبی سے بیان کیا گیا ہے کہ جب دستاویز کو کعبہ میں لٹکانے کے لیے اُونچا کیا گیا تو وہ گر پڑی، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ اُونچا ہونے سے پہلے ہی گر گئی ہے یہ کام اپنی تکمیل سے قبل ہی بگڑ جائے گا۔

سعید بن عامر بصری سے بیان کیا گیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اس سال حج کیا اور لوگوں نے کعبہ میں عہد نامے کے معاملے کو بڑی بات خیال کیا میں نے ہذیل کے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے اُونٹ کو چلاتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ ؎

"بیعت کے عہد کو توڑ دیا گیا ہے اور فتنے کی آتش کو بھڑکا دیا گیا ہے۔"

میں نے اُسے کہا تیرا بُرا ہو تو کیا کہہ رہا ہے اس نے جواب دیا میں کہہ رہا ہوں کہ عنقریب تلواریں سونتی جائیں گی اور فتنہ پیدا ہوگا اور حکومت کے بارے میں جھگڑا پیدا ہوگا، میں نے کہا تجھے یہ کیسے معلوم ہوا ہے اس نے جواب دیا کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اونٹ کھڑا ہوا ہے دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے ہیں اور دو کوّے خون پر گر کر لتھڑ جاتے ہیں خدا کی قسم اس بات کا انجام جنگ کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب امین نے رشید کے کہنے کے مطابق حلف اُٹھا لیا اور اس نے کعبہ سے باہر جانے کا ارادہ کیا تو جعفر بن یحییٰ نے اُسے جواب دیتے ہوئے کہا

کہ اگر تو نے اپنے بھائی سے خیانت کی تو اللہ تعالیٰ تجھے بے یار و مددگار چھوڑ دے گا، اس نے یہ بات اس کے تین بار حلف اُٹھانے پر تین بار کہی، اسی وجہ سے ام جعفر، یحییٰ سے کینہ رکھتی تھی وہ بھی رشید کو اس کے خلاف برانگیختہ کرنے والوں میں سے ایک تھی، مسعودی بیان کرتا ہے کہ ۱۸۷ھ میں رشید نے مامون کے بعد اپنے بیٹے قاسم کے لیے ولیعہدی کی بیعت لی، جب مامون کو خلافت ملی تو قاسم کا معاملہ مامون کے ہاتھ میں آ گیا چاہے اُسے برقرار رکھے چاہے اسے دست بردار کرا دے۔

فضیل بن عیاض کی وفات

۱۸۷ھ میں حضرت فضیل بن عیاض نے وفات پائی ان کی کنیت ابو علی اور وطن خراسان تھا وہاں سے آپ کوفہ آ گئے تھے، آپ نے منصور بن المعتمر وغیرہ سے سماع کیا تھا پھر عبادت کے لیے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور مکہ چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے سفیان بن عیینہ بیان کرتا ہے کہ ہمیں رشید نے بلایا ہم اس کے پاس گئے ہمارے بعد فضیل آئے انہوں نے چادر سے اپنا سر ڈھانپا ہوا تھا اور مجھے کہنے لگے اے سفیان ان میں سے امیر المومنین کون ہے؟ میں نے رشید کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ امیر المومنین ہیں تو انہوں نے رشید سے کہا اے خوب صورت چہرے والے تیرے ہاتھ اور گردن میں اس اُمت کا معاملہ ہے، تو نے ایک عظیم امر کی ذمہ داری لی ہے تو رشید رو پڑا پھر اس نے ہم میں سے ہر آدمی کو ایک ایک تھیلی دی فضیل کے سوا سب آدمیوں نے تھیلیوں کو قبول کر لیا، رشید نے اُسے کہا اے ابو علی اگر تو اُسے اپنے لیے جائز نہیں سمجھتا تو اسے کسی قرض دار کو دے دینا، کسی بھوکے کو سیر کر دینا یا کسی ننگے کو کپڑا پہنا دینا، مگر انہوں نے تھیلی لینے سے معافی چاہی، جب ہم باہر نکلے تو میں نے انہیں کہا اے ابو علی، آپ نے غلطی کی ہے آپ اُسے لے کر نیکی کے راستے پر خرچ کر دیتے تو انہوں نے میری ڈاڑھی پکڑ لی پھر کہنے لگے اے ابو محمد تو ملک کا فقیہ اور منظور نظر ہو کر اس قسم کی غلط بات کہتا ہے اگر یہ تھیلی ان لوگوں کے لیے طیب ہوتی تو میرے لیے بھی طیب ہوتی۔

موسیٰ بن جعفر کی وفات

موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، رشید کی حکومت کے پندرہ سال گزرنے پر ۱۸۶ھ میں ۵۴ سال کی عمر میں بغداد میں زہر خورانی سے وفات پا گئے، ہم نے رسالہ "بیان اسماء الائمۃ القطعیۃ من الشیعۃ" میں ان کے اور ان کی ماؤں کے نام اور قبور کی جگہوں اور عمروں کے اندازوں

کو بیان کیا ہے اور یہ کہ ان میں سے ہر کوئی اپنے باپ کے ساتھ کتنا عرصہ زندہ رہا ہے اور کس نے اپنے اجداد کو پایا ہے، اسے بھی بیان کیا ہے۔

رشید کے متعلق العتابی کے اشعار

کلثوم العتابی، رشید کے متعلق اپنے اشعار میں کہتا ہے ؎

"وہ ایک ایسا امام ہے جس کی ہتھیلی کی انگلیاں دین کے عصا کو پکڑے رکھتی ہیں جس کی لکڑی نیکی کرنے سے روکی گئی ہے، وہ ایک آنکھ ہے جس کی نگاہ مخلوق کا احاطہ کیے ہوئے ہے خواہ وہ مخلوق نزدیک ہو یا دور اس کے لیے ایک جیسی بات ہے وہ بیدار آدمی سے زیادہ سنتا ہے اور رات مشورے کرتے گزارتا ہے اور اس کے اندر امانتیں ہیں جن کے بارے میں وہ تدابیر کرتا ہے جب کوئی شخص مصیبت کی تہہ سے اسے پکارتا ہے تو وہ اس کی بات کو سنتا ہے اور اسے کافی ہو جاتا ہے اور اسے دوبارہ آواز نہیں دینی پڑتی۔"

العتابی کا ابو نواس سے چڑنا

یموت بن مزرع بیان کرتا ہے کہ مجھے خالد نے عمرو بن بحر جاحظ سے بتایا وہ کہتا تھا کہ عتابی، ابو نواس کی قدر و منزلت سے چڑتا تھا، ایک دن ابو نواس کے ساتھی نے اسے کہا تو ابو نواس کی قدر و منزلت سے کیسے چڑتا ہے اس نے تو یہ اشعار کہے ہیں ؎

"جب ہم کسی اچھے کام کی وجہ سے تیری تعریف کرتے ہیں تو تو ہماری تعریف سے بالا ہوتا ہے اور جب ہم تیرے سوا، کسی اور کی مدح کریں تو ہماری مراد تو ہی ہوتا ہے۔"

عتابی نے کہا یہ سرقہ ہے، اس نے کہا کس کا، اس نے کہا ابو الہذیل الجمحی کا، اس نے کہا وہ وہاں پر کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا وہ وہاں پر کہتا ہے ؎

"اور جب کسی کو کہا جاتا ہے کہ کیا ہی اچھا نوجوان ہے تو اس اچھے سے مراد ابن مغیرہ ہوتا ہے عورتیں اس جیسا جوان جننے سے بانجھ ہو گئی ہیں۔"

اس نے کہا اس نے یہ بہت اچھا کہا ہے کہ ؎

"وہ شراب ان کے جوڑوں میں اس طرح چلتی ہے جیسے صحت، بیماری کے اندر چلتی ہے۔"

اس نے کہا یہ بھی سرقہ ہے اس نے پوچھا کس کا، اس نے کہا شوسہ فقعی کا، اس نے

کہا وہ کیا کہتا ہے اس نے کہا وہ کہتا ہے کہ ؎

"جب کوئی بیمار اس کے ڈاٹ کو کھولتا ہے تو اس میں اس کی صحت چڑھ
جاتی ہے اور وہ سیدھا ہو جاتا ہے اور اگر اس میں سے کچھ شراب اندر چلی
جائے تو میں خیال کرتا ہوں کہ وہ گذشتہ ایام میں بھی بیمار نہ تھا۔"

اس نے کہا اس نے یہ بہت اچھا کہا ہے کہ ؎

"اموال صرف اس لیے پیدا کیے گئے ہیں کہ ان کی ہتھیلیاں انہیں خرچ کریں اور
ان کے پاؤں، منبر کی لکڑیوں کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔"

اس نے کہا یہ بھی سرقہ ہے اس نے کہا کس کا اس نے کہا مروان بن ابی حفصہ کا، اس نے کہا وہ کیا کہتا ہے اس نے کہا وہ کہتا ہے۔

"کہ اموال صرف اس لیے پیدا کیے گئے ہیں کہ ان کی ہتھیلیاں انہیں خرچ
کریں اور ان کی زبانیں عالمانہ گفتگو کے لیے پیدا کی گئی ہیں اور وہ سخاوت میں
ایک روز ہواؤں سے مقابلہ کرتے ہیں اور دوسرے روز فصیح الکلام خطیب
ہے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ ابونواس کا ساقی خاموش ہو گیا اور اگر وہ اس کے سب اشعار بھی سُناتا تو وہ اُسے سرقہ کہہ دیتا۔

ابوالعتاہیہ اور عتبہ

ابوالعباس احمد بن یحییٰ ثعلب بیان کرتا ہے کہ ابوالعتاہیہ، عتبہ کے بارے میں رشید سے بہت سوال کیا کرتا تھا تو اس نے اس سے وعدہ کیا ــــــــ کہ وہ اس سے اس کی شادی کرا دے گا نیز یہ کہ وہ اس سے اس بارے میں دریافت کرے گا، اگر اس نے قبول کر لیا تو وہ اسے جہیز دے گا اور اُسے بہت سامال دے گا پھر رشید کسی کام میں مشغول ہو گیا اور ابوالعتاہیہ اس تک باریابی حاصل نہ کر سکا تو اس نے مسرور خادم کو تین پنکھے دیے وہ انہیں لے کر مسکراتے ہوئے رشید کے پاس لے گیا وہ پنکھے اکٹھے تھے، اس نے ان میں سے ایک پر یہ تحریر پڑھی۔

"اور میں نے اپنی ضرورت کے لیے ہوا کو سونگھا تو میں نے اس میں اس کی
دونوں ہتھیلیوں کی خوشبو محسوس کی۔"

رشید نے کہا ، خبیث نے بہت ہی اچھا شعر کہا ہے اور دوسرے پنکھے پر لکھا تھا ؎

"میں نے اپنے آپ کو تیری اُمید کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے جو تیز چال
نہیں رکھتی کہ مجھے اور نشانات کو تیری طرف لے جائے ۔"

اس نے کہا اس نے بہت اچھا شعر کہا ہے اور تیسرے پنکھے پر لکھا تھا ؎

"میں بسا اوقات مایوس ہو جاتا ہوں پھر میں کہتا ہوں مایوس نہ ہو جو شخص
کامیابی کا ضامن ہوا ہے وہ شریف آدمی ہے ۔"

رشید نے کہا اللہ اس کا ستیاناس کرے اس نے کیا ہی اچھا شعر کہا ہے پھر اس نے اُسے بُلایا اور کہا اے ابو العتاہیہ میں تیرا ضامن ہوا تھا ، اور کل انشاء اللہ ہم تیری ضرورت کو پورا کر دیں گے اس نے عتبہ کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے تجھ سے کچھ کام ہے ، رات کو اپنے گھر پر میرا انتظار کرنا ، اس نے اس بات کو بہت بڑا خیال کیا اور اس کے پاس معافی طلب کرتی ہوئی آئی ، رشید نے حلف اُٹھا کر کہا کہ وہ اس سے اپنی ضرورت کا ذکر اس کے گھر پر ہی کرے گا جب رات ہوئی تو وہ اپنے خادمانِ خاص کے ساتھ اس کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا میں اس وقت تک تجھ سے اپنی ضرورت کا ذکر نہیں کروں گا جب تک تو اس کے پورا کرنے کی ضمانت نہ دے اس نے کہا میں آپ کی لونڈی ہوں اور ابو العتاہیہ کے معاملے کے سوا آپ کا ہر حکم مجھ پر نافذ ہو گا کیونکہ میں نے تیرے باپ رضی اللہ عنہ کے سامنے ہر وہ قسم اُٹھائی ہے جو ہر نیک اور بُرا آدمی اُٹھاتا ہے اور برہنہ پا بیت اللہ کی طرف جانے کی قسم کھائی ہے اور جب میں ایک حج ادا کر چکتی ہوں تو دوسرا حج مجھ پر واجب ہو جاتا ہے اور میں کفارہ پر اکتفا نہیں کرتی ، جب آپ کوئی چیز بھیجتے ہیں تو میں اُسے صدقہ کر دیتی ہوں ہاں جس چیز پر میں نماز پڑھتی ہوں اُسے صدقہ نہیں کرتی پھر وہ رشید کے سامنے رونے لگ گئی تو اُسے اس پر رحم آ گیا اور وہ واپس چلا گیا اور دوسرے دن صبح کو ابو العتاہیہ اس کے پاس گیا اُسے اپنی کامیابی پر یقین تھا تو رشید نے اُسے کہا خدا کی قسم میں نے تیرے معاملے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور مسرور ، حسین اور رشید وغیرہ اس بات کے گواہ ہیں اور اس نے اُسے تفصیل کے ساتھ سارا واقعہ سُنایا ۔ ابو العتاہیہ کہتا ہے کہ جب اس نے مجھے یہ واقعہ سُنایا تو میں کچھ دیر ٹھہرا رہا مجھے اپنے بارے میں کچھ خبر نہ تھی کہ میں کہاں ہوں پھر میں نے کہا کہ اب میں اس سے مایوس ہو گیا ہوں کیونکہ

اس نے آپ کو جواب دے دیا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ آپ کے بعد وہ کسی کی بات نہیں مانے گی، تب ابوالعتاہیہ نے اُونی لباس پہن لیا اور اس بارے میں یہ شعر کہے ؎

"میں نے تجھ سے اُمیدیں منقطع کر لی ہیں اور سواری کی پشت سے اپنا کجاوہ اتار لیا ہے اور میں اپنی پسلیوں کے درمیان مایوسی کی ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں اور اب میں سفر و حضر سے بے نیاز ہو گیا ہوں۔"

بیان کیا جاتا ہے کہ جب عتبہ کے متعلق ابوالعتاہیہ کے اس شعر کے بارے میں رشید کو اطلاع ملی کہ ؎

"لوگو! اس بات کو سُن لو کہ خلیفہ کی ایک ہرنی نے مجھے شکار کر لیا ہے اور میں خلیفہ کی ہرنی پر کوئی زیادتی نہیں کر سکتا۔"

تو رشید نے غضب ناک ہو کر کہا کیا وہ ہم سے ٹھٹھا کرتا ہے اس نے یہ لغو حرکت کی ہے اور اس کے قید کرنے کا حکم دے دیا اور اُسے نجاب کے سپرد کر دیا جو سزا دینے پر مقرر تھا وہ بڑا بدخو اور سخت مزاج آدمی تھا تو ابوالعتاہیہ نے کہا ؎

"اے نجاب مجھے سزا دینے میں جلدی نہ کر، یہ حکم اس کی رائے سے نہیں دیا گیا بلکہ میرے خیال میں یہ اس کے آسمان کی بجلی کے آثار میں سے ہے۔"

جب قید خانے میں اس کا قیام طویل ہو گیا تو اس نے کہا ؎

"تو تو صرف رحمت اور سلامتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے زندگی و عزت میں زیادہ کرے مجھے بتایا گیا ہے کہ تو مجھ سے راضی ہو گیا ہے پس کون مجھے تیری رضامندی کی نشانی دکھائے۔"

رشید نے کہا اس کے باپ کی قسم اگر میں اُسے دیکھتا تو قید نہ کرتا، میں نے صرف اس لیے اُسے قید کیا ہے کہ وہ مجھے نظر نہیں آتا تھا اور اس کے چھوڑ دینے کا حکم دے دیا۔

اور ابوالعتاہیہ کہتا ہے ؎

"ہمیں موت کے ذکر کے وقت ڈر لگتا ہے اور ہم دنیا سے دھوکا کھا کر لہو و لعب میں مشغول ہو جاتے ہیں اور ہم دُنیا کے بیٹے ہیں حالانکہ ہمیں کسی اور بات کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور میں جس حال میں ہوں یہ ایک محبوب چیز ہے۔"

پھر وہ کہتا ہے ؎

"اس کی موتیں گھات میں ہیں اور اس کا عیش مکدر ہے اور اس کی مشقت کم داد و دہش والی ہے اور اس کی حکومت جانے والی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"آدمی کا لمبی عمر پانا ایسا ہی ہے جیسے کپڑا نیا ہونے کے بعد بوسیدہ ہو جاتا ہے اور اس بیدار ہونے والے پر تعجب ہے جو اس چیز کو ضائع کر دیتا ہے جو اُسے سونے کے دن کام آنے والی ہے۔"

اور کہتا ہے ؎

"دنیا کی خیانت سے بے خوف نہ ہو وہ تیری طرح کے کئی آدمیوں سے پہلے خیانت کر چکی ہے، تمام دنیا اس کی مذمت پر متفق ہے مگر میں ان میں سے کسی کو تارک الدنیا نہیں پاتا۔"

اور کہتا ہے ؎

"تو صرف عاریتاً چیزیں لینے والا ہے جنہیں تو عنقریب واپس کرے گا اور عاریتاً لی ہوئی چیز واپس کی جاتی ہے وہ شخص زندگی کی لذت کا کیسے خواہش مند ہو سکتا ہے جس کے سانس گنے ہوئے ہیں۔"

اور کہتا ہے ؎

"تیری زندگی کے سانس گنے ہوئے ہیں اور جب ایک سانس ان میں سے لیا جاتا ہے تو اس کا ایک جز کم ہو جاتا ہے اور جو چیز ہر آن تجھے زندہ رکھے ہوئے ہے وہی تجھے مارے گی اور تجھے وہ حدی خوان حدی سنائے گا جو تجھ سے ٹھٹھا نہیں کرے گا۔"

"اے موت میں تجھ سے کوئی چارا نہیں پاتا اور میں خوفزدہ کرنے والی چیز کے پاس آؤں گا اور تو کنارہ کشی نہیں کرے گی، تو نے میرے بڑھاپے پر اس طرح حملہ کیا ہے جیسے بڑھاپے نے میری جوانی پر حملہ کیا تھا۔"

اور کہتا ہے ؎

"جن باتوں کو میں بھول چکا ہوں ان میں موت کو بھی بھول گیا ہوں گویا میں

نے کسی کو مرتے دیکھا ہی نہیں کیا ہر زندہ کا انجام موت نہیں پھر مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں کھو جانے والی چیزوں کی طرف جلدی نہیں کرتا۔"

اور کہتا ہے ؎

"مجھے خاموش قبریں نصیحت کرتی ہیں اور قبر میں پوشیدہ رہنے والے تجھے رُلاتے ہیں اور بوسیدہ ہڈیوں اور قیدی صورتوں سے بات کرتی ہیں۔ اور قبروں میں تجھے تیری قبر دکھلاتی ہیں حالانکہ تو زندہ ہے اور ابھی فوت نہیں ہوا۔"

اور کہتا ہے ؎

"اور گھر کو چونا گچ کرنے والا اس لیے چونا گچ کرتا ہے کہ اس کے ساتھ نئے قیام کرے مگر اس نے تو قبروں میں تو سکونت اختیار کر لی ہے اور اس کا گھر آباد نہیں ہوا۔"

اسحٰق موصلی کا رشید کو گانا سنانا

اسحٰق بن ابراہیم موصلی بیان کرتا ہے کہ ایک شب میں رشید کو گانا سُنا رہا تھا کہ وہ میرے گانے سے جھُوم اُٹھا اور کہنے لگا، گانا گاتے جاؤ، میں مسلسل گاتا رہا یہاں تک کہ وہ سو گیا اور میں بھی خاموش ہو گیا، میں نے اپنی سارنگی اپنی گود میں رکھ لی اور اپنی جگہ پہ بیٹھ گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوبرو دراز قد جوان ریشمی لباس زیب تن کیے، خوب صورت ہیئت کے ساتھ داخل ہوا اور سلام کہہ کر بیٹھ گیا میں اس کے اس جگہ پر اس وقت بلا اجازت آنے پر بہت متعجب ہوا، پھر میں نے اپنے دل میں کہا شاید یہ رشید کا کوئی بیٹا ہو جسے ہم نہ جانتے ہوں، ہم نے اُسے نہ دیکھا ہو، اس نے سارنگی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اُسے لے کر اپنی گود میں رکھ لیا اور اُسے بجانے لگا، میں نے دیکھا کہ اس نے سارنگی کو سب مخلوق سے خوب صورت طریق پہ بجایا پھر اس نے اُسے دُرست کیا، میں نہیں جانتا کہ اس نے کیا دُرست کیا پھر اس نے ایک ضرب لگائی تو میرے کانوں نے اس سے بہتر آواز نہ سُنی تھی پھر وہ گاتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا ؎

"ارے دوستو! مجھے جُدا ہونے سے پہلے بار بار پلاؤ اور مجھے صاف اور خالص شراب لا کر پلاؤ، قریب ہے کہ صبح کی روشنی تاریکی کو رسوا کر دے

اور رات کی قمیص پھٹ جائے۔"

پھر اس نے سارنگی کو اپنی گود سے رکھ دیا اور کہنے لگا "اے اپنی ماں کی شرمگاہ کو کاٹ کھانے والے، جب تو گانا گائے تو اس طرح گایا کر"، پھر وہ باہر چلا گیا میں اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا، میں نے دربان سے کہا ابھی یہاں سے کون جوان باہر گیا ہے اس نے کہا نہ یہاں پر کوئی آیا ہے اور نہ گیا ہے میں نے کہا ابھی میرے سامنے سے ایک نوجوان گزرا ہے جو اس اس طرح کا تھا اس نے کہا خدا کی قسم نہ کوئی اندر آیا ہے اور نہ باہر گیا ہے تو میں حیران ہو کر رہ گیا اور اپنی جگہ پر واپس آ گیا اور رشید نے بیدار ہو کر پوچھا تیرا کیا حال ہے تو میں نے اُسے سب واقعہ سنایا تو وہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا تو کسی شیطان سے ملا ہے پھر کہنے لگا مجھے دوبارہ وہ گانا سناؤ، میں نے دوبارہ گانا سنایا تو وہ خوشی سے جھوم جھوم گیا اور مجھے انعام دینے کا حکم دیا اور میں واپس چلا آیا۔

رشید کے ہاں گلوکاروں کی ایک پارٹی

ابراہیم موصلی بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ رشید نے گلوکاروں کو جمع کیا سب رؤسا بھی حاضر تھے، میں بھی ان میں موجود تھا ہمارے ساتھ مسکین مدنی بھی موجود تھا جو ابو صدقہ کے نام سے مشہور تھا اور بڑی اچھی سُر میں گاتا تھا، رشید نے نبیذ کے نشہ میں سُر کی تجویز پیش کی اور ستار نواز ابن جامع کو اس سُر میں گانے کا حکم دیا اس نے گایا مگر وہ خوش نہ ہوا پھر گلوکاروں کی پارٹی نے اس سُر میں گایا مگر اُسے مزا نہ آیا تو ستار نواز نے مسکین مدنی سے کہا کہ امیر المومنین تجھے حکم دیتے ہیں کہ اگر تو اس سُر میں اچھی طرح گا سکتا ہے تو گانا گا، ابراہیم بیان کرتا ہے کہ اس نے کھڑے ہو کر گایا تو ہم سب حیرت سے خاموش ہو گئے کہ اس نے ہماری موجودگی میں کس جرأت کے ساتھ اس سُر میں گایا ہے جس میں ہم خلیفہ کے منشا کو پورا نہیں کر سکے، ابراہیم بیان کرتا ہے کہ جب وہ گانے سے فارغ ہوا تو میں نے رشید کو بلند آواز سے کہتے سُنا اے مسکین اسے دوبارہ گاؤ تو اس نے پوری دلجمعی اور قوت و نشاط کے ساتھ اسے دوبارہ گایا اور نہایت شاندار رنگ میں گایا تو رشید نے کہا اے مسکین تو نے کمال کر دیا ہے اور ستار ہمارے اور اس کے درمیان رکھ دی گئی، مسکین کہنے لگا امیر المومنین! اس سُر کا ایک عجیب واقعہ ہے اس نے کہا، وہ کیا؟ وہ کہنے لگا کہ میں آلِ زبیر کے ایک آدمی کا درزی غلام تھا میرے آقا نے مجھ پر ٹیکس لگایا ہوا تھا اور میں اُسے

ہر روز دو درہم دیا کرتا تھا، جب میں ٹیکس دے دیتا تو میں اپنی ضروریات میں لگ جاتا، میں گانے کا بہت شوقین اور دلدادہ تھا ایک روز میں نے ایک طالبی کی قمیص سلائی کی تو اس نے مجھے دو درہم دیے اور میں نے صبح کا کھانا اس کے ہاں کھایا، اس نے مجھے کئی پیالے شراب پلائی، میں خوش خوش وہاں سے نکلا تو مجھے ایک سیاہ فام لونڈی ملی جس کی گردن پر ایک گھڑا تھا اور وہ اس شعر میں گا رہی تھی پس اس نے مجھے ہر انسانی حاجت سے غافل کر دیا میں نے اُسے کہا تجھے اس قبر اور منبر والے کی قسم کہ تو مجھے اس شعر میں گانا سُنا اس نے جواب دیا کہ اس قبر و منبر والے کی قسم ہے کہ میں دو درہم لیے بغیر یہ گانا نہیں سناؤں گی امیر المومنین! خدا کی قسم میں نے دونوں درہم نکال کر اُسے دیے تو اس نے گھڑے کو اپنے کندھے سے اُتارا اور کھڑی ہو گئی اور وہ مسلسل اسے دہراتی رہی یہاں تک کہ یہ میرے سینے میں تحریر ہو گیا پھر میں اپنے آقا کے پاس واپس آیا تو اس نے مجھے کہا اپنا ٹیکس لاؤ میں نے کہا وہ تو اس اس طرح خرچ ہو گیا ہے اس نے کہا، بکواسی! کیا میں نے تجھے پہلے نہیں کہا تھا کہ میں ایک حبہ کی کمی کے متعلق بھی تیرا عذر قبول نہیں کروں گا، اس نے مجھے منہ کے بل گرا لیا اور مجھے پوری قوت کے ساتھ پچاس سوٹیاں ماریں اور میرے سر اور ڈاڑھی کو مونڈھ دیا، امیر المومنین! میں نے نہایت بُرے حال میں رات گزاری اور تکلیف کے باعث مجھے شعر بھی بھُول گئے، جب صبح ہوئی تو میں اس جگہ کی طرف گیا جہاں میں اُسے ملا تھا میں حیران کھڑا تھا کیونکہ میں اس کے نام اور گھر سے واقف نہ تھا، اچانک میں نے اُسے آتے ہوئے دیکھ لیا تو مجھے تمام تکلیف بھُول گئی اور میں اس کی طرف چل پڑا اس نے کہا رب کعبہ کی قسم کیا تو وہ شعر بھُول گیا ہے، میں نے کہا، جو بات تو نے کہی ہے وہی ہوئی ہے اور میں نے اُسے وہ سب حال بتایا جو میرے ساتھ سر اور ڈاڑھی منڈانے کے معاملے میں گزرا تھا، اس نے کہا، قبر اور صاحب قبر کی قسم میں دو درہم کے بغیر گانا نہ سناؤں گی، میں نے اپنی قینچی نکال کر دو درہم میں اس کے پاس رہن رکھ دی تو اس نے اپنے سر سے گھڑا اُتارا اور کھڑی ہو گئی اور گانے لگی پھر کہنے لگی میرا خیال ہے کہ تو چار درہم کے بدلے میں خلیفہ سے چار ہزار دینار لے گا پھر وہ گانے اور گھڑا بجانے لگی اور مسلسل اس گانے کو دہراتی رہی یہاں تک کہ وہ گانا میرے سینے میں پیوست ہو گیا پھر وہ چلی گئی اور میں ڈرتا ہوا اپنے آقا کے پاس واپس آ گیا اس نے کہا اپنا ٹیکس لاؤ تو میری زبان خشک ہو گئی، اس نے کہا بکواسی! جو کچھ تیرے ساتھ کل گزری ہے کیا وہ تیرے لیے کافی نہیں ہوئی،

میں نے کہا میں تجھے بتاتا ہوں کہ میں نے اپنے کل اور آج کے ٹیکس میں یہ شعر خریدی ہے اور میں نے گانا شروع کر دیا، اس نے مجھے کہا تیرا بُرا ہو، تمہارے پاس دو دن سے یہ شعر موجود ہے اور تو نے مجھے بتایا نہیں اس کی بیوی کی طلاق ہو اگر تو مجھے کل بتاتا تو میں تجھے آزاد کر دیتا، اب یہ تیرے بال اُگنے تک میں نے تجھے معاف کیا، راوی بیان کرتا ہے کہ رشید ہنس کر کہنے لگا تو ہلاک ہو جائے مجھے معلوم نہیں تیری بات اچھی ہے یا تیرا گانا اچھا ہے، اور جو کچھ سیاہ فام لونڈی نے کہا تھا اس کی ادائیگی کا حکم میں نے تیرے لیے دے دیا ہے تو وہ مال لے کر واپس چلا گیا، شعر یہ ہیں ؎

"فرودگاہ ہوں یہ ٹھہر کر ذرا غور کر، کیا گھروں میں کوئی فرودگاہ کا پتہ دینے والا ہے، گھروں میں بوشیدگی کے کوئی آثار نہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب میں بوسیدگی کو محمل میں اُٹھاؤں گا۔"

رشید کا گھوڑ دوڑ کرانا

ایک روز رشید نے رقہ میں گھوڑ دوڑ کروائی، جب گھوڑے چھوڑ دیے گئے تو وہ میدان کے درمیان اپنی جگہ پر آگیا جہاں گھوڑے اس کے پاس آگئے وہ اپنے گھوڑے پر کھڑا ہو گیا اور ان کے آگے آگے سبقت لے جانے والے گھوڑے تھے جنہیں سوار برابر چال میں چلا رہے تھے اور کوئی ایک دوسرے سے آگے نہ بڑھتا تھا اس نے غور سے دیکھ کر کہا خدا کی قسم میرا گھوڑا پھر اس نے دوسرے پر غور کیا تو کہنے لگا میرے بیٹے مامون کا گھوڑا، دونوں گھوڑے لگام کی رسیاں چباتے ہوئے گھوڑوں کے آگے نکل آتے، رشید کا گھوڑا اول اور مامون کا دوم تھا، اس بات سے وہ بہت خوش ہوا پھر اس کے بعد اور گھوڑے آئے جب یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی تو اس نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔

اصمعی نے ــــ جو اس موقع پر موجود تھا اور اس نے فضل بن ربیع کے لیے رشید کی خوشی کو دیکھا تھا ــــ کہا، اے ابو العباس! یہ ایک ایسا دن ہے میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے امیر المومنین تک پہنچا دے فضل نے کھڑے ہو کر کہا امیر المومنین! یہ اصمعی دو گھوڑوں کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے امیر المومنین کے سرور میں اضافہ کرے، اس نے کہا، لاؤ کیا کہنا چاہتے ہو، جب یہ قریب ہوا تو اس نے کہا اصمعی تمہارے پاس کیا ہے اس نے جواب دیا امیر المومنین! آپ اور آپ کا بیٹا آج گھوڑوں پر اس

طرح تھے جیسے خنساء کہتی ہے کہ ؎

"اس نے اپنے باپ سے مقابلہ کیا پس وہ دونوں آئے اور وہ دونوں چادر پر پہنچنے
کے بارے میں جھگڑ رہے تھے وہ جب نکلے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ دو باز گھونسلے پر
گرے ہیں اس کے والد کے چہرے کا پہلو آگے تھا اور وہ اپنی سرکشی میں دوڑے جا
رہا تھا اگر اُسے عمر کی بڑائی اور بڑھاپے کا خیال نہ ہوتا تو اس کا اس کے قریب آنا
اولیٰ تھا۔"

مچھلی کا تھال ایک ہزار درہم میں ابراہیم بن مہدی بیان کرتا ہے کہ میں نے رقہ میں رشید سے ملاقات کو کہا تو وہ میری ملاقات کے لیے آیا وہ ٹھنڈے کھانے سے پہلے گرم کھانا کھاتا تھا جب میں ٹھنڈے کھانے رکھ چکا تو اس نے اپنے نزدیکی کھانوں میں مچھلی کے ٹکڑوں کی طرح کے ٹکڑوں کا ایک جام دیکھا تو اس نے ٹکڑوں کو چھوٹا خیال کیا اور کہنے لگا تو نے مچھلی کے ٹکڑوں کی طرح اپنا تھال کیوں چھوٹا کیا ہے میں نے کہا امیرالمومنین! یہ مچھلی کی زبانیں ہیں اس نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس جام میں سو زبانیں ہیں تو اس کے خادم مراقب نے کہا امیرالمومنین! اس میں ڈیڑھ سو سے زیادہ زبانیں ہیں تو اس نے اُسے مچھلی کی قیمت کے متعلق قسم لی تو اس نے بتایا کہ وہ ایک ہزار درہم سے زیادہ کا ذمہ دار ہے پس رشید نے اپنا ہاتھ اٹھالیا اور قسم کھائی کہ جب تک وہ ایک ہزار درہم نہ لائے کوئی چیز نہیں کھائے گا، جب مال آگیا تو اس نے اُسے صدقہ کرنے کا حکم دے دیا اور کہنے لگا کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ تیرے اس اسراف کا کفارہ ہوگا جو تو نے مچھلی کے ایک جام پر خرچ کیا ہے پھر اس نے ایک خادم کو جام پکڑا کر کہا میرے بھائی کے گھر سے نکل جا اور جو سائل تجھے سب سے پہلے ملے اُسے یہ دے دینا، ابراہیم کہتا ہے کہ رشید نے وہ جام ۲۷۰ دینار میں خریدا تھا، میں نے اپنے ایک خادم کو اس خادم کے ساتھ باہر نکلنے کا اشارہ کیا تاکہ یہ جام جس کو ملے اس سے وہ خرید لے، رشید نے یہ بات سمجھ لی تو اس نے اُسے کہا اے غلام جب تو یہ کسی سائل کو دے تو اُسے کہنا امیرالمومنین تجھے کہتے ہیں کہ اسے دو سو دینار سے کم قیمت میں فروخت نہ کرنا، کیونکہ یہ ان سے بہتر ہے تو خادم نے ایسے ہی کیا، خدا کی قسم میرا خادم اس سائل سے دو سو دینار سے کم میں وہ جام نہ خرید سکا۔

اچھے اور بُرے نام ابراہیم بن مہدی بیان کرتا ہے کہ میں اور رشید جنگی کشتی پر بیٹھے تھے

وہ موصل کی طرف جانا چاہتا تھا کھینچنے والے اُسے کھینچ رہے تھے، شطرنج ہمارے سامنے پڑی تھی، جب ہم فارغ ہوئے تو رشید نے مجھے کہا ابراہیم! تیرے نزدیک اچھے نام کونسے ہیں، میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام، اس نے کہا اس کے بعد دوسرا نام، میں نے کہا امیرالمومنین کا نام ہارون اس نے کہا برے نام کون سے ہیں، میں نے کہا ابراہیم تو اس نے مجھے ڈانٹ کر کہا تو ہلاک ہو جائے کیا یہ ابراہیم خلیل اللہ کا نام نہیں، میں نے کہا اس نام کی نحوست کی وجہ سے انہیں نمرود سے بہت تکالیف اُٹھانی پڑیں اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کا نام ابراہیم تھا میں نے کہا بلاشبہ جب اُسے یہ نام دیا گیا تو وہ زندہ نہ رہا اس نے کہا امام ابراہیم، میں نے کہا اس نام کی بدبختی کی وجہ سے مروان جعدی نے اُسے چونے کے برتن میں قتل کر دیا اور امیرالمومنین! میں آپ کو مزید بتاتا ہوں کہ ابراہیم بن ولید دست بردار ہوا ابراہیم بن عبداللہ بن حسن قتل ہوا اور میں نے اس نام کے آدمی کو مقتول، مضروب اور جلا وطن ہی دیکھا ہے اور ابھی میری بات ختم نہ ہوئی تھی کہ میں نے ایک ملاح کو ایک کشتی پہ بلند آواز سے کہتے سنا اے ابراہیم اے عاصی اس اس طرح اس نے ماں سے مہلت حاصل کی، تو رشید میری طرف متوجہ ہوا میں نے کہا امیرالمومنین کیا آپ نے میرے قول کی تصدیق کر لی ہے کہ منحوس ترین نام ابراہیم ہے تو وہ ہنس پڑا یہاں تک کہ اپنے پاؤں سے زمین کریدنے لگا۔

امراء سے مخاطب ہونے کا طریق

راوی بیان کرتا ہے کہ میں ایک روز اس کے ہاں موجود تھا کہ عبداللہ کا ایلچی آیا اس کے ساتھ خیزران کی طرف بھیجے گئے رومالوں سے ڈھکے ہوئے خوان تھے اور ایک خط بھی تھا جسے رشید پڑھ کر کہنے لگا اللہ تعالیٰ اس سے حسن سلوک کرے اور صلہ دے میں نے کہا امیرالمومنین! یہ کون ہے کہ جس کے شکریہ کو آپ نے لمبا کر دیا ہے یہاں تک کہ ہم آپ کو اس کے شکر جمیل میں شامل کرنے لگے ہیں، اس نے کہا یہ عبداللہ بن صالح ہے پھر اس نے رومال اُٹھایا تو خوان ایک دوسرے کے اُوپر پڑے تھے ان میں سے ایک میں کشمش، دوسرے میں بندق (ایک درخت کا پھل ہے) اور دیگر پھل تھے، میں نے کہا امیرالمومنین اس میں ایسی کون سی نیکی ہے جس کی وجہ سے وہ اس دُعا کا مستحق ہے ہاں اگر خط میں کوئی چیز ہو تو اس کا مجھے علم نہیں تو اس نے خط میری طرف پھینک دیا اس میں لکھا تھا کہ امیرالمومنین میرے گھر میں میرا ایک باغ ہے جسے میں نے آپ کے احسان سے آباد کیا ہے اس

کے پھل پک چکے ہیں میں نے اس کا ہر پھل لے کر اور اُسے لکڑی کے تھالوں میں رکھ کر امیرالمومنین کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ کی دُعا کی برکت اسی طرح میری طرف پہنچے جیسے آپ کے حسن سلوک کے عطیے مجھے پہنچے ہیں، میں نے کہا خدا کی قسم اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس کی وجہ سے وہ اس دُعا کا مستحق ہو اس نے کہا اے بے عقل کیا تو نے نہیں دیکھا کہ کس طرح اس نے ہماری ماں خیزران کو عظمت دینے کے لیے ڈالیوں سے مراد خیزران لی ہے (اس نے اپنے خط میں "قضبان" (ڈالی) کا لفظ استعمال کیا تھا)

ایک آدمی کا رشید کو واقعہ سنانا اور اس کا اُسے چار ہزار دینار بدلہ دینا

روایت ہے کہ بنی اُمیہ کا ایک آدمی رشید کے لیے راستہ میں کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں قصہ کہانیوں کی مانند ایک کتاب تھی جس میں چار شعر لکھے تھے۔

"اے اللہ کے امین، میں راست باز، عقل مند اور صاحب حسب کے قول کا قائل ہوں۔ آپ کو ہم پر فضیلت حاصل ہے اور ہمیں آپ کی وجہ سے سب عربوں پر فضیلت حاصل ہے، عبدشمس، ہاشم کے پیچھے چلتا تھا اور وہ ماں باپ کے پیروکار تھے پس ہم سے صلہ رحمی کرو کہ عبدشمس، عبدالمطلب کا چچا تھا۔"

رشید نے ان اشعار کو اچھا سمجھا اور اُسے ہر شعر کے عوض ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا اور کہا اگر تو ہمیں زیادہ شعر سناتا تو ہم تجھے زیادہ دیتے۔

کھجور کا نبیذ اچھا ہے یا تازہ کھجور؟

ایک روز رشید، قاضی ابو یوسف اور عبدالوہاب کوفی مجلس میں بیٹھے تھے کہ تازہ کھجور کا تذکرہ چل پڑا تو ابو یوسف نے کہا کھجور کا نبیذ تازہ کھجور سے اچھا ہے۔ عبدالوہاب نے کہا تازہ کھجور زیادہ اچھی ہے، رشید نے کہا کھانا حاضر کرو۔ اس نے وہاں موجود بنی ہاشم کے کئی آدمیوں کو بھی بلایا ان سب نے نبیذ کو ترجیح دی اور تازہ کھجور کو چھوڑ دیا تو رشید نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن انہوں نے بغیر علم کے تیرے خلاف فیصلہ دے دیا ہے، عبدالرحمٰن نے کہا میں نے اس سے زیادہ ردی کھجور کبھی دیکھی ہی نہیں، ابو یوسف کہنے لگے نبیذ اور کھجوریں جب اکٹھی ہو جائیں تو ایسی ہی ہو جاتی ہیں۔

تعزیت وتہنیت

عبدالملک بن صالح رشید کے پاس آیا تو دربان نے اُسے کہا کہ آج شب امیر المومنین کو ایک بچے کا صدمہ پہنچا ہے اور ایک بچہ ان کے ہاں پیدا ہوا ہے پس ان کی تعزیت کرو، وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا تو کہنے لگا امیر المومنین! اللہ نے جس بات کا آپ کو صدمہ پہنچایا ہے اس میں خوشی عطا کرے اور اسے صابر کے لیے ثواب اور شکر گزار کی جزا بنا دے۔

رشید کی بیماری

جب رشید کی بیماری بڑھ گئی اور وہ ۱۹۳ھ میں طوس چلا گیا تو اطباء نے اس کی بیماری کو معمولی بتایا، اس نے وہاں موجود ایک ایرانی طبیب کو بُلا بھیجا اور اسے متعدد لوگوں کی پیشاب کی بوتلوں میں اپنے پیشاب کی بوتل بھی دکھائی۔ جب طبیب اس کی شیشی کے پاس پہنچا تو اس نے کہا اس پیشاب والے کو کہہ دو کہ وہ مرنے والا ہے اُسے چاہیے کہ وصیت کر دے وہ اس بیماری سے شفا نہیں پا سکتا، رشید رو پڑا اور ان دو اشعار کو بار بار پڑھنے لگا۔

"طبیب اپنی طب اور دوا کے ساتھ قضا وقدر کی قابل خوف چیز کا دفاع نہیں کر سکتا، طبیب کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اس بیماری سے مرتا ہے جس میں بیماریوں سے وہ پہلے لوگوں کو شفا دیا کرتا تھا۔"

اور اس کے ضعف میں اضافہ ہوگیا اور لوگوں نے اس کی موت کی افواہ اُڑا دی تب اس نے سواری کے لیے ایک گدھا منگوایا جب وہ اس پر بیٹھا تو اس کی رانیں پھیل گئیں اور وہ زین پر نہ ٹھہر سکا، تو اس نے کہا مجھے اتار دو، افواہ اُڑانے والوں نے سچ کہا ہے پھر اس نے کفن منگوائے اور ان میں ایک کفن کو پسند کیا اور قبر کھودنے کا حکم دیا جب اس نے قبر میں دیکھا تو کہنے لگا ما أغنى عني ماليه، هلك عني سلطانيه[1] ـــــ پھر اس نے میرے بھائی رافع کو بلایا اور کہنے لگا تم نے مجھے بے قرار کر دیا ہے یہاں تک کہ میں نے اپنی بیماری اور کمزوری کے باعث اس سفر کی مشقت برداشت کی رافع بن لیث کے بھائی نے اس کے خلاف بغاوت کی تھی، اس نے کہا میں تجھے ایسے قتل کروں گا کہ کسی کو تجھ سے پہلے اس طرح

---

[1] نہ کفایت کیا مجھ کو میرے مال نے، جاتی رہی مجھ سے میری سلطنت۔
(الحاقہ۔ آیت ۲۸، ۲۹)

قتل نہ کیا گیا ہوگا پھر اس کے حکم سے اس کا ایک ایک عضو الگ کیا گیا، اس کے بعد رافع نے مامون سے امان لے لی، ہم اس کے واقعہ کو کسی اور کتاب میں بیان کر چکے ہیں پھر اس نے اپنی فوج کے ہاشمیوں کو بُلا کر کہا، تمام مخلوق مرنے والی ہے اور ہر نئی چیز پُرانی ہونے والی ہے اور جو مصیبت مجھ پر نازل ہو چکی ہے تم اُسے دیکھ رہے ہو میں تمہیں تین باتوں کی وصیت کرتا ہوں اپنی امانتوں کی حفاظت کرو، اپنے ائمہ کے خیر خواہ بنو، متحد رہو، اور محمد اور عبداللہ (امین اور مامون) پر نظر رکھو ان میں سے جو اپنے ساتھی کے خلاف بغاوت کرے اُسے بغاوت سے روک دو اور اس کی بغاوت اور عہد شکنی کو بُرا سمجھو، اس نے اس روز بہت سے اموال، جاگیریں اور مکانات لوگوں کو دیے۔

ابو العتاہیہ اشعار میں رشید پر گریہ کناں ہے

الریاشی بیان کرتا ہے کہ اصمعی نے کہا میں رشید کے پاس گیا وہ ایک کتاب دیکھ رہا تھا اور اس کے رخساروں پر آنسو گر رہے تھے میں کھڑا رہا یہاں تک کہ وہ پُر سکون ہو گیا اور اس نے متوجہ ہو کر کہا اے اصمعی بیٹھ جاؤ، کیا جو کچھ ہوا ہے تو نے دیکھا ہے میں نے کہا ہاں، امیر المومنین، اس نے کہا خدا کی قسم اگر یہ رونا کسی دنیا کے کام کے لیے ہوتا تو تُو اُسے نہ دیکھتا پھر اس نے ایک کاغذ پھینکا جس میں ابو العتاہیہ میں جلی خط سے یہ اشعار لکھے تھے ؎

"کیا تو اس شخص سے عبرت پکڑنے والا ہے جب وہ صبح کو گذر گیا تو اس سے حویلیاں خالی ہو گئیں اور جب موت نے اُسے پچھاڑ دیا تو اس کے قبیلے نے اس سے برأت کا اظہار کیا، اور جس سے تخت اور منبر خالی ہو گئے، بادشاہ اور دُوسرے لوگ کہاں ہیں وہ بھی اسی جگہ چلے گئے جہاں تو جانے والا ہے اے اپنی لذت کے لیے دنیا کو ترجیح دینے والے اور فخر میں مقابلہ کے لیے تیاری کرنے والے، جو کچھ دنیا سے حاصل کر سکتا ہے کرلے، کیونکہ اس کا انجام موت ہے۔"

پھر رشید کہنے لگا یوں معلوم ہوتا ہے کہ میں لوگوں کے سوا کسی اور مخلوق کو مخاطب کر رہا ہوں اس کے تھوڑی دیر بعد وہ فوت ہو گیا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم نے رشید کے جامع اور مختصر حالات گذشتہ کتب

اور اس کتاب میں لکھ دیے ہیں لیکن ہم نے گذشتہ کتب سے اس کتاب میں برامکہ کے حالات کے بارے میں کچھ نہیں لکھا اب ہم الگ باب میں ان کے مختصر حالات لکھیں گے اور ان کے اچھے اور برے دنوں کا ذکر کریں گے، ہم ان کے دیگر شاندار حالات کو اپنی گذشتہ کتب میں بیان کر چکے ہیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

برامکہ کے مختصر حالات

ان کا چیدہ آدمی ــــ خالد بن برمک

برمک کے بیٹوں میں سے کوئی ایک بھی جودت رائے، دلیری اور عادات میں خالد کے مقام کو حاصل نہیں کر سکا، نہ یحییٰ اپنی رائے اور وفورِ عقل کے باعث اس کے مقام کو حاصل کر سکا ہے نہ فضل اپنی جود و سخا میں اس کی ہمسری کر سکا ہے نہ محمد بن یحییٰ اپنی خوشی اور علو ہمتی میں اس تک پہنچ سکا اور نہ موسیٰ بن یحییٰ اپنی شجاعت و بسالت میں اس کا لگا کھا سکا ہے جن لوگوں کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کے متعلق ابو الغول شاعر کا قول ہے ؎

"یحییٰ بن خالد کے چاروں لڑکے سردار اور متبوع ہیں اور جب تو ان کے متعلق
پوچھے تو ان سب میں بھلائی، متفرق اور مجموعی طور پر پائی جاتی ہے۔"

ان کی نکبت کا سبب

جب ہارون خلیفہ بنا تو اس نے برامکہ کو وزیر بنا لیا پس اُنہوں نے اپنے پاس اموال کو اکٹھا کر لیا حتیٰ کہ اگر رشید کو تھوڑے سے مال کی بھی ضرورت ہوتی تو وہ اسے حاصل نہیں کر سکتا تھا چنانچہ ۱۸۷ھ میں وہ ان پر ٹوٹ پڑا، اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ کیوں ان پر ٹوٹ پڑا، بعض کہتے ہیں کہ اموال کے جمع کرنے کی وجہ سے، اور بعض کہتے ہیں کہ ایک طالبی شخص ان کے قبضہ میں تھا جسے انہوں نے چھوڑ دیا تھا اور بعض کچھ اور اسباب بیان کرتے ہیں۔

فضل بن یحییٰ کا شکار میں انہماک اور رشید کے حکم سے اُس کے باپ کا اُسے ڈانٹنا

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز

خراسان سے رشید کو ڈاک کے انچارج کا خط آیا یحییٰ بن خالد اس وقت اس کے سامنے بیٹھا تھا، اس خط میں اس نے لکھا کہ فضل بن یحییٰ امور رعیت سے صرف نظر کر کے لذات اور شکار میں منہمک رہتا ہے رشید نے خط پڑھ کر یحییٰ کی طرف پھینک دیا اور اُسے کہا اباجی اس خط کو پڑھیے اور اُسے خط لکھیے کہ وہ ان باتوں سے باز آ جائے، اس نے رشید کی دوات کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ڈاک کے انچارج کے خط کی پشت پر فضل کی طرف لکھا، اے میرے بیٹے اللہ تعالیٰ تیرا محافظ ہو اور تیری عمر دراز کرے امیر المؤمنین کو تیرے متعلق اطلاع مل گئی ہے کہ تو امور رعیت سے صرف نظر کر کے ہمیشہ شکار اور لذات میں منہمک رہتا ہے جسے وہ پسند نہیں کرتے، ایسی باتوں کا عادی بن جو تجھے زینت دیں جو شخص بُری یا بھلی بات کا عادی بن جاتا ہے اُسے اس کے ہمعصر اس کی عادت کی وجہ ہی سے جانتے پہچانتے ہیں والسلام۔ اور اس کے نیچے یہ اشعار لکھے ؂

"دن کو بلندیوں کے حصول میں صرف کر اور محبوب کی ملاقات نہ ہونے پر صبر کر، یہاں تک کہ رات آ جائے اور اس میں عیوب کے چہرے مستور ہو جائیں اور جو کچھ تو چاہتا ہے جلدی جلدی رات کو کر لے کیونکہ رات، عقل مند کا دن ہے اور کتنے ہی نوجوانوں کو تو زاہد خیال کرتا ہے جو رات کو عجیب کام کرتے ہیں اور رات ان پر اپنے پردے ڈال دیتی ہے اور عیش و عشرت میں شب بسر کرتا ہے احمق کی لذت چھپی نہیں رہتی اور اس کے متعلق ہر دیکھنے والا دشمن چغلی کرتا ہے۔"

یحییٰ جو کچھ لکھ رہا تھا، رشید اُسے دیکھ رہا تھا جب وہ فارغ ہو گیا تو رشید نے کہا اباجی آپ نے کوئی کمی نہیں رہنے دی، جب فضل کے پاس خط پہنچا تو وہ دن بھر مسجد میں رہتا اور اپنے مشاغل سے باز آ گیا۔

اسحٰق بن ابراہیم موصلی بیان کرتا ہے کہ میں ایک روز رشید کے پاس تھا کہ برامکہ نے شراب منگوائی نیز یحییٰ بن خالد نے ایک لونڈی منگوائی جس نے یہ اشعار گائے کہ ؂

"میں بے خواب رہتا ہوں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ میں بے خوابی پر عاشق ہو گیا ہوں اور میں یوں پگھل گیا ہوں جیسے بیماری میرے لیے ہی پیدا کی گئی ہے اور میرے آنسوؤں نے میرے دل پر گر کر اُسے غرق کر دیا ہے اے وہ شخص جو جلتے ہوئے آدمی کو پانی میں ڈوبتے دیکھ رہا ہے۔"

رشید نے پوچھا یہ کس کے شعر ہیں، اُسے بتایا گیا کہ یہ خالد بن یزید کاتب کے ہیں، اُس

نے کہا اُسے میرے پاس لاؤ، خالد بیان کرتا ہے کہ میں حاضر ہوا تو اس نے لونڈی سے کہا دوبارہ گاؤ، اس نے دوبارہ گایا تو اس نے مجھ سے پوچھا یہ شعر کس کے ہیں، میں نے کہا امیرالمومنین میرے ہیں، اسی اثناء میں ایک خادمہ سیب لے کر آئی اس پر خوشبو کے ساتھ لکھا ہوا تھا ؎

"تیری خوشی نے، تجھے میرے وعدے سے غافل کر دیا ہے، تو نے اپنے
سیب کو یاد دہانی بنا دیا ہے۔"

رشید نے دوسرا سیب لیا تو اس پر لکھا تھا ؎

"تو نے اپنے وعدے کا تقاضا کیا ہے لیکن میں نے اُسے فراموش نہیں کیا،
میرا یہ سیب، معذرت ہے۔"

پھر اس نے اُس سے کہا اے خالد! اس کے متعلق کچھ کہو تو اس نے کہا ؎

سیب سے جو موتی نکلے ہیں وہ مجھے دنیا و ما فیہا سے زیادہ مرغوب ہیں وہ
سُرخ و سفید ہے اور اس میں خوشبو لگی ہوئی ہے گویا وہ تحفہ دینے والے
کے رُخسار سے توڑا گیا ہے۔"

جعفر برمکی، اصمعی کے پاس

جاحظ ایک شخص سے روایت کرتا ہے کہ اس نے انس بن ابی شیخ سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ ایک روز جعفر بن یحییٰ سوار ہوا، اس نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ وہ ایک ہزار دینار لائے اور اُسے کہا کہ میں اصمعی کے پاس جا رہا ہوں جب اصمعی مجھ سے بات کرے اور تو مجھے مسکراتا دیکھے تو ان دیناروں کو اس کے سامنے رکھ دینا، جعفر، اصمعی کے ہاں گیا اصمعی اُسے عجیب و غریب ہنسانے اور خوش کرنے والی باتیں سنانے لگا مگر وہ نہ ہنسا، اور اس کے ہاں سے چلا آیا تو انس بن ابی شیخ نے اُس سے کہا میں نے آپ کی یہ عجیب بات دیکھی ہے کہ آپ نے اصمعی کے لیے ایک ہزار دینار کا حکم دیا اور اس نے ہر ہنسانے والی بات سے آپ کو ہنسانے کی کوشش کی ہے اور آپ کا یہ دستور بھی نہیں ہے کہ جو مال ایک دفعہ بیت المال سے نکل جائے اُسے آپ بیت المال میں واپس کر دیں۔ جعفر نے اُسے کہا تیرا بُرا ہو ——— پہلے ہمارے اموال سے ایک لاکھ درہم اس کے پاس پہنچ چکے ہیں، پھر بھی میں نے اس کی جگہ کو ٹوٹا پھوٹا اس کی چادر کو بوسیدہ اور اس کی نشست کو میلا کچیلا پایا ہے حالانکہ میں لسانِ حق کو اس کی زبان سے بولتے دیکھتا ہوں اور نعمت کا اظہار اس کی مدح و ہجو سے زیادہ قابلِ تعریف اور

قابل ہجو ہوتا ہے ، پس جب اس کے ہاں نعمت کا اظہار ہوتا ہی نہیں اور نہ نعمت اس کی شکر گزاری کرتی ہے تو میں اُسے کس لیے دوں ۔

رشید اور جعفر کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے ؎

"چاہیے کہ رشید اپنے اختلافات کو کم کرے اور جس بات نے اس کے عہد کو کمزور کر دیا ہے وہ یہ کہ اس نے ایک بیعت کے ساتھ مزید ایک بیعت لے لی ہے اور اس بیعت کے لیے اکیلا جعفر ہی کھڑا ہوا ہے اور بنو برمک نے اس کی سلطنت کی بنیاد ڈالی ہے اور اس کے وارث کے لیے اس کے عہد کو پختہ کیا ہے ۔"

یحییٰ بن خالد کی ایک مجلس

یحییٰ بن خالد ، صاحب علم و معرفت اور بحث و نظر تھا اس کی ایک مجلس میں اہل اسلام کے متکلمین اور دیگر مذاہب کے لوگ بھی جمع ہوئے تھے ایک روز جب کہ یحییٰ کے ہاں ان کا اجتماع تھا اس نے انہیں کہا کہ تم نے اخفاء ، ظہور ، قدم و حدوث ، نفی و اثبات ، حرکت و سکون ، اجتماع و افتراق ، وجود و عدم ، کشش و عدم کشش ، اجسام و اعراض ، جرح و تعدیل ، صفات کے نفی و اثبات ، استطاعت و افعال ، کمیت و کیفیت ، مضاف اور امامت کے متعلق کہ یہ نص سے ہے یا انتخاب سے ہے اور دیگر کلام کے اصول و فروع کے متعلق بہت کچھ بیان کر دیا ہے ، اب بغیر کسی اختلاف کے عشق کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرو ۔

عشق کے متعلق ان کی گفتگو

امامیہ کے مشہور متکلم علی بن ہیثم نے کہا اے وزیر ، عشق ، موافقت کا پھل ہے جو دو روحوں کے ملنے کی دلیل ہے وہ لطافت کے سمندر ، احسان کی آسودگی اور جوہر کی صفائی سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی وسعت کی کوئی حد نہیں اس کی زیادتی میں جسم کا نقصان ہے ۔

ابو مالک حضرمی خارجی نے کہا ، اے وزیر ! عشق ، جادو کی پھونک ہے جو انگارے سے زیادہ گرم اور پوشیدہ ہے اور یہ دو طبیعتوں اور دو شکلوں کے باہم ملنے سے پیدا ہوتا ہے وہ دل میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے جیسے بارش ریت کے درمیان سرایت کر جاتی ہے یہ عادات کا بادشاہ ہے عقلیں اس کی مطیع ہیں اور آراء اس کے سامنے عاجزی کرتی ہیں ۔

بصریوں کے شیخ محمد بن الہذیل معتزلی نے کہا ، اے وزیر ! عشق دلوں اور آنکھوں پر

مہر لگا دیتا ہے، جسم میں چڑھ جاتا ہے اور جگر میں تیزی سے اثر کرتا ہے صاحب عشق ظنون واوہام کو تبدیل کرتا رہتا ہے اس کی نظر میں کوئی چیز صاف نہیں ہوتی اور نہ کوئی اس سے خاص وعدہ کی ہوئی بات ہوتی ہے، مصائب اس کی طرف جلد آتے ہیں وہ موت کے شربت کا جرعہ گمشدگی کے حوض کا بقیہ ہوتا ہے البتہ اس کی طبیعت میں بشاشت اور اخلاق میں شائستگی ہوتی ہے اور صاحب عشق سخی ہوتا ہے، جو روکنے کے داعیہ کی طرف کان نہیں لگاتا اور نہ ہی ملامت کے داعیہ سے وہ تکلیف محسوس کرتا ہے۔

ہشام بن حکم کوفی نے جو اپنے وقت میں امامیہ کا شیخ اور اپنے دَور کا بڑا صنعت کار آدمی تھا کہا، اسے وزیر! عشق زمانے کا لگایا ہوا ایک جال ہے وہ اس جال کے ذریعے ان لوگوں کو شکار کرتا ہے جو مصائب میں خالص دوستی کرتے ہیں، جب کوئی عاشق اس کے پھندے میں پھنس جاتا ہے تو وہ سلامت رہنے یا جلد نجات پانے سے دُور ہو جاتا ہے، اس کا بچاؤ اعتدال، میانہ روی اور ارادے کی پختگی سے ہوتا ہے اس کا مقتل اس کے جگر کی تہ اور دل کی جان میں ہوتا ہے وہ فصیح زبان کو گرہ ڈال دیتا ہے اور مالک کو مملوک اور آقا کو غلام بنا دیتا ہے یہاں تک کہ غلام کے لیے اس کا غلام عاجزی کرتا ہے۔

نظام ابراہیم بن یسار معتزلی نے جو اپنے دَور میں بصریوں کا دانشور تھا، کہا اے وزیر عشق، سراب سے زیادہ رقیق اور شراب سے زیادہ نرم روی والا ہے وہ معطر مٹی سے بنا ہے جسے جلالت کے برتن میں گوندھا گیا ہے، میانہ روی کی صورت میں شیریں پھل ہے اور جب زیادہ بڑھ جائے تو عقل کو خراب کرتا اور قاتل بن جاتا ہے اور ایسا لا علاج فساد بن جاتا ہے جس کی اصلاح کی اُمید نہیں کی جا سکتی، اس کا بادل بہت پانی والا ہوتا ہے جو دلوں پر برستا اور فریفتگی کا گھاس اگاتا اور شوق کا پھل دیتا ہے، اس کا مارا ہوا ہمیشہ سوزش میں پڑا رہتا ہے وہ تنگ حال، زمانے کو دیکھنے والا اور لمبی سوچ والا ہوتا ہے وہ رات کو بے خواب اور دن کو مضطرب ہوتا ہے اس کا روزہ مصیبت اور افطاری شکایت ہوتی ہے۔

اس کے بعد چھٹے، ساتویں، آٹھویں، نویں، دسویں اور ان کے ساتھ والے لوگوں نے اظہار خیال کیا یہاں تک کہ مختلف الفاظ متقارب اور متناسب مفہوم میں عشق اور اس کے دلائل کے بارے میں بہت طویل گفتگو ہوئی۔

عشق اور اس کی علت وقوع

مسعودی بیان کرتا ہے کہ متقدمین و متاخرین نے ابتدائے عشق اور اس کی کیفیت کے متعلق اختلاف کیا ہے کہ یہ نظریہ سماع، اختیار و اضطرار سے ہوتا ہے؟

اور نہ ہونے کے بعد اس کے ہو جانے اور ہو جانے کے بعد اس کے ختم ہو جانے کی علت کیا ہے؟ اور کیا یہ نفس ناطقہ کا فعل ہے یا جسم اور اس کی طبیعت کا؟

بقراط کا قول ہے کہ یہ دو روحوں کے ملنے کا نام ہے جس طرح پانی، اپنے ہی جیسے پانی سے مل جائے تو اُسے کسی بھی حیلے سے الگ کرنا مشکل ہوتا ہے، رُوح، پانی سے بھی زیادہ لطیف اور باریک مسلک ہے یہی وجہ ہے کہ زمانہ اُسے نہ دُور کر سکتا ہے، نہ بوسیدہ کر سکتا ہے اور نہ کوئی سبب اُسے ہٹا سکتا ہے خواہ اس کا راستہ اوہام سے بھی لطیف تر ہو، اس کی جگہ آنکھوں سے پوشیدہ رہتی ہے اور عقلیں اس کی طاقت کی کیفیت سے حیران رہ جاتی ہیں ہاں اس کی ابتدائی حرکت دل سے شروع ہوتی ہے پھر وہ دیگر اعضاء میں سرایت کرتی جاتی ہے ہاتھ پاؤں میں لرزش، رنگ میں زردی، گفتگو میں روکاوٹ، رائے میں کمزوری اور مصیبت و لغزش پیدا ہو جاتی ہے یہاں تک کہ صاحب عشق کو نقص کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔

بعض اطباء کہتے ہیں کہ عشق ایک خواہش ہے جو دل میں پیدا ہوتی پروان چڑھتی ہے پھر اس کے ساتھ حرص بھی آملتی ہے جب یہ قوی ہو جاتی ہے تو عاشق، لڑائی جھگڑے سوچ بچار خواہشات سرگردانی، غم، تنگ دلی، تفکرات، کم کھانے، عقلی خرابی اور دماغی خشکی میں بڑھ جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک خواہش کے پیچھے لمبا عرصہ لگا رہنا خون کو جلا دیتا ہے اور خون جل کر سوداء بن جاتا ہے جب سوداء بڑھ جائے تو وہ تفکرات کو جمع کر دیتا ہے جس سے حرارت بڑھ جاتی ہے، صفراء میں التہاب پیدا ہو جاتا ہے پھر صفراء فساد خون میں بدل کر سوداء سے جا ملتا ہے اور اس کا مادہ بن کر پختہ ہو جاتا ہے اور سوداء کی طبیعت میں غور و فکر پایا جاتا ہے جب سوچ خراب ہو جائے تو کیموسات میں خرابی آجاتی ہے اور خرابی کے ملنے سے ایک روکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے جس سے عقل میں کمی آجاتی ہے اور تکمیل کو نہ پہنچنے والی اُمیدیں پیدا ہو جاتی ہیں اس وقت اس کے عشق میں شدت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ مر جاتا ہے یا خودکشی کر لیتا ہے، بسا اوقات اس کو غرغرہ آجاتا ہے جس سے

اس کی رُوح چوبیس گھنٹوں تک مخفی ہوجاتی ہے اور لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ مرگیا ہے اور وہ اُسے زندہ ہی دفن کر آتے ہیں، کبھی وہ لمبے لمبے سانس لیتا ہے اور اس کی رُوح اس کے دل کے خون میں پوشیدہ ہوجاتی ہے اور دل اکٹھا ہوجاتا ہے اور اس کے مرجانے تک نہیں کھلتا کبھی وہ اچانک اپنے محبوب کو دیکھ کر خوش ہوجاتا ہے — آپ نے کبھی کسی عاشق کو دیکھا ہوگا کہ جب وہ اپنے محبوب کے ذکر کو سُنتا ہے تو کس طرح اس کا خون دوڑنے لگتا ہے اور اس کا رنگ بدلنے لگتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ہر رُوح کو گنبد کی طرح گول پیدا کر کے اُسے نصف نصف کیا ہے اور ہر جسم میں اس کا نصف رکھا ہے، جب کوئی جسم اس جسم سے ملتا ہے جس میں اس کی رُوح کا نصف حِصّہ ہوتا ہے تو ان کے درمیان قدیمی مناسبت کی وجہ سے عشق پیدا ہوجاتا ہے اور لوگوں کی طبائع کی کمزوری اور قوت کے باعث ان کے احوال میں تفاوت ہوتا ہے جن لوگوں نے یہ باتیں کہی ہیں اس بارے میں ان کے طویل خطبات موجود ہیں اور نفوس نوری اور بسیط جوہر ہیں اور بلندی سے اُتر کر ان جسموں میں آکر سکونت پذیر ہوگئے ہیں، نفوس، عالم ارواح میں مجاورت کے قرب و بُعد کے لحاظ سے ایک دُوسرے سے محبت کرتے ہیں، اس مذہب کے قائل وہ لوگ ہیں جو خود کو مسلمان کہتے ہیں اُنھوں نے اپنے پاس سے قرآن و سنت اور قیاس سے دلائل دیے ہیں ان میں سے وہ یہ آیت بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنّتی[1] وہ کہتے ہیں کہ کسی حال کی طرف رجوع تبھی ہوسکتا ہے کہ پہلے وہ چیز موجود ہو پھر وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قول پیش کرتے ہیں جسے سعید بن ابی مریم نے روایت کیا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ ہمیں یحییٰ بن سعید نے عمرہ سے اور اس نے حضرت عائشہ رضی سے بتایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رُوحیں

---

[1] (ترجمہ) اے نفس مطمئنہ! لوٹ جا اپنے رب کی طرف راضی، پسند کی گئی۔ پس میرے بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا (الفجر آیت ۲۸ تا ۳۰)

اکھٹے کیے ہوئے لشکر ہیں پس ان میں سے جو متعارف ہوں وہ آپس میں اکٹھے ہو جاتے ہیں اور جو ناآشنا ہوں وہ الگ ہو جاتے ہیں (عالم ارواح کی شناسائی کا اثر دنیا میں نظر آتا ہے) یہ قول اعراب کی ایک جماعت کا ہے اس بارے میں جمیل بن عبداللہ بن معمر العذری ثبینہ کے متعلق کہتا ہے سے

"ہماری پیدائش سے بھی قبل میری رُوح اس کی رُوح کے ساتھ تعلق رکھتی تھی اور ہمارے نطفہ بننے اور پنگھوڑے میں پڑنے سے بھی قبل اس سے علاقہ رکھتی تھی پس اس کی رُوح بھی ہماری رُوح کی طرح بڑھی اور نشوونما پانے والی ہو گئی اور اگر ہم مر بھی جائیں تو بھی وہ عہد شکنی کرنے والی نہیں، وہ ہر حال میں باقی رہنے والی ہے اور قبر اور لحد کی تاریکی میں بھی ہم سے ملاقات کرنے والی ہے۔"

جالینوس کہتا ہے کہ محبت دو عاقلوں کے درمیان، عقل میں مشابہت رکھنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے یہ دو احمقوں کے درمیان پیدا نہیں ہوتی اگرچہ وہ حماقت کی دو شکلیں ہیں اس لیے کہ عقل ایک ترتیب کے ساتھ چلتی ہے پس ان دو آدمیوں کا ایک طریق پہ متفق ہونا جائز ہوا اور حماقت ایک طریق پہ نہیں چلتی لہٰذا اس میں دو آدمیوں کا متفق ہونا جائز نہیں، ایک عرب نے عشق کی تقسیم کرتے ہوئے کہا ہے سے

"تین دوست ہیں ایک دوست تعلق کا، دوسرا تملق کا اور تیسرا قتل کا،

بغدادی صوفیاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عشق کے ذریعے لوگوں کا امتحان لیا ہے تاکہ وہ جس سے محبت کرتے ہیں اس کی اطاعت میں اپنے آپ کو لگا دیں اس کی ناراضگی ان پر گراں گزرے اور اس کی رضا انہیں خوش کرے اس سے وہ اطاعت الٰہی پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ اس کی کوئی نظیر و مثل نہیں کہ وہ ان کا خالق ہے ان کا محتاج نہیں، وہ ان پر احسان کر کے انہیں رزق دینے والا ہے پس جب وہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کی اطاعت کو اپنے پر واجب کرتے ہیں تو وہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی رضا کی اتباع کی جائے۔"

لگا خدا کی قسم! طاہر میری شاخوں کا ایک کانٹا اور میری آگ کا ایک شرارہ ہے اور نہ ہی طاہر جیسا شخص فوج کا امیر بنایا جا سکتا ہے وہ تمہاری فوج کو دیکھتے ہی مر جائے گا کیونکہ بکری کے بچے مینڈھوں سے ٹکر لینے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی لومڑ شیروں کا مقابلہ کر سکتے ہیں اس کے بیٹے نے اُسے کہا ہراول دستے بھیجو اور اپنی فوج کی جگہ پر واپس آ جاؤ تو اس نے کہا کہ نہ تو طاہر جیسا آدمی اس کے مقابلہ میں تدبیر کرے گا بلکہ اس سے بچاؤ کا اظہار کرے گا، طاہر دو باتیں اختیار کرے گا یا تو رَی میں قلعہ بند ہو جائے گا اور قلعہ والے اس پر ٹوٹ پڑیں گے اور ہمیں اس کے خرچ سے بچا لیں گے یا وہ اُسے خالی کر دے گا اور پیٹھ پھیر کر واپس چلا جائے گا، کاش ہمارے سوار اس کے قریب ہوتے، اس کے بیٹے نے اُسے کہا کہ بعض اوقات شرارہ، شعلہ بن جاتا ہے تو اس نے کہا خاموش ہو جا، طاہر یہاں سردار نہیں ہے اور آدمی اپنے ہمسروں سے تحفظ کرتا ہے علی بن عیسیٰ آگے بڑھتا گیا یہاں تک کہ اس کی فوج رَی کے قریب پہنچ گئی تب اُسے طاہر کی سنجیدگی اور جنگی تیاری اور آس پاس کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لینے کا پتہ چل گیا تو وہ راستے کے دائیں جانب سے ہو کر رَی کے ایک استاق میں چلا گیا اور وہیں پڑاؤ کر لیا اور اس کی فوج بکھر گئی، طاہر نے چار ہزار سواروں کے ساتھ آ کر علی بن عیسیٰ کی فوج کو دیکھا تو اُسے اس کی کثرت اور تیاری کا علم ہو گیا تو اس نے سمجھ لیا کہ وہ اس فوج کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس نے اپنے خواص سے کہا کہ ہم اس فوج کو خارجی بناتے ہیں اس نے اپنے سواروں کے دستے بنائے اور قلب کی طرف سات سو خوارزمیوں اور دیگر خراسانی شہسواروں کے ساتھ گیا۔ عباس بن لیث جو مہدی کا غلام تھا قلب سے نکل کر اس کی طرف گیا اور وہ بڑا شہسوار تھا طاہر بھی اس کی طرف گیا اور اس کی تلوار پر اپنے دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کر دیا تو عباس واپس چلا گیا اور داؤد سیاہ علی بن عیسیٰ کے ساتھ بھڑ گیا لوگ آپس میں گڈ مڈ ہو گئے داؤد نے تلوار مار کر علی بن عیسیٰ کا کام تمام کر دیا، اس وقت علی ایک کمیت ترکی گھوڑے پر سوار تھا جس کی ایک ٹانگ سفید تھی لوگ اس کے سر پر ٹوٹ پڑے اور اس کے سر اور انگوٹھی کے متعلق جھگڑنے لگے، طاہر بن راجی نے اُسے ذبح کر دیا اور دوسرے نے اس کی داڑھی کے بال پکڑ لیے اور تیسرے نے اس کی انگوٹھی لے لی، فوج کی شکست کا باعث یہ ہوا کہ طاہر نے اپنے دونوں ہاتھ عباس بن لیث کی خاطر مارے تھے یہی وجہ ہے کہ طاہر کو

ذوالیمین کہتے ہیں اس لیے کہ اس نے اپنے دونوں ہاتھ تلوار پر اکٹھے کر دیے تھے۔

احمد بن ہشام جو ایک سرکردہ جرنیل تھا بیان کرتا ہے کہ میں طاہر کے خیمے کی طرف آیا اُسے یہ خیال تھا کہ میں اس معرکہ میں مارا جا چکا ہوں، میرے پاس علی کا سر تھا، میں تیز دوڑ رہا تھا میں نے کہا خوشخبری ہو میرے غلام کے توبرے میں علی کے سر کے بالوں کا ایک گچھا ہے اور اس نے اُسے اپنے سامنے پھینک دیا پھر اس کے جسم کو لایا اور اس کے ہاتھ اور پاؤں کو اس طرح مضبوطی کے ساتھ باندھا گیا تھا جس طرح جانوروں کو مرنے کے بعد باندھا جاتا ہے، پس طاہر کے حکم سے اُسے کنوئیں میں پھینک دیا گیا اور فضل بن سہل ذوالریاستین کو سب واقعہ لکھ دیا گیا، خط میں یہ لکھا تھا کہ اللہ تعالےٰ آپ کی عمر دراز کرے اور آپ کے دشمنوں کو ذلیل کرے میرا خط آپ کے پاس آ رہا ہے، علی بن عیسیٰ کا سر میرے سامنے پڑا ہے اور اس کی انگوٹھی میری اُنگلی میں ہے والحمد للہ رب العالمین مامون اس بات سے بہت خوش ہوا اور اسی وقت اُسے سلام خلافت کہا گیا۔

اُم جعفر، رشید سے حاملہ نہیں ہوتی تھی تو اس نے اپنے ایک ہم نشین حکیم سے مشورہ کیا اور شکایت بھی کی تو اس نے اُسے بتایا کہ وہ اور بیوی کرے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت سارہؓ بھی حاملہ نہیں ہوتی تھیں جب اللہ تعالےٰ نے انہیں ہاجرہؓ عطا فرمائی تو اس نے حضرت ابراہیمؑ سے حضرت اسماعیلؑ لے لیا تو سارہؓ کو اس بات پر غیرت آئی تو انہوں نے حضرت اسحاقؑ کو حمل میں لے لیا، تو رشید نے اُم مامون کو خرید لیا اور اس سے خلوت کی اس نے مامون کو حمل میں لے لیا اور اُم جعفر نے غیرت میں آ کر محمد کو حمل میں لے لیا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم اس اختلاف کو پہلے بیان کر چکے ہیں یعنی حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہم السلام کے واقعہ کو ـــــ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت اسحاقؑ کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور ہر فریق نے جو کچھ اس بارے میں بیان کیا ہے اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور سلف و خلف اس بارے میں مناظرات کرتے رہے ہیں ان میں سے ایک مناظرہ حضرت عبداللہ بن عباس اور ان کے غلام عکرمہ کے درمیان ہوا، عکرمہ نے کہا، کس کے ذبح کرنے کے متعلق حکم ہوا تھا، عبداللہ بن عباس نے کہا حضرت اسماعیل کے متعلق اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بطور دلیل پیش کیا کہ ومن دراء

اسحاق یعقوب۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم کو حضرت اسحاق کی ولادت کی خوشخبری دی پس وہ ان کے ذبح کرنے کا حکم کیسے دے سکتا ہے تو عکرمہ نے انہیں کہا میں آپ کو قرآن مجید سے بتاؤں گا کہ ذبیح حضرت اسحاق تھے اور اس آیت کو بطور دلیل پیش کیا۔ وکذلک[1] یجتبیک ربک ویعلمک من تاویل الاحادیث ط ویتم نعمتہ علیک وعلیٰ آلِ یعقوب کما اتمہا علیٰ ابویک من قبل ابراھیم واسحاق ط۔ پس حضرت ابراہیم پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اس نے انہیں آگ سے بچایا اور حضرت اسحٰق پر اس کا یہ احسان ہے کہ اس کے ذبح کا اس نے فدیہ دیا، ابن عباس کے غلام عکرمہ کی وفات ۱۰۵ھ میں ہوئی اس کی کنیت ابو عبداللہ تھی، جس روز کثیر عزہ فوت ہوا اسی روز اس کی وفات ہوئی۔ تو لوگ کہنے لگے کہ عظیم عالم اور فقیہ اور بہت بڑے شاعر کی وفات ہوگئی ہے اسی سال شعبی نے بھی وفات پائی۔

محاصرہ کی حالت میں امین کا گانے کی مجلس قائم کرنا

یوسف بن ابراہیم کاتب بیان کرتا ہے کہ مجھے اسحاق بن ابراہیم مہدی نے بتایا کہ محاصرہ کی حالت میں امین نے مجھے بُلا بھیجا میں اس کے پاس گیا تو وہ ایک ۱۰×۱۰ کے عود و صندل کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا ——— سلیمان بن ابی جعفر بھی اس کے ساتھ اس تخت کے وسط میں بیٹھا تھا وہ ایک گنبد تھا جس کے اندر اس نے کئی قسم کا ریشم و دیباج لگایا ہوا تھا جو سُرخ سنہری تاروں سے بُنا گیا تھا میں نے سلام کیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے سامنے ایک نگینے دار شیشے کا پیالہ پڑا ہے جس میں پانچ رطل کے قریب شراب پڑی ہوئی ہے سلیمان کے سامنے بھی اسی طرح کا ایک پیالہ پڑا ہے، میں سلیمان کے مقابل میں بیٹھ گیا تو میرے پاس بھی ویسا ہی ایک پیالہ لایا گیا، پھر وہ کہنے

---

[1] (ترجمہ) اور اسی طرح برگزیدہ کرے گا تجھے تیرا پروردگار اور تجھے باتوں کی تعبیر بتانی سکھائے گا اور تجھ پر اور اولاد یعقوب پر اپنی نعمتوں کو پورا کرے گا جیسے اس نے تجھ سے پہلے تیرے دو والدوں ابراہیمؑ اور اسحٰق پر اسے پورا کیا تھا، بے شک تیرا رب جاننے والا حکمت والا ہے۔ (یوسف آیت ۶)

لگا کہ میں نے تم دونوں کی طرف اس لیے پیغام بھیجا تھا کہ مجھے اطلاع ملی تھی کہ طاہر بن حسین نے نہروان کی طرف آکر ہماری حکومت میں خرابی پیدا کی ہے اور بڑائی کے ساتھ ہمارا سامنا کیا ہے پس میں نے تم دونوں کو بُلایا کہ میں تم سے اور تمہاری باتوں سے خوشی حاصل کروں ہم اُسے باتیں سُنانے لگے اور اُسے مانوس کرنے لگے یہاں تک کہ وہ غم بھُول کر خوش ہوگیا اور اس نے اپنی ایک خاص لونڈی مسماۃ ضعف کو بُلایا، راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے اس کے نام (ضعف یعنی کمزوری) سے فوراً بدشگونی لی، امین نے اُسے کہا کہ ہمیں گانا سناؤ تو اس نے سارنگی اپنی گود میں رکھ کر گایا ؎

"میری زندگی کی قسم کلیب تجھ سے زیادہ مددگار اور دانا تھا مگر خون میں لت پت ہوگیا۔"

تو اس نے اس کے قول سے بدشگونی لی پھر اُسے کہنے لگا خدا تیرا بُرا کرے خاموش ہوجا پھر دوبارہ اس پر غم اور ترش رُوئی نے حملہ کر دیا اور ہم اُسے باتیں سُنانے اور خوش کرنے لگے یہاں تک کہ وہ غم کو بھُول کر مسکرایا پھر اس کی طرف متوجہ ہوکر اُسے کہنے لگا کوئی گانا سناؤ تو اس نے گایا ؎

"انھوں نے اُسے قتل کر دیا تاکہ وہ اس کی جگہ سنبھال لیں جیسے کسریٰ کے صوبیداروں نے ایک روز خیانت کی تھی۔"

تو اس نے اُسے خاموش کرواکر ڈانٹا پھر اس پر پہلے والی کیفیت طاری ہوگئی تو ہم نے اُسے تسلّی دی یہاں تک کہ وہ مسکرا پڑا اور اس نے اُسے تیسری بار کہا کہ گانا سناؤ تو اس نے گایا ؎

"گویا حجون اور صفا کے درمیان کوئی انیس نہیں ہے اور نہ مکہ میں کسی نے داستان سرائی کی ہے ہاں ہم بھی کبھی وہاں کے رہنے والے تھے مگر گردش زمانہ اور لڑکھڑانے والے نصیبوں نے ہمیں تباہ کر دیا ہے۔"

اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے یہ شعر سنایا تھا ؎

"حرکت و سکون کے رب کی قسم کہ موتیں بہت جال لگانے والی ہیں۔"

امین نے اُسے کہا ہمارے پاس سے چلی جا اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ ایسا ایسا کرے۔ وہ اُٹھی تو وہ اس پیالے سے ٹکرا گئی جو اس کے سامنے پڑا تھا اور اُسے توڑ دیا اور شراب بہہ

گئی یہ ایک چاندنی رات تھی اور ہم دجلہ کے کنارے اس کے مشہور محل خُلد میں بیٹھے تھے کہ ہم نے کسی کو کہتے سُنا قضیؔ الامر الذی فیہ تستفتیان[1] ۔ ابن مہدی بیان کرتا ہے میں اُٹھا ۔ امین بھی جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا تو میں نے محل کی ایک جانب کسی کو یہ دو شعر پڑھتے سُناؔ

"عجیب بات سے تعجب نہ کر وہ وقت آگیا ہے جو حیرانی کو ختم کر دے گا اور ایک
خطرناک حکم آگیا ہے جس میں حیرت پر حیرت ہوگی ۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ اس کے بعد ہم وہاں کبھی نہیں بیٹھے یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا۔

امین اپنی اُم ولد نظم پر جو موسیٰ کی ماں تھی بڑا فریفتہ تھا ۔ اس نے موسیٰ کا نام ناطق بالحق رکھا تھا اور مامون کو دست بردار کر کے اس کی ولی عہدی کی بیعت لینی تھی کہ ام موسیٰ نظم مر گئی تو وہ سخت پریشان ہو گیا ۔ جب اُم جعفر زبیدہ کو یہ اطلاع ملی تو اس نے کہا مجھے امیر المومنین کے پاس لے چلو ، اُسے اس کے پاس لایا گیا تو اس نے اس کا استقبال کیا اور کہنے لگا میری آقا ، نظم مر گئی ہے تو اس نے کہاؔ

"میری جان تجھ پر فدا ہو ، تیرا افسوس ختم نہ ہوگا اور تیرے زندہ رہنے میں گذشتہ کی
تلافی ہو جائے گی ، اس نے اپنے بدلہ میں تجھے موسیٰ دیا ہے تو ہر مصیبت کم ہو گئی
ہے پس موسیٰ کے بعد گُم ہو جانے والی پر کیا افسوس ہے ۔"

محاصرے میں امین کا کھیل

ابراہیم بن مہدی بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک روز امین کے پاس جانے کی اجازت طلب کی اس وقت ہر طرف سے اس کا محاصرہ سخت ہو چکا تھا مجھے لوگوں نے اس کے پاس جانے کی اجازت نہ دی ، یہاں تک کہ میں مقابلہ کر کے اندر داخل ہو گیا ، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کھڑکی سے دجلہ کی طرف دیکھ رہا ہے اس کے محل کے وسط میں ایک بہت بڑا تالاب تھا جس کے پانی کا راستہ دجلہ تک جاتا تھا اور اس گذرگاہ میں ایک آہنی کھڑکی تھی میں نے اُسے سلام کیا وہ اور اس کے خادم دجلہ کی طرف دیکھ رہے تھے اور غلام پانی کی تلاش میں ادھر ادھر چلے گئے تھے وہ اس کا بڑا شیفتہ تھا ، میں نے اُسے دوبارہ سلام کہا تو اس نے مجھے کہا اے

---

[1] (ترجمہ) مقرر کیا گیا وہ کام جس کے بارے میں وہ سوال کرتے تھے (یوسف آیت ۴۱)

چچا آپ کو معلوم نہیں کہ میری مچھلی تالاب سے دجلہ کی طرف چلی گئی ہے، مقرطہ، ایک چھوٹی سی مچھلی تھی جسے اُس نے شکار کر کے سونے کے دو چھلّے پہنا دیے تھے جن میں دو موتیوں کے دانے بھی تھے اور بعض کہتے ہیں کہ یاقوت کے دانے تھے، راوی بیان کرتا ہے کہ میں باہر چلا آیا اور میں اس کی کامیابی سے مایوس ہو چکا تھا اور میں نے کہا کہ ایسی باتوں سے باز رہنے کا یہی وقت تھا۔

امین کی صفات

محمد، نہایت قوی، طاقتور، مضبوط گرفت کرنے والا اور حسین و جمیل آدمی تھا مگر بے تدبیر، کمزور رائے اور اپنے معاملے میں بالکل سوچنے والا نہ تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز اس نے صبوحی پی اور تبردں اور برچھیوں والے یہ لوگ درندوں کا شکار کرتے تھے ——— ایک درندے کی خبر سُن کر خچروں پر سوار ہو کر کوثی اور قصر کی جانب چلے گئے اور درندے کو قابو کر کے ایک لکڑی کے پنجرے میں بند کر کے بختی اونٹ پر سوار کر اکر اس کے پاس لائے محل کے دروازے پر اُسے اُتار کر اندر لے گئے، وہ محل کے صحن میں کھڑا ہو گیا، امین صبوحی پیئے ہوئے تھا اس نے کہا اسے چھوڑ دو اور پنجرے کے دروازے کو کھول دو، اُسے کہا گیا کہ یا امیر المومنین! یہ خوفناک سیاہ رنگ وحشی درندہ ہے، اس نے کہا اسے چھوڑ دو اور پنجرے کے دروازے کو کھول دو پس سیاہ درندہ باہر آیا جس کے بیل کی طرح بڑے بڑے بال تھے، وہ دھاڑا اور زمین پر اس نے اپنی دُم ماری تو لوگ بھاگ گئے اور اس کے سامنے سے دروازے بند کر لیے اور امین اکیلا شیر کی پرواہ کیے بغیر اپنی جگہ پر بیٹھا رہا تو شیر اس کی طرف آیا جب وہ اس کے قریب ہوا تو امین نے اپنا ہاتھ ارمنی تکیے پر مارا تو وہ رُک گیا درندے نے اپنا پنجہ اس کی طرف بڑھایا تو امین نے اُسے کھینچ لیا اور اس کے دونوں کانوں کو جڑ سے پکڑ لیا اور اُسے ٹھوکا دیا پھر اُسے پیچھے کی طرف پھینک دیا تو درندہ پشت کے بل گر کر مر گیا لوگ دوڑ کر امین کی طرف آئے تو اس کی اُنگلیاں اور اس کے ہاتھوں کے جوڑ اپنی جگہوں سے ہل چکے تھے ایک جوڑ دل کے ٹھیک کرنے والے کو لایا گیا تو اس نے اس کی اُنگلیوں کی ہڈیوں کو اپنی اصل جگہ پر لوٹا دیا وہ ایسے بیٹھا رہا گویا اس نے کچھ کیا ہی نہیں، لوگوں نے شیر کا پیٹ پھاڑا تو اس کا پتہ اس کے جگر سے پھٹ گیا تھا۔

امین کی دستبرداری کی پیش خبری

کہتے ہیں کہ منصور ایک روز بیٹھا ہوا تھا کہ

اس کے گھرانے کے کچھ ہاشمی آئے تو اس نے انہیں بشارت دیتے ہوئے کہا کیا تم جانتے ہو کہ محمد مہدی کل شام کو پیدا ہوا ہے اور اس کے ہاں ایک بچہ ہو گا جس کا نام ہم نے موسیٰ رکھا ہے جب لوگوں نے یہ بات سُنی تو انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا گویا اس نے ان کے منہ پر راکھ پھینک دی ہے اور وہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا تو منصور نے ان کی طرف دیکھ کر کہا یہ موقع تو دُعا اور مبارکباد کا ہے اور میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم خاموش ہو پھر اس نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور انہیں کہنے لگا معلوم ہوتا ہے کہ جب میں نے تمہیں بتایا ہے کہ میں نے اس کا نام موسیٰ رکھا ہے تو تم غمگین ہو گئے ہو اس لیے کہ موسیٰ بن محمد وہ مولود ہے جس کی وجہ سے اتحاد جاتا رہے گا، خونریزی ہو گی، خزانے لوٹے جائیں گے اور ملک میں اضطراب پیدا ہو گا اور اس کا باپ خلافت سے دست بردار ہونے کی حالت میں قتل ہو جائے گا، یہ وہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ اس کا زمانہ ہے، خدا کی قسم اس مولود کا دادا یعنی ہارون الرشید ابھی پیدا نہیں ہوا تھا تو انہوں نے اس کے لیے دُعا کی اور اُسے مبارکباد دی اور مہدی کو بھی مبارک باد دی اور یہ موسےٰ ہادی تھا جو رشید کا بھائی تھا۔

رشید نے امین اور مامون کے درمیان جو عہد لکھا تھا اور اُسے کعبہ میں بھیجا تھا کہ ان دونوں میں سے خیانت کرنے والا عہد سے خارج ہو جائے گا یعنی جس نے بھی اپنے ساتھی سے خیانت کی تو خلافت اس شخص کے لیے ہو گی جس سے خیانت کی جائے گی۔

اُم جعفر کے خادم یاسر کا بیان ہے جو اس کے خاص خادموں میں سے تھا کہ جب محمد کا گھیراؤ کیا گیا تو اس کی ماں اس کے پاس روتی ہوئی آئی تو اُس نے اُسے کہا کہ عورتوں کی گھبراہٹ اور حرص سے تاج نہیں پہنے جاتے اور خلافت کے لیے ایسے انتظامات کرنے پڑتے ہیں جنہیں دُودھ پلانے والیوں کے سینے برداشت نہیں کر سکتے اپنے پیچھے دیکھ اپنے پیچھے دیکھ۔

کہتے ہیں کہ محمد، طاہر کے نزدیک کمزور آدمی تھا، ایک روز طاہر اپنے باغ میں تھا کہ محمد کا خط آیا اس میں لکھا تھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

"اس بات کو جان لو کہ جب سے ہم کھڑے ہوئے ہیں کوئی ہمارے حق کو لینے کے لیے کھڑا نہیں ہوا اور ہماری طرف سے اُسے تلوار ہی بدلے میں ملی ہے

پس تو اپنے بارے میں غور کر۔"

راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم! طاہر کی طرف سے ہمیشہ اس خط کے آنے کا اظہار ہوتا رہا جب وہ خراسان واپس گیا تو اس نے اپنے خواص کو خط دکھا کر انہیں کہا خدا کی قسم یہ کسی کمزور آدمی کا خط نہیں بلکہ بے یار و مددگار آدمی کا خط ہے۔ اور خلفائے سلف سے لے کر اس وقت یعنی ۳۳۲ھ تک جو بھی خلیفے ہوئے ہیں ان میں علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور محمد بن زبیدہ کے سوا کوئی خلیفہ ایسا نہیں ہوا جو ماں باپ کی طرف سے ہاشمی ہو۔ محمد بن زبیدہ کے متعلق ابوالغول کہتا ہے ؂

"وہ ایک ایسا بادشاہ ہے جس کا باپ اور ماں ایسے شریف اصل سے ہیں جس سے اُمت کا روشن چراغ پیدا ہوا ہے اس نے مکہ کی وادیوں کی چوٹیوں سے نبوت کا پانی پیا ہے جس میں کسی قسم کی ملونی نہیں۔"

۱۹۴ھ میں مامون کے ساتھ خیانت کا آغاز ہوا۔

عبدالملک بن صالح بن علی

۱۹۶ھ میں رقہ میں امین کے زمانے میں عبدالملک بن صالح بن علی کی وفات ہوئی، عبدالملک، عباس کی اولاد میں سے اپنے دور کا فصیح ترین آدمی تھا کہتے ہیں کہ جب رشید شام کے علاقے سے بلاد منبج سے گزرا تو اس نے ایک بلند محل اور درختوں سے بھرپور ایک باغ دیکھا جو پھلوں سے لدا ہوا تھا تو اس نے عبدالملک سے کہا یہ محل کس کا ہے اس نے جواب دیا امیرالمومنین یہ آپ کی وجہ سے میرے اور آپ کے لیے ہے اس نے پوچھا اس کی تعمیر کیسی ہے اس نے جواب دیا آپ کے گھروں سے فروتر اور لوگوں کے گھروں سے برتر، اس نے پوچھا تیرا شہر کیسا ہے اس نے جواب دیا شیریں پانی، ٹھنڈی ہوا، مضبوط راستوں اور کم بیماریوں والا، اس نے پوچھا اس کی رات کیسی ہے اس نے جواب دیا، ساری کی ساری فریفتہ کرنے والی ہے۔ اس نے اُسے کہا اے ابوعبدالرحمٰن، تمہارا علاقہ کتنا اچھا ہے اس نے جواب دیا اور وہ ایسا کیوں نہ ہو اس کی مٹی سُرخ بالیاں زرد، درخت سرسبز، جنگل کشادہ اور پہاڑ بلند اور قیصوم اور شیخ کے درمیان ہیں تو رشید نے فضل بن ربیع کی طرف متوجہ ہو کر کہا، مجھ پر اس کلام کی نسبت کوڑے کی ضرب ہلکی ہے۔ (یعنی اس سے اسے سخت تکلیف پہنچی) جب محمد نے اپنے بیٹے کا نام موسیٰ ناطق بالحق رکھا اور فضل بن ربیع اس کے وزیر نے لوگوں سے

اس کے لیے عہد لیا تو موسیٰ اس وقت بہت چھوٹا تھا، کسی اچھائی یا بُرائی کے متعلق عقل وشعور نہیں رکھتا تھا اور خادم کے بغیر جو رات دن، بیداری اور نیند اور اُٹھتے بیٹھتے وقت اس کے ساتھ ہوتا تھا، کسی حاجت سے فارغ نہیں ہو سکتا تھا اُسے علی بن عیسیٰ ہامان نے گود میں لیا اور اس کے متعلق بغداد کا ایک نابینا جو علی بن ابی طالب کے نام مشہور ہے کہتا ہے ؎

"وزیر کے فریب اور امام کے فسق اور مشیر کی رائے نے خلافت کو ضائع کر دیا ہے اور یہ فریب کاری کا راستہ ہے اور فریب کاری کا راستہ سب سے بڑا ہے اور خلیفہ کے کام عجوبہ ہیں اور اس سے بڑھ کر وزیر کے کام عجوبہ ہیں اور ان دونوں سے بڑھ کر یہ بات عجیب ہے کہ ہم ایک چھوٹے بچے کی بیعت کرتے ہیں جو اچھی طرح اپنی ناک بھی صاف نہیں کر سکتا اور نہ ہی دایہ کی گود ابھی اس کی پشت سے خالی ہوئی ہے اور یہ سب کچھ ایک باغی اور ایک گمراہ آدمی کی وجہ سے ہے جو کتاب منیر کی خلاف ورزی کرنا چاہتے ہیں اور اگر انقلاب زمانہ نہ ہوتا تو یہ کسی قافلے یا گروہ میں شامل ہوتے لیکن یہ فتنے پہاڑوں کی طرح ہیں جن میں ہم ایک حقیر آدمی کی سازش کی وجہ سے چڑتے پھرتے ہیں۔"

جب طاہر بن حسین نے علی بن عیسیٰ ہامان کو قتل کر دیا تو وہ وہاں سے روانہ ہو کر حلوان جا اُترا یہ بغداد سے پانچ دن کے فاصلے پر ہے تو لوگ اس کی حکومت کے غلبے اور امین کے ساتھیوں کی شکست پر تعجب کرنے لگے، لوگوں کو طاہر کے غلبے اور مامون کے ظہور کا یقین ہو گیا تو فضل بن ربیع اور اس کے ساتھی شرمندہ ہو گئے۔

ایک نابینا شاعر اس بارے میں کہتا ہے جو مامون کا ہوا خواہ اور محمد بن زبیدہ سے تعصب رکھتا تھا، یہ بغداد کا رہنے والا تھا اس کے اشعار یہ ہیں ؎

"میں ان لوگوں پر حیران ہوں جو اس بات میں کامیابی کی اُمید رکھتے ہیں جس کی ابھی تک تکمیل ہی نہیں ہوئی اور جو ارادے اور عہد انہوں نے کیے ہیں وہ کیسے پورے ہو سکتے ہیں جب کہ ان کی عمارت کی بنیاد فجور پر ہے ایک گمراہ انہیں گمراہی کی طرف لے گیا ہے اور شیطان کے وعدے جھوٹے ہوتے ہیں اور وہ ان سے کھیل اور مذاق کرتا ہے جیسے شراب، شرابی سے کھیلتی

ہے اور اُنھوں نے حق اور مامون سے خیانت کی اور خائن کبھی کامیاب نہیں
ہو سکتا، اور وہ ہم ہیں عادل، نجیب اور نیک سلوک کرنے والا ہے جس کی
محبت ہمارے سینوں میں ہے اور شریعت اور زبور کی رُو سے انجام اس کا
ہی اچھا ہوگا اور وہ چالیس پر غالب آجائے گا جو آپس میں موافقت رکھتے
ہیں اور چاند اور مہینے اس کے ذریعے پورے ہوں گے پس سب مل کر تمام
تدبیریں کر لو اور تمہاری تدبیر سے اُسے خوشی ہوگی۔"

جب محمد کو اطلاع ملی تو اس نے اپنے جرنیلوں اور خواص کو، طاہر کے معاملے میں اکٹھا کیا اور ان سے مشورہ کیا اور کہنے لگا کہ مجھے اپنے گانے سناؤ جیسے خراسان نے عبداللہ کو گانے سُنائے تھے اور وہ ایسے ہی تھے جیسے اعشیٰ نے ربیعہ سے کہا تھا ؎

"پھر وہ ڈرے نہیں بلکہ وہ لڑنے والے مینڈھوں کی طرح آگے بڑھے کہ
جب وہ ملتے ہیں ٹکریں مارتے ہیں۔"

خدا کی قسم مجھے گزشتہ اقوام کی باتیں بتائی گئی ہیں اور میں نے ان کی جنگوں اور ان لوگوں کے حالات پڑھے ہیں جنہوں نے حکومتیں قائم کی ہیں لیکن میں نے ان کی روایات میں، کسی آدمی کی یہ روایت نہیں دیکھی جو اپنے اقدام و سیاست میں اس آدمی کی طرح ہو، جس نے میرا قصد کیا ہے اور مجھ پر جرأت کی ہے اور اپنی جماعت کو، فوج، جرنیلوں اور جنگ کے سالاروں سے بھر لیا ہے پس آج جو کچھ تمہارے پاس ہے اُسے لاؤ انہوں نے کہا اللہ تعالےٰ امیرالمومنین کو زندہ رکھے وہ اس کو کافی ہوں گے جیسے پہلے خلفاء اپنے باغیوں کے لیے کافی ہوئے تھے جب محمد کی فوج طاہر سے شکست کھا گئی اور ان میں سے کوئی کھڑا ہونے والا باقی نہ رہا تو سلیمان ابی جعفر نے کہا اللہ تعالیٰ غدار پر لعنت کرے کہ وہ اپنی غداری اور بے تدبیری سے اُمت پر کیا مصیبت لے آیا ہے اور اللہ تعالیٰ اہل فضل سے اس کے نسب کو دُور کرے اور کس قدر جلدی اللہ تعالےٰ مامون کے لیے روشن چہرے والے مینڈھے یعنی طاہر سے بدلہ لیتا ہے اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

"اس گنہ گار اور زندیق پر ہلاکت ہو جس نے کس عظیم تباہی کی طرف دعوت
دی ہے متقی، بے خوف، نیک سلوک کرنے والے حکمران مامون کے ساتھ
غداری کی ہے جو خلافت امامت اور عقل کی زینت ہے اور بڑھ چڑھ کر

سخاوت کرنے والا ہے اور اگر تم جہالت سے احمد کے وارث اور ہر راست باز کے
وحی سے خیانت کرو تو اللہ تعالیٰ مامون کا جو روشن رُو سردار اور بزرگ سخی ہے
بہترین مددگار ہے ۔

امین کا طاہر بن حسین کی طرف خط

جب محمد کا مشرقی اور مغربی جانب سے گھیراؤ کر لیا گیا اور ہرثمہ بن اعین ، نہروان کے قریب باب خراسان اور تین دروازوں کے نزدیک اُتر گیا ۔ اور طاہر ، غربی جانب سے یا سر یہ باب محول اور کناسہ کے نزدیک اُترا تو اس نے اپنے جرنیلوں کو اکٹھا کر کے کہا سب تعریف اس ذات کے لیے ہے جو اپنی قدرت سے جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے اور سب تعریف اس کے لیے ہے جو اپنی قدرت سے جسے چاہے دیتا ہے اور جس سے چاہے روک لیتا ہے اور سب تعریف اس کے لیے ہے جو قبض و بسط کرتا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ، میں زمانے کی گردشوں اور مددگاروں کے چھوڑ دینے اور پریشان حالی کے بالمقابل اس کا شکر کرتا ہوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے بعد کہنے لگا ۔ میں تم سے دردمند اور غمگین دل اور عظیم حسرت کے ساتھ جُدا ہو رہا ہوں اور اپنے متعلق تدبیر کرنے والا ہوں اور اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ اپنی مدد کے ساتھ مجھ پر مہربانی فرمائے پھر اس نے طاہر کی طرف لکھا کہ

"تو ایک مامور ہے میں نے تجھ سے خیر خواہی چاہی تو تُو نے خیر خواہی کی ، میں نے جنگ کی تو تُو نے مدد کی ، کبھی غالب ، مغلوب ہو جاتا ہے اور کامیاب ہونے والا بے یار و مددگار ہو جاتا ہے اور میں نے اپنے بھائی کی معاونت اور اس سلطنت سے نکل کر اس کی طرف جانے میں بھلائی سمجھی ہے اور وہ اس کا زیادہ حق دار اور مستحق ہے پس مجھے میری جان اور میرے بیٹوں ، والدہ دادی ، خادموں اور میرے انصار و اعوان کے متعلق امان دے دو تا کہ میں تیرے پاس آ جاؤں اور اس حکومت سے خلاصی حاصل کر کے اسے اپنے بھائی کے سپرد کر دوں کیونکہ مجھے تیری امان پر اعتماد ہے وگرنہ وہ زیادہ بہتر اور مستحق ہے ۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ جب طاہر نے خط پڑھا تو کہنے لگا اب اس کا گلا گھٹ گیا

ہے اور بازو ٹوٹ گیا ہے اور اس کے بدکار ساتھی شکست کھا گئے ہیں، خدا کی قسم یہ کام نہیں ہوگا جب تک وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر نہ رکھے اور میرے حکم کے مطابق نہ چلے اس موقع پر اس نے ہرثمہ کو لکھا کہ وہ اُسے اس کی امان کے حکم کو قبول کرنے کے متعلق کہے۔

دست بردار خلیفہ نے اپنے بیٹوں وغیرہ سے ایک جماعت تیار کی جنہوں نے مامونی فوجوں کو اس سے دُور کرنے کے لیے طاہر سے امان لی ہوئی تھی وہ ہرثمہ کی طرف گئے، طاہر بن حسین، ہرثمہ کو آدمیوں کی مدد دیتا تھا لیکن اس کے باوجود ہرثمہ کوئی بڑی تدبیر نہ کر سکا جب وہ آدمی جس کا ہم نے ذکر کیا ہے ہرثمہ سے جنگ کرنے کی طرف مائل ہوا تو فوج کے سالاروں بشر اور بشر الازدیان کو طاہر نے دھمکی دی اور وہ اس کے فتح کے قریب پہنچ جانے کی وجہ سے اس کے حملہ سے بے خوف نہ ہوئے اور فوج سے الگ ہو گئے اور فوج بکھر گئی۔ طاہر باب الکباش الطاہری کے مشہور باغ میں پڑاؤ کیے ہوئے تھا اس بارے میں ایک آوارہ گرد بغدادی قیدی کہتا ہے ؎

"ہمیں طاہر کے ساتھ ایک عظیم الشان دن پالا پڑا، جس میں ہمیں ہرثمہ کتے پر بہادری دکھانی تھی، ابوطیب کے لیے ہماری طرف سے یہ بڑی پریشانی اور تکلیف کا دن تھا اور اس کے پاس تمام ہانکنے والے اور نقب زن چور اور ایسے ننگے بھی جن کی پیشانیوں پر ضرب کے نشانات پڑے ہوئے تھے آ گئے اور جب وہ مشرق میں اُترتا تو ہم مغرب کی طرف سے اس کے پاس آ جاتے۔"

محمد امین بڑا تنگ حال ہو گیا تو اس نے دوسروں کے علاوہ اپنے نئے جرنیلوں میں پانچ ہزار درہم اور عطر کی شیشیاں تقسیم کیں اور اپنے پُرانے اصحاب کو کچھ نہ دیا طاہر کے جاسوسوں نے اسے اس بات کی اطلاع دی تو اس نے ان سے مراسلت کی اور ان کو وعدے دیے اور اُمیدیں دلائیں اور چھوٹے آدمیوں کو جرنیلوں کے خلاف اکسایا یہاں تک کہ وہ غضبناک ہو گئے اور امین کے خلاف فتنہ پیدا کر دیا یہ ۶ ذوالحجہ ۱۹۶ھ بدھ کے روز کی بات ہے امین کے خلاف فتنہ برپا کرنے والوں میں سے ایک نے کہا ؎

"لوگوں کے امین کو اپنے دل میں کہہ کہ تُو نے خوشبو دے کر فوج کو پراگندہ کر دیا ہے اور میری جان طاہر پر قربان ہو کہ اس نے اپنے ایلچیوں اور کافی تیاری کے باعث باغی گروہ کے مقابلہ میں زمامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی ہے

اسے عہد شکن! جس کی عہد شکنی نے اُسے بے یار و مددگار کر دیا ہے اور اس کی
موت سے اس کے عیوب فاش ہونے لگے ہیں اور تیرے پاس پھاڑنے والے
شیروں کے ساتھ ایک شیر اپنے حملوں میں کُتے کی طرح بن کر آیا پس تو بھاگ جا اور
اس قسم کے شیر سے سوائے آگ اور دوزخ کی طرف بھاگنے کے اور کوئی بھاگنے
کی جگہ نہیں ۔"

طاہر نے یاسریہ سے چل کر باب الانبار میں پڑاؤ ڈال لیا اور اہل بغداد کا محاصرہ کر لیا اور صبح و شام جنگ کی یہاں تک کہ دونوں فریق ختم ہو گئے اور بستیاں اُجڑ گئیں اور نشانات مٹ گئے اور بھاؤ چڑھ گئے یہ ۱۹۶ھ کا واقعہ ہے اور بھائی نے اپنے بھائی کے ساتھ اور بیٹے نے اپنے باپ کے ساتھ جنگ کی، یہ محمدی (امین کے حامی) تھے اور وہ مامونی (مامون کے حامی تھے) مکانات گرا دیے گئے بستیاں جلا دی گئیں اور اموال لوٹ لیے گئے، اس بارے میں علی بن ابی طالب نابینا شاعر کہتا ہے ؎

"خاندانوں کی رشتہ داریاں منقطع ہو گئیں اور صاحب تقویٰ و بصیرت لوگوں نے
انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا یہ اللہ تعالیٰ کا انتقام تھا جو اس نے اپنی
مخلوق سے کبائر کے ارتکاب کی وجہ سے لیا، پس ہم نے نہ گناہوں سے
توبہ کی اور نہ اندرونی اصلاح کی اور نہ کسی ناصح کی بات کو سُنا کہ اس کا وعظ
ہم پر اثر انداز ہوتا اور جب اسلام کی اُمید منقطع ہو گئی تو ہم اسلام پر رونے
لگ گئے اور ہر کافر نے اس کی خیر کی اُمید کی لوگ ایک دوسرے کو قتل کرنے
لگ گئے ہیں ان میں سے کوئی مقہور اور ذلیل ہے اور کوئی قاہر اور غالب ہے
اور قوم کا سردار اپنی جان لیے پھرتا ہے اور ہر چالاک سردار بن بیٹھا ہے
اور کوئی فاجر، کسی نیک کی حُرمت کا پاس نہیں کرتا اور نہ نیک، فاجر کو ہٹانے
کی استطاعت رکھتا ہے اور تو انہیں بھیڑیوں کی طرح پائے گا جو خون کو
دیکھ کر اس کا قصد کرتے ہیں اور کسی جھڑکنے والی کی پروا نہیں کرتے، جب
دشمنوں نے اپنی کوشش سے پہلا گھر گرا لیا تو وہ دوسروں کے گرانے کے لیے
بھی تیار ہو گئے اور اپنے گھروں میں بکریوں کی طرح ہو گئے وہ انہیں کاٹنے
والی تلواروں کے ساتھ ہانکتے تھے اور قبیلوں کے فاسق اپنے سرداروں پر

خنجروں سے حملے کرتے تھے اور ہم مقتول، دوست، سخی بھائی اور مہربان پڑوسی پر روتے تھے اور ماں اپنے بیٹے کے غم میں روتی تھی اور اس پہ شفقت سے ہر پرندہ روتا تھا اور ہر خاوند والی عورت بیوہ ہوگئی اور وہ خاوند پہ آنسو بہاتی تھی اور وہ اسے کہتی تھی کہ تو میری قوت اور مددگار تھا پس آج میری قوت اور میرا مددگار مجھ سے غائب ہوگیا ہے، میں گھروں کے جلانے گرانے اور قتل اور لوٹ مار کی وجہ سے واپس لوٹ آئی ہوں اور پردہ نشین عورتیں بغیر اوڑھنی اور چادر کے ننگے سر باہر آگئی ہیں اور تو انہیں حیران کھڑا دیکھے گا جنہیں بھاگتے ہوئے ہرنوں کی طرح اپنی منزل کا پتہ ہی نہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ بغداد کبھی خوب صورت شہر اور اقامت کی جگہ ہی نہ تھی ہاں وہ ایسا ہی ہے اس کا حسن اور اس کی جمعیت تقدیر کے حکم سے پریشان ہوگئی ہے اور ان پر وہ مصیبت نازل ہوئی ہے جو پہلے لوگوں پہ نازل ہوئی تھی اور وہ شہر و دیہات کے لیے داستان بن گئے ہیں، اے بغداد جو بادشاہوں کا گھر اور مختلف قسم کی اُمیدوں کے حصول کی جگہ اور منابر کا مستقر دنیا کی جنت تونگری کے حصول کا مقام اور اموالِ تجارت کو نکالنے کی جگہ تھا، مجھے بتا تو سہی کہ وہ لوگ کدھر گئے ہیں جنہیں میں نے آسودہ حال دیکھا تھا وہ بادشاہ کہاں ہیں جو فوجوں کے ساتھ صبح کو آتے تھے جن کا حسن، روشن ستاروں سے مشابہ تھا وہ فیصلہ کرنے والے قاضی کہاں ہیں جو مشکل امور کو حل کرتے تھے وہ حکیمانہ باتیں کرنے والے اور مرتب گفتگو کرنے والے شاعر اور خطیب کہاں ہیں، وہ بادشاہوں کے پنکھے کہاں ہیں جن میں، میں نے کئی قسم کے جواہر ٹنکے دیکھے تھے، اس کی خاک گلاب اور کستوری چھڑکاتی تھی اور اس کے بعد انگیٹھیوں سے خوشبو مہکتی تھی، ہر شام کو ندیم، کریم اور فیاض آدمی کے پاس جاتے تھے اور گلوکارہ لونڈیوں کے کھیل ہوتے تھے جب وہ سارنگی کی آواز کے ساتھ گاتی تھیں تو ان کے نغمے مقبول ہوتے تھے آلِ ہاشم کے روشن رُو بادشاہوں اور ان کے پیروکاروں کو کیا ہوگیا ہے کہ انہوں نے مفاخر پر ہی اکتفا کیا ہے وہ اپنی بادشاہت میں یوں جانتے

ہیں گویا وہ کسی دوسرے قبیلے کی بادشاہت میں ہیں، ان کے بڑوں نے انہیں جس
مصیبت میں ڈالا ہے اس سے وہ لڑکھڑا گئے ہیں اور انہیں چھوٹے لوگوں کے
ہاتھوں سے تکلیف پہنچی ہے اور اس میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر بادشاہ ایک
دوسرے کی مدد کرتے تو ان کے خوف سے سرکشوں کی گردنیں جھک جاتیں۔"

فوج کے جنرلوں کے القاب

ہرثمہ بن اعین نے زہیر بن مسیب ضبی کو مشرقی جانب بھیجا وہ کلواذ کے نزدیک الماطر مقام پر اترا اور
اس نے بصرہ اور واسط سے آنے والے تجارتی سامان کے جہازوں پر عشر لگایا اور بغداد
پر منجنیقیں نصب کیں اور اس نے دفعہ میں کلواذا اور جزیرہ میں پڑاؤ ڈالا تو لوگوں کو اس سے
تکلیف ہوئی تو آوارہ گردوں اور قیدیوں کی ایک بڑی تعداد اس کے مقابلہ میں آ گئی وہ اپنی پنڈلیوں
میں ننگے لڑتے تھے اور انہوں نے اپنے سرداروں کے لیے کھجور کے پتوں سے دو اخل بنائے
تھے اور ان کا نام انہوں نے خود رکھا ہوا تھا اور کھجور کے پتوں اور چٹائیوں سے ڈھال بنائی
ہوئی تھی جسے تار کول لگا کر سنگریزوں اور ریت سے بھرا ہوا تھا اور ہر دس آدمیوں پر ایک
عریف (نمبردار) ہوتا تھا اور ہر دس عریفوں پر ایک نقیب ہوتا تھا اور ہر دس نقیبوں پر ایک قائد
ہوتا تھا اور ہر دس قائدین پر ایک امیر ہوتا تھا اور ہر ذی مرتبہ آدمی کے لیے ایک سواری ہوتی
تھی جو اس کے ماتحت آدمیوں کی تعداد کے لحاظ سے ہوتی تھی اور عریف کے آدمیوں کی سواری
جنگ بازوں سے الگ ہوتی تھی یہی حال نقیب، قائد اور امیر کا تھا۔ برہنہ لوگوں نے اپنی گردنوں
میں گھنگھرو اور سرخ و زرد اون ڈالی ہوئی تھی اور ان کے لیے آگے سے کھینچنے والی رسیاں لگائیں
اور دمیں جھاڑیوں اور چیتھڑیوں سے بنائی گئی تھیں، عریف آتا اور وہ ایک آدمی کو سوار کرتا اور
اس کے آگے دس جانباز ہوتے جن کے سروں پر پتوں کے خود اور چٹائیوں کی ڈھالیں ہوتی،
اسی طرح نقیب، قائد اور امیر بھی آتے اور ناظرین ان کی جنگ کو دیکھتے کہ وہ سبک رفتار گھوڑوں
زرہوں، خودوں، نیزوں اور تلتی ڈھالوں والوں کے ساتھ لڑ رہے ہیں اور یہ لوگ برہنہ تھے اور
جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں وہ لوگ بڑی تیاری میں تھے اور برہنہ لوگوں کا مقابل زہیر تھا اسے ہرثمہ
کی طرف سے مدد ملی تو برہنہ لوگ شکست کھا گئے اور ان کے گھوڑوں نے انہیں نیچے پھینک دیا
اور ان سب کا محاصرہ ہو گیا اور اس نے انہیں تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا ان میں سے بہت سے لوگ
مارے گئے اور ناظرین میں سے بھی بہت سے لوگ قتل ہوئے اور اس بارے میں نابینا شاعر

کہتا ہے اور اس نے منجنیق کے ساتھ زہیر کے سنگباری کرنے کا بھی ذکر کیا ہے ؎

"منجنیق اور پتھر کے نزدیک نہ جا کہ تو نے مقتول کو قبر میں جاتے دیکھا ہے
وہ صبح صبح اُٹھا کہ اس سے کوئی خبر نہ رہ جائے اور شام کو قتل ہو کر اس نے
خبر کو پیچھے چھوڑ دیا اس نے چاہا کہ یہ بات نہ کہی جائے کہ ان کا کوئی معاملہ تھا
اے منجنیق والے جو کچھ تو نے کہا ہے وہی تجھے کافی ہے تو نے کچھ باقی نہیں
چھوڑا، اس کی خواہش کچھ اور تھی یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ خواہش تقدیر پر
غالب آ جائے۔"

جب فوج کو رسد دینے میں ابن تنگ ہو گیا تو اس نے خفیہ طور پر سونے اور چاندی کے برتنوں کو ڈھال کر اپنے آدمیوں کو دے دیا اور طاہر کی جنگ باز فوجوں کی طرف جو باب انبار اور باب حرب اور باب قطربل کے قریب تھیں محفوظ جگہوں کی طرف چلا گیا، جنگ غربی جانب کے وسط میں ہو رہی تھی منجنیقوں نے دونوں فریقوں کے درمیان کارروائی کی اور بغداد اور کرخ اور دیگر اطراف میں بے شمار مکان جل اور گر گئے یہاں تک کہ بغداد کا حسن ختم ہو گیا، اور حالات سخت خراب ہو گئے لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے لگے اور خوف چھا گیا تو شاعر نے کہا ؎

"اے بغداد تجھے کس کی نظر لگ گئی ہے کیا تو ایک مدت تک آنکھوں کی ٹھنڈک
نہ تھا کیا تجھ میں وہ لوگ نہ تھے جن کا قرب اور مسکن خوب صورت تھا، زمانے
نے انہیں جدائی کی آواز دی تو وہ بکھر گئے تجھے ان کی جدائی کے غم سے کس قدر
تکلیف پہنچی ہے، میں ان لوگوں کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور جب بھی میں ان
کا ذکر کرتا ہوں میری آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں، زمانے نے ان کو
متفرق کر دیا ہے اور زمانہ دو فریقوں کے درمیان تفریق کر دیا کرتا ہے۔"

دونوں فریقوں کے درمیان چار ماہ تک جنگ جاری رہی بغداد اپنے اہل سمیت تنگ ہو گیا مساجد ویران ہو گئیں، نمازیں ترک کر دی گئیں اور اس پر ایسی مصیبت نازل ہوئی کہ جب سے ابوجعفر منصور نے اُسے بنایا تھا اس پر ایسی مصیبت نازل نہ ہوئی تھی، المستعین اور المعتز کی جنگ میں بھی، آوارہ گردوں کے جنگ میں جانے کی وجہ سے اہل بغداد کو اس قسم کی جنگ کا سامنا کرنا پڑا تھا اور انہوں نے ان میں سے اپنے سوار اور امراء بنائے

تھے جنہیں نبنو یہ خالویہ کہتے تھے اور ان میں سے ایک آدمی ایک آوارہ گرد پر سوار ہو جاتا اور پچاس ہزار برہنہ آدمیوں کے ساتھ جنگ کی طرف چلا جاتا اور اہل بغداد کو اس جنگ سے اتنا نقصان نہیں پہنچا جتنا مامون اور دست بردار خلیفہ کی جنگ سے پہنچا، اہل بغداد نے ابو اسحٰق متقی للہ کے چلے جانے اور اس سے قبل بریدیوں اور ابن رائق اور توزون ترکی کی مصیبت سے اس مصیبت کو بڑا سمجھا جو ان پر اس وقت یعنی ۳۳۲ھ میں نازل ہوئی اور انہیں محمد حسن بن ابو العیجاء عبداللہ بن حمدان ناصر الدولہ اور اس کے بھائی علی بن عبداللہ سیف الدولہ کے خروج سے جو لمبا قحط اور خرابی لاحق حال ہوئی۔ یہ خرابی اس سے بھی بڑی تھی۔ ان آوارہ گردوں کی مانند لوگ پہلے بھی گزر چکے ہیں۔ ماموینوں اور برہنہ لوگوں کے درمیان جو دست بردار خلیفہ کے ساتھی تھے، جنگ سخت ہو گئی اور محمد کا اس کے محل کی غربی جانب سے محاصرہ کر لیا گیا ایک دن ان کے درمیان جنگ ہوئی جس میں فریقین کے بہت سے لوگ مارے گئے اس بارے میں حسین خلیع کہتا ہے ؎

"ہمیں اللہ کی مدد سے فتح ہو گی اور بھاگنے کے بعد ہم حملہ کریں گے اور دین سے نکل جانے والے تیرے اچھے اور برے دلوں کے دشمن ہیں، ان کے لیے موت کا پیالہ ہے جو بڑا تلخ ہے ہم نے وہ پیالہ پیا اور انہیں پلایا لیکن اس نے انہیں گرا دیا، اے اللہ کے امین اللہ پر بھروسہ کر، تجھے فتح و نصرت ملے گی اور معاملے کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کر، اس صاحب قدرت نے تجھے ذمہ دار بنایا ہے اسی طرح کبھی جنگ ہمارے حق میں ہوتی ہے اور کبھی خلاف ہوتی ہے۔"

معرکۂ دار الرقیق

شارع دار الرقیق میں ایک اور عظیم معرکہ ہوا جس میں بہت سے لوگ مارے گئے گلی کوچوں میں بہت خونریزی ہوئی، ایک مامون کو پکارتا تھا اور دوسرا دست بردار خلیفہ کو آواز دیتا تھا اور لوگ ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے گھروں کو لوٹ لیا گیا وہ مرد اور عورت کامیاب ہوتے تھے جو اپنے آپ کو بچا کر اور جو کچھ اپنے پاس ہوتا تھا طاہر کی فوج کے سپرد کر دیتے تھے انہیں اپنے مال و جان کے متعلق امان مل جاتی تھی اس بارے میں شاعر کہتا ہے ؎

"جب بغداد کی خوشحالی اور آسودگی ختم ہو گئی تو میری آنکھ بغداد پر اشکبار ہوئی

اور ہمیں خوشی کے بدلے غم اور فراخی کے عوض تنگی ملی، ہمیں حاسدوں کی نظر
لگ گئی اور انہوں نے اہل بغداد کو منجنیقوں سے تباہ کر دیا اور لوگوں نے
آگ سے محل کو جلا دیا نوحہ کرنے والے غرق ہونے والوں پر نوحہ کر
رہے تھے اور کچھ اپنے ساتھیوں کو آواز دے رہے تھے اور کچھ بھائیوں
کو بُلا رہے تھے اور سفید آنسوؤں والی نازنین عورتیں جسموں پر خوشبو لگائے
ہوئی تھیں وہ اپنے مہربانوں کو پکارتی تھیں مگر وہاں کوئی مہربان موجود
نہ تھا اور مہربان اپنے ساتھی کے ساتھ گم ہو چکا تھا اور لوگوں نے دنیا
سے اپنا سامان نکالا جو ہر بازار میں فروخت ہو رہا تھا اور پردیسی اپنے
گھر سے دُور، راستے کے درمیان بغیر سر کے قتل ہوا پڑا تھا، سب لوگ
ان کی جنگ کی لپیٹ میں آ گئے اور انہیں پتہ نہ تھا کہ وہ کس فریق سے
تعلق رکھتے ہیں، کوئی بیٹا اپنے باپ کی نگرانی نہ کرتا تھا اور دوست،
دوست سے بھاگ چکا تھا اور میں اس بات کو کب بھول سکتا ہوں
کیونکہ میں دار الرقیق کے معرکے کو یاد کرنے والا ہوں۔"

برہنہ لوگوں کی خود رائی

ایک خراسانی جرنیل نے طاہر سے پوچھا کہ وہ آج اس کی جنگ کی باری مقرر کرے تو طاہر نے ایسا ہی کر دیا وہ جرنیل نکلا تو اس نے ان کی تحقیر کی اور کہنے لگا ان لوگوں کی تدبیر سے کیا ہو سکتا ہے کہ جنگجوؤں اور بہادروں کے پاس کوئی ہتھیار ہی نہیں ہے تو ایک برہنہ نے اُسے دیکھ لیا حالانکہ اس نے اُسے خاصی دیر تک تیر مارتے تھے یہاں تک کہ جرنیل کے تیر ختم ہو گئے اور اس نے خیال کیا کہ برہنہ کے پتھر ختم ہو گئے ہیں پس اس نے اُسے پتھر مارا جو اس کے تھیلے میں باقی رہ گیا تھا اور جرنیل نے اس پر حملہ کیا پس وہ پتھر اس کی آنکھ میں لگا پھر اس نے دوسرا پتھر مارا، قریب تھا کہ جرنیل اپنے گھوڑے سے گر پڑے اور خود اس کے سر سے گر پڑا اور اس نے پلٹ کر حملہ کیا تو وہ کہہ رہا تھا یہ آدمی نہیں بلکہ شیطان ہیں اس بارے میں ابو یعقوب خریمی کہتا ہے ؎

"کرخ کے بازار بے آباد ہیں اور وہاں کے آوارہ گرد اور راہی دوڑتے پھرتے
ہیں اور جنگ نے ان کے رذیلوں میں سے ایک سیاہ رنگ موٹے لڑکے کو
نکالا ہے جو شیروں پر غالب آ گیا ہے۔"

اور علی نابینا کہتا ہے ؎

"ان جنگوں نے ایسے آدمیوں کو نکالا ہے جو نہ قحطانی ہیں نہ نزاری اور وہ ایسے لوگ ہیں جو اُون کی زرہوں میں جنگ کی طرف پھاڑنے والے شیروں کی طرح جاتے ہیں اور جب بہادر موت سے بچنے کے لیے فرار اختیار کرتے ہیں تو وہ جانتے ہی نہیں کہ فرار کیا ہوتا ہے اور ان میں ایک برہنہ بغیر تہبند کے دو ہزار آدمیوں پر حملہ کر دیتا ہے اور جب نوجوان نیزہ مارتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ ضرب آوارہ گرد جوان کی ہے اسے لے لے۔"

فیصلہ کُن جنگیں

ہر روز شدید جنگ ہوتی اور فریقین ڈٹ کر جنگ کرتے اور دست بردار خلیفہ کی برہنہ فوج اور اس کے حامی کھجور کے پتوں کے خود اور چٹائیوں کی ڈھالوں والوں کے ساتھی بن گئے اور طاہر نے لوگوں کو تنگ کر دیا اور وہ بغداد کی ایک سڑک کے بعد دوسری سڑک طے کرنے لگا اور جس طرف وہ جاتا اس طرف کے لوگ جنگ میں اس کے مددگار بن جاتے پھر اس نے اپنے اور دست بردار خلیفہ کے اصحاب کے درمیان، گھروں اور محلات کی جگہوں پر خندقیں کھودنا شروع کر دیں طاہر کے ساتھی بڑی قوت اور اقبال میں تھے اور دست بردار خلیفہ کے ساتھی کمزوری اور ادبار کی حالت میں تھے، طاہر کے ساتھی گھروں کو منہدم کرتے تو دست بردار خلیفہ کے اصحاب، بعض لکڑی کے گھروں اور کپڑوں وغیرہ کو لے لیتے اور مال و متاع کو لوٹتے تو ایک محمدی نے کہا ؎

"ہمیں ہر روز کوئی نہ کوئی نقصان ہوتا ہے جس کی ہم تلافی نہیں کر سکتے اور ان کے مطالبات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور ہم کم ہو رہے ہیں اور جب وہ کسی گھر کو منہدم کرتے ہیں تو ہم اس کی چھتوں کو لے لیتے ہیں اور دوسری اس قسم کی چیزوں کا انتظار ہی کرتے رہتے ہیں۔ وہ ڈھول سے شکار کو اُٹھاتے ہیں اور اگر ان کو قریب سے شکار کا منہ نظر آجائے تو وہ شکار کر لیتے ہیں اور انہوں نے ہمارے لیے مشرق و مغرب میں خرابی پیدا کر دی ہے پس ہمیں معلوم نہیں کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں اور جب وہ آتے ہیں تو دیکھی ہوئی چیز کے متعلق بتاتے ہیں اور اگر کسی بُری بات کو نہ دیکھیں تو اندازہ لگاتے ہیں اور ہمارے قاریوں نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کی رخصت دی ہوئی ہے اور کسی

مقتول کو، صاحب رخصت ہی قتل کرتا ہے۔"

جب طاہر نے اس مشکل وقت میں بھی دست بردار خلیفہ کے صبر و استقامت کو دیکھا تو اس نے بصرہ اور واسط وغیرہ سے رسد کے راستے روک دیے مامونی حدود میں ایک درہم کے بدلے بیس بیس رطل روٹی ملتی تھی اور محمدی حدود میں ایک درہم کے بدلے میں ایک رطل روٹی ملتی تھی لوگ تنگ آکر کشائش سے مایوس ہو گئے، بھوک سخت ہو گئی اور جو لوگ طاہر کی طرف چلے گئے تھے وہ خوش تھے اور دست بردار خلیفہ کے ساتھ رہنے والے متاسف تھے طاہر نے اپنے اصحاب کے ساتھ بہت سی جگہوں پر پیشقدمی کی اور باب کیاش کا ارادہ کیا تو جنگ سخت ہو گئی اور سر کٹنے لگے اور تلوار اور آگ نے اپنی کاروائی شروع کر دی اور فریقین نے استقامت دکھائی طاہر کے بہت سے اصحاب قتل ہو گئے اور برہنہ لوگوں کے بھی، جو پتھروں کے تھیلے اور اینٹیں اور کھجور کے پتوں کے خود اور چٹائیوں کی ڈھالیں اور سرکنڈوں کے نیزے اور چیتھڑوں کے جھنڈے اور بگل اور گایوں کے سینگ اُٹھائے ہوئے تھے بہت سے آدمی مارے گئے یہ واقعہ اتوار کے روز ہوا اس بارے میں نابینا شاعر کہتا ہے ؎

"اتوار کے روز کی جنگ ہمیشہ یاد رہے گی اور میں نے کتنے ہی جسموں کو بچھڑے دیکھا اور کتنے ہی دیکھنے والوں کی گھات میں موت لگی ہوئی تھی اور اُسے ایک ایسا تیر آلگا جس کے مارنے والے کا پتہ ہی نہ تھا اور اس نے درمیان سے اس کے جگر کو چیر دیا اور دوسرا شیر کی طرح بپھرا ہوا تھا کوئی کہہ رہا تھا کہ ایک ہزار آدمی قتل ہو گئے ہیں اور دوسرا کہہ رہا تھا کہ اس سے زیادہ ہیں اور ان کی تعداد کا کوئی حساب ہی نہیں ہے، میں نے ایک آدمی سے جسے نیزہ لگ چکا تھا کہا کہ تو کون ہے اے مسکین تو ہلاک ہو تو محمد کا ساتھی ہے اس نے جواب دیا، میں نہ نسب کے لحاظ سے اور نہ ملک کے لحاظ سے اس کا قریبی ہوں اور نہ میں گمراہی اور ہدایت کے لیے لڑا ہوں اور نہ ہی کسی ایسی چیز کے لیے لڑا ہوں جو جلد میرے قبضہ میں آجائے۔"

جب محمد کی پوزیشن نازک ہو گئی اور اس کا محاصرہ سخت ہو گیا تو اس نے اپنے ایک جرنیل ذریح نام سے کہا کہ وہ مسلمانوں اور دیگر ادیان کے مالدار لوگوں اور ذخائر و امانتوں والوں کا پیچھا کرے، اس کے ساتھ اس نے ایک اور آدمی کو بھی کر دیا جس کا

نام ہرش تھا - یہ دونوں لوگوں پر حملہ کرتے وہ کسی کے تہمت لگا دینے سے بھی مال لے لیتے اس
طرح سے انہوں نے بہت سے اموال اکٹھے کر لیے پس لوگ حج کے بہانے بھاگ نکلے اور
مال دار لوگ ذریح اور ہرش کے خوف سے بھاگ گئے اس بارے میں علی نابینا کہتا ہے ؎

"انہوں نے حج کرنے کا اظہار کیا حالانکہ وہ حج نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ ہرش سے بھاگنا چاہتے
تھے، کتنے ہی لوگ قابل رشک تھے کہ زمانہ ان پر تباہی لے آیا اور جس کسی کے گھر
ذریح گیا اُسے ذلت اور جنگ سے دوچار ہونا پڑا۔"

جب ملک میں عام لوگ روپوش ہو گئے تو تاجروں نے کرخ میں اکٹھے ہو کر طاہر سے
خط و کتابت کی کہ انہیں آپ کے پاس جانے سے روک دیا گیا ہے اور ان پر اور ان کے اموال
پر قبضہ کر لیا گیا ہے اور برہنہ لوگ ایک آفت ہیں اور ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر تم نے
طاہر سے خط و کتابت کی تو تم دست بردار خلیفہ کے حملہ سے بے خوف نہ ہو گے، انہیں چھوڑ
دو اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کرنے والا ہے اور ان کے ایک شاعر نے کہا ؎

"ان لوگوں کو چھوڑ دو انہیں عنقریب شیروں کے پنجے پکڑیں گے اور سخت
جگر والوں کے پردے پھاڑ دیں گے اور عنقریب وہ قبروں کی طرف چلے
جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو تمرد اور فجور کی وجہ سے تباہ کرنے والا ہے" اور ایک
روز برہنہ لوگوں نے ایک لاکھ کی تعداد میں نیزوں اور سرکنڈوں سے سر پر کاغذ کی
لمبی ٹوپیاں پہن کر حملہ کر دیا بگل اور گائے کے سینگ بجائے اور دیگر محمدیوں
کے ساتھ مل کر بہت سی جگہوں پر حملہ کر کے مامونیوں کی طرف چل پڑے اور طاہر
نے اپنے کئی جرنیلوں اور اُمراء کو ان کی طرف بھیجا، پس جنگ میں تیزی ہو گئی
اور بہت قتل عام ہوا، برہنہ لوگ ظہر تک مامونیوں پر غالب رہے یہ سوموار کا
دن تھا پھر مامونیوں نے برہنہ لوگوں پر حملہ کر دیا جو محمد کے اصحاب تھے پس ان
میں سے کچھ قتل ہوئے اور دس ہزار کے قریب اس نے جلا دیئے

اور اس بارے میں نابینا شاعر کہتا ہے ؎

"امیر طاہر بن حسین کے ساتھ انہوں نے ہم پر سوموار کی صبح کو حملہ کیا انہوں نے
اپنی فوج کو اکٹھا کر کے ہر مضبوط کلائی اور نیزے والے کے ساتھ ہم پر حملہ
کیا اسے برہنہ لوگوں کے مقتول جو کنارے پر پچھڑا پڑا ہے اور اُسے فریقین

کے گھوڑے روندر ہے ہیں تیرے ہاتھ میں کیا چیز تھی کہ لوگوں نے دو میں سے
ایک بات پر صلح کرلی، کیا تو وزیر یا قائد تھا بلکہ تو تو ان دونوں باتوں سے فرقدین
ر دو ستاروں کا نام ہے) تک دُور تھا کتنے ہی صاحب بصیرت لوگ دو آنکھوں
کے ساتھ گئے تاکہ ان کے حال کو دیکھیں تو ان کی آنکھ کو راحت نصیب ہوئی وہ
جو کچھ چاہتے ہیں اس میں خطا نہیں کرتے سوائے اس کے کہ وہ دو آنکھوں کا
قصد کریں۔"

دست بردار محمد کی حالت خراب ہوگئی پس جو کچھ اس کے خزانے میں موجود تھا اس نے پوشیدہ طور پر فروخت کر دیا اور اپنے ساتھیوں میں رسد تقسیم کر دی اور ان کے پاس دینے کو اور کچھ باقی نہ رہا اور ان کے مطالبات زیادہ ہوگئے اور طاہر نے اس کو تنگ کر دیا، وہ باب انبار کے باغ میں پڑاؤ کیے ہوئے تھا، محمد نے کہا میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالٰی فریقین کو قتل کر دے کیونکہ ان میں جو آدمی بھی ہے وہ دشمن ہے، خواہ وہ میرے ساتھ ہو یا علی کے ساتھ ہو یہ لوگ میری آرزوں کو چاہتے ہیں اور وہ مجھے چاہتے ہیں، اور کہنے لگا

"اے مددگار و مجھے چھوڑ کر منتشر ہو جاؤ کیونکہ تم میں سے ہر کوئی منافق ہے اور
میں سوائے جھوٹ اور جھوٹی اُمیدوں کے کچھ نہیں دیکھتا اور میں کسی چیز کا مالک
نہیں پس میرے بھائیوں سے سوال کرو، مجھ پہ باغ میں پڑاؤ کرنے والے
یعنی طاہر بن حسین نے مصیبت ڈالی ہے۔"

جب اس کی حالت نازک ہوگئی اور ہرثمہ بن اعین نے مشرقی جانب اور طاہر نے مغربی جانب ڈیرے ڈال دیے اور محمد ابو جعفر کے شہر میں اکیلا رہ گیا تو اس نے اپنے خواص سے اپنے بچاؤ کے متعلق مشورہ کیا ہر ایک نے اپنی اپنی رائے دی اور ان میں سے ایک نے کہا کہ ابن حسین سے خط و کتابت کرو اور اُسے ایسی قسم دو جس پر وہ اعتماد کرے کہ تو اپنی حکومت اس کے سپرد کر دے گا شاید وہ تجھے ایسا جواب دے جو تو اس سے چاہتا ہے، اس نے کہا تیری ماں تجھے گم کرے میں نے تجھ سے مشورہ لینے میں غلطی کی ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ آدمی کا بدلہ لینا کسی عذر کو قبول نہیں کرتا اور اگر مامون اپنے لیے جد و جہد کرے اور اپنی رائے سے حکومت سنبھال لے تو کیا جس حد تک طاہر پہنچا ہے وہ اس کے دسویں حصے تک پہنچ جائے گا؟ میں نے اس کی رائے کو

معلوم کرنے کے متعلق بہت جستجو کی ہے وہ صرف اچھے کاموں کی بنیاد ڈالنا چاہتا ہے اور شہرت اور وفا کا جویا ہے پس میں اموال کے ذریعے اس کی ذلت اور خیانت کا کیسے خواہاں ہو سکتا ہوں اور اس کی عقل پر کیسے اعتماد کر سکتا ہوں اور اگر وہ میری اطاعت قبول کرے اور میری طرف لوٹ آئے پھر مجھ سے تمام ترک اور دیلم مناصب طلب کریں تو میں ان کا اہتمام نہیں کر سکتا اور میری حالت ابو الاسود الدولی کے اس قول کی طرح ہو گی جو اس نے انذر کے متعلق کہا تھا جب اس نے زیاد بن ابیہ کو پناہ دی تھی ؎

"اور جب اس نے انہیں اپنے وزیر کو تلاش کرتے دیکھا تو وہ لمبا عرصہ ٹھہرنے کے
بعد اس کی طرف چل پڑے اور جب وہ اس سے ڈرا جسے اُس پر کوئی رحم نہ
آتا تھا تو وہ انذرہ کے پاس آیا اور اصل راستے زیادہ ہی کی تھی، تو انہوں نے
اُسے خوش آمدید کہا اور یہ بھی کہا کہ تو نے ٹھیک کیا ہے پس جو تو چاہتا ہے
اُسے دُور کر لے اور دوبارہ آجا اور اب وہ کسی آدمی سے کبھی نہیں ڈرتا،
خواہ وہ عاد کی قوت کے ساتھ اس پر حملہ کریں۔"

خدا کی قسم اگر وہ میری بات قبول کرے تو میں اس کے لیے اپنے خزانے مباح کر دوں اور اپنی حکومت اُسے دے دوں اور اس کے ماتحت زندگی بسر کرنے پر راضی ہو جاؤں اور میں اپنے آپ کو نجات پاتا خیال نہیں کرتا خواہ میری ہزار جان بھی ہو، تو سندی نے کہا امیر المومنین آپ درست کہتے ہیں اگر آپ اس کے باپ حسین بن مصعب بھی ہوتے تب بھی وہ آپ کو زندہ نہیں چھوڑے گا، محمد نے کہا کہ پھر ہم بچ کر ہرثمہ کے پاس کیسے جا سکتے ہیں اور اب بھاگنے کا وقت بھی نہیں ہے اور اس نے ہرثمہ سے مراسلت کی اور اس کی طرف مائل ہو گیا ہرثمہ نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ جو چاہے گا ویسا ہی ہو گا اور جو لوگ اُسے قتل کرنا چاہتے ہیں وہ انہیں روکے گا۔ یہ اطلاع طاہر کو بھی پہنچی تو اُسے اس پر بہت غصہ آیا اور ہرثمہ نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اس کے پاس جنگی کشتی میں باب خراسان کے گھاٹ تک آئے گا اور وہ اُسے اور جن لوگوں کو وہ ساتھ لانا چاہتا ہے اپنی فوج میں لے آئے گا، پس جب محمد نے اس رات کو نکلنے کا ارادہ کیا — یہ ۲۵ محرم ۱۹۸ھ جمعرات کے روز کا واقعہ ہے — تو اس کے اصحاب میں سے محتاج اور فقیر لوگ اس کے پاس آئے جو فوج کے نوجوان تھے انہوں نے اُسے کہا امیر المومنین! آپ کے ساتھ کوئی مشیر نہیں ہے ہم سات ہزار جانباز ہیں اور آپ کے اصطبل

میں سات ہزار گھوڑے ہیں، ہم میں سے ہر ایک کو گھوڑے پر سوار کرا دو، ہم شہر کے کسی دروازے کو کھول دیں گے اور اسی رات کو باہر نکل جائیں گے ہم پر کوئی شخص جرأت نہ کر سکے گا یہاں تک کہ ہم جزیرہ اور دیارِ ربیعہ تک پہنچ جائیں گے اور اموال اور رجال کو اکٹھا کریں گے اور شام کے درمیان جا بیٹھیں گے اور مصر میں داخل ہو جائیں گے ہماری فوج اور مال بہت بڑھ جائے گا اور ہمیں نئے سرے سے دوبارہ حکومت مل جائے گی تو اس نے کہا خدا کی قسم یہ صحیح رائے ہے اور اس نے اس بات کا عزم کر لیا اور اس کی طرف مائل ہو گیا امین کے گھر کے وسط میں امین کے خاص غلاموں اور خادموں میں کچھ طاہر کے آدمی بھی تھے جو اُسے لمحہ لمحہ کی خبر دے رہے تھے طاہر کے پاس یہ خبر بھی پہنچ گئی اور طاہر کو خوف دامن گیر ہو گیا کہ اگر اس نے اس رائے پر عمل کیا تو یہی بہترین رائے ہے، پس اس نے سلیمان بن ابی جعفر، ابن نہیک اور سندی بن شاہک کی طرف پیغام بھیجا ـــــ یہ لوگ امین کے ساتھ تھے ـــ کہ اگر تم نے اُسے اس رائے سے نہ ہٹایا تو میں تمہارے گھروں اور جاگیروں کو تباہ کر دوں گا، تمہاری آسائش کو ختم کر دوں گا اور تمہاری جانوں کو تلف کر دوں گا تو وہ اسی رات امین کے پاس گئے اور اُسے اس رائے پر قائم نہ رہنے دیا ہرثمہ جنگی جہاز میں اس کے پاس بابِ خراسان تک آیا امین نے ایک گھوڑا منگوایا جو سیاہ رنگ پانچ کلیان تھا جسے زہیری کہتے تھے اور اس نے اپنے دونوں بیٹوں موسےٰ اور عبداللہ کو بُلا کر ان سے معانقہ کیا انہیں سونگھا اور رو پڑا اور کہنے لگا میرا اللہ تمہارا نگہبان ہے، مجھے معلوم نہیں کہ میں اس کے بعد تمہیں مل سکوں گا یا نہیں وہ سفید کپڑے پہنے اور سیاہ چادر اوڑھے ہوئے تھا اس کے آگے آگے شمع تھی یہاں تک کہ وہ بابِ خراسان کے گھاٹ تک آ گیا جہاں کشتی کھڑی تھی وہ گھوڑے سے اُتر کر کشتی میں داخل ہو گیا تو ہرثمہ نے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، طاہر کو بھی اس کے چلے جانے کی اطلاع مل گئی تو اس نے ہروی جوالنوں اور دیگر ملاحوں کو کشتیوں میں کنارے پر بھیج دیا تو انہوں نے کشتی کو روک لیا، ہرثمہ کے ساتھ چند آدمی تھے طاہر کے آدمی کپڑے اتار کر آئے اور انہوں نے کشتی کے نیچے غوطہ لگا کر اُسے ہر چیز سمیت اُلٹ دیا ہرثمہ صرف اپنی جان بچا سکا وہ ایک کشتی سے چمٹ کر اس پر چڑھ گیا اور مشرقی جانب اپنی فوج میں چلا گیا محمد نے اپنے کپڑے پھاڑ دیے اور تیرنے لگا اور طاہر کے غلام قریش دیرانی کی فوج کی طرف الصراة کی جانب چلا گیا اُسے ایک منتظم نے کستوری کی خوشبو سونگھ کر پکڑ لیا اور قریش کے

پاس لے گیا اس نے اس کے بارے میں طاہر سے اجازت طلب کی تو اسے راستے میں اجازت کی اطلاع مل گئی وہ اسے طاہر کے پاس لے گیا اور راستے میں قتل کر دیا گیا اس وقت ابن پکار رہا تھا انا للہ وانا الیہ راجعون، میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عم زاد اور مامون کا بھائی ہوں تلواریں اس پر برستی رہیں یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا اور انہوں نے اس کا سر کاٹ لیا یہ ۲۵ محرم ۱۹۸ھ اتوار کی رات کا واقعہ ہے۔

احمد بن سلام بیان کرتا ہے ——— یہ کشتی اُلٹنے کے وقت ابن کے ساتھ تھا — کہ اس نے تیرنا شروع کر دیا تو اُسے طاہر کے ایک ساتھی نے پکڑ لیا اور اُسے قتل کرنا چاہا تو اس نے اسے دس ہزار درہم کا لالچ دیا اور یہ کہ وہ اس رات کی صبح کو وہ درہم اس کے پاس لے آئے گا راوی بیان کرتا ہے کہ مجھے ایک تاریک کمرے میں داخل کر دیا گیا اسی اثنا میں ایک ننگ دھڑنگ آدمی میرے پاس آیا جو شلوار اور عمامہ سے ٹھاٹھہ باندھے ہوئے تھا اور اس کے کندھے پر ایک چیتھڑا تھا، انہوں نے اُسے میرے ساتھ کر دیا اور ان لوگوں کی طرف بڑھ گئے جو اس گھر میں ہماری حفاظت میں تھے جب وہ کمرے میں ٹھہر گیا تو اس نے عمامے کو منہ سے ہٹایا تو وہ محمد تھا تو میں نے اپنے اور دل میں آنے والے خیالات پر آنسو بہائے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، وہ مجھے دیکھنے لگا پھر اس نے پوچھا تو کون ہے میں نے کہا میرے آقا میں آپ کا غلام ہوں، اس نے پوچھا تو کون سا غلام ہے میں نے کہا احمد بن سلام، اس نے کہا میں اس کے بغیر بھی تجھے پہچانتا ہوں تو میرے پاس رقہ میں آیا کرتا تھا، میں نے کہا ہاں، پھر اس نے کہا اے احمد! میں نے کہا میرے آقا میں حاضر ہوں وہ کہنے لگا میرے قریب ہو جا اور مجھے اپنے ساتھ لگا لے میں بہت خوف محسوس کرتا ہوں، راوی کہتا ہے جب میں نے اُسے اپنے ساتھ لگایا تو اس کا دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا پھر کہنے لگا میرے بھائی مامون کے متعلق مجھے بتاؤ کیا وہ زندہ ہے؟ میں نے اُسے کہا، یہ جنگ کس کی وجہ سے ہے؟ وہ کہنے لگا اللہ ان کا بُرا کرے انہوں نے بتایا ہے کہ وہ مر گیا ہے میں نے کہا اللہ تعالیٰ تیرے وزراء کا بُرا کرے انہوں نے تجھے اس گھاٹ پر اتارا ہے تو اس نے مجھے کہا اے احمد! یہ ناراضگی کا موقع نہیں ہے، میرے وزراء کے متعلق اچھی بات کرو ان کا کوئی گناہ نہیں اور میں پہلا شخص نہیں جس نے حکومت طلب کی ہو اور حاصل نہ کر سکا ہو میں نے کہا میرے

تہبند کو پہن لو اور اس چیتھڑے کو پھینک دو، اس نے کہا اے احمد! جس کا حال میرے جیسا ہو اس کے لیے یہی کافی ہے پھر مجھے کہنے لگا اے احمد مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے میرے بھائی کے پاس لے جائیں گے، کیا تو میرے بھائی کو میرا قاتل خیال کرتا ہے؟ میں نے کہا ہرگز نہیں رشتے کا تعلق اُسے تجھ پر مہربان کر دے گا تو اس نے مجھے کہا یہ بات نہیں، حکومت بانجھ ہوتی ہے اس کا کوئی رشتہ نہیں ہوتا، میں نے اُسے کہا، ہرثمہ کی امان تیرے بھائی کی امان ہے، راوی کہتا ہے کہ میں نے اُسے استغفار اور ذکرِ الٰہی کرنے کی تلقین کی، ہم یہی باتیں کر رہے تھے کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک مسلح آدمی اندر آیا اور محمد کو پہچاننے کے لیے اس کے چہرے کو دیکھنے لگا جب اس نے اُسے پہچان لیا تو باہر نکل کر اس نے دروازہ بند کر لیا کیا دیکھتے ہیں کہ وہ محمد طاہری تھا، راوی کہتا ہے مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ آدمی قتل ہو جائے گا اور ابھی میری وتروں کی نماز باقی تھی مجھے خوف محسوس ہوا کہ وتروں کے پڑھنے سے قبل ہی میں قتل ہو جاؤں گا پس میں وتر پڑھنے کے لیے اُٹھا تو اس نے مجھے کہا اے احمد مجھ سے دُور نہ جا اور میرے نزدیک نماز پڑھ کیونکہ میں بہت خوف محسوس کرتا ہوں، پس میں اس کے قریب ہو گیا ابھی ہم تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے کہ ہم نے گھوڑوں کے آنے اور دروازے کے کھٹکھٹانے کی آواز سُنی دروازہ کھول دیا گیا کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ عجمی تلواریں سونتے ہوئے آئے جب محمد نے انہیں دیکھا تو کھڑے کا کھڑا رہ گیا اور انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھنے لگا، خدا کی قسم میری جان فی سبیل اللہ جا رہی ہے کیا کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی، کیا کوئی مددگار نہیں رہا؟ اور وہ عجمی آئے اور ہمارے کمرے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور ایک دُوسرے سے کہنے لگے آگے بڑھو اور ایک دُوسرے کو ہٹانے لگے، پس محمد نے اپنے ہاتھ میں تکیہ پکڑ لیا اور کہنے لگا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عم زاد ہوں، ہارون الرشید کا بیٹا اور مامون کا بھائی ہوں، میرے خون کے بارے میں اللہ سے ڈرو، تو طاہر کے ایک غلام نے اس کے پاس آ کر اُسے تلوار ماری جو اس کے سر کے اگلے حصے میں لگی، محمد کے ہاتھ میں جو تکیہ تھا وہ اس نے اس کے منہ پر دے مارا اور اس پر ٹیک لگا لی تاکہ اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لے تو اس نے فارسی زبان میں پکار کر کہا کہ مجھے اس آدمی نے قتل کر دیا ہے تو ان کی ایک جماعت اندر آ گئی اور ان میں سے ایک نے اپنی تلوار اس کے کولے میں چبھوئی اور انہوں نے اسے اوندھا کر کے گدی کی طرف سے ذبح کر دیا اور

اس کا سر کاٹ کر طاہر کے پاس لے گئے۔

اس کے قتل کی کیفیت کے متعلق اس کے علاوہ اور باتیں بھی بیان کی گئی ہیں اور ہم نے اس اختلاف کو کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے۔

اس کے پیارے خادم کوثر کو لایا گیا، اس کے پاس انگوٹھی، چادر، تلوار اور چھڑی تھی۔

جب صبح ہوئی تو طاہر کے حکم سے اس کے سر کو، بغداد کے باب حدید پر جو غربی جانب قطربل کی طرف ہے ظہر تک لٹکا دیا گیا اور ایک باغ میں اس کے جسم کو دفن کر دیا گیا، جب امین کا سر طاہر کے سامنے رکھا گیا تو اس نے یہ آیت پڑھی: اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک من تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیئٍ قدیر[1]" اور اس کے سر کو مامون کے پاس ایک رومال، روئی اور روغنوں کے ساتھ خراسان لے جایا گیا، پس مامون نے اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور رویا اور اس پر بہت متاسف ہوا تو فضل بن سہل نے اُسے کہا امیر المومنین! اس عظیم احسان پر اللہ کا شکر یہ ادا کیجیے جہاں آپ نے محمد کو دیکھا ہے وہ آپ کو اس جگہ پر دیکھنا چاہتا تھا تو مامون نے گھر کے صحن میں لکڑی پر اس کے سر کو نصب کرنے کا حکم دیا اور فوج کو عطیات دیے اور ہر رسد لینے والے کو اس پر لعنت کرنے کا حکم دیا آدمی جب رسد لیتا تو سر پر لعنت کرتا، ایک عجمی نے عطیہ لیا تو اُسے کہا گیا کہ اس سر پر لعنت کرو اس نے کہا اللہ اس پر اور اس کے والدین پر لعنت کرے اور ان کی اولاد پر بھی لعنت کرے اور ان کی ماؤں کو فلاں فلاں جگہ داخل کرے، اُسے کہا گیا تو نے امیر المومنین پر لعنت کی ہے، یہ بات مامون نے بھی سُن لی اور مسکرا کر غافل ہو گیا اور اس نے امین کے سر کے اتارنے کا حکم دیا اور اس دست بردار خلیفہ کو چھوڑ دیا اور اس کے سر کو خوشبو لگا کر ٹوکری میں رکھ دیا اور اُسے عراق واپس کر دیا جسے اس کے جسم کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے اہل بغداد پر رحم کیا اور انہیں محاصرہ، گھبراہٹ اور قتل سے نجات دی شعراء نے اس کے مرثیے کہے اور اس کی ماں زبیدہ اُم جعفر نے کہا ؎

---

[1] (ترجمہ) اے اللہ! ملک کے مالک تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور ملک چھین لیتا ہے جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے ——— تیرے قبضہ قدرت میں تمام بھلائیاں ہیں، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے (آل عمران آیت ۲۶)

"جو لوگوں کو نہیں چھوڑتا اس نے تیرے دوست کو ہلاک کر دیا ہے پس تو اپنے دل کو مقتول کے بارے میں مایوسی عطا کر، جب میں نے دیکھا کہ موتوں نے اس کا قصد کر لیا ہے اور وہ اس کے سویدۂ قلب اور سر تک پہنچ گئی ہیں تو میں نے ٹیک لگا کر رات گزاری اور اس کے ستاروں کو دیکھتی رہی اور اس کے طریق کو رات کے وقت کا غذ خیال کرتی رہی اور موت اس کے قریب تھی اور غم اس کے ساتھ تھا یہاں تک کہ اس نے وہ پیالہ پیا جس نے اُسے ہلاک کر دیا، مجھے اس کی تکلیف اس وقت برداشت کرنا پڑی جب میں نے مردوں پر اس کے ذریعہ فخر کیا اور میں نے اس کے ذریعے زمانے کے لیے بنیادیں قائم کیں، پس جو مر گیا ہے وہ ہماری طرف کبھی آنے کا نہیں جب تک پہلے لوگ ہمارے پاس واپس نہ آئیں۔"

اس کی بیوی لبابہ بنت علی بن مہدی نے کہا، ابھی اس نے اس سے خلوت نہیں کی تھی۔

"میں تجھ پر آسائش اور انس کی وجہ سے نہیں روتی بلکہ ظہرلیوں، تلوار اور ڈھال کے لیے روتی ہوں میں اس سردار پر روتی ہوں جس کا دکھ مجھے پہنچایا گیا ہے اور اس نے شادی کی رات کو ہی مجھے بیوہ کر دیا ہے اے مالک جو چٹیل میدان میں پڑا ہے اس کے رذیل لوگوں نے چوکیداروں کے ساتھ مل کر اس سے غداری کی ہے۔"

جب محمد قتل ہو گیا تو زبیدہ کے پاس اس کا ایک خادم آکر کہنے لگا آپ کو کس چیز نے بٹھایا ہے جب کہ امیر المومنین محمد قتل ہو چکے ہیں اس نے کہا تو ہلاک ہو جائے میں کیا کروں اس نے کہا جیسے حضرت عائشہؓ خونِ عثمان کا بدلہ لینے کے لیے نکلی تھیں اسی طرح تم بھی اس کے بدلہ کے لیے نکلو، اس نے کہا ذلیل ہو جا تیری ماں نہ رہے عورتوں کا کیا کام ہے کہ بدلے لیں اور بہادروں سے مقابلے کریں پھر اس کے حکم سے اس کے لباس کو سیاہ رنگ دیا گیا اور اس نے بالوں کا ایک ٹاٹ پہنا اور کاغذ دوات منگوا کر مامون کی طرف لکھا

"اُم جعفر کی طرف سے بہترین اصل والے امام اور منبر کے اوپر چڑھنے والوں سے افضل آدمی اور اوّلین کے علم کے وارث ان کے فخر اور بادشاہ مامون کے لیے میں یہ خط لکھ رہی ہوں اور میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں،

مجھے تیرے سب سے قریبی قرابت دار کی تکلیف پہنچی ہے اور میرے جگر گوشے
کے مرنے سے میرا صبر کم ہو گیا ہے یہ کام طاہر نے کیا ہے اللہ طاہر کو پاک نہ کرے
اور نہ ہی طاہر اپنے فعل میں پاک ہے اس نے مجھے ننگے منہ ننگے سر باہر نکالا
ہے اور اس نے میرے اموال کو لُوٹا ہے اور میرے گھروں کو بے آباد کیا ہے
جو تکلیف مجھے پہنچی ہے وہ ہارون پر بھی شاق گزری ہے اور مجھے ناقص خلقت
کانے نے تکلیف دی ہے اگر میں کسی حکم کی اہل ہوتی تو اُسے حکم دیتی اب
میں رب قدیر کے حکم پر صبر کرتی ہوں۔"

جب مامون نے اس کے یہ شعر پڑھے تو وہ رو پڑا پھر کہنے لگا اے اللہ میں وہی کہتا ہوں جب حضرت علیؓ بن ابی طالب نے حضرت عثمانؓ کے قتل کی اطلاع ملنے پر کہا تھا کہ خدا کی قسم نہ میں نے قتل کیا ہے اور نہ حکم دیا اور نہ میں ان کے قتل سے راضی ہوا ہوں" اے اللہ طاہر کے دل کو غم سے ڈھانپ دے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ دست بردار خلیفہ کے اور بھی حالات و واقعات ہیں جنہیں ہم نے اخبار الزمان اور کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے اس لیے اس جگہ ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔

مامون کی خلافت کا بیان

مختصر حالات مامون عبداللہ بن ہارون کی بیعت ۲۸ سال ۲ ماہ کی عمر میں ہوئی اس کی کنیت ابوجعفر تھی اس کی ماں باذغیسیہ تھی جس کا نام مراجل تھا بعض کہتے ہیں کہ اس کی کنیت ابوالعباس تھی اور اس کی وفات بدیدون میں القشیرہ کے چشمے پر ہوئی اس چشمے سے مشہور نہر بدیدون نکلتی ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام رومی زبان میں رقہ ہے اور اسے ۲۱۸ھ میں طرسوس لا کر مسجد کی بائیں جانب دفن کیا گیا اس وقت اس کی عمر ۴۹ سال تھی اس کا زمانۂ خلافت ۲۱ سال ہے جن میں سے ۴ ماہ وہ اپنے بھائی محمد بن زبیدہ سے جنگ کرتا رہا، اہل خراسان ان جنگوں میں بھی اُسے سلام خلافت کہتے تھے اور شہروں کے منابر حرمین، ضلعوں اور میدانی اور پہاڑی علاقوں میں جن پر طاہر نے غلبہ حاصل کیا تھا اس کے لیے دُعائیں کی جاتی تھیں، صرف بغداد کے لوگ محمد کو سلام خلافت کہتے تھے۔

اس کے مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دَور کی ایک جھلک

مامون اور فضل بن سہل مامون پر فضل بن سہل کا بڑا اثر تھا، یہاں تک کہ اس نے اُسے ایک لونڈی کے بارے میں جسے وہ خریدنا چاہتا تھا، زچ کر دیا اور اس نے اُسے قتل کر دیا کچھ لوگ یہ دعوے کرتے ہیں کہ مامون نے اس کے قتل کے متعلق سازش کی تھی، پھر اس کے بعد وزراء نے اسے سلام کیا جن میں

احمد بن خالد احول، عمرو بن مسعدۃ اور ابو عبادہ شامل تھے ان سب نے وزارت کے منصب کے مطابق سلام کیا۔

عمرو بن مسعدہ

عمرو بن مسعدہ نے ۲۱۷ھ میں وفات پائی اس پر مال کے بارے میں نکتہ چینی کی گئی اس کے سوا، اور کسی وزیر پر مال کے بارے میں تعریف نہیں کی گئی، آخر میں مامون پر فضل بن مروان اور محمد بن یزداد کا بہت اثر ہو گیا تھا۔

علی بن موسیٰ رضا

مامون کی خلافت میں زہر کے باعث علی بن موسےٰ رضا طوس میں وفات پا گئے اور وہیں دفن ہوئے اس وقت ان کی عمر ۴۹ سال چھ ماہ تھی بعض ان کی عمر کے متعلق کچھ اور انداز سے بھی بیان کرتے ہیں۔

مامون اور اس کا چچا ابراہیم

مامون نے ابراہیم بن مہدی کی ہجو کی جو ابن شکلہ کے نام سے مشہور تھا اور اس کا چچا تھا، مامون اپنے شیعہ ہونے کا اظہار کرتا تھا اور ابن شکلہ سنی تھا، پس مامون نے کہا ؎

"جب مرجئی تجھے خوش کرے کہ تو اُسے اس کی موت سے قبل، موت کے لیے مرتا دیکھے تو اس کے پاس نئے سرے سے علی کا ذکر کر، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت پر درود پڑھ۔"

ابراہیم نے اُسے جواب دیتے ہوئے کہا ؎

"اور جب کوئی شیعہ صاف بات نہ کر سکے اور تجھے یہ بات خوش کرے کہ وہ کچھ اپنے متعلق اظہار کرے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دونوں وزیروں اور قبر کے پڑوسیوں پر درود پڑھ۔"

ابراہیم بن مہدی کے مامون کے ساتھ بہت اچھے واقعات ہیں جو کتاب الاخبار لابراہیم بن مہدی میں موجود ہیں۔

مامون اور ابو دلف

ابو دلف قاسم بن عیسیٰ عجلی مامون کے پاس آیا تو اس نے اُسے کہا اے قاسم جنگ کے متعلق تیرے اشعار کیا ہی شاندار ہیں اور تیرا ان سے لذت حاصل کرنا اور گلو کارہ عورتوں سے بے رغبتی کرنا بھی کیا اچھا ہے اس نے کہا امیر المومنین! وہ کون سے اشعار ہیں اس نے کہا تیرا یہ قول کہ ؎

"تلواروں کو سونتنا، اور صفوں کو درہم برہم کرنا اور مٹی کو جھاڑنا اور سروں کو

مارنا ۔"

مامون نے کہا قاسم پھر کیا ہوا، اس نے کہا ؎

"اور غبار اور جھنڈوں کا اختلاط، تجھے موتوں کو، نیزوں کے سروں پر دکھائے گا اور موت کی دُلہن نے شعلوں کے درمیان اپنے دانتوں کی تیزی کو دکھایا ہے وہ اور اس کے بیٹے تحفے دیتے ہوئے آئے گویا ان پر سورج طلوع ہو رہا ہے اور جب گفتگو کرنے والی زجیہ گفتگو کرے تو جاہل آدمی، جاہل پر اوچھے پن سے وار کرتا ہے اور جب اس کی منگنی ہو جائے تو وہ اپنا مہر لے لیتی ہے اور سر چوٹیوں کے درمیان گرنے لگتے ہیں اور شبنمی دن میں شراب کا پینا، گانوں سے زیادہ لذیذ اور مرغوب ہوتا ہے۔ میں تلوار کا بیٹا، رخسار کا ہم جولی، زمانے کی گردش اور موت کا قرب ہوں ۔"

پھر کہنے لگا: امیر المومنین! یہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ میری لذت اور آپ کے دوستوں کے ساتھ میری قوت ہے اور میرا ہاتھ آپ کے ساتھ ہے اگر کوئی شخص شراب نوشی سے لذت حاصل کرے تو میں جنگ اور تصادم کی طرف مائل ہو جاتا ہوں، مامون نے کہا اسے "قاسم جب اس قسم کے اشعار سے تیری شان اور لذت کا اظہار ہوتا ہے تو تُو نے نبید کے لئے پیچھے کیا چھوڑا ہے اور تُو نے جو کلام پوشیدہ رکھا ہے اس میں سے تو نے تھوڑا سا ظاہر کیا ہے، اس نے کہا امیر المومنین! وہ میرے کون سے اشعار ہیں اس نے کہا، جہاں پر تُو نے کہا ہے ؎

"اے میری آنکھوں کو بے خواب کرنے والے اور نبید کے متوالے، سو جا تجھے میٹھی نیند خوشگوار ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تیری دونوں آنکھوں نے میرے دل میں سخت بیماری پیدا کر دی ہے ۔"

اس نے کہا امیر المومنین! بے خوابی کے بعد غفلت غالب آجاتی ہے وہ رائے متقدم ہے اور یہ ظن متاخر ہے، اس نے کہا اے قاسم ان دو اشعار کے قائل نے کیا اچھا کہا ہے ؎

"ہمارے درمیان کے تعلقات کے بارے میں زمانہ تیری مذمت کرتا ہے اور راتوں کو ہمارے تعلقات کے بارے میں کیا عذر ہو سکتا ہے اور جب

دو محبت کرنے والوں کے درمیان گذشتہ باتوں کے ذکر کے سوا کوئی ملاقات
نہ ہو تو وہ سوچ بھی مٹ جاتی ہے۔"

ابو دلف نے کہا امیر المومنین نے کیا خوب شعر کہے ہیں یہ ہاشمی سردار اور عباسی بادشاہ ہے اس نے کہا تجھے ذہانت نے کیسے یہاں تک پہنچایا ہے کہ بدگمانی نے بھی تیرے ساتھ کوئی مداخلت نہیں کی یہاں تک کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ میں ہی ان اشعار کا قائل ہوں اور تجھے اس بارے میں کوئی شک بھی نہیں ہوا، اس نے کہا امیر المومنین! شعر ایک اُون کی بساط ہے اور جو شخص صاف اُون کے ساتھ بالوں کو ملاتا ہے، اس کی خوب صورتی اور چمک بناتے وقت نمایاں ہو جاتی ہے۔

مامون کے کلمات

مامون کہا کرتا تھا کہ حکومت میں شراب نوشی، راز کے افشاء اور عورت سے تعرض کرنے کے سوا ہر چیز کو بخشا جا سکتا ہے۔ مامون کا قول ہے کہ

مقدور بھر جنگ کو مؤخر کرو اور اگر اس کے سوا کوئی چارہ نہ پاؤ تو دن کے آخری
حصے میں جنگ کرو،

بعض کہتے ہیں کہ یہ انوشروان کا کلام ہے، اور مامون کہتا تھا کہ کسی معاملے میں تدبیر اس وقت درماندہ کرتی ہے کہ جب وہ سامنے آئے تو پیٹھ پھیر جائے اور جب پیٹھ پھیر جائے تو سامنے آئے۔

جب مامون کو بلا شرکت غیرے حکومت مل گئی تو اس نے کہا اگر یہ فنا نہ ہو تو بڑی چیز ہے اور اگر اس کے بعد ہلاکت نہ ہو تو یہ حکومت ہے اور اگر یہ دھوکہ نہ ہو تو یہ سرور ہے اور اگر اس کے بعد ہونے والی باتوں پر اعتماد کیا جائے تو یہ حشر کا دن ہے۔

مامون کہا کرتا تھا کہ بشاشت ایک خوش منظر اور روشن خُلق ہے اور دلوں کی کاشتکار اور مالوف مقام اور منتشر فضیلت اور بسیط ثناء اور شرفاء کے لیے تحفہ اور کھلا ہاتھ اور پہلی نیکی جاہ کا ذریعہ، اخلاق کو شائستہ بنانے والی اور عوام کی رضامندی کا دروازہ اور دلوں کی محبت کی چابی ہے۔

نیز وہ کہا کرتا تھا کہ دنیا میں لوگوں کے سردار سخی اور آخرت میں انبیاء ہیں اور جس وسیع رزق سے فائدہ نہ اٹھایا جائے وہ اس کھانے کی طرح ہے جو بخل کے پرنالے

پہ رکھا ہوا اور اگر یہ کوئی راستہ ہوتا تو میں اس پر نہ چلتا اور اگر یہ کوئی قمیص ہوتی تو اسے نہ پہنتا۔
مامون اپنے اہل بیت کے کسی نکاح میں حاضر ہوا تو حاضرین میں سے ایک آدمی نے اُسے خطبہ دینے کو کہا تو اس نے کہا الحمد للہ ، المحمود اللہ ، والصلوٰۃ علی المصطفیٰ رسول اللہ وخیر ما عمل بہ کتاب اللہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ ط واللہ واسع علیم[1]
اگر نکاح کے بارے میں کوئی محکم آیت اور قابل اتباع سنت نہ ہوتی پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس میں دور و نزدیک کے آدمی کے لیے تالیف کا سامان رکھا ہے اور صاحب توفیق اور عاقل ونجیب آدمی اس کی طرف جلدی کرتا ہے اور فلاں شخص جس کے نسب سے تم واقف ہو اس نے تمہاری فلاں لڑکی کو پیغام نکاح دیا ہے اور اس کے لیے اتنا مہر رکھا ہے پس ہمارے پاس سفارش کرنے والے کو جفت کر دو اور ہمیں پیغام دینے والے کا نکاح کر دو اور اچھی بات کرو جس پر تمہارا شکریہ ادا کیا جائے گا اور تمہیں اجر ملے گا ، میں یہ بات کر کے اللہ تعالیٰ سے تمہارے اور اپنے لیے بخشش طلب کرتا ہوں۔

مامون کے پاس ، ثمامہ اور یحییٰ بن اکثم کے درمیان گفتگو

ثمامہ بن اشرس بیان کرتا ہے کہ ہم ایک روز ، مامون کے پاس بیٹھے تھے کہ یحییٰ بن اکثم آیا اور اُسے مامون کے ہاں میری قدر و منزلت گراں گزری پس ہم نے فقہ کے بارے میں کچھ گفتگو کی ، تو یحییٰ نے ایک مسئلہ کے بارے میں جو وہاں چل رہا تھا ، کہا کہ یہ حضرت عمر بن الخطاب ، عبداللہ بن مسعود ، ابن عمرؓ اور جابرؓ کا قول ہے ، میں نے کہا ان سب نے غلطی کی ہے اور وجہ دلالت سے غفلت کی ہے ، یحییٰ کو میری یہ بات گراں گذری وہ کہنے لگا امیر المومنین یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کو خطا کار کہتا ہے ، مامون نے کہا سبحان اللہ اے ثمامہ کیا یہ بات ایسے ہی ہے میں نے کہا امیر المومنین ! اس کو نہ اس بات کی پرواہ ہے جو کہی گئی ہے اور نہ اس کی جسے

---

[1] ترجمہ : اور نکاح کرو اپنے میں سے رانڈوں سے اور اپنے صالح غلاموں اور لونڈیوں کا ، اور اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی حاجت روائی فرمائے گا ، اور اللہ فراخی والا جاننے والا ہے (نور۔ آیت ۳۲)

قبیح ٹھہرایا گیا ہے پھر میں نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کیا تیرا یہ خیال نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حق ایک ہی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں میں نے کہا تیرا خیال ہے کہ تو نے غلطی کی ہے اور دسویں نے درست کہا ہے اور میں نے کہا ہے کہ دسویں نے غلطی کی ہے پس تو نے کیوں انکار کیا ہے؟ راوی بیان کرتا ہے کہ مامون میری طرف دیکھ کر مسکرایا اور کہنے لگا ابو محمد کو معلوم نہ تھا کہ تو یہ جواب دے گا، یحییٰ کہنے لگا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا، کیا تو یہ نہیں کہتا کہ حق، ایک ہی ہے اس نے جواب دیا بے شک، میں نے کہا، کیا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جو شخص اس حق کا قائل ہے اللہ تعالیٰ اس سے اس حق کو الگ کر دے گا، کہنے لگا نہیں، میں نے کہا، کیا وہ شخص جو اس کی مخالفت نہیں کرتا اور اس کا قائل بھی نہیں وہ تیرے نزدیک حق کو چھوڑنے والا نہیں؟ کہنے لگا ہاں! میں نے کہا اب تو وہ بات کہہ رہا ہے جس پر عیب لگاتا ہے اور میں وہ بات کرتا ہوں جس سے انکار کرتا ہوں اور اُسے قبیح ٹھہراتا ہوں اور میں تجھ سے زیادہ واضح الدلالت ہوں کیونکہ میں نے انہیں ظاہراً خطاکار ٹھہرایا ہے اور ہر سچ کہنے والا اللہ کے نزدیک حق ہے اور میں نے اختلاف کے موقع پر انہیں غلطی پر قرار دیا ہے اور مجھے دلالت نے، ان کے کسی قول تک پہنچایا ہے

ہیں اور وہ نور و ظلمت کے قائل ہیں تو اس نے ایک ایک کا نام بتانے کے بعد حکم دیا کہ انہیں میرے پاس لاؤ جب وہ اکٹھے ہوئے تو ایک طفیلی نے انہیں دیکھ لیا اور کہنے لگا کہ یہ کسی کام کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں وہ بھی ان میں شامل ہو کر ان کے ساتھ چلا گیا حالانکہ اسے ان کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا، یہاں تک کہ منتظمین انہیں کشتی کے پاس لے گئے تو طفیلی کہنے لگا بلاشبہ کوئی سیر کا پروگرام ہے اور وہ بھی ان کے ساتھ کشتی میں بیٹھ گیا پھر جلد ہی بیڑیاں لا کر ان لوگوں کو بیڑیوں میں جکڑ دیا گیا، طفیلی بھی ان کے ساتھ ہی تھا، طفیلی کہنے لگا میری مفت خوری کا معاملہ بیڑیوں تک پہنچ گیا ہے، پھر شیوخ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا، میں تم پر قربان جاؤں تمہارا معاملہ کیا ہے، انہوں نے کہا تیرا معاملہ کیا ہے اور تو ہمارا بھائی کیسے بنا ہے وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں تو ایک طفیلی آدمی ہوں، میں آج اپنے گھر سے نکلا تو تم سے ملاقات ہوگئی میں نے خوبصورت منظر اور اچھے ماحول اور کپڑوں اور آسائش کو دیکھ کر کہا کہ یہ بوڑھے اور ادھیڑ عمر اور نوجوان ولیمہ کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں پس میں تمہارے درمیان میں آگیا اور میں نے تمہاری نقل شروع کر دی گویا میں بھی تمہارا ایک ساتھی ہوں پس تم اس کشتی کی طرف آگئے اور میں نے دیکھا کہ اس میں یہ بساط بچھی ہوئی ہے اور میں نے توشہ دان اور ٹوکروں کو بھرا ہوا دیکھا تو میں نے کہا کہ یہ کسی محل یا باغ کی سیر کو جا رہے ہیں اور یہ بڑا مبارک دن ہے اور میں بہت خوش ہوا کہ اچانک اس منتظم نے آکر تمہیں جکڑ دیا اور مجھے بھی تمہارے ساتھ ہی جکڑ دیا تو میری ایسی کیفیت ہوگئی جس نے میری عقل کو زائل کر دیا تو انہوں نے سب واقعہ سنایا اور بہت خوش ہوئے پھر کہنے لگے اب تو تو شمار میں آگیا ہے اور بیڑیوں میں کس دیا گیا ہے مگر ہم تو مانی کے پیروکار ہیں اور مامون کے پاس ہماری شکایت ہوئی ہے ہم عنقریب اس کے پاس جائیں گے اور وہ ہم سے ہمارے مذہب اور احوال کے بارے میں پوچھے گا اور ہمیں کئی قسم کی تکالیف دے کر توبہ اور رجوع کی دعوت دے گا ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ مانی کی تصویر کو ہمارے سامنے کرے گا اور ہمیں اس پر تھوکنے اور اس سے برأت کرنے کا حکم دے گا اور ہمیں تیتر کے ذبح کرنے کا حکم دے گا اور جو اس کی بات مان لے گا وہ بچ جائے گا اور جو نہ مانے گا وہ قتل ہو جائے گا، پس جب تجھے بلایا جائے اور تیرا امتحان ہو تو تو اپنے اور اپنے اعتقاد کے متعلق حسب دلالت بیان کرنا اور تیرا خیال ہے کہ تو طفیلی ہے اور طفیلیوں کے پاس بہت واقعات ہوتے ہیں، پس تو لوگوں کی باتیں سناتا ہوا

ہمارا بغداد کا سفر طے کرا دے جب وہ بغداد پہنچے انہیں مامون کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ ایک ایک کا نام لے کر پکارنے لگا اور ہر ایک سے اس کے مذہب کے متعلق دریافت کرنے لگا اور جو اُسے بتاتا کہ میرا مذہب اسلام ہے وہ اس کی آزمائش کرتا اور اُسے مانی سے برأت کی دعوت دیتا اور اس کی تصویر سامنے کر کے اس پہ اُسے تھوکنے اور اس سے برأت کرنے کا حکم دیتا، اگر وہ انکار کرتے تو انہیں تلوار کی باڑھ پہ رکھ لیتا ان دس آدمیوں سے فراغت کے بعد وہ طفیلی تک پہنچا اور ان لوگوں کی گنتی پوری ہو چکی تھی، مامون نے منتظمین سے کہا، یہ کون ہے، انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم ہمیں پتہ نہیں، ہم نے اسے ان لوگوں کے ساتھ پایا ہے تو ہم اسے لے آئے ہیں، مامون نے اُسے کہا، تیرا کیا واقعہ ہے اس نے کہا امیر المومنین! اگر مجھے ان کے حالات کے متعلق کچھ بھی علم ہو تو میری بیوی کو طلاق ہو جائے، میں تو ایک طفیلی ہوں اور اس نے شروع سے لے کر آخر تک اپنا واقعہ سنایا، تو مامون ہنس پڑا پھر اس نے اس کے سامنے مانی کی تصویر کی تو اس نے اس پہ لعنت کی اور اس سے برأت کا اظہار کیا اور کہنے لگا مجھے یہ تصویر دے دو تاکہ میں اس پر پاخانہ پھر دوں، خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ مانی کیا ہے کیا وہ یہودی تھا یا مسلمان؟ تو مامون نے کہا کہ زیادہ مفت خوری کرنے اور اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنے کی وجہ سے اس کی تادیب کی جائے، ابراہیم بن مہدی، مامون کے سامنے کھڑا تھا وہ کہنے لگا امیر المومنین! اس کا گناہ میری وجہ سے بخش دیجیے اور میں آپ کو اپنی مفت خوری کا ایک عجیب واقعہ سناتا ہوں، مامون نے کہا، سناؤ۔

ابراہیم بن مہدی کا طفیلی بننا

کہنے لگا امیر المومنین! میں ایک روز بے پروائی سے بغداد کی گلیوں میں گھوم رہا تھا کہ میں ایک جگہ پہنچا جہاں مجھے ایک عالی شان مکان کے کوٹھے سے مصالح کی خوشبو آئی اور دیگوں سے پکی ہوئی چیزوں کی بھاپ کی مہک آ رہی تھی میرے منہ میں پانی آ گیا میں نے ایک درزی سے پوچھا یہ کس کا گھر ہے اس نے کہا کپڑے کے ایک تاجر کا۔ گھر ہے میں نے کہا اس کا نام کیا ہے اس نے کہا فلاں بن فلاں میں نے اس کوٹھے کی طرف نگاہ اُٹھائی تو اس میں ایک کھڑکی دیکھی، جس سے ایک ایسی خوب صورت کلائی اور ہتھیلی باہر آئی جس سے خوب صورت ہتھیلی اور کلائی میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی، امیر المومنین کلائی اور ہتھیلی کی خوب صورتی نے مجھے دیگوں کی خوشبو سے غافل کر دیا اور میں حیران کھڑا رہ گیا میری عقل گم ہو گئی، پھر میں نے درزی سے کہا، وہ نبیذ

پیتا ہے اس نے کہا، ہاں، اور میرا خیال ہے کہ آج اس کے ہاں دعوت ہے اور وہ اپنے جیسے تجار کے ساتھ ہی چھپ کر شراب نوشی کرتا ہے، ابھی میں یہ بات کر ہی رہا تھا کہ دو شریف آدمی گلی کے سرے سے سوار ہو کر آئے تو درزی نے مجھے کہا یہ دونوں اس کے شراب نوش ندیم ہیں میں نے کہا ان دونوں کا نام اور کنیت کیا ہے اس نے کہا فلاں فلاں، پس میں اپنی سواری کو چلا کر ان دونوں کے درمیان ہو گیا اور کہنے لگا میں تم دونوں پر قربان جاؤں کہ تم کو ابوفلاں نے دیر کرا دی ہے اور میں ان کے ساتھ چلتا گیا یہاں تک کہ ہم دروازے پر پہنچ گئے ان دونوں نے مجھے آگے کر دیا میں اور وہ اندر داخل ہو گئے، جب مجھے صاحب خانہ نے دیکھا تو اس نے مجھے بھی ان کا تعلق دار خیال کیا اور مجھے خوش آمدید کہا اور بڑی جگہ پر بٹھایا۔ پھر دسترخوان لایا گیا جس پر نفیس روٹیاں اور طرح طرح کے سالن تھے، ان کا مزا ان کی خوشبو سے بھی شاندار تھا، میں نے اپنے دل میں کہا یہ سالن تو میں نے کھا لیے اب ہتھیلی اور کلائی باقی رہ گئی ہے۔ پھر کھانا اُٹھا دیا گیا اور ہم نے اپنے ہاتھ دھوئے پھر ہم محفل مے نوشی میں چلے گئے تو وہ اس سے بھی شاندار مجلس تھی صاحب مجلس مجھ سے بڑی ملاطفت کر رہا تھا اور میری طرف متوجہ ہو کر باتیں کر رہا تھا وہ دونوں آدمی یہ سمجھ رہے تھے کہ میرا اس سے تعلق ہے اور وہ مجھ سے یہ برتاؤ اس لیے کر رہا تھا کہ وہ سمجھتا تھا کہ میرا ان دونوں کے ساتھ تعلق ہے جب ہم شراب کے کئی جام نوش کر چکے تو ہمارے پاس ایک لونڈی آئی جو بید مجنوں کی طرح دُہری ہو رہی تھی، میں نے ہچکچائے بغیر سلام کیا اور اُسے تکیہ دیا اور سارنگی لا کر اس کی گود میں رکھ دی تو اس نے اُسے بجانا شروع کیا اور اس کے بجانے سے اس کی مہارت واضح ہو رہی تھی پھر وہ گانے لگی ؎

"میری نگاہ نے اُسے دیکھا تو اس کے رخسار کو الم رسیدہ کر دیا اور میرے دیکھنے کی جگہ پر میری نگاہ سے نشان پڑ گیا اور میری ہتھیلی نے اُس سے مصافحہ کیا تو اس کی ہتھیلی کو تکلیف دی اور میری ہتھیلی کے چھونے سے اس کی انگلیوں میں زخم ہو گئے اور میرے دل میں خیال گزرا تو میں نے اُسے زخمی کر دیا اور میں نے کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی جسے فکر مجروح کر دے۔"

یا امیر المومنین! خدا کی قسم مجھ پر غموں کا ہجوم ہو گیا اور میں اس کے گانے اور مہارت سے بہت خوش ہوا پھر وہ گانے لگی ؎

"میں نے اسے اشارہ کیا کہ کیا تو میری محبت کو جانتی ہے تو اس نے مجھے
آنکھ کے اشارہ سے بتایا کہ میں اس عہد پر قائم ہوں تو اس نے عمداً اپنے راز کے
اظہار سے کنارہ کشی اختیار کی اور اسی طرح اس نے ارادے کے اظہار سے
بھی پہلو تہی کی۔"

سلامہ کے گانے سے مجھے ایسی خوشی ہوئی کہ میں، دل اور صبر پر قابو نہ رکھ سکا اور
وہ گانے لگی کہ ؎

"کیا یہ قابلِ تعجب بات نہیں کہ ہم ایک گھر میں رہتے ہوئے نہ خلوت کرتے ہیں
اور نہ بات کرتے ہیں صرف ہماری آنکھیں اپنی پلکوں کے ساتھ عشق کی شکایت
کرتی ہیں اور اندرونہ آگ پر لوٹ رہا ہے اور منہ اور ابرو اشارے کرتے اور
پلکیں جھکتی ہیں اور ہاتھ سلام کرتا ہے۔"

امیر المومنین! خدا کی قسم، میں اس کی مہارت اور گانے کے متعلق اس کی واقفیت اور
اشعار کے صحیح مفہوم سمجھنے پر اس سے حسد کرنے لگا جس فن کو اس نے شروع کیا تھا وہ
اس سے باہر نہ نکلی، تو میں نے کہا اے لونڈی تیرے ذمے ایک بات رہ گئی ہے تو اس
نے ناراض ہو کر سارنگی کو زمین پر دے مارا اور کہنے لگی تم کب تک اپنی مجالس میں بغض
رکھنے والوں کو بلاتے رہو گے تو میں اپنی بات پر شرمندہ ہوا میں نے دیکھا کہ لوگ مجھ سے
بدل گئے ہیں، میں نے کہا کیا کوئی اور سارنگی نہیں ہے انہوں نے کہا ہمارے آقا، ہے
وہ سارنگی لائی گئی اور میں نے اُسے ٹھیک کر کے گانا شروع کیا ؎

"فرودگاہوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ کسی غمگین کو جواب نہیں دیتیں، کیا وہ
گونگی ہو گئی ہیں یا موت کے بعد بوسیدہ ہو گئی ہیں، وہ مذکورہ شام کو چلے
گئے اگر وہ مر گئیں تو ہم مر جائیں گے اور اگر وہ زندہ رہیں تو ہم زندہ رہیں گے۔"

ابھی میں نے گانے کو اچھی طرح ختم نہ کیا تھا کہ ایک لونڈی باہر آئی اور جھک کر
میرے پاؤں کو بوسہ دینے لگی اور وہ کہہ رہی تھی خدا کی قسم! میرے آقا میں آپ سے معذرت
خواہ ہوں، میں نے آپ کی طرح اس سُر میں کسی کو گاتے نہیں سُنا اور اس کے آقا اور
اس کے تمام ساتھیوں نے بھی اس لونڈی کی طرح میرے پاؤں کو بوسہ دیا اور لوگ خوش
ہو گئے وہ شراب پینے لگے اور انہوں نے طاسہ (پینے کا برتن) کے ساتھ شراب پی میں

پھر گانے لگا ؎

"خدا کی قسم کیا تو مجھے یاد کیے بغیر شام کرے گی حالانکہ میری آنکھیں تیری یاد میں خون
برسا رہی ہیں میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے بخل کی شکایت کرتا ہوں، میری بخشش
اس کے لیے شہد ہے اور وہ ایلوا دے رہی ہے میرے دل کی مصیبت کو واپس
کر تو نے ہی اُسے قتل کیا ہے اور اُسے فاتر العقل اور شکستہ کر کے نہ چھوڑ دے
میں اللہ کے حضور شکایت کرتا ہوں کہ وہ اجنبی ہے اور میں جب تک زندہ رہوں
گا اس کی محبت میں قابلِ اکرام رہوں گا۔"

امیر المومنین لوگ اس قدر خوش ہوئے کہ مجھے خطرہ پیدا ہوگیا کہ وہ اپنی عقلیں ہی نہ گم کر
بیٹھیں، پس میں کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگیا جب لوگ پُر سکون ہوگئے تو میں تیسری دفعہ
گانے لگا ؎

"یہ تیرا عاشق ہے جو اپنے غم کو چھپائے ہوئے ہے اور تیرا دلدادہ ہے جس
کے آنسو اس کے جسم پر بہہ رہے ہیں اور اس کے ایک ہاتھ کی ہتھیلی اپنی تکلیف
کے متعلق رب سے دُعا کر رہی ہے اور اس کا دوسرا ہاتھ اس کے جگر پر ہے اے
وہ شخص جس نے ایک دلدادہ مشتاق [illegible]

کہ فلاں لونڈی کو کہو کہ نیچے آئے وہ ایک ایک لونڈی کو میرے پاس بھجوانے لگا، اور میں اس کی ہتھیلی کو دیکھ کر کہتا کہ یہ وہ نہیں ہے یہاں تک کہ اس نے مجھے کہا کہ خدا کی قسم اب میری ماں اور میری بہن ہی باقی رہ گئی ہے اور میں ان دونوں کو تیرے پاس بھیجتا ہوں تو میں اس کی سخاوت اور وسعتِ حوصلہ سے حیران رہ گیا میں نے اُسے کہا میں تیرے قربان جاؤں، ماں سے پہلے بہن کو بھجواؤ شاید کہ وہ میری بیوی بن جائے اس نے کہا تو نے ٹھیک کہا ہے تو اس نے اپنی بہن کو بھجوا دیا جب میں نے اس کی کلائی اور ہتھیلی کو دیکھا تو میں نے کہا میں تیرے قربان جاؤں یہ وہی ہے اس نے اپنے غلاموں کو فوراً حکم دیا تو وہ اس کے بڑے بڑے ہمسایوں کے دس مشائخ کے پاس گئے اور انہیں بُلا لائے دو تھیلیاں بھی لائی گئیں جن میں بیس ہزار درہم تھے پھر کہنے لگا یہ میری فلاں بہن ہے اور میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اسے ابراہیم بن مہدی سے بیاہ دیا ہے اور اس کی طرف سے میں نے اسے بیس ہزار درہم مہر دیا ہے، پس اس نے راضی ہو نکاح قبول کر لیا میں نے اُسے ایک تھیلی دے دی اور دوسری کو میں نے مشائخ میں تقسیم کر دیا اور میں نے انہیں کہا میں معذرت خواہ ہوں کہ اس وقت میرے پاس یہی کچھ تھا وہ درہم لے کر چلتے بنے پھر وہ کہنے لگا اے میرے آقا میں تجھے ایک مکان دکھا دیتا ہوں جہاں تو اپنے اہل کے ساتھ سویا کرنا - امیر المومنین! خدا کی قسم اس نے اپنی سخاوت اور وسعت حوصلہ سے مجھے شرمندہ کر دیا، میں نے کہا پالکی لاؤ، میں اُسے گھر لے جاؤں، اس نے کہا جو چاہو کرو، پالکی آئی تو میں اُسے گھر لے آیا، امیر المومنین آپ کے حق کی قسم اس نے مجھے اتنا سامان دیا کہ وہ میرے گھر میں نہ سماتا تھا۔

مامون اس آدمی کی سخاوت سے بہت حیران ہوا اور طفیلی کو چھوڑ دیا اور اُسے بہت اچھا انعام دیا اور ابراہیم کو اس آدمی کے حاضر کرنے کا حکم دیا اس کے بعد وہ مامون کے خواص اور دوستوں میں شامل ہو گیا اور شراب نوشی کے خوش کن احوال میں ہمیشہ اس کے ساتھ رہا۔

اسحٰق موصلی اور کلثوم عتابی، مامون کے حضور

مبرد اور ثعلب بیان کرتے ہیں کہ کلثوم عتابی، مامون کے دروازے پر کھڑا تھا کہ یحییٰ بن اکثم آ گیا تو عتابی نے اُسے کہا کہ امیر المومنین کو میرے مقام کے متعلق آگاہ کرو، اس نے کہا میں کوئی دربان نہیں، اس نے کہا مجھے پتہ ہے کہ تم دربان نہیں بلکہ

صاحب فضل آدمی ہو اور صاحب فضل بہترین مددگار ہوتا ہے وہ کہنے لگا تو مجھے کسی اور راستے پر لے گیا ہے اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے تجھے خلیفہ کے ہاں عزت دی ہے اور تو اس سے آسودہ حال بھی ہے اور اگر تو شکر کرے گا تو یہ دونوں چیزیں زیادہ عرصہ تیرے پاس رہیں گی اور اگر ناشکری کرے گا تو کم عرصہ رہیں گی اور میں آج خود تیری نسبت تیرے لیے بہتر ہوں، میں تیری آسودگی کے اضافہ کے لیے دُعا کروں گا اور تو اس سے انکار کرتا ہے نیز ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور مرتبے کی زکوٰۃ اُسے امن چاہنے والوں کے لیے خرچ کرنا ہے تو یحییٰ نے اندر جاکر مامون کو سب واقعہ سنایا عتابی کو اس کے سامنے پیش کیا گیا مجلس میں اسحاق بن ابراہیم موصلی بھی موجود تھا اس نے اُسے بیٹھنے کا حکم دیا اور اس سے اس کا حال احوال پوچھنے لگا تو وہ اُسے بڑی فصیح زبان میں جواب دینے لگا جسے مامون نے بہت اچھا سمجھا اور اس کی دلجوئی میں لگ گیا اور شیخ نے گمان کیا کہ اس نے اس کی اہانت کی ہے، تو وہ کہنے لگا، چمکانے سے پہلے اظہارِ اُنس اُسے اس کی بات سمجھ نہ آئی تو اس نے اسحاق کی طرف دیکھا تو اس نے اُسے آنکھ ماری پھر کہا کہ ایک ہزار دینار، پس وہ لاکر عتابی کے سامنے رکھ دیے گئے اور اُسے گفتگو کی دعوت دی گئی مامون نے اسحٰق کو اس کے ساتھ مذاق کرنے پر اُکسایا اور اسحٰق ہر بات میں اس سے معارضہ اور زیادتی کرنے لگا وہ اس سے بہت متعجب ہوا مگر اُسے یہ علم نہیں تھا کہ یہ اسحٰق ہے پھر کہنے لگا کیا امیر المومنین اجازت دیں گے کہ اس شخص کے نام ونسب کے متعلق پوچھا جائے اس نے کہا پوچھو، عتابی نے اُسے کہا تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے اس نے کہا میں لوگوں میں سے ہوں اور میرا نام کُل بصل ہے، عتابی نے اُسے کہا، نسبت تو مجھے معلوم ہوگئی ہے مگر نام کا مجھے پتہ نہیں چلا اور نہ کُل بصل ناموں میں سے کوئی نام ہے، اسحٰق نے اُسے کہا تو بہت بے انصاف ہے کلثوم (سب لہسن) کیا ہے اور پیاز، لہسن سے اچھا ہوتا ہے۔ عتابی کہنے لگا، اللہ تجھے ہلاک کرے تو کس قدر خوش مزاج ہے میں نے کوئی ایسا شیریں گفتار نہیں دیکھا، کیا امیر المومنین مجھے اسے انعام دینے کی اجازت دیں گے کہ آپ نے مجھے اس آدمی سے ملایا ہے خدا کی قسم یہ مجھ پر غالب آگیا ہے، مامون نے اُسے کہا بلکہ یہ پورا پورا تجھے ملے گا اور ہم اس کے لیے اتنا ہی انعام دینے کا حکم دیتے ہیں اسحٰق اپنے گھر واپس آگیا اور اس کے ساتھ بقیہ دن شراب نوشی کرتا رہا۔

العتابی

العتابی، جند قنسرین اور عواصم کے علاقے کا رہنے والا تھا دیارِ مضر میں رقہ میں سکونت پذیر ہو گیا تھا وہ بڑا اصاحب علم، قاری، ادیب، خوش الحان، مرتب کلام کرنے والا، زبردست حفظ والا، فصیح و بلیغ، بادشاہوں کا ہمنشین، ماہر کاتب، شیریں گفتار، خوش خط اور صاف طبیعت آدمی تھا وہ اپنے دَور کے کثیر آدمیوں سے اس میدان میں سبقت لے گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے کہا کہ آدمی کا کاتب اس کی زبان اور چہرہ اس کا دربان ہے اور اس کا ہم نشین اس کا سب کچھ ہے اس نے اسے شعر میں یوں بیان کیا ہے ؎

"نوجوان کی زبان، اس کا کاتب، اس کا چہرہ اس کا دربان اور اس کے ندیم اس کا
سب کچھ ہیں اور یہ سب ضروری ہیں۔"

اور اس سے بیان کیا گیا کہ اس نے کہا کہ جب تجھے کوئی کام سپرد کیا جائے تو دیکھ کہ تیرا کاتب کون ہو، کیونکہ تجھ سے دُور رہنے والے تیرے کاتب سے تیرا اندازہ کریں گے اور اپنے دربان کے پاس آئیں گے اور اپنے ندیموں اور ہم نشینوں کو خوش رکھ اور ان کی عزت کر، کیونکہ آدمی کا وزن اس کے ساتھیوں سے کیا جاتا ہے۔

ایک کاتب اور ندیم کے درمیان بحث

ایک کاتب نے ندیم پر فخر کا اظہار کیا اور کہنے لگا میں مدد ہوں اور تو مشقت ہے، میں سنجیدہ امور کے لیے ہوں اور تو بے ہودہ باتوں کے لیے ہے میں تنگی کے لیے ہوں اور تو لذت کے لیے ہے، میں جنگ کے لیے ہوں اور تو صلح کے لیے ہے، ندیم نے جواب دیا میں آسائش کے لیے ہوں اور تو انتقام کے لیے ہے، میں مرتبہ کے لیے ہوں اور تو خدمت کے لیے ہے تو کھڑا ہوتا ہے اور میں بیٹھتا ہوں، تو غصہ دلاتا ہے اور میں اُنس کرتا ہوں تو میری حاجت کو تھکا دیتا ہے اور جس میں میری سعادت ہو اس میں تیری شقاوت ہوتی ہے، میں شریک ہوں اور تو معین ہے، میں ساتھی ہوں اور تو تابع ہے اور میری جُدائی سے ندامت کی وجہ سے میرا نام ندیم ہے۔

عتابی کے واقعات اور تصنیفات بہت شاندار ہیں اور ان کے بیان کرنے سے ہم اپنے موضوع سے نکل جائیں گے ہم نے یہ باتیں اس لیے بیان کی ہیں تاکہ اس کے متعلق چند باتیں معلوم ہو جائیں۔

ایک آدمی کا مامون کے پاس واقعہ بیان کرنا

جوہری نے العتبی سے اور اس نے عباس الدیری

سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے مامون تک ایک واقعہ پہنچایا اور اس سے اس کے ہاں آنے کی اجازت طلب کی کہ وہ اس سے واقعہ کو سُنے، مامون نے اُسے اجازت دی تو اس نے جا کر سلام کہا، مامون نے کہا، اپنی ضرورت بیان کرو، اس نے کہا امیر المومنین کو بتایا گیا ہے کہ زمانے کے مصائب و آلام نے میری طرف رُخ کر لیا ہے اور جو کچھ دنیا نے مجھے دیا تھا وہ مصائب نے چھین لیا ہے میری جاگیر ویران ہو گئی ہے، نہر بھر گئی ہے مکان گر گیا ہے اور جو مال تھا وہ ختم ہو گیا ہے اب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، مجھ پہ بہت سا قرض ہے، میرے چھوٹے چھوٹے بچے اور عیال ہیں، میں بہت بوڑھا ہوں، مطالبات نے مجھے بے بس کر دیا ہے اور اخراجات مجھ سے بڑھ گئے ہیں، مجھے امیر المومنین کی نظر کرم کی ضرورت ہے راوی بیان کرتا ہے کہ باتوں کے دوران اس نے گوز مار دیا اور کہنے لگا امیر المومنین یہ بھی زمانے کی ایک عجیب اور تکلیف دہ بات ہے اور خدا کی قسم ہمیشہ ہی مجھ سے یہ بر محل صادر ہوا ہے مامون نے اپنے ہم نشینوں سے کہا میں نے اس سے زیادہ مضبوط اور قوی دل آدمی کبھی نہیں دیکھا پھر اُسے فوری پانچ ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔

مامون اور ابوالعتاہیہ

ابوالعتاہیہ بیان کرتا ہے کہ ایک روز مامون نے مجھے بُلا بھیجا میں اس کے پاس گیا تو میں نے اُسے متفکر، مغموم اور سر جھکائے دیکھا میں اس حالت میں اس کے نزدیک ہونے سے جھجکا، اس نے سر اُٹھا کر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ قریب ہو جاؤ، میں اس کے قریب ہوا تو اس نے تھوڑی دیر سر جھکائے رکھا پھر سر اُٹھا کر کہا اے اسماعیل! دل کا کام اُکتانا اور نئی بات کو پسند کرنا اور تنہائی سے مایوس ہونا ہے جیسے ہم اُلفت سے مانوس ہوتے ہیں، میں نے کہا امیر المومنین بے شک یہ بات ایسے ہی ہے میں نے اس بارے میں ایک شعر کہا ہے اس نے کہا وہ کیا ہے میں نے کہا ؎

"جب دل کسی کام میں لگا ہوا ہو تو وہ ایک حال سے دوسرے حال میں جائے بغیر
ٹھیک نہیں ہوتا۔"

اس نے کہا بہت اچھا، مجھے کچھ مزید اشعار سناؤ، میں نے کہا میں اس کی قدرت نہیں رکھتا اور میں بقیہ دن اس کے ساتھ رہا پھر اس نے مجھے مال دینے کا حکم دیا اور میں مال لے کر واپس آ گیا۔

مامون اور ایک عام آدمی

بیان کیا جاتا ہے کہ مامون نے اپنے ایک خادم خاص کو

حکم دیا کہ وہ باہر جائے اور جو آدمی اُسے راستے میں ملے خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ بڑا ہو یا چھوٹا، اُسے اس کے پاس لے آئے پس وہ ایک عام آدمی کو لے آیا، وہ اس کے پاس گیا تو اس کے پاس اس کا بھائی معتصم اور یحیٰی بن اکثم اور محمد بن الرومی بیٹھے تھے اور ان میں سے ہر ایک نے ہنڈیا پکائی ہوئی تھی محمد بن ابراہیم ظاہری نے اس عامی آدمی سے کہا یہ امیر المومنین کے خاص لوگ ہیں جو کچھ یہ تجھ سے پوچھتے ہیں اس کا انہیں جواب دو، مامون نے کہا اس وقت جب کہ رات کے تین گھنٹے باقی رہ گئے ہیں تو کہاں جا رہا ہے اس نے کہا مجھے چاند نے دھوکا دیا ہے میں نے تکبیر کی آواز سنی تو میں نے اُسے اذان یقین کیا مامون نے اُسے بیٹھ جانے کو کہا، وہ بیٹھ گیا، مامون نے کہا ہم میں سے ہر ایک نے ہنڈیا پکائی ہے جو ہم میں سے ہر ایک تیرے سامنے پیش کرتا ہے تو اُسے چکھ کر ہر ہنڈیا کی خوبیاں اور خوشگواری بتا دے کہ اس نے کہا لاؤ، اس کے سامنے ایک تھال پیش کیا گیا جس میں سب ہنڈیاں رکھی

ندیموں میں شامل ہوگیا۔

تین باتوں کے جواب سے مامون کا عاجز ہونا

ابو عباد کاتب، جو مامون کا خاص آدمی تھا، بیان کرتا ہے کہ مجھے مامون نے کہا کہ میں تین آدمیوں کا جواب نہیں دے سکا، میں ذوالریاستین کی ماں کے پاس اس کی تعزیت کرنے گیا تو میں نے کہا کہ اس کے فوت ہوجانے پر غم و افسوس نہ کر کہ اللہ تعالےٰ نے تجھے اس کے عوض مجھ جیسا بیٹا دیا ہے جو تمہارے لیے اس کا قائم مقام ہوگا پس جب تو اس کی باتوں سے خوش ہو تو مجھ سے منقبض نہ ہونا تو وہ گریہ کناں ہو کر کہنے لگی، میں اس لڑکے پر کیسے نہ روؤں جس نے مجھے تجھ جیسا بیٹا دیا ہے، میرے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا، میں نے اُسے کہا تو کون ہے وہ کہنے لگا، موسیٰ بن عمران علیہ السلام، میں نے کہا تیرا بُرا ہو، موسےٰ علیہ السلام کے پاس تو معجزات تھے جن سے انہوں نے اپنی نبوت کے معاملہ کو واضح کیا تھا ان میں سے ایک نشان یہ تھا کہ انہوں نے اپنے عصا کو پھینکا تو وہ ساحروں کی تدبیر کو ہڑپ کر گیا دوسرا نشان یہ تھا کہ وہ اپنے گریبان سے ہاتھ نکالتے تھے تو وہ روشن ہوجاتا تھا میں موسےٰ بن عمران علیہ السلام کے دلائل نبوّت کو شمار کرنے لگا اور میں نے اُسے کہا کہ اگر تو موسےٰ علیہ السلام کے نشانات ومعجزات میں سے ایک نشان بھی دکھلا دے تو میں سب سے پہلے تجھ پر ایمان لے آؤں گا، اور اگر تو ایسا نہ کر سکا تو تجھے قتل کر دوں گا، اس نے جواب دیا آپ درست کہتے ہیں مگر میں ان نشانات کو اس وقت پیش کروں گا جب فرعون انا ربکم الاعلیٰ کہے گا اگر تو نے ایسا کہہ دیا تو میں اس قسم کے نشانات تجھے دکھلا دوں گا تیسری بات یہ ہے کہ اہل کوفہ ایک عامل کی شکایت کرنے لگے جس کی سیرت اور طریق کار کو میں پسند کرتا تھا میں نے انہیں اطلاع بھیجی کہ میں اس آدمی کی سیرت کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں اور میں کل صبح تمہاری بات کے فیصلے کے لیے بیٹھنے کا ارادہ کیے ہوئے ہوں تم ایک آدمی کو منتخب کر لو جو تمہاری طرف سے گفتگو کرے گا کیونکہ میں تمہاری کثرت کلام کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں، انہوں نے جواب دیا، ہم میں اطروش کے سوا کوئی ایسا آدمی موجود نہیں جسے ہم امیر المومنین سے گفتگو کرنے کے لیے پسند کریں پس اگر امیر المومنین اُسے برداشت کر سکیں تو مہربانی فرمائیں میں نے ان سے وعدہ کیا کہ میں اُسے برداشت کروں گا وہ

لوگ دُوسرے دن آ گئے میرے حکم سے اطروش اور وہ اندر داخل ہوگئے جب وہ میرے سامنے کھڑے ہوئے تو میں نے انہیں بیٹھنے کا حکم دیا اور اطروش سے کہا تمہیں اپنے عامل سے کیا شکایت ہے وہ کہنے لگا امیر المومنین! وہ روئے زمین کا سب سے بڑا عامل ہے وہ پہلے سال ہمارا عامل بنا تو ہم نے اپنا ساز و سامان فروخت کر دیا دوسرے سال ہم نے اپنی جاگیریں اور ذخائر فروخت کر دیئے تیسرے سال ہم اپنے شہر سے نکلے اور امیر المومنین سے فریاد کی کہ وہ رحم فرما کر ہماری شکایات دُور کریں اور اس کو ہٹا کر لمبا زمانہ ہم پر حکومت کریں میں نے اُسے کہا تو جھوٹ بولتا ہے تیرے لیے کوئی امان نہیں بلکہ وہ ایسا آدمی ہے جس کے طریق و سیرت کا میں مداح ہوں اور اس کے دین اور روش کو پسند کرتا ہوں اور میں نے اُسے تمہارے لیے اس وجہ سے منتخب کیا ہے تاکہ مجھے معلوم ہو کہ تم اپنے عمال پر بکثرت کیوں ناراض ہوتے ہو، اس نے کہا امیر المومنین آپ نے دُرست فرمایا ہے اور میں نے جھوٹ بولا ہے لیکن یہ عامل جس کے دین، امانت، عفت اور عدل و انصاف سے آپ راضی ہیں آپ نے اس کے ذریعے ہمارے ساتھ ہی فحط کو کیوں خاص کر دیا ہے، جن دیگر علاقوں کے امور کی نگرانی کا کام اللہ تعالےٰ نے آپ کے سپرد کیا ہے آپ اس آدمی کو وہاں پر عامل بنا دیں تاکہ وہ بھی اس کے عدل و انصاف سے اسی طرح شادکام ہوں جیسے ہم ہوئے ہیں، تو میں نے اُسے کہا، خدا تعالیٰ تیرا محافظ نہ ہو میں نے اُسے تم سے معزول کیا۔

مامون کا فقہاء سے مناظرہ

یحییٰ بن اکثم کا بیان ہے کہ مامون منگل کے روز فقہ کے متعلق مناظرہ کرنے کے لیے بیٹھا کرتا تھا جب فقہاء اور دیگر مناظرہ کرنے والے آ جاتے تو انہیں ایک مفروش کمرے میں داخل کر دیا جاتا، اور انہیں کہا جاتا کہ اپنے موزے اُتار دو پھر دسترخوان لائے جاتے اور انہیں کہا جاتا کہ کھا پی لو، اور نئے سرے سے وضو کر لو، جس کے موزے تنگ ہوں وہ انہیں اُتار دے جس کی ٹوپی بوجھل ہو وہ اُسے اُتار دے پس جب وہ فارغ ہو جاتے تو انہیں خوشبو کی انگیٹھیوں کے پاس لایا جاتا اور وہ خوشبو حاصل کر کے نکل جاتے تو ہم ان سے قریب آنے کی درخواست کرتے یہاں تک کہ وہ اس کے قریب ہو جاتے اور وہ ان سے بہت اچھا مناظرہ کرتا اور سرکشوں کی طرح مناظرہ کرنے سے بہت دُور رہتا، بڑا منصفانہ مناظرہ کرتا، یہ مناظرہ بازی زوالِ آفتاب تک رہتی پھر دوبارہ دسترخوان چُنے جاتے

اور وہ کھانا کھا کر واپس چلے جاتے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ایک روز وہ بیٹھا ہوا تھا کہ دربان علی بن صالح نے اُسے آکر کہا امیرالمومنین! دروازے پر ایک آدمی کھڑا ہے جو سفید موٹا لباس پہنے ہوئے اور آستین چڑھائے ہوئے ہے اور مناظرہ کے لیے داخلہ کی اجازت چاہتا ہے، میں نے کہا وہ کوئی صوفی ہے میں نے چاہا کہ اشارہ کروں کہ وہ اُسے اجازت نہ دے مگر مامون نے فوراً کہہ دیا کہ اُسے اجازت دے دو، وہ آدمی آیا تو اس نے کپڑے کسے ہوئے تھے اور جوتا ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا اور اس نے بساط کی ایک جانب کھڑے ہو کر کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مامون نے جواب دیا وعلیکم السلام، اس نے کہا کیا آپ مجھے اپنے قریب آنے کی اجازت دیں گے اس نے کہا قریب ہو جائیے تو وہ قریب ہو گیا پھر مامون نے اُسے بیٹھنے کو کہا تو وہ بیٹھ گیا، پھر کہنے لگا کیا آپ مجھے اپنے ساتھ گفتگو کی اجازت دیں گے، اس نے کہا تمہیں جو معلوم ہے وہ بیان کرو، اس میں اللہ کی رضا مندی ہو گی اس نے کہا مجھے یہ بتائیے کہ آپ جس جگہ پر بیٹھے ہیں کیا آپ مسلمانوں کے اتفاق اور رضا مندی سے یہاں بیٹھے ہیں یا اپنی حکومت کے زور پر اس جگہ بیٹھے ہیں اس نے کہا نہ میں ان کے اتفاق سے بیٹھا ہوں اور نہ بزور قوت بیٹھا ہوں۔ مجھ سے پہلے ایک بادشاہ مسلمانوں کے امور کا متولی تھا جسے مسلمانوں نے اچھا سمجھا خواہ رضا مندی سے یا مجبوری سے، اس نے میرے لیے اور میرے ایک دوسرے ساتھی کے لیے اپنے بعد ان مسلمانوں سے جو اس کے پاس موجود تھے ولایت کا عہد لیا اور بیت الحرام میں آنے والے حاجیوں سے بھی میرے لیے اور میرے دوسرے ساتھی کے لیے بیعت لی، پس انہوں نے خوشی سے یا مجبوری سے اُسے یہ عہد دے دیا، پس میرے جس ساتھی کے لیے اس نے عہد لیا تھا وہ بھی اسی راہ پر چلا گیا ہے جس پر وہ خود گیا ہے، اور جب مجھے حکومت ملی تو مجھے معلوم ہوا کہ مجھے مشرق و مغرب کے مسلمانوں کی رضا مندی حاصل کرنا ضروری ہے پھر میں نے غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اگر میں مسلمانوں سے الگ ہو گیا تو اسلام کا اتحاد اور مسلمانوں کا عہد خراب ہو جائے گا اور فتنہ و فساد کا غلبہ ہو جائے گا اور جھگڑا پیدا ہو گا اور خدا تعالیٰ کے احکام معطل ہو جائیں گے اور کوئی شخص بیت اللہ کا حج نہ کرے گا اور نہ اس کی راہ میں جہاد کرے گا نہ ان کا کوئی بادشاہ ہو گا جو ان کو اکٹھا کرے اور ان کا انتظام کرے، اور رستے بند ہو جائیں گے، ظالم سے کوئی شخص مظلوم کا حق نہ لے

سکے گا تو میں مسلمانوں کی حفاظت کرنے اور ان کے دشمن سے جہاد کرنے اور ان کے رستوں کے کنٹرول کرنے اور ان کے ہاتھوں کو روکنے کے لیے کھڑا ہو گیا تاکہ مسلمان کسی شخص پر رضا مندی سے متفق ہو جائیں اور میں حکومت اس کے سپرد کر دوں اور ایک عام مسلمان کی طرح بن جاؤں اور اسے شخص تو مسلمانوں کی جماعت کی طرف میرا ایلچی ہے پس جب مسلمان کسی آدمی پر متفق ہو جائیں اور اس کو پسند کریں تو میں اس کے لیے حکومت کو چھوڑ دوں گا، وہ شخص السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا تو مامون نے حکم دیا کہ علی بن صالح دربان کو میرے پاس لایا جائے کہ وہ اس کی ٹوہ لگانے کے لیے آدمی بھیجے جو اس کے مقصد کو معلوم کرے وہ یہ کام کر کے واپس آ کر کہنے لگا امیرالمومنین! میں نے اس کی ٹوہ لگانے کے لیے آدمی بھیجا ہے پس وہ مسجد میں گیا جس میں اسی ہیئت و لباس کے پندرہ آدمی موجود تھے۔ انہوں نے اسے پوچھا کہ تو اس آدمی سے ملا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں، انہوں نے پوچھا اس نے تجھے کیا کہا ہے؟ اس نے جواب دیا اس نے مجھ سے اچھی باتیں کی ہیں، اس نے بیان کیا ہے کہ اس نے مسلمانوں کے امور کو اس لیے کنٹرول میں لیا ہے تاکہ ان کے راستے پُر امن ہوں، حج ادا ہو، راہ خدا میں جہاد ہو، ظالم سے مظلوم کا حق وصول کرے اور احکام کو معطل نہ کرے، پس جب مسلمان کسی آدمی کو پسند کر لیں گے تو یہ حکومت اس کے سپرد کر دے گا، وہ کہنے لگے اس میں ہم کوئی حرج کی بات نہیں دیکھتے اور منتشر ہو گئے، پس مامون نے یحییٰ کی طرف متوجہ ہو کر کہا ہم ان لوگوں کی مشقت سے آسان تقاریر کے ذریعہ ہی کافی ہو گئے ہیں، میں نے کہا امیرالمومنین! اللہ تعالےٰ کا شکر ہے جس نے آپ کو قول و فعل میں صواب و راستی کا الہام کیا ہے۔

قاضی بصرہ یحییٰ بن اکثم

مسعودی بیان کرتا ہے کہ مامون اور یحییٰ بن اکثم کے درمیان تعلقات کی گرم جوشی سے قبل یحییٰ، بصرہ کا قاضی تھا، بصریوں نے مامون کے پاس شکایت کی کہ اس نے بکثرت لواطت کے باعث ان کے لونڈوں کو خراب کر دیا ہے، تو مامون نے کہا کاش ان میں سے کچھ آدمی اس سے قبل اس کے احکام پر اعتراض کرتے، انہوں نے کہا امیرالمومنین اس نے فواحش اور کبائر کا ارتکاب کیا ہے اور یہ بات اس کے متعلق مشہور ہو چکی ہے اور امیرالمومنین وہ اپنے مشہور اشعار میں لونڈوں کی صفات، طبقات اور مراتب کا ذکر کرتا ہے، مامون نے کہا اس نے کیا کہا ہے؟

مامون نے شرمندگی سے کچھ دیر سر جھکائے رکھا، پھر سر اٹھا کر کہنے لگا، ابن ابی نعیم کو سندھ کی طرف جلاوطن کر دیا جائے۔

جب یحییٰ مامون کے ساتھ کسی سفر میں سوار ہوتا تو اپنی پیٹی، قبا اور تلوار کو لٹکانے والی چیزوں کے ساتھ لٹکا لیتا اور جب سردی کا موسم ہوتا تو ریشم کی قباؤں اور سمور کی ٹوپیوں اور کھلی زینوں کے ساتھ سوار ہوتا اس کی لواطت کی خبر اس حد تک مشہور ہو چکی تھی کہ مامون نے اُسے حکم دیا کہ وہ اپنے لیے لڑکوں کو مقرر کرے جو اس کے سوار ہونے کے ساتھ سوار ہوں اور اس کے امور میں متصرف ہوں تو اس نے چار سو خوبرو لڑکوں کو مقرر کیا اور ان سے خوب رسوا ہوا راشد بن اسحاق یحییٰ کے لڑکوں کو مقرر کرنے کے بارے میں کہتا ہے ؎

"میرے دونوں دوستو! ذرا متعجب ہو کر اس نشان دار منظر کو دیکھنا جسے میری آنکھ
نے دیکھا ہے یحییٰ نے صرف انہی لڑکوں کو مقرر کیا ہے جن کے رخسار نرم و
نازک اور نگاہیں شیریں ہیں وگرنہ ہر سُرخ رنگ اکثمی کے رُخسار پر بہت کم
بال ہیں اور وہ اپنے دونوں ساتھیوں کے برعکس خوب صورتی کے مطابق
لڑکے کو مقدم کرتا ہے، اور ان کو جنگ کی طرف وہ قاضی لیے جاتا ہے
جو ردینی نیزے کے ساتھ سخت نیزہ زنی کرنے والا ہے جب ان میں سے
کوئی شجاع، جنگ میں حاضر ہوتا ہے تو پیشانی اور ہاتھوں کے بل گر پڑتا ہے
اور وہ ان کو علم و حلم کے ساتھ سلامتی کے دن کے لیے لیے جا رہا ہے
نہ کہ موت کے دن کے لیے شیخ اس پر اپنے تیر کی چھڑی کے ساتھ جھکا
ہوا ہے اور گھٹنوں سے آگے بڑھا ہوا ہے اور وہ ان کو ٹھوڑیوں کے
بل پچھاڑا ہوا چھوڑ دیتا ہے اور سب کے جیسے زخمی ہوتے ہیں۔"

اس کے متعلق راشد کہتا ہے ؎

"ہم یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ ہم عدل کو غالب دیکھیں گے پس اس نے
ہمیں آس کے بعد یاس سے ہمکنار کیا اور جب مسلمانوں کا قاضی القضاۃ
ہی لوطی ہو تو دنیا اور اہلِ دُنیا کی اصلاح کب ہو سکتی ہے۔"

یحییٰ بن اکثم بن عمرو بن ابی رباح خراسانی تھا اور مرو کا رہنے والا تھا اور بنی تمیم کا آدمی تھا جب یہ مصر میں تھا تو مامون اس پر ۲۱۵ھ میں ناراض ہو گیا اور غصّے کی حالت میں

اسے عراق بھیج دیا اور اس نے حدیث کو لکھا اور عثمان البتّی کی طرح بصریوں کے لیے فقیہ بن گیا اور اس کے اصول و فروع کے متعلق اس کی تصنیفات پائی جاتی ہیں اور "التنبیہ" کے نام سے اس نے ایک الگ کتاب لکھی ہے جس میں اس نے عراقیوں کا ردّ کیا ہے اس کے اور احمد بن ابی دواد بن علی کے درمیان بہت سے مناظرات ہوئے۔

امام شافعیؒ کی وفات

مامون کے زمانہ خلافت میں جمعہ کی شب رجب ۲۰۴ھ میں ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبداللہ بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف شافعی رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے اور اسی رات کی صبح کو دفن کر دیے گئے، ان کی عمر ۵۴ سال تھی ان کی نماز جنازہ امیر مصر سری بن حکم نے پڑھائی، یہی بات عکرمہ بن محمد بن بشر نے ربیع بن سلیمان مؤذن سے اور محمد بن سفیان بن سعید مؤذن وغیرہ نے ربیع بن سلیمان سے بیان کی ہے، امام شافعی کو مقبرہ بنی عبدالحکیم میں شہداء کی قبروں کے حصے میں دفن کیا گیا، ان کی قبروں اور آپ کے سر کے درمیان پتھر کا ایک بڑا ستون ہے اسی طرح آپ کی ٹانگوں کے پاس بھی ایک ستون ہے آپ کے سر کے پاس پتھر پر یہ لکھا ہے "یہ قبر محمد بن ادریس شافعیؒ، اللہ کے امین کی ہے"

جن باتوں کا ہم نے ذکر کیا ہے یہ مصر میں مشہور ہیں، امام شافعی کا نسب بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کے ساتھ عبد مناف میں جا ملتا ہے اس لیے کہ وہ مطلب بن عبد مناف کی اولاد میں سے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم اور بنو عبدالمطلب دو ملی ہوئی اُنگلیوں کی طرح ہیں اور قریش نے شعب میں بنو ہاشم کے ساتھ بنی مطلب کا بھی محاصرہ کیا تھا۔

مجھے فقیر بن مسکین نے یہ حدیث مزنی سے سنائی، فقیر، مزنی سے حدیث بیان کرتا ہے اور ہم نے مصر کے شہر اُسوان میں فقیر بن مسکین سے سماع کیا ہے، اس نے کہا کہ مزنی بیان کرتا ہے کہ میں امام شافعی کے پاس ان کی وفات کے روز صبح کے وقت گیا اور ان سے پوچھا اے ابوعبداللہ آپ نے صبح کیسے کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے دنیا سے رحلت کرنے والے اپنے بھائیوں کو چھوڑنے والے اور جام مرگ نوش کرنے والے کی طرح صبح کی ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ میری رُوح جنت کو جائے گی کہ میں اُسے مبارک باد دوں یا دوزخ کو جائے گی کہ اس سے تعزیت کروں اور کہنے لگے ؎

"جب میرا دل سخت ہو گیا اور میرے راستے تنگ ہو گئے تو میں نے اُمید کو

تیرے عفو کے لیے زینہ بنایا اور میں نے اپنے گناہ کو بڑا خیال کیا اور جب
میں نے اُسے تیرے عفو کے ساتھ ملایا تو تیرا عفو اس سے بہت بڑا تھا۔"

ابو داؤد طیالسی اور ابن الکلبی

جس سال حضرت امام شافعیؒ نے وفات پائی اسی سن میں داؤد سلیمان بن طیالسی نے بھی ۹۱ سال کی عمر میں وفات پائی اور ہشام بن محمد بن السائب الکلبی بھی اسی سال میں فوت ہوئے۔

مامون اور ایک مدعی نبوت

مامون کے زمانے میں بصرہ میں ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اُسے بیڑیوں میں جکڑ کر اس کے پاس لایا گیا جب وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا تو مامون نے اُسے کہا تو نبی اور مرسل ہے اس نے کہا اس وقت تو میں بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہوں، اس نے کہا تجھے کس نے دھوکا دیا ہے وہ کہنے لگا کیا انبیاء کو اس طرح مخاطب کیا جاتا ہے خدا کی قسم اگر میں بیڑیوں میں جکڑا ہوا نہ ہوتا تو میں جبریل کو حکم دیتا کہ وہ اس بستی کو تم پر الٹا دے، مامون نے اُسے کہا بیڑیوں میں جکڑے ہوئے آدمی کی دعا قبول نہیں ہوتی، اس نے جواب دیا، خاص طور انبیاء کی دعا قبول نہیں ہوتی جب وہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہوں، مامون یہ بات سن کر ہنس پڑا اور کہنے لگا، تجھے کس نے بیڑیاں پہنائی ہیں اس نے کہا اس شخص نے جو آپ کے سامنے موجود ہے مامون نے کہا ہم تمہیں آزاد کرتے ہیں تو جبریلؑ کو حکم دے کہ وہ اس بستی کو الٹا دے، اگر اس نے تیری بات مان لی تو ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور تیری تصدیق کریں گے اس نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ "فلا یومنوا حتیٰ یروا العذاب الالیم" وہ دردناک عذاب دیکھے بغیر ایمان نہ لائیں گے اگر تو مجھے چھوڑنا چاہتا ہے تو چھوڑ دے پس مامون نے اُسے رہا کرنے کا حکم دے دیا جب اس نے عافیت محسوس کی تو لمبی آواز کر کے کہنے لگا اے جبریل تم جس کو چاہو بھیج دو، اب میرے اور تمہارے درمیان کوئی کام نہیں رہا، میرے غیر اموال کے مالک ہیں اور میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے پس اس نے اُسے رہا کرنے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دے دیا۔

مامون اور ابراہیم خلیل ہونے کا مدعی

ثمامہ بن اشرس بیان کرتا ہے کہ میں مامون کی مجلس میں حاضر ہوا تو ایک آدمی کو لایا

گیا جو ابراہیم خلیل ہونے کا مدعی تھا۔ مامون نے اُسے کہا میں نے اللہ پر اس سے بڑا جرأت کرنے والا نہیں سنا، میں نے کہا اگر امیر المومنین مناسب خیال فرمائیں تو مجھے اس سے گفتگو کرنے کی اجازت دیں، اس نے کہا یہ تمہارا اور اس کا کام ہے میں نے کہا ارے ابراہیم علیہ السلام کے پاس تو دلائل تھے، اس نے کہا ان کے دلائل کیا تھے، میں نے کہا ان کے لیے آگ جلائی گئی اور انہیں اس میں پھینک دیا گیا اور وہ ان کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی والی بن گئی ہم تیرے لیے آگ جلاتے ہیں اور اس میں تمہیں پھینکتے ہیں اگر وہ تیرے لیے حضرت ابراہیم کی طرح ٹھنڈک اور سلامتی والی بن گئی تو ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور تیری تصدیق کریں گے اس نے کہا مجھ سے ایسی بات کرو جو اس سے ہلکی ہو، میں نے کہا موسیٰ علیہ السلام کے براہین پیش کرو اس نے کہا وہ کیا تھے؟ میں نے کہا انہوں نے عصا پھینکا تو وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا اور ساحروں کے بنائے ہوئے جھوٹ کو نگلنے لگا اور انہوں نے سمندر پر عصا مارا تو وہ پھٹ گیا اور بغیر تکلیف کے ان کا ہاتھ سفید ہو جاتا تھا، اس نے کہا یہ تو بہت مشکل کام ہے، اس سے کچھ ہلکا مطالبہ کرو، میں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کے براہین پیش کرو، اس نے کہا وہ کیا تھے؟ میں نے کہا مُردوں کا زندہ کرنا، اس نے حضرت عیسیٰ کی براہین میں قطع کلامی کرتے ہوئے کہا تو نے تو بڑی قیامت کی بات کی ہے، ان براہین کا مجھ سے مطالبہ کرنا چھوڑ دو، میں نے کہا براہین کا ہونا تو ضروری ہے اس نے کہا میرے پاس اس قسم کے براہین میں سے کچھ نہیں ہے اور میں نے جبریل سے کہا ہے کہ تم مجھے شیاطین کی طرف بھیجتے ہو پس مجھے ایسی محبت عطا کرو جس سے میں انہیں دُور کروں ورنہ میں نہیں جاؤں گا تو جبریل مجھ پر ناراض ہو گیا اور کہنے لگا تو تو ابھی لڑائی کرنے لگ گیا ہے پہلے جا کر دیکھ کہ لوگ تجھے کیا کہتے ہیں مامون یہ بات سُن کر ہنس پڑا اور کہنے لگا یہ اُن انبیاء میں سے ہے جو شراب نوشی میں ہمنشینی کے مناسب ہوتے ہیں۔

۱۹۸ھ میں مامون نے اپنے بھائی قاسم بن رشید کو ولیعہدی سے علیحدہ کر دیا۔

ابوالسرایا، ابن طباطبا اور چند علویوں کی بغاوت

۱۹۹ھ میں ابوالسرایا بن منصور شیبانی نے عراق میں بغاوت کر دی اور اس نے بڑی قوت حاصل کر لی، اس کے ساتھ محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب جو ابن طباطبا کے نام سے معروف تھا، بھی

شامل تھا محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن حسن بن علی مدینہ میں اور علی بن محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی اور زید بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بصرہ میں اُٹھ کھڑے ہوئے اور بصرہ پر غالب آ گئے، ابوالسرایا جس ابن طباطبا کی طرف دعوت دیتا تھا وہ اسی سال میں فوت ہو گیا اور ابوالسرایا نے اس کی جگہ محمد بن محمد بن یحییٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی کو کھڑا کر دیا، ۱۹۹ھ ہی میں ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسن بن علی نے ظہور کیا اور مامون کے زمانے میں محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین نے مکہ اور حجاز کے نواح میں ۲۰۰ھ میں ظہور کیا اور اپنی طرف دعوت دی، شیعہ فرقوں میں سے سبیطہ فرقہ نے اس کی دعوت دی اور اس کی امامت کے قائل ہوئے اور کئی فرقوں میں بٹ گئے، ان میں سے بعض نے غلو کیا اور بعض نے کوتاہی کی اور امامیہ کے طریق پر چلے اور ہم نے اپنی کتاب "المقالات فی اصول الدیانات" اور اخبار الزمان کے تیسویں فن میں خلفائے بنی عباس اور ان کے زمانے میں ظہور کرنے والے طالبیوں کا ذکر کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس محمد بن جعفر نے شروع میں عنفوان شباب میں ابوالسرایا کے ساتھ محمد بن ابراہیم بن طباطبا کی طرف دعوت دی جب ابن طباطبا مر گیا تو اس نے اپنے متعلق دعوت دی اور امیر المومنین کا نام اختیار کیا، اس محمد بن جعفر کے سوا جن لوگوں نے بھی آل محمد کے سلف و خلف میں اقامتِ حق کے لیے اس سے پہلے یا بعد میں ظہور کیا انہوں نے امیر المومنین کا نام اختیار نہ کیا اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اُسے دیباچہ کہتے تھے، مکہ اور اس کے نواح میں اس کے بہت سے واقعات ہیں اُسے خراسان میں مامون کے پاس لے جایا گیا، مامون ان دنوں مرو میں تھا مامون نے اُسے امان دی اور اُسے اپنے ساتھ جرجان لے گیا، جب مامون چلا تو محمد بن جعفر فوت ہو گیا اور وہیں دفن ہوا اور ہم نے اس کی وفات کی کیفیت اور اس کے اور دیگر طالبیوں کے حالات اور زمین کے مختلف خطوں میں ان کے قتل کے واقعات کو اپنی کتاب حدائق الاذہان میں بیان کیا ہے۔

ابن افطس کا ظہور

اسی طرح مامون کے زمانے میں حسین بن حسن بن علی بن علی بن حسین بن علی نے جو ابن افطس کے نام سے مشہور تھا مدینہ میں ظہور کیا بعض کہتے ہیں کہ اس نے آغاز کار میں ابن طباطبا کی طرف دعوت دی جب ابن طباطبا مر گیا تو اس نے اپنی امامت کی طرف دعوت دی اور مکہ کی طرف گیا اور منیٰ میں لوگوں کے پاس

آیا ، داؤد بن عیسٰی بن موسٰی ہاشمی حاجیوں کا امیر تھا ، پس داؤد بھاگ گیا اور لوگ عرفہ کی طرف چلے گئے اور مزدلفہ آئے اور بنو عباس میں سے کوئی انسان ان کا امیر نہ تھا ، ابن افطس رات کو عرفہ گیا پھر مزدلفہ آیا اور لوگ بغیر امام کے تھے پس اس نے لوگوں کو نماز پڑھائی ، پھر منیٰ کی طرف گیا اور قربانی کر کے مکہ میں داخل ہو گیا اور سوائے سفید قباطی کپڑے کے کعبہ کے غلاف کو اتار دیا۔

ابوالسرایا پر کامیابی

۲۰۰ھ میں حماد جو کند غوش کے نام سے مشہور تھا اُسے ابوالسرایا پر کامیابی حاصل ہو گئی حسن بن سہل اُسے لایا اور قتل کر کے بغداد کے پل پر صلیب دے دیا ہم نے ابوالسرایا کے حالات ، خروج اور اس کے عبدوس بن محمد بن ابی خالد اور اس کے ساتھی جرنیلوں کے بیٹوں کو قتل کرنے اور اس کے لشکر کو لوٹنے کے واقعات کو اپنی کتاب اخبار الزمان میں بیان کیا ہے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ۲۰۰ھ میں مامون نے رجاء بن ابی ضحاک اور یاسر خادم کو علی بن موسےٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی رضا کو لانے کے لیے بھیجا وہ اُسے نہایت احترام کے ساتھ لایا اور اسی سال مامون نے حکم دیا کہ بنو عباس کے مردوں ، عورتوں ، چھوٹوں اور بڑوں کی مردم شماری کی جائے ، ان کی تعداد ۳۳ ہزار تھی۔

مامون اور علی بن موسےٰ رضا

ابوالحسن علی بن موسےٰ رضا مامون کے پاس پہنچا ، اس وقت وہ مرو میں تھا مامون نے اس کا بہت احترام کیا اور اپنے تمام خاص دوستوں سے مشورہ کر کے انہیں بتایا کہ اس نے حضرت عباس اور حضرت علی کی اولاد کے متعلق بہت غور کیا ہے مگر اس نے اپنے وقت میں علی بن موسیٰ رضا سے بڑھ کر کسی کو امر خلافت کا حق دار نہیں پایا پس اس نے اس کی ولیعہدی کی بیعت لی اور اس کے نام کو دراہم و دنانیر پہ ڈھالا اور محمد بن علی بن موسےٰ رضا سے اپنی بیٹی اُم الفضل کی شادی کر دی لباس اور جھنڈوں سے سیاہ رنگ کو دُور کرنے اور انہیں سبز رنگ دینے کا حکم دیا اور اولاد عباس میں سے جو لوگ عراق میں رہتے تھے ان تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے سمجھ لیا کہ اب حکومت ان کے ہاتھ سے جا رہی ہے انہوں نے اسے بڑی بات خیال کیا اور لوگوں کو مامون کے حکم سے رضا کے بھائی ابراہیم بن موسےٰ بن جعفر نے حج کروایا۔ بغداد میں بنو عباس کے غلاموں اور پیروکاروں میں سے جو لوگ رہتے تھے انہوں نے مامون کی دست برداری اور ابراہیم بن مہدی جو ابن شکلہ کے نام سے مشہور تھا

کی بیعت پہ اتفاق کر لیا اور ۵ محرم ۲۰۲ھ کو جمعرات کے روز اس کی بیعت ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ۲۰۳ھ کا ہے۔

فضل بن سہل کا قتل

۲۰۲ھ میں فضل بن سہل ذوالریاستین کو خراسان کے شہر سرخس میں حمام میں دھوکے سے قتل کر دیا گیا یہ واقعہ مامون کے گھر میں اس وقت ہوا جب وہ عراق جا رہا تھا مامون کو یہ بات گراں گذری اور اس نے اس کے قاتلوں کو قتل کر دیا اور عراق کی طرف چلا گیا۔

علی بن موسیٰ رضا کی وفات

علی بن موسیٰ رضا انگور کھانے کی وجہ سے طوس میں وفات پا گئے بعض کہتے ہیں کہ وہ انگور زہر آلود تھے یہ صفر ۲۰۳ھ کا واقعہ ہے، مامون نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، ان کی عمر ۵۳ سال تھی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ۴۷ سال چھ ماہ تھی، آپ مدینہ میں ۱۵۳ھ کو پیدا ہوئے تھے مامون نے اپنی بیٹی اُم حبیبہ کی شادی علی بن موسےٰ رضا سے کر دی تھی اور اس کی ایک بہن محمد بن علی بن موسےٰ کی زوجیت میں تھی اور دوسری ان کے باپ علی بن موسےٰ کے نکاح میں تھی۔

مامون کے خلاف ابراہیم بن مہدی کا خروج

ابراہیم بن مہدی کے ایام میں بغداد میں بڑا اضطراب پیدا ہوا رد بینہ بھڑک اُٹھے اور اُنھوں نے اپنا نام المطوعہ رکھ لیا، وہ عوام اور ان کے پیرو کاروں کے سردار تھے جب مامون، بغداد کے قریب آیا تو ابراہیم بن مہدی نے یوم النحر کو لوگوں کو نماز پڑھائی اور یوم النحر کے دوسرے دن روپوش ہو گیا یہ ۲۰۳ھ کا واقعہ ہے اہل بغداد نے اُسے معزول کر دیا اور مامون ۲۰۴ھ میں بغداد میں داخل ہوا وہ سبز لباس زیب تن کیے ہوئے تھا پھر اس نے اس لباس کو بدل کر دوبارہ سیاہ لباس پہن لیا یہ اس وقت کی بات ہے جب طاہر بن حسین رقہ سے اس کے پاس آیا۔

بابک خرمی کی بغاوت

۲۰۴ھ میں بلاد مشرق میں سخت قحط اور خراسان وغیرہ میں سخت وبا پڑی اور بابک خرمی نے بدین میں، جاویذان بن شہرک کے ساتھیوں سے مل کر بغاوت کر دی ہم پہلے بابک کے علاقے بدین کا ذکر کر آئے ہیں جو آذربائیجان، اران اور بیلقان کے علاقے میں ہے جیسا کہ ہم جبل فتح اور باب اور الابواب اور نہر الراس اور جریانہ کے ذکر میں جو بلادِ بدین کی جانب ہیں، اس کا تذکرہ

کر چکے ہیں۔

ابراہیم پر کامیابی

مامون نے ابراہیم بن مہدی کی تلاش کے لیے اپنے جاسوس پھیلا دیے اُسے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ بغداد میں روپوش ہے پس ۱۳ ربیع الآخر ۲۰۷ھ کو اتوار کی شب کو وہ اسے پکڑنے میں کامیاب ہو گیا وہ عورت کا لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کے ساتھ دو عورتیں بھی تھیں، اُسے حارس بن اسود نے بغداد کی اس گلی میں پکڑا جو طویل کے نام سے مشہور ہے، جب اُسے مامون کے روبرو پیش کیا گیا تو اس نے کہا ابراہیم کیا حال ہے؟ اس نے کہا امیر المومنین بدلہ لینے والے کو قصاص کا حکم دیا گیا ہے اور معاف کر دینا تقوے کے زیادہ قریب ہے اور جسے زمانہ گزند پہنچائے اور اسباب شقاوت کی درازی کی وجہ سے دھوکہ اس پر غالب آجائے تو اس پر زمانے کی گردشیں غالب آجاتی ہیں، آپ کو اللہ تعالے نے تمام معاف کرنے والوں پر اسی طرح فوقیت دی ہے جیسے اس نے تمام گنہ گاروں کو مجھ سے کمتر رکھا ہے، اگر آپ سزا دیں تو یہ آپ کا حق ہے اگر معاف کر دیں تو یہ آپ کا احسان ہے، مامون نے کہا اے ابراہیم میں معاف کرتا ہوں تو وہ تکبیر کہہ کر سجدے میں گر پڑا، مامون کے حکم سے جو چادر اس کے اوپر تھی اُسے اس کے سینے پر ڈال دیا گیا تاکہ لوگ اس حالت کو دیکھ سکیں جس میں اُسے گرفتار کیا گیا تھا پھر اس کے حکم سے اُسے کئی روز تک محافظ خانے میں رکھا گیا لوگ اُسے آکر دیکھتے تھے پھر اُسے احمد بن ابی خالد کے سپرد کر دیا گیا پھر جب اس نے اُسے اپنا وکیل بنایا تو وہ اس سے راضی ہو گیا اور ابراہیم اس بارے میں کہتا ہے ؎

"جس ذات نے اچھے اخلاق کو تقسیم کیا ہے اس نے انہیں آدم کی صُلب کے ساتویں امام میں جمع کر دیا ہے اور جس نے بغداد کے لوگوں کو تجھ پر متفق کیا ہے اس نے ان کے دلوں کو بھی متفق کر دیا ہے اور تیری محبت نے ہر جامع نیکی کو اپنے اندر سمو لیا ہے اور تو نے وہ نیکی کی ہے جسے اچھے افعال کرنے والے نفوس بھی نہیں کر سکتے اور تو نے ایسا عفو کیا ہے کہ اس جیسا کوئی عفو نہیں حالانکہ کسی سفارشی نے تیرے پاس سفارش نہیں کی۔

حسن بن سہل کی بیٹی بوران سے مامون کی شادی

شعبان ۲۰۹ھ میں مامون خم الصلح کی طرف چلا آیا اور حسن بن سہل کی بیٹی بوران سے نکاح کر لیا حسن نے اس موقع پر اس قدر املاک تقسیم کیں

کہ جاہلیت اور اسلام کے زمانے میں کسی بادشاہ نے اس طرح املاک تقسیم نہ کی تھیں اور اس نے یہ کام یوں کیا کہ ہاشمیوں، جرنیلوں، کاتبوں اور سرکردہ لوگوں میں کستوری کی گولیاں تقسیم کیں جن میں رقعے رکھے ہوئے تھے، جن میں جاگیروں اور لونڈیوں کے نام اور جانوروں کی صفات کا ذکر تھا، جب وہ گولی کسی آدمی کے ہاتھ آتی تو وہ اُسے کھول کر پڑھتا تو وہ اس میں اپنی شان کے مطابق کوئی بات دیکھتا تو وہ اس وکیل کے پاس چلا جاتا جو اس کام کے لیے مقرر کیا گیا تھا اور اُسے کہتا کہ طسوج اور استاق کی فلاں فلاں جاگیر اور فلاں فلاں لونڈی اور فلاں فلاں جانور مجھے دے دو پھر اس نے دیگر لوگوں میں دنانیر و دراہم اور کستوری کے نافے اور عنبر کے انڈے تقسیم کیے، مامون، اس کے جرنیلوں، اس کے تمام ساتھیوں اور جو فوج قیام کرنے کے دوران اس کے ساتھ تھی یہاں تک کہ جانوروں کو کرائے پر دینے والوں، قلیوں ملاحوں اور فوج کے ساتھ رہنے والے خادموں پر بھی خرچ کیا۔ یہاں تک کہ مامون کی فوج کا کوئی آدمی کسی کھانے کی چیز اور جانوروں کے چارے وغیرہ کو خریدتا نہ تھا۔

جب مامون نے دجلہ پر سوار ہو کر بغداد واپس آنے کا ارادہ کیا تو حسن سے کہا اے ابومحمد کوئی ضرورت ہے اس نے کہا ہاں امیر المومنین ہے۔ میں آپ سے یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ ہمیشہ اپنے دل میں میری جگہ رکھیں اس لیے کہ میں اس کی حفاظت آپ کے بغیر نہیں کر سکتا، پس مامون نے حکم دیا کہ فارس اور ضلع اہواز کا ایک سال کا خراج اس کے پاس لایا جائے اس بارے میں خطباء اور شعراء نے بہت کچھ بیان کیا ہے، محمد بن حازم باہلی اپنے اشعار میں بہت شاندار طریق سے کہتا ہے ؎

"اللہ تعالٰے حسن اور بُوران کو داماد کے بارے میں برکت دے، اے پسر
ہارون تو کس کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔"

جب یہ شعر مامون تک پہنچے تو اس نے کہا خدا کی قسم ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے ان اشعار میں خیر کا ارادہ کیا ہے یا شر کا؟

مامون کے اہل کا اُسے ابراہیم بن مہدی کے قتل پر اُکسانا

جب ابراہیم بن مہدی کو گرفتار کیے ایک مدت گزر گئی تو ایک روز وہ مامون کے پاس آیا مامون کہنے لگا کہ معتصم اور عباس بن مامون مجھے تیرے قتل کرنے پر اُکساتے ہیں تو اس نے کہا کہ وہ دونوں تجھ کو وہی بات کہہ رہے ہیں جو تیرے جیسے آدمیوں کو کہی جاتی ہے لیکن جس بات سے تو مخالف ہے اُسے اپنی اُمید کے

مقابلے میں چھوڑ دے اور یہ شعر پڑھنے لگا ؎

"تو نے مجھے میرا مال واپس کر دیا اور مال واپس کرنے سے قبل، تو نے میرے خون
کی بھی حفاظت کی پس میں اُسے لے کر چلا آیا اور میں نے کسی احسان کا بدلہ نہ دیا
مجھے تجھ سے دو زندگیاں ملیں ایک موت سے اور دوسری فقر و فاقہ سے، پس تو نے
جو کچھ کیا، مخلوق نے تجھے اس بارے میں معذور سمجھا اور تو نے کوئی نکوہش و ملامت
نہ کی اور تیرے عذر نے میرے بارے میں ایک شاہد عادل کا مقام حاصل کر کے
تجھ سے حجت بازی کی۔"

ابراہیم کے اشعار و واقعات اور بغداد کے سو لیقہ غالب میں اس کی رُوپوشی اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی کے واقعات وغیرہ بہت شاندار ہیں اور ہم نے ان سب کو اس کتاب سے پہلی کتابوں میں بیان کیا ہے۔

ابراہیم بن مہدی کے ساتھی یوسف بن ابراہیم کاتب نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے "اخبار المتطببین مع الملوک فی الماکل والمشارب والملابس" اور "ابراہیم بن المہدی فی الوازع الاخبار" وغیرہ بھی ہیں۔

ابراہیم بن مہدی کے حالات

بغداد میں ابراہیم کی نقل مکانی اور روپوشی کے حالات میں سب سے شاندار واقعہ وہ ہے جو ایک حجام کے ساتھ ہوا وہ یہ ہے کہ جب مامون بغداد میں آیا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں تو اس نے ابراہیم بن مہدی کی تلاش میں جاسوس بھیجے اور اس کے متعلق اطلاع دینے والے کے لیے بڑا انعام مقرر کیا، ابراہیم بیان کرتا ہے کہ ایک روز میں سخت گرم دن میں ظہر کے وقت باہر نکلا اور مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں میں ایک گلی میں گیا جس کے آگے کوئی راستہ نہ تھا تو میں نے اسود کو گھر کے دروازے پر دیکھا میں نے اس کے پاس جا کر کہا، کیا آپ کے پاس کوئی جگہ ہے جس میں، میں دن کا کچھ حصہ قیام کر سکوں، اس نے کہا ہاں، اور اپنا دروازہ کھول دیا، میں ایک کمرے میں داخل ہو گیا جس میں ایک صاف چٹائی اور چمڑے کا ایک شاندار تکیہ پڑا تھا، وہ مجھے چھوڑ کر اور دروازہ بند کر کے چلا گیا اور مجھے خیال آیا کہ اس نے اس انعام کے متعلق جو میرے بارے میں مقرر کیا گیا ہے کوئی بات سُن لی ہے اور وہ میرے متعلق اطلاع دینے کے لیے گیا ہے، ابھی میں اسی

ادھیڑ بُن میں تھا کہ وہ ایک بڑے تھال کو لے کر آیا جس میں گوشت، روٹی، نئی ہنڈیا، صاف گھڑا اور نظیف مشکیزے پڑے تھے اور یہ سب کی سب چیزیں نئی تھیں اور اس نے مجھے کہا میں آپ کے قربان جاؤں میں ایک پچھنے لگانے والا ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ آپ میری چیزوں سے گھن محسوس کرتے ہیں مجھے اس وقت بڑی بھوک لگی تھی میں نے اُٹھ کر اپنے لیے ہنڈیا پکائی مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی اس سے بہتر ہنڈیا کھائی ہو پھر اس کے بعد اس نے مجھے کہا، کیا آپ کو نبیذ میں دلچسپی ہے میں نے کہا میں اُسے ناپسند نہیں کرتا تو وہ کھانے کی طرح سر لطیف چیز کو میرے پاس لایا جس میں سے اس نے کسی چیز کو ہاتھ سے نہ چھوا تھا، پھر مجھے کہنے لگا میں آپ کے قربان جاؤں، کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں گے کہ میں آپ کی ایک جانب بیٹھ کر آپ کی خوشی کی وجہ سے نبیذ پیوں، میں نے کہا پیو، جب وہ تین جام پی چکا تو اپنے سٹور میں جا کر وہاں سے سارنگی نکال لایا اور کہنے لگا اے میرے آقا! یہ میرا مقام نہیں کہ آپ سے دریافت کروں کہ آپ گانا گاتے ہیں لیکن میری عزت کرنا آپ پر واجب ہے اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں تو اپنے غلام کو گانے سے شاد کام کریں میں نے کہا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں اچھا گاتا ہوں، اس نے متعجب ہو کر کہا سبحان اللہ آپ میری پہچان سے بہت مشہور ہیں۔ آپ ابراہیم بن مہدی ہیں جن کے متعلق اطلاع دینے والے کے لیے مامون نے ایک لاکھ درہم انعام رکھا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب اس نے یہ بات کہی تو میں نے سارنگی پکڑ لی۔ جب میں نے جواب دیا ہاں، تو اس نے تین دھنیں پیش کیں جن میں، میں سب مغنیوں سے فائق تھا، میں نے کہا تو نے مجھے تو پہچان لیا ہے مگر ان دھنوں کی واقفیت تجھے کہاں سے ہوئی ہے؟
اس نے جواب دیا میں اسحاق بن ابراہیم موصلی کا خادم رہا ہوں وہ اکثر اچھے گانے والوں کا ذکر کرتا رہتا تھا اور یہ تو کبھی میرے وہم میں بھی نہ آیا تھا کہ میں آپ سے یہ گانا اپنے گھر میں سنوں گا میں نے اُسے گانا سُنایا اور اس سے موانست کی اور ظریفانہ باتیں کرتا رہا جب رات ہوئی تو میں اس کے ہاں سے چلتا بنا، میرے پاس دنانیر کا تھیلا بھی تھا میں نے اُسے کہا یہ تھیلا لے لو اور اسے اپنی ضروریات میں خرچ کرو اور ہم انشاء اللہ تجھے مزید دنانیر بھی دیں گے اس نے کہا یہ بڑی عجیب بات ہے خدا کی قسم میں نے ارادہ کیا تھا کہ جو کچھ میرے پاس ہے اُسے میں آپ کے سامنے پیش کر کے کہوں گا کہ اسے قبول فرمایئے کیونکہ میں آپ کو ان چیزوں سے زیادہ جلیل القدر سمجھتا ہوں اس نے میری پیشکش کو قبول نہ کیا اور چلا گیا اور اس نے

مجھے وہ جگہ بتائی جس کی مجھے ضرورت تھی اور واپس چلا گیا یہ میری اس سے آخری ملاقات تھی

یزید بن ہارون

۲۰۶ھ میں ـــــ مامون کے خلافت کے زمانے میں ـــــ یزید بن ہارون بن زادان واسطی نے ۸۹ سال کی عمر میں وفات پائی، اس کی پیدائش ۱۱۷ھ میں ہوئی تھی وہ بنی سلیم کا غلام تھا اس کا باپ زیاد بن ابیہ عبیداللہ بن زیاد، مصعب بن زبیر اور حجاج بن یوسف کے مطبخ میں کام کرتا تھا اور مذکورہ یزید محدثین کے ہاں بڑے مقام کا حامل ہے اس کی وفات واسط میں ہوئی جو عراق کے علاقے میں ہے۔

اہل علم کی ایک جماعت کی وفات

اسی سال جریر بن خزیمہ بن حازم، شبیبہ بن سوار مدنی، فقیہ حجاج بن محمد اعور عبداللہ بن نافع زرگر مدنی مولیٰ بنی مخزوم وہب بن جریر، مؤمل بن اسماعیل اور روح بن عبادہ نے وفات پائی اور اسی سال الہیثم بن عدی نے وفات پائی جس کے نسب پر عیب لگایا جاتا تھا اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

جب تو بنی ثعل میں عدی کا نسب بیان کرے تو نسب کے بیان کرنے میں دال کو عین سے مقدم کر یعنی اُسے ایسا آدمی سمجھ جو عدی قبیلے سے تعلق تو نہیں رکھتا مگر اپنے آپ کو اس کی طرف منسوب کرتا ہے۔"

وفا و ایثار کا ایک واقعہ

۲۰۹ھ میں واقدی نے وفات پائی، اس کا نام محمد بن عمرو بن واقد تھا جو بنی ہاشم کا غلام تھا اس نے سیر و مغازی میں کتابیں تصنیف کیں مگر حدیث میں کمزور تھا ابن ابی ازہر بیان کرتا ہے کہ مجھے ابوسہل رازی نے واقدی سے روایت کرنے والے شخص سے بتایا وہ بیان کرتا ہے کہ میرے دو دوست تھے جن میں سے ایک ہاشمی تھا ہم یک جان دو قالب تھے، مجھے سخت تنگی نے آ لیا اور عید بھی آ گئی تو میری بیوی نے مجھے کہا کہ ہم تو تنگی ترشی برداشت کر لیں گے مگر اپنے ان بچوں کو دیکھ کر شفقت سے میرا دل پارہ پارہ ہوا جاتا ہے کیونکہ وہ ہمسائیوں کے بچوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ عید کے روز خوب بن سنور کر اور نئے کپڑے پہنے ہوتے ہیں اور وہ بوسیدہ لباس زیب تن کیے ہوتے ہیں اگر تو کوئی تدبیر کرے تو ان کو نیا لباس مل سکتا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنے ہاشمی دوست کو لکھا کہ وہ جو کچھ مجھے دے سکتا ہے

دے دے تو اس نے میری طرف ایک سربمہر تھیلی بھیجی جس میں ایک ہزار درہم تھے ابھی میں اپنی جگہ پر بیٹھا بھی نہ تھا کہ میرے دوسرے دوست نے مجھے اس قسم کی بات لکھی تھی تو میں نے سالم تھیلی اس کی طرف بھجوا دی اور خود مسجد کی طرف چلا گیا اور اپنی عورت سے شرمندگی محسوس کرتے ہوئے رات مسجد میں قیام کیا جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے میرے کام کی تحسین کی اور مجھے سرزنش نہ کی، ابھی میں اسی حالت میں تھا کہ میرا ہاشمی دوست اسی طرح کی ایک اور تھیلی لے کر آیا اور کہنے لگا کہ میں نے جو تھیلی آپ کی طرف بھیجی ہے اس کے بارے میں مجھے سچا سمجھو پس میں نے اُسے سب واقعہ سنایا تو وہ کہنے لگا کہ تم نے مجھے پیغام بھیجا اور روئے زمین پر میرے پاس اس تھیلی کے سوا کچھ نہ تھا جسے میں نے تمہاری طرف بھیج دیا اور میں نے اپنے دوست کو ہمدردی کے لیے لکھا تو اس نے میری تھیلی مہر سمیت میری طرف بھجوا دی وہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے عورت کو پہلے ایک سو درہم نکال کر دے دیا تھا بقیہ رقم کو ہم نے تین حصوں میں تقسیم کر لیا جب یہ خبر مامون کو پہنچی تو اس نے مجھے بلایا اور میں نے تفصیل کے ساتھ اُسے سب واقعہ سنایا تو اس نے ہمیں سات ہزار دینار دینے کا حکم دیا ہم میں سے ہر ایک کے لیے دو ہزار دینار اور عورت کے لیے ایک ہزار دینار۔

واقدی کی وفات ۷۷ سال کی عمر میں ہوئی اور اسی سال یحییٰ بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن علی نے بغداد میں وفات پائی مامون نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی ہم اس کے حالات اپنی گزشتہ کتب میں بیان کر آئے ہیں۔

ازہر اور ابو جعفر منصور کے درمیان

اسی سال میں ازہر السمان نے وفات پائی جو بنی اُمیہ کے زمانے میں ابو جعفر منصور کا دوست تھا دونوں نے اکٹھے سفر کیا اور حدیث سُنی تھی منصور اُس سے بڑا مالوف و مانوس تھا اور اس کے ہاں بڑا مقام رکھتا تھا جب منصور خلیفہ بنا تو اس نے بصرہ سے واپس بلا کر اس کی بیوی اور بچیوں کے متعلق پوچھا (وہ انہیں ان کے ناموں سے پہچانتا تھا) اور اس سے حُسنِ سلوک کیا اور اُسے چار ہزار درہم دیے اور حکم دیا کہ وہ اس کے پاس بخشش کے لیے نہ آیا کرے جب وہ سال کے بعد اس کے پاس گیا تو اس نے اُسے کہا کیا میں نے تجھے حکم نہیں دیا تھا کہ تو بخشش کے لیے نہ آیا کرے اس نے اُسے جواب دیا میں تو صرف سلام کرنے اور تجدید عہد کرنے کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں، تو وہ کہنے لگا میرے نزدیک بات وہی ہے جو تو نے بیان کی ہے تو اس نے

اُسے چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور اُسے حکم دیا کہ وہ اس کے پاس سلام کرنے اور بخشش طلب کرنے کے لیے نہ آیا کرے جب ایک سال کے بعد وہ اس کے پاس گیا تو کہنے لگا کہ میں آپ کے پاس ان دو کاموں کے لیے نہیں آیا جن سے آپ نے مجھے روکا تھا، مجھے پتہ چلا ہے کہ امیر المومنین بیمار رہیں ہیں آپ کی عیادت کرنے آیا ہوں، اس نے کہا میرا خیال ہے تو صرف میل ملاقات کے لیے آیا ہے اور اُسے چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا جب ایک سال گزرا تو اس کی بیوی اور بچیوں نے اس پر زور دیا اور کہنے لگیں اپنے دوست امیر المومنین کے پاس جاؤ اس نے کہا تمہارا برا ہو میں اُسے کیا کہوں میں اُسے کہہ چکا ہوں کہ میں بخشش طلب کرنے سلام کرنے اور عیادت کرنے کے لیے آیا ہوں، اب کی بار اُسے کیا کہوں اور کیا حجت پیش کروں مگر وہ اصرار ہی کرتی رہیں تو وہ منصور کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں آپ کے پاس بخشش طلب کرنے اور ملاقات وعیادت کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ میں اس حدیث کے سماع کے لیے آیا ہوں جسے ہم اکٹھے فلاں شہر میں فلاں شخص سے بحوالہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سُنا کرتے تھے اس میں اسماءِ الٰہیہ میں سے ایک نام آتا تھا کہ جو شخص اس نام کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے گا اس کی دُعا قبول ہوگی، منصور نے اُسے کہا اُسے نہ دہراؤ، میں نے اس کا تجربہ کیا ہے وہ قبول ہونے والی نہیں اور اس کا قصہ یوں ہے کہ جب سے تو میرے پاس آنے لگا ہے میں اللہ تعالیٰ سے اس نام کے واسطہ سے دُعا کر رہا ہوں کہ وہ تجھے میرے پاس واپس نہ لائے اور تو میرے پاس واپس آگیا ہے کبھی کہتا ہے کہ سلام کرنے آیا ہوں کبھی کہتا ہے عیادت کرنے آیا ہوں اور کبھی کہتا ہے کہ ملاقات کرنے آیا ہوں اور اس نے اُسے چار ہزار درہم دیے اور کہا تو نے مجھے حیلے سازی سے عاجز کر دیا ہے لہٰذا تو جب چاہے میرے پاس آ سکتا ہے۔

ابن عائشہ کا قتل

۲۰۹ھ میں مامون رات کو سوار ہو کر زین دوز قید خانے میں گیا تو ابن عائشہ کو قتل کر دیا گیا، ابن عائشہ عباس بن عبد المطلب کی اولاد میں سے تھا اس کا نام ابراہیم بن محمد بن عبد الوہاب بن ابراہیم امام تھا جو ابو العباس اور منصور کا بھائی تھا اس کے ساتھ ہی محمد بن ابراہیم افریقی وغیرہ کو قتل کر دیا گیا، ابن عائشہ پہلا عباسی ہے جسے اسلام میں صلیب دی گئی، مامون نے اس کے قتل پر ایک شاعر کے قول کو بطور تمثیل پڑھا ؎

"جب پتھروں میں آگ پوشیدہ ہو تو جب اُسے کوئی رگڑ لگاتا ہے تو وہ بھڑک

اُٹھتی ہے۔"

بغداد میں عباس بن عباس علوی، جو عباس بن علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے بڑا صاحب ثروت وقوت وعزت اور فہیم وبلیغ آدمی تھا اس کے ساتھ معتصم کسی وجہ سے دشمنی رکھتا تھا اس نے مامون کے دل میں یہ بات بٹھا دی کہ وہ اس کا اور اس کی حکومت کا دشمن اور اس کے دور سے بغض رکھنے والا ہے جب وہ اس رات کو جا رہا تھا تو عباس مامون کو پُل پر ملا مامون نے اُسے کہا جس بات کا تو ہمیشہ سے منتظر تھا وہ وقوع پذیر ہوگئی ہے اس نے کہا امیر المومنین میں آپ کو اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کا قول یاد آگیا ہے کہ "ما[1] کان لاھل المدینۃ ومن حولھم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ" تو اس نے اس کی اس بات کو بہت اچھا خیال کیا اور اس کے ساتھ چلتا ہوا زبن دوز قید خانے میں پہنچ گیا جب ابن عائشہ قتل ہوگیا تو اس نے کہا کیا امیر المومنین مجھے بات کرنے کی اجازت دیں گے؟ اس نے کہا، بات کرو، اس نے کہا خون کے متعلق اللہ سے ڈرو، کیونکہ جب بادشاہ خونریزی کا دلدادہ ہوجاتا ہے تو وہ خونریزی کیے بغیر صبر نہیں کر سکتا، مامون نے کہا اگر میں سوار ہونے سے قبل تیری یہ بات سُن لیتا تو نہ میں سوار ہوتا اور نہ خون بہاتا اور اس نے اُسے تین ہزار درہم دینے کا حکم دیا، ہم ابن عائشہ کے حالات مامون کے ساتھ اس نے جو برائی کا ارادہ کیا تھا اور دیگر واقعات کو اپنی کتاب اخبار الزماں میں بیان کر چکے ہیں۔

ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ کی وفات

۲۱۱ھ میں ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ بصرہ میں وفا[ت پا گیا] وہ خوارج کا ہم خیال تھا اس کی عمر ایک [سو کے] قریب تھی اس کے جنازہ میں کسی آدمی نے شمولیت نہ کی یہاں تک کہ اس کا جن[ازہ اٹھانے کے] لیے لوگ کرائے پر لیے گئے کوئی شریف اور کمینہ اُسے سلام نہ کرتا تھ[ا] ... تھے، عربوں کی جنگوں کے متعلق اس کی بہت شاندار تصانیف

---

[1] (ترجمہ) مدینہ والوں اور اس کے اردگرد رہنے وا[لے اعراب کو لائق نہ تھا] کہ وہ رسول اللہ سے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ و[ہ اپنی جانوں کی] راحت کی طرف راغب ہوں (توبہ آیت ۱۲۰)

المثالب بھی ہے جس میں وہ عرب کے انساب اور ان کی خرابیوں کا ذکر کرتا ہے اور ان کے متعلق ایسی تہمتیں لگاتا ہے جن کا ذکر بھی لوگوں کو بُرا معلوم ہوتا ہے ابو نواس حسن بن ہانی اُس سے بہت چھیڑ چھاڑ کرتا تھا، ابو عبیدہ بصرہ کی مسجد کے ایک ستون کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا۔ ابو نواس نے اس کی عدم موجودگی میں اس پر تعریض کرتے ہوئے یہ دو شعر لکھ دیے ؎

"اللہ تعالےٰ لوط اور اس کے پیروکار ابو عبیدہ پر رحمت کرے اور تم کہو آمین،

میرے نزدیک تو بلاشک وشبہ تو ان کا بقیہ ہے۔ جب سے تو بالغ ہوا ہے

اور نوے سال سے اُوپر کا ہو گیا ہے۔"

جب ابو عبیدہ اپنی جگہ پر بیٹھنے اور اس ستون کے ساتھ ٹیک لگانے لگا تو اس نے یہ شعر دیکھے تو کہنے لگا یہ بے حیا لُوطی ابو نواس کا فعل ہے اس کو کھرچ دو، خواہ اُس میں نبی پر درود ہی لکھا ہو۔

ابوالعتاہیہ کی وفات اور حالات

۲۱۱ھ میں مشہور شاعر ابوالعتاہیہ بن قاسم فوت ہو گیا وہ صُوف کا لباس زیبِ تن کیے زاہد بنا ہوا تھا، اس کے ہارون الرشید کے ساتھ بہت اچھے واقعات ہیں جن میں سے کچھ واقعات کا ذکر ہم اس کتاب میں پہلے بیان کر چکے ہیں اور ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک روز رشید نے حکم دیا کہ اُسے اس کے پاس لایا جائے اور یہ بھی حکم دیا کہ راستے میں اس سے بات نہ کی جائے نہ ہی اُسے یہ پتہ چلے کہ ہارون کا اس کے متعلق کیا ارادہ ہے جب وہ راستے میں تھا تو اس کے ایک ساتھی نے اُسے لکھا کہ ہارون الرشید تجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو ابوالعتاہیہ نے فوراً جواب دیا:۔

"تو جس بات سے خائف ہے شاید وہ نہ ہو اور جس کی تو اُمید رکھتا ہے شاید

وہ ہو جائے اور شاید تو جس بات کو معمولی سمجھتا ہے وہ معمولی نہ ہو اور شاید

تو جس کو بڑی سمجھتا ہے وہ معمولی ہو۔"

[ا]س نے رشید کے ساتھ ایک حج کیا۔ ایک روز رشید اپنی سواری سے اُتر کر تھوڑی [...]پھر تھک گیا تو کہنے لگا اے ابوالعتاہیہ کیا تو اس میل کے ساتھ سہارا لے سکتا ہے [...ر]شید بیٹھ گیا تو ابوالعتاہیہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اے ابوالعتاہیہ ہمیں حرکت [...] کہا ؎

"تو دنیا کو اپنا موافق سمجھ لے، کیا تیرے پاس موت نہیں آئے گی اے طالب دُنیا، دنیا کو اپنے دشمن کے لیے چھوڑ دے اور تجھے دنیا کی کیا ضرورت ہے جب کہ ایک میل کا سایہ ہی تیرے لیے کافی ہے۔"

ابو العتاہیہ کے اشعار اور واقعات بہت شاندار ہیں ہم اپنی گزشتہ کتب میں اس کے پسندیدہ اشعار اور منتخب قوافی کا ذکر کر چکے ہیں اور اس کتاب میں بھی خلفائے بنی عباس کے حالات میں ان کی ایک جھلک پیش کر چکے ہیں اور وہ کیا ہی اچھا کہتا ہے ؎

"احمد نے مجھے کہا کیا تو فی الواقعہ عتبہ سے محبت کرتا ہے اور اُسے میری تکلیف کا پتہ نہ چلا، میں نے ایک آہ بھر کر کہا کہ اس کی محبت میری رگ و ریشہ میں بس گئی ہے، کاش میں مر جاتا اور راحت حاصل کرتا کیونکہ میں جب تک زندہ رہوں گا، قتل ہوتا رہوں گا میں اپنے آپ کو زندہ نہیں دیکھتا اور جو میرے جیسی اندرونی سوزش سے دوچار ہو وہ زندہ نہیں رہتا پس میری صحبت پر قناعت کر اور کہہ کہ ہمارے اس ساتھی پر خدا کی رحمت ہو جو عشق میں مر گیا ہے میں اس کا غلام ہوں اگرچہ مجھے اس کی طرف سے کچھ نہیں ملتا اور آزادی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔"

اس کے اچھے اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

"اے عتبہ! مجھے اور تجھے کیا ہو گیا ہے کاش میں نے تجھے نہ دیکھا ہوتا، تو نے مجھے قابو کر لیا ہے پس تو جس قدر بے حرمتی کر سکتی ہے کر لے، میں رات جاگتے گزارتا ہوں اور اختر شماری کرتا رہتا ہوں اور جھنڈ کے انگاروں پر لیٹا ہوتا ہوں اور گھوکھرو کو لپیٹے ہوتا ہوں۔"

اس کے عجیب و غریب قوافی اور اچھے اشعار میں سے یہ بھی ہیں ؎

"اے میرے دو دوستو مجھے غم ہے اور تمہیں کوئی غم نہیں اور ہر صاحب غم کا ساتھی غم سے خالی ہوتا ہے میں نے عشق کو جھنڈ کی آگ پایا ہے مگر وہ اپنی گرمی کے باوجود صاحب عشق کو شیریں محسوس ہوتی ہے۔ اور عشق نے میرے جسم، ہڈیوں اور قوت کو پگھلا دیا ہے، میرے پاس صرف رُوح اور کمزور بدن ہی رہ گیا ہے، جس دوست کو اپنے حبیب سے سچی محبت ملتی ہے اس میں فخر آ جاتا ہے اور میں اپنی

محبوبہ کے سوا کسی طرف نہیں دیکھتا اور نہ ہی اس کے سوا میرے پاس کوئی بات ہے
نہ کھیل، اُسے میرے بھائیوں اور اہل مودت کے سوا بھی کچھ محبت ہے اور
اُسے زائد محبت بھی ہے۔"

اس کے منتخب اور پسندیدہ اشعار میں سے یہ بھی ہیں ؎

"ہائے مجھے میری جان پر افسوس ہے جو کسی جرم کی وجہ سے عتبہ سے اجتناب
اختیار کر گئی ہے اللہ اس کا بھلا کرے اس نے اپنی محبت میں مجھ سے بہت بُرا
سلوک کیا ہے، میں اس کے پاس اس کی ملاقات کو آیا تو اس نے اپنے وعدے
کو پورا نہ کیا اور نہ اس کا پاس کیا، اللہ ہی جانتا ہے کہ ہمارے اس پر کتنے قرض ہیں
جو واجب ہونے کے باوجود ادا نہیں کیے گئے، اس نے مہربانی کر کے جو وعدے
کیے ان میں سے کوئی بھی پورا نہیں کیا، اس ناز و نخرہ والی کی کونسی بھلائی ہے جسے
وہ دُودھ دوہنے کے بعد گرا نہیں دیتی یعنی پورا نہیں کرتی، میرے اور مجھ پر ظلم
کرنے والی کے درمیان اللہ کافی ہے میں نے اس سے وصال کا مطالبہ کیا مگر
وہ نہ مانی، اگر وہ مجھے خط لکھ دیتی یا میرے پاس کوئی ایلچی بھیج دیتی تو اس کا کیا
بگڑتا تھا، میں نے اس سے وصل کرنا چاہا اور عتبہ نے ہمارے وصل سے
بے رغبتی کی اور ایسا نہ کرنا چاہا۔"

ابو العنا ہیہ بدصورت، ظریفانہ حرکات کرنے والا، شیریں گفتار اور بڑا خوش باش
آدمی تھا اور اس کے خوب صورت اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

"کسی نے عشق کا مزا نہیں چکھا، میں نے اس کے مزے کا احاطہ کر لیا ہے اور
میں نے اُسے بڑے سکون کے ساتھ اپنی محبت دی ہے، وہ اُسے ایک
جرم شمار کرتا ہے اے عتبہ تو نے میرے جسم میں گوشت اور ہڈی نہیں چھوڑی
اے عتبہ میں تیرے سلوک سے اندھا نہیں ہوا بلکہ عشق ہی اندھا ہے، جو
شخص میرے اشتیاق کو نہیں جانتا وہ میرے چہرے پر اس کے آثار دیکھنا
چاہتا ہے۔"

اس نے عروض سے خروج کر کے بھی اشعار کہے ہیں ؎

"قاضی نے مطرب کے گھر کا قصد کیا تو عتاب کرنے پر کہنے لگا کہ دنیا میں سب

گنہ گار ہی رہتے ہیں یہ قاضی کا عُذر اور اس کی قلابازی ہے۔"

اس شعر کا وزن چار دفعہ فعلن فعلن ہے ، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ عربوں نے اس وزن پہ شعر نہیں کہا اور نہ ہی خلیل اور دوسرے عروضیوں نے اس کا ذکر کیا ہے۔

خلیل کے عروض میں اضافہ

مسعودی بیان کرتا ہے کہ شعراء کی ایک جماعت نے خلیل کے عروض پہ اضافہ کیا ہے ان میں ایک بحر مدید ہے جس کے خلیل کے نزدیک تین وزن اور چھ ضربیں ہیں اور اس میں ایک چوتھا وزن اور دو نئی ضربیں ہیں اور چوتھے نئے وزن کی پہلی ضرب شاعر کا یہ قول ہے ؎

"اس آنکھ کا کون ذمّے دار ہے جو سوتی نہیں اور اس کے آنسو رواں رہتے ہیں"

اور چوتھے نئے وزن کی دوسری ضرب شاعر کا یہ قول ہے ؎

"اس دوشیزہ کے کیا کہنے جو کسی کی تعظیم نہیں کرتی اور یہ حرکت وہ اس وقت کرتی ہے جب سُستی کرتی ہے۔"

کچھ اور باتوں پر بھی انہوں نے اعتراض کیے ہیں اور اس میں کچھ اضافے بھی کیے ہیں جن کا ذکر ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں کیا ہے۔

ابو العباس ناشی

ابو العباس عبداللہ بن محمد ناشی کاتب انباری نے خلیل کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس قسم کی باتوں کا ذکر کیا ہے جن میں خلیل نے عربوں کی تقلید سے خروج کیا ہے اور اوضاع جدل کے متعلق علل قائم کی ہیں ایسا کرنا اس کے لیے ضروری تھا کیونکہ اس نے پہلے اصول توڑ کر یہ کام کیا تھا ناشی کے اشعار بہت اچھے ہیں جن میں سے اس کا ایک قصیدہ نونیہ منصوبہ ہے جو چار ہزار اشعار پر مشتمل ہے ، جس میں وہ اہل مذاہب و ملل کا ذکر کرتا ہے ، اس نے مختلف علوم میں بہت سے اشعار اور تصانیف رقم کی ہیں جن میں اس کے بہترین شعر وہ ہیں جو اس نے عراق سے مصر جاتے ہوئے کہے اور وہیں ۲۹۳ھ میں اس کی وفات ہوئی۔

" اے دیارِ احباب کیا کوئی تمہاری طرف سے ایسا جواب دینے والا ہے جو دُور سے زیارت کے لیے آنے والے کی پیاس کو بُجھائے لیکن ان دیار نے کوئی جواب نہ دیا اور ان کی خاموشی میں سائلین کے لیے بڑی عبرت ہے اگرچہ وہ صاحب اُنس لوگوں کے بعد ویران ہو چکے ہیں یا ان کے ٹھہرنے کے بعد خالی ہو چکے ہیں

ہم ایک مدت تک ان میں کھیلتے رہے اور ایک صبح سے دوسری صبح تک جاگتے رہے ہیں ہم نے شراب نوش کرتے اور کھیلتے ہوئے سازگیوں کی آواز پر گلاب اور نرگس اور خزامی اور سوسن و بہار کے درمیان شام کر دی، ہر مرغوب کلی اور گل انار صحن میں پڑے تھے پس زمانے نے ہمیں غفلت اور دھوکے میں آمارا اور ہم لمبا زمانہ اکٹھا رہنے کے بعد جدا ہو گئے اور قرب دیار کے بعد دور ہو گئے۔"

معاویہ کے معاملے اور اس کے سبب کے متعلق مامون کا اعلان

۲۱۲ھ میں مامون کے منادی نے اعلان کیا کہ جس شخص نے معاویہ کا ذکر بھلائی کے ساتھ کیا یا اسے کسی صحابیٔ رسول سے مقدم کیا میں اس کی حفاظت سے بری ہوں اور اس نے تلاوت کے متعلق کہا کہ وہ مخلوق ہے، مورخین نے اس سبب کے متعلق اختلاف کیا ہے جس کی وجہ سے اس نے معاویہ کے متعلق اعلان کیا، اس بارے میں کئی باتیں کہی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے ایک داستان گو نے اسے مطرف بن مغیرہ بن شعبہ ثقفی کی حدیث سنائی اس حدیث کا ذکر زبیر بن بکار نے اپنی کتاب الموفقیات میں کیا ہے جسے اس نے موفق کے لیے تصنیف کیا تھا وہ ابن زبیر کہلاتا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے المدائنی کو کہتے سنا کہ مطرف بن مغیرہ بن شعبہ نے بیان کیا کہ میں اپنے باپ مغیرہ کے ساتھ معاویہ کے پاس گیا میرا باپ اس کے پاس جا کر باتیں کیا کرتا تھا پھر وہ میرے پاس آ جاتا اور معاویہ کی باتیں سناتا اور اس کی عقل کی تعریف کرتا اور اس کے کاموں کو دیکھ کر حیران ہوتا، ایک روز وہ رات کو آیا اور اس نے کھانا نہ کھایا میں نے اسے غمگین پایا، میں نے کچھ دیر اس کا انتظار کیا اور خیال کرنے لگا کہ اسے ہماری کوئی بات ناگوار گزری ہے، میں نے اسے کہا آج رات آپ غمگین کیوں ہیں؟ اس نے کہا اے میرے بیٹے! میں ایک خبیث ترین آدمی کے پاس سے آیا ہوں، میں نے اسے کہا وہ کون ہے؟ اس نے کہا میں نے معاویہ کو خلوت میں کہا کہ آپ ہم میں امیرالمومنین کے مقام کو پہنچ چکے ہیں اگر آپ عدل سے کام لیں اور نیکی کریں تو آپ کا مقام بہت بڑھ جائے گا، اگر آپ ہاشمی بھائیوں کا خیال کر کے ان سے صلہ رحمی کرتے تو خدا کی قسم آپ کو ان سے کچھ خوف نہ ہوتا تو اس نے مجھے کہا یہ نہیں ہو سکتا، بنو تیم کا ایک آدمی بادشاہ بنا تو اس نے عدل و انصاف کیا اور جو کچھ کرنا تھا، کیا، خدا کی قسم اس کے مرنے کے ساتھ ہی اس کا ذکر بھی ختم ہو گیا پھر بنو عدی

کا ایک آدمی بادشاہ بنا اور دس سال تک اس نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ حکومت کی مگر اس کے مرنے کے ساتھ ہی اس کا ذکر بھی ختم ہوگیا ——— مگر اس نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کا نام نہ لیا، پھر ہمارا بھائی عثمان بادشاہ بنا، کوئی شخص نسب میں اس کی ہمسری نہ کر سکتا تھا اس نے جو کام کرنے تھے کیے اور اس کے مرنے کے ساتھ ہی اس کا ذکر ختم ہوگیا ایک ہاشمی سے دن میں پانچ بار اشہد ان محمداً رسول اللہ کہہ کر مدد مانگی جاتی تھی، تیری ماں نہ رہے اس بات کے ساتھ کون سا عمل باقی رہ جاتا ہے خدا کی قسم ہم نے اُسے دفن نہیں کیا، جب مامون نے یہ روایت سُنی تو اس نے اسی طرح اُسے اعلان کرنے کا حکم دیا اور چاروں طرف خطوط بھیج دیے گئے کہ منابر پر اس پر لعنت کی جائے، لوگوں کو یہ بات بہت گراں گزری اور عوام مضطرب ہو گئے تو اُسے مشورہ دیا گیا کہ وہ اس بات کو ترک کر دے تو اس نے جو ارادہ کیا تھا اس سے باز آگیا۔

ابو عاصم نبیل اور اہل علم کی ایک جماعت کی وفات

مامون کی خلافت میں ابو عاصم نبیل کی وفات ہوگئی اس کا نام ضحاک بن مخلد بن سنان بن شیبانی تھا یہ سانحہ ارتحال ۲۱۲ھ کو ہوا محمد بن یوسف فارابی نے بھی مامون کی خلافت میں ۲۱۵ھ میں وفات پائی، ہوذہ بن خلیفہ بن عبداللہ بن ابی بکر نے ستر سال کی عمر میں بغداد میں وفات پائی اس کی کنیت ابوالاشہب تھی، اسے باب بردان کی مشرقی جانب میں دفن کیا گیا، محمد بن عبداللہ بن انس بن مالک انصاری بھی مامون کی خلافت میں فوت ہوا، اسحاق بن طباع شامی سرحد پر اذنہ میں فوت ہوا معاویہ بن عمرو جس کی کنیت ابوعمر اور قبیصہ بن عقبہ جس کی کنیت ابو عامر تھی اور بنی عامر بن صعصعہ میں سے فوت ہوگیا۔

۲۱۷ھ میں مامون مصر میں گیا اور اس نے وہاں پر عبدوس کو قتل کیا جو مصر پر قبضہ کر بیٹھا تھا۔

رومیوں سے جنگ

۲۱۸ھ میں مامون نے رومیوں سے جنگ کی اور اس نے طرطوس کے نزدیک ایک شہر طوانہ کی تعمیر شروع کی۔ جو درّے کے دہانے پر ان کا ایک شہر ہے اس نے رومیوں کے دوسرے قلعوں کی طرف جا کر بھی انہیں دعوت اسلام دی اور انہیں اسلام قبول کرنے اور بزور شمشیر جزیہ لینے کے درمیان اختیار دیا اور نصرانیت کو ذلیل کیا تو رومیوں کے بہت سے آدمیوں نے جزیہ دینا قبول

کر لیا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ قاضی ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن زید دمشقی نے ہمیں دمشق میں بتایا کہ جب مامون جنگ کے لیے گیا اس نے بدیدون میں پڑاؤ کیا شاہ روم کے ایلچی نے اُسے آکر کہا کہ ہمارا بادشاہ تجھے اس جگہ تک آنے کے اخراجات رومی شہروں میں جو مسلمان قیدی ہیں انہیں درہم و دینار کا فدیہ لیے بغیر چھوڑنے، نصرانیوں نے مسلمانوں کے جو شہر برباد کیے ہیں انہیں دوبارہ آباد کرنے اور جس طرح وہ پہلے تھے اسی طرح بنا کر دینے کے درمیان اختیار دیتا ہے کہ آپ اس جنگ سے باز آجائیں مامون اُٹھ کر اپنے خیمے میں گیا، دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا اور باہر آکر ایلچی سے کہنے لگا اپنے بادشاہ سے کہہ دینا کہ تیرا یہ کہنا کہ تو میرے اخراجات مجھے دے دے گا اس کے متعلق ہماری کتاب میں اللہ تعالیٰ بلقیس کی جانب سے حکایت بیان کرتا ہے کہ "انی موسلۃ الیھم بھدیۃ فناظرۃ بم یرجع المرسلون[1] پس جب وہ سلیمان کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا اتمدوننی[2] بمال فما اتانی اللہ خیر مما اتاکم بل انتم بھدیتکم تفرحون" اور تیرا یہ کہنا کہ تو رومی علاقے سے تمام مسلمان اسیروں کو نکال دے گا تمہارے ہاتھ میں دو قسم کے آدمی ہیں ایک وہ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے طلب گار ہیں وہ تو اپنی مراد کو پہنچ گئے ہیں اور دوسرے وہ جو دنیا کے طلب گار ہیں پس اللہ تعالیٰ اُن کے بندھن کو نہ کھولے، اور تیرا یہ کہنا کہ تو مسلمانوں کے ان شہروں کو آباد کر دے گا جنہیں رومیوں نے برباد کیا ہے اگر میں رومی شہروں کے آخری پتھر کو بھی اُکھاڑ پھینکوں تو وہ اس عورت کا بدلہ نہیں ہو سکتا جس نے اسیری کی حالت میں تکلیف پہنچنے پر اے محمد پکارا تھا اپنے آقا کو واپس جا کر کہو کہ میرے اور اس کے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی، اے غلام طبل بجا دو، پس اس نے کوچ کیا اور جب تک اس نے پندرہ قلعے فتح نہیں کیے واپس نہیں لوٹا اور جنگ سے واپسی پر اس نے بدیدون کے چشمے پر پڑاؤ کیا جو القشیرہ کے نام سے مشہور ہے جیسا کہ ہم قبل

---

[1] (ترجمہ) میں اس کی طرف تحفہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھتی ہوں کہ قاصد کس چیز کے ساتھ لوٹتے ہیں (نمل آیت ۳۵)

[2] کیا تم مجھے مال سے مدد دیتے ہو، اللہ نے جو کچھ مجھے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے بلکہ تم اپنے تحفہ کے ساتھ خوش ہوتے ہو (نمل آیت ۳۶)

ازیں اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں اس نے قلعوں سے اپنے ایلچیوں کی واپسی تک وہاں پر قیام کیا پھر وہ پانی کے منبع پر کھڑا ہوا اور اُسے اس کے پانی کی ٹھنڈک، صفائی، سفیدی اور اس جگہ کی خوشگواری اور سرسبزی نے بہت خوش کیا اور اس نے لمبی لمبی لکڑیوں کے کاٹنے کا حکم دیا انہیں اس کے حکم سے چشمے پر پُل کی طرح بچھا دیا گیا اور اس نے پُل کے اُوپر لکڑی کے نیزے اور درختوں کے پتے بچھائے اور وہ اس پناہ گاہ کے نیچے بیٹھ گیا جو اس کے لیے بنائی گئی تھی پانی اس کے نیچے بہہ رہا تھا اس نے پانی میں ایک درہم پھینکا اور پانی کی صفائی کے باعث اس نے پانی کی تہہ میں اس کی تحریر کو پڑھ لیا کوئی شخص پانی کی ٹھنڈک کے باعث اس میں اپنا ہاتھ نہ داخل کر سکتا تھا۔

مامون کی بیماری اور وفات

وہ اسی طرح بیٹھا پانی کا نظارہ کر رہا تھا کہ ایک ہاتھ کے برابر مچھلی نمودار ہوئی جو سفیدی کے باعث چاندی کی ڈلی معلوم ہوتی تھی اس نے اسے نکالنے والے کے لیے انعام مقرر کر دیا تو ایک قالین بچھانے والے نے جلدی سے اُسے پکڑ لیا اور اُوپر چڑھ آیا جب وہ مچھلی اس چشمے کے کنارے یا اس لکڑی پر آئی جس پر مامون بیٹھا تھا تو وہ تڑپی اور قالین بچھانے والے کے ہاتھ سے نکل گئی اور پانی میں پتھر کی طرح جا گری جس سے مامون کے سینے، گلے اور ہنسلی پر چھینٹے پڑے اور اس کے کپڑے بھیگ گئے، قالین بچھانے والے نے دوبارہ چشمے میں اُتر کر مچھلی کو پکڑ لیا اور اُسے ایک رومال میں تڑپتے ہوئے مامون کے سامنے رکھ دیا۔ مامون نے کہا اسے ابھی بھونا جائے پھر اُسے اسی وقت لرزہ شروع ہو گیا اور وہ اپنی جگہ سے بھی نہ ہل سکا اُسے لحافوں سے لپیٹ دیا گیا وہ کھجور کی شاخ کی طرح کانپ رہا تھا اور ٹھنڈک ٹھنڈک پکار رہا تھا پھر اُسے خیمہ میں لے جایا گیا اور کپڑوں میں لپیٹ دیا گیا اور اس کے ارد گرد آگ جلا دی گئی لیکن وہ سردی سردی پکار رہا تھا پھر مچھلی کو بھون کر لایا گیا مگر وہ اُسے چکھ بھی نہ سکا اس کی حالت نے اُسے کھانے سے روک دیا جب اس کی حالت نازک ہو گئی تو معتصم نے بختیشوع اور ابن ماسویہ سے مامون کے بارے میں پوچھا اس وقت وہ موت کی بے ہوشی میں تھا کہ اس وقت علم طب اس کے بارے میں کیا کہتا ہے اور کیا اس کی شفا ممکن ہے؟ تو ابن ماسویہ نے آگے بڑھ کر اس کا ایک ہاتھ اور بختیشوع نے دوسرا ہاتھ پکڑ لیا دونوں ہاتھوں کی نبض کو دیکھا جو اعتدال سے خارج ہو چکی تھی اور

موت کا اشارہ کر رہی تھی ان کے ہاتھوں سے اس کی جلد کا پسینہ چپک گیا جو اس کے بدن سے نیل یا سانپ کے لعاب کی طرح نکل رہا تھا، انہوں نے معتصم کو اس کے متعلق اطلاع دی تو اس نے ان دونوں سے اس کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا کہ ہمیں اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں اور انہوں نے طب کی کتب میں اس کے متعلق کچھ نہیں پڑھا یہ جسم کی کمزوری پر دلالت کرتا ہے مامون اپنی غشی سے ہوش میں آگیا اس نے نیند سے اپنی آنکھیں کھولیں اور رومی لوگوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور ان سے اس جگہ اور چشمے کے نام کے متعلق پوچھا اس کے سامنے کئی قیدی اور راہبر پیش کیے گئے اور ان سے دریافت کیا گیا کہ القشیرہ نام کی تشریح کرو، اسے بتایا گیا کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ اپنی ٹانگوں کو لمبا کرو، جب اس نے اس فال کو سنا تو اس سے بدشگونی لی اور کہنے لگا کہ ان سے پوچھو کہ اس جگہ کو عربی میں کیا کہتے ہیں، انہوں نے کہا رقہ، اور مامون موت کے خوف کی وجہ سے رقہ شہر سے بہت پہلوتہی کرتا تھا جب اس نے رومیوں سے یہ بات سنی تو اسے پتہ چل گیا کہ اس کی پیدائش سے بھی قبل اس جگہ پر اس کی وفات کی خبر دی گئی ہے بعض کہتے ہیں کہ بدیدون نام کی تفسیر یہ ہے کہ اپنی ٹانگوں کو لمبا کر لو، اللہ تعالیٰ ہی اس کی کیفیت کو بہتر جانتا ہے، مامون نے اپنے اردگرد اطباء کو بلایا کہ وہ اس کی بیماری کا خلاصہ بیان کریں جب اسے گرانی ہوگئی تو اس نے کہا مجھے باہر نکالو میں اپنی فوج، جوانوں اور حکومت کو دیکھ لوں یہ رات کے وقت کی بات ہے اسے باہر نکالا گیا اس نے خیموں، فوج اور اس کے انتشار اور کثرت کو آگ کی روشنی میں دیکھا اور کہنے لگا اے وہ ذات جس کی حکومت کو زوال نہیں اس پر رحم فرما جس کی حکومت جاتی رہی ہے پھر اسے اپنے بستر پر لایا گیا جب اسے گرانی ہوگئی تو معتصم نے کلمہ کی تلقین کے لیے ایک آدمی کو بٹھایا اس نے بلند آواز سے اسے کلمہ شہادت کہنے کو کہا تو ابن ماسویہ نے اسے کہا شور نہ کر، خدا کی قسم اس وقت اس کے رب کے اور اس کی مہلت کے درمیان کوئی جدائی نہیں کر سکتا، اسی وقت مامون نے آنکھیں کھولیں اور ان میں ایسی ہیبت اور سرخی پیدا ہو چکی تھی جو کبھی نہیں دیکھی گئی تھی وہ ابن ماسویہ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑنے کی کوشش کرنے لگا اور اس سے بات کرنی چاہی مگر وہ ایسا نہ کر سکا اس نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر چکی تھیں اس وقت اس کی زبان چل پڑی اور وہ کہنے لگا اے وہ ذات جسے موت نہیں آتی، مرنے والے پر رحم فرما اور فوت ہوگیا یہ ۱۷ رجب ۲۱۸ھ جمعرات کے روز کا واقعہ ہے، اسے وہاں سے طرطوس لا کر دفن کیا گیا جیسا کہ ہم اس کے

حالات میں پہلے بیان کر چکے ہیں۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ مامون کے حالات و واقعات اور اشعار اور اخلاق نہایت شان دار ہیں جنہیں ہم نے مفصل طور پر اپنی پہلی کتب میں بیان کیا ہے اس لیے ان کے بیان کی ضرورت نہیں رہی مامون کے متعلق ابو سعید مخزومی کہتا ہے ؎

کیا تو نے دیکھا ہے کہ نجوم نے مامون اور اس کی مانوس حکومت کو کچھ فائدہ دیا ہو وہ اُسے طرطوس کے میدان میں ایسے چھوڑ گئے جیسے اس کے باپ کو طوس میں چھوڑ گئے تھے مامون اکثر یہ اشعار پڑھا کرتا تھا ؎

"جو شخص ہمیشہ ہی موتوں کا نشانہ ہو وہ اُسے ایک دن شکستہ کر چھوڑتی ہیں اور اگر کبھی وہ اس سے چوک جائیں تو ہو سکتا ہے کہ چوک جانے والا دوبارہ آجائے اور اس کے پہلو تہی کرنے اور ان کے چوک جانے کے درمیان وہ جلدی سے پہلو تہی کرنے والے کو آپکڑتی ہیں۔"

معتصم کی خلافت کا بیان

مختصر حالات جس روز چہارشنبہ بدیدون پر مامون کی وفات ہوئی اسی روز معتصم کی بیعت ہوئی یہ ۱۸ رجب ۲۱۸ھ جمعرات کے روز کا واقعہ ہے ، اس کا نام محمد بن ہارون اور کنیت ابو اسحاق تھی اس وقت اس کے اور عباس بن مامون کے درمیان خلافت کا جھگڑا اچل رہا تھا پھر عباس نے اس کی بیعت کر لی اس وقت معتصم کی عمر ۳۸ سال دو ماہ تھی اس کی وفات سُر من رای (سامرہ) میں ۲۲۷ھ کو ۴۶ سال دس ماہ کی عمر میں ہوئی اس کی خلافت ۸ سال ۸ ماہ رہی اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس کی قبر سر من رای میں جوسق مقام پر ہے۔

اس کے حالات و واقعات کا مختصر بیان اور اس کے دَور کی ایک جھلک

معتصم کا وزیر ابن الزیات اور احمد بن ابی داؤد معتصم نے اپنے آخری ایام تک محمد بن عبد الملک کو وزیر بنایا احمد بن ابی داؤد کے اثرات غالب رہے ، محمد بن عبد الملک معتصم ، واثق اور متوکل کے حکمران بننے تک وزیر رہا متوکل کے دل میں اس کے متعلق کچھ کھٹکا تھا لہٰذا اس نے اُسے قتل کر دیا ہم اس کے قتل کے واقعہ کی ایک جھلک متوکل کے حالات میں بیان کریں گے اگرچہ ہم نے اس کا ملخص کتاب الاوسط میں بیان کر دیا ہے۔

آبادی سے معتصم کی محبت معتصم ، آبادی کو بہت پسند کرتا تھا اور کہتا تھا

کہ اس میں کئی قابل تعریف کام ہیں ایک تو اس سے زمین آباد ہوتی ہے جس سے عالم کو زندگی ملتی ہے اس سے محصول بڑھتا ہے اموال میں زیادتی ہوتی ہے اور چوپاؤں کی گزر اوقات ہوتی ہے، نرخ سستے ہوتے ہیں آمدنی بڑھ جاتی ہے اور معاش وسیع ہو جاتی ہے، وہ اپنے وزیر محمد بن عبدالملک سے کہا کرتا تھا کہ جب تو کوئی ایسی جگہ پائے جس میں تجھے دس درہم خرچ کرنے پڑیں اور سال کے بعد مجھے گیارہ درہم ملیں تو اس میں مجھ سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

معتصم کی قوت و شجاعت

معتصم بڑا شجاع اور مضبوط جسم آدمی تھا، احمد بن ابی داؤد جو اس سے بڑا مانوس تھا بیان کرتا ہے کہ جب معتصم اپنی قوت و طاقت سے ہاتھ دھو بیٹھا تو میں ایک روز اس کے ہاں گیا اس وقت اس کے پاس ابن ماسویہ بھی موجود تھا، معتصم نے کھڑے ہو کر مجھے کہا جب تک میں اس کے پاس نہ آؤں تم نے یہاں سے نہیں جانا۔ میں نے یحیٰی بن ماسویہ سے کہا تیرا برا ہو میں دیکھ رہا ہوں کہ امیرالمومنین کا رنگ بدل گیا ہے اور قوت میں کمی واقع ہو گئی ہے اور اس کا دبدبہ جاتا رہا ہے تیرے خیال میں ان کی حالت کیا ہے اس نے جواب دیا خدا کی قسم وہ لوہے کا ایک ٹکڑا ہے مگر اس کے ہاتھ میں ایک کلہاڑا ہے جس سے وہ اس ٹکڑے کو مارتا ہے میں نے کہا کیسے، وہ کہنے لگا کہ اس سے قبل جب وہ مچھلی کھاتے تھے تو سرکے، زیرے، انیسوں، سذاب (ایک بدبودار پودہ ہے) اجوائن، رائی اور اخروٹ کا سالن بنا کر کھاتے تھے جس سے مچھلی کا ضرر پٹھوں کو اس کا نقصان پہنچانا ختم ہو جاتا تھا جب وہ سروں کو کھاتے تھے تو اس کے لیے اسے سالن بناتے جو اس کے ضرر کو دور کرتے اور اسے لطیف بنا دیتے تھے، غذا کو لطیف بنانے میں اکثر مجھ سے مشورہ کرتے تھے مگر اب یہ حالت ہے کہ اگر میں کسی چیز پر اعتراض کر دوں تو وہ میری مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں یہ ابن ماسویہ کی مرضی کے خلاف کھا رہا ہوں اور جس کی مجھے طاقت ہے وہ کر رہا ہوں، معتصم پس پردہ ہماری باتوں کو سن رہا تھا میں نے کہا ابو یحیٰی تیرا برا ہو اپنی انگلی اس کی آنکھ میں داخل کر دے اس نے کہا میں تیرے قربان جاؤں میں انہیں روکنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ ان کی مخالفت کی جرأت کر سکتا ہوں جب وہ اپنی بات سے فارغ ہوا تو معتصم نے ہمارے پاس آ کر مجھے کہا تم ابن ماسویہ کے ساتھ کیا باتیں کر رہے تھے، میں نے کہا امیرالمومنین! میں نے اس کے ساتھ آپ کی رنگ کی تبدیلی اور قلت طعام کے متعلق مناظرہ کیا ہے جس نے میرے جسم و جوارح کو کمزور کر دیا ہے اس نے کہا اس نے تجھے کیا کہا ہے

میں نے کہا اس نے شکایت کی ہے کہ جو بات وہ آپ کو بتایا کرتا تھا آپ مانا کرتے تھے اور اب آپ اس کی مخالفت کرتے ہیں اس نے کہا پھر تو نے اُسے کیا جواب دیا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ میں ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا تو وہ ہنس کر کہنے لگا کہ یہ بات میری آنکھوں میں داخل ہونے سے بعد کی ہے یا پہلے کی، راوی کہتا ہے کہ مجھے پسینہ چھوٹ گیا اور مجھے یہ بھی علم ہو گیا کہ اس نے ہماری باتوں کو سُن لیا ہے اور میری دخل اندازی کو بھی سمجھ گیا ہے معتصم کہنے لگا اے احمد اللہ تجھے معاف فرمادے، مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہوئی ہے اور میں جانتا ہوں کہ یہ بھی اُنس و محبت کی ایک قسم ہے۔

معتصم اور علی بن جنید

معتصم، علی بن جنید اسکافی سے بڑا مانوس تھا وہ عجیب صورت اور عجیب باتیں کرنے والا تھا جس میں مضافات میں رہنے والوں کی سی روانی تھی ایک روز معتصم نے محمد بن حماد سے کہا کہ صبح کو علی بن جنید کی طرف جاؤ اور اُسے کہو کہ وہ میری رفاقت کے لیے تیار ہو جائے، اس نے جا کر اُسے کہا کہ امیر المومنین نے تجھے اپنی رفاقت کا حکم دیا ہے تو خلفاء کی رفاقت اور ان کے ساتھ سوار ہونے کی شروط تیار کرے، علی بن جنید نے کہا میں کیسے تیاری کروں، کیا اپنے سر کے سوا کوئی اور سر مہیا کر دوں یا اپنی ڈاڑھی کے سوا کوئی اور ڈاڑھی خرید دوں یا اپنے قد کو بڑھا لوں، اس نے کہا تو ابھی تک خلفاء کی رفاقت کی شروط کو نہیں جانتا، علی بن جنید نے کہا وہ شروط کیا ہیں تجھے پتہ ہے تو بتا دے، ابن حماد جو بڑا ادیب تھا اُسے کہنے لگا، رفاقت کی شرط یہ ہے کہ باتوں سے فائدہ اُٹھانا، گفتگو کرنا، تھوکنے، کھانسنے، گلا صاف کرنے اور تیز چلنے سے گریز کرنا اور یہ کہ سردار کے جھکاؤ کے خوف کی وجہ سے سواری میں اس کے آگے نہ بڑھ جائے اور اُترنے میں پہل کرے اور جب تک رفاقت کرنے والا یہ کام نہ کرے تو وہ اور بھاری شیشہ جو گنبد کے ساتھ ہوتا ہے ایک جیسا ہی ہوتا ہے اور خواہ سردار سو جائے اُسے سونا نہیں چاہیے بلکہ بیدار رہنا چاہیے اپنے ساتھی اور اس کی سواری کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ جب وہ دونوں سو جائیں گے تو اُسے اپنے جھکاؤ کا پتہ بھی نہیں لگے گا اور ایسی بات ظہور پذیر ہو گی جس میں اخفا کی کوئی بات نہ ہو گی علی بن جنید اس کی طرف دیکھ رہا تھا جب اس نے بہت سی شروط اور اوصاف بیان کیے تو اس نے قطع کلامی کرتے ہوئے اہل مضافات کی طرح اُسے کہا، جاؤ اور اُسے جا کر کہہ دو تمہاری رفاقت وہی کر سکتا ہے جس کی ماں

زانیہ ہو اور وہ کشتیاں ہی ہے ابن حماد نے واپس آکر معتصم کو وہ بات بتا دی جو اس نے کہی تھی تو معتصم نے ہنس کر کہا اُسے میرے پاس لاؤ وہ آیا تو معتصم نے کہا اے علی! میں نے تیرے پاس رفاقت اختیار کرنے کے لیے آدمی بھیجا تھا مگر تو رفاقت نہیں کرتا اس نے کہا کہ آپ کا یہ جاہل گنجا ایلچی میرے پاس حسان شاشی اور خالویہ محاکی کی شروط لے کر آیا اور کہنے لگا تم نے تھوکنا نہیں، یہ نہیں کرنا اور وہ کرنا اور لمبی باتیں کرنے لگا اور ہاتھوں سے اشارے کرنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ نہ کھانسنا ہے اور نہ چھینک مارنی ہے اور اگر میں آپ کی رفاقت کے لیے راضی ہو جاؤں اور مجھے گوز آجائے تو میں تو گوز مار دوں گا اور جب تجھے گوز آئے تو تو بھی گوز مار دینا وگرنہ تیرے اور میرے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوگا، معتصم ہنس پڑا یہاں تک کہ اپنے پاؤں زمین پر رگڑنے لگا اور ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گیا اور کہنے لگا اس شرط پر میری رفاقت کر لو، میں نے کہا بہت اچھا، تو اس نے ایک خچر پر بنائے گئے محمل میں اس کی رفاقت کی وہ تھوڑی دیر چلنے کے بعد خشکی پر پہنچ گئے تو علی نے کہا امیر المومنین! یہ سامان حاضر ہے اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے اس نے کہا یہ تیرے سپرد ہے تو جب چاہے اسے لے جائے اس نے کہا ابن حماد کو بلاؤ، معتصم نے اُسے حاضر کرنے کا حکم دیا تو علی نے اُسے کہا آؤ تجھے خوش کروں، جب وہ اس کے قریب ہوا تو اس نے گوز مارا اور اپنی آستین اُسے پکڑائی اور کہنے لگا میری آستین میں کوئی چیز رینگ رہی ہے، دیکھ تو سہی وہ کیا ہے اس نے اپنا سر آستین میں داخل کیا تو ٹٹی کی بو محسوس کی، اور کہنے لگا مجھے تو کچھ نظر نہیں آ رہا لیکن مجھے یہ پتہ نہ تھا کہ تیرے کپڑوں کے اندر ٹٹی بنی ہوئی ہے معتصم نے اپنی آستین سے اپنا منہ ڈھانکا ہوا تھا اور ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا پھر وہ مسلسل گوز مارنے لگا اور ابن حماد سے کہنے لگا کہ نہ کھانسنا نہ تھوکنا اور نہ تیز چلنا، میں نے تو یہ نہیں کیا، لیکن میں نے تم پر پاخانہ کر دیا ہے، راوی بیان کرتا ہے کہ وہ مسلسل گوز مارتا رہا، معتصم اپنا سر پالکی سے باہر نکالے ہوئے تھا پھر اس نے معتصم سے کہا کہ ہنڈیا پک گئی ہے اور میں دوسری ہنڈیا پکانا چاہتا ہوں جب اس کے گوز بہت زیادہ ہو گئے تو معتصم نے غلام سے کہا تیرا بُرا ہو، مجھے زمین پر اتار دو، ورنہ میں مر جاؤں گا۔ ایک روز علی بن جنید اسکافی، معتصم کے پاس آیا اور اس سے ہنسی مذاق کرنے لگا، معتصم نے اُسے کہا اے علی تیرا بُرا ہو کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں دیکھ نہیں رہا، کیا تو صحبت و مودت کو بھول گیا ہے؟

اس نے کہا، جو بات میں آپ کو کہنا چاہتا تھا وہ آپ نے مجھے کہہ دی ہے تُو تو ابلیس ہے یہ بات سُن کر معتصم ہنس پڑا پھر کہنے لگا تم میرے پاس کیوں نہیں آتے اس نے کہا میں کئی دفعہ آیا ہوں مگر تجھ تک نہیں پہنچ سکا آج تو شریف بنا ہوا ہے گویا تو بنی مار یہ میں سے ہے، بنو ماریہ اہل مضافات میں سے تھے جن کے تکبر کی مثال اہل مضافات بیان کیا کرتے تھے، معتصم نے اُسے ایک غلام کی طرف اشارہ کر کے جس کے ہاتھ میں مورچھل تھا، کہا یہ سندان ترکی ہے اور اُسے کہا اے سندان جب علی آیا کرے تو مجھے بتایا کرو اور اگر یہ تجھے کوئی رقعہ دے تو مجھے پہنچا دیا کرو اور اگر یہ تجھے کوئی پیغام دے تو مجھے بتایا کرو اس نے کہا بہت اچھا میرے آقا، علی واپس چلا گیا اور کئی روز کے بعد سندان کو تلاش کرتا ہوا آیا، لوگوں نے کہا وہ سویا ہوا ہے تو وہ واپس چلا گیا، دوبارہ آیا لوگوں نے کہا وہ اندر چلا گیا ہے تو اس تک نہیں پہنچ سکتا وہ پھر چلا گیا، سہ بارہ پھر آیا تو لوگوں نے کہا وہ امیرالمومنین کے پاس ہے تو وہ حیلہ سازی سے دُوسری جانب سے معتصم کے پاس چلا گیا اور اُسے گھنٹہ بھر ہنسانے کے بعد اس پر ناراض ہونے لگا معتصم نے اُسے کہا اے علی تجھے کوئی ضرورت ہے اس نے کہا ہاں امیرالمومنین اگر آپ کی سندان ترکی سے ملاقات ہو تو اُسے میرا اسلام دینا اس نے ہنس کر کہا اُس کا کیا حال ہے اس نے کہا اس کا حال یہ ہے کہ تو نے اُسے میرے اور اپنے درمیان ایک انسان مقرر کیا ہے اور میں تجھے اس کے دیکھنے سے قبل دیکھ رہا ہوں اور میں اس کا بہت مشتاق ہوں آپ اُسے میرا اسلام پہنچا دیں تو معتصم بہت ہنسا اور اس نے اُسے اور سندان کو دوبارہ اکٹھے کیا اور اُسے اس کا خیال رکھنے کی تاکید کی وہ اُسے اس سے روکتا نہ تھا۔

معتصم اور ایک بوڑھا جس کا گدھا کیچڑ میں پھسل گیا تھا

معتصم ایک روز بارش میں سر من رائی کی غربی جانب سے گذرا اور اپنے اصحاب سے الگ ہو گیا، کیا دیکھتا ہے کہ ایک گدھا پھسل پڑا ہے اور اس پر جو کانٹے لدے ہوئے تھے وہ نیچے گر پڑے ہیں وہ کانٹے ایسے تھے جن سے عراق میں تنور جلائے جاتے ہیں گدھے کا مالک ایک کمزور بوڑھا تھا جو کسی گذرنے والے انسان کا منتظر تھا کہ وہ بوجھ اٹھانے میں اس کی مدد کرے، معتصم اس کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا اے بوڑھے تجھے کیا کام ہے؟ اس نے کہا میں تیرے قربان جاؤں، یہ بوجھ میرے گدھے سے گر پڑا ہے اور میں کسی انسان کا منتظر ہوں کہ وہ اس کے اُٹھانے میں میری مدد کرے، معتصم گدھے

کو کیچڑ سے نکالنے کے لیے چل پڑا تو شیخ نے کہا میں تیرے قربان جاؤں تو اپنے کپڑے خراب کرے گا اور وہ خوشبو بھی جو میں سونگھ رہا ہوں میرے گدھے کی وجہ سے خراب ہو جائے گی اس نے کہا تجھ پر اس کا کوئی حرج نہ ہوگا، وہ گھوڑے سے اُترا اور اس نے ایک ہاتھ سے گدھے کو اُٹھا کر کیچڑ سے نکال دیا، بوڑھا حیران ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا پھر اس نے گدھے کو چھوڑ کر اپنے گھوڑے کی لگام کو اس کے وسط میں باندھا اور کانٹوں کی طرف جھکا وہ دو گٹھے تھے اس نے دونوں کو اُٹھا کر گدھے پر رکھ دیا پھر ایک تالاب پر جا کر اپنے دونوں ہاتھ دھوئے اور گھوڑے پر بیٹھ گیا، بوڑھے نے کہا اے جوان میں تجھ پر قربان جاؤں تب معتصم کے سوار آگئے تو اس نے اپنے ایک خاص آدمی سے کہا اس بوڑھے کو چار ہزار درہم دے دو اور فوج کے گزرنے تک اس کے ساتھ رہو اور اُسے اس کی بستی میں پہنچا دو۔

علماء کی ایک جماعت کی وفات

۲۱۹ھ میں ابوالفضل بن دکین مولیٰ آل طلحہ بن عبید اللہ نے کوفہ میں وفات پائی، بشر بن غیاث مریسی اور عبد اللہ بن رجا الغدانی بھی فوت ہو گئے، اسی سال میں معتصم نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو خلق قرآن کے مسئلہ کا اقرار کرانے کے لیے ۳۸ کوڑے مارے۔

محمد بن علی بن موسےٰ بن جعفر

۲۱۹ھ میں محمد بن علی بن موسےٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب وفات پا گئے، یہ ھر ذوالحجہ کا واقعہ ہے اور بغداد کی غربی جانب قریش کے قبرستان میں اپنے دادا موسےٰ بن جعفر کے ساتھ دفن ہوئے ان کی نماز جنازہ واثق نے پڑھائی، ان کی وفات ۲۵ سال کی عمر میں ہوئی جب ان کے والد علی بن موسےٰ رضا فوت ہوئے محمد سات سال آٹھ ماہ کے تھے بعض لوگ ان کی عمر کے متعلق اور کچھ بھی بیان کرتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ام الفضل بنت مامون جب ان کے ساتھ مدینہ سے معتصم کی طرف گئی تو اس نے انہیں زہر دے دیا تھا، ہم نے ان کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل امامت نے ان کے والد کی وفات کے وقت ان کی عمر کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور اس بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے ہم نے اُسے رسالہ "البیان فی اسماء الائمۃ" میں بیان کیا ہے نیز اس بارے میں جو کچھ قطعیہ شیعہ نے بیان کیا ہے اس کا بھی ذکر کیا ہے۔

محمد بن قاسم علوی

۲۱۹ھ میں معتصم نے محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن علی بن حسین بن علی

بن ابی طالب کو خوفزدہ کیا وہ کوفہ کے نہایت متقی زاہد اور عابد تھے جب انہیں اپنے متعلق خوف محسوس ہوا تو وہ خراسان بھاگ گئے اس کے بہت سے اضلاع مثلاً مرو، سرخس، طالقان اور نسا، میں نقل مکانی کرتے رہے وہاں پر انہوں نے کئی جنگیں کیں اور ان کے ساتھ کئی واقعات ہوئے اور بہت سے لوگوں نے ان کی امامت کو قبول کیا پھر عبداللہ بن طاہر انہیں معتصم کے پاس لے گیا تو اس نے آپ کو ایک قید خانے میں ڈال دیا جو اس نے سرمن رای کے ایک باغ میں بنایا ہوا تھا محمد بن قاسم کی موت کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ انہیں زہر دے کر مارا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے کچھ طالقانی شیعہ اس باغ میں آئے اور کاشتکاری اور باغبانی کا کام کرنے لگے انہوں نے رسیوں اور شیر کی ایال کی سیڑھیاں بنائیں اور قید خانے میں نقب لگا کر انہیں نکال کر لے گئے اور آج تک ان کے متعلق کچھ پتہ نہیں چلا۔ زیدیہ میں سے بہت سے لوگ اس وقت یعنی ۳۳۲ھ تک ان کی خلافت کے قائل ہیں اور ان میں سے بہت سے لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ محمد ابھی فوت نہیں ہوئے اور وہ زندہ ہیں اور انہیں رزق ملتا ہے اور وہ ظاہر ہو کر زمین کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دیں گے جیسے وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے وہ اس اُمت کے مہدی ہیں ان لوگوں کی اکثریت کوفہ، جبال طبرستان، دیلم اور خراسان کے اضلاع میں رہتی ہے محمد بن قاسم کے بارے میں ان کا قول ایسے ہی ہے جیسے رافضہ کیسانیہ کا قول محمد بن حنفیہ کے بارے میں اور واقفیہ کا موسیٰ بن جعفر کے بارے میں ہے، جنہیں ممطورہ کہتے ہیں شیعہ فرقوں کے درمیان یہ فرقہ اسی نام سے مشہور ہے، ہم نے ان کے اقوال کو اپنی کتاب المقالات فی اصول الدیانات" میں بیان کیا ہے اور معنویہ میں سے غلاۃ، محمدیہ اور دیگر باطل پرست فرقوں کے اقوال کو، جو ارواح کے چوپائیوں میں منتقل ہو جانے کے قائل ہیں انہیں اپنی کتاب "سر الحیاۃ" میں بیان کیا ہے۔

معتصم کی ترکی فوج

معتصم ترکوں کو اکٹھا کرنا اور ان کے آقاؤں سے انہیں خریدنا بہت پسند کرتا تھا اس طرح اس نے چار ہزار ترکوں کو اکٹھا کر لیا اور انہیں کئی قسم کی ریشم، سنہری پیٹیاں اور سنہری زیورات پہنائے اور انہیں لباس کے لحاظ سے دوسری فوج سے ممتاز کیا، یمن اور قیس کے کناروں سے لوگوں کو چن کر انہیں مغاربہ کا نام دیا اور اس نے فراغنہ اور اشروسنہ میں سے خراسانی

جوانوں کو تیار کیا اس کی فوج بہت ہو گئی اور ترک بغداد کے بازاروں میں گھوڑے دوڑا کر عوام، بچوں اور کمزوروں کو اذیت دینے لگے بسا اوقات اہل بغداد، کسی عورت، بوڑھے، بچے یا نابینا کو نقصان پہنچانے پر کسی تُرک پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیتے تو معتصم نے ان سے دوسری جگہ منتقل ہونے اور کسی کھُلی جگہ پر فروکش ہونے کا ارادہ کر لیا چنانچہ وہ بغداد سے چار فرسخ کے فاصلہ پر براذان میں جا اُترا مگر اُسے وہاں کی آب وہوا راس نہ آئی اور نہ ہی وہاں پہ کھُلی فضا تھی وہ مختلف بستیوں اور جگہوں پہ منتقل ہوتا ہوا قاطول جا پہنچا وہ جگہ اسے اچھی لگی اور وہاں پر ایک بستی میں جرامقہ اور نبطی لوگ دجلہ کی ایک نہر قاطول پہ رہتے تھے، اس نے وہاں پہ ایک محل تعمیر کیا لوگوں نے بھی مکان بنا لیے اور بغداد سے یہاں چلے آئے، سوائے تھوڑے سے آدمیوں کے باقی لوگ وہاں سے چلے آئے تو ایک آوارہ گرد نے معتصم پر چوٹ کرتے ہوئے کہا ؎

"اے وہ شخص جو جرامقہ کے درمیان قاطول میں سکونت پذیر ہے تو نے بغداد میں جرنیل بنیڈھوں کو چھوڑا ہے۔"

معتصم کو اس جگہ کی سردی اور زمین کی سختی سے بہت تکلیف پہنچی اور انہوں نے مکان بنانے میں بڑی اذیت برداشت کی اس بارے میں ایک فوجی کہتا ہے ؎

"انہوں نے ہمیں کہا کہ قاطول میں ہم سردی کا موسم گزاریں گے اور ہم اللہ تعالیٰ کے احسان کے اُمیدوار ہیں، لوگ آپس میں مشورہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر روز اپنی نئی شان کا اظہار کرتا ہے۔"

سامرا کی اسکیم

جب معتصم کو اس جگہ سے اذیت پہنچی اور اس میں تعمیر کا کام مشکل ہو گیا تو وہ جگہوں کو تلاش کرتا کرتا سامرا جا پہنچا، وہاں پر عیسائیوں کا ایک قدیم گرجا تھا، اس نے گرجا میں رہنے والے ایک آدمی سے اس جگہ کا نام پوچھا اس نے کہا یہ سامرا کے نام سے مشہور ہے، معتصم نے اُس سے پوچھا، سامرا کے معنے کیا ہیں؟ اس نے جواب دیا گذشتہ کتب اور اقوام سے ہمیں جو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سام بن نوح کا شہر ہے معتصم نے اُسے کہا یہ کس مُلک سے تعلق رکھتا ہے اور کس طرف منسوب ہے پس اُس نے کہا یہ بلاد طبرجان سے تعلق رکھتا ہے اور رَے کی طرف منسوب ہے پس معتصم نے کھُلی فضا، صاف ہوا اور صحیح زمین کو دیکھا تو اُسے یہ جگہ اور اسکی ہوا اچھی لگی وہ تین روز وہاں رہ کر ہر روز شکار کھیلتا رہا تو اس نے محسوس کیا کہ اس کا دل غذا کا مشتاق ہے اور عادت جاریہ سے زیادہ غذا کا مطالبہ کرتا ہے تو اُسے معلوم ہو

گیا کہ یہ ہوا مٹی اور پانی کی تاثیر کی وجہ سے ہے لہٰذا اس نے اس جگہ کو پسند کیا اور گرجا والوں کو بلا کر یہ زمین چار ہزار دینار میں اُن سے خرید لی اور اپنے محل کی تعمیر کے لیے اس میں جگہ تلاش کی اور سر من رای کے وزیر یہ مقام پہ اس کی بنیاد رکھی، اسی کی طرف وزیری انجیر منسوب ہوتی ہے جو بہت شیریں پتلے چھلکے والی اور چھوٹے بیج والی ہے جس کے ساتھ شام، حلوان اور ارجان کی انجیر مقابلہ نہیں کر سکتی، عمارت بلند ہو گئی اور اس سے دُوسرے شہروں اور علاقوں سے کاریگر اور انواع و اقسام کے پودے اور درخت منگوائے اور ترکوں کو مخصوص جاگیریں دیں اور ان کو فراغنہ اور اشروسیہ وغیرہ کے پڑوس میں خراسان کے شہروں میں ان کے شہروں کے قرب کی نسبت سے بسایا اور اشناس ترکی اور اس کے ترک ساتھیوں کو، کرخ سامرا میں جاگیریں دیں اور فراغنہ کو اس نے عمری اور جسر مقام پہ آباد کیا اور نقشے بنائے جاگیروں، گلیوں اور راستوں کو بنایا، ہر صنعت والوں کا ایک الگ بازار بنایا اور اسی طرح تاجروں کے بھی بازار بنائے لوگوں نے بھی عمارات اور بلند و بالا محلات بنائے اور آبادی بڑھ گئی پانی کے چشمے تلاش کیے گئے اور دجلہ وغیرہ سے بھی پانی لایا گیا اور لوگوں نے سُنا کہ بادشاہ کا محل بن گیا ہے تو وہ مختلف قسم کا ساز و سامان لے کر وہاں آ گئے اور رزق کی فراوانی ہو گئی اور عدل و انصاف عام ہو گیا اور سرسبزی بڑھ گئی، ہم بیان کر چکے ہیں کہ معتصم نے اس کام کا آغاز ۲۲۱ھ میں کیا تھا۔

بابک خُرمی کی بغاوت

بلادران اور بیلقان میں بابک خرمی نے بڑی قوت حاصل کر لی اور ان علاقوں میں اس کے پست طبقہ لوگوں کی کثرت ہو گئی تو وہ اپنی فوج کے ساتھ ان شہروں کی طرف چل پڑا اور اس نے فوج کو تقسیم کر دیا اور لشکروں کو شکست دی اور والیوں کو قتل کیا، لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا، معتصم نے افشین کی سرکردگی میں اس کی طرف فوج بھیجی اور اس نے اس کے ساتھ مسلسل کئی جنگیں کیں یہاں تک کہ بابک کا اپنے ملک ہی میں ناطقہ بند ہو گیا، اس کی فوج منتشر ہو گئی، اس کے جوان مارے گئے اور وہ ران کے علاقے میں بدین پہاڑ میں چھپ گیا، یہ بابک کا علاقہ ہے اور آج تک اسی نام سے مشہور ہے، جب بابک نے محسوس کیا کہ اب مصیبت آیا ہی چاہتی ہے تو وہ اپنی جگہ کو چھوڑ کر بھاگ گیا اور اس نے اس کے بھائی، بیٹوں، اہل اور خواص نے اپنا بھیس بدل لیا، بابک نے مسافروں، تاجروں اور قافلے والوں کا لباس پہن لیا اور بلاد آرمینیا میں آرمینی جرنیل سہل بن سنباط کے مضافات میں ایک چشمے پہ جا اُترا ان کے قریب ہی بکریوں کا ایک

چرواہا رہتا تھا انہوں نے اس سے ایک بکری خریدی اور اپنے زادِ راہ کے لیے اس سے کچھ چیزوں کا سودا کیا، اس نے فوری طور پر سہل بن سنباط آرمینی کو جاکر اطلاع دی اور کہا بلاشبہ وہ بابک ہے اور جب بابک اپنی جگہ سے بھاگا تھا افشین کو یہ خدشہ تھا کہ وہ کسی مضبوط پہاڑ کی پناہ لے لے گا یا کسی قلعہ میں قلعہ بند ہو جائے گا یا اس علاقے میں بسنے والی کسی قوم کے ساتھ مل جائے گا اور اس کی جمعیت بڑھ جائے گی اور اس کی فوج کے بھگوڑے بھی اس سے آملیں گے اور وہ دوبارہ قوت پکڑے گا لہٰذا اس نے ناکہ بندی کر لی اور قلعوں اور بلادِ آرمینیا اور آذر بائیجان، اران اور بیلقان کے جرنیلوں سے مراسلت کی اور انہیں لالچ بھی دیا جب سہل بن سنباط نے چرواہے کی بات سنی تو اپنے موجودہ ساتھیوں اور فوج کے ساتھ اس جگہ پر آیا جہاں بابک موجود تھا اور پیدل چل کر اس کے قریب ہوا اُسے سلامِ ملوکیت کرنے کے بعد کہنے لگا اے بادشاہ اپنے اس محل میں چلیے جس میں آپ کا دوست رہتا ہے اور وہ ایسی جگہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دشمن سے بچائے گا وہ اُٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ اس کے قلعہ میں آگیا پس اس نے اُسے اپنے تخت پر بٹھایا اس کی عزت کی اُسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنا گھر رہنے کے لیے دے دیا اور دسترخوان پر سہل نے اس کے ساتھ کھانا کھایا بابک نے اپنی جہالت اور کم عقلی سے اُسے کہا، کیا تمہارے جیسا آدمی میرے ساتھ کھانا کھا سکتا ہے؟ تو سہل دسترخوان سے اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے بادشاہ میں نے غلطی کی ہے جب میری حیثیت بادشاہوں کے ساتھ کھانا کھانے کی نہیں تو تو اس شخص سے جسے اس کا غلام اُٹھا لیتا ہے زیادہ حق دار ہے اس کے پاس ایک لوہار لایا گیا تو اس نے کہا اے بادشاہ ذرا اپنی ٹانگیں لمبی کر دے اور اُسے بیڑیوں میں جکڑ دیا، بابک نے اُسے کہا اے سہل کیا دھوکا بازی کرتے ہو اس نے کہا اے خبیث عورت کے بیٹے تو تو صرف گایوں اور بکریوں کا چرواہا ہے تجھے تدبیر ملک اور نظم سیاست اور تدبیر فوج سے کیا واسطہ ہے اور اس نے اس کے ساتھیوں کو بھی بیڑیاں ڈال دیں اور افشین کو اطلاع دینے کے لیے آدمی بھیجا کہ وہ اُسے حالات بتا کر کہے کہ بابک اس کے پاس ہے پس افشین نے چار ہزار زرہ پوش سواروں کو خلیفہ کی سرکردگی میں جسے بوما دہ کہتے تھے اس کی طرف بھیجا انہوں نے بابک اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ لیا اور اُسے افشین کے پاس لائے اس کے ساتھ سہل بن سنباط بھی تھا، افشین نے سہل کی عزت افزائی کی اُسے خلعت دیا اور اُس کے ساتھ حسنِ سلوک کیا اور اس کے پاس گیا اور اس کے

آگے آگے چلا اور اس کا خراج ساقط کر دیا، بابک کو معتصم کی طرف بھیجا اور پرندوں کے ذریعے اسے فتح کی خوشخبری لکھی جب یہ خوشخبری اُسے ملی تو لوگوں نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیے اور انہیں بہت خوشی حاصل ہوئی اور شہروں میں فتح کی چٹھیاں لکھ دی گئیں کیونکہ اس نے بادشاہ کی فوجوں کو فنا کر دیا تھا۔ افشین بابک کے ساتھ چلا اور فوج کے ساتھ سرمن رأی میں آیا یہ ۲۲۳ھ کا واقعہ ہے ہارون بن معتصم اہل بیت خلافت اور حکومت کے آدمیوں نے افشین کا استقبال کیا وہ سامرا سے پانچ فرسخ کے فاصلہ پر قاطول میں اُترا، معتصم نے اس کی طرف ایک سیاہی مائل سفید رنگ ہاتھی بھیجا، جسے کسی ہندوستانی بادشاہ نے مامون کو بھجوایا تھا وہ بہت بڑا ہاتھی تھا جسے سرخ اور سبز دیباج اور کئی قسم کی رنگ دار ریشم سے آراستہ کیا گیا تھا، اس کے ساتھ ایک بُختی ناقہ تھی وہ بھی اسی قسم کے ریشم سے آراستہ تھی اور اس نے افشین کو ایک سُرخ دیباج کا جبہ بھیجا جو سونے سے بُنا گیا تھا اور اس کے سامنے انواع واقسام کے جواہر اور یاقوت ٹنکے ہوئے تھے اور اس سے کم درجہ کا ایک اور جُبہ بھی تھا اور ایک لمبی ٹوپی بھی تھی جس میں مختلف رنگوں کے موتی اور جواہرات لگے ہوئے تھے اس نے وہ عظیم الشان جبہ بابک کو اور دُوسرا اس کے بھائی کو پہنا دیا اور ٹوپی بابک کے سر پر رکھ دی اور اسی قسم کی ٹوپی اس کے بھائی کے سر پر بھی رکھی اور ہاتھی کو اس کے سامنے لایا گیا، اس کے بھائی کے سامنے ناقہ لائی گئی، اس نے جب ہاتھی کی شکل دیکھی تو اُسے بڑا جانور خیال کر کے کہنے لگا یہ عظیم چوپایہ کیا ہے اور اس نے جبہ کی تحسین کی اور کہنے لگا کہ یہ عظیم الشان بادشاہ کی طرف سے ایک اسیر اور بے عزت اور ذلیل آدمی کی عزت افزائی ہے جسے قضا و قدر نے مارا ہے جس کا نصیب بگڑ گیا ہے اور مصائب نے اُسے بھنور میں پھنسا دیا ہے، یہ خوشی غم کی متقاضی ہے اور اس نے قاطول سے سامرا تک، سواروں، پیادوں، ہتھیاروں، تلواروں اور جھنڈوں کی دو صفوں کا میدانِ کارزار بنا دیا۔ بابک ہاتھی پر اور اس کا بھائی اس کے پیچھے ناقہ پر سوار تھا، ہاتھی دونوں صفوں کے درمیان اُسے لے کر گزر رہا تھا اور بابک دائیں بائیں دیکھ رہا تھا اور جوانوں اور ساز و سامان کا جائزہ لے رہا تھا اور ان کی کثرت کی پرواہ کیے بغیر اس امر پر افسوس ظاہر کر رہا تھا کہ اس نے ان کی خونریزی کیوں نہیں کی یہ ۲ ارصفر ۲۲۳ھ جمعرات کے روز کا واقعہ ہے، لوگوں نے اس جیسا دن اور اس جیسی زیب و زینت نہیں دیکھی تھی، افشین معتصم کے پاس آیا تو اس نے اس کی عزت افزائی کی اور اس کے مرتبہ کو بلند کیا بابک کو لایا گیا تو معتصم

نے اس کے سامنے چکر لگا کر کہا تو بابک ہے مگر اس نے جواب نہ دیا، اس نے یہ بات اُسے کئی بار کہی مگر بابک خاموش رہا، پھر افشین نے اُسے جا کر کہا تو ہلاک ہو امیر المومنین تجھے مخاطب کر رہے ہیں اور تو خاموش ہے تو اس نے جواب دیا ہاں میں بابک ہوں تو معتصم نے اس موقع پر سجدہ کیا اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم دے دیا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ میں نے کتاب اخبار بغداد میں دیکھا ہے کہ جب بابک اس کے سامنے کھڑا ہوا تو اس نے کچھ دیر اس سے بات نہیں کی پھر اُسے پوچھا تو بابک ہے اس نے جواب دیا ہاں میں تیرا بندہ اور غلام ہوں۔ اور بابک کا نام حسن اور اس کے بھائی کا نام عبداللہ تھا، معتصم نے کہا اسے ننگا کر دو، خدام نے اس کی سب زیب و زینت نوچ ڈالی اور اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا اُسے اس کے منہ پہ مارا، یہی کام اس کے بائیں ہاتھ سے کیا گیا اور اس نے اس کی ٹانگوں کے تین حصے کیے وہ چمڑے کی بساط پر اپنے خون میں لوٹ پوٹ ہو رہا تھا اور اس نے اس سے قبل عظیم اموال کا لالچ دینے کے متعلق بہت باتیں کیں مگر معتصم نے اس کی بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور اس کے بقیہ پہنچوں کو اس کے منہ پر مارنے لگا معتصم نے جلاد کو حکم دیا کہ وہ دل کے نیچے سے اس کی دو پسلیوں کے درمیان تلوار داخل کرے تاکہ اُسے دیر تک عذاب ہو تو اس نے ایسے ہی کیا پھر اس نے اس کی زبان کاٹنے اور اس کے جسم کے ساتھ اس کے ہاتھ پاؤں کو صلیب دینے کا حکم دیا تو اُسے صلیب دی گئی پھر اس کے سر کو بغداد لا کر پل پر نصب کر دیا گیا، اس کے بعد اُسے خراسان لے جا کر اس کے تمام اضلاع اور شہروں میں گھمایا گیا کیونکہ لوگوں کے دلوں میں اس کی حکومت اور فوج کی بڑی عظمت تھی اور یہ بتانا بھی مقصود تھا کہ اس کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا ہے اور اس کی ملت بھی تبدیل ہو گئی ہے، اس کے بھائی عبداللہ کو سر کے ساتھ بغداد لایا گیا، اس کے ساتھ بغداد کے امیر اسحاق بن ابراہیم نے وہی سلوک کیا جو سامرا میں اس کے بھائی بابک کے ساتھ کیا گیا تھا۔ بابک کے جسم کو سامرا کے دُور دراز علاقے میں ایک لمبی لکڑی پر صلیب دیا گیا اور آج تک وہ جگہ "بابک کی لکڑی" کے نام سے مشہور ہے، اگرچہ اس وقت سامرا کے باشندے وہاں سے چلے گئے ہیں ہاں بعض مقامات پر کچھ تھوڑے سے لوگ آباد ہیں، جب بابک اور اس کا بھائی قتل ہو گئے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے تو خطباء نے معتصم کی مجلس میں کھڑے ہو کر تقاریر کیں اور شعراء نے

قصیدے لکھے اس روز جن لوگوں نے کھڑے ہو کر تقاریر کیں ان میں ابراہیم بن مہدی نے تقریر کی بجائے اشعار کہے جو یہ ہیں ؎

"اے اللہ کے امین! خدا تعالیٰ کا بہت شکر ہے، فتح اس طرح کی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کا مددگار ہے اور دشمنوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تجھے مددگار ملے اور تجھے مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ عظیم الشان فتح دی ہے جس کی نظیر لوگوں نے کبھی نہیں دیکھی اور اللہ تعالیٰ افشین کو بھی جو خدا کا بندہ ہے بہتر جزا دے اور اس نے بابک سے بڑے سخت دن میں مقابلہ کیا، افشین تیرا وہ غلام ہے جسے تُو نے بہادر اور صابر پایا ہے، اس نے تلوار کو خوبصورت رُخسار کے خون سے لت پت کر دیا ہے اور ایسی ضرب لگائی ہے جس نے اس کے چہرے کو زمانے میں روشن کر دیا ہے۔"

اور افشین کو سونے کا ایک تاج پہنایا گیا جو جواہرات سے مرصع تھا اور ایک اور تاج بھی تھا جس میں صرف سُرخ یاقوت اور سبز زمرد کو سونے کے ساتھ ملایا گیا تھا اور اُسے دو ہار بھی پہنائے گئے، معتصم نے حسن بن افشین کی شادی اترجہ بنت اشناس سے کروا دی اور اُسے اس کے پاس بھجوا دیا گیا، اس کی شادی کی مجلس قائم کی گئی جو حسن و جمال میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھی اور اس کے جمال و کمال کی صفت بیان کی جاتی تھی جب شب زفاف آئی تو عوام و خواص خوشی سے پھُولے نہ سماتے تھے، معتصم ان دولوں کے حُسن و جمال اور ان کی ملاقات کو اشعار میں بیان کرتا ہوا کہتا ہے ؎

"ایک دُلہن، دولہا کی طرف گئی ہے، اور ایک رئیس نے دُوسرے کے ساتھ نکاح کیا ہے، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ لوگوں کے دلوں میں ان دولوں میں سے بڑا کون ہے کیا آراستہ شمشیر بران والا یا دو ہاروں اور شموس ہار والی۔"

زبطری رُومیوں کی جنگ

۲۲۳ھ میں روم کا بادشاہ توفیل[1] اپنی فوج، برجان، برغر، سلادی اور پڑوسی اقوام کے بادشاہوں کے

---

[1] ایک نسخہ میں نوفل ہے۔

ساتھ مارچ کرتا ہوا خزری سرحد کے پاس زبطرہ شہر میں آ اُترا اور اُسے بزور شمشیر فتح کر کے چھوٹوں بڑوں کو قتل اور قید کیا اور بلادِ ملطیہ پر غارت گری کی جس کی وجہ سے لوگ دہائی دینے لگے اور گھروں اور مسجدوں میں دُعائیں مانگنے لگے تو ابراہیم بن مہدی معتصم کے پاس گیا اور کھڑے کھڑے اُسے ایک طویل قصیدہ سُنایا جس میں مصیبت کا اظہار کیا گیا تھا اور اُسے بدلہ لینے اور جہاد کرنے پر آمادہ کیا گیا تھا وہ کہتا ہے ؎

"میں نے اللہ کی پناہ! جس غارت گری کو دیکھا ہے اس سے عورتوں کی بہت ہتک ہوئی ہے حالانکہ ان میں سے کوئی بھی ان افعال کی مرتکب ہونے والی نہیں انہیں مردوں کے جُرم پر قتل کیا گیا ہے ان کے بچوں کا کیا حال ہوا ہے کہ انہیں قتل کر کے لُوٹ لیا گیا ہے۔"

ابراہیم بن مہدی پہلا شاعر ہے جس نے اپنے اشعار میں "یا غارۃ اللہ" کا لفظ استعمال کیا ہے معتصم فوری طور پر صُوف کا سفید جبہ اور غازیوں کا عمامہ پہنے باہر نکلا اور اس نے ۲ جمادی الاول ۲۲۳ھ کو سوموار کے روز دجلہ کی غربی جانب پڑاؤ ڈال دیا اور پُل پر جھنڈے نصب کر دیے، شہروں میں عام لام بندی کرنے اور امیر المومنین کے ساتھ چلنے کا اعلان کر دیا تو فوج اور اسلامی رضا کار اس کے پاس آ گئے اور اس نے اپنے ہراول پر اشناس ترکی کو سالار مقرر کیا اس کے پیچھے محمد بن ابراہیم کو مقرر کیا اپنے میمنہ پر ایتاخ ترکی اور میسرہ پر جعفر بن دینار خیاط کو مقرر کیا اور اپنے ساقہ پر بغاء الکبیر کو، اور اس کے پیچھے دینار بن عبداللہ کو، اور قلب پر عجیف کو مقرر کیا، معتصم شامی سرحدوں سے چل کر درب السلامہ میں داخل ہو گیا، افشین درب الحدث سے داخل ہوا اور عام لوگ دیگر راستوں سے داخل ہوئے اور لوگوں کی اس قدر کثرت تھی کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا تھا ان کی تعداد کو زیادہ بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ وہ پانچ لاکھ آدمی تھے اور کم تعداد بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ دو لاکھ تھے شاہِ روم کے ساتھ افشین کی مڈبھیڑ ہوئی اور اس نے اُسے شکست دی اس کے اکثر جرنیلوں اور ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اور ایک نصرانی آدمی نے جسے نصیر کہتے تھے اس کی حمایت کی جب شاہ روم پیٹھ پھیر کر بھاگا تو افشین نے اس روز اُسے گرفتار کرنے میں سُستی کی اور کہنے لگا وہ بادشاہ ہے اور بادشاہ ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں معتصم نے بہت سے قلعوں کو فتح کیا اور عموریہ شہر میں جا اُترا اور اللہ تعالٰے نے اُسے اس شہر پر فتح عطا فرمائی اور بطریق

لاوی نے شہر اس کے سپرد کر دیا بڑے جرنیل باطس کو گرفتار کر لیا گیا اور اس نے ان کے تیس ہزار آدمیوں کو قتل کر دیا معتصم نے وہاں پر چار دن عمارات کو گراتے اور آگ لگاتے ہوئے قیام کیا اور قسطنطنیہ کی طرف جانے اور اس کی خلیج پر پڑاؤ ڈالنے اور بر و بحر سے اُسے فتح کرنے کی تدبیر کا ارادہ کیا مگر اُسے عباس بن مامون کے متعلق ایسی اطلاع ملی جس نے اُسے اس ارادے پر قائم نہ رہنے دیا وہ اطلاع یہ تھی کہ کچھ لوگوں نے اس کی بیعت کر لی ہے اور اس نے رومی بادشاہوں سے خط و کتابت کی ہے لہٰذا معتصم نے فوراً واپس آ کر عباس اور اس کے پیروکاروں کو گرفتار کر لیا۔

طبرستان کے حاکم مازیار کا خروج اور وفات

۲۲۵ھ میں مازیار بن قارن بن ہنداد ہرمس، حاکم جبال طبرستان کو سامرا لایا گیا، یہ مامون کا پسندیدہ آدمی تھا، اس نے معتصم کے زمانے میں سرکشی اختیار کر لی اور اس کی فوج بہت زیادہ ہو گئی، معتصم نے اُسے اپنے ہاں حاضر ہونے کا لکھا تو اس نے حاضر ہونے سے انکار کر دیا، پھر معتصم نے عبداللہ بن طاہر کو اس کے ساتھ جنگ کرنے کو لکھا تو اس نے نیشاپور سے اپنے چچا حسن بن حسین بن مصعب کو اس کی طرف بھیجا وہ مازیار کے ساتھ بہت سی جنگوں کے بعد بلادِ طبرستان کے شہر ساریہ میں جا اُترا اور حسن بن حسین کو اس کے جاسوسوں نے اطلاع دی کہ محمد بن قارن ــ مازیار، سوار ہو کر تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ شکار کو جا رہا ہے تو حسن نے فوراً اُسے جا لیا اور اس کے ساتھ جنگ کر کے اُسے قید کر لیا پھر اُسے سامرا بھجوا دیا اور اس نے افشین کے متعلق بتایا کہ اس نے اُسے ان کے ثنوی، و مجوسی مذاہب کے متفقہ مذہب کے خلاف خروج پر اُکسایا ہے، مازیار کے سامرا پہنچنے سے ایک روز قبل، افشین کو گرفتار کر لیا گیا اور اس کے کاتب سابور کو اس پر مقرر کر دیا گیا، مازیار کو کوڑے سے اس قدر مارا گیا کہ وہ مر گیا، اور اس کی تشہیر کے بعد اُسے بابک کے پہلو میں صلیب دیا گیا، مازیار نے معتصم کو لالچ دیا کہ اگر وہ احسان کر کے اُسے زندہ چھوڑ دے تو وہ اُسے بہت سے اموال لا کر دے گا مگر اس نے اس بات کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور بطور مثال یہ شعر پڑھا کہ ؎

"جنگ کے روز، بن کے شیروں کا مقصد کپڑوں کو حاصل کرنا نہیں ہوتا
بلکہ جس کے کپڑے چھینے جاتے ہیں اس کو قابو کرنا ہوتا ہے۔"

ماذیار کی لکڑی، بابک کی لکڑی کی طرف مائل ہوگئی اور ان کے جسم قریب آ گئے اسی جگہ عموریہ کے جرنیل باطس کو بھی صلیب دی گئی اور اس کی لکڑی بھی ان دونوں کی طرف جھک گئی تھی اس بارے میں ابو تمام حبیب بن اوس کہتا ہے ؎

"جب بابک، ماذیار کا پڑوسی بنا تو اندر رونے کو اس کی تکلیف سے شفا ملی، وہ
آسمان کے وسط میں اس کا دُوسرا ساتھی ہے لیکن جب وہ دو آدمی غار میں تھے
تو ان کا کوئی دُوسرا نہ تھا اور وہ دونوں اس طرح جُھکے ہوئے تھے تا کہ وہ باطس
سے کوئی خبر چھپا سکیں۔"

جب ماذیار نے بتایا کہ افشین اور اس کے درمیان سازباز ہوئی ہے تو اس کے بعد افشین قید خانے ہی میں مرگیا اُسے قید خانے سے مُردہ حالت میں نکال کر باب عامہ پر صلیب دیا گیا اور بُتوں کو لایا گیا جس کے متعلق لوگوں نے خیال کیا کہ یہ اُسے بھجوائے گئے تھے پس وہ بُت اُس پر پھینک کر انہیں آگ لگا دی گئی اور ان سب کا خاتمہ کر دیا گیا۔

ابودلف عجلی کی وفات

۲۲۶ھ میں ابودلف قاسم بن عیسیٰ عجلی جو اپنے قبیلے اور دیگر ربیعہ قبائل کا سردار تھا فوت ہوگیا، وہ بہت اچھا شاعر، شجاع اور گلوکار تھا، وہ کہتا ہے ؎

"ایک روز تو مجھے لمبی ٹانگوں والے گھوڑے پر بیٹھے گا جیسے ٹھوس پہاڑ ڈرا رہے
ہوں گے اور کھیل کے روز میں جام کو حرکت دیتا ہوں اور میرے کانوں کے
پیچھے چنبیلی کی چھڑی ہوتی ہے"۔

کہتے ہیں کہ ابودلف نے ایک شہسوار کو نیزہ مارا تو وہ نیزہ اس سوار سے گزر کر ایک دوسرے سوار کو جا لگا جو اس کے پیچھے کھڑا تھا اور اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا اس بارے میں بکر بن نطاح کہتا ہے ؎

"لوگ کہتے ہیں کہ وہ جنگ کے روز دو شہسواروں کو ایک ہی نیزے میں پرو
دیتا ہے اور ہم اس کو درماندہ نہیں دیکھتے پس اگر اس کے نیزے کی لمبائی
ایک میل ہوتی تو یہ تعجب کی بات نہیں کہ وہ ایک میل تک شہسواروں کو نیزے
میں پرو دیتا۔"

عیسیٰ بن ابی دلف بیان کرتا ہے کہ اس کا بھائی دُلف ـــــ اور اسی سے اس کا باپ ابو دلف

کنیت کرتا تھا ۔۔۔ حضرت علی بن ابی طالب کی تنقیص کرتا تھا اور ان کی اور ان کے پیروکاروں کی شان میں گستاخی کرتا تھا اور ان کی طرف بہل کو منسوب کرتا تھا، ایک روز اس نے اپنے باپ کی مجلس میں جب کہ اس کا باپ وہاں پر موجود نہ تھا، کہا کہ ان کا خیال ہے کہ حضرت علی کی تنقیص کرنے والا ہدایت پر نہیں ہوتا اور تم لوگ امیر کی غیرت سے واقف ہو، یعنی اس کے باپ کی غیرت سے۔ وہ اپنی کسی بیوی پر طعن برداشت نہیں کر سکتا اور میں حضرت علی رضؓ سے بغض رکھتا ہوں، راوی بیان کرتا ہے کہ اتنے میں ابو دلف باہر آیا جب ہم نے اُسے دیکھا تو ہم اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور وہ کہنے لگا کہ ابو دلف نے جو بات کی ہے میں نے سن لی ہے۔ حدیث کی تکذیب نہیں کی جا سکتی اور اس مفہوم میں وارد ہونے والی خبر میں اختلاف نہیں کیا جا سکتا۔ خدا کی قسم وہ زنا اور حیض کی پیداوار ہے، یہ بات یوں ہے کہ میں بیمار تھا میری بہن نے میرے پاس اپنی ایک لونڈی بھیجی میں اُسے بہت پسند کرتا تھا میں بے اختیار ہو کر اس سے جماع کر بیٹھا وہ حائضہ تھی پس اُسے حمل ہو گیا اور جب اس کا حمل نمایاں ہو گیا تو میری بہن نے اُسے مجھے بخش دیا۔

ابو دلف کی عداوت اور اس کا بیٹا دلف کو اپنے باپ سے اس قدر عداوت تھی کہ اس نے اس کی وفات کے بعد اس کی برائی کی، کیونکہ وہ تشیع اور حضرت علی رضؓ کی جانب بہت میلان رکھتا تھا، محمد بن علی قہوستانی بیان کرتا ہے کہ ہمیں دلف بن ابی دلف نے بتایا کہ میں نے اپنے باپ کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی نے میرے پاس آ کر مجھے کہا کہ امیر کو جواب دو میں اُٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑا تو وہ مجھے ایک ویران اور وحشت ناک مکان میں لے گیا اور مجھے ایک سیڑھی پر چڑھا دیا پھر اس نے مجھے ایک کمرے میں داخل کیا جس کی دیواروں میں آگ کے نشانات اور اس کی زمین میں راکھ کے آثار تھے، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ برہنہ ہیں اور اپنے سر کو دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھے ہوئے ہیں انہوں نے مجھ سے سوالیہ انداز میں پوچھا، دُلف ہے؟ میں نے کہا دُلف ہوں تو وہ کہنے لگے ؎

"اگر ہم مرجانے کے بعد چھوڑ دیے جاتے تو موت ہر زندہ کی راحت
ہوتی لیکن جب ہم مرجائیں گے تو ہم اُٹھائے جائیں گے اور اس کے
بعد ہم سے ہر چیز کے متعلق پوچھا جائے گا۔"

پھر اس نے کہا کیا تم سمجھے ہو؟ میں نے کہا ہاں، اور پھر میں بیدار ہو گیا۔

علماء کی ایک جماعت کی وفات

معتصم کی خلافت میں ۲۲۴ھ میں مؤرخین اور جلیل القدر محدثین کی ایک جماعت نے وفات پائی جن میں عمرو بن مرزوق باہلی بصری ابو النعمان حازم بن محمد بن فضل سدوسی، ابو ایوب سلیمان بن حرب واشجی بصری جو ازد قبیلے سے تھے، سعید بن حکم بن ابی مریم بصری، احمد بن عبد اللہ الغدانی، سلیمان شاذکونی اور علی مدنی شامل ہیں ۲۱۶ھ میں بغداد میں بشر حافی نے وفات پائی آپ بلادِ مرو کے رہنے والے تھے، ابو الولید ہشام بن عبد الملک طیالسی نے بصرہ میں ۹۲ سال کی عمر میں وفات پائی اور عبد اللہ بن عبد الوہاب الجمعی اور ابراہیم بن بیار رمادی نے وفات پائی بعض کہتے ہیں کہ اسی سال محمد بن کثیر عبدی کی بھی وفات ہوئی مگر صحیح بات یہ ہے کہ ان کی وفات ۲۲۳ھ میں ہوئی تھی۔

معتصم کی وفات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ معتصم کی وفات ۲۲۷ھ میں دجلہ کے کنارے اس کے محل خاقانی میں ۱۲ ربیع الاوّل کو جمعرات کے روز ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ جمعرات کی رات کو ہوئی اس وقت اس کی عمر ۴۸ سال تھی بعض کے بقول ۴۶ سال تھی جیسا کہ ہم اس باب کے آغاز میں بیان کر چکے ہیں اس کی پیدائش خلد بغداد میں ۱۸۰ھ کے آٹھویں مہینے میں ہوئی تھی، وہ آٹھواں خلیفہ اولادِ عباس میں سے آٹھواں لڑکا تھا اور آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں چھوڑ کر فوت ہوا۔ اور معتصم کے حالات نہایت شان دار ہیں اس کی حکومت میں عموریہ کی فتح اور خلافت سے قبل شام و مصر کی سفارت میں اس کی جنگیں اور خلافت کے حاصل ہونے کے بعد جو کچھ اس نے کہا، یہ واقعات بہت اچھے ہیں، قاضی احمد بن ابی داؤد اور یعقوب بن اسحاق کندی نے اس کی سیرت کی خوبی اور راست روی "سبیل الفضائل" میں لکھا ہے ہم نے ان سب باتوں کو اخبار الزمان اور کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے اور ہم نے اس کتاب میں جو جھلک پیش کی ہے وہ صرف پہلے لکھی گئی باتوں کے پڑھنے پر آمادہ کرنے کے لیے لکھی ہے۔

واثق باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات ہارون بن محمد بن ہارون واثق باللہ کی بیعت معتصم کی وفات کے روز ۱۲ ربیع الاول ۲۲۷ھ کو جمعرات کے روز ہوئی، اس کی کنیت ابوجعفر تھی، اس کی ماں اُم ولد رومیہ تھی جس کا نام قراطیس تھا، اس کی بیعت ۳۱ سال نو ماہ کی عمر میں ہوئی اور اس کی خلافت ۵ سال ۹ ماہ ۱۳ دن رہی، بعض کہتے ہیں کہ اس کی وفات ۲۴ ذوالحجہ ۲۳۲ھ کو بدھ کے روز ۳۴ سال کی عمر میں ہوئی، اس کا وزیر محمد بن عبدالملک تھا جیسا کہ ہم اس کتاب میں معتصم کی حکومت میں بیان کر چکے ہیں کہ ان کی عمروں اور حکومتوں کی مدت میں تواریخ کے اختلاف کی وجہ سے کمی بیشی پائی جاتی ہے۔

اس کے حالات و واقعات اور اس کے دور کی ایک جھلک

واثق کی صفات واثق بڑا کھانے پینے والا، بہت نیکی کرنے والا اپنے اہل پر مہربان اور رعیت کے حالات کی خبر رکھنے والا تھا اور اس نے عادلانہ بات کہنے میں اپنے باپ اور چچا کا طریق اختیار کیا۔

دو آدمیوں کا اس پر اثر انداز ہونا احمد بن ابی داؤد اور محمد بن عبدالملک الزیات اس پر بہت اثر انداز ہو گئے، وہ ان کی رائے کے بغیر کوئی حکم نہ دیتا اور نہ ان کی رائے پر ناراضگی کا اظہار کرتا تھا اور اس نے حکومت کے کام انہی دونوں کے سپرد کر دیے تھے۔

ایک بدو کا واثق اور اس کے مددگاروں کی تعریف کرنا

ابو تمام حبیب بن اوس طائی جاسمی ہے۔

(جاسم، دمشق کے مضافات میں اُردن اور دمشق کے درمیان ایک بستی کا نام ہے جو جولان کے نام سے مشہور ہے اور جاسم، جابیہ اور بلاد نوی سے چند میل کے فاصلے پر ایوب علیہ السلام کی چراگاہوں میں سے ایک چراگاہ ہے) بیان کرتا ہے کہ میں واثق کی خلافت کے آغاز میں سرمن رائی کی طرف گیا جب میں اس کے قریب گیا تو مجھے ایک بدو ملا، میں نے اس سے فوج کی خبر معلوم کرنی چاہی تو میں نے اُسے کہا اے بدو تو کس قبیلے سے ہے اس نے کہا بنی عامر سے میں نے کہا امیر المومنین کے متعلق تیرا کیا خیال ہے اس نے جواب دیا اس نے اللہ پر بھروسہ کیا ہے اور وہ اُسے کافی ہو گیا ہے اس نے نافرمانوں کو غمگین کیا ہے، دشمنوں کو تباہ کر دیا ہے، رعیت میں عدل و انصاف کیا ہے اور ہر گناہ گار سے رُوگردانی اختیار کی ہے میں نے پوچھا تو احمد بن داؤد کے متعلق کیا کہتا ہے، کہنے لگا، وہ ایک ایسا پھیلا ہوا پہاڑ ہے جس کا قصد نہیں کیا جا سکتا اور ایسا پہاڑ ہے جسے اکٹھا نہیں کیا جا سکتا اس کے لیے چھریاں تیز کی جاتی ہیں اور جال نصب کیے جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ہلاک ہو گیا ہے تو وہ بھیڑیے کی طرح چھلانگ لگاتا اور گواہ کی طرح دھوکا دیتا ہے، میں نے کہا تو محمد بن عبد الملک الزیات کے بارے میں کیا کہتا ہے، کہنے لگا نزدیکی آدمی پر اس کا شر وسیع ہے اور دُور رہنے والے تک اس کا ضرر پہنچ گیا ہے وہ ہر روز کسی کو قتل کرتا ہے مگر اس میں کچلی یا پنجے کا نشان نہیں ہوتا میں نے کہا عمرو بن فرج کے متعلق تو کیا کہتا ہے، کہنے لگا وہ فربہ اندام اور حریص ہے، خون کو شیریں سمجھتا ہے لوگ جنگ کے لیے اُسے ڈھال بناتے ہیں، میں نے کہا فضل بن ربیع بن مروان کے متعلق تو کیا کہتا ہے؟ کہنے لگا وہ ایسا آدمی ہے جسے قبر میں ڈالنے کے بعد نکال لیا گیا ہے وہ زندوں میں شمار نہیں ہوتا، اس پر مُردوں کی سی اُونگھ رہتی ہے، میں نے کہا ابو الوزیر کے متعلق تو کیا کہتا ہے؟ کہنے لگا تو اُسے زندیقوں کا بیڑھا خیال کرتا ہے، کیا تو اُسے دیکھتا نہیں کہ جب خلیفہ اُسے گمنام کر دیتا ہے تو وہ موٹا اور فربہ ہو جاتا ہے اور جب اُسے ہلاتا ہے تو وہ بارش برساتا ہے اور سرسبز و شاداب ہو جاتا ہے، میں نے کہا تو احمد بن خصیب کے متعلق کیا کہتا ہے، کہنے لگا، یہ حریص کی طرح کھاتا ہے اور بدہضمی والے کی طرح بیٹ کرتا ہے

ہیں۔ میں نے کہا تو اس کے بھائی ابراہیم کے متعلق کیا کہتا ہے، کہنے لگا وہ مُردے ہیں انہیں کچھ پتہ نہیں کہ انہیں کب اُٹھایا جائے گا، میں نے کہا تو احمد بن ابراہیم کے متعلق کیا کہتا ہے، کہنے لگا، اس کے کیا کہنے وہ بڑا کام کرنے والا اور صابر ہے، اس نے صبر کو اُوپر کا کپڑا اور سخاوت کو اندر کا کپڑا بنایا ہوا ہے میں نے کہا تو معلی بن ایوب کے متعلق کیا کہتا ہے کہنے لگا وہ بھلا آدمی ہے سلطان کا خیر خواہ اور پاک زبان ہے وہ لوگوں سے محفوظ ہے اور لوگ اس سے محفوظ ہیں میں نے کہا تو ابراہیم بن رباح کے متعلق کیا کہتا ہے، کہنے لگا وہ ایسا آدمی ہے جس کی سخاوت نے اُسے مضبوط کیا ہے اور جس کے فضل نے اُسے چھوڑ دیا ہے، اس کی دُعا اور اس کا رب اُسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتے، اور اس کے اُوپر ایک خلیفہ ہے جو اس پر ظلم نہیں کرتا، میں نے کہا تو اس کے بیٹے حسن کے متعلق کیا کہتا ہے، کہنے لگا وہ سبز لکڑی ہے جو سخاوت کی جگہ میں آگئی ہے جب وہ لہلہانے لگی ہے تو انہوں نے اُسے کاٹ دیا ہے میں نے کہا تو نجاح بن سلمہ کے بارے میں کیا کہتا ہے کہنے لگا، اس کے کیا کہنے، وہ بہت بدلہ لینے والا ہے جو آگ کے شعلہ کی طرح بھڑک اُٹھتا ہے اس کی خلیفہ کے ساتھ ایک نشست ہوتی ہے جو آسودگی کو دُور کرتی اور انتقام کو لاتی ہے میں نے کہا اے بدو! تیرا گھر کہاں ہے تاکہ میں تیرے پاس آؤں، کہنے لگا اللہ بخشے میرا کوئی گھر نہیں، میں دن کی چادر اور رات کا لحاف بناتا ہوں اور جہاں مجھے نیند آجاتی ہے، سو جاتا ہوں، میں نے کہا تو فوجیوں سے کیسے راضی ہوتا ہے؟ کہنے لگا میں ان سے سوال کر کے اپنے چہرے پر دھبہ نہیں لگانا چاہتا اگر وہ مجھے عطا کریں تو میں ان کی تعریف نہیں کرتا اور اگر نہ دیں تو مذمت نہیں کرتا میں اس طائی غلام کے اس شعر کا مصداق ہوں ؎

"بہترین قول وہ ہے جو سب سے سچا ہے اور میں یہ پروا نہیں کرتا کہ تو نے میرے
چہرے کی آب کو بچایا ہے یا میرے خون کو۔"

میں نے کہا اس شعر کا کہنے والا تو میں ہوں، اس نے کہا تو طائی ہے میں نے کہا ہاں، کہنے لگا تیرے باپ کے کیا کہنے، تو نے یہ شعر کہا ہے ؎

"تیرے ہاتھ کی سخاوت، خواہ تیرا ہاتھ سخاوت کرے یا بخل کرے میرے چہرے
کی آب کا بدل نہیں ہو سکتی اگرچہ میں نے اس پر دھبے لگا دیے ہیں۔"

میں نے کہا ہاں، کہنے لگا تو اپنے دَور کا سب سے بڑا شاعر ہے، اور ایک دوسری روایت میں ہے جو کتاب میں نہیں آئی کہ میں نے اُسے کہا کہ مجھے اپنے کچھ اشعار سناؤ تو اس نے

مجھے یہ شعر سُنائے ؎

"رات کی تاریکی چھا گئی تھی ہر راستے پر رات نے ہاتھ پھیلائے ہوئے تھے
اور ہم ایک قمیص میں لپٹے ہوئے تھے، قمیص جو کچھ اپنے اندر لیے ہوئے تھی اس
کے کیا کہنے، اے کل کے دن اگر تو میرا محسن ہے تو میری رات کے قریب نہ آنا
اور اے وصل کی رات اسی طرح تو بھی ختم نہ ہونا جیسے ہجر کی رات ختم نہیں ہوتی۔"

میں نے کہا تیرے باپ کے کیا کہنے، اور میں اُسے اپنے ساتھ واپس لے گیا یہاں تک کہ میں ابن ابی داؤد سے ملا اور میں نے اس کا واقعہ اُسے سُنایا تو اس نے اُسے واثق تک پہنچا دیا اس نے اُسے ایک ہزار دینار دینے کا حکم دیا اس نے دیگر کاتبوں اور ارباب حکومت سے بھی اتنی رقم لی کہ جس نے اُسے اور اس کے بعد اس کی اولاد کو بھی آسودہ حال کر دیا۔

اس واقعہ کا منبع ابوتمام ہے اگر وہ اس بات کے بیان کرنے میں سچا ہے تو اس نے بدو کی بہت اچھی تعریف کی ہے مگر میں اُسے سچا نہیں سمجھتا اور اگر اس کو ابوتمام نے گھڑ کر اس بدو کی طرف منسوب کر دیا ہے تو اس نے اس کی ترتیب میں کوتاہی کی ہے اگرچہ اس کا مقام اس سے بہت بڑا ہے۔

ابوتمام طائی

ابوتمام کی وفات موصل میں ۲۲۸ھ میں ہوئی وہ اپنے بعض احوال میں بڑا بے حیا تھا بعض اوقات یہ بے حیائی اُسے موجبات فرض کے ترک کرنے پر آمادہ کر دیتی تھی اور یہ کام وہ بے حیائی کے طور پر کرتا تھا نہ کہ اعتقادی طور پر۔

محمد بن یزید مبرد، حسن بن رجا سے بیان کرتا ہے کہ میں ایران میں تھا کہ ابوتمام میرے پاس آیا ——— اور اس نے میرے ہاں طویل قیام کیا میرے پاس بلا وجہ شکایت کی گئی کہ وہ نماز نہیں پڑھتا تو میں نے ایک آدمی کو مقرر کر دیا جو نمازوں کے اوقات میں اس کی نگرانی کرتا تھا پس اس کے بارے میں جو شکایت کی گئی تھی وہ دُرست ثابت ہوئی، میں نے اُسے اس فعل پر عتاب کیا تو اس نے جواب میں کہا، کیا تو نے مجھے بغداد سے اپنے پاس آنے کے لیے بڑا چُست اور ان راستوں کی مشقتوں کو برداشت کرنے والا اور ان رکعات میں سُستی کرنے والا پایا ہے جن کا کوئی بوجھ ہی مجھ پر نہیں ہے، کاش میں جانتا ہوتا کہ ان کے پڑھنے والے کو ثواب اور ان کے چھوڑنے والے کو عذاب ہوتا ہے وہ کہتا ہے خدا کی قسم میں نے اس کے قتل کا ارادہ کر لیا پھر مجھے خوف دامن گیر ہوا کہ کچھ اور بات

ہی نہ بن جائے اور وہ کہتا ہے ؎

"بندوں کا حق سب سے بڑا حق یہ ہے کہ آدمی اس کے قرض کی ادائیگی کرے
جو خدا تعالیٰ کا قرض دار ہے ؎
" بندوں کا سب سے بڑا حق یہ ہے کہ آدمی اس کے قرض کی ادائیگی کرے جو
خدا تعالیٰ کا قرض دار ہے۔"

یہ قول اس فعل کے خلاف ہے لوگ ابو تمام کے بارے میں دو مختلف نظریات رکھتے ہیں ایک تو متعصب ہیں جو اس کو اس کے حق سے بھی زیادہ دیتے ہیں اور اس کی تعریف میں حد سے بڑھ جاتے ہیں ان کے خیال میں اس کے اشعار ہر شعر سے بالا ہیں، دوسرے اس سے عناد رکھنے والے ہیں، وہ اس کی نیکیوں اور اچھے کاموں کو بھی نہیں مانتے اور اس کے عمدہ معانی کو بھی جن میں وہ منفرد اور سبقت کرنے والا ہے، بُرا سمجھتے ہیں۔

عبداللہ بن حسن بن سعد بیان کرتا ہے کہ مبرد کہتا ہے میں قاضی ابو اسحاق اسماعیل بن اسحق کی مجلس میں تھا اور ایک جماعت بھی وہاں حاضر تھی جن کا اس نے نام لیا، ان میں وہ حارثی بھی تھا جس کے متعلق علی بن جہم شامی کہتا ہے ؎

"حارثی اور دُمدار ستارہ صرف مصیبت کے لیے ہی نمودار ہوتے ہیں۔"

یہ شعر چل نکلا اگرچہ گفتگو ابو تمام اور اس کے شعر کے متعلق ہو رہی تھی، حارثی نے ابو تمام کو شعر سنائے جن میں بہت اچھے پیرائے میں عتاب کیا گیا تھا مبرد نے قاضی کی وجہ سے شرم محسوس کی کہ حارثی شعر کو دُہرائے یا وہ انہیں اس سے لکھے، ابن سعد کہتا ہے کہ میں نے مبرد کو بتایا کہ مجھے وہ شعر یاد ہیں میں نے اُسے شعر سُنائے تو اس نے ان کی تحسین کی اور مجھ سے کئی بار کہلوایا یہاں تک کہ وہ اُسے یاد ہو گئے اور وہ یہ ہیں ؎

"اے عبداللہ میں تجھ پر قربان جاؤں، میرے پاس اس کے دُور کے
رشتہ داروں کی اولاد ہے اور اس کے پاس سفید رُو جوانوں کی ایک جماعت
ہے جنہوں نے دوستی اور محبت کا حق ادا کر دیا ہے میں نے انہیں تیرے
خلاف آواز دی اور میں ان لوگوں میں سے ایک ہوں جو اُسے سخت مصائب میں
پکارتا ہوں۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے اس سے پوچھا کہ ابو تمام اور بحتری میں سے کون

اچھا شاعر ہے؟ تو وہ کہنے لگا ابوتمام کے استخراجات لطیف اور معانی عمدہ ہیں اور اس کا اچھا شعر بحتری کے شعر سے اور متقدم محدثین کے شعر سے بہت اچھا ہوتا ہے، بحتری کا شعر ابوتمام کے شعر سے اچھا سیٹ ہوتا ہے کیونکہ بحتری سب قصیدے ہی کہتا ہے جو کسی معترض کے اعتراض اور عیب لگانے والے کے عیب سے خالی ہوتے ہیں، ابوتمام نادر شعر کے بعد ہلکا شعر کہتا ہے اور اس کی مثال سمندر کے اس غوطہ زن کی طرح ہے جو موتی اور ردّی چیز نکالتا ہے اور انہیں ایک ہی ہار میں پرو دیتا ہے وہ اور بہت سے دوسرے شعراء بخل سے اشعار لاتے ہیں اگر وہ اپنے اشعار کی کثیر تعداد کو ساقط کر دے تو وہ اپنے برابر کے شعراء سے بڑا شاعر ہو جائے مجھے اس قول نے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں اُسے ابوتمام کے شعر سناؤں اور اس کے غلط اور قابل مذمت اشعار کو ساقط کر دوں اور اس کے اچھے اشعار کو الگ کر دوں، میں نے عوام اور بہت سے خواص کی زبان پر اس کے ایک سو پچاس اشعار پائے اور میں کسی جاہل اور اسلامی کو شاعر نہیں جانتا جس کے اس قدر اشعار کو بطور مثال بیان کیا جاتا ہو پھر مبرد کہنے لگا اور بحتری پر یہ شعر ختم ہے اور اس نے مجھے اس کے دو شعر سنائے اور مبرد نے خیال کیا کہ اگر انہیں زہیر کے اشعار کے ساتھ شامل کر دیا جائے تو یہ جائز ہوگا اور وہ دو شعر یہ ہیں ؎

"اور احمق خواہ زیادتی ہی کرے اس کی حماقت تیرے بارے میں حلیم آدمی کے حلم سے زیادہ مفید نہیں اور جب تو کسی سخی کو غصہ دلائے گا تو تیری طرف کمینوں کے لیے بعض فعل سبقت کریں گے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ ہم نے اس مجلس میں بحتری کے جو اشعار بیان کیے ان میں یہ شعر بھی تھے جنہیں محمد بن یزید نے اپنے ہم پایہ لوگوں کے سامنے پیش کیا یہ شعر اس نے صاعد بن مخلد کے دو بیٹوں کے متعلق کہے ہیں ؎

"اور جب تو صاعد کے دونوں بیٹوں کے نشانات کو دیکھے گا تو وہ تجھے مخلد کے دونوں بیٹوں تک پہنچا دیں گے، وہ فرقدین کی طرح ہیں جب دیکھنے والا انہیں غور سے دیکھتا ہے تو کسی فرقد کی جگہ دوسرے فرقد سے بلند نہیں ہوتی۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"میری جانب سے خلیفہ کا کون شکریہ ادا کرے گا جس نے میرے ساتھ
نیکی اور احسان کیا ہے یہاں تک کہ میں اس کی مہربانی سے، مہربانی کرنے
والا بن گیا ہوں اور جہاں سے اس نے مجھے سخاوت کا طریق دکھایا ہے
میں نے اُسے وہاں سے ہی دیکھا ہے، اس کے ہاتھوں نے مجھے غنی
کر دیا ہے اور اس کی سخاوت نے میرے بخل کو بھگا دیا ہے، جیسے اس نے
مجھے غنی کیا ہے ویسے ہی فقیر بھی کر دیا ہے اور میں نے اس سے بھی
جلدی، خلق جمیل پر بھروسہ کیا ہے اور اس نے جو کچھ مجھے عطا کیا ہے میں نے اُسے
عطا کر دیا ہے۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"جب محبوباؤں سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے چاہا کہ میری مانگ میں بڑھاپے
کی سفیدی کی بجائے تلوار کی سفیدی ہوتی۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"میں بطور تواضع قریب ہوا اور شان کے لحاظ سے بلند ہوا، اور سورج کی طرح
پستی اور بلندی دونوں تیری شانیں ہیں کہ نہ بلندی میں اس کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے
نہ اس کی روشنی اور شعاع قریب ہوتی ہے۔"

فتح بن خاقان نے جب شیر کا مقابلہ کر کے اُسے مار دیا تو وہ اس کے متعلق کہتا ہے ؎

"اور تو نے تلوار کے ساتھ اس پر حملہ کیا اور تیرے عزم اور ہاتھ میں کوئی رکاوٹ
پیدا نہیں ہوئی اور نہ ہی تلوار کی دھار اُچٹی ہے اور جب اُسے تیرے متعلق
کوئی اُمید نہ رہی تو وہ رُک گیا اور جب اس نے تجھ سے کوئی جائے فرار نہ
پائی تو اس نے پکا ارادہ کر لیا اور جب تو اپنے دائیں ہاتھ اور بلندی کو شیر
کے پاس اکٹھا کر لیتا ہے تو تلوار کے لیے مارنے کی جگہ باقی نہیں رہتی۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"اور زمانے کی گردشیں ہمیشہ میرے سودے کو مایوس کرتی رہیں یہاں تک کہ
میں نے اپنی جوانی کی بڑھاپے سے شرط لگا دی۔"

وہ المنتصر کے متعلق کہتا ہے ؎

"اور علی عمر کی نسبت، تمہیں زیادہ قریب اور تم پر زیادہ اچھے احسانات کرنے والا
ہے، سفید رُو گھوڑوں کو چھوڑ کر، اچھروں کی دوڑ کے روز ہر ایک کے لیے اپنی
خوبی اور پاؤں کی سفیدی ہے۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"خوبصورت عورتیں مجھ پر بڑھاپے کا عیب لگاتی ہیں اور کون ہے جو میرے
بڑھاپے سے فائدہ اُٹھائے۔"

اور جب اس کے خاندان کی صلح کا خاتمہ ہوگیا تو وہ کہتا ہے ؎

"اور جب زخم کو خرابی کی صورت میں کس کر باندھ دیا جائے تو طبیب کی کوتاہی
واضح ہو جاتی ہے۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"دُرست نشانے پر لگنے والے تیر کی نسبت تیر انداز پر چھوٹے ہوئے تیر کا
بوجھ کم ہوتا ہے۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"اور فتح نے خاقان سے اپنی بخشش کو نہیں روکا بلکہ زمانہ ہی عطا کرتا اور
محروم کرتا ہے، وہ ایک برستا بادل ہے جس کی سخاوت مجھ سے چوک گئی
ہے اور وہ ایک بھرپور سمندر ہے جس کا فیض مجھ سے آگے بڑھ گیا ہے
اور وہ چودہویں کا چاند ہے جس نے مشرق و مغرب کو روشن کر دیا ہے
اور میرے پاؤں کی جگہ اس سے تاریک رہی ہے اس کی سخاوت کے مخلوق
پر حاوی ہو جانے کے بعد کیا میں اس کی سخاوت کی شکایت کر سکتا ہوں اور
بارش کی مذمت، کوئی قابل مذمت شخص ہی کر سکتا ہے۔"

محمد بن ابوالازہر بیان کرتا ہے کہ ابراہیم بن مدبر، علم و ادب اور معرفت میں ایک خاص
مقام کا حامل ہونے کے باوجود ابوتمام کے متعلق اچھی رائے نہ رکھتا تھا اور قسم کھاتا تھا
کہ اس نے کبھی کسی چیز کی تحسین نہیں کی، میں نے ایک روز اُسے کہا تو ان اشعار کے قائل
کے متعلق کیا کہتا ہے ؎

"بڑھاپے نے میری کنپٹی میں ایک خط کھینچ دیا جس سے نفس کی طرف ہلاکت

کا ایک راستہ جاتا ہے ملاقات کرنے والا جفا کرتا ہے اور ساتھ رہنے والا ناپسند کرتا ہے اور محبت کرنے والا دشمنی کرتا ہے نئے لباس کو پیوند لگ جاتے ہیں اور آنکھ میں اس کا منظر خالص سفید ہے لیکن دل میں سیاہ سرخی مائل ہے اور ہم پسندیدگی کے باوجود اس سے اُمید لگائے بیٹھے ہیں اور نوجوان کی ناک تو اس کے چہرے پر ہی ہوتی ہے مگر وہ نکٹا ہوتا ہے۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"پس اگر تو عمرو کو بچانے کے لیے تیر اندازی کرے اور مدت تک اس کے متعلق جھگڑا کرے تو وہ تجھ سے خیانت کرے گا یہاں تک کہ تو اس میں کوئی روک ڈال نہ پائے گا، تیری مثال تو اس تلوار کی ہے جو نشانے پر لگ کر اُسے قطع کر دے اور پھر دوہری ہو کر خود ٹوٹ جائے۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"اُسے زمانے کے واپس لوٹنے پر شرف حاصل ہے اور شرف کریم ہی کے مناسب ہوتا ہے۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"اور جب لوگ بلا احسان ایک دوسرے سے بڑھنا چاہتے ہیں تو تو احسان کر کے آگے بڑھتا ہے۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"وہ مجھے زندگی اور مال دینے والا ہے اور میں تجھے مال دیتا ہوا یا طلب کرتا ہوا ملوں گا اور جب تو چاہے گا میں رسی بن جاؤں گا اور جب تو چاہے گا کنواں بن جاؤں گا۔"

اور ایک شاعر کے متعلق کہتا ہے ؎

"تو نے انہیں جس حملے کا عادی بنا دیا ہے وہ تیرے اس حملے کے سامنے جھک جاتے ہیں وہ موت کی طرح آتا ہے اور اس میں کوئی لغزش نہیں ہوتی، چلنا آہستگی کے ساتھ ہوتا ہے اور آواز اشارہ ہوتی ہے اور تیرے انتقام کا خوف ہوتا ہے اور گفتگو خفیہ ہوتی ہے، ہمارے ایام کی اطراف تیرے

ساتھ پیوستہ ہیں اور تمام راتیں سحر ہوتی ہیں، تیرے سائل، سائلوں کے لیے سخاوت کرتے ہیں اور ملاقاتی تیرے ملاقاتیوں کی طرف آہستگی سے جاتے ہیں۔"

اور وہ کہتا ہے ؎

"جب پست زمین کو تو پسند کرے تو ہم اس کے ٹیلوں کے مشتاق نہیں ہوتے۔"

ابن ابوالازہر بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم میں نے ابن المدبر کو ابو تمام کے خلاف بھڑکایا تو وہ اُسے گالیاں دینے اور اس پر لعنت کرنے لگا تو میں نے کہا جب تو یہ کام کر ہی چکا ہے تو مجھے ابوعمرو بن حسن طوسی ادویہ نے بتایا کہ اس کے باپ نے اُسے ہذیل کے اشعار سنانے کے لیے ابن الاعرابی کے پاس بھیجا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ ہم رجزیہ اشعار سنانے لگے تو میں نے اُسے ابوتمام کا رجزیہ قصیدہ سنایا مگر اسے اس کی طرف منسوب نہ کیا اور وہ قصیدہ یہ ہے۔

"اور میں نے ملامت گر کو اس کی ملامت کے بارے میں ملامت کی تو اس نے خیال کیا کہ میں اس کی جہالت سے ناآشنا ہوں کوئی کم عقل اس جیسا کم عقل نہیں ہے، تجھے اپنے بھائی کے لیے کون کافی ہوگا میں نے عمدہ لباس پہنا پس مجھے کامیاب ہونے کے لیے چھوڑ دے اور وہ اپنے بڑھاپے اور شرافت میں بادشاہ بن گیا ہے اور اس کے قول و فعل میں بانہ اری پن ہے اور میں نے اس کی بخشش کی طلب میں اپنی مدح کو خرچ کر دیا، پس اس نے اپنے وصل سے میری اُمید کی رسی کاٹ دی، اس کے بعد اس نے اپنی ٹال مٹول سے مجھے اپنا غلام بنا لیا پھر وہ اپنی جہالت کا عذر کرتے ہوئے چلا گیا، وہ جہالت میں بہت تیز چلنے والا ہے۔ وہ مجھے اپنی سنجیدگی اور مذاق میں دیکھتا ہے، اور اس کے بخل پر جو تعجب کرتا ہوں وہ اس سے متعجب ہوتا ہے، قیدی نے اپنی بیڑی کے حلقوں کو دیکھا گویا میں اس کے پاس ملامت کرنے آیا ہوں اے عدل و انصاف میں یکتا آدمی میں نے تجھے مال دیا ہے پس تو اسے مہلت نہ دے، بنا م اپنے پھل کے بغیر کیا کرے گا اور اگر اہل آدمی کی مدح نہ کی جائے تو وہ کیا کرے گا۔"

اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ ان اشعار کو لکھ لو، تو اس نے انہیں اپنی ایک کتاب کی پشت پر لکھ لیا، تو اس نے اُسے کہا میں آپ کے قربان جاؤں یہ اشعار ابوتمام کے ہیں تو

کہنے لگا انہیں پھاڑ دو پھاڑ دو ابن المدبر کی یہ بات، عالم ہونے کے باوجود بہت بڑی ہے، کیونکہ محسن خواہ دشمن ہو یا دوست، اس کے احسان کو رد نہیں کرنا چاہیے اور شریف و رذیل سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حکمت مومن کی گم شدہ چیز ہے اور اپنی گم شدہ چیز خواہ مشرکوں سے ملے، لے لو، بزرجمہر بن بختکان جو ایرانی حکماء میں سے تھا اور جس کے حالات کو ہم ساسانی (ایرانی) بادشاہوں کے حالات میں بیان کر آئے ہیں وہ کہتا ہے میں نے ہر چیز سے اچھی بات کو حاصل کیا ہے یہاں تک کہ کُتّے، بلّی اور کوّے سے بھی اچھی باتیں حاصل کی ہیں اس سے پوچھا گیا تو نے کوّے سے کیا حاصل کیا ہے کہنے لگا شدید احتیاط کرنا، اس سے پوچھا گیا تو نے خنزیر سے کیا حاصل کیا ہے ؟ کہنے لگا اپنی ضروریات کے لیے تیزی سے جانا، اس سے پوچھا گیا، بلّی سے تو نے کیا حاصل کیا ہے، کہنے لگا، سوال کے وقت اپنے مالک سے چاپلوسی کرنا اور اچھی آواز نکالنا۔

کوئی شخص ان اشعار پر نکتہ چینی کر سکتا ہے ؟ جن سے دلوں میں فرحت و انبساط پیدا ہوتا ہے اور کان انہیں غور سے سنتے اور ذہن تیز ہوتے ہیں اور ہر صاحب عقل و معرفت جانتا ہے کہ ان اشعار کا قائل بہترین شعر کہنے میں نہایت دُور تک پہنچ گیا ہے، وہ اپنے آپ اور اپنی واقفیت پر خود عیب لگاتا ہے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خواہش ایک الٰہ ہے جس کی پرستش کی جاتی ہے اور آپ نے اللہ تعالےٰ کے قول سے دلیل پکڑی افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ " کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے خواہش کو اپنا معبود بنا لیا۔"

ابو تمام نے شاندار اشعار، لطیف معانی اور انوکھے استخراجات بیان کیے ہیں۔ اشعار کے ایک ماہر نے بیان کیا ہے کہ اس سے ابو تمام کے متعلق پوچھا گیا تو اس نے دُنیا بھر کے اشعار کو اکٹھا کر لیا ہے اور ان کے جوہر کو انتخاب کر لیا ہے، ابو تمام نے "الحماسۃ" کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے بعض لوگ اسے "الحبیبۃ" کا نام دیتے ہیں، جس میں اس نے لوگوں کے اشعار کا انتخاب پیش کیا ہے یہ کتاب اس کی وفات کے بعد سامنے آئی۔

ابوبکر صولی نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں اس نے ابو تمام کے اشعار، حالات اور انواعِ علوم و مذاہب میں اس کے تصرف کو جمع کر دیا ہے ابو تمام کے متعلق

جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اس کے متعلق صولی نے اس کے اشعار سے استدلال کیا ہے ان میں ایک بات وہ ہے جو اس نے شراب کی تعریف میں کہی ہے کہ ؎

"وہ بڑے اوصاف والی ہے مگر لوگوں نے اُسے جوہر اشیاء کا لقب دیا ہے۔"

اس کی وفات کے بعد شعراء اور ادباء نے اس کے مرثیے کہے ہیں جن میں سے ایک حسن بن وہب کاتب کا ہے جو بڑا عمدہ شاعر تھا اور نظم و نثر میں بہرہ وافر رکھتا تھا وہ کہتا ہے ؎

"موصل میں ایک مسافر کی قبر کو بادلوں نے سیراب کیا اور ان سے رونے کی آواز آتی تھی جب بارش کی بدلیاں اس پہ ہلکی ہلکی بارش برساتیں تو ان کے پیچھے اور بدلیاں آجاتیں اور بجلیوں نے اس کے لیے رخساروں پہ تھپیڑ مارے اور رعد نے اس کے لیے گریبان چاک کیے کیونکہ اس قبر کی مٹی کے اندر ایک حبیب تھا جسے حبیب کہہ کر پکارا جاتا تھا وہ بڑا عاقل، شاعر، ذہین ادیب اور سب میں اصیل الرائے اور ماہر تھا، جب تو اسے دیکھے گا تو وہ تجھے ایسی بات بتائے گا جس سے تو خوش ہوگا اے ابوتمام طائی، ہم تیرے بعد عجیب حیرانی میں پڑے ہیں ہم نے تیرے کھونے سے ایک قیمتی چیز کھو دی ہے، جس کی مثل دنیا ہمیں کبھی نہیں دکھائے گی تو ہمارا بھائی تھا جس نے ہمارے سامنے محبت کی پوشیدہ باتوں اور قریبی تعلق کو واضح کیا جب تو جدا ہو گیا تو زمانہ دور و نزدیک رہنے والے کے لیے مکدر ہو گیا اور زمانے نے اپنا سکڑا ہوا بدصورت اور پرشکن چہرہ اور اس کے دونوں بڑے پہلو نمایاں کر دیے پس یہ بات اچھی ہے کہ اس زمانے میں ہمیں موت آجائے اور ہماری زندگی اس بات کے لائق ہے کہ وہ اچھی نہ رہے۔"

حسن کے اچھے اشعار اور شاندار معانی میں سے اس کا یہ قصیدہ بھی ہے :-

"غم کی زیادتی کے باعث تیری آنکھوں نے نیند اور اونگھ کی ٹھنڈک کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے تیری آنکھوں کے لیے واجب ہے کہ وہ نہ سوئیں تیرا دل اُچکا ہوا اور رہن رکھا ہوا ہے اور پسلیوں کے درمیان

ایک بیماری دفن ہے تیری زندگی کی قسم وہ پوشیدہ ہوگئی ہے وہ غموں کا ہمراز اور زخموں کا ساتھی ہے، کمزور عقل اور پردیسی ہے وہ بہت بھاگنے والا بہت لغزشیں کھانے والا اور بے لگام ہے جو رسی کو کھینچتا پھرتا ہے، کیا تو ہر روز گھروں سے باتیں کرتا اور سبزے پر روتے ہوئے لمبا قیام کرے گا اور گھر اپنے اہل کے متعلق خبر دیتے ہیں اور سفر کو جانے والوں پر آنسو بہاتے ہیں گویا تو نے گذشتہ زمانے میں کسی فریفتہ عاشق کو دیکھا ہی نہیں۔ میں نے عنفوان شباب میں تجھے معذور سمجھا اور تجھے سبز شاخیں دیں، اور اب جوانی تجھ سے ایسے رخصت ہو چکی ہے گویا کبھی تجھ پر جوانی آئی ہی نہ تھی اور بڑھاپے نے جوانی کے بعد تجھے روئی کے رنگ کی طرح سفید چادر پہنا دی ہے اور تو ان خوبصورت عورتوں کی آنکھوں میں تنکا بن گیا ہے جنہوں نے تجھ سے عہد شکنی کی ہے اگرچہ تو نے ان سے خیانت نہیں کی جب تو ان کا قصد کرتا ہے تو وہ تجھ سے اعراض کرتی ہیں اور تو ایک زمانہ ان سے چپکے چپکے باتیں کرتا رہا ہے پس تجھے کیا عذر ہے تو ایک ایسا آدمی ہے جس میں اپنی بھلائی موجود ہے اور جو سمجھ دار طبیب ہے۔"

علی بن جعد

واثق کی خلافت میں علی بن جعد جو بنی مخزوم کا غلام تھا فوت ہوگیا، وہ بلند پایہ محدث اور راوی تھا اس کی وفات ۲۳۰ھ میں ہوئی۔

آزمائش کا مقتول ؒ

۲۳۱ھ میں واثق نے احمد بن نصر خزاعی کو قرآن پر آزمائش کرتے ہوئے قتل کر دیا۔

ندیم

مسعودی بیان کرتا ہے کہ واثق کی مجلس میں ندیموں کے طریق پر ایک نوجوان حاضر ہوا کرتا تھا اور اپنی صغر سنی کی وجہ سے کھڑا رہتا تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ تجربہ کار ندیموں کے ساتھ نہ بیٹھ سکتا تھا لیکن وہ بڑا ذہین تھا جسے ہم نشینوں کے ساتھ گفتگو کی اجازت حاصل تھی اور اگر کسی ضرب المثل، نادر شعر نفع بخش حدیث اور حاضر جوابی کے متعلق اس کے دل میں کوئی بات کھٹکے تو اس کے متعلق اُسے بات کرنے کی بھی اجازت تھی، راوی بیان کرتا ہے کہ واثق کھانے کا بہت حریص تھا ایک دن واثق نے انہیں کہا کہ تم شراب کے ساتھ کونسی چیز کو پسند کرتے ہو، ایک نے کہا

بنات دُوسرے نے کہا انار، تیسرے نے کہا سیب، چوتھے نے کہا کہ گنا جس کے ساتھ گلاب ملا ہوا ہو اور کسی کو فلسفہ اس کے اُلٹ لے گیا اور وہ کہنے لگا کھولتا ہوا نمک، دوسرا کہنے لگا کہ ایلوا انبید کے اثر کو ختم کر دیتا ہے اور شراب کے اثر اور شراب کے ساتھ کھائی جانے والی چیز کی تلخی کو دُور کر دیتا ہے اور ——

اس نے کہا تم نے کچھ بھی نہیں کیا، اے جوان تو کیا کہتا ہے اس نے کہا خشکنانج، تو واثق نے اس کے ساتھ اتفاق کیا اور یہی چیز اس کے دل میں کھٹک رہی تھی اس نے کہا اللہ تجھے برکت دے تو نے دُرست کہا ہے اور یہ اس کی پہلی نشست تھی۔

محمدّ بن علی بن موسیٰ

کہتے ہیں کہ ابوجعفر محمد بن علی بن موسیٰ رضا، واثق کے دَورِ خلافت میں وفات پا گئے ان کی عمر کے متعلق ہم اس کتاب میں معتصم کی خلافت میں بیان کر آئے ہیں کہ کتنی عمر کے تھے بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے واثق کو لکھا امیر المومنین خواہ کسی آدمی کی قضا و قدر مددگار ہی ہو پھر بھی وہ بُری حالت سے گزرے بغیر آسودگی اور خوشحالی سے نجات نہیں پا سکتا، جو شخص چیزوں کے بدیہ ملنے کے انتظار میں جلدی حاصل کرنا ترک کر دیتا ہے اس سے زمانہ موقع کو چھین لیتا ہے کیونکہ زمانے کی شرط آفات ہیں اور اس کا حکم سلب کرنا ہے۔

عبداللہ بن طاہر

واثق کی خلافت میں ربیع الاوّل ۲۳۰ھ میں ابوالعباس عبداللہ بن طاہر بن حسین وفات پا گئے جب عبداللہ بن طاہر مصر میں تھے تو ان کے متعلق ایک شاعر نے کہا ہے ؎

"لوگ کہتے ہیں کہ مصر دُور ہے اور ابن طاہر کی موجودگی میں مصر دُور نہیں اور مصر سے بھی دُور وہ آدمی ہیں جن کو تو ہمارے ہاں موجود پائے گا اور ان کے احسان موجود نہ ہوں گے میری موت کی خبر سے اس بات کی پروا نہ کر کہ تو نے کسی اُمید پہ ان کی ملاقات کی ہے یا قبرستان والوں کی ملاقات کی ہے۔"

واثق کی مجلس طب و فلسفہ

واثق باللہ غور و فکر کا دلدادہ اہل نظر کا قدر دان اور تقلید و مقلدین سے دشمنی رکھنے والا متقدم و متاخر فلاسفہ اور شرع کے موافقین اور ماہرین علوم سے محبت کرنے والا تھا، ایک روز فلاسفہ اور طبیبوں کی ایک جماعت کو اس نے بلایا اور اس کی موجودگی میں طبیعات کے مختلف

علوم اور اس کے بعد الٰہیات کے متعلق بات چل نکلی تو واثق نے انہیں کہا کہ میں طب جاننے کی کیفیت اور اس کے اصولوں کے مآخذ کو معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ حس سے معلوم ہوتے ہیں، قیاس و سنت سے ، عقل سے یا اس کا علم و طریق سمع سے حاصل کیا جاتا ہے جیسا کہ اہل شریعت کی ایک جماعت کہتی ہے ، ابن بختیشوع ، ابن ماسویہ اور میخائیل بھی حاضرین میں موجود تھے اور بعض کہتے ہیں کہ حنین بن اسحٰق اور سلمویہ بھی حاضرین مجلس میں شامل تھے ، ایک آدمی نے ان میں سے کہا کہ اطباء کے کئی گروہوں اور بہت سے متقدمین کا خیال ہے کہ طب کے حصول کا طریق فقط تجربہ ہے انہوں نے اس بات کو یوں معلوم کیا ہے کہ یہ ایک ایسا علم ہے کہ جس کو حس ، مختلف احوال میں ایک ہی محسوس پر حاصل کرتی ہے ، حس ، آخری حال کو پہلے حال کی طرح محسوس کرتی ہے اور اس بات کا پتہ تجربہ کار کو ہوتا ہے اور ان کا خیال ہے کہ تجربہ ، چار اصولوں کی طرف رجوع کرتا ہے اور یہ چاروں اصول ، تجربہ کے اوائل و مقدمات ہیں اور انہی سے تجربہ کا علم اور صحت ہوتی ہے اور انہی کی طرف تجربہ تقسیم ہوتا ہے اور یہ اس کے اجزا بن جاتے ہیں پس ان کا خیال ہے کہ ان اقسام میں سے ایک قسم طبیعی ہے جو تندرست اور مریض آدمی میں نکسیر ، پسینہ اور اسہال کا عمل کرتی ہے اور قے مشاہدہ میں نفع و ضرر کی تلاش کی کوشش کرتی ہے۔

اور ایک طبیعت عرضی ہے جو جانداروں کو حوادث اور مصائب کی وجہ سے لاحق ہو جاتی ہے جیسے انسان زخمی ہو جاتا ہے یا گر جاتا ہے تو اس کا تھوڑا بہت خون نکل جاتا ہے یا صحت اور مرض کی حالت میں ٹھنڈا پانی یا شراب پی لیتا ہے تو یہ قسم مشاہدہ و ضرر کی کوشش کرتی ہے اور ایک قسم ارادی ہے جو نفس ناطقہ کی طرف سے واقع ہوتی ہے جیسے انسان خواب دیکھتا ہے کہ اس نے ایک مریض کا علاج کیا ہے جسے ایسی بیماری تھی جو کسی چیز سے عقل و مشاہدہ میں آ سکتی تھی اور وہ مریض اس مرض سے صحت یاب ہو جاتا ہے یا سوچتے سوچتے اس کے دل میں اس قسم کا خیال گزرتا ہے اور بار بار گزرتا ہے اور وہ اپنے خیال پر نازاں ہوتا ہے اور وہ خواب کے مطابق اس کا تجربہ کر گزرتا ہے تو وہ اسے خواب کے مطابق یا مخالف پاتا ہے اور وہ اسے بار بار کرتا ہے اور اُسے خواب کے مطابق پاتا ہے اور ایک قسم نقلی ہے ، جس کی تین قسمیں ہیں ایک یہ کہ ایک دوا ، ایک مرض کو اس جیسے دوسرے مرض میں منتقل کر دے جیسے ورم حمرہ کو ورم نملہ میں منتقل کر دیتے ہیں دوسری

یہ کہ ایک عضو سے اس جیسے دوسرے عضو میں منتقل کر دے جیسے بازو سے ران میں تیسری یہ کہ ایک دوا سے اس جیسی دوسری دوا میں منتقل کر دے جیسے پیٹ کے جلنے کے علاج میں بہی سے زعرور (ایک سُرخ پھل والا درخت) میں منتقل کر دیتے ہیں یہ سب کام ان کے ہاں تجربے کیے جاتے ہیں اور اطباء کے دُوسرے گروپ کا خیال ہے کہ طب کے فن کو حاصل کرنے کا آسان طریق یہ ہے کہ اشخاص کو بیماریوں اور ان کے مولدات سے جامع اصولوں کی طرف لایا جائے کیونکہ بیماریوں کے تولد کی کوئی حد نہیں اور دوا کے متعلق ان مؤثر اسباب کو جو معدوم ہو چکے ہیں اور عادات و اسباب اور اوقات کو ترک کر کے نفسِ طبیعت اور موجودہ مرض سے استدلال کیا جائے اور اعضاء کی طبائع اور حدود کو سمجھے اور ہر ہونے والی بیماری کا خیال رکھے خواہ وہ موجود ہو یا نہ ہو اور انہوں نے یہ دلیل دی ہے کہ معلومات ظاہرہ میں یہ بات بلاشک و شبہ ثابت ہے کہ ضدین کسی حالت میں اکٹھی نہیں ہوتیں اور ایک کا وجود دوسرے کی نفی کرتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اس ظاہر چیز کی طرح نہیں ہے جس کے ذریعے ہر پوشیدہ چیز پر استدلال کیا جائے اور ظاہری چیز وجود کا احتمال رکھتی ہے پس استدلال میں اختلاف ہو جائے گا اور قطعی حکم اس بات کا ہو گا جسے غیر واضح چیز واجب کرے گی، یہ قول حاذق طبیبوں اور یونانی ماہرینِ طب نامونیس اور ساسالیس وغیرہ کا ہے اور یہ ایسے لوگ ہیں جو حیلی طب کے ماہرین کے نام سے مشہور ہیں۔ واثق نے ان سب کو کہا، مجھے یہ بتاؤ کہ اس کے متعلق جمہور کی کیا رائے ہے وہ کہنے لگے وہ قیاس کے قائل ہیں اس نے پوچھا وہ کتنے ہیں کہنے لگے سب کے سب، اس فریق کا خیال ہے کہ طب کی معرفت کا طریق اور قانون مقدمات اولیہ سے ماخوذ ہے جن میں سے ایک مقدمہ ابدان، اعضاء اور افعال کی طبائع کی معرفت کا ہے اور دُوسرا صحت اور مرض میں ابدان کی واقفیت اور خواہش کی معرفت اور ان کے اختلاف اور اعمال و افعال اور کھانے پینے اور سفر اور امراض کے قویٰ کی معرفت ہے اور وہ کہتے ہیں کہ مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ حیوان دار اپنی صورت و طبیعت میں اختلاف رکھتا ہے اسی طرح اس کے اعضاء بھی مختلف طبیعت اور صورت کے ہیں اور حیوانی اجسام، خواہشات اور حرکت و سکون اور ماکول و مشروب اور نیند اور بیداری اور استفراغ و احتباس اور غم و غصّہ میں متغیر ہوتے رہتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ طب کی غرض یہ ہے کہ اجسام کے متعلق ایسی تدبیر کی جائے کہ موجودہ

سرد خشک ہے اور بادِ جنوب گرم مرطوب ہے اور باد صبا اور باد دبور معتدل ہیں، ہاں باد صبا گرمی اور خشکی کی طرف زیادہ مائل ہے اور باد دبور، سردی اور رطوبت کی طرف زیادہ میلان رکھتی ہے۔

ممالک

سائل نے کہا مجھے ممالک کے احوال بتاؤ، اس نے کہا وہ چار ہیں، اوّل، بلند، دوم، پست، سوم سمندروں اور پہاڑوں کے نزدیک، چہارم زمین کی مٹی کی طبیعت اور اطراف بھی چار ہیں، جنوب، شمال، مشرق، مغرب، جنوب کی طرف بہت گرم، شمال کی طرف بہت سرد، اور مشرق و مغرب کی اطراف معتدل نہیں، ممالک کا اختلاف ان کی بلندی اور پستی کے لحاظ سے ہے کیونکہ ان کا ارتفاع انہیں بہت سرد اور پستی بہت گرم بنا دیتی ہے پہاڑوں کے قرب کے مطابق بھی ممالک میں اختلاف پایا جاتا ہے اس لیے کہ جب پہاڑ ملک کے جنوب میں ہو تو وہ اس ملک کو بہت ٹھنڈا بنا دے گا کیونکہ وہ اُسے جنوبی ہواؤں سے محفوظ رکھتا ہے اور اس میں صرف باد شمال ہی چلتی ہے اور جب پہاڑ ملک کی شمالی جانب ہو تو وہ اس ملک کو بہت گرم بنا دیتا ہے۔

سائل نے کہا مجھے بتاؤ کہ سمندروں کے قریب ہونے کی وجہ سے ممالک میں کیسا اختلاف ہوتا ہے۔

ممالک پر سمندروں کی تاثیر

حنین نے کہا اگر سمندر ملک کی جنوبی طرف ہو تو یہ ملک گرم مرطوب ہوگا اور اگر شمالی جانب ہو تو یہ ملک بہت ٹھنڈا ہوگا۔

سائل نے کہا کہ ممالک زمین کی مٹی کی طبیعت کی رُو سے کیسے مختلف ہوتے ہیں۔ اس نے جواب دیا اگر اس ملک کی زمین پتھریلی ہو تو وہ اس ملک کو سرد اور ہلکا بنا دے گی۔ اور اس ملک کی مٹی سنگریزوں والی ہو تو وہ اس کو ہلکا اور بہت گرم بنا دے گی اور اگر کیچڑ والی ہو تو اُسے بہت سرد اور مرطوب بنا دے گی۔

سائل نے کہا سمندروں سے مختلف ہوا کیوں آتی ہے اس نے جواب دیا جب وہ پانی کے ذخیروں، مُردوں یا متعفن سبزیوں یا دیگر متعفن ہونے والی چیزوں کے قریب ہوں تو ان کی ہوا متغیر ہو جاتی ہے جب سائل اور مجیب نے اس کلام کو بہت طول دیا تو اس سے واثق تنگ پڑ گیا تو اس نے بات کو ختم کر کے سب کو اجازت دے دی

پھر انہیں حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک اُسے اس عالم فنا سے زہد اختیار کرنے کے متعلق بتائے اور ان میں سے ہر ایک نے اُسے یونانی فلاسفہ اور متقدمین حکماء جیسے سقراط اور دیوجانس کے زُہد کے متعلق بتایا۔

سکندر کی قبر کے متعلق حکماء کے اقوال

واثق کہنے لگا تم نے بہت کچھ بیان کر دیا ہے، اب تم میں سے ہر کوئی مجھے وہ بہترین بات بتائے جو اس نے ان حکماء کی گفتگو سے سُنی ہو جو اسکندر کی وفات کے وقت موجود تھے جبکہ سُرخ تابوت میں رکھا گیا تھا ایک آدمی نے کہا امیرالمومنین سب نے ہی اچھی باتیں کہی ہیں مگر ان حکماء میں سے سب سے اچھی بات دیوجانس نے کہی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ کسی ہندی حکیم نے کہی ہے اس نے کہا ؎

"سکندر آج کی نسبت کل زیادہ بولنے والا تھا اور کل کی نسبت آج زیادہ نصیحت کرنے والا ہے۔"

اس نے یہ مفہوم حکیم ابوالعتاہیہ کے قول سے لیا ہے وہ کہتا ہے ؎

"تیرے دفن ہونے کا غم ہی کافی ہے پھر میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے
تیری قبر پر مٹی ڈالی اور تیری زندگی میں میرے لیے بہت سی نصیحتیں تھیں اور
آج تو زندہ سے زیادہ نصیحت کرنے والا ہے۔"

واثق کے گریہ میں اضافہ ہو گیا اور اس کی آواز بلند ہو گئی اور سب حاضرین بھی اس کے ساتھ رو پڑے پھر وہ فوراً یہ اشعار پڑھتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا ؎

"زمانے کی گردشیں اس کی تقدیر میں ہیں جن میں اتار، چڑھاؤ پایا جاتا ہے
کبھی آدمی بلندی پہ ہوتا ہے کہ اچانک پستی میں گر کر حیران رہ جاتا ہے
لوگوں کا فائدہ ایک گھڑی کا ہے اور آدمی کی زندگی مستعار لباس ہے۔"

مسعودی بیان کرتا ہے کہ واثق کے دورِ حکومت میں جو واقعات اور مباحثات ہوئے جنہیں اس نے مختلف عقلی اور سمعی علوم کی تمام فروع و اصول کے متعلق فقہا اور متکلمین کے درمیان بحث و مناظرہ کے لیے منعقد کیا، ان کے حالات بہت شاندار ہیں اور ہم نے ان کا ذکر اپنی گذشتہ کتب میں کیا ہے اور ہم اس کتاب میں انہیں القاہر باللہ بن المعتضد باللہ کے باب خلافت میں بیان کریں گے نیز بنی عباس کے خلفاء کے اخلاق کے مختصر واقعات

بھی القاہر باللہ کی خلافت کے باب میں ایک خاص مفہوم کے پیش نظر بیان کریں گے۔

واثق بیمار ہوگیا، قاضی القضاۃ احمد بن ابی داؤد نے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی اور اپنے خطبہ میں واثق کے لیے دُعا کرتے ہوئے کہا کہ

"اے اللہ تو نے اُسے جس بیماری میں مبتلا کیا ہے اس سے شفا عطا فرما۔"

اس کی وفات کا ذکر اس باب کے گزشتہ واقعات میں کر چکے ہیں، اس لیے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں رہی۔

تمام شُد

مروج الذہب و معادن الجواہر

جلد چہارم

ترجمہ

اختر فتح پوری

ناشر

نفیس اکیڈیمی

اسٹریچن روڈ، کراچی ۱

فہرست مضامین

(جلد چہارم)

باب ششم

المعتمد علی اللہ کی خلافت کا بیان ۴۱۳

باب ہفتم

المعتضد باللہ کی خلافت کا بیان ۴۴۵

☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب اوّل

متوکّل علی اللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات جعفر بن محمد بن ہارون کی بیعت ہوئی تو اس کا لقب منتصر باللہ رکھا گیا مگر جب دوسرا دن ہوا تو احمد بن ابی داؤد نے اُسے متوکل علی اللہ کا لقب دیا۔
یہ ۲۴ر ذوالحجہ ۲۳۲ھ بدھ کے روز کا واقعہ ہے۔ جب اس کے بھائی واثق کی وفات ہوئی تھی اس کی کنیت ابو الفضل تھی، وہ ستائیس سال اور چند ماہ کا تھا کہ اس کی بیعت ہوئی اور اکتالیس سال کی عمر میں قتل ہو گیا، اس کی خلافت کا زمانہ چودہ سال نو ماہ نو دن بنتا ہے، اس کی ماں خوارزمیہ اُم ولد تھی جسے شجاع کہا جاتا تھا، اس کے قتل کا واقعہ بدھ کی رات کو تین شوال ۲۴۷ھ کو ہوا۔

مختصر حالات و واقعات
اور اس کے دَور کی ایک جھلک

سُنّت کو ظاہر کرنے اور جھگڑے کو ترک کرنے کا حکم جب متوکل کو خلافت ملی تو اس نے متنازعہ امور میں بحث و نظر ترک کرنے کا حکم دے دیا اور معتصم، واثق اور مامون کے زمانے میں لوگوں نے جو روش اختیار کر لی تھی اُسے ترک کرنے اور تسلیم و تقلید کا رستہ اختیار کرنے کا حکم دیا اور محدثین کے شیوخ کو روایات کے بیان کرنے اور سنت کو ظاہر کرنے کا حکم دیا، سفید

ابریشم والے تانے کے کپڑے کو، دُوسرے کپڑوں پر فضیلت دی، اس کے گھر کے تمام لوگوں نے بھی اس لباس کے پہننے میں اس کی پیروی کی، اور عام لوگوں نے بھی اُسے پہننا شروع کر دیا، اس کے عملی اہتمام کی وجہ سے حد سے زیادہ اس کی قیمت دینے لگے، جب حکمران اور رعایا اس کپڑے میں حد سے زیادہ دلچسپی لینے لگے تو اس نے ان میں سے بہترین کپڑوں کو اپنے لیے منتخب کر لیا اور بقیہ کپڑے لوگوں کے لیے رہ گئے یہاں تک کہ یہ کپڑے متوکل لباس سے معروف ہو گئے، یہ کپڑے سفید ابریشم کے تانے کی قسم سے تھے جو نہایت ہی خوب صورت، خوش رنگ اور اچھی بناوٹ کے تھے۔

ہنسی مذاق اور لہو و لعب کی ایجاد

متوکل کا زمانہ حکومت کی استقامت اور لوگوں کے امن و امان اور عدل و انصاف کی وجہ سے بہت اچھا زمانہ تھا، متوکل کو عطا و بخشش کی وجہ سے نہ ہی سخی کہا جاتا ہے اور نہ ہی عطا و بخشش کے ترک کرنے کی وجہ سے بخیل کہا جاتا ہے، بنی عباس کے گذشتہ خلفاء کی مجلس میں ہنسی مذاق نہ ہوتا تھا مگر متوکل نے لوگوں کو اس میں مشغول کر دیا اور یہی اس کا موجد اور پیش رو ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ اس نے اس قسم کی کئی چیزیں ایجاد کیں اور اس کے خواص میں سے اغلب نے اور اکثر رعایا نے اس کی پیروی کی، پس اس کے وزراء اور پیش رو ادیبوں اور عسکری سرداروں میں سے ایک آدمی بھی ایسا نہ رہا جسے سخی اور صاحب فضل کہا جا سکے یا وہ کھیل کود اور ٹھٹھے مذاق سے بالا ہو۔

فتح بن خاقان کا اس کے مُنہ چڑھنا

فتح بن خاقان ترکی جو متوکل کا غلام تھا وہ تمام لوگوں سے بڑھ کر اس کا مقرب اور منہ چڑھا تھا، خلافت سے اس درجہ مقرب ہونے کے باوجود فتح بن خاقان ان لوگوں میں سے نہ تھا جس سے کسی بھلائی کی توقع کی جائے اور اس کے شر سے ڈرا جائے، اُسے علم و ادب سے ایک مقام حاصل تھا اس نے ادب کی انواع میں ایک کتاب تالیف کی ہے جو کتاب "البستان" کا ترجمہ ہے۔

جیری عمارت کی نئے سرے سے تعمیر

متوکل نے اپنے زمانے میں نئے سرے سے ایک عمارت کو بنایا جس کے متعلق لوگوں کو کچھ علم نہ تھا، وہ عمارت جیری، کمین اور اروقہ کے نام سے مشہور تھی، اس کا

واقعہ یوں ہے کہ ایک شب کو ایک داستان گو نے اُسے بتایا کہ حیرہ کے ایک بادشاہ نے جنگی نمونہ پر ایک عمارت تعمیر کروائی تھی جس کی ہیئت اس امر کا اظہار کرتی تھی کہ بادشاہ کو جنگ سے بڑی شیفتگی ہے اور وہ جنگی میلان کی وجہ سے کسی وقت بھی اس کے ذکر سے غافل نہیں رہنا چاہتا تھا، یہ عمارت حیرہ کے نام سے موسوم تھی جسے بنی نصر کے ایک لغمانی بادشاہ نے بنایا تھا، اس کے برآمدے میں بادشاہ کی نشست گاہ تھی اور وہی سامنے کا حصّہ تھا دائیں اور بائیں کو "کمان" کہتے تھے، "کمان" کے دو مکانوں میں اس کے خواص میں سے مقرب لوگ رہتے تھے اور دونوں مکانوں کے دائیں جانب ملبوسات کے کمرے تھے اور بائیں جانب ضرورت کے مشروبات تھے برآمدے کے سامنے کی فضا کھلی تھی اور برآمدے میں "کمین" اور تین دروازے تھے، اس وقت اس عمارت کو "حیرہ" کے علاوہ "کمین" بھی کہتے تھے، لوگوں نے متوکل کی وجہ سے اس کی معرفت حاصل کی اور وہ اس حد تک مشہور ہو گئی۔

اس کا اپنے تین بیٹوں کے لیے بیعت لینا

متوکل نے اپنے تین بیٹوں محمّد المنتصر باللہ، ابی عبداللہ المعتز باللہ اور المستعین باللہ کے لیے بیعت لی، اس بیعت کا ذکر کرتے ہوئے ابن المدبر کہتا ہے ؎

"یہ بیعت، شجرہ کی بیعت (بیعتِ رضوان) کی طرح ہے جس میں سب مخلوق
کی بھلائی ہے اس کی جعفر نے تاکید کی ہے اور اسے اپنے تین نیک بیٹوں
تک لے گیا ہے۔"

اور علی بن جہم کہتا ہے ؎

"خلیفہ جعفر سے کہہ دو اے سخی اور خلفاء ائمہ اور ہدایت کے جگر گوشے،
جب تو نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو درست کرنے کا
ارادہ کیا تو تُو نے مسلمانوں کی ذمہ داری محمد المنتصر باللہ کو سونپی اس کے بعد
المعتز باللہ کو، اور تیسرے کو تو نے تائید یافتہ اور غالب بنا دیا۔"

متوکل علی اللہ، ابوالعباس سفاح کے ایک سو سال بعد اور حضرت عباس بن عبدالمطلب کی وفات کے دو سو سال بعد خلیفہ بنا ان کی حکومت کی مدت کے اوقات کی کمیت اور سالوں کی تعداد اور مہینوں اور دنوں کی کمی بیشی کے بارے میں کچھ اور اقوال بھی بیان کیے گئے ہیں۔

ابن الزیات سے ناراضگی

ابھی متوکل کی خلافت پر چند ماہ ہی گزرے تھے

کہ وہ ابن الزیات سے ناراض ہو گیا اور اس کے اموال اور تمام اشیاء پر قبضہ کر لیا اور اس کی جگہ ابو الوزیر کو مقرر کر دیا۔ ابن الزیات نے جب وہ معتصم اور واثق کے زمانے میں وزیر تھا ان لوگوں کے لیے جو خلیفہ کی اطاعت سے پھر جاتے تھے یا خلیفہ ان سے ناراض ہو جاتا تھا ایک لوہے کا تنور بنایا ہوا تھا جس کی میخوں کے سرے اندر کی جانب اُٹھے ہوئے تھے اور وہ اس میں لوگوں کو عذاب دیا کرتا تھا، متوکل نے حکم دیا کہ اسے تنور میں داخل کیا جائے، تو محمد بن عبد الملک الزیات نے اس شخص سے جس کی اس کام پر ڈیوٹی لگائی گئی تھی، کہا کہ وہ اسے دوات اور کاغذ کے استعمال کی اجازت دے دے تاکہ وہ جو کچھ لکھنا چاہتا ہے لکھ دے اس نے متوکل سے اجازت طلب کی تو اس نے اجازت دے دی، اس نے لکھا ہے

"یہ راستہ روز بروز بدلتا رہتا ہے اور جو کچھ آنکھ تجھے دکھاتی ہے یہ ایک خواب کی بات ہے گھبراؤ نہیں یہ دنیا کی حکومتیں ایک قوم سے دوسری قوم میں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ اس روز متوکل مصروف رہا اور رُقعہ اس تک نہ پہنچ سکا، جب دوسرا دن ہوا تو اس نے رُقعہ پڑھا اور اُسے تنور سے نکالنے کا حکم دیا مگر وہ مر چکا تھا وہ اس تنور میں مرنے تک چالیس دن محبوس رہا۔ وہ ایک فصیح و بلیغ ادیب اور بہترین شاعر تھا۔ وہ مامون کو اس کے چچا ابراہیم بن مہدی کے متعلق جب اس نے اس کے خلاف خروج کیا تھا تحریص دلاتے ہوئے کہتا ہے ؎

"کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہر چیز کی کوئی علت ہوتی ہے جو اس آگ کی مانند ہوتی ہے جسے چقماق سے رگڑا جاتا ہے، ہم نے اُمور کا اسی طرح تجربہ کیا ہے اور یہ بات تجھے صرف لمبے تجربات سے حاصل ہوگی اور ابراہیم کے متعلق میرا گمان یہ ہے کہ اس کی رہائی کسی روز زندگی کو مکدر کر دے گی، اے امیر المومنین اس کے ٹھٹھے مذاق اور سنجیدگی کے ایام کو یاد کیجیے جب منبر اس کے نام سے گونجتے تھے اور وہ "لیلیٰ" میۃ اور ہند کے گیت گاتا تھا۔"

وہ معتصم باللہ کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہتا ہے ؎

"اس کے پاس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار رہی اور شدتِ غم کی

وجہ سے اس کے آنسو بہتے تھے، اس کا پٹکہ اور چادر گواہی دیتے ہیں کہ وہ
بہترین آدمی تھا، اور میں قسم کھا کر حق بات بیان کرتا ہوں کہ تیرے جیسا حکمران
ظالموں سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی کوئی منصف، مظلوم کے ساتھ تجھ سا انصاف
کر سکتا ہے۔"

ہم نے اس کے واقعات اور عمدہ اشعار کو کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے۔

وزراء

ابو الوزیر کی وزارت تھوڑے دن رہی پھر اس نے محمد الفضل الجرجرائی کو وزیر بنایا پھر اُسے وزارت سے ہٹا دیا۔ پھر اس نے ۲۳۳ھ میں عبید اللہ بن یحییٰ کو اپنا دیوان بنایا، یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا، ہم نے کتاب الاوسط میں اس کے واقعات اور متوکل کے ساتھ اس کے تعلقات اور فتح بن خاقان کے حالات کو لکھا ہے۔

ہرقل کے دیر میں مبرد اور مجنون

محمد بن یزید المبرد بیان کرتا ہے کہ میں نے متوکل کے پاس اس جھگڑے کا ذکر کیا جو میرے اور فتح بن خاقان کے درمیان ایک آیت کی تاویل کے بارے میں ہوا اور لوگوں نے بھی اس کی قراءت کے بارے میں جھگڑا کیا تو اس نے محمد بن القاسم بن محمد بن سلیمان ہاشمی کی طرف آدمی بھیجا وہ اس کے پاس بصرہ گیا اور مجھے بھی باعزت طور پر اپنے ساتھ سوار کروا کر لے گیا جب میں واسط اور بغداد کے درمیان نعمان کی جانب سے گزرا تو مجھے بتایا گیا کہ ہرقل کے دَیر میں مجانین کی ایک جماعت کا علاج کیا جا رہا ہے، جب میں دَیر کے سامنے آیا تو میرے دل میں اس میں داخل ہونے کا خیال پیدا ہوا، میں ایک نوجوان کی معیشت میں جو دین و ادب میں نمایاں مقام رکھتا تھا دَیر میں داخل ہوا تو اچانک ایک مجنون میرے قریب آیا میں نے اُسے کہا کہ تو ان کے درمیان کیوں بیٹھا ہے حالانکہ تو ان میں سے نہیں ہے تو اس نے اپنا پیالہ توڑ دیا اور آواز بلند کی اور کہنے لگا ؎

"اگر وہ میری صفت بیان کریں تو میں کمزور جسم ہوں اور میرا معائنہ کریں تو میرا
جگر سفید ہو چکا ہے میں کسی کے پاس اپنے عشق کی شکایت نہیں کرتا اس بات
نے میرے غم کو دُگنا کر دیا ہے اور میری بیماری میں اضافہ کر دیا ہے، غم کی
گرمی کے باعث میں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دل پر رکھے ہوئے ہیں
اور میں خود اپنے ہاتھوں پر لوٹ پوٹ ہوں، ہائے میری محبت ہائے میرا
جگر، اگر میں کل نہ مرا تو پرسوں مر جاؤں گا، جب میں انہیں یاد کرتا ہوں تو

یوں محسوس ہوتا ہے کہ میرا دل شبیر کے دونوں ہاتھوں میں شکار کی مانند ہے۔"

میں نے اُسے کہا بہت خوب، مجھے کچھ اور اشعار سناؤ تو اس نے کہا ؎

"جدائی کس قدر جانوں کو ہلاک کرنے والی ہے اور جگری دوست کو کھو دینا
کس قدر تکلیف دیتا ہے، جب جدائی میری جان اور جلد میں حد سے زیادہ
اثر انداز ہونے لگی تو میں نے اپنے آپ کو مصائب کے سامنے پیش کر دیا۔
ہائے افسوس میں ہم و غم کے درمیان بندھا ہوا مر جاؤں گا، ہر روز میری
آنکھ میرے جسم کے کسی عضو کے مرنے پر شور مچاتی ہوئی آنسو بہاتی ہے۔"

میں نے کہا بہت خوب، تو بہترین گفتگو کرتا ہے مجھے کچھ اور اشعار سناؤ تو وہ کہنے لگا ؎

"اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سخت غمگین ہوں اور میں جو کچھ محسوس کرتا ہوں اس
کے اظہار کی طاقت نہیں رکھتا۔ میری دو جانیں ہیں ایک جان کو ایک شہر نے
سنبھالا ہوا ہے اور دوسری کو ایک شہر نے اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے اور
میں دیکھتا ہوں کہ وہاں پر رہنے والی کو صبر کوئی فائدہ نہیں دیتا اور میں اپنی
نگاہوں سے غائب رہنے والی کو اپنے مکان سے دیکھنے والی کی طرح خیال
کرتا ہوں جو میری طرح غم کو محسوس کر رہی ہے۔"

میں نے کہا بہت خوب اور اس سے مزید اشعار سنانے کا تقاضا کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے جب کبھی آپ کو اشعار سنائے ہیں آپ نے مجھ سے فرمائش کی ہے اور یہ بات فرطِ ادب اور غمِ فراق کے باعث ہوتی ہے پھر اس نے مجھے اس قسم کے مزید اشعار سنائے تو میرے ساتھ جو آدمی تھا میں نے اُسے کہا کہ اسے شعر سناؤ تو اس نے کہا ؎

"ملامت، جُدائی، الوداع اور کوچ پر کونسی آنکھیں اشک ریز نہیں ہوتیں خدا
کی قسم اُن کے بعد میرا صبر، صبر نہیں رہا اور نہ ہی بخل سے میں نے آنسوؤں کو
ذخیرہ کیا ہے اس جنون کی عزت کی قسم جو انہوں نے میرے شامل حال کیا ہے
میرا دل اُن کا مشتاق ہے حالانکہ وہ یہاں سے کوچ کر گئے ہیں، میری خواہش
ہے کہ ساتوں سمندر میرے لیے سیاہی بن جائیں اور میرا تمام جسم آنسو بن کر
بہہ جائے اور جُدائی کے روز میری ہر پسلی اور عضو کی بجائے مجھے آنکھیں مل

جائیں، جدُائی کا بھلا نہ ہو اگر یہ کسی پہاڑ کو لاحق ہو جائے تو وہ اس کے صدمے سے گر پڑے، ہجر و فراق، چغل خور اور اُونٹ، موت کے پیشرو ہیں۔"

مجنون نے کہا بہت خوب، پھر کہنے لگا آپ نے جو اشعار سُنائے ہیں اسی مفہوم کے کچھ اشعار مجھے یاد آگئے ہیں، کیا میں انہیں سناؤں، میں نے کہا سُنایئے تو وہ کہنے لگا ؎

"وہ کوچ کر گئے پھر ان کے وَرے پردے باندھ دیے گئے اگر میں ان پر ایک دن بھی قابو رکھتا تو وہ کوچ نہ کرتے اسے قافلے کے حدی خوانو اتھوڑا آہستہ چلو، تاکہ ہم انہیں الوداع کہہ سکیں، کیونکہ ان کے الوداع کرنے میں ہماری موت ہے، جب ان گرٹیوں کو اُٹھا کر اُونٹ چل پڑے تو مجھے ان کے کھو دینے کے سوا کسی چیز نے خوف زدہ نہیں کیا، میں اپنے عہدِ محبت پر قائم ہوں اور میں نے ان کی محبت نہیں چھوڑی کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ ہمیشہ سے یہی کرتے آئے ہیں۔"

مبرد کہتا ہے، میرے نوجوان ساتھی نے کہا وہ تو مر چکے ہیں تو مجنون کہنے لگا آہ! اگر وہ مر گئے ہیں تو میں بھی مر جاؤں گا اور گر کر مر گیا اور میں اس کے غسل اور تجہیز و تکفین تک وہیں رہا پھر میں نے اُس پر نماز جنازہ پڑھی اور اُسے دفن کر دیا۔

بحتری کا متوکل کو اشعار سُنانا

میں سرمن رائی سے آکر متوکل سے ملا، اس پر شراب اثر انداز ہو چکی تھی میں جس بات کے لیے اس کے پاس آیا تھا اس نے اس کے متعلق مجھ سے پوچھا تو میں نے اس کا جواب دیا، متوکل کے سامنے بحتری شاعر بیٹھا ہوا تھا اس نے ایک قصیدہ سُنانا شروع کیا جس میں متوکل کی مدح تھی، اس وقت مجلس میں ابوالعنبس الصیمری بھی موجود تھا، بحتری نے اپنا قصیدہ سُنانا شروع کیا جس کا آغاز یوں ہوتا تھا۔

"تو کون سے دانتوں کے ساتھ تبسم کرتا ہے اور کونسی نگاہ سے تبسم کرتا ہے حُسن اس کے حُسن سے چمک اُٹھتا ہے اور حُسن، سخاوت سے بہت مشابہت رکھتا ہے، خلیفہ جعفر المتوکل ابن المعتصم سے کہہ دو جو جنیدہ شخص کا پسندیدہ اور انتقام لینے والے کا انعام کرنے والا بیٹا ہے، تیرے عدل کے بھروسے پر رعیت اندرونِ حرم کی طرح محفوظ ہے اے مجدد بزرگی کے بانی! انتشار

ختم ہوگیا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا فرماں بردار ہوجائے گا تو محفوظ ہوجائے
گا ہم نے تیرے ذریعے گمراہی کے بعد ہدایت اور غریبی کے بعد تونگری حاصل کی
ہے۔"

جب وہ یہاں تک پہنچا تو واپسی کے لیے اُلٹے پاؤں چلا تو ابو العنبس نے اُٹھ کر کہا یا امیر المومنین اسے دوبارہ پڑھنے کا حکم دیجیے خدا کی قسم اس قصیدے میں، میں نے اس کا معارضہ کیا ہے، خلیفہ نے اسے دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا تو ابو العنبس کچھ اشعار پڑھنے لگا (ان اشعار کے ترک کرنے سے واقعہ کا انقطاع نہ ہوتا تو ہم اس کا ذکر نہ کرتے) اس نے کہا:۔

"تو نے کونسا پاخانہ کھایا ہے اور کون سے ہاتھ سے تھپڑ کھایا ہے اور
تو نے بحتری ابی عبادہ کا سر رحم میں داخل کر دیا ہے۔"

جب وہ اس قسم کی دشنام آمیز باتوں تک پہنچا تو متوکل ہنستے ہنستے گدّی کے بل لیٹ گیا اور بائیں پاؤں کو زمین پر رگڑنے لگا، پھر اس نے کہا کہ ابو العنبس کو دس ہزار درہم دیے جائیں، فتح نے کہا اے میرے آقا! بحتری کی ہجو ہوئی ہے اور اس نے ناپسندیدہ باتیں سُنی ہیں کیا وہ خالی ہاتھ واپس جائے گا، خلیفہ نے کہا بحتری کو بھی دس ہزار درہم دیے جائیں، فتح نے کہا میرے آقا! یہ بصرہ کا شخص ہے جسے ہم نے اس کے شہر سے نکال دیا ہے، کیا یہ شخص ان کی حاصل کردہ چیز میں شریک نہ ہوگا خلیفہ نے کہا اس کو بھی دس ہزار درہم دیے جائیں پس ہم اس ٹھٹھے مذاق کی مجلس سے واپس آگئے اور بحتری کو اس کی خوش نصیبی، اجتہاد اور دانائی نے کوئی فائدہ نہ دیا۔

ابو العنبس کا گدھا

پھر متوکل نے ابو العنبس سے کہا کہ مجھے اپنے گدھے اور اس کی وفات اور اس کے ان اشعار کے متعلق بتاؤ جو اس پر خواب میں وارد ہوئے تھے، اس نے کہا امیر المومنین بہت اچھا، پھر کہنے لگا میرا گدھا قاضیوں ...... سے بھی زیادہ عقل مند تھا، اس نے کوئی جُرم نہیں کیا تھا اور نہ ہی اس سے کوئی لغزش ہوئی تھی، وہ لاپرواہی سے ایک بیماری کا شکار ہوا اور مر گیا، میں نے اُسے خواب میں دیکھ کر کہا اے میرے گدھے کیا میں نے تجھے ٹھنڈا پانی اور اچھے جو نہیں دیے اور تیرے لیے خوب کوشش نہیں کی؟ پھر تو لاپرواہی سے کیوں مر گیا، تیرا کیا حال ہے اس نے کہا جب تو ایک دن فلاں دوا فروش کی دوکان پہ کھڑے ہو کر اس طرح اس طرح

باتیں کر رہا تھا تو میرے پاس سے ایک خوب صورت گدھی گزری، میں نے اُسے دیکھا تو اس کی محبت میرے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی اور میں اس پر عاشق ہو گیا اور میں غمگین اور متاسف ہو کر مر گیا، میں نے اُسے کہا اے میرے گدھے! کیا تو نے اس بارے میں کچھ شعر بھی کہے ہیں اس نے جواب دیا ہاں، اور اس نے مجھے یہ شعر سنائے۔

"دوا فروش کے دروازے پر میرا دل ایک گدھی کا گرویدہ ہو گیا ہے جس روز ہم گئے تھے اس نے اپنے خوب صورت دانتوں اور نرم رخساروں سے جو شنفرانی گدھے کی طرح تھے، مجھے اپنا غلام بنا لیا ہے پس میں وہیں پر مر گیا اور اگر میں زندہ رہتا تو میری بڑی ذلت ہوتی۔"

میں نے پوچھا اے میرے گدھے شنفرانی کیا چیز ہے؟ اس نے جواب دیا یہ ایک نادر الوجود گدھا ہوتا ہے۔ متوکل یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوا اور اس نے گانے بجانے والوں کو حکم دیا کہ وہ آج گدھے کے اشعار گائیں، اس روز وہ اتنا خوش ہوا کہ اتنا خوش اُسے کبھی نہیں دیکھا گیا اور اس نے ابوالعنبس کی عزت افزائی اور انعام میں اضافہ کر دیا۔

متوکل اور علی بن محمد علوی

ابوعبداللہ محمد بن عرفہ نحوی بیان کرتا ہے کہ ہمیں محمد بن یزید المبرد نے بتایا کہ متوکل نے ابوالحسن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے کہا کہ آپ کے بھائی، عباس بن عبدالمطلب کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اُنہوں نے جواب دیا اے امیرالمومنین! میرے بھائی اس آدمی کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں جس کے بیٹوں کی اطاعت کرنا اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر فرض کیا ہے اور اس کے بیٹوں پر اپنی اطاعت کو فرض کیا ہے، متوکل نے انہیں ایک ہزار درہم دینے کا حکم دیا، ابوالحسن کا مقصد یہ تھا کہ اس کے بیٹوں پر اللہ کی اطاعت فرض ہے تو اس نے تعریض سے کام لیا۔

متوکل کے پاس ابوالحسن علی بن محمد کے متعلق شکایت کی گئی کہ ان کے گھر میں ہتھیار کتابیں اور ان کی پارٹی کے آدمی موجود ہیں، متوکل نے رات کے وقت ترکوں اور کچھ دوسرے آدمیوں کو بھیجا کہ وہ ان کے گھر میں موقع پا کر ان پر اور گھر میں موجود آدمیوں پر حملہ کر دیں انہوں نے دیکھا کہ آپ گھر میں اکیلے ہیں اور دروازہ بند کیے ہوئے ہیں اور بالوں کا بنا ہوا ایک جبہ اوپر لیے ہوئے ہیں اور ریت اور سنگریزوں کے سوا گھر میں کوئی بچھونا نہیں

اور سر پر اُون کی ایک چادر ہے اور وہ رب کی طرف متوجہ ہو کر ترنم کے ساتھ قرآن کریم سے وعدہ اور وعید کی آیات پڑھ رہے ہیں انہیں اسی حالت میں پکڑ کر نصف رات کو متوکل کے پاس لے جایا گیا آپ اس کے سامنے کھڑے ہو گئے اور متوکل ہاتھ میں جام لیے پی رہا تھا، جب اس نے آپ کو دیکھا تو اس نے آپ کی تعظیم کی اور آپ کو اپنے پہلو میں بٹھا لیا، جن چیزوں کے متعلق شکایت کی گئی تھی ان میں سے کوئی چیز بھی آپ کے گھر میں موجود نہ تھی اور نہ ان کی کوئی ایسی حالت تھی کہ اس کا بہانہ بنا کر آپ پر گرفت کی جاتی۔ متوکل نے اپنے ہاتھ والا جام آپ کو دیا آپ نے فرمایا یا امیر المومنین میرے گوشت اور خون میں کبھی شراب داخل نہیں ہوئی، مجھے اس سے معاف رکھیے گا تو متوکل نے انہیں چھوڑ دیا اور کہا مجھے اچھے سے اشعار سنائیے آپ نے فرمایا میں بہت کم اشعار کہتا ہوں، اس نے کہا آپ کو مجھے ضرور اشعار سنانے پڑیں گے تو آپ نے یہ اشعار سنائے ؎

"پہاڑوں کی چوٹیوں پر غالب آنے والے جوانوں نے حفاظت کرتے ہوئے رات گزاری مگر چوٹیوں نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا، پھر وہ اپنے قلعوں سے نیچے اُتر آئے اور گڑھوں میں جا سمائے، ہائے وہ کیا بُرا اُترے، قبر میں پڑنے کے بعد ایک پکارنے والے نے انہیں آواز دی کہ خاندان، تاج اور ٹھکے کہاں ہیں اور وہ چہرے کہاں ہیں جو بڑے آسودہ حال تھے اور ان کے دُور سے پردے لٹکائے جاتے تھے، قبر نے جواب دیا ان چہروں کو کیڑے کھا رہے ہیں ان لوگوں نے ایک زمانہ کھایا اور پیا ہے اور آج یہ خود کھاجا بنے ہوئے ہیں انہوں نے اپنی حفاظت کے لیے قلعے بنائے اور اب یہ قلعوں اور ان کے رہنے والوں کو چھوڑ کر یہاں منتقل ہو گئے ہیں، انہوں نے اموال کو جمع کیا اور ان سے خزانے بھرے، پس انہیں دشمنوں کے لیے چھوڑ کر کوچ کر گئے ہیں اور ان کے مکانات ویران اور خالی پڑے ہیں اور ان کے رہنے والے قبروں میں آ گئے ہیں۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ جو لوگ وہاں موجود تھے انہیں ابوالحسن علی کے متعلق خوف پیدا ہوا اور خیال کرنے لگے کہ متوکل ان کے متعلق جلد کوئی حرکت کرے گا، راوی کہتا ہے کہ متوکل اس قدر رویا کہ اس کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور سب حاضرین بھی اشکبار ہو

گئے، پھر اس نے شراب کے اُٹھانے کا حکم دیا اور ابوالحسن سے کہا، کیا آپ کے ذمے کچھ قرض ہے آپ نے جواب دیا ہاں، چار ہزار دینار قرض ہے اس نے حکم دیا کہ چار ہزار دینار قرض کی ادائیگی کے لیے ان کو دے دیے جائیں اور آپ کو عزت کے ساتھ اسی وقت آپ کے گھر واپس بھجوا دیا۔

قاضی ابن سماعہ حنفی کی وفات

راوی بیان کرتا ہے کہ ۲۳۳ھ میں متوکل کی خلافت کے زمانے میں امام محمد بن الحسن اور امام ابوحنیفہ کے ساتھی قاضی محمد بن سماعۃ کی وفات ہوئی اس وقت آپ کی عمر سو سال تھی آپ بالکل تندرست اور عقل و حواس میں تھے آپ کو اچھوتے خیالات سوجھتے اور سُست رفتار گھوڑوں پر سوار ہوتے اور اسے اپنے لیے کچھ بھی بُرا نہ سمجھتے۔

سماعہ بن محمد کے بیٹے کا بیان ہے کہ مجھے میرے باپ محمد بن سماعہ نے کہا کہ میں نے منصور کے قاضی سوار بن عبداللہ کے حالات زندگی میں اس کا تحریر کردہ ایک خط دیکھا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ اشعار اُسی کے ہیں، میں انہیں بہت عمدہ خیال کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں ؎

"تو نے میری ہڈیوں کا گوشت چھین لیا ہے اور انہیں ننگا کر چھوڑا ہے اور
وہ اپنی کھال میں ٹوٹ پھوٹ رہی ہیں اور تُو نے ان سے گودا نکال لیا ہے
اور وہ شیشے کی طرح ہو گئی ہیں جن کے درمیان سے ہوا سیٹیاں بجاتی ہے
جب وہ فراق کا ذکر سُنتی ہے تو خوف سے اس کے کندھوں کا گوشت
پھڑپھڑانے لگتا ہے، میرے ہاتھ کو پکڑ، پھر کپڑا اُٹھا کر دیکھ، میرا
جسم لاغر ہو گیا ہے لیکن میں چھُپتا پھرتا ہوں۔"

محمد بن سماعۃ کی فقہ میں بہترین تصنیفات ہیں اُنہوں نے محمد بن حسن وغیرہ سے روایات بھی کی ہیں ان میں سے ایک کتاب نوادر المسائل بھی ہے یہ مسائل محمد بن حسن سے بیان کیے گئے ہیں اور ہزار ہا صفحات پر مشتمل ہیں۔

یحییٰ بن معین اور شرفاء کی ایک جماعت کی وفات

اسی سال یعنی ۲۳۳ھ میں یحییٰ بن معین کی وفات ہوئی اور ۲۳۵ھ میں ابوبکر بن ابی شیبہ اور القواریری بھی وفات پا گئے یہ دونوں حضرات اعلےٰ درجہ کے حافظِ حدیث تھے، اسی سال بغداد میں اسحاق بن ابراہیم بن مصعب کی وفات ہوئی

اور ان کی جگہ ان کے بیٹے نے سنبھالی جس کے بہت اچھے واقعات ہیں جن میں سے شاندار واقعات کو ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں بیان کیا ہے۔

ایک قیدی کا واقعہ

جن دنوں متوکل بغداد میں مقیم تھا اس کی شاندار باتوں میں سے ایک یہ ہے جسے موسیٰ بن صالح بن شیخ بن عمیرۃ الاسدی نے بیان کیا ہے کہ اس نے خواب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اُسے فرما رہے ہیں کہ قاتل کو چھوڑ دو، اس خواب سے وہ بہت خوفزدہ ہوگیا اور قیدیوں کے متعلق آنے والے خطوط کو دیکھنے لگا مگر ان میں سے اُس نے قاتل کا کوئی ذکر نہ پایا، پھر اس نے السندی اور عباس کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور ان دونوں سے پوچھا کیا ان کے پاس کوئی ایسا مقدمہ ہے جس میں کسی شخص پر قتل کا دعویٰ کیا گیا ہو، عباس نے جواب دیا ہاں، اور ہم نے اس کے حالات لکھ دیے ہیں، اس نے دوبارہ خطوط کو دیکھا تو اُسے کاغذات کے ڈھیر میں سے وہ خط مل گیا کہ ایک آدمی نے اس کے متعلق قتل کی گواہی دی ہے اور اس نے قتل کا اقرار بھی کیا ہے، اس نے قیدی کو اپنے ہاں حاضر کرنے کا حکم دیا، جب وہ خوفزدہ حالت میں اس کے پاس آیا تو اس نے اُسے کہا اگر تو نے مجھے سچ سچ بتا دیا تو میں تجھے چھوڑ دوں گا تو اس نے اپنا واقعہ بیان کرنا شروع کر دیا کہ:-

وہ اور اس کے کئی ساتھی ہر بڑے گناہ کا ارتکاب کرتے اور ہر حرام چیز کو حلال سمجھتے تھے اور ان کا اجتماع ابوجعفر منصور کے شہر میں ہوتا تھا اور ہر مصیبت کے وقت اس میں بند ہو جایا کرتے تھے جب یہ دن آیا تو ان کے پاس ایک بڑھیا آئی جو انہیں کی ہم پیشہ تھی، اس کے ساتھ ایک نہایت حسین لڑکی تھی، جب وہ لڑکی گھر میں بیٹھ گئی تو اس نے چیخ ماری تو میں دوڑ کر اس کے پاس گیا اور اُسے گھر لے آیا اور اس کے خوف کو دُور کیا اور اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھ کیا ہوا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میرے بارے میں اللہ سے ڈرو اس بڑھیا نے میرے ساتھ فریب کیا ہے اور مجھے بتایا ہے کہ اس کے خزانے میں ایسا مال ہے جس جیسا مال کبھی دیکھا نہیں گیا اور اس نے مجھے اُسے دیکھنے کا شوق دلایا تو میں اس کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے ساتھ چل پڑی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے نانا ہیں اور حضرت فاطمہ رضی میری امّاں ہیں

اور ابو الحسن بن علی میرے باپ ہیں لہٰذا ان کے پاس خاطر سے میری حفاظت کرو،
وہ آدمی کہتا ہے کہ میں اس لڑکی کو رہائی دلانے کا ذمہ دار بن گیا اس کے بعد میں
اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور انہیں اس بارے میں اطلاع دی تو گویا میں نے
انہیں اس کے خلاف برانگیختہ کر دیا، انہوں نے کہا تو نے اس سے اپنی ضرورت
پوری کیوں نہیں کی تو چاہتا ہے کہ ہم اس میں دلچسپی نہ لیں، وہ جلدی سے اس
لڑکی کی طرف گئے، میں اس کا دفاع کرنے لگا، ہمارے درمیان حالات نے
عظیم فساد کی صورت اختیار کر لی یہاں تک کہ میں زخمی ہو گیا، جو شخص ان میں
سے اس لڑکی کی بے عزتی کرنا چاہتا تھا وہ بڑا مضبوط اور طاقتور تھا،
میں نے اُسے قتل کر دیا اور میں مسلسل اس کی حفاظت کرتا رہا یہاں تک کہ میں
نے اُسے کوئی گزند نہ پہنچنے دیا اور لڑکی نے بھی خوف سے نجات پائی میں نے
اُسے گھر سے نکالا تو اُس کو یہ کہتے ہوئے سُنا "جس طرح تو نے میری حفاظت
کی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے اور جس طرح تو میرا معاون
بنا ہے اللہ تعالےٰ اُسی طرح تیری مدد کرے۔" پڑوسیوں نے شور و غل
سُنا تو وہ ہماری طرف دوڑ کر آئے، میرے ہاتھ میں چھری تھی اور ایک آدمی
خون میں لتھڑا پڑا تھا میں اسی حالت میں آگے بڑھا تو اسحاق نے کہا تُو نے
اس عورت کی حفاظت میں جو کچھ کیا ہے میں اُسے سمجھ گیا ہوں، میں اللہ تعالیٰ
اور اس کے رسول کی خاطر تجھے یہ لڑکی بخشتا ہوں میں نے جواب دیا اس
ذات کی قسم جس کی خاطر تو نے مجھے یہ لڑکی بخشی ہے کہ میں دوبارہ معصیت کا
مرتکب نہ ہوں گا اور نہ کسی تہمت کے مقام پہ جاؤں گا یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ
سے میری ملاقات ہو جائے۔"

اسحاق نے اس خواب کے متعلق اُسے بتایا جو اس نے دیکھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس
کے اس کام کو ضائع نہیں کیا اس نے اس کے سامنے حسنِ سلوک کی بڑی پیشکشیں کیں مگر اس نے
ان کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

یحییٰ بن اکثم سے اس کی رضامندی

۲۳۹ھ میں متوکل، ابو محمد یحییٰ بن اکثم الصیفی سے راضی ہو گیا اور اُسے سر من رأی کی طرف

چیف جسٹس بنا کر بھیج دیا، احمد بن ابی داؤد اور اس کے بیٹے ابوالولید احمد سے جو قاضی تھا ناراض ہو گیا اور اس نے ابوالولید سے ایک لاکھ بیس ہزار دینار اور چالیس ہزار دینار کے جواہرات لے لیے اور اُسے بغداد حاضر کیا گیا اور ابوعبداللہ احمد بن ابی داؤد کو اپنے دشمن ابن الزیات کی وفات کے سینتالیس روز بعد فالج ہو گیا۔ یہ واقعہ ۲۳۳ھ میں ہوا۔

ابو داؤد کی وفات

۲۴۰ھ میں ابوعبداللہ احمد بن ابی داؤد، اپنے بیٹے ابوالولید محمد بن احمد کی وفات کے بیس روز بعد مر گیا اس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بہت بھلائی کرنے والا تھا، اللہ تعالےٰ کو اس کی نیکی پسند تھی اور اس نے اپنی جانب اس کا راستہ آسان کر دیا تھا۔

معتصم کے ہاں ابو داؤد کا مقام

ایک دن معتصم اپنے رفقاء کے ساتھ محل میں صبوحی کا عزم کیے ہوئے تھا کہ اس نے ہر ایک کو ہنڈیا پکانے کا حکم دیا، جونہی اس نے ابن داؤد کے غلام سلامت کو دیکھا تو کہنے لگا کہ یہ ابن ابی داؤد کا غلام ہے جو ہمارے حالات سے واقف ہے وہ وقت آتا ہے کہ وہ کہے گا کہ فلاں ہاشمی فلاں قرشی، فلاں انصاری اور فلاں عربی، اور ہم نے جس بات کا عزم کیا ہے یہ اپنی ضروریات کے باعث اُسے معطل کر دے گا اور میں تمہیں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں آج اس کی کوئی ضرورت پوری نہیں کروں گا، اس کی بات اور ابوعبداللہ اجازت طلب کرنے کے درمیان تھوڑا سا وقفہ تھا، اس نے اپنے ہم نشینوں سے کہا میری بات کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے اُنہوں نے جواب دیا اُسے اجازت نہ دو اس نے کہا تمہارا بُرا ہو، اگر ایک سال تک مجھے بخار آئے تو وہ اس بات کی نسبت مجھ پر بہت آسان ہے، وہ داخل ہوتے ہی آکر بیٹھ گیا اور گفتگو کرنے لگا یہاں تک کہ معتصم کا چہرہ دمکنے لگا اور اس کے اعضاء بھی مسکرانے لگے پھر اس نے اُسے کہا اے ابوعبداللہ ان میں سے ہر ایک نے ہنڈیا پکالی ہے اور ہم نے تجھے پکانے کے معاملے میں پنچ مقرر کیا ہے، اس نے جواب دیا ہنڈیاں لاؤ میں انہیں کھاؤں گا اور پھر علم کے مطابق فیصلہ دوں گا جب ہنڈیاں لے جا کر اس کے سامنے رکھ دی گئیں تو وہ پہلی ہنڈیا سے ہی پوری طرح کھانے لگ گیا تو معتصم نے اُسے کہا یہ ظلم ہے، اس نے جواب دیا کیسے، اس نے کہا میں نے تجھے دیکھا ہے کہ تو نے اس کے رنگ کو بنظرِ غائر دیکھا ہے اور تو اس کے پکانے والے کے حق میں فیصلہ کرے گا

اس نے کہا یا امیر المومنین جس طرح میں نے اس ہنڈیا سے کھایا ہے اسی طرح سب ہنڈیوں سے مجھ پر کھانا واجب ہے، معتصم نے مسکرا کر کہا بھئی یہ تمہارا کام ہے تو اس نے اپنے قول کے مطابق سب ہنڈیوں سے کھایا پھر کہنے لگا، اس ہنڈیا والا سب سے اچھا پکانے والا ہے کیونکہ اس نے سیاہ مرچ زیادہ ڈالی ہے اور زیرہ کم ڈالا ہے، اور اس ہنڈیا کا پکانے والا بھی عمدہ ہے کیونکہ اس نے سرکہ زیادہ ڈالا ہے اور تیل کم ڈالا ہے، اور اس ہنڈیا کے پکانے والے نے بھی اچھا پکایا ہے کیونکہ اس نے اعتدال کے ساتھ مصالحہ ڈالا ہے اور اس ہنڈیا والا اپنے کام کا بڑا ماہر ہے کیونکہ اس میں پانی کم اور مزہ زیادہ ہے، یہاں تک کہ اس نے تمام ہانڈیوں کی ایسی صفات بیان کیں کہ سب ہانڈیوں والے خوش ہو گئے پھر اس نے لوگوں کے ساتھ مل کر لطیف و نفیس ترین کھانا کھایا کبھی کبھی وہ انہیں صدر اسلام کے بسیار خوروں جیسے معاویہ بن سفیان، عبید اللہ بن زیاد، حجاج بن یوسف اور سلیمان بن عبد الملک کی باتیں سناتا اور کبھی اپنے زمانے کے بسیار خوروں مثلاً میسرۃ التمّار، وورق قصاب، خانم کیال اور اسحاق حمامی کی باتیں سناتا، جب دستر خوان اٹھا دیے گئے تو معتصم نے اُسے کہا ابو عبد اللہ تجھے کسی چیز کی حاجت ہے اس نے کہا جی ہاں، معتصم نے کہا بیان کرو کیونکہ ہمارے اصحاب آپس میں شغل کرنا چاہتے ہیں، اس نے کہا امیر المومنین آپ کے اہل کے ایک آدمی کو گردش روزگار نے پامال کر دیا ہے جس سے اس کی گزران بہت تنگ ہو گئی ہے معتصم نے پوچھا وہ کون ہے اس نے کہا سلیمان بن عبد اللہ النوفلی، اس نے کہا کتنی رقم سے اس کی حالت درست ہو جائے گی؟ اس نے جواب دیا پچاس ہزار درہم سے، اس نے کہا میں اُسے یہ درہم دینے کا حکم دیتا ہوں، اس نے کہا ایک اور حاجت بھی ہے اس نے پوچھا وہ کیا ہے اس نے کہا ابراہیم بن المعتمر کی جاگیریں اُسے واپس دی جائیں، اس نے کہا یہ کام بھی کر دوں گا، اس نے کہا ایک اور حاجت بھی ہے اس نے کہا میں یہ حاجت بھی پوری کر دوں گا، راوی کہتا ہے خدا کی قسم اس نے تیرہ حاجات کا سوال کیا اور سب کو پورا کروا کر باہر نکلا، پھر اس نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ کو طویل عمر عطا فرمائے آپ کی عمر سے آپ کی رعیت کے باغات سرسبز ہوں گے اور ان کی زندگی آسودہ ہو گی اور ان کے اموال میں اضافہ ہو گا آپ ہمیشہ سلامتی اور عزت سے شادکام رہیں، زمانہ کے حوادث آپ سے دور رہیں پھر وہ واپس چلا گیا تو معتصم نے کہا خدا کی قسم

یہ اس قسم کا آدمی ہے کہ آدمی جس سے زینت حاصل کرتا ہے اس کے قرب سے خوش ہوتا ہے اور اپنی قوم کے ہزاروں آدمیوں سے انصاف کرتا ہے کیا تم نے اسے نہیں دیکھا کہ یہ کیسے داخل ہوا اور کیسے سلام کیا اور کیسے گفتگو کی اور کیسے کھانا کھایا اور کس طرح ہانڈیوں کے اوصاف بیان کیے پھر اس نے کیسے لمبی گفتگو کی اور کس طرح ہمارا کھانا اس کے ساتھ خوشگوار ہوا، اس قسم کے آدمی کی حاجت کو کوئی کمینہ اور خبیث آدمی ہی پورا نہیں کرتا خدا کی قسم اگر یہ مجھ سے میری اس مجلس میں دس لاکھ درہم کا سوال بھی کرتا تو میں اُسے بھی پورا کرتا اور میں جانتا ہوں کہ وہ مجھے اس سے اس دنیا میں تعریف اور آخرت میں ثواب دلائے گا۔

احمد بن ابی داؤد کے بارے میں الطائی کہتا ہے

"احمد بن ابی داؤد کی خوبیوں نے تمام زمانے کی برائیوں کو بھلا دیا ہے، میں نے آفاق میں اسی محلے کے خطیہ کی سواری اور زادِ راہ سے سفر کیا ہے، میری سواریاں خواہ کسی بھی ملک میں گھومتی رہیں میری اُمیدیں تجھ ہی سے وابستہ ہیں۔"

متوکل کا ملاحوں کی ہنڈیا کو پسند کرنا

فتح بن خاقان سے بیان کیا گیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں متوکل کے پاس تھا کہ اس نے جعفری کے ساتھ صبوحی پینے کا عزم کیا اور اس نے اُسے بادہ گساروں اور گلوکاروں کے پیچھے بھیجا اور ہم چکر لگانے لگے وہ مجھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھا اور میں اس سے باتیں کر رہا تھا یہاں تک کہ ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے خلیج کو دیکھا جا سکتا تھا اس نے کرسی منگوائی اور اس پر بیٹھ گیا اور مجھ سے باتیں کرنے لگا اچانک اس نے خلیج کے کنارے کے قریب ایک بندھی ہوئی کشتی کو دیکھا اور اس کے سامنے ایک ملاح ایک بڑی سی ہنڈیا میں گائے کے گوشت کا سالن پکا رہا تھا جس سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں، متوکل نے کہا اے فتح، خدا کی قسم! سالن کی ہنڈیا کی خوشبو کیسی بھلی ہے، اسی حالت میں اسے میرے پاس لاؤ، دسترخوان بچھانے والوں نے دوڑ کر ہنڈیا کو ملاحوں سے چھین لیا جب کشتی والے ملاحوں نے اپنے ساتھ یہ سلوک دیکھا تو خوف کے مارے ان کی جان نکل گئی وہ جوش مارتی ہنڈیا کو اسی طرح متوکل کے پاس لے آئے اور اُسے ہمارے سامنے رکھا گیا تو اس کی خوشبو اور رنگ اُسے بہت اچھا لگا، اس نے ایک روٹی منگوائی اور اس سے ایک

ٹکڑا توڑ کر مجھے دیا اور اتنا ہی ٹکڑا خود لیا اور ہم میں سے ہر ایک نے تین تین لقمے لیے، بادہ گسار اور گلوکار بھی آ گئے اور ان میں سے ہر ایک ہنڈیا سے ایک ایک لقمہ لینے لگا، کھانا آ گیا اور دستر خوان بچھ گئے جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو اس نے حکم دیا کہ اس ہنڈیا کو خالی کر کے اس کے سامنے دھویا جائے اور اُسے دراہم سے بھرا جائے ایک تھیلی لائی گئی جسے ہنڈیا میں اُلٹ دیا گیا اور اس سے دو ہزار کے قریب دراہم بچ گئے تو اس نے ایک خادم سے جو اس کے سامنے کھڑا تھا کہا کہ اس ہنڈیا کو لے جا کر کشتی والوں کو دے دو اور انہیں کہو کہ ہم نے جو کچھ تمہاری ہنڈیا سے کھایا ہے یہ اس کی قیمت ہے اور اس تھیلی سے جو دراہم بچ گئے ہیں یہ اس شخص کو بطور عطیہ دے دو جس نے یہ اچھی ہنڈیا پکائی ہے فتح بن خاقان بیان کرتا ہے کہ جب ملاحوں کی ہنڈیا کا ذکر ہوتا تو متوکل اکثر کہا کرتا تھا کہ میں نے کشتی والوں کے سالن سے بہتر سالن نہیں کھایا۔

جاحظ کا جنگی جہاز میں محمد بن ابراہیم کی مصاحبت کرنا

ابوالقاسم جعفر بن محمد بن حمدان موصلی فقیہ نے ہمیں بتایا اور وہ موصل میں نیا نیا آیا تھا کہ ہمیں ابوالحسن الصالحی نے جاحظ کے طریق سے بیان کیا کہ امیرالمومنین متوکل کو بتایا گیا کہ میں نے اس کے ایک بیٹے کی تادیب کی ہے جب اس نے مجھے دیکھا تو اسے دیکھنا ناگوار ہوا اس نے مجھے دس ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور مجھے واپس کر دیا اور میں اس کے ہاں سے چلا آیا اور محمد بن ابراہیم سے ملا جو بغداد واپس جانا چاہتا تھا اس نے مجھے بھی اپنے ساتھ جانے اور اپنے جنگی جہاز میں بیٹھنے کی پیشکش کی، ہم اس میں سوار ہو گئے، جب ہم نہر قاطول کے دہانے پر آئے اور سامرا سے نکلے تو اس نے اپنا پردہ تان لیا اور گانے کا حکم دیا تو سارنگی نواز مغنیہ نے گایا ؎

"ہر روز قطع تعلق اور عتاب ہوتا ہے، ہمارا زمانہ گذرتا جاتا ہے اور ہم
غصے میں ہوتے ہیں کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اس مخلوق کو چھوڑ کر مجھے خصوصیت
دی جائے گی یا احباب اسی طرح رہیں گے۔"

اس کے بعد وہ خاموش ہو گئی تو اس نے ستار نواز مغنیہ کو حکم دیا تو اس نے گایا ؎

"عشاق پر رحمت نازل ہو ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں دیکھتی وہ کس قدر
ہجر و فراق اور قطع تعلقات کے مصائب جھیلتے ہیں اور صبر سے کام لیتے ہیں۔"

سارنگی نواز عورت نے ستار نواز عورت سے کہا وہ کیا کرتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ وہ اس طرح کرتے ہیں اور اپنا ہاتھ پردہ پر مار کر اُسے پھاڑ دیا اور وہ یوں نکلی گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور اپنے آپ کو پانی میں پھینک دیا، محمد کے سر کے پاس ایک غلام کھڑا تھا جو حسن وجمال میں اس سے مشابہت رکھتا تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں مورچھل تھا جب اس نے اس عورت کی کارروائی کو دیکھا تو مورچھل کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیا اور اس جگہ پر آکر اس عورت کو دیکھا کہ وہ پانی کے درمیان بہتی جارہی ہے تو اس نے کہا ؎

"کاش تو جانتی ہیں وہ شخص ہوں جسے تو نے مرنے کے بعد غرق کر دیا ہے۔"

پس اس نے بھی اپنے آپ کو پانی میں پھینک دیا، ملاح نے جہاز کو اس طرف گھمایا کیا دیکھتا ہے کہ وہ دونوں آپس میں گلے ملے ہوئے ہیں پھر وہ دونوں ڈوب گئے اور اس کے بعد نظر نہ آئے، اس واقعہ نے محمد کو خوف زدہ کر دیا اور اس نے اسے بڑی بات خیال کیا اور کہنے لگا اے عمرو مجھے کوئی ایسی بات سناؤ جو مجھے ان دونوں کی موت کا واقعہ بھلا دے ورنہ میں تجھے بھی ان دونوں کے ساتھ ملا دوں گا، عمرو کہتا ہے کہ مجھے یزید بن عبدالملک کی بات یاد آگئی کہ وہ بیٹھ کر مظالم کے واقعات سن رہا تھا کہ اُسے یہ واقعہ سنایا گیا کہ اگر امیر المومنین مناسب سمجھیں تو وہ اپنی فلاں لونڈی کو باہر بھجوائیں تاکہ وہ مجھے تین گانے سنائے۔ یزید نے غصہ میں آکر حکم دیا کہ کون جا کر اس کا سر لائے گا پھر اس نے حکم دیا کہ ایک پیغامبر کے پیچھے دوسرا پیغامبر جا کر اس کو حکم دے کہ اس آدمی کو ہمارے پاس حاضر کرو، جب وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا تو اس نے اُسے کہا تو نے کس برتے پر یہ کام کیا ہے اس نے جواب دیا آپ کے حلم وعفو پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے یہ کام کیا ہے، پھر اس نے اُسے بیٹھنے کا حکم دیا یہاں تک کہ بنی اُمیہ کے تمام آدمی چلے گئے پھر اس نے حکم دیا اور لونڈی کو سارنگی سمیت لایا گیا، نوجوان نے اُسے کہا گاؤ ؎

"اے فاطمہ! یہ ناز وادا کم کر دے، اگر تو نے مجھ سے جُدا ہونے کا
ارادہ کر لیا ہے تو حسنِ سلوک سے پیش آ۔"

جب وہ یہ شعر گا چکی تو یزید نے اس نوجوان سے کہا، کہو، اس نے لونڈی سے کہا گاؤ ؎

"نجد کی بجلی چمکی تو میں نے اُسے کہا اے بجلی میری توجہ تیری طرف
نہیں ہے، میری جانب سے تجھے جوش وخروش اور غصّہ ور دشمن کافی
ہے جس کے ہاتھ میں نمک کی طرح سونتی ہوئی تلوار ہے۔"

جب وہ یہ گیت گا چکی تو اس نے کہا کہو، اس نے کہا میرے لیے پانچ پونڈ شراب لانے کا حکم دو، ابھی وہ پوری شراب نہ پی چکا تھا کہ اس نے چھلانگ لگائی اور یزید کے سب سے اُونچے گنبد پر چڑھ کر اپنے آپ کو دماغ کے بل گرا دیا اور مر گیا، یزید نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا اس احمق اور جاہل کو دیکھیے، اس نے خیال کیا کہ میں اپنی لونڈی اس کے پاس بھیجوں گا اور اُسے اپنے مال کی طرف لوٹاؤں گا، اے غلامو! اس کا ہاتھ پکڑو اور اگر اس کے اہل ہیں تو اسے اُٹھا کر ان کے پاس لے جاؤ وگرنہ اسے فروخت کر دو اور اس کی قیمت اس نوجوان کی طرف سے صدقہ کر دو وہ اُسے اس کے اہل کے پاس لے گئے جب وہ گھر کے صحن میں بیٹھی تو اس نے یزید کے گھر میں ایک گڑھا دیکھا جو بارش کے پانی کے لیے تیار کیا گیا تھا اس نے اپنے آپ کو ان غلاموں کے ہاتھوں سے کھینچ لیا اور کہنے لگی ؎

"جس نے عشق میں مرنا ہو وہ اس طرح مرے اس عشق میں کوئی بھلائی
نہیں جس میں موت نہ ہو۔"

پھر اس نے سر کے بل اپنے آپ کو گرا دیا اور مر گئی پس محمد سے وہ کیفیت جاتی رہی اور اس نے مجھے اس کا اچھا بدلہ دیا، اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ سلیمان بن عبد الملک کے ساتھ ہوا تھا، یزید بن عبد الملک کے ساتھ نہیں ہوا، راوی کہتا ہے کہ میں نے بصرہ میں یہ بات ابو عبد اللہ محمد بن جعفر انباری کو بتائی تو اس نے کہا کہ میں تجھے اس قسم کی بات سناتا ہوں جو تو نے مجھے سنائی ہے مجھے فاتن الخادم نے بتایا جو محمد بن حمید طوسی کا غلام تھا کہ محمد بن حمید ایک روز اپنے رفقاء کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک لونڈی نے پردہ کے پیچھے سے گایا ؎

"اے محل کے ماہتاب تو کب طلوع ہوگا میں تو بدبختی کے باعث تیرے
دیدار سے محروم ہوں اور اغیار تجھ سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں اگر
میرے رب نے تیرے سلوک کو دیکھ کر میرا سر مارنے کا فیصلہ کر دیا تو

میں کیا کر دوں گی۔"

محمد کے سر کے پاس ایک غلام شراب کا جام پلانے کے لیے کھڑا تھا اس نے جام کو ہاتھ سے پھینک کر کہا "تو اس طرح کرتا" اور خود کو محل سے دجلہ میں گرا دیا، لونڈی نے بھی پردے کو پھاڑ کر اس کے پیچھے پیچھے اپنے آپ کو گرا دیا، غلاموں نے ان دونوں کے پیچھے جا کر تلاش کیا مگر ان دونوں میں سے ایک بھی انہیں نہ ملا۔ محمد نے شراب پینا چھوڑ دیا اور مجلس سے اُٹھ گیا۔

متوکل کا الرخجی پر ناراض ہونا

مسعودی کا بیان ہے کہ ۲۳۳ھ میں متوکل، عمر بن الفرج الرخجی پر ناراض ہوگیا وہ اعلیٰ درجہ کا انشاپرداز تھا، متوکل نے اس سے ایک لاکھ بیس ہزار دینار کے جواہرات اور مال لے لیا پھر محمد نے اس سے اس شرط پر اکیس لاکھ دراہم پر صلح کی کہ وہ اُسے اس کی جاگیریں واپس کر دے گا پھر وہ دوبارہ اس سے ناراض ہوگیا اور حکم دیا کہ اُسے ہر روز تھپڑ مارے جائیں، حساب کرنے پر معلوم ہوا کہ اُسے چھ ہزار تھپڑ مارے گئے ہیں، اس نے اُسے اُونی جُبّہ پہنا دیا پھر اس سے راضی ہوگیا پھر وہ تیسری بار اس سے ناراض ہوا تو وہ بغداد جا کر قیام پذیر ہوگیا اور وہیں مرگیا۔

موبذان نے متوکل کو خوشبودار تیل کی شیشی تحفہ کے طور پر بھیجی اور لکھا کہ جب چھوٹے آدمی کی طرف سے بڑے آدمی کو ہدیہ دیا جائے تو وہ لطیف، حسین اور خوب صورت ہوتا ہے اور اگر بڑے آدمی کی طرف سے چھوٹے کو ہدیہ دیا جائے تو وہ عظیم ہوتا ہے اور وہ اس کی بڑی قدر کرتا ہے اور وہ اس کے لیے بہت فائدہ مند ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی وفات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ متوکل کے دورِ خلافت میں ماہ ربیع الآخر ۲۴۱ھ میں بغداد میں امام احمد بن حنبلؒ کی وفات ہوئی اور انہیں باب حرب کی غربی جانب دفن کیا گیا، محمد بن طاہر نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی آپ کے جنازہ پر اس قدر خلقت جمع ہوئی کہ اس سے پہلے کسی کے جنازہ پر اتنا بڑا اجتماع نہیں دیکھا گیا، عام لوگوں نے آپ کے بارے میں بہت کلام کیا ہے ان میں کئی باتوں میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ ان میں سے ایک آدمی یہ اعلان کر رہا تھا کہ شبہات پر کھڑے ہونے والے پر لعنت ڈالو حالانکہ یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے خلاف

ہے، آپ عظماء میں ایک عظیم النسان اوران کے پیشرو تھے آپ نے یکے بعد دیگرے کئی علمی معرکوں میں مردانہ وار حصہ لیا، جنازہ کے آگے آگے ایک آدمی بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ

"محمدؐ اور ابن حنبلؒ کے مرنے سے دنیا تیرہ و تار ہوگئی ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت دنیا تاریک ہوگئی تھی ایسے ہی احمد بن حنبلؒ کی وفات کے وقت دنیا تاریک ہوئی ہے۔"

ستاروں کا ٹوٹنا

اس سال اس قدر ستارے ٹوٹے کہ اس کی مثال پہلے نہیں ملتی یہ واقعہ جمعرات کی شب کو ۹ر جمادی الآخرہ کے گزرنے پہ ہوا اور ۳۲۳ھ کو ایک عظیم خوفناک ستارہ ٹوٹنے کا واقعہ ہوا یہ اس شب کا واقعہ ہے جب قرامطہ نے کوفہ کے راستے میں عراق کے حاجیوں پہ حملہ کیا یہ واقعہ ذوالقعدہ ۳۱۲ھ کا ہے۔

اہل علم کی ایک جماعت کی وفات

جس سال حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی وفات ہوئی اسی سال محمد بن عبداللہ بن محمد الاسکافی بھی فوت ہوئے آپ بلند پایہ عالم اور بڑے صاحب انصاف تھے۔ ۲۳۴ھ میں جعفر بن مبشر کی وفات ہوئی آپ بغداد کے عظیم دین داروں اور صاحب انصاف لوگوں میں سے تھے ۲۳۶ھ میں جعفر بن حرب کی وفات ہوئی آپ ہمدانی تھے اور قحطان کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھے، بغداد کے باب حرب کی غربی جانب آپ کے باپ کی طرف منسوب ہے جو بغدادی متکلمین کے شیخ تھے اور ۲۴۵ھ میں عیسیٰ بن طیغ کی وفات ہوئی آپ بغداد کے ماہرین اور دین دار لوگوں میں سے تھے۔

ہشام اور ابوالہذیل کے درمیان گفتگو

ابوالحسن خیاط نے بیان کیا ہے کہ ابوالہذیل محمد بن الہذیل کی وفات ۲۲۷ھ میں ہوئی۔ پھر اس کے اصحاب کا اس کی پیدائش کے متعلق جھگڑا ہوگیا بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کی پیدائش ۱۳۴ھ میں ہوئی، ابوالہذیل کی ہشام بن الحکم الکوفی الحراز کے ساتھ ملاقات ہوئی ہشام اپنے وقت کے ان مجسمہ اور رافضہ کا شیخ تھا جو اس کے مذہب سے اتفاق کرتے تھے اور ابوالہذیل نفی تجسیم اور رفع تشبیہ کا قائل تھا اور توحید و امامت کے مسائل میں ہشام کا مخالف تھا، ہشام نے ابوالہذیل سے کہا کہ جب تیرا خیال یہ ہے کہ حرکت دیکھی

جاسکتی ہے تو تیرا یہ خیال کیوں نہیں کہ اُسے چھوا بھی جاسکتا ہے اس نے جواب دیا وہ جسم نہیں کہ چھوئی جاسکے کیونکہ چھونے کا وقوع تو اجسام پر ہوتا ہے ، ہشام نے اُسے کہا پھر یہ بھی کہو کہ وہ دیکھی بھی نہیں جاسکتی کیونکہ رؤیت کا وقوع بھی اجسام پر ہوتا ہے تو ابوالہذیل نے اس سے سوال کیا کہ تو نے یہ بات کیسے کہی ہے کہ صفت ، نہ موصوف ہے اور نہ اس کا غیر ہے ، ہشام نے کہا اس لحاظ سے کہ یہ بات محال ہے کہ میں اپنا فعل خود ہی ہو جاؤں اور اس کا میرا غیر ہونا بھی محال ہے اس لیے کہ تغایر نے اُسے اجسام پر واقع کیا ہے اور اعیان خود بخود قائم ہیں پس جب میرا فعل بنفسہٖ قائم نہیں تو یہ جائز نہیں کہ میں اپنا فعل خود ہو جاؤں ، پس واجب ہو گیا کہ وہ نہ میں ہوں اور نہ میرا غیر ہے اور اے ابوالہذیل ایک دوسری علت کا تو بھی قائل ہے وہ یہ کہ تیرا خیال ہے کہ حرکت نہ چھوئی جاسکتی ہے اور نہ الگ ہوسکتی ہے کیونکہ تیرے نزدیک وہ ان چیزوں میں سے ہے جسے چھونا اور الگ کرنا جائز نہیں ، یہی وجہ ہے کہ میں نے کہا کہ صفت ، نہ میں ہوں اور نہ میرا غیر ہے اور میری علت اس میں یہ ہے کہ وہ نہ میں ہوں اور نہ میرا غیر ہے اور تیری علت یہ ہے کہ وہ نہ چھوئی جاسکتی ہے اور نہ الگ کی جاسکتی ہے پس ابوالہذیل خاموش ہو گیا ، اور کوئی جواب نہ دے سکا ۔

معتزلہ کی ایک جماعت کی وفات

۲۲۶ھ میں ابوموسیٰ الفراء کی وفات ہوئی یہ عدلیہ کے شیوخ اور بغداد کے بڑے متکلمین میں سے تھا ، ۱۳۱ھ میں واصل بن عطا جس کی کنیت ابوحذیفہ تھی ، کی وفات ہوئی یہ معتزلہ کا شیخ اور قدیم آدمیوں میں سے تھا یہ پہلا شخص ہے جس نے یہ بات کہی تھی کہ فاسق اہل ملت میں سے ہے جو نہ مومن ہے نہ کافر ہے اس کی وجہ سے معتزلہ کا نام معتزلہ رکھا گیا (یعنی الگ ہونا) اور اس سے پہلے ہم اس کتاب میں بنو اُمیہ کے حالات میں اصول خمسہ کے متعلق معتزلہ کا قول بیان کر آئے ہیں جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور اسی طرح ہم اپنی گذشتہ کتابوں میں تفصیل اور وضاحت سے لکھ چکے ہیں اور قبل ازیں ہم اس کتاب میں عمرو بن عبید کے حالات اور وفات کے متعلق لکھ چکے ہیں ، یہ معتزلہ کا شیخ اور پیشرو تھا اس کی وفات ۱۴۴ھ میں ہوئی ، عمرو بن عبید اور ہشام بن الحکم کی ملاقات ہوئی تو ہشام نے کہا کہ علی بن ابی طالب کی امامت

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نص سے ثابت ہے اور ان کے زمانے میں ان کے جو دو پاک بیٹے تھے جیسے حسن اور حسین اور جو اُن کے زمانے میں تھے ان کی امامت بھی نص سے ثابت ہے اور عمرو کا مذہب یہ تھا کہ تمام زمانوں میں امامت، اُمت کے اختیار میں ہے، ہشام نے عمرو بن عبید سے کہا اللہ تعالیٰ نے تیری دو آنکھیں کیوں پیدا کی ہیں اس نے جواب دیا تاکہ میں ان دونوں سے زمین و آسمان وغیرہ میں جو کچھ ہے اُسے دیکھوں اور وہ میرے لیے اس کی ذات پر ایک دلیل ہو، ہشام نے کہا اللہ تعالےٰ نے تیرے کان کیوں پیدا کیے ہیں اس نے جواب دیا تاکہ میں اُن سے حلال و حرام اور امر و نہی کو سُنوں، ہشام نے اُسے کہا خدا تعالےٰ نے تیری زبان کیوں پیدا کی ہے؟ عمرو نے جواب دیا اس لیے کہ جو کچھ میرے دل میں ہے اُسے بیان کر سکوں اور جس نے مجھ پر اپنے امر و نہی کو فرض کیا ہے اس کو اس کے ذریعے مخاطب کر سکوں، ہشام نے کہا اللہ تعالےٰ نے تیرے دل کو کیوں پیدا کیا ہے عمرو نے جواب دیا اس لیے کہ یہ حواس اس تک بات پہنچادیں اور وہ ان کے نفع و نقصان میں تمیز کر سکے، ہشام نے کہا یہ بھی جائز تھا کہ اللہ تعالیٰ تیرے دوسرے حواس کو پیدا کرتا اور تیرے دل کو پیدا نہ کرتا جس تک یہ حواس بات کو پہنچاتے ہیں عمرو نے جواب دیا نہیں، ہشام نے کہا کیوں؟ اس نے کہا اس لیے کہ دل ان حواس کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے جسے وہ اچھا سمجھتا ہے اگر اللہ تعالےٰ نے خود ان میں یہ بات ودیعت نہ کی ہوتی تو یہ بات محال ہوتی کہ اس نے ان کے لیے کوئی ایسا باعث نہیں پیدا کیا جو انہیں اس بات پر آمادہ کرتا جس کے لیے وہ پیدا کیے گئے ہیں۔ سوائے دل کے پیدا کرنے کے، پس وہ حواس کے افعال کا باعث اور ان کے نفع اور نقصان کے درمیان امتیاز کرنے والا ہے اور جو مقام دل کو دیگر حواس کے مقابلہ میں حاصل ہوتا ہے وہی مقام امام کو دیگر مخلوق کی نسبت حاصل ہوتا ہے، حواس، دل کے سوا، اور کسی طرف رجوع نہیں کرتے، اسی طرح مخلوق، امام کے سوا اور کسی کی طرف رجوع نہیں کرتی، پس عمرو کوئی ایسا فرق نہ بیان کر سکا جس سے کچھ پتہ چلتا۔ یہ حکایت جو ہم نے بیان کی ہے اسے ابو عیسیٰ محمد بن ہارون الوراق نے بغداد میں اپنی مشہور کتاب، کتاب المجالس میں بیان کیا ہے، ابو عیسیٰ کی وفات بغداد کی غربی جانب رملہ کے مقام پر ۲۴۷ھ میں ہوئی اس کی بہت سی اچھی اچھی تصانیف ہیں جن میں ایک کتاب المقالات فی الامامۃ وغیرہا ہے۔

ابن الراوندی

ابوالحسین احمد بن یحییٰ بن اسحٰق الراوندی کی وفات، مالک بن طوق کے کھلے میدان میں ہوئی بعض نے کہا ہے کہ ان کی وفات بغداد میں ۲۰۵ھ میں ہوئی اس وقت وہ چالیس سال کے تھے انہوں نے ایک سو چودہ کتابیں تصنیف کی ہیں۔

ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں ارباب المقالات، اہل مذاہب اور صاحبان جدل و آراء اور ان کے حالات و مناظرات اور ان کے مذاہب کے اختلافات کا ذکر کیا ہے اسی طرح کتاب الاوسط میں بھی ۳۳۲ھ تک کے واقعات کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب میں ہم ان میں سے بعض لوگوں کا مختصر سا ذکر کرتے ہیں اسی طرح ہم بعض فقہاء اور اصحاب الحدیث کا بھی ذکر کریں گے۔

انشاء پرداز الصولی کی وفات

اسی سال ابراہیم بن العباس الصولی انشاء پرداز کی وفات ہوئی یہ بڑا اعلیٰ درجے کا انشاء پرداز اور خوش گو شاعر تھا، متقدمین اور متاخرین میں سے کوئی انشاء پرداز اس سے زیادہ شعر کہنے والا نہ تھا وہ نوعمری ہی میں اپنے اشعار سے کمائی کرتا تھا اور بادشاہوں اور اُمرا سے عطیات لینے کیلئے ان کے پاس جاکر ان کی مدح کرتا تھا۔

ایک انشاء پرداز کا بیان ہے کہ اسحاق بن ابراہیم کے بھائی زید بن ابراہیم نے اُسے بتایا کہ وہ صیمرہ اور سیروان میں رہتا تھا کہ ابراہیم بن عباس خراسان جاتے ہوئے اس کے پاس سے گذرا، وہاں مامون ٹھہرا ہوا تھا اور وہ علی بن موسےٰ رضا کے لیے بیعت لیتا تھا، ابراہیم بن عباس نے اپنے اشعار میں آلِ علی رضؓ کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے اس کی مدح کی اور یہ بھی کہا کہ وہ دُوسروں کی نسبت خلافت کے زیادہ حق دار ہیں مجھے وہ قصیدہ اچھا لگا اور میں نے اُسے کہا کہ مجھے یہ قصیدہ لکھ دیجیے تو اس نے مجھے قصیدہ لکھ دیا میں نے اُسے ایک ہزار درہم دیے اور اُسے سواری پر سوار کرایا، زمانے کی گردش سے وہ موسیٰ بن عبدالملک کی جگہ جاگیروں کا افسر بن گیا اور میں موسےٰ کے عاملوں میں سے ایک عامل تھا وہ چاہتا تھا کہ موسےٰ کے ذرائع کو ظاہر کرے پس اس نے مجھے معزول کر دیا اور مجھے مشورہ کرنے کا حکم دیا میں نے ایسا ہی کیا تو مجھے بہت سی باتیں معلوم ہوگئیں اور میں ان کے متعلق مناظرہ کرنے کے لیے حاضر ہوگیا میں ایسی حجتیں پیش کرنے لگا جن کو وہ رد نہ کر سکتا اور انہیں قبول بھی نہ کرتا، اور کاتبوں نے میرے حق میں فیصلہ دیا مگر وہ ان کے فیصلہ کی طرف متوجہ نہ ہوتا، اس دوران میں

وہ مجھ سے فحش کلامی بھی کرنے لگا یہاں تک کہ اس نے کسی دروازے پر کتاب الیمین کو میرے ذمے لگا دیا میں نے اس پر حلف اُٹھایا تو اس نے کہا کہ بادشاہ کی قسم تیرے نزدیک قسم نہیں ہوتی اس لیے کہ تو رافضی ہے میں نے اُسے کہا مجھے اپنے قریب ہونے کی اجازت دو، اس نے مجھے اجازت دی تو میں نے اُسے کہا تیری تعریض سے مجھے اپنی جان کے قتل کے لیے پابند نہیں کیا جائے گا اور یہ ہے وہ متوکل، اگر تو نے اُسے وہ بات لکھ دی جو میں تجھ سے سُن رہا ہوں تو میں اس سے اپنی جان کے متعلق مامون نہیں، میں نے رفض اور رافضی کے سوا ہر بات کو برداشت کیا ہے، یہ کس کا خیال ہے کہ علی بن ابی طالب عباس سے افضل ہیں اور ان کے بیٹے عباس کے بیٹوں سے خلافت کے زیادہ حق دار ہیں، اس نے کہا یہ بات کس نے کہی ہے میں نے کہا تو نے اور تیری تحریر میرے پاس ہے اور میں نے اُسے اشعار کے متعلق بھی بتایا، خدا کی قسم جب میں نے اُسے یہ بات بتائی تو وہ پشیمان ہوا پھر کہنے لگا وہ کاغذ لاؤ جس پر میں نے لکھا ہے میں نے کہا یہ بات نہیں ہوسکتی! خدا کی قسم تو مجھ سے وہ چیز لینا چاہتا ہے جس سے میں خوش ہوتا ہوں جو کچھ مجھ سے ہوا ہے تو اس کا مجھ سے مطالبہ نہ کر اور اس مشورے کو پھاڑ دے اور میرے حساب کو چیک نہ کر تو اس نے مجھ سے حلف لیا کہ میں اس سے خوش ہو جاؤں گا تو اس نے سب کیے کرائے کو پھاڑ دیا، میں نے اُسے کاغذ دے دیا اس نے اُسے اپنے موزے میں رکھ لیا اور میں واپس آگیا اور اس نے مجھ سے مطالبہ کرنا چھوڑ دیا۔

ابراہیم بن عباس کے مکاتیب اور فصول مدوّن اور جمع ہو چکے ہیں جن میں سے بہت سی فصول کا ذکر ہم نے کتاب الاوسط میں کیا ہے اگرچہ اس کی تمام فصول بہت اچھی ہیں مگر ہم نے اس میں سے چند اچھی فصول کا انتخاب کیا ہے۔

"اور قدیم سے ہی معیشت اپنے بیٹوں کی پرورش کرتی رہی ہے اور ایک دُودھ پلانے والی انہیں دُودھ دیتی رہی ہے اور ایک طمع کو برانگیختہ کرنے والی چیز ان کی خواہشات کو بڑھاتی رہی ہے اور ایک محبت کرنے والی چیز انہیں خطرات میں ڈالتی رہی ہے اور جب وہ آسودہ ہو جاتے ہیں تو امن میں ہو جاتے ہیں اور سوار ہو کر مطمئن ہو جاتے ہیں، دُودھ پینا ختم ہو گیا اور دُودھ چھڑانے کا وقت آگیا اس نے انہیں زہر پلا دیا اور دُودھ آنے کے راستوں سے خون

پھُوٹ پڑا۔ اس کے بعد اُس نے انہیں کڑوی غذا دی اور انہیں قلعے سے اُتار کر رستی تک لے گئی اور عزت سے حسرت، قتل، قید، اباحت اور مجبوری تک لے گئی اور بہت کم لوگوں نے فتنہ کے شعلوں میں غبار اُڑا سنے اس کی گمراہی کے موقع پر گھسنے کی جگہ پائی مگر اس نے اسے گلے سے پکڑ کر اس میں داخل کر دیا اور یہ حق کے ساتھ اس کی تدبیر کو کمزور کرنیوالی ہے یہاں تک کہ اس نے اُسے جلدی کے لیے گٹھا اور دیر کے لیے ایندھن اور حق کے لیے نصیحت اور باطل کے لیے حجت بنا دیا یہ دنیا میں ان کی جزا ہے اور آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے اور تیرا رب بندوں پر بالکل ظلم کرنے والا نہیں ہے۔"

اور اس کے اشعار بھی بہت عمدہ ہیں، اہل ادب کے نزدیک اس کے زمانے میں اشعار میں کوئی شخص اس سے سبقت نہیں لے جا سکا، وہ کہتا ہے ؎

"ہمارے پاس اُونٹوں کے گلے ہیں جن سے فضا تنگ پڑ جاتی ہے اور زمین و آسمان، ان سے کمزور پڑ جاتے ہیں اور وہ ہمارے خون کے مباح کرنے کے ڈر سے کھڑے ہوتے ہیں اور ہماری حفاظت میں ان کے خون طلب کیے جاتے ہیں، بستیوں اور چراگاہوں کے قصد سے پہلے موت حائل ہوتی ہے اور حقوق کے حصول میں سب سے کمتر مصیبت ان کا فنا ہو جانا ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"لیکن ابو ہشام سخی، وعدہ وفا کرنے والا اور غیر موجودگی میں قابل اعتماد شخص ہے جب تک تو اس سے بے نیاز ہے وہ بھی تجھ سے بے نیاز ہے اور مصیبتوں کے ساتھ تجھ پر چڑھ دوڑنے والا ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"فرض کرو کہ زمانے نے مجھے تیر مارا ہے دوستوں میں اس کا یہی کام ہے جب لوگوں نے دیکھا کہ زمانہ مجھے تیر مار رہا ہے تو انہوں نے مجھے تیر مارے اور جسے میں نے اپنے زمانہ کے لیے سنبھال کر رکھا ہوا تھا اس نے دوستوں میں عداوت پیدا کی اور جس کو میں نے اپنے لیے سنبھال کر رکھا ہوا تھا وہ دوبارہ زمانے کے ذخیرے میں چلا گیا اگر مجھے کہا"

جائے کہ بڑے بڑے حادثوں سے امان حاصل کرے تو میں بھائیوں کے سوا، کسی سے امان حاصل نہ کروں گا۔"

پھر کہتا ہے ؎

"جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کو اس کے افعال کی جزا دے تو تیرے بزرگ اور سخی بھائی کو بھی جزا دے میں نے اُسے اس کے جھوٹ سے آگاہ کیا تو گویا میں نے صبح کو آگاہ کیا۔"

لیڈروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان اشعار کو یاد کر لیں ؎

"اگر زمانے کی گردشیں آئیں تو وہ اُس کے علم و حزم میں اضافہ کرتی ہیں اور ان کی مدد کے وقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کے پھلوں کے توڑنے کی آواز کو سُن رہے ہیں۔"

اور ان اچھے اشعار میں وہ اپنے ہم پایہ لوگوں سے سبقت لے گیا ہے۔

کہتا ہے ؎

"ہمارا جو زمانہ گذر چکا ہے اللہ اُسے سیراب کرے میں اس دور میں رویا اور آج اُسے میں رُلا رہا ہوں بلاشبہ جب ہمارا زمانہ گذر جاتا ہے تو ہم اس کی خوبیاں بیان کرتے ہیں اور آج ہم اس کی شکایت کرتے ہیں۔"

پھر کہتا ہے ؎

"خوشی کے وقت سب سے بڑھ کر تیری ہمدردی کا وہ آدمی مستحق ہے جس نے غم میں تیری ہمدردی کی ہے، اچھے لوگ جب آسائش میں ہوتے ہیں تو وہ اُن لوگوں کو یاد کرتے ہیں جو سختی کے ایام میں ان سے محبت کرتے ہیں۔"

پھر کہتا ہے ؎

"مجھے ملامت نہ کر تجھے یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ تو مالدار ہو جائے اور میرا مقصد اچھے اخلاق کا حاصل کرنا ہے، جس نے مال خرچ کرنے کی لذت کو چکھ لیا ہے اس کے دونوں ہاتھ جمع کیے ہوئے مال کی حفاظت کیسے کر سکتے ہیں۔"

پھر کہتا ہے ؎

"جب تو اُسے جوش دلائے تو وہ ایک پھاڑنے والا شیر ہے اور جب اُسے قدرت
حاصل ہوتی ہے تو وہ بھلائی کرنے والا باپ ہوتا ہے، جب وہ مال دار ہوتا ہے
تو دُور کے آدمی کو بھی یاد رکھتا ہے اور جب فقیر ہوتا ہے تو قریب رہنے والے
کو بھی نہیں جانتا۔"

ابراہیم بن عباس کہتا ہے کہ بادشاہ کے مصاحبوں کی مثال، ان لوگوں کی سی ہے جو پہاڑ پر چڑھیں اور پھر اُس سے گر پڑیں اور جو بادشاہ کے زیادہ قریب ہوتا ہے وہ ہی تباہی کے بھی زیادہ قریب ہوتا ہے، ابراہیم، عباس بن احنف شاعر کے ماموں ہونے کا مدعی تھا۔

عباس بن احنف

ابوالعباس احمد بن جعفر بن حمدان قاضی، سلیمان بن حسن بن مخلد سے اور وہ اپنے باپ حسن سے بیان کرتا ہے کہ اس نے ابراہیم بن عباس کو، عباس بن احنف کے شعر سُنائے ؎

"اگر وہ کہے کہ یہ کام کر تو وہ نہیں کرتا اور اگر اس کا مال بہہ جائے تو وہ اُسے خرچ
نہیں کرتا، اور اگر اُسے ناراض کیا جائے تو وہ ناراض نہیں ہوتا، وہ میرے فراق کا
دلدادہ ہے اگر وہ مجھے کہے کہ ٹھنڈا پانی نہ پیو تو میں نہیں پیوں گا۔"

اس نے کہا خدا کی قسم یہ شعر بہت اچھے مفہوم کا حامل سہل الالفاظ سُننے والے کے لیے شیریں اور قلیل النظیر ہے، میں نے اس سے زیادہ نازک اور مشکل زمین میں زیادہ سہل اور بلیغ کلام نہیں سُنا تو حسن نے اُسے کہا خدا کی قسم تیرا کلام اس کے شعر سے زیادہ اچھا ہے، عباس بن احنف کے اچھے اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

"جس سے تو محبت کرتا ہے اس کے عظیم گناہ کو بھی برداشت کر، اور اگر تو مظلوم
ہے تو کہہ میں ظالم ہوں پس اس شخص کو مبارک ہو جو رات کو ایک گھڑی اُونگھ
لیتا ہے اور اونگھ کا مزا چکھتا ہے۔ یہ بات بہت اچھی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"اے عباس تو ارادہ کر کے محبوب سے اپنے دل کو پھیر لے یا اس کی محبت
میں غم سے مرجا، اگر وہ رُوم سے بھی پرے کسی شہر میں ہوتی تو میں بھی
اس شہر میں سکونت اختیار کرتا اے وہ شخص جس کے
عشق نے اس کی عدم موجودگی سے گھبراہٹ کی شکایت کی ہے صبر کر شاید

تیری کل اس سے ملاقات ہو جائے جس سے تو محبت کرتا ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"جب فراق اور اس کے بعض اسباب نمایاں ہوئے تو میں وقفے کے ساتھ اس کی ملاقات کرتا ہوں اُسے ہماری ملاقات سے روکا نہیں گیا کہ وہ اپنے احباب کی اکتاہٹ کا بھگایا ہوا ہے۔"

عباس بن احنف کی وفات

ابو خلیفہ الفضل بن الحباب الجمعی نے ہم سے بیان کیا کہ الریاشی نے ہمیں بتایا کہ اہل بصرہ کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ ہم حج کے ارادے سے نکلے، جب ہم ایک راستے پر تھے تو ایک نوجوان راستے پر کھڑا ہو کر پکار رہا تھا اے لوگو! کیا تم میں کوئی بصری ہے، وہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے اس کے پاس جا کر کہا تو کیا چاہتا ہے اس نے جواب دیا کہ میرا آقا آپ لوگوں کو وصیت کرنے کا خواہاں ہے ہم اس کے ساتھ گئے تو کچھ فاصلے پر ایک درخت تلے ایک شخص لیٹا ہوا تھا جو جواب دینے کی سکت بھی نہیں رکھتا تھا ہم اس کے اردگرد بیٹھ گئے تو اس نے ہماری آہٹ پا کر اپنی نگاہ اُٹھائی جسے وہ کمزوری کے باعث اُٹھا بھی نہیں سکتا تھا اور کہنے لگا ؎

"اے وہ غریب الدیار جو اکیلے ہی اپنے غم پر گریہ کناں ہے، جب کبھی اس کے رونے میں اضافہ ہو جاتا ہے تو اس کے بدن میں بیماریاں سرایت کرنے لگتی ہیں۔"

پھر وہ دیر تک بے ہوش رہا، ہم اس کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ اس درخت کی چوٹی پر ایک پرندہ آ کر بیٹھ گیا اور نغمہ سرائی کرنے لگا، اس نوجوان نے اپنی آنکھیں کھولیں اور پرندے کے گانے کو سننے لگا پھر کہنے لگا ؎

"درخت کی شاخوں پر رونے والے پرندے نے دل کے غم میں اضافہ کر دیا ہے، جس چیز نے مجھے کمزور کیا ہے اسی چیز نے اُسے بھی کمزور کر دیا ہے ہم دونوں اپنے اپنے سکون کے لیے روتے ہیں۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ پھر اس نے ایک سانس لی اور اس کی جان نکل گئی، اور اس دوران میں ہم وہیں رہے یہاں تک کہ ہم نے اس کو غسل دیا اور اس کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کا

انتظام کیا جب ہم اس کی تدفین سے فارغ ہوئے تو ہم نے اس کے غلام سے اس کے متعلق دریافت کیا اس نے کہا یہ عباس بن احنف تھا، ابو اسحٰق زجاجی نحوی نے ابوالعباس سے اور اس نے مازنی سے بیان کیا ہے کہ جس واقعہ کا ہم نے ذکر کیا ہے یہ ہمیں اہل بصرہ کی ایک جماعت نے بتایا تھا، ابو ثور ابراہیم بن خالد کلبی کی وفات ۲۴۰ھ میں ہوئی تھی۔

متوکل کا علی بن جہم کو جلاوطن کرنا۔

۲۳۲ھ میں متوکل نے علی بن جہم شاعر کو خراسان کی طرف جلاوطن کر دیا بعض کا قول ہے کہ ۲۳۹ھ میں جلاوطن کیا، ہم نے اس کے حالات و واقعات اور اس کے بعد عراق کی طرف اس کی واپسی کو بیان کیا ہے وہ ۲۴۹ھ کو سفر کے ارادے سے نکلا جب وہ حلب کے قریب پہنچا جو قنسرین اور عواصم کے علاقے میں ہے تو اُسے خشبات کے مقام پہ کلبیوں کے سواروں نے قتل کر دیا، اس بارے میں اس نے یہ اشعار کہے جب کہ وہ مشرق میں تھا۔

"کیا رات میں رات کا اضافہ ہوگیا ہے یا صبح کو سیلاب بہا کر لے گیا ہے
تو نے اہل دجیل کا ذکر کیا ہے وہ مجھے کہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

یہ علی بن جہم بڑا قادر الکلام شیریں بیان اور پُرگو شاعر تھا حضرت علی بن ابی طالب سے منحرف تھا اور سُنّی ہونے کا اظہار کرتا تھا قبل ازیں ہم اس کتاب میں بیان کر آئے ہیں کہ اس کے نسب پہ طعن کیا گیا ہے اور لوگ اُسے سامۃ بن لوی بن غالب کی اولاد کہتے ہیں اور علی بن محمد بن جعفر علوی شاعر کا قول ہے کہ ؎

"سامہ ہم میں سے ہے مگر اس کے بیٹوں کا معاملہ ہمارے نزدیک تاریکی میں ہے لوگ ہمارے پاس اپنے نسب نامے لائے۔ یہ ایک دیوانگی کا خواب ہے میں نے انہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی طرح جن کی ہر بات محکم ہوتی ہے یہ بات کہی کہ جب تجھ سے سوال کیا جائے اور تجھے اس کا جواب معلوم نہ ہو تو کہہ دیا کر و کہ ہمارا رب سب سے بہتر جانتا ہے۔"

اس بارے میں علوی مزید کہتا ہے کہ ؎

"اگر تو نضر اور معد قبیلے کا گھیراؤ کر لے یا بیت اللہ کو پناہ گاہ بنالے اور زمزم کو گھاٹ بنالے اور اخشبین کو حاضر ہونے کی جگہ بنالے پھر بھی تو قریش سے زیادہ دور ہوتا جائے گا یا تو بے وقوف بلیغ خطیب ہوگا۔"

اگرچہ اس کتاب میں ہم نے ان اشعار کا پہلے بھی ذکر کیا ہے اس جگہ پہ ان کا دوبارہ ذکر اس لیے کیا ہے کہ ہمیں متوکل کے زمانے میں بھی علی بن جہم کا تذکرہ کرنا پڑا ہے اس موقع پر ہمیں علی بن جہم کے ان اشعار کا بھی ذکر کرنا ہے جو اس نے علی بن محمد جعفر علوی کے جواب میں کہے تھے ؎

"تو نے میرے بارے میں انصاف سے کام نہیں لیا اور مجھ پہ بہت زیادتی کی ہے تو نے وفاداری کو ترک کر دیا ہے اور حد سے بڑھ گیا ہے مگر میں نے جب بنو ہاشم بن عبد مناف کے حق کی طرف رجوع کیا تو مجھے اپنے لیے قوافی اور قوافی کے بغیر کبھی تشفی کا راستہ نہ ملا، میرا نفس کمینگی کے اختیار کرنے اور اشراف پہ زیادتی کرنے سے انکار کرتا ہے۔"

اور قید کے متعلق بھی اس کے شعر بہت مشہور ہیں اور اس سے پہلے اس مفہوم کے اشعار کہنے میں کسی نے سبقت نہیں کی کہتا ہے ؎

"لوگوں نے مجھے کہا کہ تو قید ہو گیا ہے تو میں نے جواب دیا کہ میرا قید ہونا میرے لیے نقصان دہ نہیں اس لیے کہ کونسی ہندی تلوار ایسی ہے جسے نیام میں نہیں کیا جاتا، کیا تو نے شیر کو نہیں دیکھا کہ وہ اپنی جھنگی سے مالوف ہوتا ہے اور گھٹیا درندے گھومتے پھرتے ہیں، اگر سورج تیری آنکھوں سے پوشیدہ نہ ہوتا تو قطب شمالی کے قریب کا ستارہ نہ چمکتا، اور آگ اپنے پتھروں میں پوشیدہ ہوتی ہے اگر چقماق اس میں اضافہ نہ کرے تو اُسے سینکا نہیں جا سکتا، اگر قید کسی کمینہ کام کی وجہ سے نہ ہو تو وہ بڑی اچھی فرودگاہ ہے یہ ایک ایسا گھر ہے جو عزت دار انسان کو نئے سرے سے عزت دیتا ہے اور اس میں اس کی ملاقات کی جاتی ہے اور وہ کسی کی ملاقات کے لیے نہیں جاتا اگر قید میں صرف یہی بات ہوتی تو "غلامانہ حجاب سے تجھے ذلیل نہیں کیا جا سکتا۔"

اور اس کے اچھے اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

"میرے دونوں دوستو! عشق کس قدر شیریں اور تلخ ہے اور اس نے مجھے شیرینی اور تلخی سے روشناس کروایا ہے ہمارے درمیان جو حُرمت تھی اس کی وجہ سے تم دونوں نے دیکھا ہے کہ میں بیماری سے نحیف و نزار ہو گیا

ہوں اور فراق سے سخت ہوگیا ہوں اور عاشق کی آنکھ سے اس کا راز ظاہر ہوجاتا ہے اور خاص طور پر اگر آنسوؤں کو چھوڑ دیا جائے تو وہ بہہ پڑتے ہیں۔"

اس کے منتخب کلام میں سے چند اشعار یہ ہیں ؎

"جوانی نے اپنی چادر ہٹالی اور چلی گئی اور اس کے آنسو بہہ گئے اور اس نے بُرا سلوک کرتے ہوئے عہد توڑ دیا، اور کونسا عہد ہمیشہ قائم رہتا ہے، اس نے میرے سر کو دیکھتے ہی ناآشنا بن کر کہا، کیا یہ بڑھاپا ہے یا پروئے ہوئے موتی ہیں میں نے جواب دیا ان دونوں میں سے تیرے نزدیک بہتر کون سی چیز ہے اس نے کہا یہ ایک نشانی ہے جسے غمگین آدمی پسند کرلیتا ہے میرا غم اس طرح کا نہیں جس میں صبر و رضا کو اختیار کرنا اچھا سمجھا جاتا ہو ایک بات نے بیلۃ الامر میں میرے سر کو سفید کرکے میرے ساتھ ظلم کیا ہے اب خواہ مجھے صبر و حوصلہ دلایا جائے پھر بھی میرے پاس شریفانہ اطاعت اور قلب سلیم کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔"

اور اس کے عمدہ اشعار میں سے یہ بھی ہیں ؎

"نفس پر میں جو بوجھ ڈالتا ہوں وہ اُسے اُٹھالیتا ہے اور ایام زمانہ کبھی ظلم کرتے ہیں اور کبھی انصاف کرتے ہیں اور صبر جمیل کا انجام اچھا ہوتا ہے اور مردوں کا کامل تر خلق، مہربانی کرتا ہوتا ہے اور اگر آدمی سے کوئی نعمت چھن جائے تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں مگر صبر کا چھن جانا عیب کی بات ہے اگر تو مال چھوڑ جائے تو یہ حسرت ہے اگر تو اُسے جلدی سے لے لے تو غنیمت ہے۔"

اور اس نے اعتذار کرتے ہوئے متوکل کے بارے میں جو اچھے اشعار کہے وہ یہ ہیں ؎

"مانگنے اور معذرت کرنے کی عادت، شرفاء کے لیے بڑی دشوار ہے جن باطل امور میں آدمی کو داخل کردیا جاتا ہے ان میں اس کا داخل ہونا بُرا نہیں ہوتا بلکہ پہلے سے تقدیر کا یہی فیصلہ ہوتا ہے پس عاجز سائل اور گناہ کے مرتکب سے اعتذار کرنے پر راضی ہوجا اور اگر تو کسی آسودہ حال آدمی سے الگ ہو جائے تو تو بڑے بڑے گناہوں سے الگ ہونے کا زیادہ حق دار ہے اگر تو

سزا دے تو تو اللہ تعالیٰ کو زیادہ جاننے والا ہے اور تجھ سے سزا لینا کوئی عار کی بات نہیں۔"

اور جب اُسے بیڑیاں ڈالی گئیں تو اس نے یہ شاندار اشعار کہے ؎

"جب آنسو اپنے راستے پر بکھرے ہوئے تھے اور آتشِ عشق دل کو بھڑکا رہی تھی تو میں نے اُسے کہا کہ جب تو اس کی بیڑیوں کو دیکھے تو گھبراہٹ کا اظہار نہ کرنا کیونکہ بیڑیاں جوانوں کی پازیب ہوتی ہے۔"

وہ بہت زبان آور تھا اور اس کا کوئی ساتھی اس سے کم ہی بچا ہوگا، محمد بن عبداللہ اس سے منحرف تھا اس نے اس کے خلاف ایک ترکی خادم سے مدد حاصل کی جس نے ان کی آپس میں صلح کروا دی پھر وہ خادم اس پر بگڑ گیا تو اس نے اس کے خلاف محمد بن عبداللہ سے مدد چاہی اور اس کی طرف لکھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ ہمارے دل اس کے ہاتھ میں ہیں، امیر اس کے پاس سفارشی بن کر گیا ہے جو امیر کے پاس میرا سفارشی تھا۔"

اس نے بڑے نادر اشعار اور مشہور ضرب الامثال کہی ہیں ہم ان میں سے منتخب اشعار کا ذکر پہلے کر چکے ہیں اور ہم نے انہی کے بیان پر ہی اکتفا کیا ہے، اس کے قتل ہو جانے کے بعد شعراء کی ایک جماعت نے اس کے مرثیے کہے ان میں سے ایک شاعر ابو صاعد بھی تھا جو کہتا ہے ؎

"آنسو بہا اور نیند سے کنارہ کش ہو جا اور اپنے غم کی جمعیت کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھ۔ میں کہتا ہوں کہ وہ شخص جو بنی لوئی کی پناہ گاہ تھا، کل شام میں بچھڑا ہوا ہوگا اے جہم بن بدر کے بیٹو! صبر کرو تمہیں بہت بڑی مصیبت نے آلیا ہے خدا کی قسم جو تکلیف تمہیں پہنچی ہے اگر موت کو اس کی کیفیت کا علم ہوتا تو وہ خون کے آنسو روتی، اس شخص کو جو یتیموں اور بیوگان کی پناہ گاہ اور زمانے کی شادابی کا باعث تھا، دفن کر دیا گیا ہے وہ جوان دشمنوں کے خلاف ایک تیر اور زبردست حادثہ کے سامنے ایک شیر تھا۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ ۲۴۳ھ میں متوکل، دمشق سے سر من رائی گیا اور اس کے آنے جانے میں تین ماہ سات دن لگے، اس کے جانے کے متعلق یزید المہلبی نے بہت سے اشعار

کہے ہیں ان میں سے ہم نے یہ اشعار منتخب کیے ہیں ؎

"جب امام نے چلنے کا ارادہ کیا تو میرا خیال ہے شام، عراق پر ہنستا ہوگا اور
اگر تو نے عراق اور اس کے رہنے والوں کو چھوڑا تو ہمیشہ مصیبت سے دوچار
رہنے والی کو طلاق کی آزمائش میں پڑنا پڑے گا۔"

متوکل، دمشق میں

متوکل جب دمشق گیا تو اس نے نشیب کی ہوا کے کثیف ہونے اور اس کے پانیوں سے اٹھنے والے بخارات کی وجہ سے شہر میں اقامت اختیار کرنے سے انکار کر دیا اور وہ قصر مامون میں فروکش ہوا یہ محل شہر سے ایک گھنٹے کی مسافت پر دیا اور دمشق کے درمیان بلند جگہ پر واقع ہے، اس جگہ سے دمشق کا تمام شہر اور اکثر نشیبی مقامات بھی نظر آتے ہیں یہ جگہ اس وقت تک (یعنی ۳۳۲ھ تک) قصر مامون کے نام سے مشہور ہے۔

سعید بن نکیس بیان کرتا ہے کہ میں متوکل کے خیمے میں اس کے سامنے کھڑا تھا کہ فوجیوں نے اکٹھے ہو کر عطیات کے حصول کے لیے شور و غل کرنا شروع کر دیا پھر وہ باہر نکل کر ہتھیار چلانے اور تیر اندازی کرنے لگے اور تیر اس کے خیمہ کے پردہ پر آ کر لگنے لگے، اس نے مجھے کہا ابو سعید، رجاء الحضاری کو میرے پاس بلا کر لاؤ، میں اسے بلا کر لایا تو متوکل نے اسے کہا کیا تجھے پتہ ہے کہ یہ لوگ اس طرف کس کام کے لیے گئے ہیں، تیری کیا رائے ہے اس نے جواب دیا امیر المومنین میں اس سفر میں اس قسم کی باتوں سے ڈرتا تھا۔ اور میں نے اشارۃً اس تاخیر کی وجہ بیان کر دی تھی، امیر المومنین نے اس بات میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا جو کچھ ہو چکا ہے اسے چھوڑیئے اس وقت جو تمہاری رائے ہے اُسے بیان کرو تو اس نے کہا امیر المومنین عطیات دے دیے جائیں، متوکل نے کہا یہی تو وہ چاہتے ہیں اور اسی لیے وہ باہر نکل گئے ہیں اس نے کہا امیر المومنین عطیات دینے کا حکم دے دیجیے اس کے بعد مشورہ کر لیں گے، متوکل نے عبید اللہ بن یحییٰ کو عطیات دینے کے متعلق حکم دے دیا، جب مال باہر لایا گیا اور اس کے خرچ کا آغاز ہو گیا تو رجاء نے آ کر کہا امیر المومنین عراق کی طرف جانے کے لیے کوچ کا نقارہ بجانے کا حکم دیجیے کیونکہ جو چیز انہیں دینے کے لیے لائی گئی ہے وہ اس میں سے کچھ بھی نہیں لیتے، متوکل نے ایسا ہی کیا تو لوگوں نے عطیات کو چھوڑ دیا اور واپس آ گئے یہاں تک کہ عطیات

تقسیم کرنے والا آدمی سے لپیٹ کر اُسے اس کا حصہ دینا اور وہ اُسے نہ لینا۔

ترکوں کا تصادم کے لیے سازش کرنا

سعید بیان کرتا ہے کہ ترکوں نے خیال کیا کہ وہ متوکل کو دمشق میں قتل کر دیں گے مگر وہاں پر بغاء کبیر کی وجہ سے ان کا کوئی حیلہ کارگر نہ ہو سکا تو انہوں نے اسے ہٹانے کے لیے ایک سازش کی اور متوکل کے خیمے میں کچھ رُقعے پھینک دیے جن میں لکھا کہ باغیوں نے امیر المومنین کو قتل کرنے کے لیے ایک سازش کی ہے اور اس کی نشانی یہ ہے کہ امیر المومنین فلاں دن اپنے سواروں اور پیادوں کے ساتھ سوار ہو کر آئیں گے پس ان کی فوج کو اطراف سے قابو کر لینا پھر عجمی غلاموں کی ایک پارٹی ان کے پاس آکر ان پر اچانک حملہ کر دے گی، متوکل ان رقعوں کے مضمون کو پڑھ کر بہت حیران ہوا اور اس کے دل میں بغاء کے متعلق پوری طرح بدظنی پیدا ہو گئی اور اس نے فتح بن خاقان کے پاس اس بات کی شکایت کی اور اُسے بغاء کے معاملہ میں کارروائی کرنے کے متعلق بھی کہا اور اُس سے مشورہ بھی کیا اس نے کہا امیر المومنین جس شخص نے یہ رقعے لکھے ہیں اس نے اس کے دلائل بھی لکھے ہیں اس نے مقررہ وقت بھی بتایا ہے اور اطراف سے لشکر کو قابو کرنے کی بات کا بھی ذکر کیا ہے اس کے بعد بات واضح ہو جاتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ آپ کو پکڑے گا اگر یہ بات صحیح ہو تو ہمیں غور کرنا چاہیے کہ ہم کو کیا کرنا چاہیے اور اگر وہ بات جھوٹ ہے جو لکھی گئی ہے تو الحمد للہ! اگر ہر وقت خیر خواہی کے نقطہ نگاہ سے رقعے پھینکے جانے لگے اور جو لوگ بیعت شدہ تھے وہ بیعت کی موجودگی میں خیر خواہی کے سوا کوئی چارہ نہ پاتے تھے جب انہیں بھی ان باتوں کا علم ہو گیا جو خلیفہ کو معلوم تھیں اور اس بات کے متعلق یقین ہو گیا تو انہوں نے بھی رُقعے لکھ کر انہیں بغاء کے خیموں میں پھینک دیا اور ان میں لکھا کہ غلاموں اور ترکوں کی ایک پارٹی نے خلیفہ پر اس کے لشکر میں حملہ کرنے کا عزم کیا ہوا ہے اور اس بارے میں متفقہ سازش بھی تیار کی ہے اور انہوں نے عہد کیا ہے کہ وہ فلاں فلاں جہت سے آئیں گے ہم نے خیر خواہی اور صدق دلی سے آپ کو یہ بات لکھ دی ہے اس مفہوم کے بہت سے رُقعے خلیفہ کے حفاظتی دستے کے پاس پھینکے گئے جب بغاء کو ان رُقعوں کے متعلق علم ہوا اور وہ اس کے پاس پے در پے آنے لگے تو اُسے اطمینان نہ ہوا کہ جو کچھ ان میں لکھا گیا ہے وہ سچ ہے جب کہ اس قسم کی بات اس سے پہلے بھی ہو چکی تھی

جب وہ رات آئی جس کا ذکر انہوں نے رقعوں میں کیا ہوا تھا تو اس نے اپنی فوج کو اکٹھا کیا اور انہیں مسلح ہو کر سوار ہونے کا حکم دیا اور خود بھی سوار ہو کر ان کے ساتھ مذکورہ جگہوں پر گیا اس نے متوکل اور اس کے محافظوں کو قابو کر لیا متوکل کو بھی یہ خبر پہنچ گئی اور اُسے یقین ہو گیا کہ اُسے سچ بات لکھی گئی تھی پس وہ توقع کرنے لگا کہ کون شخص اس کے پاس جا کر اس پر حملہ کرے وہ رات بھر جاگتا رہا نہ اس نے کچھ کھایا یا نہ پیا اور صبح تک اس کی یہی کیفیت رہی اور بغاء اس کی حفاظت کرتا رہا، متوکل کو جو رپورٹ پہنچی وہ بالکل اس کے خلاف تھی اس نے بغاء پر الزام لگایا اور اس کے فعل کو بُرا جانا، جب متوکل نے واپسی کا عزم کیا تو اس نے کہا اے بغاء تجھے جو مقام میرے ہاں حاصل ہے اب میرا دل اُسے قبول نہیں کرتا، میں چاہتا ہوں کہ تجھے یہ علاقہ دے دوں اور عطیات وامداد وغیرہ بھی برقرار رکھوں اس نے کہا امیر المومنین میں آپ کا غلام ہوں جو آپ کی مرضی ہے ایکیجیے آپ نے اپنی مرضی کے مطابق حکم دیا ہے پس متوکل اُسے شام میں چھوڑ کر واپس آ گیا پھر غلاموں نے اس کے ساتھ جو کیا وہ کیا مگر متوکل کو اس حیلے کی وجہ کا علم نہ ہو سکا اور نہ ہی دونوں کو حیلہ کی تکمیل تک اس کا کچھ پتہ لگا۔

متوکل کے خلاف سازش

جب بغاء الصغیر نے متوکل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے باغر ترکی کو بُلایا اور اُسے تیار کیا اور اُسے بے شمار انعام واکرام دیا وہ بڑا بہادر اور دلیر آدمی تھا اس نے اُسے کہا اے باغر! تجھے معلوم ہے کہ تجھ سے کتنی محبت کرتا ہوں اور تیری آؤ بھگت کرتا ہوں اور تیرے لیے ایثار کرتا ہوں اور تجھ سے حسنِ سلوک کرتا ہوں اور میرا تیرے ہاں وہ مقام ہے کہ جس کے حکم سے سرتابی نہیں کی جا سکتی اور نہ اس کی محبت سے خروج کیا جا سکتا ہے میں تجھے ایک بات کا حکم دینا چاہتا ہوں تو مجھے یہ بتا دے کہ اس بارے میں تیرے دل کی کیا کیفیت ہے اس نے جواب دیا آپ جانتے ہیں کہ میں کام کو کیسے کر گزرتا ہوں آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں میں اُسے کر گزروں گا اس نے کہا کہ میرے بیٹے فارس نے میرا کام بگاڑ دیا ہے اور میرے قتل کا ارادہ کیا ہے اور یہ اس کے بارے میں میرے پاس صحیح رپورٹ ہے اس نے کہا آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ وہ کل میرے پاس آئے، ہمارے درمیان یہ نشانی مقرر ہو گی کہ جب میں اپنی ٹوپی زمین پر رکھوں تو تم اُسے قتل کر دینا، اس نے کہا بہت اچھا لیکن مجھے یہ خوف ہے کہ جب وہ تیرے سامنے آئے گا تو تو اپنے

دل میں میرے متعلق کوئی بات محسوس کرے گا اس نے کہا اللہ تعالیٰ تجھ کو اس سے محفوظ رکھے گا، جب فارس آیا تو باغر ایسی جگہ پہ کھڑا ہو گیا جہاں مارنے والا کھڑا ہوتا ہے بغاء نے مسلسل اس بات کی طرف دھیان رکھا کہ وہ اپنی ٹوپی رکھ دے مگر وہ ایسا نہ کر سکا، باغر نے خیال کیا کہ شاید اسے ٹوپی رکھنا بھول گیا ہے اس نے اسے آنکھ سے اشارہ کیا کہ ٹوپی رکھ دو اس نے جواب دیا نہیں، جب باغر نے مقرر کردہ نشانی کو نہ دیکھا اور فارس واپس چلا گیا تو بغاء نے اسے کہا، اس بات کو سمجھ لو کہ میں نے اس بارے میں بہت غور و فکر کیا ہے کہ وہ نوجوان ہے اور میرا بیٹا ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ اس دفعہ بچ جائے، باغر نے کہا میں نے جو بات سنی ہے اس کی اطاعت کی ہے اور آپ نے جو کچھ سمجھا ہے اور اس کی بہتری کی تدبیر کی ہے آپ اسے بہتر سمجھتے ہیں پھر اس نے اسے کہا کہ ایک اس سے بھی بڑی اور اہم بات ہے اس کے متعلق بتائیے۔ باغر نے کہا آپ جو ارشاد فرمائیں میں اسے بجا لاؤں گا اس نے کہا میرا بھائی وصیف مجھے اور میرے رفقاء کے متعلق سازشیں کر رہا ہے اور ہمارا وجود اس کے لیے ناقابل برداشت ہو گیا ہے اس نے ہمیں قتل اور فنا کرنے کے لیے مدد لی ہے اور وہ اکیلے ہی امور کو اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا ہے، باغر نے کہا آپ کے خیال میں اس سے کیا سلوک کرنا چاہیے اس نے کہا وہ کل کو میرے پاس آئے گا، اور جس مصلّے پہ وہ میرے ساتھ بیٹھا ہو گا میں اس سے نیچے اتر جاؤں گا اور جب تو دیکھے کہ میں اس سے نیچے اتر گیا ہوں تو اسے تلوار مار کر قتل کر دینا، اس نے کہا بہت اچھا جب وصیف بغاء کے پاس گیا تو باغر بھی پہنچ گیا اور تیار ہو کر کھڑا ہو گیا، وصیف کے چلے جانے تک باغر نے وہ علامت مشاہدہ نہ کی جو مقرر کی گئی تھی، بغاء نے اسے کہا اے باغر، میں نے سوچا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میں نے اس سے عہد و پیمان کیا ہوا ہے پس میں نے جو سازش اس کے متعلق کی تھی اس پہ عمل کرنے کو جائز نہیں سمجھتا، اس کے بعد اس نے اس سے تعلقات بھی رکھے اور عطیات بھی دیے پھر اس سے ایک لمبے زمانے تک میل ملاقات نہ رکھا اس کے بعد ایک دن اسے بلا کر پوچھا کہ مجھے ایک ضرورت پیش آ گئی ہے جو ان ضرورتوں سے بہت بڑی ہے جو اس سے پہلے میں تیرے سامنے پیش کر چکا ہوں، تیرے دل کی کیا کیفیت ہے اس نے کہا جو کچھ تو چاہتا ہے میرا دل اس پر تیار ہے تو جو کہنا چاہتا ہے کہہ دے تاکہ میں اسے کر گزروں اس نے کہا کہ منتصر کے متعلق مجھے پختہ طور پر معلوم ہوا ہے کہ یہ مجھے اور میرے دیگر رفقاء

کو سازش کر کے قتل کرنا چاہتا ہے اور اس میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں، تیرا دل اس بارے میں کیا کہتا ہے، باغر نے اس بارے میں غور و فکر کیا اور دیر تک سر نیچے کیے رہا اور کہنے لگا وہ یہ کام نہیں کر سکتا، اس نے پوچھا کیسے؟ اس نے کہا بیٹا قتل ہو جائے اور باپ زندہ رہے یہ بات تو مناسب نہیں اس کا باپ تم سب کو اس کے بدلے میں قتل کر دے گا، اس نے پوچھا تیری کیا رائے ہے اس نے کہا ہم پہلے باپ کو قتل کریں گے پھر اس کے بعد بیٹے کا کام بہت آسان ہو جائے گا اس نے کہا تیرا بُرا ہو تو اس کام کے لیے تیار ہے اس نے کہا ہاں میں یہ کام کر دوں گا اور اس کے پاس جا کر اُسے قتل کر دوں گا اور بار بار یہی بات دہرانے لگا اور وہ کہنے لگا کہ اس کے سوا اور کچھ نہ کرتا، پھر اس نے اُسے کہا تو میرے پیچھے پیچھے چلا آ، اگر میں اُسے قتل کر دوں تو ٹھیک ورنہ تو مجھے قتل کر دینا، لاؤ مجھے اپنی تلوار دو، اور کہہ دینا کہ اس نے اپنے آقا کے قتل کا ارادہ کیا تھا، اس وقت بغاء کو پتہ چلا کہ وہ اسے قتل کرے گا تو اس نے اُسے متوکل کے قتل کا کام سونپ دیا۔

متوکل کی والدہ، شجاع کی وفات

۲۴۷ھ میں متوکل کی والدہ شجاع کا انتقال ہو گیا اور منتصر نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی یہ ماہ ربیع الآخر کی بات ہے۔

متوکل کا قتل

والدہ کی وفات کے چھ ماہ بعد بدھ کی رات کے تین گھنٹے گذرنے پر متوکل کو قتل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۳ شوال ۲۴۷ھ کا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ۴ شوال ۲۴۷ھ کا ہے، اس کی پیدائش فم الصلح میں ہوئی تھی، بحتری بیان کرتا ہے کہ ہم ایک روز متوکل کی مجلس میں ندیموں کے ساتھ موجود تھے، اور تلواروں کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ امیر المومنین مجھے پتہ چلا ہے کہ بصرہ کے ایک شخص کے پاس ایک ایسی ہندی تلوار موجود ہے جس کی نظیر موجود نہیں، متوکل نے بصرہ کے گورنر کے نام خط لکھنے کا حکم دیا کہ وہ اس تلوار کو اس سے خریدے، خط بذریعہ ڈاک چلا گیا اور بصرہ کے گورنر کا خط بھی آ گیا کہ اس تلوار کو ایک یمنی نے خرید لیا ہے، متوکل نے یمنی شخص سے تلوار خریدنے کا حکم دے دیا اور خط بذریعہ ڈاک چلا گیا، بحتری بیان کرتا ہے کہ ہم متوکل کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ عبید اللہ بن یحییٰ تلوار سمیت اس کے پاس آیا اور اُسے بتایا کہ اس نے یمنی آدمی سے

دس ہزار درہم میں وہ تلوار خرید لی ہے تلوار کو پاکر متوکل بہت خوش ہوا اور معاملہ آسانی کے ساتھ طے ہو جانے پر حمد الٰہی کرنے لگا اور تلوار کو نیام سے کھینچ کر اس کی تعریف کرنے لگا اور ہم میں سے ہر آدمی نے بھی اپنی پسند کی بات کہی اور اس نے اُسے اپنے بستر کی تہ کے نیچے رکھ لیا جب صبح ہوئی تو اس نے فتح بن خاقان سے کہا میرے پاس کوئی ایسا جوان لاؤ جس کی شجاعت پر تمہیں بھروسہ ہو، میں اُسے یہ تلوار دوں گا تاکہ وہ اسے لے کر میرے سر کے پاس کھڑا ہو اور ہر روز جب تک میں بیٹھا رہوں وہ مجھ سے الگ نہ ہو بحتری بیان کرتا ہے کہ ابھی اس نے بات ختم نہ کی تھی کہ باغر ترکی آگیا، فتح بن خاقان نے کہا امیر المومنین یہ باغر ترکی ہے اس کی شجاعت و بسالت کے متعلق مجھے بتایا گیا ہے امیر المومنین جو کچھ چاہتے ہیں یہ جوان اس کے مناسب حال ہے، متوکل نے اُسے بلایا اور تلوار اس کے سپرد کر دی اور جو وہ چاہتا تھا اس کے متعلق اُسے حکم دے دیا اور اس کا مرتبہ بڑھانے اور اس کے روزینہ میں اضافہ کرنے کی بھی اُسے پیشکش کی، بحتری کہتا ہے خدا کی قسم جس وقت متوکل نے اُسے تلوار دی، باغر نے اُسے اسی شب بے نیام کیا جس شب اس نے اُسے قتل کیا۔ بحتری کہتا ہے جس شب متوکل قتل ہوا میں نے ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ ہم آپس میں بڑھاپے کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور وہ اس سے برأت کا اظہار کر رہا تھا پھر اس نے قبلہ کی طرف منہ پھیر لیا اور سجدہ کیا اور اللہ تعالےٰ کے حضور عاجزی کرتے ہوئے اس کا چہرہ خاک آلود ہو گیا، پھر اس نے وہ مٹی لے کر اپنے منہ اور داڑھی پر بکھیر دی اور کہا میں صرف اللہ تعالےٰ کا بندہ ہوں اور جس نے مٹی کی طرف جانا ہے اس کی شان کے لائق یہی بات ہے کہ وہ عاجزی کرے اور تکبر نہ کرے، بحتری کہتا ہے پھر وہ شراب نوشی کے لیے بیٹھ گیا جب شراب اس پر اثر انداز ہو گئی تو وہاں پر موجود گلوکاروں نے اس کی پسندیدہ آواز میں گانا شروع کیا پھر اس نے فتح بن خاقان کی طرف متوجہ ہو کر کہا، میرے اور تیرے کانوں کے سوا، اس آواز کو کسی نہیں سنا پھر وہ رونے لگا، بحتری کہتا ہے کہ میں نے اس کے رونے سے بڑا شگون لیا، اور میں نے کہا یہ دوسری بار ہے ابھی میں اسی ادھیڑ بُن میں تھا کہ قبیحہ کے خادموں میں سے ایک خادم آیا جس کے پاس ایک رومال تھا جس میں ایک خلعت تھی جسے قبیحہ نے اس کی طرف بھیجا تھا پیغامبر نے اُسے کہا امیر المومنین قبیحہ آپ سے کہتی ہے کہ میں نے اس خلعت کو امیر المومنین

کے خاص استعمال کے لیے رکھا ہے اور اچھا سمجھ کر پہننے کے لیے بھیجا ہے اس نے کہا کہ اس میں ایک سُرخ قمیص ہے جس جیسی قمیص میں نے کبھی نہیں دیکھی اور ریشم کی منقش چادر ہے گویا وہ پتلا ہونے کی وجہ سے ساتھ ہی چمٹی ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ اس نے خلعت کو پہن لیا اور ریشم کی منقش چادر کو اوڑھ لیا، بحتری کہتا ہے کہ میں نے ارادہ کیا کہ اس کو جلدی سے ایک نادر چیز دوں جو ریشمی منقش چادر کے حصول کا سبب بن جائے، میں ابھی اس حالت میں تھا کہ متوکل نے اس میں حرکت کی اور وہ چادر کو لپیٹے ہوئے تھا اس نے اُسے کھینچ کر ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پھاڑ دیا، اور اُسے قبیحہ کے اس خادم کو واپس کر دیا جو اُسے لے کر آیا تھا اور کہا کہ اُسے جا کر کہہ دینا کہ اس چادر کو اپنے پاس سنبھال کر رکھے تا کہ میری وفات کے وقت یہ میرا کفن ہو میں نے اپنے دل میں کہا انا للہ و انا الیہ راجعون، خدا کی قسم وقت ختم ہو گیا ہے، متوکل سخت بدمست ہو گیا، بحتری بیان کرتا ہے کہ اس کی یہ عادت تھی کہ جب وہ نشہ کے وقت مست ہو جاتا تو اس کے وہ خادم اسے سیدھا کرتے جو اس کے سر کے پاس ہوتے تھے وہ بیان کرتا ہے کہ ہم ایسی حالت میں تھے اور رات کے تین گھنٹے گزر چکے تھے کہ باغر دس ترکوں کے ساتھ آیا جو ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں جو شمع کی روشنی میں چمک رہی تھیں، انہوں نے ہم پر حملہ کر دیا اور متوکل کی طرف چلے گئے یہاں تک کہ باغر اور ایک اور ترک تخت پر چڑھ گئے فتح بن خاقان نے انہیں ڈانٹ کر کہا تمہارا برا ہو یہ تمہارا آقا ہے جب غلاموں، حاضرین مجلس اور بادہ گساروں نے انہیں دیکھا تو وہ ان پر پل پڑے اور مجلس میں فتح بن خاقان کے سوا کوئی آدمی باقی نہ رہا وہ ان سے لڑتا اور ان کو روکتا رہا، بحتری بیان کرتا ہے جب باغر نے متوکل کے دائیں پہلو پر وہ تلوار ماری جو اس نے اُسے دی ہوئی تھی تو میں نے متوکل کی چیخ سنی، تلوار نے اُسے کولہے تک چیر دیا پھر اُس نے اس کے بائیں پہلو پر تلوار ماری تو وہ بھی کولہے تک چیرتی چلی گئی، فتح بن خاقان انہیں متوکل پر حملہ کرنے سے روکتا رہا تو ان میں سے ایک نے اپنی تلوار اس کے پیٹ میں گھونپ دی اور اس کی کمر سے باہر نکال دی مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا، بحتری کہتا ہے میں نے اُس سے اچھا اور مضبوط دل آدمی نہیں دیکھا پھر وہ متوکل پر گر پڑا اور دونوں مر گئے اور جس بساط پر انہیں قتل کیا گیا اُسی میں ان دونوں کو لپیٹ کر ایک جانب

پھینک دیا گیا وہ دونوں رات بھر اور دن کا اکثر حصّہ اسی طرح پڑے رہے یہاں تک کہ خلافت پر منتصر قائم ہوگیا اور اس نے ان دونوں کے دفن کرنے کا حکم دے دیا چنانچہ ان کو اکٹھے دفن کر دیا گیا بعض کہتے ہیں کہ قبیحہ نے اُسے اسی پھٹی ہوئی ریشمی منقش چادر میں کفن دیا، بغاء الصغیر متوکل سے وحشت محسوس کرتا تھا اور منتصر ترکوں کو محبوب تھا، واثق کا غلام اوتامش، منتصر کے ساتھ ہوتا تھا جس کی وجہ سے متوکل اُسے بُرا سمجھتا تھا، اوتامش، ترکوں کے دلوں کو منتصر کی طرف مائل کرتا تھا اور عبیداللہ بن خاقان وزیر اور فتح بن خاقان، منتصر سے منحرف تھے اور المعتز کی طرف مائل تھے ان دونوں نے متوکل کے دل کو منتصر کے خلاف برانگیختہ کیا ہوا تھا، اور متوکل جس ترک کو بھی اپنے سے دُور کرتا، منتصر اُسے اپنی طرف کھینچ لیتا پس ترکوں اور بہت سے اہل فرغانہ اور اشروسن کے دل یہاں تک منتصر کی طرف مائل ہو گئے کہ وہ واقعہ رونما ہوا جس کا ذکر ہم بیان کر چکے ہیں، ہم نے متوکل کے قتل کی جو کیفیت بیان کی ہے اس کے سوا اور رنگ میں بھی اسے بیان کیا گیا ہے ہم نے اس موقع پر اسے اس لیے بیان کرنے کے لیے منتخب کیا ہے کیونکہ یہ نہایت خوبصورت الفاظ اور قریب ترین ماخذ سے بیان کی گئی ہے اس بارے میں جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے ہم نے اُسے کتاب الاوسط میں درج کر دیا ہے جس کے تکرار کی یہاں ضرورت نہیں۔

متوکل جس روز قتل ہوا اس روز وہ بے انتہا خوش تھا صبح کو اس نے کہا کہ میں خون میں حرکت محسوس کرتا ہوں اس روز اس نے پچھنے لگوائے اور ندیموں اور بہلانے والوں کو بُلایا جس سے اس کے سرور میں اور اضافہ ہوگیا پس یہ فرح و سرور غم میں تبدیل ہوگیا، اور کوئی جاہل اور فریب خوردہ شخص ہی دُنیا سے دھوکا کھاتا اور اس سے سکون حاصل کرتا اور اس کی خیانت اور مصائب سے محفوظ رہ سکتا ہے، دنیا وہ گھر ہے جس کی نعمتوں کو دوام نہیں اور نہ اس میں مکمل خوشی حاصل ہوسکتی ہے اور نہ اس میں خوف سے امن ہو سکتا ہے اس کی خوشی کے ساتھ تکلیف تنگی کے ساتھ آسائش، اور نعمت کے ساتھ مصیبت لگی ہوئی ہے پھر اس کے بعد انہیں زوال آجاتا ہے، پس اس کی نعمتوں کے ساتھ تنگی، خوشی کے ساتھ غم، پسندیدہ چیزوں کے ساتھ ناپسندیدہ چیزیں، صحت کے ساتھ بیماری، زندگی کے ساتھ موت، خوشیوں کے ساتھ غم اور لذات کے ساتھ آفات، شامل ہیں، اس کا عزیز ذلیل، طاقتور، کمزور، مال دار، لُٹا ہوا اور عظیم، بے پر ہوتا

ہے اور وہی حی ولا یموت باقی رہ جاتا ہے جس کی حکومت کو کوئی زوال نہیں اور وہ عزیز اور حکیم ہے
منتصر نے اپنے باپ کے ساتھ جو خیانت کی اور اس پر جو حملہ کیا اس کے متعلق بحتری اپنے ایک قصیدہ میں کہتا ہے ؎

"کیا وہ ولی عہد ہے جس نے خیانت کو پوشیدہ رکھا اور یہ عجیب بات ہے کہ
عہد شکن کو ولی عہد بنایا جائے پس باقی رہنے والا جانے والے کی وراثت کا مالک
نہ بنے اور نہ ہی اس کے منبروں سے یہ دُعا ہو۔"

متوکل کے دَور کے حالات

متوکل کا دَورِ خلافت نہایت شان دار اور مرفہ الحال تھا اور خاص و عام اس کی تعریف میں رطب اللسان تھے جیسا کہ کسی نے کہا ہے کہ متوکل کا دورِ خلافت راستوں کے امن و امان، اشیاء کے سستا ہونے محبت کی ترنگوں اور جوانی کے زمانے کے لحاظ سے بہت اچھا تھا ایک شاعر نے اس مفہوم کو لے کر کہا ہے کہ ؎

"راستوں کے پُرامن ہونے اور بھاؤ کے نرم ہونے اور محبت کی راتوں
کے جوانی کے دنوں کے ساتھ ملے ہونے کی وجہ سے ہمیں تیرا قرب
بہت مرغوب ہے۔"

مسعودی بیان کرتا ہے کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کسی زمانے میں بھی اخراجات کی وہ صورت نہ تھی جو متوکل کے دورِ خلافت میں تھی، کہا جاتا ہے کہ اس نے غلاموں، فوج اور نوکروں چاکروں کی کثرت کے باوجود الہارونی اور جوسق جعفری پر ایک لاکھ درہم سے زیادہ خرچ کیا پھر وہ انہیں عطیات بھی دیتا اور ہر راہ انعامات و بخشش سے بھی وہ بڑا حصہ پاتے، کہتے ہیں کہ اس کے پاس چودہ ہزار دستے تھے جن سب کے ساتھ وہ موافقت رکھتا تھا جب وہ فوت ہوا تو بیت المال میں چودہ کروڑ دینار اور سات کروڑ درہم موجود تھے اور اس کی حکومت میں ہر سنجیدہ اور مذاق کے کام میں حصّہ لینے والے کا حصّہ تھا اور وہ اس کے دور میں خوش نصیبی سے بہرہ مند ہوا اور اس نے اس کے مال سے وافر حصّہ حاصل کیا۔

حسین الخلیع متوکل کے سامنے

محمد بن ابی عون بیان کرتا ہے کہ یوم نیروز کو میں متوکل کی مجلس میں حاضر ہوا تو اس وقت اس کے پاس محمد بن عبداللہ بن طاہر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے سامنے حسین بن الضحاک الخلیع شاعر بھی موجود

تھا متوکل کے سر کے پاس جو خوب صورت خادم کھڑا تھا اس نے اُسے آنکھ سے اشارہ کیا کہ وہ حسین کو شراب کا ایک جام پلائے اور اسے عنبری سیب تحفہ دے اس نے ایسے ہی کیا پھر متوکل نے حسین کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اس بارے میں کچھ شعر کہو تو اس نے کہا ؎

"سفید موتی کی طرح اس نے سُرخ عنبر کا تحفہ دیا جو گلاب کے پھُول کی سی
چادروں میں دوڑتا پھرتا ہے وہ ہر تحفہ دیتے وقت مذاق کرتا ہے اس کی
آنکھوں میں وہ چیز ہے جو عشق سے خالی آدمی کو وجد میں لے آتی ہے میں نے
اس کے ہاتھوں سے ایک گھونٹ پینے کی تمنا کی تو اس نے مجھے وہ عہد یاد دلا
دیا جو میں فراموش کر چکا تھا، اللہ تعالےٰ زمانے کو سیراب رکھے میں نے
شب کی ہر گھڑی محبوب کے وعدے پہ گذار دی ہے۔"

متوکل نے کہا خدا کی قسم تو نے بہت اچھا کہا ہے اسے ہر شعر کے بدلے ایک سو دینار دیا جائے محمد بن عبداللہ کہتا ہے کہ اس نے جواب دیا اور جلدی کی، اور یاد کیا اور درد مند کیا، اگر امیر المومنین کا احسان نہ ہوتا تو کوئی احسان اس کا مقابلہ نہ کر سکتا اور میں اُسے جدید و قدیم مال سے مالا مال کر دیتا، متوکل نے کہا کہ ہر شعر کے بدلے اسے ایک ہزار دینار دیا جائے۔

روایت ہے کہ جب محمد بن المغیث، متوکل کے پاس آیا تو اس نے اس کے لیے تلوار اور چمڑے کا فرش منگوایا جس پر مجرم کو قتل کیا جاتا ہے، متوکل نے کہا، اے محمد تجھے اس مصیبت کی طرف کس بات نے دعوت دی ہے اس نے جواب دیا یا امیر المومنین بدبختی نے، آپ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان پھیلے ہوئے سائے ہیں، میں آپ کے بارے میں کیسے بدظنی کر سکتا ہوں، آپ وہ کام کریں جو ان دونوں چیزوں سے بہتر اور آپ کی شان کے لائق ہے اور وہ یہ کہ آپ اپنے غلام کو معاف فرما دیجیے پھر وہ یہ شعر پڑھنے لگا ؎

"لوگ کہتے ہیں کہ آپ آج مجھے قتل کر دیں گے آپ ہدایت کے امام ہیں
اور عفو کرنا شریف آدمی کو زیبا ہے، میں خطاء کا ایک پہاڑ ہوں اور آپ
کا عفو نور نبوت سے مزین ہے، آپ کے عفو کے سامنے میرا گناہ چھوٹا
ہونے کی وجہ سے کمزور پڑ گیا ہے اپنے کرم سے مجھ پر احسان کیجیے اور
احسان کرنا بہت اچھی بات ہے اس لیے کہ آپ بلندیوں کی طرف دوڑتے

والوں سے بہتر ہیں اور دونوں فعلوں میں سے جو فعل اچھا ہے آپ اُسے بجا لائیں گے۔"

متوکل نے کہا میں دونوں فعلوں میں سے اچھے فعل کو بجا لاؤں گا اور تجھ پر احسان کروں گا، جا اپنے گھر کو واپس چلا جا۔ ابن المغیث کہنے لگا امیر المومنین اللہ اپنی رسالت کے رکھنے کی جگہ کو بہتر سمجھتا ہے (اسی لیے اس نے تمہارے خاندان کو رسالت سے نوازا تھا)

متوکل کے مرثیے

جب متوکل، قتل ہو گیا تو شعراء نے اس کے مرثیے کہے، علی بن جہم بھی مرثیہ کہنے والوں میں تھا وہ اپنے ایک قصیدے میں کہتا ہے ؎

"امیر المومنین کے غلاموں نے اُسے قتل کر دیا ہے اور بادشاہوں کے لیے سب سے بڑی آفت ان کے غلام ہی ہوتے ہیں، اے بنو ہاشم صبر کرو، ہر مصیبت کو نئی مصیبت پرانا کر دیتی ہے۔"

اور یزید بن محمد مہلبی اپنے ایک طویل قصیدے میں کہتا ہے ؎

"اس کی موت اس وقت آئی جب آنکھ سوئی ہوئی تھی، موت اس وقت اس کے پاس کیوں نہ آئی جب نیزے اُٹھے ہوئے تھے، تجھ پر تلواریں اس وقت چھا گئیں جب تیرے دَر سے کوئی آدمی نہ تھا اور تیرے اُوپر خدائے واحد کے سوا کوئی نہ تھا۔ خلیفہ نے جو کچھ حاصل کیا وہ اور کسی کو حاصل نہ ہو سکا اور نہ ہی اس طرح کا کوئی رُوح و جسم بنایا گیا۔"

ایک شاعر اس کے متعلق کہتا ہے ؎

"رات کو اس کی موت اس کے پاس آئی اور اس کے آسودہ حال لوگ اُسے چھوڑ کر جا چکے تھے اور وہ بھی سویا ہوا تھا، موت نے اُسے اُٹھنے کو کہا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور یہ کتنے ہی والیانِ ملک کو اُٹھا کر تباہی کی طرف لے گئی ہے اور وہ اُٹھ کر تباہی کی طرف چل دیے ہیں۔"

اور حسین بن الضحاک الخلیع اس کے مرثیہ میں لکھتا ہے ؎

"زمانے نے کسی کے ساتھ بھلائی نہیں کی ہاں وہ احسان کے بعد بُرائی کرتا ہے کیا تو نے دیکھا ہے کہ مصائب زمانہ نے ہاشمی اور فتح بن خاقان

کے ساتھ کیا گیا ہے۔"

متوکل کی لونڈی، محبوبہ

علی بن جہم بیان کرتا ہے کہ جب متوکل کو خلافت ملی تو لوگوں نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اُسے تحفے دیے اور ابن طاہر نے اُسے جو تحفہ دیا اس میں دو سو خدمتگار لڑکے اور لڑکیاں تھیں، تحفے میں محبوبہ نام ایک لونڈی بھی تھی جو طائف کے ایک آدمی کی تھی جسے اُس نے علم و ادب سے آراستہ کیا تھا اور اُسے کئی قسم کے علوم سکھائے تھے وہ شعر بھی کہتی تھی اور انہیں سارنگی پر گاتی بھی تھی اور جس چیز کو لوگوں کے علماء اچھی طرح کرتے تھے وہ بھی کرتی تھی، متوکل کے ہاں اُسے اچھا مقام مل گیا اور وہ اس کے دل میں گھر کر گئی، متوکل کے ہاں کوئی شخص اس کی برابری کا دم نہ بھر سکتا تھا، علی بن جہم کہتا ہے کہ میں ایک روز شراب نوشی کے لیے متوکل کے ہاں گیا جب میں جم کر بیٹھ گیا تو وہ کھڑا ہو گیا اور ایک ٹھگنا داخل ہوا پھر ہنستا ہوا باہر نکل گیا، متوکل نے مجھے کہا علی تیرا بُرا ہو تو آیا تو تُو نے ایک لونڈی کو دیکھا جس کے رخسار پر کستوری سے جعفر لکھا ہوا تھا، میں نے اُس سے خوبصورت چیز نہیں دیکھی اس کے متعلق کچھ کہو، میں نے کہا میرے آقا، میں اکیلا کہوں یا میں اور محبوبہ کہیں، اس نے کہا تم اور محبوبہ دونوں کہو، محبوبہ نے دوات اور کاغذ منگوایا اور مجھ سے کہنے میں سبقت لے گئی پھر سارنگی لے کر گانے لگی اور اس پر ضرب لگانے لگی یہاں تک کہ اس نے ایک دُھن تیار کر لی اور کچھ دیر مسکراتی رہی پھر کہنے لگی امیرالمومنین مجھے اجازت دیجیے، اس نے اجازت دے دی تو وہ گانے لگی ؎

"میں رخسار پر کستوری کے ساتھ جعفر لکھنے والی ہوں اور جہاں جہاں اس نے اثر کیا ہے میرا نفس کستوری کے ٹھہرنے کی جگہ بن گیا ہے، اگر اس نے کستوری کے ساتھ اپنے رخسار پر لکھا ہے تو اس نے میرے دل میں غم کے ساتھ سطریں لکھی ہیں پس اس غلام کا کون مقابلہ کر سکتا ہے جو اپنے بادشاہ کے خفیہ اور اعلانیہ امور میں اس کا مطیع و فرماں بردار ہو کر رہتا ہے، اور کون میری آنکھ کا مقابلہ کر سکتا ہے جس نے جعفر جیسے بادشاہ کو دیکھا ہے اللہ تعالیٰ جعفر کو گرجنے والے بادلوں کی بارش سے سیراب کرے۔"

علی بن جہم بیان کرتا ہے کہ میں حواس باختہ ہو گیا اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں

شعر کا ایک حرف کہہ بھی نہیں سکتا وہ بیان کرتا ہے کہ متوکل نے مجھے کہا، علی تیرا بُرا ہو میں نے عرض کیا میرے آقا، مجھے معاف فرمایئے خدا کی قسم کہ میرے ذہن سے وہ حکم محو ہو گیا ہے پس وہ اپنی وفات تک مجھے اس امر کی عار دلاتا رہا اور میرے سر یہ بات تھوپتا رہا علی بن جہم بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ میں اس کے ساتھ شراب نوشی کے لیے حاضر ہوا تو اس نے مجھے کہا اے علی تیرا بُرا ہو، تجھے پتہ ہے کہ میں نے محبوبہ کو ناراض کر دیا ہے اور اُسے اپنے کمرے میں پابند رہنے کا حکم دے دیا ہے اور نوکروں کو بھی اس کے پاس جانے سے منع کر دیا ہے اور اس کے کلام سے بھی اظہار نفرت کیا ہے تو میں نے کہا اے میرے آقا، اگر آپ نے آج اُسے ناراض کر دیا ہے تو کل اُس سے صلح کر لیں گے، اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو ہمیشہ خوش رکھے اور عمر دراز کرے، علی بن جہم بیان کرتا ہے کہ اُس نے کچھ دیر سر نیچے کیے رکھا پھر بادہ گسار ساتھیوں سے کہنے لگا چلے جاؤ اور شراب کو اُٹھا دینے کا حکم دیا پس شراب اٹھا دی گئی جب دوسرا دن ہوا تو میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا اے علی تیرا بُرا ہو کہ میں نے شب کو خواب میں دیکھا ہے کہ میں نے محبوبہ سے صلح کر لی ہے تو شاطر نام لونڈی نے جو متوکل کے سامنے کھڑی تھی، کہا کہ میں نے بھی اس وقت اس کے کمرے میں کھسر پھسر سُنی تھی لیکن مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تھی تو اس نے مجھے کہا اُٹھو تا کہ ہم دیکھیں کہ وہ کیا کھسر پھسر تھی پس وہ ننگے پاؤں اُٹھا اور میں بھی اُٹھ کر اس کے پیچھے پیچھے چلا یہاں تک ہم اس کے کمرے کے قریب پہنچ گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ سارنگی بجا رہی ہے اور کچھ گا رہی ہے گویا وہ دُھن بنا رہی ہے پھر اس نے اپنی آواز بلند کی اور گانے لگی ؎

"میں محل میں گھوم رہی ہوں اور کسی آدمی کو نہیں دیکھتی میں اس کے پاس شکایت کرتی ہوں اور وہ مجھ سے گفتگو نہیں کرتا گویا میں کسی گناہ کی مرتکب ہوئی ہوں جس سے توبہ بھی مجھے نجات نہیں دلا سکتی پس بادشاہ کے پاس میری کون سفارش کرے اس نے نیند میں مجھ سے ملاقات اور صلح کی ہے اور جب صبح ہو گئی تو وہ دوبارہ مجھ سے دُور ہو گیا ہے اور مجھ سے تعلقات منقطع کر لیے ہیں۔"

علی بن جہم بیان کرتا ہے کہ متوکل نے خوش ہو کر تالی بجائی اور میں نے بھی اس کے ساتھ تالی بجائی، وہ اس کے پاس گیا تو وہ متوکل کے قدموں کو چومنے لگی اور اپنے رخساروں

کو خاک آلود کرنے لگی یہاں تک کہ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ہم واپس لوٹ آئے اور وہ ہمارے ساتھ تھی۔

علی بن جہم بیان کرتا ہے کہ جب متوکل قتل ہو گیا تو وہ اور بہت سی دیگر خدمت گار لڑکیاں اکٹھی ہو کر بغاء الکبیر کی طرف گئیں، ایک روز میں شراب نوشی کے لیے اس کے ہاں گیا تو اس نے پردے کے پھاڑنے کا حکم دیا اور گلوکار لونڈیوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا وہ لباس اور زیورات سے آراستہ ہو کر ناز و ادا سے چلتی ہوئی آئیں اور محبوبہ لباس و زیورات سے آراستہ ہوئے بغیر آئی، وہ سفید لباس پہنے ہوئے تھی اور سر جھکا کر بیٹھ گئی تو وصیف نے اُسے کہا کہ گانا گاؤ، علی بن جہم بیان کرتا ہے کہ اس نے گانے سے معذرت کی تو اس نے کہا کہ میں تجھے گانے کی قسم دیتا ہوں اور اس کے حکم سے سارنگی اس کی گود میں رکھ دی گئی تو اُسے گانے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا، اس نے سارنگی گود میں رکھ کر فی البدیہہ گانا شروع کیا ؎

"جس عیش و نشاط میں، میں جعفر کو نہ دیکھوں وہ مجھے کیا لذت دے سکتی ہے

اس بادشاہ کو میں نے سُرخ خون میں لت پت دیکھا ہے، ہر بیمار، محبوبہ

کے سوا، شفا پا گیا ہے اگر وہ موت کو بکتا دیکھتی تو جو کچھ اس کے ہاتھوں نے

جمع کیا ہے وہ اس کے عوض اُسے خرید لیتی تا کہ اُسے قبر میں ڈال دیا جاتا۔"

علی بن جہم بیان کرتا ہے کہ وصیف نے ناراض ہو کر اس کو قید کرنے کا حکم دے دیا، وہ قید کر دی گئی اور یہ اس کا آخری زمانہ تھا۔

اہل علم کی ایک جماعت کی وفات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ متوکل کے زمانے میں اہل علم اور ناقلین آثار اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت کی وفات پا گئی جن میں علی بن جعفر المدینی بھی تھے جن کی وفات ۲۷ ذوالحجہ ۲۳۴ھ بروز سوموار کو ہوئی اس وقت ان کی عمر بہتر سال چند ماہ تھی، ابن المدینی کی وفات کے سن کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے اور ہم اس کتاب میں پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اسی سال میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ اسی سال ابوالربیع بن الزہرانی نے بھی وفات پائی، یحییٰ بن معین کے سالِ وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے ان میں سے کچھ لوگوں کی وہی رائے ہے جو ہم اس کتاب میں پہلے بیان کر چکے ہیں اور اکثریت کی رائے یہ ہے کہ ان کی وفات ۲۳۳ھ میں ہوئی ان کی کنیت ابو زکریا مولیٰ بنی مرہ تھی اور عمر پچھتر سال چند ماہ تھی، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سال ابو الحسن علی بن محمد المدائنی کی وفات

ہوئی تھی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کی وفات واثق کے زمانے میں ۲۲۸ھ میں ہوئی تھی اور مسدد بن مُسرھد کی وفات بھی اسی سال میں ہوئی تھی ان کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز تھا اور فقیہ الحمانی اور ابن عائشہ جن کا نام عبداللہ بن محمد بن حفص اور کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی اور جو قریش کے تیم قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے وہ بھی اسی سال فوت ہو گئے، متوکل کی خلافت میں ۲۳۶ھ میں ھدبہ بن خالد، شیبان بن فروخ الأبلی اور ابراہیم بن محمد الشافعی بھی فوت ہوئے ۲۳۷ھ میں عباس بن ولید الفرسی، البصرہ میں اور عبداللہ بن احمد الفرسی اور عبیداللہ بن معاذ العنبری فوت ہوئے، ۲۳۸ھ میں اسحاق بن ابراہیم جو ابن راہویہ کے نام سے مشہور ہیں اور قاضی بشر بن ولید الکندی جو ابو یوسف کے ساتھی ہیں وفات پا گئے اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اس سال عباس بن ولید النرسی فوت ہوئے تھے، ۲۳۹ھ میں عثمان بن ابی شیبہ کوفی، کوفہ میں اور الصلت بن مسعود الجحدری وفات پا گئے۔ ۲۴۰ھ میں شباب بن خلیفہ العصفری اور عبدالواحد بن عتاب فوت ہوئے ۲۴۳ھ میں ہشام بن عمار دمشقی، حمید بن مسعود الناجی، عبداللہ بن معاویہ الجمحی کی وفات ہوئی اور اسی سال قاضی یحییٰ بن اکثم ربذہ میں اور محمد بن عبدالملک بن ابی الشوارب بھی فوت ہوئے، ۲۴۶ھ میں محمد بن مصطفےٰ الحمصی، عنبسہ بن اسحاق بن شمر اور موسےٰ بن عبدالملک فوت ہوئے۔

مسعودی بیان کرتا ہے ہم نے جن واقعات کا ذکر کیا ہے اس کے علاوہ بھی متوکل کے حالات و واقعات ہیں ہم انہیں تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں بیان کریں گے واللہ الموفق للصواب۔

باب دوم

المنتصر باللہ کی خلافت

مختصر حالات جس شب متوکل قتل ہوا اس کی صبح کو محمد بن جعفر المنتصر کی بیعت ہوئی یہ ۳ر شوال ۲۴۷ھ کی شب تھی اس کی کنیت ابوجعفر تھی اس کی ماں اُم ولد تھی جسے حبشیہ یا رومیہ کہتے تھے وہ پچیس سال کی عمر میں خلیفہ بنا اور اس کی بیعت اس محل میں ہوئی جو الجعفری کے نام سے مشہور ہے جسے متوکل نے نئے سرے سے بنایا تھا، المنتصر کی وفات ۲۴۸ھ میں ہوئی اس کی خلافت چھ ماہ رہی۔

مختصر واقعات

اور اس کے دَور کی ایک جھلک

متوکل کے قتل ہونے کی جگہ متوکل کو جس مقام پر قتل کیا گیا یہ وہ مقام ہے جہاں شیرویہ نے اپنے باپ کسریٰ پرویز کو قتل کیا تھا، یہ جگہ الماخورہ کے نام سے مشہور ہے، المنتصر، ماخورہ میں اپنے باپ کی وفات کے بعد سات روز تک قیام پذیر رہا اس کے بعد وہاں سے چلا آیا اور اس مقام کو تباہ کرنے کا حکم دے دیا۔
ابو العباس محمد بن سہل سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں المنتصر کی خلافت کے زمانے میں عتاب بن عتاب کے لیے ملازموں کے رجسٹر لکھا کرتا تھا میں ایک برآمدے میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں پر سوسن گرد کی بساط بچھی ہوئی ہے اور مسند اور مصلّٰی اور سُرخ اور نیلے تکیے لگے ہوئے ہیں اور بساط کے ارد گرد، دائرے بنے ہوئے ہیں جن میں اسٹیچو اور فارسی

تحریرات پڑی ہیں، میں بہت اچھی طرح فارسی پڑھ سکتا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ مصلّٰی کی دائیں جانب بادشاہ کی تصویر پڑی ہے اور اس کے سر پہ تاج ہے جو یوں معلوم ہوتا ہے کہ بولتا ہے، میں نے تحریر کو پڑھا تو وہ شیرویہ کی تصویر تھی جس نے اپنے باپ پرویز کو قتل کیا تھا اور چھ ماہ تک حکومت کی تھی پھر میں نے مختلف بادشاہوں کی تصاویر کو دیکھا پھر میری نظر ایک ایسی تصویر پر پڑی جو مصلّٰی کی بائیں جانب تھی جس پہ لکھا تھا کہ یہ تصویر یزید بن ولید بن عبدالملک کی ہے جس نے اپنے عم زاد ولید بن یزید بن عبدالملک کو قتل کیا تھا اور چھ ماہ تک حکومت کی تھی، مجھے اس بات سے بہت تعجب ہوا اور المنتصر کی نشست کے دائیں بائیں جو تصاویر میں نے دیکھیں اس اتفاق نے بھی مجھے حیرت میں ڈالا، میں نے کہا کہ اس کی حکومت چھ ماہ سے زیادہ نہیں رہے گی اور خدا کی قسم ایسے ہی ہوا، میں یہ آمدے سے نکل کر وصیف اور بغاء کی مجلس کی طرف چلا گیا وہ دوسرے گھر میں تھے، میں نے وصیف سے کہا کہ کیا فراش امیر المومنین کے نیچے اس بساط کے سوا جس پہ یزید بن ولید اور شیرویہ کی تصاویر ہیں اور کوئی بساط نہ بچھا سکتا تھا ان میں سے ایک اپنے عم زاد کا اور دوسرا اپنے باپ پرویز کا قاتل ہے اور یہ دونوں انہیں قتل کرنے کے چھ چھ ماہ زندہ رہے ہیں، وصیف اس بات سے بہت گھبرایا اور کہنے لگا کہ خازن الفرش ایوب بن سلیمان نصرانی کو میرے پاس لاؤ، وہ آکر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا تو وصیف نے اُسے کہا کیا آج امیر المومنین کے نیچے بچھانے کے لیے تجھے اس بساط کے سوا جو متوکل کے قتل کی رات اس کے نیچے بچھی تھی اور جس پہ ایران کے بادشاہ وغیرہ کی تصویر ہے اور کوئی بساط نہیں ملی، اور اس پہ خون کے دھبے بھی ہیں اس نے جواب دیا امیر المومنین المنتصر نے مجھ سے اس کے متعلق پوچھا تھا اور کہا تھا کہ اس بساط کے متعلق کیا کیا ہے میں نے کہا اس پہ خون کے بہت دھبے پڑے ہیں اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں اُسے حادثہ کی شب کو نہیں بچھاؤں گا، اس نے کہا تو نے اُسے دھو کر لپیٹ کیوں نہیں دیا میں نے کہا کہ مجھے اس بات کا خوف دامن گیر ہو گیا تھا کہ اگر کسی آدمی نے حادثہ کے بعد بساط دیکھ لی تو اس سے خبر پھیل جائے گی، اس نے کہا یہ بات تو بہت مشہور ہو چکی ہے وہ اپنے باپ متوکل کے بدلہ میں ترکوں کو قتل کرنا چاہتا تھا پس ہم نے اُسے لپیٹ دیا اور اس کے نیچے بچھا دیا، وصیف اور بغاء نے کہا جب امیر المومنین اپنی مجلس سے اُٹھ جائیں تو اُسے آگ میں جلا دینا

جب وہ اُٹھ کر چلا گیا تو اُسے وصیف اور بُغا کی موجودگی میں جلا دیا گیا، کچھ دنوں کے بعد المنتصر نے مجھے کہا کہ فلاں بساط کو بچھاؤ، میں نے کہا وہ بساط کہاں؟ اس نے کہا اس کا کیا بنا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ وصیف اور بغاء نے مجھے اس کے جلانے کا حکم دیا تھا اس پر وہ خاموش ہو گیا اور وفات تک اس کے متعلق دوبارہ کچھ ذکر نہ کیا۔

المنتصر ان دنوں بڑا خوش تھا اس نے بنان بن الحارث العواد کو بُلایا جو بہت اچھا مطرب تھا اور وہ اس پر ناراض تھا، اس نے حاضر ہو کر گانا سُنایا ؎

"امام محمد کے ساتھ میری مصاحبت بہت لمبا زمانہ رہی ہے اور میں
زمانے کی طوالت سے خائف نہیں تھا اب میں اس سے بہت دُور ہوں
اور میرا گھر اس کے قریب ہے، پس میرے گھر کے قریب ہونے اور
میرے دُور ہونے پر بہت تعجب ہے، میں نے تجھے رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی چادر میں تاریک رات کے چاند کی مانند دیکھا ہے جو پگڑی
اور چادر کے درمیان تھا کاش عید کا دن لوٹ آئے اور میری عید تو
اس وقت ہوتی ہے جب تیرا چہرہ میرے سامنے آتا ہے۔"

اس کے دُوسرے دن عید الاضحیٰ تھی، المنتصر نے لوگوں کو یہ عید پڑھائی، المنتصر کی شان میں اس روز جو اشعار پڑھے گئے ان میں یہ اشعار بھی تھے ؎

"میں نے خواب میں تجھے بہت کم بخل کرتے دیکھا ہے اور بیداری میں
میں تیرا بہت فرماں بردار ہوتا ہوں کاش صبح ظاہر ہوتی اور ہم اُسے
نہ دیکھتے اور کاش رات ہزار سال کے آخر تک ہوتی اور اگر نیند فروخت
ہوتی تو مخلوق پہ نیند گراں قیمت ہو جاتی۔"

المنتصر کے سامنے یہ اشعار بھی پڑھے گئے ؎

"میں نے آپ کو خواب میں دیکھا ہے گویا آپ نے مجھے عمدہ مال دیا
ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ہتھیلی میرے ہاتھ میں ہے اور ہم
دونوں نے ایک لحاف میں رات گزاری ہے پھر میں جاگ اُٹھا
تو آپ کی دونوں کلائیاں میرے دائیں ہاتھ میں تھیں اور آپ کے
دائیں ہاتھ میں میری کلائی تھی اس روز میں تمام دن آپ کو خواب میں

دیکھنے کے لیے سویا رہا حالانکہ میں سویا ہوا نہیں تھا۔"

المنتصر کا وزیر، ابن الخصیب

المنتصر نے احمد بن الخصیب کو وزیر بنایا اور اس پر پچھتایا اس نے عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو جلاوطن کر دیا تھا اور یہ واقعہ یوں ہے کہ ایک روز احمد بن الخصیب سوار ہوا تو ایک مظلوم نے اس کے پاس واقعہ بیان کر کے ظلم کی شکایت کی اس نے رکاب سے اپنا پاؤں نکال کر فریاد کرنے والے کے سینے پر مارا اور اُسے قتل کر دیا، لوگوں میں اس کی چہ میگوئیاں ہوئیں تو ایک شاعر نے اس زمانے میں یہ شعر کہے

"اے محمد کے عم زاد خلیفہ سے کہہ دے کہ اپنے وزیر کو بیڑیاں ڈال دے وہ
لاتیں مارنے والا ہے، اُسے لوگوں کو لاتیں مارنے سے روک دے، اگر تو مال
کا خواہاں ہے تو تیرے وزیر کے پاس بہت مال موجود ہے۔"

مقتدر کا وزیر

مسعودی بیان کرتا ہے کہ اگر یہ شاعر، مقتدر باللہ کے وزیر حامد بن عباس کو اس کی وزارت کے زمانے میں ملتا تو ابن الخصیب کی بات ظاہر کرنے کی وجہ سے اس کا قرب حاصل کر لیتا ایک روز اُسے ایک آدمی نے مخاطب کیا تو اس نے اپنے کپڑے اُتار کر کندھے پر رکھ لیے اور اس کے حلق پر مکہ مارا۔

ایک روز ام موسیٰ القہرمانیہ الہاشمیہ اس کے پاس دوسرے قہرمانوں کے ساتھ آئی اور اُسے اموال کے بارے میں مقتدر کے پیغام سے آگاہ کیا یہاں تک کہ اُس نے اس عورت کو کہا

"یاد، اور اُسے اُٹھا اور اس کا حساب لگا اور غلطی نہ کر۔"

پس اس نے اُسے شرمندہ کر دیا اور جس ارادے سے وہ آئی تھی اُسے اس سے روک دیا وہ فوراً مقتدر اور اس کی بیوی کے پاس چلی گئی اور ان دونوں کو اس بارے میں خبر دی اس نے گلوکار لونڈیوں کو حکم دیا کہ وہ آج یہی کلام گائیں وہ دن خوشی و مسرت کا دن تھا ہم اس وقت (۳۳۲ھ) تک اس کے اور اس کے علاوہ بنی عباس کے وزراء اور بنی اُمیہ کے وقائع نگاروں کے حالات لکھ چکے ہیں۔

المنتصر کی بیماری اور وفات

ابو العباس احمد بن محمد بن موسیٰ بن الفرات نے مجھے بتایا، وہ بیان کرتا ہے کہ احمد بن الخصیب میرے والد کے بارے میں اچھی رائے نہ رکھتا تھا اور وہ اس کا عامل تھا، پس ایک خادم خاص نے مجھے آ کر بتایا کہ وزیر نے فلاں آدمی کو تمہارے اعمال کی جانچ پڑتال کے لیے

مقرر کیا ہے اور اُسے تمہارے والد کے متعلق ہر بُرا سلوک کرنے اور جملہ اموال کے متعلق سخت مطالبہ کرنے کا حکم دیا ہے، میں بیٹھ گیا اور میرے پاس میرا ایک وقائع نگار بیٹھا ہوا تھا، میں اس بارے میں اپنے والد کو جلد جلد خط لکھنے لگا اور اپنے ہمنشین سے غافل ہو گیا وہ تکیے پر ٹیک لگا کر اُونگھ گیا پھر ڈر کر بیدار ہو گیا اور کہنے لگا میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے، میں نے دیکھا کہ احمد بن الخصیب اس جگہ پر کھڑا ہے اور مجھے کہہ رہا ہے کہ خلیفہ المنتصر تین دن تک مر جائے گا اس نے کہا خلیفہ تو میدان میں ہاکی کھیل رہا ہے یہ خواب بلغم، صفراء یا سوداء کی وجہ سے ہے اس نے کھانا ہمارے سامنے رکھا ابھی ہم نے بات ختم نہ کی تھی کہ ایک آدمی نے ہمارے پاس آ کر کہا کہ میں نے وزیر کو دار الخواص میں چہرہ ڈھانپے ہوئے دیکھا ہے، میں نے اس کی وجہ پوچھی تو مجھے بتایا گیا کہ خلیفہ المنتصر میدان سے شرابور واپس آ گیا ہے اور وہ حمام کر کے باذ ھنج میں سو گیا ہے اور اُسے ہوا لگ گئی ہے جس سے اُسے سخت بخار ہو گیا ہے احمد بن الخصیب نے اُسے جا کر کہا اے میرے آقا آپ فلاسفر، اور حکیم زمانہ ہو کر سواری سے اُتر کر حمام میں چلے جاتے ہیں پھر پسینے سے شرابور ہو کر وہاں سے نکلتے ہیں اور باذ ھنج میں سو جاتے ہیں المنتصر نے اُسے کہا کیا تو میری موت سے ڈرتا ہے؟ میں نے رات کو خواب میں دیکھا ہے کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے مجھے کہا تو پچیس سال زندہ رہے گا پس مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ میری آئندہ عمر کے متعلق خوشخبری ہے اور میں اتنی مدت خلافت کروں گا، راوی بیان کرتا ہے کہ وہ تیسرے دن مر گیا اور لوگوں کو غور کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ پچیس سال پورے کر چکا ہے، مؤرخین کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ المنتصر کو ۲۵ ربیع الاوّل بروز جمعرات کو ہوا لگ گئی اور وہ ۵ ربیع الآخر کو نماز عصر کے وقت فوت ہو گیا اس کی نماز جنازہ احمد بن محمد المستعین نے پڑھائی، یہ بنی عباس کا پہلا خلیفہ ہے جس کی قبر نمایاں بنائی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی ماں حبشیہ نے اس بارے میں اُس سے پوچھا تھا تو اس نے اپنی ماں کو اس کی اجازت دے دی تھی اس لیے اس نے سامرا میں اس کی قبر کو پختہ کیا۔

متوکل کی موت کے سبب میں اختلاف

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ طیفوری طبیب نے جس نشتر کے ساتھ اُسے پچھنے لگائے

تھے اس میں زہر لگایا ہوا تھا اس نے ترکوں کی جمعیت کو متفرق کرنے کا عزم کیا ہوا تھا اس نے وصیف کو ایک بڑی جمعیت کے ساتھ طرسوس میں الصائفہ کے غازیوں کی طرف بھیج دیا اور ایک دن اُس نے بغاء الصغیر کو محل میں ترکوں کی ایک جماعت کے ساتھ آتے دیکھا ــــ تو اس نے فضل بن مامون کے پاس آکر کہا کہ اگر میں متوکل کے قتل کرنے کی وجہ سے انہیں تتر بتر نہ کروں اور ان کو قتل نہ کروں تو اللہ تعالیٰ مجھے تباہ و برباد کر دے، جب ترکوں نے اپنے ساتھ ہونے والے سلوک اور اس کے عزم کو دیکھا تو وہ موقع پر چلے گئے، ایک دن اس نے گرمی کی شکایت کی اور پچھنے لگوانے کا ارادہ کیا تو اس کا تین سو درہم کا خون نکلا، اس کے بعد اس نے مشروب پیا جس سے اس کے قویٰ ڈھیلے پڑ گئے، اور یہ بات بھی بیان کی جاتی ہے کہ جب طبیب نے اس کا فصد کھولا تو اس کا نشتر زہر میں بجھا ہوا تھا۔

ابن ابی الدنیا نے عبد الملک بن سلیمان بن ابی جعفر سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے خواب میں متوکل اور فتح بن خاقان کو دیکھا، کہ آگ دونوں کا گھیراؤ کیے ہوئے ہے اور محمد المنتصر آکر ان دونوں سے اندر آنے کی اجازت طلب کرتا ہے تو اُسے وہاں جانے سے روک دیا گیا ہے پھر متوکل نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا اے عبد الملک، محمد سے کہہ دینا کہ جس جام سے تو نے ہمیں شراب پلائی تھی اس سے تو بھی شراب پی، راوی کہتا ہے جب صبح ہوئی تو میں المنتصر کے پاس گیا وہ بخار میں مبتلا تھا میں پابندی سے اس کی عیادت کرتا رہا اور میں نے اُسے بیماری کے آخر میں کہتے سنا ہم نے جلدی کی پس ہم سے بھی جلدی کی گئی اور وہ اسی بیماری سے مر گیا۔

المنتصر کی صفات

المنتصر بڑا متحمل راسخ العقل، بہت نیکی کرنے والا، نیکی سے رغبت رکھنے والا، سخی، ادیب اور عفیف تھا اور مکارم اخلاق سے آراستہ تھا وہ بڑا انصاف پسند اور حسنِ سلوک کرنے والا تھا اس سے قبل، کوئی ایسا خلیفہ نہیں گزرا۔

جب کہ اس کا وزیر احمد بن الخصیب، بہت کم نیکی کرنے والا، بہت شریر اور بڑا جاہل آدمی تھا۔

آلِ ابوطالب کے ساتھ المنتصر کا سلوک

اس کے دورِ خلافت سے قبل، آلِ ابوطالب بڑی تکلیف میں تھی اور انہیں اپنی جانوں کا بھی خطرہ تھا، انہیں حضرت امام حسینؑ کی قبر اور غری کی زیارت سے روک دیا گیا تھا جو کوفہ

کے علاقہ میں ہے اسی طرح ان کے دیگر شیعوں کو بھی ان مزاروں پر حاضر ہونے سے روک دیا گیا متوکل نے یہ حکم ۲۳۶ھ میں دیا اور اسی سن میں زیرج کو حضرت حسینؓ کی قبر تک جانے اور اُسے گرانے اور اس کے نشانات تک کو مٹانے اور وہاں پر موجود آدمیوں کو سزا دینے کا حکم بھی دیا اس نے اس کام کے لیے بہت انعام رکھا مگر سب لوگ عذاب سے ڈر کر رُک گئے تو زیرج نے پھاوڑا لے کر حضرت حسینؓ کی قبر کے اُوپر کے حصے کو گرا دیا اور وہ کھودتے کھودتے لحد تک چلے گئے مگر انہوں نے وہاں کسی ہڈی وغیرہ کو بھی نہ پایا، یہ حالات المنتصر کے خلیفہ بننے تک رہے، المنتصر نے لوگوں کو امن وامان دی اور آل ابی طالب سے ان مصائب کو روکنے اور ان کے حالات کے بارے میں بحث و مباحثہ کرنے سے روکنے کے لیے پیش رفت کی اور اس نے یہ حکم بھی دیا کہ کسی شخص کو حضرت امام حسینؓ اور دیگر آلِ ابوطالب کی قبور کی زیارت سے نہ روکا جائے اور اس نے فدک کو حضرت امام حسنؓ اور حسینؓ کی اولاد کو واپس کرنے کا حکم دیا اور آلِ ابی طالب کی اوقاف کو آزاد کر دیا اور ان کے شیعوں سے تعرض کرنے کو ترک کر دیا اور ان سے تکلیف کو دُور کر دیا، اس بارے میں بحتری کہتا ہے ۔

"علی تمہارے لیے بہتر ہے اور عمر کی نسبت تم پر بڑے احسان کرنے والا ہے اور مقابلہ کے روز ناتجربہ کاروں کی نسبت ہر ایک کو فضیلت اور خوبی حاصل ہے۔"

اس بارے میں یزید مہلبی، جو آل ابی طالب کے شیعوں میں سے ہے کہتا ہے — اس وقت شیعہ حضرات کو جن آزمائشوں میں ڈالا گیا انہوں نے عوام کو برانگیختہ کر دیا تھا ۔

"ایک زمانے تک طالبیوں کی مذمت کیے جانے کے بعد تو نے ان سے حسنِ سلوک کیا ہے اور تو ہاشم کی اُلفت کو واپس لے آیا ہے اور میں نے انہیں عداوت کے بعد آپس میں بھائی بھائی دیکھا ہے تو نے ان کی راتوں کو مانوس کر دیا ہے اور ان پر سخاوت کی ہے یہاں تک کہ وہ کینے کپٹ کو بھول گئے ہیں اگر اسلاف کو پتہ چل جائے کہ تو نے ان کے ساتھ کیسا حسن سلوک کیا ہے تو وہ ترازو میں تجھے سب سے زیادہ گراں قدر خیال کریں۔"

ولایت عہد سے اس کے دو بھائیوں کی علیحدگی

۲۴۸ھ میں المنتصر نے اپنے دونوں بھائیوں المعتز اور ابراہیم کو اپنے بعد

ولایت عہد سے الگ کر دیا حالانکہ متوکل نے اپنے خطوط اور پیغامات میں ان کے لیے عہد ولایت لیا تھا اور ہر ایک کے لیے کچھ اعمال مقرر کیے تھے اور محمد المنتصر کو اپنا ولی عہد بنایا تھا اور اس کے بعد المعتز کو اور اس کے بعد ابراہیم المؤید کو ولی عہد بنایا تھا اور جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ لوگوں سے بیعت بھی لی گئی تھی اور اس نے لوگوں میں مال تقسیم کیا تھا اور انعامات اور عطیات بھی دیے تھے اور خطیبوں نے اس کے متعلق خطبات دیے اور شعراء نے اشعار کہے تھے اس بارے میں مروان بن ابی الجنوب اپنے قصیدہ میں کہتا ہے ؎

"بادشاہ تین ہیں ایک تو محمد ہے جو نور ہدایت ہے اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور ابو عبداللہ وہ تقویٰ میں تیرا شبیہ ہے اور تیری طرح سخاوت کرتا ہے اور ابراہیم صاحبِ فضل اور لوگوں کے لیے عصمت کا باعث ہے، جو صاحب تقوے اور وعدہ اور وعید کو پورا کرنے والا ہے، اُن میں سے پہلا نور ہے، دوسرا ہدایت ہے اور تیسرا رشد ہے اور یہ سب کے سب مہدی ہیں۔"

متوکل کے متعلق اس نے یہ شاندار شعر کہے ہیں ؎

"اے دسویں خلیفے تو ہمیشہ حکومت سے شادکام رہے اور تو ان کے بعد دسویں کے لیے عہد لیتا رہا ہے یہاں تک کہ تو ان کا امام ہو گیا ہے اور وہ ستاروں کے جھرمٹوں کی مانند ہیں جو چمکنے والے چاند کے قریب ہوتے ہیں۔"

ہم نے متوکل کے جن تین بیٹوں کا ذکر کیا ہے وہ اس کی بیعت میں ولی عہد تھے، سلمی اپنے اشعار میں کہتا ہے ؎

"اس نے دین کے ستون کو رضامندی کی بیعت سے مضبوط کر دیا ہے اور جعفر بن محمد کا شگون اچھا ہے اس نے المنتصر باللہ اور المؤید سے پہلے المعتز کی بیعت لینے سے اس کے ستون کو مضبوط کر دیا ہے۔"

اس بارے میں ادریس بن ابی حفصہ نے نہایت عمدہ اشعار کہے ہیں ؎

"خلافت کو جو کچھ حاصل ہے وہ جعفر سے حاصل ہے وہ ہدایت کا نور ہے اس کے بعد وہ اس کے بیٹوں میں منتقل ہونے والی ہے، جب خلیفہ جعفر نے اس سے اپنی ضرورت پوری کر لی تو وہ اُکتا گیا اور وہ اُکتایا ہوا نہیں ہے پس خلیفہ جعفر کے بعد (لوگ اُسے گم نہ کریں) محمد لوگوں کے لیے اس کا بہترین

بدل ہے تیری حکومت کا باقی رہنا اور محمد کا انتظار کرنا ہمارے لیے اور اس کے لیے عجلت کرنے سے بہتر ہے۔"

یمن میں شاری کی بغاوت

المنتصر کے زمانے میں ابوالعمود الشاری، یمن، بوازیج اور موصل کی جانب چلا گیا اور ربیعہ کی بکیری اور کردوں وغیرہ میں سے جو لوگ اس کے ساتھ مل گئے تھے ان پر اس نے اپنے احکام سخت کر دیے تو المنتصر نے سیما ترکی کی سرکردگی میں ان کی طرف ایک فوج بھیجی جس کی الشاری کے ساتھ جنگیں ہوئیں الشاری کو قید کر کے المنتصر کے پاس لایا گیا تو اس نے اُسے معاف کر دیا اور اس سے عہد لے کر اُسے رہا کر دیا، اس کا وزیر احمد بن الخصیب بن الضحاک الجرجانی اس سے بیان کرتا ہے کہ جب وہ الشاری سے راضی ہو گیا تو اس نے کہا دشمن کو ایذا دے کر دل ٹھنڈا کرنے سے معاف کرنے کی لذت زیادہ شیریں ہے اور المقتدر کے افعال میں سے سب سے بُری چیز انتقام لینا ہے۔ ہمیں ابوبکر محمد بن الحسن بن درید نے بتایا کہ ایک وقائع نگار نے اس رات کو جس کی صبح کو المنتصر خلیفہ بنا، خواب خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی کہہ رہا ہے کہ

" المنتصر امام ہے اور گیارہواں بادشاہ ہے اس کا حکم تلوار کی طرح کاٹ کرتا ہے
اور اس کی نگاہ خیر و شر میں زمانے کی طرح ہے۔"

المنتصر کے اخلاق

اس نے رعیت میں عدل و انصاف کیا تو عوام و خواص کے دل باوجود اس کی شدید ہیبت کے اس کی طرف مائل ہو گئے۔

ابوالحسن احمد بن علی بن یحییٰ جو ابن الندیم کے نام سے مشہور ہے، نے مجھے بتایا کہ ہمیں علی بن یحییٰ منجم نے بتایا کہ میں نے المنتصر کی مانند کسی شخص کو نہیں دیکھا اور نہ ہی بغیر تکلف اور فخر کرنے کے اس سے کوئی اچھے افعال کرنے والا دیکھا ہے، اس نے مجھے ایک روز اس جاگیر کے سبب جو میری جاگیر کے پاس ہے فکرمند اور مغموم دیکھا ہے کیونکہ میں اُسے خریدنا چاہتا تھا اور میں ہمیشہ اس کے مالک کے پاس حیلے کرتا رہا یہاں تک اس نے مجھے اس کے بیچ دینے کے متعلق کہا اس وقت میرے پاس اس کی قیمت کی رقم موجود نہ تھی میں اُسی حالت میں المنتصر کے پاس چلا گیا اس نے میرے چہرے اور دل کی کیفیت کو بھانپ لیا اور مجھے کہا میں تجھے فکرمند دیکھ رہا ہوں کہ میں نے تیرے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے؟ میں اُس سے اپنی حقیقت اور حالت کو چھپانے لگا اس نے مجھے حلف دیا

تو میں نے اُسے جاگیر کی بات سچ سچ بتا دی، المنتصر نے مجھے کہا اس کی قیمت کتنی ہے میں نے کہا تیس ہزار درہم، اس نے پوچھا تمہارے پاس کتنے درہم ہیں، میں نے کہا دس ہزار، پھر اس نے مجھ سے پوچھنا بند کر دیا اور مجھے جواب نہ دیا اور کچھ دیر کے لیے مجھ سے غافل ہو گیا، پھر اس نے دوات اور کاغذ منگوایا، پھر اس میں کچھ چیز لکھی جسے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا تھی اور اس کے سر کے پاس جو خادم کھڑا تھا اُسے اشارہ کیا جسے میں نہیں سمجھ سکا، غلام جلدی سے چلا گیا اور وہ مجھ سے باتیں کرنے لگا یہاں تک کہ غلام آکر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا تو المنتصر نے کھڑے ہو کر مجھے کہا اے علی تو جب چاہے اپنے گھر چلے جانا میں نے اس سے سوال کرتے وقت ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ میرے لیے پوری قیمت یا نصف قیمت کا حکم دے گا، میں آیا تو مجھے غم کا کوئی احساس ہی نہ تھا، جب میں اپنے گھر پہنچا تو میرا وکیل مجھے ملا اور کہنے لگا کہ امیر المومنین کا خادم ہمارے پاس آیا تھا اس کے ساتھ ایک خچر تھا جس پر دو توڑے تھے اس نے انہیں ہمیں دیا اور مجھ سے ان کی وصولی کی رسید لے لی، راوی کہتا ہے کہ مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا، میں گھر میں داخل ہوا اور میں نے وکیل کی بات کی اس وقت تک تصدیق نہ کی جب تک کہ وہ دونوں توڑے مجھے نہ دکھا دیئے گئے تو میں نے اللہ کی اس نعمت پر اس کا شکریہ ادا کیا اور میں نے اسی وقت جاگیردار کے پاس جا کر اس کو پوری قیمت دے دی اور باقی دن اس جاگیر کے لینے اور فروخت کنندہ پر گواہیاں دلانے میں صرف کیا پھر میں دوسرے دن صبح صبح المنتصر کے پاس گیا تو اس نے مجھے دوبارہ ایک حرف بھی نہ کہا اور نہ ہی مجھ سے جاگیر کے متعلق کچھ پوچھا یہاں تک کہ موت نے ہم میں جدائی ڈال دی۔

حدیثِ عشق

مسعودی بیان کرتا ہے کہ الفضل بن ابی طاہر نے اپنی کتاب اخبار المؤلفین میں بیان کیا ہے کہ مجھے امیر المومنین کے غلام ابو عثمان سعید بن محمد الصغیر نے بتایا کہ المنتصر کے ساتھ اس کے دورِ امارت میں اس کے اصحاب کی ایک جماعت شراب نوشی کرتی تھی، جن میں صالح بن محمد جو الحریری کے نام سے معروف ہے وہ بھی شامل تھا، ایک دن اس کی مجلس میں عشق و محبت کی بات چل پڑی تو المنتصر نے حاضرین مجلس میں سے کسی سے کہا کہ مجھے بتائیے کہ کس چیز کا کھو جانا نفس پر بڑا گراں ہوتا ہے اور اس سے اُسے بڑی تکلیف ہوتی ہے اس نے جواب دیا موافق دوست

کے کھو دینے اور ہم ارادہ دوست کی موت سے بڑی تکلیف ہوتی ہے، حاضرین میں سے ایک دوسرے شخص نے کہا، اہل عشق کے نزدیک رائے کا پھیرانا اور بچپن میں نفس کا چھڑانا بڑا تکلیف دہ امر ہے، ملامت گروں کی ملامت سے عشاق کے اندرونے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے ہیں پس ملامت گروں کی ملامت ان کے کانوں میں بالی ہے اور محبت کی جلن معانی کے آنسوؤں کے ساتھ ان کے بدنوں میں آگ ہے جو پانی لانے والی اونٹنی کے ڈولوں کی طرح ہیں، میں جو بات کہہ رہا ہوں اس کی حقیقت کو وہ شخص جانتا ہے جسے رہائش کی جگہوں اور ٹیلوں نے رُلایا ہو، ایک دوسرے شخص نے کہا عاشق مسکین کی ہر چیز دشمن ہوتی ہے، ہواؤں کا چلنا اُسے پریشان کرتا ہے، بجلی کا چمکنا اُسے بے خواب کرتا ہے، ملامت اُسے تکلیف دیتی ہے دُوری اُسے کمزور کرتی ہے، محبوب کا ذکر اُسے بیمار کرتا ہے اور اس کا قرب اُسے ہیجان میں لے آتا ہے، رات اس کی مصیبت کو دوگنا کر دیتی ہے اور نیند اُس سے بھاگتی ہے گھر کے نشانات اُسے جلاتے ہیں اور ٹیلوں پر کھڑا ہونا اُسے رُلاتا ہے، عشاق نے محبوب کے قرب اور بُعد سے دوا کی مگر کوئی دوا کامیاب نہ ہوئی اور نہ ہی صبر نے اُسے سکون دیا، کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

"لوگوں کا خیال ہے کہ عاشق جب قریب آتا ہے تو طول ہو جاتا ہے اور دُوری اُسے غم سے شفا دیتی ہے، ہم نے سب چیزوں سے علاج کیا ہے مگر ہمیں بیماری سے شفا نہ ہوئی ہاں گھر کا قرب، اس کے دُور ہونے سے بہتر ہے۔"

راوی کہتا ہے کہ اکثر تقاریر اسی کے متعلق ہوئیں تو المنتصر نے صالح بن محمد الحریری سے کہا اے صالح کیا تو نے کبھی عشق کیا ہے اس نے کہا خدا کی قسم کیا ہے اور اس کا بقایا ابھی تک میرے سینے میں ہے اس نے کہا تیرا ستیاناس ہو کس سے عشق کیا ہے اس نے جواب دیا اے امیر میں معتصم کے زمانے میں بغداد کے ایک محلے الرصافہ سے بہت مالوف تھا اور ہارون الرشید کی اُم ولد گلوکارہ لونڈی کی ایک کنیز تھی جو اس کی ضروریات اور امور کو سر انجام دیتی اور اس کی طرف سے لوگوں سے ملاقات کرتی تھی ان دنوں وہ گلوکارہ لونڈی ہی محل کے امور کی منتظمہ تھی وہ کنیز میرے پاس سے گزرتی تو میں اس سے شرم محسوس کرتا اور اُسے دیکھتا، پھر میں نے اس سے خط و کتابت کی تو اس نے میرے پیغامبر کو بھگا دیا اور مجھے بھی دھمکی دی، میں اس سے

گفتگو کرنے کے لیے اس کے راستے میں بیٹھ جاتا، جب وہ مجھے دیکھتی تو مسکرا دیتی اور لڑکیوں کو مجھ سے چھیڑنے اور مذاق کرنے کے لیے آنکھ سے اشارہ کر دیتی پھر میں نے اُسے چھوڑ دیا اور میرے دل میں اس کے فراق کی وجہ سے ایسی آگ لگی جو بجھائی نہ جا سکتی تھی اور ایسی پیاس لگی جو ٹھنڈی نہ ہو سکتی تھی اور ایسا غم پیدا ہوا جو ہر لحظہ تازہ رہتا تھا المنتصر نے اُسے کہا اگر وہ آزاد ہو تو میں اُسے لا کر تیرے ساتھ اس کی شادی کر دوں اور اگر وہ لونڈی ہو تو اُسے خرید لوں، اس نے کہا اے امیر، خدا کی قسم مجھے اس کی شدید حاجت اور بڑی ضرورت ہے راوی کہتا ہے کہ المنتصر نے احمد بن الخصیب کو بلایا اور کہا کہ وہ اپنے ایک غلام کو بھیجے اور اُسے ابراہیم بن اسحاق اور صالح خادم کو جو اس معاملے کے متولی ہیں، ایک تاکیدی خط بھی لکھ دے، جب پیغامبر اس کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ گلو کارہ نے اُسے آزاد کر دیا ہے اور وہ لڑکیوں کی حد سے نکل کر بالغ عورتوں کی حد تک پہنچ گئی ہے پس وہ اُسے المنتصر کے پاس لایا جب وہ آئی تو میں نے اس کی طرف دیکھا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک کوزہ پشت بڑھیا ہے اور بغیر شادی کے ہے اور ابھی اس کی کچھ خوبصورتی بھی باقی ہے۔ المنتصر نے اُسے کہا، کیا تو پسند کرتی ہے کہ میں تیری شادی کروا دوں، اس نے جواب دیا اے امیر المومنین میں آپ کی لونڈی ہوں آپ جو مناسب سمجھتے ہیں کریں، پس اُس نے صالح کو حاضر کیا اور اُسے اس کا مالک بنا دیا اور اس کا مہر اُسے دیا پھر وہ اس سے مذاق کرنے لگا، پھر اس نے نابت اور چھلکا اُترے ہوئے اخروٹ منگوا کر اس پر بکھیر دیے، وہ کنیز ایک لمبا زمانہ صالح کے ساتھ رہی پھر اس سے اس کا دل اچاٹ گیا اور اُس نے اُسے چھوڑ دیا اس بارے میں یعقوب التمار کہتا ہے ؎

"اللہ تعالیٰ ابوالفضل کو ایسی زندگی دے جو مکدر نہ ہو، وہ محبت اور اخلاص میں حد سے بڑھ گیا ہے وہ ایسا عاشق ہے جو محبوبہ سے نکاح کا بڑا خواہش مند ہے جس کے بال اس مہندی سے رنگے ہوئے ہیں جس میں مازو پڑا ہوا ہے، جب وہ خضاب اُتر جاتا ہے تو تو اُسے اس ارادے کی مانند دیکھے گا جو زمین کو چھپل دیتا ہے وہ مرصع تاج میں خدا کی مخلوق کے درمیان بہت ملیح ہے، اسے بھی اس کے متعلق صبر دیا گیا ہے وہ آتی ہے اور یہ اس کا انتظار کرتا ہے وہ ایک بڑھیا ہے جس پہ

اُکرڑوں بیٹھا ہوا ایک بوڑھا عاشق ہوگیا ہے اگر جڑے ہوئے اور
چھلے ہوئے اخروٹ نہ ہوتے تو اُس کو کیا حصہ ملتا، کاش وہ معاملہ
اس کے سپرد کر کے اس سے نجات حاصل کرتا، جب وہ سکڑ کر اس کے
قریب ہوتا تو دونوں اخروٹ اس سے انکار کرتے۔"

عاشق کے ساتھ سلوک

ابو عثمان سعید بن محمد الصغیر بیان کرتا ہے کہ المنتصر نے اپنی امارت کے زمانے میں مجھے ایک کام کے لیے مصر بھیجا تو میں غلاموں کے ایک تاجر کی ایک لونڈی پر عاشق ہوگیا جسے فروخت کے لیے پیش کیا گیا تھا وہ نہایت خوب صورت اور حسن کمال سے آراستہ تھی، میں نے اس کے مالک کے ساتھ سودا کیا تو اس نے ہزار دینار سے کم قیمت میں بیچنے سے انکار کر دیا، اس وقت میرے پاس اتنی قیمت موجود نہ تھی، مجھے سفر نے بے قرار کر دیا اور میرا دل اس لونڈی کے ساتھ اٹک گیا اور میں اس کی محبت کی وجہ سے بے چین ہوگیا اور اس کی خرید کے موقع کو کھو دینے پر نادم ہونے لگا، جب میں واپس آیا اور جس کام کے لیے اس نے مجھے بھیجا تھا اس سے فارغ ہوگیا تو اس نے مجھ سے میرے حالات اور ضروریات کے متعلق پوچھا تو میں نے اُسے اس لونڈی کے مقام اور اس سے اپنی شیفتگی کے متعلق بتایا تو اس نے مجھ سے منہ پھیر لیا اور سختی میں اضافہ کرنے لگا اور میرا دل شیفتگی میں بڑھنے لگا اور صبر کم ہونے لگا اور میں اپنے نفس کو دوسری عورتوں سے تسلّی دینے لگا تو یوں معلوم ہوا کہ گویا میں نے اُسے برانگیختہ کر دیا ہے اور وہ اُن سے تسلّی نہیں پاتا اور جب کبھی میں المنتصر کے پاس آتا جاتا تو وہ اس کا ذکر کرتا اور میرے شوق کو بھڑکاتا، میں نے اس کے شراب نوش ساقیوں، مونسوں، خاص لونڈیوں، اُمہات الاولاد اور خلیفہ کی نانی کو بھی اس کے پاس بھیجا کہ وہ اس لونڈی کو میرے لیے خرید لے مگر اس نے مجھے جواب نہ دیا اور مجھے بے صبری کا طعنہ دینے لگا، اور اس نے احمد بن الخصیب کو حکم دیا کہ وہ مصر کے گورنر کو اس لونڈی کے خریدنے اور اُسے اس کے پاس بھجوانے کے لیے لکھے مگر مجھے اس بات کا علم نہ تھا، جب اس لونڈی کو اس کے پاس بھجوا دیا گیا اور وہ اس کے پاس قیام پذیر ہوئی تو اس نے اُسے دیکھا اور مجھے اس کے بارے میں معذور خیال کیا اور اُسے اپنی لونڈیوں کے بناؤ سنگار کرنے والی کے پاس بھیج دیا جس نے اُسے خوب آراستہ کیا، ایک دن اُس نے مجھے اپنے پاس بٹھا لیا اور اُسے پردہ کی جانب سے

نکلنے کا حکم دیا، جب میں نے اس کے گانے کو سُنا تو اُسے پہچان لیا اور المنتصر کو یہ بتانا پسند نہ کیا کہ میں نے اُسے پہچان لیا ہے یہاں تک کہ جو بات میں نے چھپائی تھی مجھ سے ظاہر ہو گئی اور میرا صبر مجھ پر غالب آ گیا، اس نے کہا اے سعید تجھے کیا ہو گیا ہے میں نے کہا اے امیر خیریت ہے راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے اس سے گانا سُنا اور میں نے اس کے گانے کی تحسین کی، اس نے گانا گایا تو اس نے کہا تو اس آواز کو پہچانتا ہے میں نے کہا اے امیر خدا کی قسم اس آواز کو پہچانتا ہوں اور میں اسے بیوی بنانے کا خواہش مند تھا، لیکن اب میں اس سے مایوس ہو چکا ہوں اور میری مثال اپنی جان کے قاتل کی سی ہے تو اس نے کہا اے سعید خدا کی قسم میں نے اسے صرف تیرے لیے خریدا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے اس کے چہرے کو صرف اسی وقت دیکھا ہے جب میں اس کے پاس آیا تھا یہ سفر کی صعوبت سے آرام حاصل کر چکی ہے اور بے وفا کر دینے والے رنگ کی تبدیلی سے نجات پا چکی ہے پس یہ تیرے لیے ہے۔ میں نے اُسے مقدور بھر دُعائیں دیں اور حاضرین مجلس نے بھی میری طرف سے اس کا شکر یہ ادا کیا وہ اس کے حکم سے تیار ہو کر میرے پاس لائی گئی اور اس نے مجھے دوبارہ زندگی بخشی اور میرے نزدیک کوئی شخص اس کی وجہ سے مجھ سے بڑا خوش نصیب نہ تھا اور نہ ہی اس کے بیٹوں سے زیادہ مجھے کوئی محبوب تھا۔

گدھوں کی شہادت

ابوالفضل بن طاہر کی مزاحیہ اور ظریفانہ باتوں میں سے ایک یہ بات بھی ہے وہ بیان کرتا ہے کہ احمد بن الحارث الجزار نے ابوالحسن المدائنی اور ابوعلی الحرمازی سے روایت کی ہے وہ دونوں کہتے تھے کہ مکہ میں ایک بے وقوف آدمی تھا جو مردوں اور عورتوں پر بہت بڑی تہمتیں لگاتا تھا وہ اشرافِ قریش میں سے تھا (مگر اس نے اس کا نام نہیں بتایا) اہل مکہ نے والیٔ مکہ کے پاس شکایت کی تو اس نے اُسے عرفات کی طرف جلا وطن کر دیا، اور اس نے وہاں رہائش کی جگہ بنا لی اور پوشیدہ طور پر مکہ آ گیا اور اپنے ہم پیشہ مردوں اور عورتوں سے ملا، اور کہنے لگا، تمہیں کس نے مجھے ملنے سے روکا ہے، انہوں نے جواب دیا ہم تجھے کہاں ملیں تو تو عرفات میں ہوتا ہے اس نے کہا دو درہم میں ایک گدھا مل جاتا ہے جس پر سوار ہو کر تم امن، خلوت، لذت اور سیر و تفریح کو حاصل کر سکتے ہو، انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو سچا ہے اور وہ اس کے پاس

آنے لگے یہ بات اس حد تک بڑھی کہ اس نے اہل مکہ کے نوجوانوں اور خواص کو بھی خراب کر دیا تو انہوں نے دوبارہ اپنے امیر کے پاس شکایت کی تو اس نے اس کی طرف آدمی بھیجا جو اُسے لے کر آیا تو اس نے کہا اے دشمنِ خدا میں نے تجھے حرم الٰہی سے نکال باہر کیا ہے پھر بھی تو مشعرِ اعظم کی طرف فساد اور خباثت پھیلاتے ہوئے آگیا ہے اس نے جواب دیا اے امیر اللہ تعالیٰ بہتر کرے، یہ لوگ میرے متعلق جھوٹ کہتے ہیں اور مجھ سے حسد رکھتے ہیں، انہوں نے والی سے کہا، ہمارے اور اس کے درمیان ایک بات فیصلہ کر دے گی جو لوگ کرائے پر گدھے دیتے ہیں آپ ان کے گدھوں کو اکٹھا کریں اور انہیں عرفات کی طرف بھیجیں اگر وہ اس کے گھر تک نہ جائیں تو پتہ چل جائے گا کہ وہ بے وقوفوں اور فاجروں کو یہاں لے کر آنے کے عادی نہیں اور اس کی بات کو درست مان لیا جائے گا والی نے کہا اس بات میں واقعی دلیل پائی جاتی ہے اور اس نے گدھوں کو اکٹھا کرنے کا حکم دے دیا جب گدھے اکٹھے ہو گئے تو اس نے انہیں عرفات کی طرف بھیج دیا تو وہ اس کے گھر چلے گئے والی کے سیکرٹریوں نے اُسے آکر کہا کہ اس کے بعد کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہی اور انہوں نے اس کے کپڑے اُتار دیے جب اس نے کوڑوں کو دیکھا تو کہنے لگا کیا مجھے مارنا ضروری ہے اس نے کہا اے دشمن خدا ضروری ہے، کہنے لگا مارو، خدا کی قسم اس بات کی وجہ سے اہل عراق ہمارا بہت مذاق اُڑائیں گے اور کہیں گے کہ اہل مکہ گدھوں کی شہادت کو بھی جائز قرار دیتے ہیں حالانکہ وہ ہمیں مطالبہ کرنے والے کی قسم کے ساتھ ایک آدمی کی شہادت کو قبول کرنے پر بھی ڈانٹتے ہیں۔ یہ بات سُن کر والی ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ میں تجھے نہیں ماروں گا، اس کے بعد اس نے اُسے چھوڑ دیا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ المنتصر کے خلافت حاصل کرنے سے قبل بھی اس کے بہت سے شاندار واقعات، اشعار، ظریفانہ باتیں، مکاتبات و مراسلات اور شراب نوشی کی محفلوں کے حالات پائے جاتے ہیں جنہیں ہم نے مبسوط طور پر اپنی کتاب "اخبار الزمان" اور کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے اور جو بات ہم نے ایک کتاب میں لکھی ہے اُسے دوسری کتاب میں نہیں لکھا اگر ہم ایسا کرتے تو ان میں کچھ فرق نہ ہوتا اور سب کتابیں ایک ہی ہوتیں، اس کتاب سے فراغت کے بعد ہم ایک دوسری کتاب میں مختلف واقعات کو تالیف و تصنیف کی ترتیب سے الگ صورت میں لکھیں گے۔ جیسا کہ فوائد اخبار،

آداب اور فنونِ آثار کا تقاضا ہو گا ، پھر جو ہماری کُتب اور تصنیفات میں پہلے بیان ہو چکا ہے اس میں سے جو باتیں رہ گئی ہیں انہیں لکھیں گے ——— انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب سوم

المستعین باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات جس روز المنتصر کی وفات ہوئی اسی روز احمد بن المعتصم کی بیعت ہوئی یہ ۵ ربیع الآخر ۲۴۸ھ اتوار کے روز کا واقعہ ہے اس کی کنیت ابوالعباس تھی، اس کی ماں سلاوی قوم کی اُم ولد تھی جس کا نام مخارق تھا، اس نے خلافت سے علیحدگی اختیار کر لی اور خلافت المعتز کو دے دی اس کی خلافت تین سال آٹھ ماہ رہی، بعض کہتے ہیں کہ تین سال آٹھ ماہ رہی، بعض کہتے ہیں کہ تین سال نو ماہ رہی اور اس کی وفات ۳ شوال ۲۵۲ھ کو ہوئی، اسے پینتیس سال کی عمر میں قتل کر دیا گیا۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان

اور اس کے دور کی ایک جھلک

اس کے وزیر اور انشاء پرداز المستعین باللہ نے ابوموسیٰ اوتامش کو اپنا وزیر بنایا، اوتامش کا ایک انشاء پرداز شجاع بن قاسم، امور وزارت کا متولی اور نگران تھا، اوتامش اور اس کے انشاء پرداز شجاع کے قتل ہو جانے کے بعد احمد بن صالح بن شیرزاد اس کا وزیر بنا، اور جب وصیف اور بغاء نے باغر ترکی کو قتل کر دیا تو غلام، متعصب ہو گئے اور وصیف اور بغاء، بغداد آ گئے، المستعین بھی ان کے ساتھ ہی تھا، ان دونوں نے اسے محمد بن عبداللہ بن طاہر کے گھر اُتارا، یہ محرم ۲۵۱ھ کی بات ہے المستعین کا

کوئی حکم نہ چلتا تھا۔ اصل حکمران بغاء اور وصیف تھے جیسا کہ ہم نے کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے وہ بغداد کی قید میں تھا، المستعین باللہ کے متعلق ایک شاعر نے ان دنوں کہا تھا کہ ؎

"خلیفہ، وصیف اور بغاء کا کے درمیان ایک پنجرے میں ہے جو کچھ وہ دونوں کہتے ہیں یہ بھی طوطے کی طرح وہی کہتا ہے۔"

المستعین باللہ نے احمد بن الخصیب کو ۲۴۸ھ میں اقریطش کی طرف اور عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو برقہ کی طرف جلاوطن کر دیا اور عیسیٰ بن فرخان شاہ کو اپنا وزیر اور سعید بن حمید کو دیوان الرسائل کا مہتمم بنا دیا تھا۔

سعید بن حمید

سعید، اچھے اچھے واقعات اور عمدہ اشعار کا حافظ اور فنون علم میں ماہر تھا اور مفید گفتگو کرتا تھا، اس کے بہت سے اچھے اشعار ہیں جن میں سے چند منتخب اشعار یہ ہیں ؎

"میں اُسے بد دُعا سے ڈراتا تھا اور اس کے متعلق گناہوں سے ڈرتا تھا مگر جب وہ ظلم پر کمر بستہ ہوگیا تو میں نے ظالم کے خلاف دُعا کرنی چھوڑ دی۔"

پھر کہتا ہے ؎

"اے میری مالکہ! مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں تجھے بخیل پاتا ہوں اور جو اس سے زیادہ کا مطالبہ کرتا ہے وہ محروم رہتا ہے، پس تُو تو دنیا کی طرح ہوگئی ہے جس کی گردشوں کی ہم مذمت کرتے ہیں اور مذمت کو اس کے لازم حال کر دیتے ہیں حالانکہ ہم اس کے غلام ہیں۔"

پھر کہتا ہے ؎

"اللہ جانتا ہے کہ دُنیا منہ پھیر لینے والی، اور زندگی جانے والی اور زمانہ گردشوں والا ہے اگر فراق کی مصیبت جوش مارے تو میرے دل میں سب سے زیادہ خوف تیری موت کا ہے، میں دُنیا اور اس کی لذتوں سے خوش ہوا کرتا تھا اور ناامیدی اُمید میں دشمنوں کے لیے فیصلہ کرتی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"مجھے اس سے پہلی نظر میں محبت نہیں ہوئی اور نہ اس کے بعد کینہ پیدا ہوا ہے کہ وہ بڑی ہو جائے مگر وہ دُنیا ہے جو پیٹھ پھیر کر چلی گئی ہے اور

جب دُنیا پیٹھ پھیر کر چلی جائے تو کونسی چیز دُنیا کے بارے میں تسلّی دے سکتی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"جب تو آنسو گراتا ہے تو تر و تازہ رخسار پر اس کا گرنا ایسے ہی ہے جیسے موتی پر موتی گرتا ہے۔"

مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، سعید اخلاق و آداب کے لحاظ سے ناصبی تھا اور اپنے کو سُنّت کا ماننے والا ظاہر کرتا تھا وہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد طاہرہ سے منحرف تھا اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

"ہم نے سعید بن حمید کا کوئی مثیل نہیں دیکھا اس کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی کو بُرا بھلا کہہ کر آپ کو تکلیف دیتا ہے وہ ایک زندیق ہے جو اس کے باپ کے دین پر قابض ہو گیا ہے۔"

سعید بن حمید مجوسی تھا، اس کے متعلق ابو علی البصیر کہتا ہے ؎

"جو مجھ سے اور تمام لوگوں سے بڑھ کر بلاغت کا دعوے دار ہے وہ حرام میں سب کا سردار ہے اور وہ ہمارا بھائی ہے مگر میری مراد سعید بن حمید سے نہیں جس کے نام کی کتابیں لکھی جاتی ہیں۔"

سعید بن حمید، ابو علی البصیر اور ابوالعیناء کی باہمی ناراضگی خط و کتابت اور دل لگی کی بہت سی باتیں ہیں جن کا ذکر ہم نے کتاب الاوسط میں کیا ہے۔

ابو علی البصیر

ابو علی البصیر اپنے زمانے کا سب سے بڑا طباع تھا اور ہمیشہ ایسے نادر اشعار اور مشہور کہاوتیں بیان کرتا تھا کہ کوئی اور آدمی ایسا نہ کر سکتا تھا اور ابن میادہ بد قسمتی سے اُسے جریر سے بھی بڑا شاعر سمجھتا تھا اور اُسے اپنے زمانے کا بڑا شاعر خیال کرتا تھا وہ اپنے وقت میں اپنے ہم عصروں سے بالا تھا اور بحتری سے کم درجہ پر تھا المعلیٰ بن ایوب کے بارے میں اس کے مشہور اشعار میں سے یہ بھی ہیں ؎

"تیرے باپ کی زندگی کی قسم کہ المعلیٰ کو سخاوت کی طرف منسوب نہیں کیا گیا اور دُنیا میں سخی بھی موجود ہیں لیکن جب ملکوں میں قحط پڑتا ہے اور ان کی سبزی سُوکھ جاتی ہے تو خشک گھاس میں چتری لی جاتی ہے۔"

ترکوں کے نیزے قتل کے لیے اُٹھے ہوئے ہیں تمہارے لیے آلِ محمدؐ کے گھر میں
چراگاہ ہے اور تمہارا گھر ترکوں اور فوج کے لیے چراگاہ ہے کیا تم نے خیال کر لیا
ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حقوق کا خیال رکھے گا اور رسول اللہ کا جو حق تم پر ہے وہ
ضائع ہو جائے گا، اور وہ اس کی شفاعت کی اُمید رکھتے ہیں اور جو شخص کینے
سے ان پر تیر اندازی کرے گا اس کا کوئی شفیع نہ ہوگا اور مغلوب، غالب ہو جائے
گا اور قاتل مارا جائے گا اور بلند ہونے والا نیچے آ جائے گا اور صلیب دیا ہوا،
قریب آ جائے گا۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ یحییٰ بڑا دین دار اور عوام الناس پر بڑا مہربان اور خواص سے
حُسن سلوک کرنے والا اور اہل بیت سے صلہ رحمی کرنے والا اور انہیں خود پر ترجیح دینے والا
تھا وہ طالبی مستورات کی مدد کرنے والا اور ان پر مہربانی کرنے والا تھا، اس کی کوئی لغزش ظاہر
نہیں ہوئی اور نہ کوئی رسوا کن بات معلوم ہوگئی ہے جب یحییٰ قتل ہوا تو لوگوں نے اس پر
بہت جزع فزع کی اور دُور و نزدیک کے لوگوں نے اس کے مرثیے کہے اور ہر چھوٹے بڑے
اور شریف و رذیل نے اس کے قتل ہونے پر اظہارِ غم کیا، اس دَور کے بعض شعراء نے ان
کی وفات پر غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا ؎

"یحییٰ کے بعد گھوڑے اور صیقل شدہ ہندی تلوار اس کے غم میں روئی، اور
عراق کا مشرق و مغرب رویا اور کتاب اور قرآن بھی روئے اور مصلّی اور بیت اللہ اور
رُکن اور حجرِ اسود سب نے اس کے مرنے پر چیخ و پکار کی، جس روز لوگوں نے
یہ کہا کہ ابو الحسین قتل ہو گیا ہے اس روز آسمان ہم پر کیوں نہیں گر پڑا، حضرت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں غم سے دردمند ہو کر روتی تھیں اور ان کے
آنسو بہتے تھے وہ مصیبت میں چاند کی خوبیاں بیان کرتی تھیں جس کا کھو دینا
بڑی خوفناک بات ہے، دشمن کی تلواروں نے اس کے چہرے کو ٹکڑے
ٹکڑے کر دیا میرے باپ کی قسم اس کا چہرہ بہت خوبصورت تھا، نوجوان
یحییٰ کے لیے میرے دل میں پیاس ہے یہ پیاس جسم کو کتنی تکلیف دیتی ہے
اس کے قتل نے حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی موت کو یاد دلا دیا ہے، جب تک کوئی دردمند اور بچے کو کھو دینے

والی روتی رہے اس وقت تک اس پر خدا کی رحمتیں ہوں۔"

علی بن محمد بن جعفر علوی نے بھی ان کا مرثیہ کہا وہ کوفہ میں حمان مقام پر اترا ہوا تھا اس نے ان کی نسبت یہ اشعار کہے ؎

"اے سلف صالحین کے بقایا اور نفع مند تجارت، ہم زمانے میں یا قتل ہوتے ہیں یا زخمی ہوتے ہیں، زمین بے آباد ہو جائے اس نے کتنے خوبصورت چہروں کو چھپا لیا ہے، آہ! زخمی دل کو اس دن نے کس قدر ہلاک کر دیا ہے۔"

وہ یحییٰ کے متعلق مزید کہتا ہے ؎

جب اُسے قبر میں رکھا گیا تو وہ کستوری سے مہک پڑی اگر اس کے اعضاء وہاں نہ رکھے جاتے تو وہ نہ مہکتی، وہ کریم اور عزیز لوگوں کے لیٹنے کی جگہیں ہیں ان میں یحییٰ کے لیے بہترین جگہ مقدر کی گئی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"میری قوم بھی تمہارے حسب و نسب سے تعلق رکھتی ہے جو مسجد الخیف کے صحن میں رہتی ہے جب بھی ہماری قوم کے دس سالہ بچے نے تلوار لٹکائی ہے اس کی ہمت تلوار سے بھی زیادہ تیز نکلی ہے۔"

علی بن محمد بن جعفر علوی، اسماعیل علوی کے ماں جائے بھائی تھے، جب حسن بن اسماعیل کوفہ آئے تو وہ اس فوج کے سالار تھے جو یحییٰ بن عمر سے ملی تھی ——— وہ اُسے سلام کرنے سے پیچھے رہ گئے اور اس کے پاس نہ گئے اور طالبی ہاشمیوں میں سے کوئی بھی انہیں سلام کرنے سے پیچھے نہ رہا اور علی بن محمد الجمانی کوفہ میں ان کا نقیب شاعر، مدرس اور داعی تھا اس وقت آلِ علیؓ میں سے کوئی شخص اس سے سبقت نہ رکھتا تھا، حسن بن اسماعیل نے اُسے تلاش کیا اور اُس کے بارے پوچھا اور ایک جماعت اُسے لانے کے لیے بھیجی، حسن نے اس کے سلام سے تخلف کرنے کو بُرا سمجھا تو علی بن محمد نے اُسے ایسا جواب دیا جو مستقل طور پر زندگی سے مایوس کر دینے والا تھا اور کہا کہ تیرا خیال تھا کہ میں تجھ کو فتح کی مبارک باد دینے کے لیے آؤں گا، اور اس نے ایسے شعر کہے جو زندگی سے رغبت رکھنے والا انسان نہیں کہہ سکتا ؎

"تو نے اس شخص کو قتل کیا ہے جو سواروں میں سب سے زیادہ عزیز تھا اور میں تیرے پاس نرم کلام کرتے ہوئے آیا ہوں، اور یہ بات مجھے شاق گزری ہے

کہ میں تجھے تلوار کے بغیر ملوں لیکن جب یہ ٹوٹ جائیں تو وہ ٹیلوں پر چمکتے رہتے ہیں۔"

حسن بن اسماعیل نے اُسے کہا تو کینہ توز ہے اور جو تُو نے کہا ہے میں اس پر بُرا نہیں مناتا پھر اُسے خلعت دیا اور اُسے سوار کروا کر اس کے گھر پہنچا دیا۔

الموفق اور علی بن محمد علوی

راوی بیان کرتا ہے کہ ابو احمد الموفق باللہ نے، علی بن محمد علوی کو اس بات کے باعث کہ وہ غلبہ کا خواہش مند ہے قید کر دیا کیونکہ الموفق اس بات کو اچھا نہ سمجھتا تھا تو اس نے قید خانے سے اُسے لکھا ؎

"تیرا دادا، میرے بیٹوں حسنؓ اور حسینؓ کے لیے بہترین باپ تھا، ہتھیلی، ہر اُنگلی کو کمزور کر دیتی ہے جب وہ اپنی دُوسری بہن سے کمزور ہوتی ہے۔"

جب یہ شعر اس کے پاس پہنچے تو وہ اس کا کفیل بن گیا اور اُسے کوفہ بھجوا دیا۔

اس نے اپنے بھائی اسماعیل اور اپنے اہل کے دیگر افراد کے مرثیے بھی کہے ہیں اور بڑھاپے کی مذمت میں بھی اشعار کہے ہیں، ہم نے طالبیوں کے حالات بیان کرتے وقت ان میں سے بہت سے اشعار کا ذکر اپنی کتاب "اخبار الزمان"، "مزاہر الاخبار" اور طرائف الآثار فی آل النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا ہے علی بن محمد نے جن لوگوں کے مرثیے کہے ہیں ان میں ابو الحسین یحیٰی بن عمر بھی ہے، اس سے اُسے دُوسرے قریشیوں پر فضیلت دیتے ہوئے کہا ہے کہ ؎

"میری زندگی کی قسم اگر قریش اس کی موت سے خوش ہوئے ہیں تو وہ توقف کرنے کی صبح کو رُکنے والا نہیں تھا، اگر وہ نیزوں کے سامنے آکر مرا ہے تو وہ اس گروہ میں سے ہے جو خوشحالی کی موت کو ناپسند کرتے ہیں پس بُرا بھلا نہ کہو، قوم میں کون شخص پہلے لوگوں کے طریق پر باقی رہ گیا ہے، اگر تم نے اپنی ناک کاٹ لی ہے تو ان کے تمہارے ساتھ ہی صفا اور عرفہ کے درمیان مقامات ہیں اور ان کے پاس آدم اور محمد علیہما السلام کی میراث ہے جو جن و انس کے پاس وصایا اور مصحف کی صورت میں پہنچی ہے۔"

اور بڑھاپے کے متعلق کہتا ہے ؎

"جب جوانی کا آغاز ہوتا ہے تو وہ گردن کے اگلے حصّے کو لمبا کرتا ہے اور

سیاہ بالوں والا ہوتا ہے، گویا وہ آسمان کے افق پر چودھویں رات کا چاند کے ہالہ میں پیٹی لگانے والا چاند ہے، اے اس شخص کے بیٹے جس کے فضائل کو بلندیوں کا آسمان اور شہر پناہ کا ہار بنایا گیا ہے تو اس خاندان سے ہے جس کی شرافت کی نشانیاں، دنیا کے لیے غور و فکر کرنے کی نشانیاں ہیں قضا و قدر ان کے مقام سے خوف کھاتی ہے گویا وہ تقدیر کی تقدیریں ہیں، موت اس کے نشانے کو خطا نہیں کر سکتی پس تیرے لیے بلندی اور روشن کارناموں کے مقامات ہیں"

اور اس کے اچھے مرثیوں میں سے ایک یہ مرثیہ ہے جو اس نے اپنے بھائی کے متعلق کہا ہے ؎

"یہ میرا ماں جایا بھائی میرے جسم میں رُوح کی مانند تھا، زمانے نے اس کو مار کر میرا دل جگر تک چیر دیا ہے آج کوئی چیز باقی نہیں رہی جس میں آرام حاصل کروں، میرے اعضاء غم سے پھٹ گئے ہیں ہاں ایک آنکھ ہے جو پوشیدہ غم کی وجہ سے روتی ہے یا مرثیہ کے اشعار ہیں جو ہمیشہ باقی رہیں گے، دیکھ میں تیرے ساتھ آنسوؤں سے سرگوشیاں کر رہا ہوں اور عشق سے خالی لوگ سو گئے ہیں لیکن مجھے تسلی اور سکون حاصل نہیں، اے نورِ زندگی تیرے جیسا اور کون ہے جسے میں کسی حادثہ کے وقت پکاروں جس کے پاس شکایت کی جاتی ہے اور وہ کسی کے پاس شکایت نہیں کرتا، میں نے کئی قسم کے نقصانات اُٹھائے ہیں جو میرے دل و جگر پر بڑا ظلم کرنے والے تھے میں نے ہلاکت سے کہا کہ اس کے بعد کسی کو نہ چھوڑ اور موت سے کہا تو جس پر چاہتی ہے اعتماد کر لے، اس کی جدائی کے بعد زمانہ گزر جائے گا اور زندگی، جدائی کی اطلاع دینے والی ہے"

علی بن محمد علوی کی وفات المعتمد کی خلافت میں سنہ ۲۶۰ھ میں ہوئی۔

حسن بن زید علوی کا ظہور

المستعین کی خلافت یعنی سنہ ۲۵۰ھ میں طبرستان کے علاقے میں حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کا ظہور ہوا، اور وہ طبرستان، جرجان پر بہت سی جنگوں اور زبردست لڑائی کے بعد غالب آ گیا اور یہ علاقہ اس کی موت یعنی سنہ ۲۷۰ھ تک اس کے قبضہ میں رہا،

اُسے اس کے بھائی محمد بن زید نے اپنا جانشین بنایا یہاں تک کہ اس سے رافع بن ہرثمہ نے جنگ کی محمد بن زید ۲۷۷ھ میں دیلم میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لیا اس کے بعد رافع بن ہرثمہ نے اس کی بیعت کر لی اور اس کے ساتھیوں میں شامل ہو گیا اور اس کی دعوت کا مطیع ہو گیا اور اس کی اطاعت کا دم بھرنے لگا، حسن بن زید اور محمد بن زید دونوں امام الرضا کے داعی تھے اور اسی طرح وہ لوگ بھی جو ان کے بعد بلاد طبرستان میں آئے یعنی حسن بن علی الحسنی جو اطروش کے نام سے معروف ہیں اور ان کی اولاد بھی اسی طرف دعوت دیتی تھی، پھر الداعی حسن بن القاسم جسے اسفار نے طبرستان میں قتل کر دیا تھا (حسن بن القاسم حضرت حسن بن علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے تھے) ہم نے طبرستان میں آل ابی طالب اور ان میں سے جو مشرق و مغرب میں اور اس وقت تک زمین کے دوسرے علاقوں میں غالب آئے ہیں کے حالات اپنی کتاب اخبار الزمان میں ۳۳۲ھ تک میں لکھے ہیں اس کتاب میں ہم وہی حالات لکھیں گے جن کا ذکر کرنا مناسب ہو گا تا کہ یہ کتاب ان کے ذکر سے خالی نہ رہے۔

محمدؐ بن جعفر کا ظہور

اس سال یعنی ۲۵۰ھ میں رَی کے مقام پر جعفر بن حسن کا ظہور ہوا اور اس نے حسن بن زید کی بیعت کی طرف دعوت دی جو طبرستان کا فرمانروا تھا سودہ کے خراسانیوں کے ساتھ رَی میں اس کی جنگیں ہوئیں اور اُسے اسیر بنا کر محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس نیشاپور میں لایا گیا اور نیشاپور ہی کے قید خانے میں اس کی وفات ہوئی۔

احمد بن عیسیٰ علوی کا ظہور

اس کے بعد رَی میں احمد بن عیسیٰ بن علی بن حسن بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کا ظہور ہوا اور اس نے آلِ محمد کے امام رضا کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور محمد بن طاہر سے جنگ کی وہ اس وقت رَی میں تھا، پس اس نے اس سے شکست کھائی اور بغداد چلا آیا اور علوی بھی بغداد میں داخل ہو گیا۔

قزوین میں کرکی کا ظہور

۲۵۰ھ میں قزوین میں کرکی کا ظہور ہوا جس کا نام حسن بن اسمٰعیل بن محمد بن عبداللہ بن علی بن حسین بن ابی طالب ہے وہ افطس کی اولاد میں سے ہے اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کرکی کا نام حسن بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن محمد بن عبداللہ بن علی بن حسین بن ابی طالب ہے اس سے بغاء نے جنگ کی پھر کرکی، دیلم کی

طرف چلا گیا۔ بعد ازاں حسن بن زید حسینی کی طرف گیا اور اس سے قبل ہی ہلاک ہو گیا۔

حسین بن محمد علوی کا ظہور

کوفہ میں حسین بن محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب کا ظہور ہوا تو اس کی طرف محمد بن عبداللہ بن طاہر بغداد سے ابن خاقان کی فوج لے کر گیا، پس طالبی ظاہر ہو گیا چونکہ اس کے ساتھیوں نے اُسے چھوڑ دیا تھا اس لیے وہ چھُپ گیا اور وہ پیچھے رہ گئے یہ واقعہ ۲۹۱ھ کا واقعہ ہے۔

اپنے بیٹے کے لیے بیعت لینے کا عزم

۲۴۹ھ میں المستعین نے اپنے بیٹے عباس کو مکہ، مدینہ، بصرہ اور کوفہ کا حاکم مقرر کیا اور اس کی بیعت لینے کا ارادہ کیا پھر اس کی خوردسالی کی وجہ سے بیعت کے معاملے کو مؤخر کر دیا اور عیسیٰ بن فرخنشاہ نے ابوعلی البصیر شاعر کو کہا کہ وہ اس کی بیعت لینے کے متعلق شعر کہے تو اس نے اس بارے میں طویل قصیدہ کہا وہ کہتا ہے ؎

"اللہ تعالیٰ نے تیرے ذریعے دین کی حفاظت کی ہے اور دین دار لوگوں کو اس لغزش کے مقام سے نکال لیا ہے جس جیسی جگہ انسان کو ہلاک کر دیتی ہے پس تو اپنے بیٹے عباس کو اپنی جانشینی دے یہ جگہ اس کے مناسب حال ہے اور لوگوں کی طرف بھی یہ وصیت لکھ دے اور تو نے خوردسالی کی وجہ سے اس کی جانشینی کے معاملے کو پیچھے کیا ہے تو اس کی عقل بالغ ہے اور اُسے شیخ راشد کا مقام حاصل ہے اور اس سے قبل یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں علم دیا گیا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں علم دیا گیا تھا اور عیسٰے علیہ السلام نے گہوارے میں لوگوں سے باتیں کی تھیں۔"

محمد بن طاہر اور ابو العباس مکّی

ابوالعباس مکی بیان کرتا ہے کہ میں محمد بن طاہر کے ساتھ اس کے طالبیوں کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل، رَی میں شراب نوشی کیا کرتا تھا، رَی میں علوی کے ظہور سے قبل میں نے اور کسی وقت اتنا خوش نہیں دیکھا جتنا وہ اس وقت خوش تھا۔ یہ واقعہ ۲۵۰ھ کا ہے ایک رات میں اس کے پاس گفتگو کر رہا تھا، مال آیا ہوا تھا اور پردہ لٹکا ہوا تھا کہ اس نے کہا کہ مجھے کھانے کی خواہش ہے میں کیا چیز کھاؤں؟ میں نے کہا نیزا کا سینہ یا بکری کے یک سالہ بچے کے گوشت کا ٹھنڈا ٹکڑا، اس نے کہا اے غلام ایک روٹی، سرکہ اور نمک لاؤ اور اس سے اس نے

کھانا کھایا، جب دوسری رات ہوئی تو اس نے کہا اے عباس! میں بھوکا ہوں، بتائیے میں کیا کھاؤں؟ میں نے کہا، شام کو آپ نے کھانا نہیں کھایا تو اس نے کہا تو نہیں جانتا کہ ان دونوں باتوں میں کیا فرق ہے میں نے شام کو کہا تھا مجھے کھانے کی خواہش ہے اور آج رات میں نے کہا ہے کہ میں بھوکا ہوں اور ان دونوں باتوں کے درمیان فرق ہے پس اس نے کھانا منگوایا پھر مجھے کہا کہ میرے لیے کھانے، پینے، خوشبو، عورتوں اور گھوڑوں کی صفات بیان کرو، میں نے کہا نظم میں یا نثر میں، اس نے کہا نثر میں، میں نے کہا، بہترین کھانا وہ ہے جو خواہش کے مطابق بھوک میں ملے، اس نے کہا، کونسی پینے کی چیز بہتر ہے۔ میں نے کہا ایسا جام جو ہمیشہ آپ کی پیاس کو بجھائے اور آپ اُسے اپنے دوست کو بھی دیں اس نے کہا کونسا سماع افضل ہے، میں نے کہا چوتارا، چار زانو ہو کر بیٹھی ہوئی لونڈی، جس کا گھانا عجیب ہو اور اس کی آواز صحیح ہو، اس نے کہا کونسی خوشبو اچھی ہے میں نے کہا محبوب کی وہ خوشبو جو تجھے پسند ہو اور اس بیٹے کا قرب جس کی تو پرورش کرتا ہو، اس نے کہا کونسی عورت زیادہ پسندیدہ ہے، میں نے کہا جس کے پاس سے تو کراہت کرتا ہوا نکلے اور شیفتہ ہو کر اس کی طرف واپس آئے، اس نے کہا کونسا گھوڑا زیادہ چست و چالاک ہے میں نے کہا جب وہ مطلوب ہو تو وہ آگے نکل جاتا ہو اور جب وہ طالب ہو تو ساتھ مل جاتا ہو، اس نے کہا تو نے بہت اچھے جواب دیے ہیں اے بشیر! اسے ایک سو دینار دے دو، میں نے کہا آپ کا ایک سو دینار میرا کیا کام کرے گا، اس نے کہا تو اپنے آپ کو ایک سو دینار سے زیادہ کا سمجھتا ہے اے غلام اسے ایک سو دینار دے دو جیسا کہ ہم نے کہا ہے اور ہمارے بارے میں حسن ظن کی وجہ سے ایک سو دینار مزید دے دو، پس میں دو سو دینار لے کے واپس آگیا، اس گفتگو اور اس کے چلے جانے کے درمیان صرف ایک جمعہ کا وقفہ تھا۔

المستعین کی واقعات سے واقفیت

المستعین، لوگوں کے حالات و واقعات سے بہت واقفیت رکھتا تھا اور گذشتہ لوگوں کے واقعات معلوم کرنے کا بھی بہت دلدادہ تھا۔

عروہ بن حزام

محمد بن حسن بن درید بیان کرتا ہے کہ مجھے حضرت جعفر الطیار کے غلام ابو البیضا نے بتایا جو بڑا خوش کلام تھا وہ کہتا ہے کہ

ہم المستعین کے زمانے میں مدینہ سے سامرا آئے اور ہم میں آلِ ابی طالب اور دوسرے انصار کی ایک جماعت بھی تھی، ہم ایک ماہ تک اس کے دروازے پر ٹھہرے رہے پھر ہماری اس تک رسائی ہو گئی، پس سب نے اپنے اپنے متعلق بیان کیا اور اس نے ہر ایک سے اُنس و محبّت کا اظہار کیا اور مکّہ اور مدینہ کے حالات و واقعات سے گفتگو کا آغاز کیا، میں تمام جماعت سے اس بارے میں زیادہ واقفیت رکھتا تھا، میں نے کہا کیا امیرالمومنین مجھے بات کرنے کی اجازت دیں گے، اس نے کہا کیا آپ کو اس بات کا اختیار ہے تو میں نے اس کے ساتھ گفتگو کرنی شروع کی اور اس نے لوگوں کے واقعات جاننے کے فنون کے متعلق مسلسل ہمارے ساتھ کلام جاری رکھا پھر ہم واپس چلے آئے اور ہماری بڑی آؤ بھگت ہوئی، ابھی رات کا آغاز ہی ہوا تھا کہ ہمارے پاس ایک خادم آیا جس کے ساتھ کئی ترک اور سوار تھے، پس میں ایک کوتل گھوڑے پر سوار ہو گیا جو ان کے ساتھ تھا وہ مجھے المستعین کے پاس لے آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ محل میں بیٹھا ہوا ہے اس نے مجھے اپنے قریب کیا اور عربوں کے واقعات اور جنگوں اور اہل التتیم کے حالات کے متعلق دلچسپی لینے لگا، پس ہماری گفتگو عذریوں اور متیّموں تک پہنچی تو اس نے مجھے کہا کہ تجھے عروہ بن حزام اور عفراء کے ساتھ اس کے تعلقات کے بارے میں بھی کچھ معلوم ہے، میں نے کہا اے امیرالمومنین! جب عروہ بن حزام، عفراء بنت عقال کے پاس سے واپس آیا تو وہ اس کے غم اور عشق میں مر گیا، ایک قافلہ اس کے پاس سے گذرا جنہوں نے اُسے پہچان لیا، جب وہ عفراء کی فرودگاہ کے پاس پہنچے تو ان میں سے ایک آدمی نے بلند آواز سے کہا ؎

"اے اس محل کے رہنے والے غافلو! ہم تجھے عروہ بن حزام کی موت کی خبر دیتے ہیں۔"

تو عفراء نے اس کی آواز پہچان لی اور جھانک کر کہا ؎

"اے قافلے والو جو چلے جاتے ہو، تمہارا بُرا ہو تم نے عروہ بن حزام کی موت کی خبر دی ہے۔"

تو قافلے والوں میں سے ایک آدمی نے جواب دیا ؎

"ہاں ہم نے اُسے ایک دُور علاقے میں پڑے ہوئے چھوڑا ہے جہاں بیابان اور ٹیلے ہیں۔"

تو عفراء نے انہیں کہا ؎

"جو بات تم کہہ رہے ہو اگر وہ سچ ہے تو سمجھ لو کہ تم نے ہر تاریکی کو دُور کرنے

والے چاند کی موت کی خبر دی ہے پس جوانوں کو تیرے بعد لذت نصیب نہ ہو
اور نہ ہی وہ غیر حاضری سے سلامتی کے ساتھ واپس آئیں اور نہ کوئی عورت
اس جیسا صاحب شرف بچہ پیدا کرے اور نہ ہی اس کے بعد کسی بچہ کی پیدائش
پر خوش ہو اور تم جہاں جا رہے ہو وہاں پر نہ پہنچو تم نے ہر کھانے کی لذت
کو بے مزہ کر دیا ہے۔"

پھر اس نے ان سے پوچھا کہ انہوں نے اسے کس جگہ دفن کیا ہے تو انہوں نے اُسے بتایا تو وہ اس کی قبر کی طرف گئی جب اس سے قریب ہوئی تو کہنے لگی مجھے نیچے اتار دو، میں ایک ضرورت پوری کرنا چاہتی ہوں، انہوں نے اُسے اتارا تو وہ اس کی قبر کی طرف گئی اور اس پر منہ کے بل گر پڑی، اور وہ اس کی آواز سن کر جلدی سے اس کی طرف بھاگے کیا دیکھتے ہیں کہ وہ قبر پر لیٹی ہوئی ہے اور اس کی جان نکل چکی ہے تو انہوں نے اُسے اس کی قبر کے پہلو میں دفن کر دیا، راوی بیان کرتا ہے پھر اس نے مجھے کہا، کیا اس کے علاوہ بھی تجھے کچھ حالات معلوم ہیں میں نے کہا ہاں امیر المومنین معلوم ہیں، یہ بات ہمیں مالک بن صباح عدوی نے الہیثم بن عدی بن ہشام بن عروہ سے بتائی وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ اس نے بیان کیا ہے کہ مجھے حضرت عثمانؓ بن عفان نے بنی عذرہ میں جو ان کے قبیلے کے علاقے میں رہتے ہیں جنہیں بنو متبذہ کہتے ہیں، صدقہ لینے کے لیے بھیجا، کیا دیکھتا ہوں کہ قبیلے سے الگ ایک نیا مکان بنا ہوا ہے میں اس کی طرف گیا تو دیکھا کہ ایک نوجوان مکان کے سائے میں کھڑا ہے اور ایک بڑھیا مکان کے ایک کونے میں بیٹھی ہوئی ہے، جب اس نے مجھے دیکھا تو اس نے کمزور سی آواز کے ساتھ یہ اشعار پڑھے ؎

"میں نے یمامہ اور نجد کے دونوں حکیموں سے کہا کہ اگر وہ مجھے میری بیماری سے
شفا دے دیں تو انہیں منہ مانگا انعام دیا جائے گا تو ان دونوں نے کہا بہت
اچھا، ہم پوری طرح بیماری سے شفا دیں گے اور عیادت کرنے والوں کے
ساتھ دونوں جلدی کرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے پس جو شربت اور تعویذ
بھی انہیں معلوم تھا وہ اُنہوں نے مجھے پلا دیا اور کہنے لگے اللہ تجھے شفا دے
خدا کی قسم جو تیری پسلیوں میں بیماری ہے اس کا علاج ہمارے پاس نہیں
پس مجھے عفراء پر افسوس ہے وہ سینے اور اندرونے میں نیزے کی نوک کی

طرح چبھ رہی ہے، عفراء کو میری محبت کا بہت بڑا حصّہ ملا ہے اور عفراء مجھ سے
مُنہ پھیرے ہوئے ہے میں حشر سے محبت رکھتا ہوں کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ
حشر کے روز میری اور عفراء کی ملاقات ہوگی اللہ تعالیٰ چغل خوروں پر اور ان کی
اس بات پر لعنت کرے کہ فلاں عورت فلاں شخص کی دوست بن گئی ہے۔"

پھر اس نے ہلکا سا سانس لیا، میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو وہ فوت ہو چکا تھا میں نے کہا اے بُڑھیا تیرے مکان کے صحن میں سونے والا یہ شخص میرے خیال میں فوت ہو چکا ہے، اس نے جواب دیا خدا کی قسم میرا بھی یہی خیال ہے پھر اس نے اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا رب کعبہ کی قسم یہ مر گیا ہے، میں نے پوچھا یہ کون ہے، اس نے جواب دیا عروہ بن حزام العذری اور میں اس کی ماں ہوں، خدا کی قسم سوائے اس دن کے، میں نے ایک سال سے اس کے رونے کی آواز نہیں سُنی، میں نے اُسے کہتے ہوئے سُنا کہ

"میری ماؤں میں سے کون ہمیشہ رونے والا ہوگا، میں آج اپنی جان کو قبض ہوتے
دیکھ رہا ہوں، اس بات کو اچھی طرح سُن لو، کیونکہ جب میں چت لیٹا ہوا لوگوں
کی گردنوں پر سوار ہوں گا، تو میں نہیں سُن سکوں گا۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ میں وہاں ٹھہر گیا اور اس کی تجہیز و تکفین نماز جنازہ اور تدفین میں شامل ہوا وہ بیان کرتا ہے کہ حضرت عثمان نے کہا تجھے اس بات کی طرف کس چیز نے آمادہ کیا، میں نے کہا خدا کی قسم اجر کے حصول نے، وہ بیان کرتا ہے کہ ساری جماعت پہنچ گئی اور آپ نے مجھے سب سے زیادہ انعام دیا۔

مجنون بنی عامر کی بات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ تمیمیوں کے اسلاف کے واقعات بڑے عجیب اور ان کے اشعار بہت خوب صورت ہیں، ان میں سے ایک بات یہ ہے جسے ہم سے قاضی ابوخلیفہ الفضل بن الحباب الجمعی نے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ہمیں محمد بن سلام الجمعی نے بتایا کہ مجھے ابو الهیاج بن سابق نجدی ثم الثقفی نے بتایا کہ میں ایک روز مجنون کی ملاقات کے لیے بنی عامر کے علاقے کی طرف گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا باپ بہت بوڑھا ہے اور اس کے بھائی جوان اور آسودہ حال ہیں میں نے ان سے مجنون کے متعلق پوچھا تو وہ چشم پُرآب ہو گئے اور بوڑھا کہنے لگا، خدا کی قسم میرے نزدیک وہ ان سب سے اچھا تھا، اُسے اپنی قوم کی ایک عورت کے ساتھ عشق ہو گیا ہے، خدا کی

قسم وہ اس جیسے آدمی کی خواہش نہیں رکھتی، جب لڑکی کے باپ کو ان دونوں کے حالات سے آگاہی ہوئی تو اس کے باپ نے اس کے ساتھ شادی کرنے کو ناپسند کیا اور کسی دوسرے آدمی کے ساتھ اس کی شادی کر دی، پس ہم نے اُسے بیڑیاں ڈال دیں اور وہ اپنے دونوں ہونٹوں اور زبان کو کاٹنے لگا یہاں تک کہ ہمیں خدشہ پیدا ہو گیا کہ وہ ان دونوں کو کاٹ دے گا، جب ہم نے اس کی یہ کیفیت دیکھی تو اس کا راستہ چھوڑ دیا تو وہ ان جنگلوں میں چلا گیا اور اس کا کھانا ہر روز وہاں لے جایا جاتا اور وہاں رکھ دیا جاتا جہاں سے وہ اُسے دیکھ سکتا، جب وہ اُسے دیکھ لیتا تو آ کر کھا لیتا، اور جب اس کے کپڑے پھٹ جاتے تو اس کے کپڑے لے جا کر وہاں رکھ دیے جاتے جہاں سے وہ انہیں دیکھ سکتا، میں نے ان سے پوچھا کہ وہ مجھے اس کے متعلق بتائیں تو انہوں نے مجھے قبیلے کے ایک نوجوان کے متعلق بتایا اور کہا کہ یہ ہمیشہ اس کا دوست رہا ہے اور اس کے سوا وہ کسی آدمی سے مانوس نہیں، میں نے اس سے پوچھا کہ مجھے اس کے متعلق بتاؤ، اس نے کہا اگر آپ اس کے اشعار چاہتے ہیں تو گذشتہ کل تک اس کے سب اشعار میرے پاس تھے میں کل اس کی طرف جاؤں گا اگر اس نے کوئی بات کی تو میں اُسے تمہارے پاس لے آؤں گا، میں نے کہا، میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے اس کے متعلق بتائے، اس نے کہا اگر اس نے تجھے دیکھ لیا تو وہ تجھ سے فرار اختیار کر جائے گا اور میں اس بات سے بھی خائف ہوں کہ وہ اس کے بعد میرے ہاتھ سے بھی جاتا رہے گا اور اس کے اشعار بھی جاتے رہیں گے مگر میں نے یہی کہا کہ مجھے بتاؤ کہ وہ کہاں ہے، اس نے کہا کہ اُسے اس صحرا میں تلاش کر اور جب تو اُسے دیکھ لے تو محبت کے ساتھ اس کے قریب ہو وہ تجھے ڈرائے اور دھمکائے گا کہ جو چیز اس کے ہاتھ میں ہے وہ تجھے دے مارے گا تم اس طرح بیٹھ جانا کہ گویا تم اس کی طرف نہیں دیکھ رہے اور اس کو دیکھتے رہنا۔ جب تم دیکھ لو کہ وہ پُرسکون ہو گیا ہے تو قیس بن ذریح کے کچھ اشعار پڑھنا کیونکہ وہ اس سے بہت خوش ہوتا ہے،

راوی بیان کرتا ہے کہ میں ایک روز اس کی طرف گیا تو عصر کے بعد میں نے اُسے ایک ٹیلے پر بیٹھے دیکھ لیا وہ اپنی اُنگلیوں سے لکیریں کھینچ رہا تھا میں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس کے قریب ہو گیا تو وہ ایسے بھاگا جیسے جنگلی جانور انسان سے بھاگتا ہے، اس کی ایک جانب پتھر پڑے ہوئے تھے اس نے ان میں سے ایک پتھر پکڑ لیا میں آ کر اس کے قریب ہو کر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر ٹھہرا رہا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ بدکا ہوا ہے جب میری نشست

طویل ہو گئی تو وہ پُر سکون ہو گیا اور اپنی اُنگلی سے کھیلنے لگا، میں نے اس کی طرف دیکھا اور کہا خدا کی قسم قیس بن ذریح نے کیا خوب کہا ہے ؎

"جو کچھ ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے میں اس کے خوف سے رو رو کر اپنی آنکھوں کے آنسوؤں کو ختم کر دینے والا ہوں اور انہوں نے کہا، فراق محبوب جو ابھی تک نہیں ہوا، کل گویا اس کے بعد رات کو ہونے والا ہے، مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ میری موت میرے ہاتھ میں ہے، مگر جو مصیبت آنے والی ہے وہ آ کر رہے گی۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم وہ رو پڑا اور اس کے آنسو بہہ نکلے پھر کہنے لگا خدا کی قسم میں اس سے اچھا شاعر ہوں اور میں نے یہ شعر کہے ہیں ؎

"عامری عورت کی محبت کے سوا دل نے کسی اور سے محبت کرنے سے انکار کر دیا ہے اس کی کنیت عمرو ہے حالانکہ کوئی عمرو اس کے ہاں نہیں، قریب ہے کہ جب میں اُسے چھوؤں تو میرا ہاتھ تر ہو جائے اور اس کی اطراف میں سبز پتے نکل آئیں، میں زمانے کی تنگ و دو سے حیران ہوں جو وہ میرے اور اس کے درمیان کر رہا ہے، جب وہ بات جو ہمارے درمیان ہے ختم ہو گئی تو زمانے کو بھی سکون حاصل ہو گیا، اے اس کی محبت ہر رات میری جلن کو زیادہ کر دے اور اے زمانے کی تسلی تیری وعدہ گاہ حشر ہے۔"

راوی بیان کرتا ہے پھر وہ اُٹھ گیا اور میں واپس آ گیا، پھر میں دوسرے دن دوبارہ گیا اور اُسے پا لیا اور کل والا کام کیا، جب وہ مانوس ہو گیا تو میں نے کہا خدا کی قسم قیس بن ذریح نے بہت اچھا کہا ہے، اس نے کہا کیا کہا ہے میں نے کہا ؎

"مجھے وہ آدمی بتاؤ کہ اگر تم اس سے حسن سلوک کرو تو وہ شکر گذار ہو اور اگر تم حسن سلوک نہ کرو تو وہ درگذر کرنے والا ہو اگرچہ لوگوں نے ہماری جدائی کی طرف اشارہ کیا ہے مگر جو بات میرے اور تیرے درمیان ہے وہ بہت اچھی ہے۔"

تو وہ رو کر کہنے لگا میں نے اس سے اچھے اشعار کہے ہیں اور میں اس لیے بہتر شعر کہنے والا ہوں۔ ؎

"تو نے مجھے اپنے قریب کیا، یہاں تک کہ مجھے ایک ایسی بات سے قید کر لیا جو
کنکریلی زمین میں شکیزے کے منہ پر بندھی ہوئی رسّی کو کھول دیتی ہے تو نے
مجھ سے بدسلوکی کی ہے اب میرے لیے کوئی حیلہ باقی نہیں رہا اور پسلیوں
کے درمیان تو نے جو چیز چھوڑنی تھی وہ چھوڑ دی ہے۔"

پھر ہمارے سامنے ایک ہرنی آئی تو وہ اس کے پیچھے دوڑ پڑا اور میں واپس چلا آیا، پھر میں تیسرے دن بھی گیا مگر اس سے ملاقات نہ ہوئی اور میں نے واپس آ کر انہیں بتایا تو انہوں نے اس شخص کو بھیجا جو اس کا کھانا لے کر جاتا تھا، اس نے واپس آ کر بتایا کہ کھانا اسی طرح پڑا ہے پھر میں اس کے بھائیوں کے ساتھ گیا اور ہم اُسے ایک رات اور ایک دن تلاش کرتے رہے، جب صبح ہوئی تو ہم نے اُسے ایک ایسی وادی میں پایا جو بہت پتھروں والی تھی، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ مرا پڑا ہے اس کے بھائیوں نے اُسے اُٹھا لیا اور میں اپنے شہر کو واپس آ گیا۔

بغاء الکبیر کی وفات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ۲۴۸ھ میں بغاء الکبیر ترکی فوت ہو گیا اس کی عمر نوّے سال سے کچھ زیادہ تھی وہ اتنی جنگوں میں شامل ہوا کہ کسی شخص نے اتنی جنگوں میں شمولیت نہیں کی مگر کبھی اُسے زخم نہیں آیا، اس کا بیٹا موسےٰ بن بغاء اس کا جانشین بنا اور اس نے اس کے اصحاب کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اُنہوں نے اُسے قیادت سونپ دی، بغاء ترکوں کے درمیان مذہبی آدمی تھا اور معتصم کے غلاموں میں سے تھا اور بڑی بڑی جنگوں میں بہ نفس نفیس حاضر ہوتا تھا اور صحیح و سالم ان سے واپس آتا تھا اور کہتا تھا کہ موت زرہ ہے۔

بغاء کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا

وہ لوہے کے سوا اپنے جسم پر اور کوئی چیز نہ پہنتا تھا اُسے اس بارے میں ملامت کی گئی تو اس نے کہا کہ میں نے خواب میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ دیکھا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ اے بغاء تو نے میری اُمت کے ایک آدمی کے ساتھ حسنِ سلوک کیا تو اس نے تیرے لیے دُعائیں کیں جو قبول ہو گئیں وہ کہتا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون شخص ہے تو آپؐ نے فرمایا جس کو تُو نے درندوں سے بچایا تھا، میں نے کہا یا رسول اللہ اپنے رب سے دُعا کیجیے کہ وہ میری عمر دراز

کرے، تو آپ نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا اے اللہ اس کی عمر کو دراز فرما اور اس کی مدت کو پورا کر، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری عمر بچا نوے سال ہو تو ایک آدمی نے جو آپ کے سامنے تھا، کہا، اور یہ آفات سے محفوظ رہے، میں نے اس آدمی سے کہا، آپ کون ہیں؟ تو اس نے جواب دیا میں علی بن ابی طالب ہوں، اس کے بعد میں خواب سے بیدار ہو گیا اور میں کہہ رہا تھا علیؓ بن ابی طالب!

ایک طالبی کے ساتھ اس کا حُسن سلوک

بغاء طالبیوں کے ساتھ بہت حُسن سلوک کرتا اور مہربانی سے پیش آتا تھا، اس سے دریافت کیا گیا کہ وہ کون شخص تھا جسے تُو نے درندوں سے بچایا تھا، اس نے کہا کہ معتصم کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس پر بدعت کا الزام تھا وہ رات کو خلوت میں گفتگو کرتے رہے پھر معتصم نے مجھے کہا کہ اس کو پکڑ کر درندوں کے آگے ڈال دو، میں اس آدمی کو درندوں کے آگے ڈالنے کے لیے لے آیا اور میں اس پر بہت ناراض تھا، میں نے اُسے کہتے ہوئے سُنا اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے تیری خاطر گفتگو کی ہے اور تیرے سوا غیر کا ارادہ نہیں کیا اور تیری اطاعت سے تیرا قرب چاہا ہے اور تیرے مخالف پر حق کو قائم کیا ہے، کیا تو مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دے گا، بغاء کہتا ہے کہ میں لرز گیا، مجھ میں نرمی پیدا ہو گئی، میرے دل میں اس کا رُعب پڑ گیا اور میں نے اُسے درندوں کی جگہ سے کھینچ کر ایک طرف کر دیا، حالانکہ میں اُسے اس میں پھینکنے لگا تھا، پس میں نے اُسے اپنے کمرے میں لا کر چھُپا دیا پھر میں معتصم کے پاس آیا، اس نے مجھ سے پوچھا اس کا کیا بنا ہے؟ میں نے کہا میں نے اُسے درندوں کے آگے ڈال دیا ہے، اس نے کہا تو نے اُسے کیا کہتے سُنا ہے؟ میں نے کہا میں عجمی ہوں اور وہ عربی میں بات کرتا تھا، میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کہتا تھا، وہ آدمی بڑا سخت تھا، جب صبح ہوئی تو میں نے اس آدمی سے کہا، میں نے دروازے کھول دیے ہیں اور میں حفاظتی دستے کے جوانوں کے ساتھ تجھے بھیج رہا ہوں اور میں نے تجھے اپنے آپ پر ترجیح دی ہے اور میں نے اپنی جان پر کھیل کر تجھے بچایا ہے، کوشش کرنا کہ معتصم کے زمانے میں تیرا پتہ نہ چلے اس نے کہا بہت اچھا، میں نے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ معتصم کے کارندوں میں سے ایک آدمی نے ہمارے علاقے میں فسق و فجور، حق کی بیخ کنی اور باطل پرستی شروع کر دی یہ بات فسادِ شریعت اور ہدم توحید تک پہنچ گئی مگر اس کے خلاف مجھے کوئی مددگار نہ ملا تو

میں نے ایک شب اس پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا کیونکہ شریعت اُسے اس سزا کا مستحق ٹھہراتی تھی۔

المستعین اور تُرک

مسعودی بیان کرتا ہے کہ جب المستعین، وصیف اور بغاء بغداد میں چلے آئے تو سامرا میں ترک، فراغنہ اور دیگر غلام پریشان رہنے لگے اور انہوں نے ایک جماعت کو المستعین کی طرف بھیجنے کا ارادہ کیا جو اُسے کہے کہ وہ اپنے دارالسلطنت میں واپس آجائیے، غلاموں کے متعدد لیڈر چادروں، چھڑیوں، کچھ خزانوں اور دوسو دینار کے ساتھ اس کے پاس گئے اور اس سے دارالسلطنت کی طرف واپسی کے متعلق پوچھنے لگے اور انہوں نے اپنے گناہوں اور خطاؤں کا اقرار و اعتراف بھی کیا، اور انہوں نے یہ ضمانت بھی دی کہ نہ وہ اور نہ ان کے ہم رتبہ لوگ اس قسم کی حرکت کریں گے جو اُسے ناپسند ہو اور انہوں نے بڑی عاجزی کا اظہار کیا، مگر انہیں وہ جواب ملا، جسے وہ سُننا نہیں چاہتے تھے اور انہوں نے سرمن رائی کی طرف واپس جا کر اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ انہیں کیا تکلیف پہنچی ہے اور وہ خلیفہ کی واپسی کے بارے میں مایوس ہو چکے ہیں۔

غلاموں کا المعتز کی بیعت پر اتفاق کرنا

المستعین جب بغداد آیا تو اس نے المعتز اور المؤید کو گرفتار کر لیا اور ان دونوں کو اپنے ساتھ لے آیا پھر وہ جنگ کے دوران بھاگ گیا تو غلاموں نے المعتز کو رہا کروانے اس کی بیعت کرنے اور اس کی خلافت کی اطاعت گذاری کرنے اور المستعین اور اس کے حامیوں سے بغداد میں جنگ کرنے پر اتفاق کر لیا، اُنہوں نے اُسے ایک جگہ پر اُتارا جو لؤلؤۃ الجوسق (موتی محل) کے نام سے مشہور ہے، وہ وہاں پر اپنے بھائی المؤید کے ساتھ بندھا ہوا تھا، اُنہوں نے اس کی بیعت کی یہ ۱۱ محرم ۲۵۱ھ بدھ کی رات کا واقعہ ہے وہ اس دن کی صبح کو سوار ہو کر دارالعوام میں گیا اور لوگوں کی بیعت لی اور اپنے بھائی المؤید کو خلعت دیا اور اس کے لیے دو جھنڈے باندھے سیاہ اور سفید، سیاہ جھنڈا اپنے بعد ولی عہد ہونے کا تھا اور سفید جھنڈا حرمین کی ولایت کا تھا، اور سامرا سے المعتز باللہ کی خلافت کی چٹھیاں دیگر شہروں میں بھیج دی گئیں اور اُن پر جعفر بن محمد الکاتب کی تاریخ ڈالی گئی اور اس نے اپنے بھائی ابواحمد کو کئی غلاموں کے ساتھ بغداد میں المستعین سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا وہ بغداد گیا اور بغداد میں المعتز اور المستعین کے درمیان پہلی جنگ ہوئی محمد بن الواثق، المعتز باللہ کی طرف بھاگ کر آگیا۔ اس سال ۱۵ صفر تک ان کے اور اہل بغداد کے درمیان جنگ جاری

رہی، جب ان کے درمیان جنگ ٹھن گئی تو المعتز کے حالات بہتر ہوتے گئے اور المستعین کی حالت پتلی ہوتی گئی اور فتنہ عام ہو گیا۔

جب محمد بن عبداللہ بن طاہر نے یہ صورتِ حال دیکھی تو اس نے المعتز سے خط و کتابت کی اور اس کی طرف جُھک گیا اور المستعین کی معزولی کی شرط پر صلح کی طرف مائل ہو گیا، جب بغداد کے عوام کو اس بات کا پتہ چلا کہ اس نے المستعین کو معزول کرنے کا عزم کیا ہوا ہے تو اس سے بڑی خرابی پیدا ہو گئی جو المستعین کی مددگار تھی، پس محمد بن عبداللہ نے المستعین کو اپنے محل کی چوٹی پر چڑھایا اور عوام سے اس کو مخاطب کیا، اس نے اپنے اُوپر چادر لی ہوئی تھی اور چھڑی اس کے ہاتھ میں تھی اور اس کی معزولی کے متعلق جو اطلاع انہیں پہنچی تھی اس سے انکار کیا اور محمد بن عبداللہ بن طاہر کا شکریہ ادا کیا، پھر محمد بن عبداللہ بن طاہر اور ابو احمد الموفق کی الشماسیہ میں ملاقات ہوئی اور ان دونوں نے المستعین کی معزولی پر ان شرائط کے ساتھ اتفاق کیا کہ اُسے اور اس کے اہل اور بیٹوں اور ان کی مقبوضہ املاک کو امان حاصل ہو گی اور یہ کہ وہ مکہ جانے کے وقت تک واسط، عراق میں قیام کرے گا، پس المعتز نے اُسے اپنے متعلق شرائط لکھ بھیجیں کہ وہ جب ان شروط کو توڑے گا تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے بری ہوں گے اور لوگ اس کی بیعت سے آزاد ہوں گے، اس کے علاوہ کچھ اور عہد بھی تھے جن کا ذکر طویل ہے اس کے بعد جب اس نے ان شرائط کی مخالفت کی تو المعتز نے اُسے چھوڑ دیا۔ اور المستعین نے اپنے آپ کو خلافت سے علیحدہ کر لیا یہ ۳ محرم ۲۵۲ھ جمعرات کے دن کا واقعہ ہے۔

بغداد میں اس کی آمد اور علیحدگی کے درمیان پورے ایک سال کا عرصہ ہے اور اس کی خلافت کا زمانہ، اختلاف کے باوجود تین سال آٹھ ماہ اٹھارہ دن بنتا ہے، وہ بغداد میں حسن بن وہب کے گھر آ گیا اور اس نے اپنے اہل اور اولاد کو اکٹھا کر لیا پھر وہ واسط آ گیا، اس کے ساتھ احمد بن طولون ترکی کو کیا گیا یہ اس کے والی مصر بننے سے پہلے کی بات ہے اور اُسے معلوم ہو گیا کہ محمد بن عبداللہ بن طاہر، المستعین کے معاملہ میں عاجز آ گیا ہے تبھی تو اس نے پناہ لی ہے اور اُسے چھوڑ کر المعتز باللہ کی طرف مائل ہو گیا ہے، اس بارے میں اس دَور کے ایک بغدادی شاعر نے کہا ہے ؂

"ترکوں نے ہم پہ تہمت تراش کر ہمیں گھیر لیا اور بجو ہمیشہ اپنے بل میں رہتا

ہے۔ وہ وہاں ذلّت اور رسوائی کے ساتھ مقیم رہتا ہے اور جب ظاہر ہوتا ہے تو ہمارے لیے دھوکہ بازی کی طرح ملامت کو نمایاں کرتا ہے تو نے المستعین کے حق کا خیال نہیں کیا اب تو تقدیر کے حادثات اس کے خلاف مدد کر رہے ہیں، اس نے ملامت، خیانت اور ذلت کو اکٹھا کر لیا ہے اور آلِ طاہر کے لیے عار باقی رہ گئی ہے۔"

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں جب المستعین کی معزولی کا معاملہ پیش آیا تو ابو احمد الموفق بغداد سے سامرا آگیا، تو المعتز نے اُسے خلعت دیا اور تاج پہنایا اور دو ہار پہنائے، اور اس کے ساتھی جرنیلوں کو بھی خلعت دیے۔ اور محمد بن عبداللہ کا بھائی عبیداللہ بن طاہر، چادر، چھڑی، تلوار اور خلافت کے جواہرات کے ساتھ المعتز کے پاس آیا، اس کے ساتھ شاہک خادم بھی تھا، اور محمد بن عبداللہ نے المعتز کو شاہک کے بارے میں لکھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثوں میں سے جو شخص تیرے پاس آئے وہ اس بات کا مستحق ہے کہ تو اس سے عہد شکنی نہ کرے، المستعین نے اپنے وزیر احمد بن صالح بن شیرزاد کو بھی خلعت دیا۔

المستعین کی موت

۲۵۲ھ کے رمضان میں المعتز باللہ نے، سعید بن صالح حاجب کو المستعین کی ملاقات کے لیے بھیجا، یہ اُن لوگوں میں سے تھا جنہوں نے واسط میں اس پر حملہ کیا تھا، سعید اُسے ملا اور اس نے سامرا کے قریب اُسے قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر المعتز کے پاس لے آیا اور اس کے جسم کو راستے میں ہی پڑا رہنے دیا یہاں تک کہ عوام کی ایک جماعت نے اُسے دفن کر دیا، المستعین کی وفات ۳ شوال ۲۵۲ھ کو بدھ کے روز ہوئی، اس وقت وہ پینتیس ۳۵ سال کا تھا جیسا کہ ہم اس باب کے شروع میں بیان کر آئے ہیں شاہک خادم کا بیان ہے کہ جب المعتز نے المستعین کو سامرا کی طرف بھیجا تو میں اس کا ردیف تھا ہم اس وقت عماریہ میں تھے جب وہ قاطول پہنچا تو اُسے بہت بڑا لشکر ملا، اس نے کہا اے شاہک دیکھ ان لوگوں کا سردار کون ہے؟ اگر سعید حاجب ہے تو میں مارا گیا جب میں نے اُسے دیکھا تو میں نے کہا خدا کی قسم وہ سعید ہی ہے تو اس نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور کہا خدا کی قسم میری جان جاتی رہی ہے اور رونا شروع کر دیا، جب سعید اس کے قریب ہوا تو اُسے کوڑے سے متوجہ کرنے لگا پھر اُسے لٹا کر اس کے سینے پر بیٹھ گیا اور اس کا سر کاٹ لیا اور اسے المعتز کے پاس لے آیا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں پس المعتز کے حالات ٹھیک ہو گئے اور لوگ اس پر متفق ہو گئے۔

ہم نے اس کتاب میں المستعین کے جو حالات بیان کیے ہیں ان کے علاوہ اس کے مزید حالات بھی ہیں ہم نے ان کا تذکرہ اپنی دو کتابوں "اخبار الزمان" اور "الاوسط" میں کیا ہے ہم نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے صرف اس خیال سے لکھا ہے کہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ ہم نے ان کے بیان کرنے سے غفلت کی ہے یا ہم ان کو سمجھ نہیں سکے ہم نے بفضل خدا لوگوں کے حالات اور سیر اور ان کے زمانے کے واقعات کے بیان کرنے میں کسی بات کو نہیں چھوڑا ہے نیز ہم نے اپنی کتابوں میں اچھی باتوں کا ذکر کیا ہے۔ وفوق کل ذی علم علیم واللہ الموفق للصواب۔

باب چہارم

المعتز باللہ کی خلافت

مختصر حالات

زبیر بن جعفر المتوکل، جسے المعتز باللہ کہتے ہیں اس کی بیعت کی گئی اس کی ماں اُم ولد تھی جس کا نام قبیحہ تھا، اس کی کنیت ابو عبداللہ تھی، المستعین کے از خود علیحدگی اختیار کر لینے کے بعد اس کی عمر اٹھارہ سال تھی یہ ۲ محرم جمعرات کے روز کا واقعہ ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۳ محرم ۲۵۲ھ کا ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، اس کی بیعت جرنیلوں، غلاموں، نوکروں اور اہل بغداد نے کی اور بغداد کی جامع مسجد میں اس کے نام کا خطبہ دیا گیا۔

پھر المعتز نے ۲۷ رجب ۲۵۵ھ کو سوموار کے روز از خود علیحدگی اختیار کر لی، اور علیحدگی کے چھ دن بعد مر گیا، اس کی خلافت ساڑھے چار سال رہی اور وہ سامرا میں دفن ہوا المستعین کی علیحدگی سے قبل جب اس کی سامرا میں بیعت ہوئی، اس کی اپنی علیحدگی کے وقت تک چار سال چھ ماہ اور چند دن کا عرصہ بنتا ہے اور جب بغداد میں اس کی بیعت ہوئی اس وقت سے لے کر اس کی مدت تین سال سات ماہ بنتی ہے اور وفات کے وقت اس کی عمر چوبیس سال تھی۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دور کی ایک جھلک

اپنی علیحدگی کے متعلق اس کا بیان

جب المستعین نے خلافت سے علیحدگی اختیار کی اور واسط کی طرف چلا آیا ـــــ تو اس نے

اپنے متعلق کہا کہ جب اس نے اختلاف کو دیکھا تو اس نے خلافت سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور وہ اس کے اہل بھی نہیں ہے اور اس نے لوگوں کو اپنی بیعت سے آزاد کر دیا ہے اس بارے میں شعراء نے اس کی تعریف میں بہت کچھ کہا ہے، بحتری اپنے طویل قصیدے میں کہتا ہے ؎

"مرغ، واسط کی طرف چلا گیا ہے اور مُرغ کے گوشت میں پیچے نہیں ہوتے۔"

اس بارے میں کنانی اپنے قصیدے میں کہتا ہے ؎

"میں تجھے فراق سے پریشان دیکھ رہا ہوں اور امام نے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور رونق اور خلافت کے بعد احمد بن محمد معزول ہو گیا ہے۔ اس کا زمانہ پھولوں کی طرح مسکراتا تھا اور وہ موسم بہار تھا پس قضا و قدر نے اُسے بلند مراتب سے اُتارا اور وہ واسط میں قیام پذیر ہو گیا اور وہ وہاں سے آنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ المستعین کی علیحدگی اور اس کے قتل ہونے کے درمیان نو ماہ اور چند دن کا عرصہ ہے۔"

اہلِ علم کی ایک جماعت کی وفات

المستعین کی خلافت میں اہلِ علم اور محدثین کی ایک جماعت کی وفات ہوئی، جن میں ابو ہاشم محمد بن زید رفاعی، ایوب بن محمد الوراق اور ابوکریب محمد بن العلا الہمدانی کوفہ میں وفات پا گئے اور احمد بن صالح مصری، ابوالولید السری الدمشقی اور عیسٰے بن حماد زغبۃ المصری نے مصر میں وفات پائی، ان کی کنیت ابوموسیٰ تھی اور ابوجعفر بن سوار کوفی بھی وفات پا گئے۔

یہ واقعہ ۲۴۸ھ کا ہے اور المستعین کی خلافت میں ۲۴۹ھ میں حسن بن صالح البزار کی وفات ہوئی۔ یہ بلند پایہ اصحابِ حدیث میں سے تھے، ہشام بن خالد دمشقی اور محمد بن سلیمان الجہنی نے المصیصہ میں وفات پائی، حسن بن محمد بن طالوت اور ابوحفص صیرفی نے سامرا میں وفات پائی اور محمد بن زنبور المکی مکہ میں فوت ہوئے، سلیمان بن ابی طیبہ اور موسیٰ بن عبدالرحمٰن البرقی نے بھی وفات پائی اور ۲۵۰ھ میں المستعین کی خلافت میں قاضی بصرہ ابراہیم بن محمد تمیمی، محمود بن خداش، ابومسلم احمد بن ابی شعیب الحرانی، حارث بن مسکین مصری، ابوطاہر احمد بن عمرو ابن السرح اور ان کے علاوہ شیوخ محدثین اور ناقلین آثار نے وفات پائی۔ جن کے ذکر سے ہم نے پہلوتہی کی ہے، وہ ان لوگوں میں شامل ہیں جن کا ذکر ہم نے صحابہؓ

کے اوائل زمانہ سے لے کر ۳۳۲ھ تک کیا ہے، ہم نے ان لوگوں کا ذکر اپنی کتاب الاوسط میں پچھلے سال میں کیا ہے، جن لوگوں کی وفات کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ صرف اس لیے کیا ہے کہ ہم اس کتاب کو ان کے ضروری ذکر سے خالی نہ رکھیں۔

سُرخ یاقوت کا نگینہ

۲۴۸ھ میں المستعین نے خلافت کے خزانے سے سُرخ یاقوت کا نگینہ نکالا جو جبلی کے نام سے معروف تھا اور بادشاہ اس کی حفاظت کرتے تھے، ہارون الرشید نے اُسے چالیس ہزار دینار میں خریدا تھا اور اس پر اپنا نام احمد کندہ کروایا تھا اور اس نے یہ نگینہ اپنی اُنگلی میں پہنا تو لوگوں نے آپس میں باتیں کیں اس نے بیان کیا کہ اس نگینے کو ایرانی بادشاہ ایک دوسرے سے حاصل کرتے رہے ہیں اور قدیم زمانے میں اس پر کچھ کندہ کروایا گیا تھا اور اس نے یہ بھی بیان کیا کہ جس بادشاہ نے اس پر کچھ نقش کروایا وہ مقتول ہو کر مرا، اور جب بادشاہ مرجاتا تو اس کے بعد بیٹھنے والا بادشاہ نقش کو کھرچ دیتا، یہ پے درپے بادشاہوں کا پہناوا بنتا رہا اور یہ غیر منقوش تھا جب یہ کسی نادر بادشاہ کے ہاتھ لگتا تو وہ اس پر نقش کروا دیتا، یہ نگینہ سُرخ یاقوت کا تھا یہ رات کو چراغ کی روشنی کی طرح چمکتا تھا جب اسے کسی بے چراغ گھر میں رکھا جاتا تو وہ چمک اُٹھتا اور رات کے وقت اس میں تصاویر نظر آتیں اس کے بہت اچھے واقعات ہیں، جن کا ذکر ہم نے اپنی کتاب " اخبار الزمان" میں ایرانی بادشاہوں کی انگوٹھیوں کے ذکر میں کیا ہے، یہ نگینہ المقتدر کے زمانے میں ظاہر ہوا تھا۔ اس کے بعد پھر اس کا ذکر ماند پڑ گیا۔

المعتز کے متعلق چند باتیں

جب المعتز کی حکومت قائم ہوگئی اور المستعین کے خلافت سے علیحدگی اختیار کرنے سے خلافت اس کے لیے مستحکم ہوگئی تو شعراء کی ایک جماعت نے اس کے متعلق بہت کچھ کہا ان میں سے مروان بن ابی الجنوب اپنے طویل قصیدے میں کہتا ہے ؎

" امورِ خلافت المعتز کی طرف پلٹ آئے ہیں اور المستعین اپنے حالات کی طرف
پلٹ آیا ہے وہ سمجھتا تھا کہ حکومت اس کے لیے نہیں بلکہ تیرے لیے
ہے لیکن اس کے نفس نے اُسے دھوکہ دیا۔"

اس بارے میں سامرا کا ایک آدمی کہتا ہے بعض نے کہا کہ وہ بحتری تھا ؎

" ترکی گروہ کا کیا کہنا جس نے اپنے زمانے کے مصائب کو تلوار کے ساتھ

والپس کر دیا ہے انہوں نے احمد بن محمد خلیفہ کو قتل کر دیا اور تمام لوگوں کو
خوف کا لباس زیب تن کر دا دیا اور انہوں نے سرکشی اختیار کی تو ہمارا ملک
ٹکڑے ہو گیا اور ملک میں ہمارے امام کی حیثیت مہمان کی طرح ہے۔"
المعتز کو حکومت کے مل جانے اور اس پر اتفاق ہونے کے متعلق ابو علی البصیر کہتا ہے
"اسلام کی حکومت بہترین مقام پر آگئی ہے اور ملک اپنے پاؤں پر کھڑا
ہو گیا ہے اور سفر اور دوری کی صعوبت کے بعد مطمئن اور پر سکون ہو گیا
ہے پس خدائے واحد کی ستائش کر اور جس نے حماقت کی ہے اُسے معاف
کر کے زیادہ ثواب حاصل کر۔"

المعتز کے وزراء

جعفر بن محمد، المعتز کا وزیر تھا پھر اس نے ایک جماعت کو وزیر
بنایا اور صالح بن وصیف کے نام سے خطوط جاری ہوتے گو یا وہ
وزارت کی علامت تھا، ابو الحسن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد کی وفات المعتز
باللہ کی خلافت میں ۲۶ جمادی الآخرۃ ۲۵۴ھ کو سوموار کے روز ہوئی اس وقت اس کی عمر
چالیس سال تھی بعض کہتے ہیں کہ بیالیس سال تھی اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ
تھی اس کے جنازہ میں ایک لونڈی کو یہ کہتے سُنا گیا کہ ہمیں سوموار کے روز ایسی مصیبت
پہنچی ہے جو قدیم و جدید مصائب کو یاد دلانے والی ہے اس کی نماز جنازہ احمد بن المتوکل
علی اللہ نے شارع ابی احمد میں، سامرا میں اس کے گھر میں پڑھائی اور وہیں اُسے دفن
کیا گیا۔

علی بن محمد طالبی

ابن الازہر نے ہمیں بتایا کہ مجھے القاسم بن عباد نے بتایا کہ مجھے یحییٰ بن ہرثمہ
نے بتایا وہ بیان کرتا ہے کہ مجھے متوکل نے علی بن محمد بن علی بن موسیٰ
بن جعفر کو کسی شکایت کی وجہ سے نکالنے کے لیے مدینہ بھیجا جب میں مدینہ پہنچا تو وہاں
کے رہنے والوں نے ایسا شور و غل کیا کہ میں نے ایسا شور و غل کبھی سُنا ہی نہ تھا، میں انہیں
تسلّی دینے لگا اور میں نے قسم کھا کر انہیں کہا کہ مجھے اس کے متعلق کوئی ناشائستہ حکم
نہیں دیا گیا، میں نے اس کے گھر کی تلاشی لی تو اس میں مجھے قرآن مجید اور دُعاؤں
وغیرہ کے سوا کچھ نہ ملا، پس میں نے اُسے نکالا اور اس کی خدمت کی ذمہ داری لی
اور اُس سے حسن سلوک کیا، ایک روز میں سویا ہوا تھا اور آسمان خشک تھا اور

سُورج طلوع ہو چکا تھا کہ وہ برساتی اوڑھے ہوئے سوار ہوا اور اس نے اپنی سواری کی دم کو گرہ دے دی۔ میں اس کے اس فعل سے بہت حیران ہوا، ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ بادل آیا اور اس نے اپنے دہانے کھول دیے اور ہمیں بارش سے بہت تکلیف ہوئی تو اس نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا، میں جانتا ہوں کہ تو نے جو کچھ دیکھا ہے اس سے نالاں ہے اور تجھے یہ وہم ہے کہ میں اس بارے میں وہ کچھ جانتا ہوں جسے تو نہیں جانتا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے جنگل میں پرورش پائی ہے اور میں ان ہواؤں کو جانتا ہوں جن کے بعد بارش آتی ہے، جب میں صبح کو اُٹھا تو ایسی ہوا چلی جو وعدہ خلافی نہیں کرتی اور میں نے اُس سے بارش کی خوشبو کو سُونگھ لیا اور اس کے لیے تیاری کر لی، راوی کہتا ہے کہ جب میں بغداد آیا تو میں اسحاق بن ابراہیم الطاہری سے ملا اس نے مجھے کہا اے یحییٰ اس آدمی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنا ہے اور متوکل کو تو جانتا ہے اگر تو نے اس کے قتل کی ترغیب دی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے مقابلہ میں جھگڑا کریں گے، میں نے کہا خدا کی قسم میں نے تو اُسے ہر اچھی بات سے آگاہ کیا ہے پھر میں سامرا کی طرف چلا گیا اور وصیف ترکی سے ملا اور میں اس کے ساتھیوں میں سے تھا اس نے کہا خدا کی قسم اگر تو نے اس آدمی کے سر سے ایک بال بھی گرایا تو میرے سوا اس کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہ ہوگا، پس میں ان دونوں کی باتوں سے بہت متعجب ہوا، اور میں نے اس کے متعلق جو اطلاع پائی اور اس کی جو تعریف سُنی، اس کے متعلق متوکل کو بتایا تو اس نے اُسے اچھا انعام دیا اور اس کا اعزاز و اکرام کیا اور محمد بن الفرج نے جرجان شہر کے محلہ بئر ابی عنان میں مجھے بتایا کہ مجھ سے ابودعامہ نے بیان کیا کہ میں علی بن محمد بن علی بن موسیٰ کے پاس اس بیماری میں عیادت کے لیے آیا جس کی وجہ سے اس سال میں اُن کی وفات ہوئی، جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو انہوں نے مجھے کہا اے ابودعامہ تیرا حق واجب ہو گیا ہے کیا میں تجھے وہ بات نہ بتاؤں جس سے تو خوش ہو، میں نے انہیں کہا اے ابن رسول اللہ! مجھے اس کی بہت ضرورت ہے تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ محمد بن علی نے ان سے ان کے باپ علی بن موسیٰ نے ان سے ان کے باپ موسیٰ بن جعفر نے، ان سے ان کے باپ محمد بن علی نے ان سے ان کے باپ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی لکھو! وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں کیا لکھوں؟ آپ نے مجھے فرمایا

لکھو:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، ایمان وہ ہے جس کی دل تعظیم کریں اور اعمال اس کی تصدیق کریں اور اسلام وہ ہے جو زبان پر جاری ہو اور اس سے نکاح حلال ہو ، ابو دعامہ کہتا ہے میں نے کہا اے ابن رسول اللہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ حدیث یا اسناد میں سے بہتر کونسی چیز ہے آپ نے فرمایا یہ ایک صحیفہ ہے جسے حضرت علیؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے املا کروانے سے لکھا ہے اور ہم بڑوں سے اس کے وارث ہوتے آ رہے ہیں ۔"

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم علی بن محمد بن موسیٰ رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کا ذکر اپنی کتاب اخبار الزمان میں کر چکے ہیں جو متوکل کے سامنے زینب کذابہ کے ساتھ پیش آیا تھا اور وہ یہ تھا کہ آپ کو درندوں کے بھٹ میں پھینکا گیا اور وہ آپ کے مطیع ہو گئے اور زینب نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ حسینؓ بن علی کی بیٹی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک اس کی عمر کو دراز کر دیا ہے چنانچہ زینب نے اس دعوے سے رجوع کر لیا ، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات زہر خورانی سے ہوئی تھی۔

محمد بن عبداللہ بن طاہر کی وفات

مسعودی بیان کرتا ہے کہ وصیف کے قتل کے تیرہ دن بعد ۱۵ ذوالقعدہ ۲۳۵ھ کو المعتز کی خلافت کے زمانے میں محمد بن عبداللہ بن طاہر کی وفات ہوئی ، اس دن چاند گرہن ہوا ، آپ بڑے سخی ادیب ، حافظ ، ناصح ، فصیح اللسان اور شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ رکھتے تھے ، ان کے زمانے میں ان کا کوئی نظیر نہ تھا ، ان کے متعلق حسین بن علی بن طاہر اپنے قصیدہ میں کہتا ہے ؎

"چاند اور امیر دونوں کو گرہن لگا ، چاند تو روشن ہو گیا اور امیر چھپ گیا ، چاند کا نور اُسے دوبارہ روشن کرنے کے لیے لوٹ آیا مگر امیر کا نور واپس آنے والا نہیں ، اتوار کی منحوس رات کو گرہن کا شکار ہونے والو تم دونوں کو اس نے سعادت مند کیا ہے ان میں سے ایک کی دھار تلوار کی دھار کی طرح تھی اور آگ میں ایندھن بھڑکایا گیا تھا۔"

مانی الموسوس

ابو العباس المبرد نے بیان کیا کہ ایک روز محمد بن عبداللہ بن طاہر ، محفل مے نوشی میں بڑا خوش تھا ابن طالوت بھی اس کے پاس موجود

تھا وہ اس کا وزیر تھا اس کا خاص آدمی اور اس کی خلوتوں میں بہت حاضر رہنے والا تھا اس نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آج ہمارے لیے ایک تیسرے آدمی کا ہونا ضروری ہے تاکہ ہم اس کی صحبت اور موانست سے شادکام ہوں، آپ کی رائے میں وہ کون ہونا چاہیے؟ ہمیں بدخلق گندے اصل والے یا بظاہر چاپلوسی کرنے والے سے بچانا، میں نے غور و فکر کر کے کہا اے امیر! میرے دل میں ایک ایسے آدمی کا خیال آیا ہے کہ اس کی ہم نشینی سے ہمیں کوئی تکلیف نہ ہو گی اور وہ ہم نشینوں کو برافروختہ کرنے اور موانست کرنے والوں پر بار بننے سے بیزار ہے، جب آپ چاہیں تو وہ نہایت آرام سے آنے والا ہے اور جب آپ چاہیں تو بڑی تیزی سے جانے والا ہے، اس نے پوچھا وہ کون ہے؟ میں نے کہا مانی الموسوس، اس نے کہا قسم بخدا تو نے بہت اچھی بات کی ہے پس اٹھائیس آدمیوں کے گروہ کو حکم دو کہ وہ اس کو تلاش کر کے اس کی قدر و منزلت کریں، پس کرخ کے انچارج نے جلد ہی اُسے تلاش کر لیا اور اُسے نہلا دُھلا کر اور صاف ستھرا کر کے اور اچھا لباس پہنا کر پیش کیا اس نے کہا اے امیر السلام علیکم، محمد نے کہا اے مانی وعلیک السلام، کیا وقت نہیں آیا کہ تو ہماری ملاقات کا شائق ہو حالانکہ ہمارے دل تمہاری طرف مائل ہیں، مانی نے کہا شوق شدید ہے، محبت تیار ہے، زیارت گاہ بعید ہے، پردہ سخت ہے اور دربان بدخو ہے اگر ہمارے لیے اجازت لینا آسان ہوتا تو ہم پر ملاقات کرنا آسان ہوتا، اس نے کہا تو نے نہایت لطیف رنگ میں اجازت طلب کی ہے اس لیے اجازت میں تمہارے لیے آسانی ہو گی، مانی خواہ دن یا رات کو کسی وقت آئے اُسے بالکل نہ روکا جائے پھر اس نے اُسے بیٹھنے کی اجازت دی تو وہ بیٹھ گیا اور کھانا منگوایا جو اس نے کھایا پھر اس نے ہاتھ دھو کر اپنی نشست سنبھال لی، محمد مہدی کی دُختر کی لونڈی مونسہ کا گانا سُننے کا بہت شوق تھا، اُسے حاضر کیا گیا تو اس نے سب سے پہلے یہ گیت سُنایا۔

"میں اس بات کو فراموش نہیں کر سکتی کہ جب وہ صبح صبح گئے تو انہوں نے شدتِ غم کے باعث میرے آنسوؤں کو احباب پر سوار کروا دیا اور میں کہتی ہوں کہ رات کو ان کے بار برداری کے جانور نجد کی صبحوں میں کھو گئے اور یہ اُن کا آخری دیکھنا نہ ہو۔"

مانی نے کہا امیر کی قسم تو نے بہت اچھا گایا مگر اس میں یہ اضافہ کر لے ؎

"میں اپنی سوچ سے سرگوشی کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا اور آنسو آنکھ میں بھرے
ہوئے تھے اور کوشش اور تکلیف پر موقوف تھے اس امیر نے کسی ظالم پہ
غیرت کھا کر مجھے واپس نہیں بلایا بلکہ وہ تو جدائی اور روکنے میں لگا ہوا ہے۔"

پھر وہ گانے لگی تو محمد نے اُسے کہا اے مانی کیا تو عاشق ہے تو وہ شرما گیا اور ابن طالوت نے اُسے آنکھ سے اشارہ کیا کہ وہ اس کے سامنے کسی بات کا اظہار نہ کرے ورنہ وہ اس کی نگاہوں سے گر جائے گا، اس نے کہا خوشی اور شوق کا منبع پوشیدہ تھا جو ظاہر ہو گیا ہے کیا بڑھاپے کے بعد عشق ہو سکتا ہے پھر محمد بن علی نے مولنسہ سے اس راگ کی خواہش کا اظہار کیا ؎

"محبوبہ کو ہواؤں سے چھپا کر رکھو کیونکہ میں نے ہوا سے کہا ہے کہ اس کو میرا
سلام پہنچا دے اگر وہ چھپانے پر راضی ہو جاتے تو یہ ایک معمولی بات تھی
لیکن انہوں نے اُسے ہوا چلنے کے وقت بات کرنے سے منع کر دیا ہے۔"

مُولنسہ نے یہ گیت گایا تو محمد خوش ہو گیا اور ایک رطل شراب منگوا کر پی، مانی نے کہا اگر ان اشعار کا کہنے والا ان میں کچھ اضافہ کر دیتا تو کیا تھا ؎

"پس میں نے آہ بھری اور اپنے خیال سے کہا کہ اگر تو اس کے خیال سے
ملاقات کرے تو اُسے خاص طور پر میرا اسلام دینا، مجھے خوف ہے کہ وہ
میری بدبختی کی وجہ سے اُسے سونے سے روک دیں گے۔"

اس نے پسلیوں کے اندر عشق کے چقماق کو روشن کر دیا اور اس نے اپنے حسنِ نظام اور پوری طرح معانی تک پہنچ جانے کے ساتھ ساتھ پیاس کو، آبِ زلال سے زیادہ تیزی کے ساتھ جگر میں داخل کر دیا، محمد نے کہا اے مانی! تو نے بہت اچھا بیان کیا ہے پھر اس نے مُولنسہ کو حکم دیا کہ انہیں پہلے دو شعروں کے ساتھ ملا کر گائے تو اس نے ایسے ہی کیا اور پھر یہ دو شعر گائے ؎

"اے میرے دو دوستو! ناراض نہ ہو جاؤ، اور عاشق کے پاس ٹھہر
جاؤ زینب کے گھر کے پاس سے جب بھی ہمارا گذر ہوا، آنسوؤں نے
ہمارے پوشیدہ راز کو فاش کر دیا۔"

محمد نے تحسین کی تو مانی نے کہا اگر زیاتی کا خوف نہ ہوتا تو میں ان دو شعروں کے

ساتھ مزید دو شعر ملا دیتا، انہیں جب بھی کوئی عقل مند آدمی سنتا ہے ان کی تحسین کرتا ہے محمد نے کہا اے مانی! جو کچھ تو بیان کر رہا ہے اس کا شوق ہر خوف کے درمیان حائل ہے جو شعر تمہارے پاس ہیں انہیں لائیے تو اس نے کہا ؎

"وہ ہرنی، چاند کی طرح ہے اگر چٹان اس کو آنکھ سے دیکھ لے تو اُسے تل لگا دے اور جب وہ مسکراتی ہے تو میں اُسے بجلی کی چمک یا پروئے ہوئے موتی خیال کرتا ہوں۔"

اس نے کہا مانی! تو نے بہت اچھا کہا ہے ان اشعار کو پورا کرو ؎

"لذتیں اُسی کے ساتھ اچھی لگتی ہیں جس سے لذتیں مانوس ہوتی ہیں اس نے راگ گایا تو وہ آنسو آزاد ہو گئے جو صبر کے قید خانے میں محبوس تھے۔"

مانی نے کہا ؎

"اس نازک اندام محبوبہ سے دل کو کیسے روکا جا سکتا ہے اگر میں اُسے موافی کہوں تو اس پر ظلم کروں گا اور اگر اُسے جنت الفردوس میں لویا ہوا ابید مجنوں کہوں تو یہ میری جرأت ہو گی۔ اور اگر ہم نے اُسے انصاف کے ساتھ سمندر میں ڈوبا ہوا موتی کہیں تو یہ بھی انصاف کی بات نہ ہو گی۔"

پھر وہ خاموش ہو گیا تو محمد نے کہا اس نے اس کے اوصاف بیان کرنے میں حد سے تجاوز نہیں کیا تو مانی نے کہا ؎

"وہ اوصاف کے بیان سے بہت بڑی ہے اس کی تعریف کا کوئی خیال اس تک نہیں پہنچ سکتا۔"

محمد نے کہا تو نے بہت اچھا کہا ہے تو مؤلسنہ نے کہا اے مانی تیرا شکریہ ادا کرنا واجب ہو گیا ہے تیرے زمانے نے تیری مدد کی ہے اور تیرا دوست تجھ پر مہربان ہے اور تیری خوشی تجھے آملی ہے اور تیرا خوف دُور ہو گیا ہے خدا تعالیٰ نے جس شخص کے ذریعے ہم کو اکٹھا کیا ہے اس سے ہماری ملاقات ہمیشہ باقی رکھے تو مانی نے اس کے یہ کہنے پر کہ "تیرا دوست تجھ پر مہربان ہے" اُسے جواب دیتے ہوئے کہا ؎

"میرا کوئی دوست نہیں جو مجھ پر مہربانی کرے، میرے دل نے بے ہودہ باتوں کو خیرباد کہہ دیا ہے میں اس کے احسان سے ملا ہوا ہوں جس کی رسّی، بزرگی

کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور اس میں اس کے احسان سے قابل رشک ہوں جس
کی طبیعت سے بھلائی کی اُمید کی جاتی ہے۔"

پس ابن طالوت نے اُسے کھڑے ہونے کا اشارہ کیا تو وہ یہ اشعار کہتے ہوئے کھڑا ہوا ؎

"وہ ایک ایسا بادشاہ ہے جس کی نظیر بہت ہی کم پائی جاتی ہے، جسے
جامع الفضائل سرداروں نے زینت دی ہے وہ اپنی جماعت میں ظاہری ہے
لوگوں میں اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ ان کے لیے جان لڑاتے ہوئے ہے
جو اس کی تلوار سے شقی بنتا ہے اس کا خون ہواؤں کے چلنے کے ساتھ
بغیر بدلے کے چھوڑا ہوا ہے اے ابوالعباس ادب کو محفوظ کر لے اس
کی دھار زمانے میں کند ہو گئی ہے۔"

محمد نے کہا، مجھ پر بغیر کسی پہلے احسان کے تیرے شکریے کا بدلہ دینا واجب ہو گیا ہے پھر اس نے ابن طالوت کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یہ آدمی کی رذالت، وقت کا ضیاع اور ادب کے جوہریوں کے مذہب میں نگاہ کا ظاہر سے اچٹنا نہیں ہے اور صالح بن عبدالقدوس نے غلط نہیں کہا کہ ؎

"جو شخص اپنے لباس کو غبار کے خوف سے بچاتا ہے اور اس کی عزت
برباد ہو چکی ہے وہ تجھے تعجب میں نہ ڈالے بسا اوقات ایک جوان محتاج
ہو جاتا ہے تو اُسے میلے کپڑوں میں دیکھے گا مگر اس کی عزت داغ دار
نہ ہو گی۔"

ابن طالوت نے کہا میں نے اس سے زیادہ حاضر دماغ آدمی نہیں دیکھا جب لونڈی نے اُسے کہا کہ

"تجھ پر تیرے دوست نے مہربانی کی ہے۔"

تو اس نے یہ شعر پڑھا ؎

"میرا کوئی دوست نہیں جو مجھ پر مہربانی کرے، میرے دل نے بے ہودہ
باتوں کو خیرباد کہہ دیا ہے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ محمد اس کی موت تک اُسے روزینہ دیتا رہا۔

المعتز اور اس کے ولی عہد

المعتز کو یہ خبر ملی کہ المؤید اس کے خلاف سازش کر رہا ہے اور اس نے غلاموں کی ایک جماعت کو اپنی طرف مائل کر لیا ہے تو اس نے المؤید اور ابو احمد کو قید کر دیا وہ دونوں ایک ماں باپ سے تھے، المؤید سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ولی عہدی سے علیحدگی اختیار کرے، چالیس لاٹھیاں کھانے کے بعد اُس نے جواب دیا کہ وہ ولی عہد نہیں بننا چاہتا پھر المعتز کو مسلسل یہ اطلاعات ملنے لگیں کہ ترکوں کی ایک جماعت نے المؤید کو قید سے نکالنے کا فیصلہ کیا ہے جب ۲۲ رجب ۲۵۲ھ کا دن آیا تو المؤید کو مُردہ حالت میں نکالا گیا، اس نے قاضیوں اور فقہا کو بُلایا، انہوں نے اُسے دیکھا مگر کوئی نشان نہ ملا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُسے زہر آلود لحاف میں لپیٹ کر اُس کی دونوں اطراف کو مضبوطی سے باندھ دیا گیا تھا یہاں تک کہ وہ اسی لحاف کے اندر ہی مر گیا، ابو احمد کی قید کو بھی سخت کر دیا گیا، وہ سرمن رائی میں گیا اور وہاں پر جو اس کا اعزاز و اکرام ہوا، اس کے اور اس کی قید کے درمیان چھ ماہ تین دن کا عرصہ پایا جاتا ہے پھر اُسے المؤید کے قتل کے پچاس دن بعد، ار مضان کو بصرہ بھیج دیا گیا اور اسماعیل بن قبیحہ کو المؤید کی جگہ ولی عہدی دے دی گئی، اسماعیل، المعتز کا حقیقی بھائی تھا غلاموں کے سرداروں نے المعتز کے پاس آ کر اس سے وصیف اور بغاء سے راضی ہونے کے متعلق پوچھا تو اس نے انہیں اس بات کا جواب دیا۔

اسی سال مصر میں زرافہ کی وفات ہوئی جو متوکل کے گھر کا منتظم تھا۔

حوادث

مکہ پر یوسف بن اسماعیل کا غلبہ ہو گیا تھا اس کی وفات اسی سال ہوئی اس نے اپنی وفات کے بعد اپنے بھائی محمد بن یوسف کو اپنا جانشین بنایا، جو اس سے بیس سال بڑا تھا اس سال لوگوں کو اس کے باعث بڑی تکلیف پہنچی المعتز نے ابو الساج اشروسی کو حجاز کی طرف بھیجا تو محمد بن یوسف بھاگ گیا اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے۔

اسی سال حسن بن زید الحسینی کی سلیمان بن عبداللہ بن طاہر سے لڑائی ہو گئی تو اس نے اُسے طبرستان سے نکال دیا اور اسی سال عیسیٰ بن شیخ الشیبانی مصر سے سامرا آیا اس کے ساتھ بہت سامال اور ابوطالب کے دیگر لڑکوں کے چھہتر آدمی تھے جو حضرت علیؓ حضرت جعفرؓ، اور حضرت عقیل کی اولاد میں سے تھے یہ لوگ حجاز سے اس فتنہ کے

خوف سے نکلے تھے جو حجاز سے مصر تک نازل ہوا تھا ، پس المعتز نے ان کے حالات سے آگاہ ہو کر ان کی خبر گیری کرنے کا حکم دیا۔

اور عیسیٰ بن الشیخ کو فلسطین کا حاکم بنایا۔

اور اس سال (یعنی ۲۵۳ھ میں) صاحب دیار مصر صفوان العقیلی سامرا کی قید میں مر گیا اور اسی سال سامرا کے کرخیوں نے ، وصیف ترکی کے ترکوں اور فراغنہ کو قتل کیا ، بغاء ان سے بچ گیا اور مساور الشاری کا زور ہو گیا اور اس نے وصیف کی جگہ صالح بن وصیف کو مقرر کیا۔

بغاء الصغیر کی وفات

۲۵۴ھ میں بغاء الصغیر سامرا سے موصل کی جانب گیا تو اس کے گھر کے غلاموں کو پتہ چل گیا اور اس کے ساتھ جو فوج تھی وہ منتشر ہو گئی اور وہ بھیس بدل کر کشتی میں بیٹھ گیا تو بعض مغربی ، سامرا کے پل پر اس پر پل پڑے اور وہ قتل ہو گیا اور اس کے سر کو سامرا میں نصب کر دیا گیا پھر اس کے سر کو بغداد لا کر پل پر نصب کر دیا گیا المعتز بغاء کی زندگی میں آرام کی نیند نہ سو سکتا تھا اور بغاء کے خوف کی وجہ سے دن رات ہتھیار بند رہتا تھا اور کہتا تھا کہ میں ہمیشہ اسی حالت میں رہوں گا یہاں تک کہ بغاء میرا سر لے لے گا یا میں اس کا سر لے لوں گا نیز وہ کہتا تھا کہ مجھے خوف ہے کہ بغاء آسمان سے مجھ پر نازل ہو جائے گا یا زمین سے میرے خلاف لڑائی کے لیے نکلے گا اور بغاء یہ عزم کیے ہوئے تھا کہ وہ پوشیدہ طور پر رات کو سامرا پہنچ جائے گا اور ترکوں کو المعتز سے روگردان کر دے گا اور ان میں اموال کو تقسیم کرے گا اور وہ ایسا ہی تھا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

ترک اور المعتز

جب ترکوں نے دیکھا کہ المعتز ان کے سرداروں اور اپنے عمّال کو سازش سے ان کے صحنوں میں قتل کر رہا ہے اور ان کو چھوڑ کر مغاربہ اور فراغنہ کا انتخاب کر رہا ہے تو وہ سب اکٹھے ہو کر اس کے پاس گئے یہ ۲۶ رجب ۲۵۵ھ کا واقعہ ہے اور اس کے افعال و ذنوب پر اُسے ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے اور اس سے اموال کا مطالبہ کرنے لگے ترکوں کے سرداروں کے ساتھ اس بات کی اسکیم بنانے والا صالح بن وصیف بھی تھا اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی مال نہیں جب المعتز ان کے ہاتھوں تنگ ہوا تو اس نے محمد بن الواثق کی طرف جو المہتدی کے لقب سے ملقب تھا ، پیغام بھیجا ، حالانکہ المعتز نے اُسے بغداد کی طرف جلا وطن کر کے اُسے وہاں قید کر لیا ہوا تھا

پس اُسے ایک دن رات میں سامرا لایا گیا راستے میں اُسے ایک دوست ملا، اور وہ محل میں داخل ہو گیا اس نے المعتز کو علیحدگی کے متعلق جواب دیا کہ وہ اُسے امان دیں نیز ابو محمد بن الواثق نے بادشاہ کے تخت پر بیٹھنے سے انکار کر دیا اُسے المعتز کے پاس لایا گیا اس وقت المعتز ایک میلی قمیص پہنے ہوئے تھا اور اس کے سر پر رومال تھا، جب محمد بن الواثق نے اُسے دیکھا تو جھپٹ کر اُس سے معانقہ کیا اور دونوں تخت پر بیٹھ گئے محمد بن الواثق نے اُسے کہا اے میرے بھائی کیا بات ہے، المعتز نے جواب دیا ایک ایسی بات ہے جس کے کرنے کی میں طاقت نہیں رکھتا اور نہ اس کی اصلاح کر سکتا ہوں المہتدی نے چاہا کہ وہ درمیان میں پڑ کر المعتز اور ترکوں کے حالات دُرست کر دے، مگر المعتز نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور نہ وہ مجھے اس بات کے لیے راضی کر سکتے ہیں تو المہتدی نے کہا، میں آپ کی بیعت سے آزاد ہوتا ہوں، اس نے کہا تم آزاد ہو، اور جب اس نے اُسے بیعت سے آزاد کیا تو اس سے منہ پھیر لیا اُسے اس کے سامنے سے اُٹھا دیا گیا اور پھر واپس قید خانے میں بھجوا دیا گیا اور علیحدگی سے چھ دن بعد اُسے اس کے قید خانے میں قتل کر دیا گیا، جیسا کہ ہم اس باب کے شروع میں بیان کر آئے ہیں۔

شعراء نے المعتز کی علیحدگی اور قتل کے متعلق بہت کچھ کہا ہے اور اس کے بہت اچھے مرثیے بھی کہے ہیں اس دَور کے شاعروں میں سے ایک شاعر اپنے قصیدے میں کہتا ہے۔

" اے آنکھ — آنسو بہانے میں بخل سے کام نہ لے اور بہترین دردمند کرنے والے اور دردمند ہونے والے کے مناقب بیان کر، اس کے شفیق خیر خواہ نے اس سے غداری کی ہے اور وہ جلدی سے ہلاک ہو گیا ہے ترکوں نے ناراض ہو کر صبح صبح اس پر حملہ کیا وہ اُسے علیحدہ کرنا چاہتے تھے میں اس علیحدہ ہونے پر قربان ہوں انہوں نے اُسے ظلم و جور سے قتل کر دیا ہے وہ بڑا کریم الاخلاق اور گھبرانے والا نہیں تھا وہ اپنے حسن کی وجہ سے چاند کی خوب صورتی پر غالب آ جاتا تھا اور تو اُسے عاجزی کا نمونہ پائے گا، اگر طلوع کے وقت سورج اسے دیکھ لے تو وہ طلوع ہونے سے رُک جاتا ہے وہ نہ فوج سے ڈرے ہیں اور نہ اُنہوں نے تلوار سے خوف کھایا ہے ہائے افسوس اس الگ ہو جانے والے مقتول پر، سننے اور

ماننے والے کے درمیان ترکی حکومت اور عالم کا مالک بن گیا ہے تو دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بُری طرح قتل کروا کر ذلیل کرے گا۔"

اور ایک طویل قصیدہ میں اس کے متعلق کہتا ہے ؎

"جب لوگوں نے کہا کہ امام قتل ہو گیا ہے تو میری آنکھ آنسو بہانے لگی انہوں نے اُسے اس وقت ظلم و جور اور دھوکے سے قتل کیا ہے جب اس کی طرف انہوں نے آرام دہ موت کو بھیجا، اب اللہ تعالیٰ اس چہرے اور روح کو سرسبز و شاداب رکھے، اے ترکو! تم عنقریب زمانے کی تلواروں کا نشانہ ہو گے جو زخم کو ٹھیک نہیں ہونے دیتیں آخر الامر تم تلواروں کے لیے تیار ہو جاؤ تم نے بہت بُرے کام کیے ہیں۔"

اور ایک دُوسرا شاعر ایک طویل قصیدے میں کہتا ہے ؎

"جب میری آنکھ نے لوگوں کے سردار کو الگ ہوتے دیکھا تو وہ آنسو بہانے لگی ہائے افسوس وہ کتنا بلند پایہ آدمی تھا جسے پیروکاروں نے قید کر لیا اور خود متبوع بن گئے، انہوں نے اس کے ذمے بغیر جُرم کیے ایک گناہ لگا دیا اور وہ ان میں مقتول ہو گیا اس کے چچا زادوں اور اس کے باپ کے چچا نے ذلت اختیار کر لی، اس بات سے بادشاہ دُرست نہیں ہوتا اور نہ دشمن خوراک دیتا ہے اور نہ وہ سب اکٹھے ہوتے ہیں۔"

المعتز، پہلا خلیفہ جو سنہری زیورات پر سوار ہوا

المعتز پہلا خلیفہ ہے جو سنہری زیورات پر سوار ہوا

اس سے قبل بنو عباس کے خلیفے اور بنو اُمیہ کی ایک جماعت —— چاندی کے ہلکے زیورات پیٹیوں، تلوار کے پرتلوں، کاٹھیوں اور لگاموں کے ساتھ سوار ہوتے تھے مگر جب المعتز نے سنہری زیورات پر سواری کی تو لوگوں نے اس معاملے میں اس کی پیروی کی۔

المستعین پہلا خلیفہ جس نے گول ٹوپیاں پہنیں

اس سے پہلے المستعین نے کھلی گول ٹوپیاں پہننی شروع کیں ایسی ٹوپیاں پہلے نہیں دیکھی گئیں، اس نے ان کا عرض تین بالشت بنا دیا اور ٹوپیوں کو چھوٹا کروا دیا، اس سے پہلے وہ قاضیوں کی ٹوپیوں کی طرح لمبی ہوتی تھیں۔

علی بن زید اور عیسیٰ بن جعفر علوی

۲۵۵ھ میں کوفہ میں علی بن زید اور عیسےٰ بن جعفر علوی نے ظہور کیا تو ان کی طرف المعتز نے سعید بن صالح کو جو حاجب کے نام سے مشہور تھا، ایک عظیم فوج دے کر بھیجا، دونوں طالبیوں نے اپنے ساتھیوں کے منتشر ہو جانے کی وجہ سے شکست کھائی۔

اس سے قبل ہم اس کتاب میں اسماعیل بن یوسف بن ابراہیم بن عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کی وفات اور اہل مدینہ اور اہل حجاز کو اس کے زمانے میں جو تکلیف پہنچی اس کا ذکر کر چکے ہیں اور اس کی وفات کے بعد اس کے بھائی کے معاملہ کو بھی بیان کر آئے ہیں اس کا نام محمد بن یوسف تھا، اس کے بعد مدینہ کی جانب ابن موسےٰ بن عبد اللہ بن موسےٰ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کا ظہور ہوا۔

جن طالبیوں کو تکلیف پہنچی

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں آل ابی طالب میں سے ظہور کرنے والوں کے دیگر حالات اور ان میں سے قید خانوں اور زہر خورانی اور قتل وغیرہ سے مرنے والوں کے واقعات بیان کر چکے ہیں، ان میں ایک عبد اللہ بن محمد بن علی بن ابی طالب تھے جنہیں ابو ہاشم کہتے تھے انہیں عبد الملک بن مروان نے زہر پلا دیا تھا اور محمد بن احمد بن عیسےٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب پر بصرہ میں سعید الحاجب نے حملہ کیا اور یہ مرنے تک قید خانے میں رہے ان کے ساتھ ان کا لڑکا علی بھی تھا، جب اس کا باپ مر گیا تو اُسے چھوڑ دیا گیا یہ المستعین کے زمانے کا واقعہ ہے، بعض لوگوں نے کچھ اور باتیں بھی بیان کی ہیں اور جعفر بن اسماعیل بن موسےٰ بن جعفر کو ابن اغلب نے ارضِ مغرب میں قتل کر دیا اور حسن بن یوسف بن ابراہیم بن موسےٰ بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کو عباس نے مکہ میں قتل کر دیا وہ المعتز کے زمانے میں رَی سے علی بن موسےٰ بن اسماعیل بن موسےٰ بن جعفر بن محمد کو اُٹھا لایا اور وہ اس کی قید میں ہی مر گئے اور سعید الحاجب نے مدینہ سے موسیٰ بن عبد اللہ بن موسیٰ بن حسن بن علی بن ابی طالب کو گرفتار کیا وہ حد درجہ کے عابد و زاہد تھے، ان کے ساتھ ادریس بن موسیٰ بھی تھا، جب سعید زبالہ کی طرف گیا تو بنی فزارہ وغیرہ کے لوگ اس کے ہاتھ سے موسیٰ کو چھڑانے کے لیے اکٹھے ہو گئے تو اس نے انہیں زہر دے دیا اور وہ وہیں مر گئے اور بنو فزارہ نے ان کے بیٹے ادریس بن موسےٰ کو چھڑا لیا۔

اور ۲۵۲ھ میں المعتز کی خلافت میں بصرہ میں بلالیہ اور سعدیہ کے درمیان فتنے کا آغاز ہوا جس کے نتیجے میں صاحب الزنج کا ظہور ہوا اور ہم نے اپنی کتابوں "اخبار الزمان" اور "الاوسط" میں ان واقعات کے علاوہ بھی المعتز کے حالات کا ذکر کیا ہے۔

باب پنجم

المہتدی باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات ۲۹ رجب ۲۵۵ھ کو بدھ کے روز ظہر سے پہلے محمد بن ہارون الواثق کی بیعت ہوئی اس کی ماں اُم ولد تھی اور روم کی رہنے والی تھی جسے قرب کہا جاتا تھا اس کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور اس وقت اس کی عمر سینتیس سال تھی اور بعض کہتے ہیں کہ انتالیس سال تھی اور وہ چالیس سال مکمل کرنے سے قبل ہی ۲۵۶ھ میں قتل ہو گیا اور اس کی حکومت گیارہ ماہ رہی اور سامرا میں دفن ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی پیدائش ۲۱۸ھ میں ہوئی تھی۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دور کی ایک جھلک

اس کے وزراء المہتدی باللہ نے باوجود اپنی تھوڑی سی مدتِ خلافت کے ایک جماعت کو وزیر بنایا، وہ اس سے قتل وغیرہ سے بچ گئے، ان میں ایک شخص عیسیٰ بن فرخانشاہ بھی تھا۔

مظالم کا گنبد اور اس کی ہیئت گذائی المہتدی نے ایک گنبد بنایا جس کے چار دروازے تھے اور اس کا نام مظالم کا گنبد رکھا وہ اس میں عوام و خواص کے مظالم کے سننے کے لیے بیٹھتا اور نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا اس نے شراب کو حرام کر دیا، گلوکارہ لونڈیوں سے گانا سننا بند کر دیا اور عدل و انصاف سے

کام لیا، اور وہ ہر جمعہ کو جامع مسجد میں حاضر ہوتا اور خطبہ دیتا اور لوگوں کی امامت کرواتا۔
پس عوام و خواص کو اس کی یہ روش گراں گزری کہ وہ انہیں ایک روشن اور واضح راہ پہ لیے جارہا ہے لہٰذا انہوں نے اس کی خلافت کے زمانے کو طویل سمجھا اور اس سے اُکتا گئے اور اس کے خلاف سازش کر کے اُسے قتل کر دیا یہ واقعہ اس طرح ہے کہ موسیٰ بن بغا الکبیر ایک عامل تھا جو رَی سے غائب تھا اور حسن بن زید الحسنی علوی وغیرہ سے برسرِ پیکار تھا اور ان دیلمیوں سے بھی نبرد آزما تھا جنہوں نے بلاد قزوین میں زبردستی داخل ہو کر وہاں کے لوگوں کو قتل کر دیا تھا، جب موسیٰ بن بغاء الکبیر کو المعتز کے قتل کی اطلاع ملی اور اس بارے میں صالح بن وصیف اور ترکوں کے کردار کے متعلق علم ہوا تو وہ المعتز کے ساتھ ہونے والے سلوک پر برا مناتے ہوئے ان علاقوں سے واپس لوٹ آیا اور سامرا کی طرف چل دیا۔

المعتز کے قتل کے متعلق اختلاف رائے

قبل ازیں ہم اس کتاب میں المعتز کے قتل کے واقعہ کو مجمل طور پر بیان کر آئے ہیں اور اس کے قتل کی کیفیت کو ہم نے واضح نہیں کیا اور لوگوں نے اس بارے میں بڑا کھل کر اختلاف کیا ہے میں نے اصحاب سیر، مؤرخین اور حکومتوں کے حالات پہ گہری نظر رکھنے والوں کو دیکھا ہے کہ وہ بھی اس کے قتل کے متعلق اختلاف کرتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ المعتز، المہتدی باللہ کی خلافت میں اس کی قید میں طبعی موت مر گیا تھا جیسا کہ ہم تاریخ کے حوالہ سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ قید میں اس کا کھانا پینا روک دیا گیا تھا اس لیے غذا نہ ملنے کی وجہ سے وہ فوت ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ کھولتے پانی سے اس کا حقنہ کیا گیا جس کی وجہ سے اس کے پیٹ میں ورم ہو گیا اور عباسیوں کے حالات سے دلچسپی رکھنے والے مورخین میں یہ بات مشہور ہے کہ اُسے بالجبر گرم حمام میں داخل کیا گیا اور وہاں سے نکلنے نہ دیا گیا پھر ان میں بھی آگے اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اُسے حمام میں اس وقت تک رکھا گیا یہاں تک کہ اس کی جان نکل گئی اور بعض کہتے ہیں کہ اُسے اس وقت حمام سے نکالا گیا جب کہ اس کی جان گرمی کی شدت سے تلف ہوتی جارہی تھی پھر اُسے برف سے ٹھنڈا کیا ہوا پانی پلایا گیا جس سے اس کا جگر پھٹ گیا اور وہ فوراً ہی ٹھنڈا ہو گیا یہ واقعہ ۲ شعبان ۲۵۵ھ کا ہے، ہم نے ان واقعات اور اختلافات

کو مبسوط طور پر اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں بیان کیا ہے۔

المہتدی اور صالح بن وصیف کے درمیان اختلاف

جب المہتدی کو موسیٰ بن بغاء کے دار الخلافہ کی طرف آنے کی خبر ملی تو اس نے بڑا منایا اور اسے لکھا کہ وہ اپنی جگہ پر قیام کرے اور اپنے مرکز کو نہ چھوڑے مگر موسیٰ بن بغاء نے ایک نہ مانی اور سرعت کے ساتھ چلتا ہوا سامرا آگیا یہ ۲۵۶ھ کا واقعہ ہے۔ صالح بن وصیف المہتدی کے ساتھ تدبیر امر کرتا تھا جب موسیٰ سامرا کے قریب آیا تو عوام الناس نے اپنی جگہوں پر اور دیگر مختلف لوگوں نے اپنے راستوں پر چلا کر کہا اے فرعون! موسیٰ آگیا ہے اور صالح بن وصیف کو جب موسیٰ کے آنے کا علم ہوا تو اس نے المہتدی سے اعراض کیا اور کہنے لگا کہ المہتدی نے خفیہ طور پر موسے سے سامرا آنے کی مراسلت کی ہے اور بظاہر اس کو یہ لکھا ہے کہ وہ سامرا نہ آئے اور ترک جرنیلوں میں سے ایک جرنیل جسے بابکیال کہتے تھے وہ بھی حکومت پر اسی طرح غالب تھا، موسے سامرا میں داخل ہوگیا یہاں تک کہ المہتدی کی کچہری میں پہنچ گیا جہاں وہ مظالم کی شکایات سننے کے لیے بیٹھا ہوا تھا اور کچہری عوام و خواص سے بھری ہوئی تھی، پس موسیٰ کے ساتھی کچہری میں داخل ہونے لگے اور لوگوں کو نہایت سختی سے گرزوں اور کلہاڑوں کی ضربیں لگا کر وہاں سے نکالنے لگے جس سے عوام نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ المہتدی ان کے فعل پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کھڑا ہوگیا مگر وہ ہنگامہ آرائی سے باز نہ آئے تو وہ غضب ناک ہو کر ایک طرف ہوگیا اور اس کے سامنے ایک گھوڑا لایا گیا جس پر وہ سوار ہوگیا اور اس نے محسوس کر لیا کہ لوگ خیانت کرنے لگے ہیں لہٰذا وہ یارجوج کے گھر چلا گیا اور اس گھر میں فروکش ہوگیا المہتدی کو بھی وہاں لے جایا گیا اور یہ وہاں پر موسے بن بغاء کے ساتھ تین دن مقیم رہا اور موسے نے اس سے عہد و پیمان لیے کہ وہ اس سے غداری نہیں کرے گا فوج کی اکثریت موسے بن بغاء کے ساتھی تھے جس میں دین دار اور زاہد لوگ شامل تھے یہاں تک کہ فوج ان کے نقش قدم پر چلتی تھی اور وہ شراب نوشی بھی نہیں کرتا تھا، المہتدی کے اخلاق میں تندی تھی پس اس نے موسیٰ پر فخر کا اظہار کیا، قریب تھا کہ بات بگڑ جاتی، مگر موسیٰ نے اس پر مہربانی کی اور ان دونوں نے صالح بن وصیف کے قتل کی سازش تیار کی، موسے کو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں صالح بن وصیف

اپنی روپوشی کی حالت میں ان کے خلاف سازش نہ کرے چنانچہ اس نے اس کی تلاش میں جاسوسوں کو بھیجا یہاں تک کہ اس نے اس پر حملہ کر دیا، جب صالح کو پتہ چلا کہ ان کا حملہ اس پر ہے تو وہ لڑا اور اس نے اپنی جان کی حفاظت کی اور قتل ہو گیا اس کا سر کاٹ کر موسےٰ بن بغاء کے پاس لایا گیا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے اس کے لیے حمام کو گرم کیا اور اُسے اس میں داخل کر دیا اور وہ اس میں مر گیا، جیسا کہ اس نے المعتز کے ساتھ کیا تھا۔

المہتدی کا قتل

مساور الشاری کی پوزیشن مضبوط ہو گئی اور وہ سامرا سے اپنی فوج میں آیا اور اس نے لوگوں کو بڑی تکالیف دیں، راہ گزاروں کے راستے بند ہو گئے اور بدو غالب آ گئے تو المہتدی نے موسیٰ بن بغاء اور بایکبال کو الشاری سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور خود ان کے ساتھ ان کی مشایعت کو نکلا، پھر یہ دونوں بغیر جنگ کیے واپس لوٹ آئے، جب المہتدی کو ان کی واپسی کا علم ہوا تو اس نے باہر نکل کر سامرا کے پُل پر مغاربہ اور فراغنہ کی فوج کے ساتھ بایکبال سے جنگ کرنے کے لیے پڑاؤ ڈال دیا، بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ بایکبال نے موسیٰ کو المہتدی کا ایک خط پڑھایا جس میں موسیٰ کو قتل کرنے کے متعلق لکھا تھا اور یہ کہ اس نے موسےٰ کو بھی لکھا ہے کہ وہ بایکبال کو قتل کر دے پس وہ جس کام کی خاطر گئے تھے اس سے واپس آ گئے، اور بایکبال نے المہتدی کو دیکھا تو موسےٰ سامرا کے پیچھے سے، المہتدی سے جنگ کرنے سے بچنے کے لیے واپس لوٹ گیا، المہتدی اور بایکبال کے درمیان زبردست جنگ ہوئی جس میں بہت سے لوگ مارے گئے اور بایکبال شکست کھا گیا اور المہتدی اس پر غالب آ گیا تب بایکبال کی کمین گاہ میں بیٹھی ہوئی فوج نے المہتدی پر حملہ کر دیا جس میں یارجوج ترکی بھی شامل تھا تو المہتدی اور اس کے ساتھی بھاگ گئے، المہتدی سامرا میں عوام الناس سے مدد مانگتا ہوا داخل ہوا وہ بازاروں میں المدد المدد پکارتا مگر اس کا کوئی مددگار نہ تھا اور اس کے آگے آگے اس کے کچھ مددگار تھے تو وہ مدد سے مایوس ہو کر سامرا میں ابن خیعونہ کے گھر روپوش ہو گیا مگر لوگوں نے اس پر حملہ کر کے اُسے معزول کر دیا اور اُسے وہاں سے اُٹھا کر یارجوج کے گھر لے گئے، اُسے کہا گیا، کیا تو لوگوں کو اس سیرت عظیمہ پر چلانا چاہتا ہے جس سے وہ واقف ہی نہیں اس نے جواب دیا کہ میں انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت اور خلفائے راشدین کی سیرت پر چلانا چاہتا ہوں، اُسے کہا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے لوگوں کے ساتھ تھے

جو دنیا سے بے رغبت تھے اور آخرت میں رغبت رکھتے تھے جیسے حضرت ابوبکرؓ ، حضرت عمرؓ ، حضرت عثمانؓ ، حضرت علیؓ وغیرہ اور تو ترکوں ، خزروں ، فرغانیوں اور مغربیوں وغیرہ عجمیوں کے درمیان رہتا ہے جنہیں اس بات کا پتہ ہی نہیں کہ آخرت کے لیے ان پر کیا کام کرنے واجب ہیں اور ان کی غرض تو دنیا کو حاصل کرنا ہے پس تو ان لوگوں کو اس سیرت پر کیسے چلائے گا جس کا تو نے ذکر کیا ہے ، اس قسم کی وہاں بہت سی باتیں ہوتی رہیں ، پھر لوگوں نے اس کی بات مان لی —— جب یہ بات اختتام کو پہنچنے لگی تو ان میں سلیمان بن وہب کا تب —— اور بعض کہتے ہیں کہ کسی اور شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ تمہاری بُرائی رائے اور غلط تدبیر ہے اگر وہ تم کو زبان دے تو اس کی نیت تمہارے بارے میں کچھ اور ہے ، اس نے کہا ، یہ تم سب کو ختم کر دے گا اور تمہاری جمعیت کو پریشان کر دے گا ، جب لوگوں نے یہ بات سُنی تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور خنجر لے کر آ گئے سب سے پہلے بایکیال کے عم زاد نے خنجر سے اس کی گردن کی رگوں پر زخم لگایا اور اس پر جھک گیا تو زخم کے ملنے سے خون زور کے ساتھ نکلا اور وہ خون کو پینے لگا یہاں تک کہ سیر ہو گیا جب وہ المہتدی کے خون سے سیر ہو گیا تو کھڑا ہو گیا اور المہتدی فوت ہو گیا تو اس نے کہا اے میرے دوستو ! میں المہتدی کے خون سے اسی طرح سیراب ہوا ہوں جیسے میں آج شراب سے سیراب ہوا ہوں ۔

ہم نے المہتدی کے قتل کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس میں اختلاف کیا گیا ہے زیادہ مشہور وہی بات ہے جو ہم نے بیان کی ہے کہ اس کا قتل خنجر کے ذریعے ہوا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی شرمگاہ کو نچوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ وہ مر گیا اور بعض کہتے ہیں کہ اُسے دو بڑے بڑے تختوں کے درمیان رکھ کر رسیوں سے باندھ دیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گیا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی موت گلا گھونٹنے سے ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ اُسے قالینوں اور تکیوں میں لپیٹ دیا گیا یہاں تک کہ وہ مر گیا ، جب وہ مر گیا تو لوگ اس کے زہد و عبادت کے متعلق علم ہونے پر اس کے قتل کرنے پر پشیمان ہوئے اور اُسے گھما پھرا کر اس پر رونے لگے اور اس کا نوحہ کرنے لگے ، بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۶ رجب ۲۵۵ھ کا ہے اور موسیٰ بن بغا اور بایار جوج ترکی ، ترکوں کے اس فعل میں شامل نہیں تھے ۔

ترکوں کے غصّے کا سبب

ترکوں کو المہتدی پر بایکیال کے قتل کرنے کی وجہ سے غصّہ تھا اور یہ کہ بایکیال المہتدی کے ہاتھ لگ گیا

تو اس نے اُسے قتل کر دیا اور اُسے اس کے ساتھیوں کی طرف پھینک دیا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ سامرا والے پُل کی لڑائی میں مارا گیا تھا جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

اس کا دو کاتبوں کو قتل کرنا

المہتدی کو جب خلافت ملی تو اس نے احمد بن اسرائیل الکاتب اور ابو نوح الکاتب کو ۳ر رمضان کو جمعرات کے روز سامرا کے باب العامہ کی طرف نکالا، اور ان میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ سو کوڑے مارے جس سے وہ دونوں مر گئے المہتدی نے انہیں یہ سزا اس لیے دی کہ وہ اس کے نزدیک شریعت کے مطابق اس سزا کے مستحق ہو چکے تھے۔

اس نے سترہ بیٹے اور چھ بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

ابن المدبر

المہتدی نے احمد بن المدبر کو فلسطین کے خراج کا انچارج بنایا اس کے سب واقعات کو جو المہتدی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، ہم اپنی پہلی کتابوں میں بیان کر چکے ہیں ابن المدبر کیسے فلسطین پہنچا اور کیا کچھ سامرا لے کر آیا ان سب واقعات کو بھی ہم نے بیان کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ المعتز باللہ نے اسے شام کی طرف جلا وطن کر دیا تھا، احمد بن المدبر کے واقعات نہایت شاندار ہیں اور اس کے بھائی ابراہیم بن المدبر کے صاحب الزنج کے ساتھ بھی کچھ واقعات ہیں جب اس نے اسے قید کر لیا تھا۔

ایک مفت خورے کے ساتھ

مسعودی بیان کرتا ہے کہ احمد بن المدبر کے لوگوں نے جو اچھے حالات تحریر کیے ہیں وہ مفت خوروں کے واقعات سے متعلق ہیں، احمد محفل مے نوشی میں بہت کم بیٹھتا تھا اس کے سات ندیم تھے جن کے بغیر وہ کسی سے مانوس نہ تھا اور نہ ان کے سوا کسی کے ساتھ خوش ہوتا تھا اس نے انہیں اپنی صحبت اور محفل مے نوشی کے لیے منتخب کر لیا تھا ان میں سے ہر آدمی علم کی ایک نوع میں یگانہ تھا جس میں کوئی اس کا ہم پلہ نہ تھا ایک مفت خورہ جو ابن دراج کے نام سے مشہور تھا اور بڑا با کمال ادیب اور ہر ظریفانہ بات میں سب سے فائق آدمی تھا وہ ہمیشہ تاک میں رہتا یہاں تک کہ اُسے ندیموں کے ساتھ احمد بن المدبر کے بیٹھنے کا وقت معلوم ہو گیا، اس نے اس کے ندیموں کا سا لباس پہن لیا اور ان میں شامل ہو گیا اور اس کے حاجب نے خیال کیا کہ یہ بھی اس کے ندیموں میں سے کوئی صاحب علم و معرفت ہے، اُسے اس کی کوئی بات آدیبی معلوم نہ ہوئی، احمد بن المدبر باہر نکلا اس نے

اسے لوگوں کے درمیان بیٹھے دیکھا تو اس نے اپنے حاجب سے کہا اس آدمی کے پاس جاکر کہو کہ کیا تجھے کوئی حاجت ہے؟ تو وہ حاجب کے ہاتھ میں گر پڑا اور اُسے معلوم ہو گیا کہ اس کے خلاف سازش مکمل ہو چکی ہے، اور ابن المدبر اس کے قتل کے سوا کسی سزا پر راضی نہ ہو گا، پس وہ اس کے پاس سے اپنی ٹانگیں گھسیٹتا ہوا گذرا تو اس نے اُسے کہا، استاذ تجھے کہتا تھا کہ کیا تجھے کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا اُسے کہہ دو کوئی حاجت نہیں، اس نے کہا اُسے واپس جاکر کہو تم کتنا عرصہ بیٹھے تھے؟ اس نے کہا اے بڑے شخص ہم ایک گھنٹہ بیٹھے تھے اس نے کہا اسے واپس جاکر کہو، تو کون ہے؟ اس نے کہا اُسے کہہ دو اللہ تم پر رحم کرے میں مفت خورہ ہوں، تو ابن المدبر نے اُسے کہا تو مفت خورہ ہے اس نے جواب دیا ہاں اللہ تجھے عزت دے، اس نے کہا ہو سکتا ہے کہ لوگوں کے گھروں میں مفت خورے کے داخل ہونے اور فساد کرنے سے وہ بات بگڑ جائے جو خلوت میں اپنے ندیموں سے کرنا چاہتے ہیں اور وہ ان کے اسرار میں بھی دخل انداز ہو جائے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ شطرنج اور نرد کھیلنے والا ہو یا سارنگی یا ستار بجانے والا ہو، اس نے کہا خدا تیری مدد کرے میں یہ سب چیزیں بہت اچھی طرح جانتا ہوں، اس نے کہا تو اس کے کون سے کام جانتا ہے اس نے جواب دیا میں ان کے تمام اُونچے کام جانتا ہوں، اس نے اپنے ایک ندیم سے کہا اس سے شطرنج کھیلو مفت خورے نے کہا اللہ تعالیٰ استاذ کا بھلا کرے، اگر میں بازی ہار گیا تو اس نے کہا ہم تجھے اپنے علاقے سے نکال دیں گے، اس نے کہا اگر میں بازی جیت گیا تو اس نے کہا ہم تجھے ایک ہزار درہم دیں گے اس نے کہا اللہ تیری مدد کرے تو ایک ہزار درہم لا دے کیونکہ ان کی موجودگی میں دل کو طاقت حاصل ہوتی ہے اور کامیابی کا یقین ہوتا ہے پس درہم لائے گئے اور وہ دونوں کھیلے اور مفت خورہ جیت گیا اور اس نے درہم حاصل کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو حاجب نے اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا اللہ بھلا کرے اس کا خیال تھا کہ وہ اعلیٰ درجہ کا کھلاڑی ہے اور فلاں کا بیٹا جو تیرا غلام ہے وہ اس سے جیت جائے گا، اس غلام کو لایا گیا تو مفت خورہ اس سے بھی جیت گیا اس نے اُسے چلے جانے کو کہا، اس نے کہا، نرد لاؤ، نرد لاکر کھیلی گئی تو وہ جیت گیا حاجب نے کہا اے میرے آقا یہ نرد کا اعلیٰ درجہ کا کھلاڑی نہیں، ہمارا مقدس دربان اس سے جیت جائے گا، دربان کو لایا گیا تو مفت خورہ اس سے بھی جیت گیا، اس نے اُسے کہا چلے جاؤ، اس نے کہا میرے آقا سارنگی لاؤ، سارنگی لائی گئی تو اس نے بہت اچھی سارنگی

بجائی اور گایا اور خوش کر دیا، حاجب نے کہا اے میرے آقا ہمارے پڑوس میں ایک ہاشمی شیخ رہتا ہے جو لونڈیوں کو سارنگی بجانا سکھاتا ہے وہ اس سے زیادہ ماہر ہے شیخ کو لایا گیا تو اس نے اس سے بھی زیادہ اچھی سارنگی بجائی، اس نے اسے کہا چلے جاؤ، اس نے کہا ستار لاؤ، ستار لائی گئی تو اس نے اس طرح ستار بجائی کہ لوگوں نے اس سے بہتر ستار بجانے والا دیکھا ہی نہ تھا اور آخر میں اس نے گیت بھی سُنائے، حاجب نے کہا اللہ استاذ کا بھلا کرے ہمارے پڑوس میں فلاں ذخیرہ اندوز اس سے زیادہ ماہر ہے، ذخیرہ اندوز کو لایا گیا تو یہ اس سے بھی زیادہ ماہر اور اچھا ثابت ہوا تو ابن المدبر نے اُسے کہا کہ ہم نے تیرے لیے انتہائی جدوجہد کی لیکن تیرے ہنر کے سامنے ہم بے بس ہو گئے اب یہی صورت باقی رہ گئی ہے کہ ہم تجھے اپنے گھر سے نکال باہر کریں اس نے کہا اے میرے آقا میری ایک اچھی عادت باقی رہ گئی ہے اس نے پوچھا وہ کیا عادت ہے؟ اس نے کہا میرے لیے ایک کمان اور پچاس گولیوں کا حکم دے دیجیے اور اس حاجب کو چار گز کے فاصلہ پہ کھڑا کر دیجیے میں ان سب گولیوں کو اس کی ڈبہ میں ماروں گا اور اگر ایک گولی بھی خطا جائے تو مجھے قتل کر دیا جائے، حاجب نے یہ بات سُن کر شور و غل کیا اور ابن المدبر نے اپنی خلاصی اور مفت خورے کو اس کی مجلس میں داخل کرنے کے بارے میں حاجب سے جو کوتاہی ہوئی تھی، اس کی سزا اسی بات میں سمجھی، اس نے دو بالان لانے کا حکم دیا اور ایک کو دوسرے پہ رکھ کر، حاجب کو ان دونوں کے اُوپر باندھ دیا اور کمان اور بندوق مفت خورے کو دینے کا حکم دیا اس نے بغیر نشانہ خطا کیے اُسے گولیاں ماریں اور حاجب کے ساتھ جو کچھ ہوا اس پر ترس کھاتے ہوئے اس نے اُسے چھوڑ دیا، مفت خورے نے اُسے کہا کیا کوئی استاذ کے دروازے پہ اس طرح کا اچھا کام کر سکتا ہے اس نے جواب دیا اے قرنان جب تک میری شرین میں گولیاں ہیں ایسا کوئی نہیں کر سکتا، مفت خوروں کے بہت سے واقعات ہیں جیسے متوکل کے ساتھ حلوے کے بارے میں نبان مفت خورے کا واقعہ، اس نے ایک سر سے لے کر اُوپر تک قرآن مجید سے جو اعداد بیان کرنے شروع کیے ہم نے اپنی دو کتابوں "اخبار الزمان" اور "الاوسط" میں پوری شرح اور تفصیل سے اس کا ذکر کیا ہے اور اس کتاب میں ہم ان واقعات کی تھوڑی سی جھلک پیش کر رہے ہیں جن کا ذکر ہم پہلی کتابوں میں کر چکے ہیں۔

المہتدی کی سیرت

المہتدی نے اپنی حکومت میں میانہ روی اور دین داری کو اختیار کیا، اس نے

علماء کو اپنا مقرب بنایا اور فقہاء کے مقام کو بلند کیا اور ان سے خوب حُسنِ سلوک کیا وہ کہا کرتا تھا، اے بنو ہاشم مجھے عمر بن عبدالعزیز کے مسلک پر چلنے دو، میں تم میں ایسے ہوں گا جیسے بنو اُمیہ میں عمر بن عبدالعزیز تھے اور اس نے لباس، فرش اور کھانا پینا کم کر دیا اور سونے اور چاندی کے برتنوں کو خزانوں سے باہر نکالنے کا حکم دیا پھر ان برتنوں کو توڑ کر ان کے درہم اور دینار بنائے گئے پھر اس نے مجالس میں بنی ہوئی تصاویر کا رُخ کیا پس انہیں بھی مٹا دیا گیا اور جن دُنبوں اور مُرغوں کو خلفاء کے سامنے لڑایا جاتا تھا اس نے انہیں ذبح کر دیا اور محبوس درندوں کو مار دیا اور ریشم اور ان کے تمام فرشوں کو جن کی شریعت اجازت نہیں دیتی اٹھوا دیا اور اس سے پہلے خلفاء ہر روز اپنے دستر خوانوں پر دس ہزار درہم خرچ کرتے تھے اس نے اس خرچ کو ختم کر دیا اور اس نے اپنے دستر خوان اور گزارہ کے لیے ہر روز ایک سو درہم مقرر کیا اور وہ مسلسل روزے رکھتا بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب وہ قتل ہوا تو جس جگہ وہ رہتا تھا وہاں سے اس کا سامان نکالا گیا تو وہاں سے ایک مقفل ٹوکری ملی، لوگوں کو خیال ہوا کہ اس میں مال یا جواہر ہیں جب اُسے کھولا گیا تو اس میں سے ایک اُونی چوغہ اور ایک طوق نکلا بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف اُون کا ایک چوغہ نکلا، اُنہوں نے اُس کے خادم سے پوچھا تو اس نے کہا جب رات چھا جاتی تھی تو وہ اسے پہن لیا کرتا تھا اور اپنے آپ کو طوق ڈال دیتا اور صبح تک رکوع و سجود میں مصروف رہتا وہ رات کو آخری عشاء کے بعد ایک گھنٹہ سوتا اور پھر اُٹھ جاتا اور اس نے اس کے ایک دوست سے اس کے قتل ہونے سے قبل سُنا کہ اس نے مغرب کی نماز پڑھی اور کھانا کھانے لگا تو وہ کہہ رہا تھا اے اللہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صحیح روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ تین آدمیوں کی دُعا کی قبولیت میں کوئی روکاوٹ نہیں ہوتی، انصاف پسند حکمران کی دُعائیں، اور میں نے مقدور بھر اپنی رعیت میں عدل و انصاف کیا ہے اور مظلوم کی دعائیں اور میں مظلوم ہوں اور روزہ دار کی دُعائیں یہاں تک کہ وہ افطار کر دے اور میں روزہ دار ہوں، پھر وہ ان کے خلاف بد دُعا کرنے لگا کہ وہ ان کے شر کو کافی ہو جائے۔

خلق قرآن کے متعلق ایک عجیب بات

صالح بن علی ہاشمی بیان کرتا ہے کہ میں ایک روز المہتدی کی مجلس میں مظالم کی فریاد کے دن حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ آدمی بڑی آسانی کے ساتھ اس کے پاس پہنچ جاتا ہے اور جو لوگ اس کے پاس فریاد کرتے ہیں وہ ان کے متعلق علاقوں میں چٹھیاں بھجوا رہا ہے تو مجھے

اس کی یہ بات بہت اچھی لگی اور میں اس کی طرف دیکھنے لگا جونہی اس نے چٹھیاں دیکھتے ہوئے میری طرف نگاہ اٹھائی تو میں نے نظر نیچی کر لی گویا اس کو میری دلی کیفیت کے متعلق پتہ چل گیا، اس نے مجھے کہا اے صالح میرا خیال ہے کہ تیرے دل میں کوئی بات ہے جسے تو بیان کرنا چاہتا ہے، میں نے کہا ہاں امیر المومنین یہی بات ہے، پھر وہ خاموش ہو گیا جب وہ اپنی کچہری سے فارغ ہوا تو اس نے مجھے حکم دیا کہ میں وہیں ٹھہرا رہوں اور وہ خود اُٹھ کر چلا گیا، میں دیر تک بیٹھا رہا پھر اس نے مجھے بُلایا، میں اس کے پاس گیا تو وہ مصلٰے پہ بیٹھا ہوا تھا اس نے مجھے کہا اے صالح! کیا تو اپنے دل کی بات بتائے گا یا میں تجھے وہ بات بتاؤں، میں نے جواب دیا کہ امیر المومنین کا بیان کرنا ہی زیادہ اچھا ہے، اس نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ تو نے جو کچھ ہماری کچہری میں دیکھا ہے اُسے اچھا سمجھا ہے، میں نے کہا

اگر خلیفہ خلق قرآن کی بات نہ کرے تو میں اُسے اچھا سمجھتا ہوں اس نے کہا کہ میں بھی کچھ عرصہ اس کیفیت میں رہا ہوں یہاں تک کہ الواثق کے پاس شام کی سرحد سے اہل اذنہ میں سے فقہ و حدیث کا ایک دراز قد، خوب صورت شیخ آیا جو پابجولاں تھا اس نے بغیر کسی خوف کے سلام کہا اور مختصر سی دُعا کی، میں نے دیکھا کہ الواثق کی آنکھ میں اس کے متعلق حیا اور نرمی پائی جاتی ہے، اس نے اُسے کہا اے شیخ ابو عبد اللہ احمد بن ابی داؤد جو بات آپ سے پوچھتا ہے اس کا اُسے جواب دو، اس نے جواب دیا اے امیر المومنین احمد مناظرہ کے متعلق بہت کم جانتا ہے اور مناظرہ کرنے میں کمزور ہے میں نے دیکھا کہ الواثق کی طبیعت میں نرمی کی بجائے اس کے متعلق غضب ناکی پیدا ہو گئی ہے اور وہ اس سے کہنے لگا ابو عبد اللہ مناظرہ کرنے میں کمزور ہے تو شیخ نے جواب دیا امیر المومنین ذرا نرمی اختیار کیجیے کیا آپ مجھے اس سے گفتگو کرنے کی اجازت دیتے ہیں، الواثق نے اُسے کہا میں تجھے اجازت دیتا ہوں تو شیخ نے احمد کی طرف متوجہ ہو کر کہا، اے احمد تو لوگوں کو کس بات کی طرف دعوت دیتا ہے اس نے جواب دیا کہ خلق قرآن کی بات کی طرف، شیخ نے کہا تیری یہ بات جس سے تو خلق قرآن کے قول کی طرف دعوت دیتا ہے یہ دین میں داخل ہے اگر دین میں داخل ہے تو اس قول کے بغیر دین مکمل نہیں ہوتا اس نے جواب دیا ہاں، شیخ نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس بات کی دعوت دی تھی یا ان کو چھوڑ دیا تھا، اس نے جواب دیا آپ نے لوگوں کو چھوڑ دیا تھا شیخ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو جانتے تھے یا نہیں جانتے

تھے، اس نے جواب دیا، جانتے تھے، شیخ نے کہا تو لوگوں کو اس بات کی طرف کیوں دعوت دیتا ہے جس کی طرف رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوت نہیں دی اور انہیں چھوڑ دیا تھا، تو احمد خاموش ہو گیا، شیخ نے کہا اے امیر المومنین! یہ ایک بات ہوئی، پھر اس نے تھوڑی دیر کے بعد کہا اے احمد، اللہ تعالٰے اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ "کہ آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا ہے" اور تو کہتا ہے کہ خلق قرآن کے بغیر دین مکمل نہیں ہوتا، اور اللہ تعالٰی اپنے اکمال و اتمام میں زیادہ سچا ہے یا تو اپنے کم کرنے میں سچا ہے، تو وہ خاموش ہو گیا، شیخ نے کہا اے امیر المومنین یہ دوسری بات ہوئی، پھر اس نے تھوڑی دیر کے بعد اُسے کہا اے احمد! مجھے خدا کے اس قول کے متعلق بتائیے جو اس نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک.... الایۃ" اے رسول جو کچھ تجھ پر تیرے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دے، پس جس بات کی طرف تو لوگوں کو دعوت دیتا ہے کیا یہ بات بھی ان باتوں میں شامل ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو پہنچائی ہیں یا نہیں، تو وہ خاموش ہو گیا، تو شیخ نے کہا اے امیر المومنین یہ تیسری بات ہوئی، پھر اس نے تھوڑی دیر کے بعد کہا اے احمد مجھے بتائیے جس بات کی طرف تو نے لوگوں کو دعوت دی ہے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا اور خلق قرآن کی بابت بھی علم تھا، تو کیا آپ نے اُسے صحابہ سے روک کر اس میں گنجائش رکھی یا نہیں، احمد نے جواب دیا بلکہ آپ کے لیے اس میں گنجائش تھی، شیخ نے کہا اور اسی طرح ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کے لیے بھی گنجائش تھی اس نے جواب دیا ہاں، تو اس نے اپنے منہ کو الواثق کی طرف پھیر کر کہا اے امیر المومنین جب اس بات میں جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے لیے گنجائش تھی، ہمارے لیے گنجائش نہیں تو اللہ تعالٰی ہمارے لیے گنجائش نہ کرے تو الواثق نے کہا ہاں! اگر اس بات میں جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے لیے گنجائش تھی، ہمارے لیے گنجائش نہیں تو اللہ تعالٰی ہمارے لیے گنجائش نہ کرے، پھر الواثق نے کہا، اس کی بیڑی کاٹ دو، جب اس کی بیڑی کھول دی گئی تو اس نے بیڑی کو پکڑ لیا۔ الواثق نے کہا اسے چھوڑ دو، پھر وہ شیخ سے کہنے لگا، آپ نے بیڑی کو کیوں

پکڑا ہے، اس نے جواب دیا، میں نے اپنے دل میں ٹھانی تھی کہ میں اسے پکڑوں گا اور جب میں اسے قابو کر لوں گا تو وصیت کروں گا ——— کہ اسے میرے بدن اور کفن کے درمیان رکھ دیا جائے تاکہ میں کہوں اے میرے رب! اپنے اس بندے سے پوچھ کہ اس نے از راہ ظلم مجھے کیوں بیڑی ڈالی اور کیوں میرے اہل کو میرے بارے میں خوفزدہ کیا یہ بات سن کر الواثق اور شیخ اور تمام حاضرین رو پڑے پھر الواثق نے اُسے کہا اے شیخ! مجھے اس بات سے بری کر دو، اس نے کہا اے امیر المومنین! میں اس وقت تک اپنے گھر سے نہیں نکلا جب تک میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ان سے تیری قرابت کے باعث تجھے بری نہیں کر دیا، تو الواثق کا چہرہ دمک اٹھا اور وہ خوش ہو گیا پھر الواثق نے اُسے کہا، میرے پاس ٹھہریے میں آپ سے محبت کروں گا، اس نے جواب دیا سرحد میں میری جگہ بہت فائدہ بخش ہے میں بوڑھا آدمی ہوں اور مجھے ایک کام بھی ہے الواثق نے کہا جو ضرورت ہے مانگو شیخ نے کہا، جس جگہ سے مجھے اس ظالم نے نکالا ہے، امیر المومنین مجھے اسی جگہ پر واپس جانے کی اجازت دیں، الواثق نے کہا میں نے آپ کو اجازت دی اور اُسے انعام دینے کا حکم دیا مگر اس نے انعام قبول کرنے سے انکار کر دیا اس گفتگو کی وجہ سے میں نے خلق قرآن کے مسئلہ سے رجوع کر لیا ہے اور میرا خیال ہے کہ الواثق نے بھی اس سے رجوع کر لیا تھا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ ایک روز المہتدی کے سامنے کتابوں کے خزانوں کے دفاتر پیش کیے گئے، کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتاب کی پشت پر یہ اشعار لکھے ہوئے ہیں جو المعتز باللہ نے کہے تھے اور انہیں خود ہی لکھا تھا اور وہ شعر یہ تھے :-

"میں طب میں اپنے درد کا علاج جانتا ہوں لیکن میں محبت اور فریب کے علاج کو نہیں جانتا میں نے محبت کے لیے جزع فزع کی اور نجار پر صبر کیا اور میں اپنی جزع فزع اور صبر پر بہت متعجب ہوں وہ کون ہے جسے درد، اس کے دوست سے غافل کر دیتا ہے، میرا درد، مجھے تمہاری محبت سے غافل نہیں کر سکتا اور میں اپنے دوست کو ملول نہیں کرتا، کاش میں ہمیشہ دوست کے ساتھ رہوں اور کاش دوست میرے ساتھ رہے۔"

یہ اشعار دیکھ کر المہتدی چیں بجبیں ہو گیا اور کہنے لگا یہ نو عمری اور جوانی کا غلبہ ہے۔ المہتدی اکثر ان اشعار میں سے پہلے شعر کو پڑھتا رہتا تھا۔

علی بن ابی طالب سے نوف کی روایت

محمد بن علی الربعی ــــ یہ ان لوگوں میں سے تھا جو اکثر المہتدی کے ساتھ رہتے تھے یہ اچھا مجلسی اور لوگوں کے واقعات وحالات کا واقف تھا ــــ بیان کرتا ہے کہ میں المہتدی کو شب باشی کرلیا کرتا تھا ایک رات اس نے مجھے کہا کیا تو اس روایت سے واقف ہے جو نوف نے حضرت علی رضؓ سے بیان کی ہے جب وہ انہیں شب باشی کرایا کرتا تھا میں نے کہا اے امیر المومنین میں اُسے جانتا ہوں، نوف نے بیان کیا کہ میں نے ایک رات حضرت علی رضؓ کو اکثر باہر جاتے، آتے اور آسمان کی طرف نظر اُٹھاتے دیکھا ــــ پھر آپ نے مجھے کہا اے نوف! کیا تو سویا ہوا ہے میں نے کہا بلکہ دیکھ رہا ہوں، اے امیر المومنین میں اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، آپ نے فرمایا اے نوف! دنیا میں زُہد اختیار کرنے والوں اور آخرت میں رغبت کرنے والوں کو خوشخبری ہو، یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کی زمین کو بچھونا اور اس کی مٹی کو کپڑے اور اس کے پانی کو طیب، اور کتاب کو بدن کے ساتھ لگنے والا لباس اور دُعا کو اس کے اُوپر کا لباس بنایا ہے پھر انہوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے طریق پر دُنیا سے قطع تعلق کرلیا ہے اے نوف! اللہ تعالےٰ نے اپنے بندے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ وہ میرے پاس خوف زدہ دلوں، نیچی نگاہوں اور صاف ہتھیلیوں کے ساتھ آئیں اور انہیں یہ بھی بتادو کہ میں نہ ان میں سے کسی کی اور نہ اپنی مخلوق میں سے کسی ظلم کرنے والے کی دُعا کو قبول کروں گا ۔ محمد بن الربعی بیان کرتا ہے خدا کی قسم یہ روایت المہتدی نے خود اپنے ہاتھ سے لکھی اور میں نے اُسے نصف رات کو اپنے خلوت خانہ میں روتے ہوئے یہ کہتے سُنا، اے نوف دُنیا میں زُہد اختیار کرنے والوں کو خوشخبری ہو اور وہ آخر تک اس روایت کو بیان کرتا رہا یہاں تک کہ ترکوں نے اُسے قتل کردیا ۔

حُبِّ دُنیا کی بیماری

محمد بن علی بیان کرتا ہے کہ ایک روز میں نے خلوت میں المہتدی سے کہا، اس روز ہم نے دُنیا کی آفات اور اس میں رغبت کرنے والوں اور اس سے انحراف اور زہد اختیار کرنے والوں کا بہت ذکر کیا تھا ــــ اے امیر المومنین ایک عقل مند انسان کو جو دُنیا کی آفات اور اس کے جلد زوال پذیر ہونے کو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ اپنے طالبوں کو دھوکا دیتی ہے، کیا وجہ ہے کہ وہ پھر بھی اس سے محبّت

کرتا اور اس سے مانوس ہوتا ہے، المہتدی نے جواب دیا یہ بات اس کے لیے جائز ہے کیونکہ وہ اسی سے پیدا ہوا ہے اور وہ اس کی ماں ہے اور اسی میں وہ پروان چڑھا ہے اور یہ اس کی زندگی ہے، اور اسی میں اس کا رزق ہے اور یہ اس کی حیات ہے اور اسی میں اس کی واپسی ہے اور یہ اُسے کافی ہے، اور اسی میں وہ جنت حاصل کرتا ہے اور یہ اس کی سعادت کا مبداء ہے اور دُنیا صالحین کے لیے جنت کا پُل ہے پس وہ اس راستے کو کیوں نہ پسند کرے جو سالک کو جنت کی لازوال نعمتوں کی طرف لے جاتا ہے اور اگر وہ جنت کا مستحق ہے تو وہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کلام علی بن حسن بن علی بن ابی طالب کا ہے آپ نے یہ بات ایک سائل کے جواب میں فرمائی تھی اور یہ امیر المومنین علی بن ابی طالب کے کلام سے ماخوذ ہے جب ایک آدمی نے آپ کے سامنے دُنیا کی مدح کی اور ایک مذمت کرنے والے نے اس کی مذمت کی، جیسا کہ ہم اس کتاب میں اس سے قبل آپ کے زُہد اور حالات کے باب میں بیان کر آئے ہیں۔

بصرہ میں صاحب الزنج کا خروج

مسعودی بیان کرتا ہے کہ المہتدی کے دورِ خلافت میں بصرہ میں صاحب الزنج نے خروج کیا، یہ ۲۵۵ھ کا واقعہ ہے اس کا خیال تھا کہ وہ علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن حسن بن علی بن ابی طالب ہے اور اکثر لوگوں کا قول ہے کہ وہ آلِ ابوطالب کا لے پالک تھا جسے وہ اچھا نہ سمجھتے تھے وہ رَی کے مضافات کی ایک بستی ورزنین کا رہنے والا تھا اس کے افعال سے اس تہمت کی تصدیق ہوگئی کہ وہ خوارج میں سے ازارقہ کی رائے رکھتا تھا اور قتل کا استحقاق نہ رکھنے والوں، مثلاً عورتوں، بچوں اور شیخِ فانی کو اس کا قتل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ازرقی تھا اور اس کا ایک خُطبہ بھی ہے جس کے آغاز میں وہ کہتا ہے لاالٰہ الا اللہ، واللہ اکبر، الالاحکم الآ اللہ وہ سب گناہوں کو شرک سمجھتا تھا اس کے انصار زنگی تھے، اس کا ظہور ۲۷ رمضان کو جمعرات کی شب کو ۲۵۷ھ میں بصرہ کے دو شہروں کرخ اور الفتح کے درمیان نہر نخل پر ہوا، اس نے ۲۵۷ھ میں بصرہ پر قبضہ کر لیا اور ۲ صفر ۲۷۰ھ کو ہفتے کی رات کو قتل ہو گیا یہ المعتمد علی اللہ کی خلافت کے زمانے کا واقعہ ہے، لوگوں نے اس کے حالات اور اس کی جنگوں وغیرہ کے بارے میں بہت سی کُتب تصنیف کی ہیں، یہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے حالات اور اپنے کام کے آغاز اور بحرین کے علاقے کی طرف جانے کے واقعات کو تصنیف کیا اور اعراب کے ساتھ

اُسے جو واقعات پیش آئے یعنی محمد بن حسن بن سہل کے ساتھ انہیں بھی اس نے لکھا، محمد، مامون کے ساتھی فضل بن سہل کا بھتیجا تھا۔ یہ وہ شخص ہے جو المعتضد باللہ کے ساتھ معاملہ رکھتا تھا جس کا ہم ذکر کر آئے ہیں اور قبل ازیں یہ بات لوگوں میں مشہور تھی، اور اس کا معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اس نے اُسے مُرغ کی طرح آگ پر رکھ دیا اور اس کی جلد پھُول پھٹ گئی۔

لوگوں نے صاحب الزنج کا ذکر مشہور واقعات کے طور پر اپنی کتب میں کیا ہے اور ہم نے اس کے سب حالات، اور بصرہ میں بلالیہ اور سعدیہ کے معاملہ کا آغاز کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں اور ہم عنقریب اس کتاب میں مناسب موقع پر اس کے حالات اور اس کے قتل کے واقعہ کی ایک جھلک دکھائیں گے۔

عمرو بن بحر الجاحظ

مسعودی بیان کرتا ہے کہ عمرو بن بحر الجاحظ کی وفات ۲۵۵ھ میں ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ ۲۵۶ھ میں ہوئی، عمرو بن بحر الجاحظ کی وفات ماہ محرم میں بصرہ میں ہوئی، رواۃ اور اہل علم میں سے کسی شخص کو اس بات کا پتہ نہیں کہ اکثر کتب جاحظ کی تالیف میں جہاں اس نے اپنا قول عثمانیہ کے حوالہ سے لکھا ہے اور ابوالحسن المدائنی بہت سی کتب کا مصنف ہے مگر جاحظ سے اپنے مشہور انحراف کے باوجود ــــ وہی باتیں بیان کرتا ہے جو اس نے جاحظ سے سُنی ہیں یا جاحظ نے لکھی ہیں ــــ جو اذہان کے زنگ کو صاف کرتی اور واضح بُرہان کو نمایاں کرتی ہیں کیونکہ اس نے انہیں بہت اچھی طرح منظم و مرتب کیا ہے اور بے شمار الفاظ سے منظم و مرتب کیا ہے اور بے شمار الفاظ سے آراستہ کیا ہے جب وہ قاری یا سامع کی اکتاہٹ کو محسوس کرتا ہے تو سنجیدگی سے ہزل گوئی اور حکمتِ بلیغہ سے ظرافت نادرہ کی طرف آجاتا ہے اور اس نے بہت خوب صورت کتابیں لکھی ہیں جن میں "کتاب البیان والتبیین" ہے یہ سب سے اعلیٰ کتاب ہے جس میں اس نے منظوم و منثور کلام، بہترین اشعار، شاندار واقعات اور بلیغ خطبات کو جمع کر دیا ہے اگر کوئی شخص اسی کے پڑھنے پر اکتفا کرے تو وہ اسے کفایت کر جائے نیز "کتاب الحیوان" "کتاب الطفیلیین" "کتاب البخلاء" اور اس کی دیگر کتب بھی نہایت اعلیٰ درجے کی ہیں جن میں اس نے نصب و دفع حق کا قصد نہیں کیا اور سلف و خلف معتزلہ میں اس سے زیادہ فصیح شخص کوئی نہیں ہوا، یہ ابراہیم بن سیار النظام کا غلام تھا اور اسی سے اس نے سب کچھ سیکھا اور اخذ کیا ہے، یموت بن المزرع ــــ جاحظ اس کا ماموں تھا ــــ بیان کرتا ہے کہ میرے ماموں کے پاس مرض الموت میں بصرہ سے اس کے

چند دوست آئے اور اس کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں دو جگہوں سے علیل ہوں ایک بیماریوں سے اور دوسرے قرض سے پھر کہنے لگا کہ میں اس متناقض بیماری میں مبتلا ہوں جس کی تھوڑی سی مقدار سے مر جانے کا خوف ہوتا ہے اور اس کو ستر سالوں سے زیادہ نے بڑھا دیا ہے یعنی ستر سال سے زیادہ عمر نے بیماری کو بڑھا دیا ہے۔

یموت بن المزرع بیان کرتا ہے کہ وہ اپنے نصف دائیں حصے کو شدتِ حرارت کی وجہ سے صندل اور کافور سے لیپ کیے رکھتا تھا اور دوسرے نصف حصے کو اگر قینچیوں سے بھی کاٹ دیا جائے تو اُسے ٹھنڈک اور سُن ہونے کی وجہ سے پتہ بھی نہ چلتا تھا۔

ابن المزرع بیان کرتا ہے کہ میں نے اُسے کہتے سُنا کہ میں نے بصرہ میں ایک آدمی کو دیکھا جو صبح و شام لوگوں کی ضروریات میں لگا رہتا تھا میں نے اُسے کہا تو نے ان کاموں کی وجہ سے اپنے بدن کو تھکا لیا ہے اور اپنے کپڑوں کو بوسیدہ کر لیا ہے اور اپنے ترکی گھوڑے کو لاغر کر لیا ہے اور اپنے غلام کو قتل کر دیا ہے پس تجھے راحت و قرار نہیں مل سکتا کاش تو کچھ اعتدال سے کام لیتا، تو اس نے جواب دیا میں نے سحری کے وقت درختوں کی چوٹیوں پر پرندوں کے چہچہانے کو سُنا ہے اور خوب صورت گلوکارہ لونڈیوں کو ستار بجاتے سُنا ہے پس میں کسی نغمہ سے اتنا خوش نہیں ہوا جتنا میں کسی کے ساتھ نیکی کر کے یا کسی کی حاجت پوری کر کے خوش ہوتا ہوں۔

یموت ابن المزرع

یموت کسی مریض کی عیادت، اس خوف سے نہیں کیا کرتا تھا کہ کہیں وہ اس کے نام سے بدشگونی نہ لے لے، اس کے واقعات اور اشعار بہت شاندار ہیں وہ بلادِ اردن کے شہر طبریہ میں سکونت پذیر ہو گیا تھا جو شام کے علاقے میں ہے اور وہیں اس کی وفات ہوئی تھی یہ واقعہ ۳۰۰ھ کے بعد کا ہے، وہ صاحب علم و نظر و معرفت و جدل تھا اس کا ایک لڑکا تھا جسے مہلہل بن یموت بن المزرع کہتے تھے جو اس وقت یعنی ۳۳۲ھ کے بہترین شاعروں میں سے ہے، اس کے متعلق اس کا باپ یموت بن المزرع کہتا ہے ؎

"اے مہلہل میں نے زمانے کو آزمایا ہے اور سخت زمانے نے میرا مقابلہ کیا ہے اور میں نے ہر جگہ پر لوگوں کا مقابلہ کیا تو اس نے کمینے اور گھٹیا لوگ میرے مطیع بنا دیے اور اس نے میرے دل کو دردمند کر دیا وہ ایک کریم شخص ہے

جیسے سرکش زمانے نے کاٹ کھایا ہے، قدیم لوگوں کا ضائع ہو جانا ہی کافی کرب انگیز ہے اور غلام زادوں کے لیے تخت ہیں اور میری آنکھ سونے کے بعد اس خوف سے بیدار رہی ہے کہ میرے مرجانے کے بعد تو ضائع ہو جائے گا اور تیرے جیسے بچے کے متعلق مجھے خدا تعالیٰ کی مہربانی سے صبر ملتا ہے خواہ میں مرجاؤں یا زندہ رہوں اور اگر میری موت کے بعد تیری ہڈی مضبوط ہو جائے تو تجھے بڑی آفت قطع نہ کر دے اور کہہ دے کہ میرا باپ سخی تھا اور اگر پوچھا جائے کہ تیرا باپ کون تھا تو کہہ دے کہ وہ یموت تھا، دور و نزدیک کے لوگ علم کی وجہ سے تیرا اقرار کریں گے اور افترا اور جھوٹ سے سامع کو ششدر کر دینے والا بھی اس کا انکار نہیں کرے گا۔"

المہتدی کے شاندار حالات و واقعات کو ہم اپنی گزشتہ کتب میں بیان کر چکے ہیں۔

واللہ ولی التوفیق۔

باب ششم

المعتمد علی اللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات المعتمد احمد بن جعفر المتوکل کی بیعت ۱۶ رجب سنہ ۲۵۶ھ کو منگل کے روز ہوئی اس وقت اس کی عمر پچیس سال تھی اس کی کنیت ابو العباس تھی اس کی ماں اُم ولد تھی اور کوفہ کی رہنے والی تھی جسے فتیان کہا جاتا تھا اس کی وفات رجب سنہ ۲۷۹ھ کو اڑتالیس سال کی عمر میں ہوئی اور اس کی خلافت تیئیس سال رہی۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دور کی ایک جھلک

اس کے وزراء جب المعتمد کو خلافت ملی تو اس نے عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو وزیر بنایا جو المتوکل کا وزیر تھا اور جب عبید اللہ فوت ہو گیا تو اُس نے حسن بن مخلد کو وزیر بنایا، پھر سلیمان بن وہب وزیر بنا اور اس کے بعد صاعد کو وزارت ملی۔

صاحب الزنج کی جنگ المعتمد نے اپنے بھائی ابو احمد الموفق اور علی مفلح کو ربیع الاوّل سنہ ۲۵۸ھ کی پہلی جمعرات کو خلعت دیا اور ان دونوں کو صاحب الزنج کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بصرہ بھجوایا پس مفلح ترکی نے ۱۸ جمادی الاولیٰ سنہ ۲۵۸ھ کو منگل کے روز صاحب الزنج پر حملہ کر دیا، مفلح کی کنپٹی میں تیر لگا اور وہ بدھ کے روز مر گیا اُسے سامرا لا کر دفن کیا گیا اور ابو احمد صاحب الزنج سے جنگ کرنے سے پہلوتہی کر گیا۔

بارھواں امام

۲۶۰ھ میں ابو محمد حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کو المعتمد کی خلافت میں گرفتار کرلیا گیا اس وقت ان کی عمر انتیس سال تھی اور وہ مہدی منتظر کے باپ تھے اور امامیہ میں سے قطعیہ فرقہ کے نزدیک وہ بارہویں امام ہیں اور یہی جمہور شیعہ ہیں انہوں نے امام حسن بن علی کی وفات کے بعد آل نبی میں سے مہدی منتظر کے متعلق اختلاف کیا اور بیس فرقوں میں منقسم ہوگئے اور ہم نے اپنی کتاب "سر الحیاۃ" اور المقالات فی اصول الدیانات " میں تمام فرقوں کے دلائل کا ذکر کیا ہے اور مسئلہ غیب وغیرہ کو بھی بیان کیا ہے۔

المہتدی، المعتز کی ماں قبیحہ اور عبداللہ بن المعتز اور اسماعیل بن المتوکل اور طلحہ بن المتوکل اور عبدالوہاب بن المنتصر کو مکہ لے گیا اور جب المعتز کو خلافت مل گئی تو انہیں سوار کروا کر سامرا بھجوا دیا۔

یعقوب الصفار

۲۶۲ھ میں یعقوب بن لیث الصفار بہت بڑی فوج کے ساتھ عراق کی طرف گیا اور دجلہ کے کنارے واسط اور بغداد کے درمیان دیر العاقول میں فروکش ہوا۔ ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں بلاد سجستان میں یعقوب بن لیث کے حالات کا آغاز اور صغر سنی میں اس کے صفار ہونے اور سجستان کے رضا کاروں میں سر فروشوں سے جنگ کے لیے جانے اور درہم بن نصر سے رابطہ کرنے کے حالات بیان کیے ہیں نیز سر فروشوں کے شہر شاورق، جو بلادِ سجستان کے قریب ہے اور "ادق" کے نام سے مشہور ہے اس کے حالات بھی بیان کر آئے ہیں یہاں تک کہ یعقوب ترقی کرتا ہوا بلادِ زابلستان میں داخل ہوگیا۔ یہ علاقہ فیروز بن کبک شاہ زابلستان کا ہے اور ہندوستان کے بادشاہ کے ایلچی کے ساتھ بسط کے پُل پر اس کی جو بات چیت ہوئی اور اس کے ہرات و بلخ کے علاقے میں جانے اور بلادِ نیشاپور میں داخل ہونے کے لیے تدبیر کرنے اور محمد بن طاہر بن عبداللہ بن طاہر بن الحسین کو گرفتار کرنے اور پھر بلادِ طبرستان میں داخل ہونے اور حسن بن زید الحسنی پر حملہ کرنے کو بیان کر چکے ہیں قبل ازیں ہم حمزہ بن ادرک خارجی کے حالات اور عبداللہ بن طاہر کے زمانے میں اس کی جو پوزیشن تھی اُسے بیان کر چکے ہیں خوارج کا الحمزیہ فرقہ اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے نیز ہم یعقوب بن لیث کے حالات ابتدا سے لے کر اس کی وفات تک جو جندی سابور ضلع اہواز میں ہوئی، آخر تک بیان کر چکے ہیں۔

جب یعقوب بن لیث دیر العاقول میں فروکش ہوا تو معتمد اس کے مقابلہ میں نکلا اور اس نے ۳ جمادی الآخرۃ ۲۶۲ھ کو ہفتہ کے روز سامرا کے مشہور مقام القائم میں پڑاؤ ڈالا اور اپنے بیٹے المفوض کو خلیفہ بنایا اور المعتمد ۵ رجب ۲۶۲ھ کو جمعرات کے روز، بنی کوما کے السیب میں پہنچا اور اتوار کے روز ۹ رجب کو السیب اور دیر العاقول کے درمیان اضطربد کے مقام پر الصفار کے ساتھ نبرد آزما ہوا، اور اس نے الصفار کو شکست دی اور اس کی فوج کو لوٹنا مباح کر دیا اور اس کے ساتھیوں سے دس ہزار جانور چھین لیے۔ یہ شکست اس طرح ہوئی کہ اس نے السیب کی مشہور نہر کو توڑ دیا اور پانی نے صحرا کو بھر دیا الصفار کو پتہ چل گیا کہ یہ حیلہ اس کے خلاف کامیاب ہوگیا ہے اور اس نے سلطان کے ساتھیوں پر اس روز پندرہ سولہ حملے کیے ابراہیم بن سیما، غرق ہوگیا اور اس کے ہاتھ سے بے شمار مخلوق قتل ہوئی اور اس نے محمد بن اذنامش ترکی کو بھی نیزہ مارا وہ خیال کرتا تھا کہ یہ خادم ہے اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں نے ان کی فوج میں اس خادم جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا، اس روز الصفار نے میمنہ کا قصد کیا —— تو وہاں موسیٰ بن بغاء موجود تھا —— اس نے بے شمار لوگوں کو قتل کیا جن میں المغربی بھی شامل تھا جو المبرقع کے نام سے مشہور تھا، الصفار اور اس کے خاص دوست خود بچ گئے، المعتمد کی فوج اور بستیوں والوں نے اس کا تعاقب کیا اور اپنی تعداد اور مال سے بھی زیادہ مال غنیمت حاصل کیا اور محمد بن طاہر بن عبداللہ کو جو مقید تھا، چھڑایا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں وہ نیشاپور میں قید تھا اور اس کے ساتھ علی بن حسین قریشی بھی تھا، الموفق آیا تو محمد بن طاہر کے دل میں کوئی خیال آیا تو اس نے اس کی بیڑیاں کھلوا دیں اور اُسے خلعت دیا اور دوبارہ اُسے اپنا عہدہ دے دیا اور بعض کہتے ہیں کہ اس روز الصفار کی شکست کا سبب نہر کے ٹوٹنے اور گھوڑوں کے مشکل میں پھنس جانے کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی تھا کہ سعید بن صالح حاجب کا غلام نصیر دیلمی، دجلہ کی وادی میں فوج سے الگ ہو جانے والے لوگوں میں تھا، پس وہ الصفار کی فوج کے پچھلے حصے اور عام لوگوں میں مل گیا، اس نے ان منتشر لوگوں سے باہر نکل کر اونٹوں، خچروں، گدھوں اور گھوڑوں پر آگ پھینکی، اس کی فوج میں پانچ ہزار تیز رفتار بختی اُونٹ تھے، اُونٹ فوج میں منتشر ہوگئے اور خچر اور گھوڑے بدک گئے اور جب لوگوں نے اس کے متعلق سُنا اور اُسے دیکھا کہ وہ اپنی فوج اور عوام کے ساتھ ان کے پیچھے لگا ہوا ہے تو الصفار کے

میدان میں لوگ پریشان ہو گئے اور اُسے شکست ہو گئی جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یعقوب بن لیث نے اپنے اس سفر میں یہ اشعار کہے تھے اور وہ المعتمد اور اس کے ساتھی غلاموں کے خلاف دین کے ضائع کرنے اور صاحب الزنج کے متعلق سُستی سے کام لینے کی وجہ سے ناراض ہو کر نکلا تھا وہ کہتا ہے ؎

"میں خراسان اور ایران کے مضافات کو قبضہ میں رکھتا ہوں اور میں عراق کے بادشاہ سے بھی مایوس نہیں، اور جب امورِ دین ضائع ہو جائیں اور غیر مستحکم اور بوسیدہ ہو جائیں تو وہ مٹے ہوئے نشانات کی طرح ہو جاتے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کی مدد سے نصرت و برکت کے ساتھ نکلا جب کہ ہدایت کا علمبردار، حفاظت نہیں کر رہا تھا۔"

الصفار کی وفات ۲۳ شوال ۲۶۵ھ کو منگل کے روز جندی پور میں ہوئی اور اس نے اپنے بیت المال میں پچاس لاکھ درہم اور آٹھ ہزار دینار چھوڑے اور اس کا بھائی عمرو بن لیث اس کا جانشین بنا۔

الصفار کی سیاست

یعقوب بن لیث کی سیاست اپنے فوجی جوانوں کے ساتھ اس قسم کی تھی کہ گزشتہ اقوام کے ایرانی بادشاہوں اور دیگر خلف و سلف میں اس کی مثال نہیں سُنی گئی وہ اس کے احکام کی نہایت احسن رنگ میں اطاعت اختیار کرتے تھے، کیونکہ اس نے انہیں اپنے حسنِ سلوک سے جمع کیا تھا اور ان کو نیکی سے ڈھانپ لیا تھا اور ان کے دلوں کو اپنی ہیبت سے پُر کر دیا تھا۔

اس کے پیروکاروں کا اس کی اطاعت کرنا

ان کی اطاعت کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایران میں تھا اور اس نے لوگوں کو خوب کھانے پینے کا حکم دے دیا پھر کوئی ایسا واقعہ رُونما ہوا جس کی وجہ سے اس نے اس ضلع سے کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا، اس کے منادی نے آواز دی کہ لوگ اپنے جانوروں کو چرنے سے روک دیں، اس کے ساتھیوں میں سے ایک آدمی کو دیکھا گیا کہ وہ دوڑتا ہوا اپنے جانور کی طرف جا رہا ہے اور گھاس جانور کے منہ میں ہے تو اس نے اس خوف سے کہ کہیں وہ اس کے آواز سُننے کے بعد گھاس کو چبا نہ ڈالے۔ گھاس کو اس کے منہ سے نکال دیا اور جانور کی طرف آ کر اس کو فارسی زبان میں مخاطب ہو کر کہا کہ

امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ جانوروں کو گھاس وغیرہ کھانے سے روک دو اور اسی وقت اس کی فوج میں ایک جرنیل کو دیکھا گیا کہ آہنی زرہ اس کے بدن پر تھی اور اس کے اور اس کی کھال کے درمیان کوئی کپڑا نہ تھا، اس سے اس بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ امیر کے منادی نے آواز دی ہے کہ ہتھیار پہن لو، اور میں برہنہ تھا اور غسلِ جنابت کر رہا تھا پس مجھے کپڑے پہننے کا موقع ہی نہیں ملا، اور میں نے ہتھیار پہن لیے، جب کوئی شخص اس کے پاس خدمت کے لیے آتا اور اس کے پاس رہنے کو ترجیح دیتا تو وہ اُسے اچھی طرح دیکھتا اور جب اس کا منظر اُسے اچھا لگتا تو وہ اُسے جانچتا اور اُسے تیر اندازی، نیزہ بازی اور کسی دوسرے کام کی جو مہارت ہوتی، اس میں دلچسپی نہ لیتا اور جب اس سے کوئی حیران کن بات دیکھتا تو اس کے حالات دریافت کرتا اور یہ کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور کس کے ساتھ رہا ہے اور جب وہ اس سے سُنی ہوئی بات سے موافقت کرتا تو اس سے کہتا کہ تمہارے پاس جو مال و متاع اور ہتھیار ہیں ان کے متعلق مجھے سچ سچ بتادو، پس وہ اس کی تمام چیزوں سے مطلع ہو جاتا، اور پھر وہ اپنے مقرر کردہ لوگوں کو اس کا تمام سامان بیچنے کے لیے بھیج دیتا اور وہ اس کا سونا یا چاندی لے کر اُسے واپس کر دیتے اور رجسٹر میں لکھ لیتے پھر اس کے لباس، ہتھیار، کھانے پینے، جانوروں، خچروں اور گدھوں کی ضروریات کو اس کے اصطبل سے پورا کیا جاتا، یہاں تک کہ آدمی کو اپنے مقام و مرتبہ کے مطابق ہر چیز ملتی اور اگر وہ اس کے بعد اس سے ناراض ہو جاتا تو اپنی تمام دی ہوئی چیزوں کو چھین لیتا یہاں تک کہ وہ اس کی فوج سے اسی طرح سونا اور چاندی اُٹھاتے ہوئے چلا جاتا جس طرح اس کے پاس آیا تھا، سوائے اس کے کہ وہ آدمی مدد کا مستحق ہو، اس کا روزینہ زیادہ کر دیا جاتا اور پہلے مال سے بھی اُسے نہ روکا جاتا اور اس کے تمام جانور بھی اس کی ملکیت ہوتے اور ان کا چارہ اس کی طرف سے ہوتا، اس نے ان جانوروں کے منتظم رکھے ہوئے تھے جو ان کی نگہداشت کرتے تھے سوائے ان کے اپنے خاص جانوروں کے جو ان کے پاس ہوتے تھے مگر وہ جانور بھی اس کی ملکیت ہوتے تھے، اس نے اپنے لیے ایک چوبی چھپر بنایا ہوا تھا جو تخت کے مشابہ تھا وہ جہاں بھی جاتا اکثر اسی پر نشست کرتا اور اس سے اپنے پڑاؤ اور اپنے جانوروں کے چارے کو دیکھتا اور اپنے منتظمین کی خرابیوں کو بھی دیکھتا اور جب وہ کسی ناپسندیدہ بات کو دیکھتا تو اس کے بدلنے میں جلدی کرتا اور اس نے اپنے اصحاب میں سے ان کی مرضی سے ایک ہزار آدمیوں کو منتخب کیا، جو ان میں سے بظاہر مالدار اور جنگجو

ہیں غالب آنے والے تھے، پس اس نے ان کو سونے کے ستونوں کا ذمہ دار بنا دیا اور ان میں سے ہر ستون میں ایک ہزار مثقال سونا لگایا پھر ان کے ساتھ لباس اور دولت کی ایک دوسری فوج تھی وہ چاندی کے ستونوں کے ذمہ دار تھے اور جب کبھی عید اور جلسہ وغیرہ ہوتا یا دشمنوں پر فخر کے اظہار کا دن ہوتا تو انہیں یہ ستون دے دیے جاتے اور یہ ستون صرف مصائب کے مقابلہ کے لیے بنائے گئے تھے،

اس کے ایک معتمد سے پوچھا گیا جو اس کے حالات اور خلوتوں اور اس کے دلی دوستوں کو دیکھتا تھا کہ کیا وہ کسی کے ساتھ داستان گوئی اور مجالست کرتا ہے تو اس نے بیان کیا کہ وہ کسی کو اپنے بھید سے مطلع نہیں کرتا اور کوئی شخص اس کی تدبیر اور عزم سے واقف نہیں ہوتا اور جو وہ کرنا چاہتا ہے اس کے متعلق دن کا اکثر حصہ الگ بیٹھ کر سوچتا رہتا ہے اور جو بات اس کے دل میں ہوتی ہے اس کے خلاف اظہار کرتا ہے اور اپنی تدبیر وغیرہ میں کسی کو شریک نہیں کرتا اور فرصت کے وقت وہ چھوٹے بچوں کو ادب و اخلاق سکھانے میں مشغول ہو جاتا ہے اور ان کو باہر نکالتا اور بلاتا ہے اور انہیں تسمے دیتا ہے اور وہ اس کے سامنے ایک دوسرے کو ان سے مارتے ہیں جب وہ اپنی تدبیر سے فارغ ہو جاتا ہے تو اکثر اس کا یہی شغل ہوتا ہے۔

جب ۲۶۰ھ میں طبرستان میں الصفار اور حسن بن زید الحسنی کی جنگ ہوئی (بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۲۵۹ھ میں ہوئی) اور حسن بن زید بھاگ گئے تو یعقوب نے اُن کی تلاش میں بڑا مبالغہ کیا اس کے ساتھ سلطان کے ایلچی بھی تھے جو المعتمد کے خطوط لے کر اس کے پاس گئے تھے وہ حسن بن زید کی تلاش سے واپس آ رہے تھے ایک شخص نے جب اس کے آدمیوں کی اطاعت کو دیکھا اور وہ اس جنگ میں ان کے ساتھ شامل نہیں تھا تو کہنے لگا اے امیر آج کی طرح تو نے کوئی چیز دیکھی ہے، الصفار نے اُسے کہا میں اس سے بھی عجیب تر چیز تجھے دکھاؤں گا پھر وہ اس جگہ کے قریب ہوئے جہاں حسن بن زید نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا، تو وہاں پر انہوں نے توڑوں، گھوڑوں، ہتھیاروں اور سامان اور ان تمام چیزوں کو جو فوج نے شکست کھاتے وقت پیچھے چھوڑی تھیں اسی حالت میں موجود پایا اور اس کے ساتھیوں میں سے کسی ایک شخص نے بھی اس سامان میں سے کسی چیز کو نہ چھیڑا تھا اور نہ کوئی شخص اس کے قریب ہوا تھا، وہ اس کے قریب ایسی جگہ پر پڑاؤ کیے ہوئے تھے جہاں سے وہ اس سامان کو اس جگہ سے دیکھ سکتے تھے جہاں الصفار نے انہیں چھوڑا تھا، تو ایلچی نے اُسے کہا یہ وہ سیاست اور ریاضت ہے جس کی تربیت امیر نے انہیں دی ہے اور وہ جو چاہتا ہے ان سے کرواتا ہے وہ ٹاٹ کے

ایک ٹکڑے پر بیٹھتا تھا جس کی لمبائی سات بالشت اور چوڑائی دو ہاتھ یا اس سے زیادہ ہوتی تھی اس کی ایک جانب اس کی ڈھال ہوتی تھی جس پر وہ ٹیک لگاتا تھا اس کے سوا اس کے خیمے میں اور کوئی چیز نہیں ہوتی تھی جب وہ رات یا دن کو سونا چاہتا تو اپنی ڈھال پر بیٹھ جاتا اور جھنڈے کو اپنے رخسار کے نیچے رکھ لیتا وہ اکثر فاختی رنگ کا چلتہ پہنتا تھا۔

اس کا ایک طریق یہ تھا کہ جرنیلوں، رؤسا اور عظماء کے لیے اس کے خیمے کے دروازے میں داخل ہونے کے لیے مراتب مقرر تھے جہاں سے وہ انہیں اور ان کے داخل ہونے کے مقامات کو دیکھ سکتا تھا پس وہ رسیوں کے ساتھ خیمہ کے پاس سے گزرتے جہاں سے اس کی جگہ نظر نہ آتی تھی لیکن وہ ان کے آنے اور جانے کی جگہوں کو دیکھ سکتا تھا اور ان میں سے جس آدمی کے ساتھ اُسے گفتگو کرنے یا حکم دینے یا روکنے کی ضرورت ہوتی وہ اُسے بلا لیتا اور اس جگہ سے ان کا داخل ہونا جہاں سے وہ انہیں دیکھ سکے، اس پر سلام کرنے کے عوض میں تھا اور اس کے بھائیوں اور ایک اور آدمی کے سوا جو اس کے خواص میں سے تھا اور عزیز کے نام سے مشہور تھا دوسرا کوئی شخص اس کی نشست کے دروازے پر نہ آسکتا تھا اس کے خیمے کے پیچھے ایک اور خیمہ ہوتا تھا جو اس کی نشست کی رسیوں کے قریب ہوتا تھا اس میں اس کے خواص کے لڑکے ہوتے تھے، جب اُسے کوئی حکم دینا ہوتا تو وہ انہیں آواز دیتا تو وہ اس کے پاس آجاتے، دگرنہ وہ دن اور رات کا اکثر حصہ اسی جگہ پر رہتا وہ اس کے سر کے پاس کھڑے نہ ہوتے اس کے خیمے کے اندر بھی خیمے لگے ہوتے جن میں پانچ سو غلام گردش کرتے رہتے اور وہ خیمہ کے اندر رات بسر کرنے اور وہ ان میں سے ہر ایک پر اعتماد کرتا اور اس نے ان کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے آدمی مقرر کیے ہوئے تھے تاکہ ان میں کوئی فساد اور خرابی پیدا نہ ہو اور ہر روز اس کے لیے بیس بکرے ذبح کیے جاتے اور انہیں پیتل کی بڑی بڑی دیگوں میں پکایا جاتا تھا، اس کے پاس پتھر کی دیگیں بھی تھیں جن میں اس کی مرغوب چیزیں پکائی جاتیں، اور پانچ دیگوں کے ساتھ اس کے لیے ہر روز چاول، حلوہ اور فالودہ بھی تیار کیا جاتا اور یہ کھانے بڑے طاقتور ہوتے ہیں وہ ان سے میں کھاتا اور باقی کھانا خیمے کے اندر رہنے والے لڑکوں میں تقسیم کر دیا جاتا پھر خیمے کے اردگرد رہنے والے فوجیوں اور حسب مراتب مقرب لوگوں میں بانٹ دیا جاتا۔

ایک آدمی نے جو سلطان کا خط اس کے پاس لے کر گیا تھا، اُسے کہا اے امیر آپ اپنی

ریاست اور مجلس میں قیام پذیر ہیں اور آپ کے خیمے میں آپ کے ہتھیاروں اور اس ٹماٹ کے سوا جس پر آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور کوئی چیز موجود نہیں، اس نے جواب دیا، اپنے سردار کے افعال اور سیرت کی پیروی کرتے ہیں اور اگر میں اس سامان کو استعمال کروں جس کا تو نے ذکر کیا ہے تو ہم جانوروں پر بوجھ ڈال دیں اور میرے تمام فوجی میرے فعل کی اقتداء کریں اور ہم ہر روز جنگلوں، بیابانوں، وادیوں اور چٹیل میدانوں کو طے کرتے ہیں، ہمارے لیے ہلکا رہنا ہی اچھا ہے وہ اپنی فوج میں خچروں کو بہت کم استعمال کرتا تھا، اس کی فوج میں پانچ ہزار بختی اُونٹ اور اس سے دُگنے سیاہی مائل سفید رنگ گدھے تھے جو خچروں کی طرح تھے یہ گدھے الصفار کے نام سے مشہور تھے، جو خچروں کی بجائے بوجھ اُٹھاتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ جب وہ کسی جگہ پڑاؤ کرتا تو اونٹوں اور گدھوں کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا مگر خچروں کے ساتھ ایسا نہیں کیا جا سکتا تھا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ یعقوب بن لیث الصفار اور اس کے بھائی عمرو بن لیث کے کارنامے، سیاستیں اور جنگوں میں اس کے حیلے اور چالیں بڑی عجیب تھیں، ہم نے ان کا ذکر "اخبار الزمان" اور "الاوسط" میں کیا ہے اور اس کتاب میں ہم نے صرف ان باتوں کا ذکر کیا ہے، جن کا ذکر ہم نے اپنی پہلی کتابوں میں نہیں کیا۔

موسیٰ بن بغاء کی وفات

المعتمد کی خلافت میں ۲۶۴ھ میں موسیٰ بن بغاء کی وفات ہوئی اس کے متعلق ایک شاعر جس نے اس کی مدح کی تھی اور اس نے اُسے کچھ نہیں دیا تھا، کہتا ہے ؎

"موسیٰ مر گیا ہے اور یہ بات ہمارے لیے معمولی ہے جب یہ بات مشہور ہوئی کہ وہ مر گیا ہے تو مجھے اس سے تکلیف نہیں ہوئی، اسی طرح مجھے اس شخص کی موت تکلیف نہیں دے رہی جس نے زندگی میں میرے ساتھ بھلائی نہیں کی۔"

المزنی کی وفات

۲۶۴ھ میں ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ المزنی جو المختصر کا مصنف ہے کی وفات ہوئی، اس نے محمد بن ادریس الشافعی سے علم حاصل کیا تھا اس کی وفات ۲۴ ربیع الاوّل کو جمعرات کے روز مصر میں ہوئی۔

اہلِ علم کی ایک جماعت کی وفات

اسی سال ابو عبداللہ احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب جو عبداللہ بن وہب کا بھتیجا اور حضرت امام

مالک بن انس کا ساتھی تھا کی وفات ہوئی اس نے اپنے چچا عبداللہ بن وہب سے روایات بیان کی ہیں جو امام مالک سے روایت کی گئی ہیں۔

یونس بن عبدالاعلیٰ الصلافی بانوے سال کی عمر میں مصر میں فوت ہوئے اور ابو خالد یزید بن سنان مصر میں فوت ہوئے ان کی نماز جنازہ قاضی بکار بن قتیبہ نے پڑھائی۔

اور صفر ۲۶۷ھ میں الموفق صاحب الزنج سے جنگ کے لیے گیا اور الموفق نے اپنے بیٹے ابوالعباس کو ربیع الآخر میں سوق الخمیس کی طرف جانے کا حکم دیا، اس جگہ پر الشعرانی، جو علوی کا ساتھی تھا بہت سارے زنگیوں کے ساتھ قلعہ بند تھا اس نے اس مقام کو فتح کیا اور جو کچھ اس میں تھا اُسے غنیمت بنا لیا، اس کے علاوہ اس نے اور بھی بہت سے مقامات کو فتح کیا اور ان میں جو زنگی موجود تھے ان کو قتل کر دیا، الموفق، اہواز کی طرف گیا اور زنگیوں نے جو خرابی پیدا کی تھی اس کی اصلاح کر دی اور پھر بصرہ واپس آگیا یہ دونوں مسلسل صاحب الزنج سے برسرِ پیکار رہے یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا، اس کی مدتِ حکومت چودہ سال چار ماہ رہی، وہ چھوٹوں، بڑوں، مردوں اور عورتوں کو قتل کرتا، جلاتا اور تباہ و برباد کرتا تھا اور اس نے بصرہ میں ایک جنگ میں تین ہزار آدمیوں کو قتل کیا تھا۔

بصرہ میں مہلبی کے کارنامے

بصرہ میں اس جنگ کے بعد مہلبی، علی بن محمد کے بلند پایہ اصحاب میں ہو گیا اور اس نے ایک جگہ پر جو مقبرہ بنی یشکر کے نام سے مشہور ہے اپنا منبر نصب کیا وہ لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھاتا اور اس منبر پر علی بن محمد کے لیے خطبہ دیتا اور اس کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے لیے رحم کی دُعا کرتا لیکن اپنے خطبہ میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا نام نہ لیتا اور بنو عباس کے بڑے آدمیوں اور ابو موسیٰ اشعریؓ، عمرو بن العاصؓ اور معاویہؓ بن ابی سفیان پر لعنت کرتا ہم قبل ازیں اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں کہ وہ خوارج میں سے ازارقہ کی رائے رکھتا تھا جب بصرہ کے رہنے والے مہلبی کے اس فعل کی طرف مائل ہو گئے تو وہ ایک اکٹھ میں جمع ہوئے تو اس نے ان میں تلوار چلا دی، کچھ بچ گئے، کچھ قتل ہو گئے اور کچھ غرق ہو گئے اور بہت سے لوگ گھروں اور کنوؤں میں چھپ گئے وہ رات کو باہر آکر کتوں، بلیوں اور چوہوں کو پکڑتے اور ذبح کر کے کھا جاتے پس انہوں نے ان جانوروں کو ختم کر دیا یہاں تک کہ ان جانوروں میں سے بھی انہیں کوئی جانور نہ ملتا، اور جب ان میں سے کوئی آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اُسے کھا جاتے،

اور ایک دوسرے کی موت کا خیال رکھتے جو شخص اپنے ساتھی کو قتل کرنے کی طاقت رکھتا وہ اُسے قتل کر کے کھا جاتا۔ نیز انہوں نے میٹھے پانی ختم کر دیے اُن میں سے ایک عورت کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک عورت کے ساتھ جھگڑتی ہوئی آئی اور اس کے ساتھ اس کی بہن بھی تھی انہوں نے اس سے وحشت محسوس کی اور دیکھنے لگے کہ یہ مرے اور اس کا گوشت کھائیں وہ عورت کہتی ہے کہ جونہی وہ عورت مری، ہم اس کی طرف دوڑ پڑے اور ہم نے اس کا گوشت کاٹ کر کھایا ہم عیسے بن ابی حرب کے گھاٹ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اس کی بہن، اپنی بہن کا سر لیے ہوئے دریا پر روتی ہوئی آئی، اُسے کہا گیا تیرا برا ہو تو کس تکلیف کے باعث روتی ہے اس نے جواب دیا کہ انہوں نے میری بہن پر حملہ کر دیا اور اُسے اچھی موت نہ مرنے دیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور میرے ساتھ بھی انہوں نے ظلم کیا اور مجھے اس کے گوشت میں سے سوائے اس سر کے اور کچھ نہیں دیا اور انہوں نے اس کی بہن پر جو ظلم کیا تھا وہ اس کی شکایت کرتی تھی اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے بھی بڑے بڑے واقعات موجود ہیں اس کی فوج کا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ وہ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت عباسؓ وغیرہ جو ہاشم اور قریش کی اولاد میں سے تھے اور دیگر عربوں کی، کسی عورت کی بولی دیتے اور کہتے کہ ان لوگوں کی اولاد میں سے ایک لڑکی دو یا تین درہموں میں فروخت ہو رہی ہے اور پھر اس کا نسب بیان کیا جاتا کہ یہ فلاں کی بیٹی ہے، ان میں سے ہر زنگی کے پاس دس دس بیس بیس تیس تیس عورتیں ہوتیں جن سے زنگی ہم صحبت ہوتے اور وہ زنگی عورتوں کی خدمت گار عورتوں کی طرح خدمت کرتیں، ایک عورت نے جو حسن بن علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے تھی اور ایک زنگی کے پاس تھی، علی بن محمد کے پاس فریاد کی کہ وہ اسے کسی اور زنگی کو دیدے یا آزاد کروا دے تو آپ نے اُسے کہا کہ وہ تیرا آقا ہے اور دوسرے کی نسبت تیرا زیادہ حق دار ہے۔

ان سالوں میں جو لوگ قتل ہوئے ان کی تعداد کے بارے میں لوگوں میں اختلاف پایا جاتا ہے، کچھ کم اور کچھ زیادہ بیان کرتے ہیں زیادہ تعداد کو بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ اس نے اتنے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا کہ ان کی تعداد بیان ہی نہیں کی جا سکتی، اور عالم الغیب خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اس نے کتنے علاقوں، شہروں اور

جاگیروں کو فتح کیا اور وہاں کے رہنے والے کتنے لوگوں کو تباہ و برباد کیا۔

اور کم تعداد بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ اس نے پانچ ہزار آدمیوں کو قتل کیا جب کسی چیز کو ضبطِ تحریر میں نہ لایا گیا ہو تو اس کے متعلق دونوں فریق ظن و تخمین سے بات کرتے ہیں۔ اس کے قتل کا واقعہ جیسا کہ ہم نے بھی بیان کیا ہے ۲۷۰ھ میں المعتمد کی خلافت میں ہوا۔

صاعد بن مخلد اس کے بعد الموفق نے ۲۷۲ھ میں صاعد بن مخلد کو، الصفار کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا اور اُسے فوج پر امیر مقرر کیا، الموفق خود بھی اس کے پیچھے پیچھے گیا، جب وہ بلادِ فارس کی طرف گیا تو اس نے سختی شروع کر دی اور ایک دن مدائن سے واپس آگیا اور شرمندگی سے پچھنے لگوا لیے، الموفق کو جب اس کے حال اور اس کی سختی کی اطلاع ملی تو ابو محمد عبد اللہ بن حسین بن سعد قطربلی نے اس بارے میں ایک طویل قصیدہ کہا، ہم اس میں سے ذیل کے اشعار پر اکتفا کرتے ہیں ؎

"جب اس نے سرکشی کی اور عجمیوں کا دین اختیار کر لیا تو اس کا چہرہ بگڑ گیا اور اس نے شرمندگی سے پچھنے لگوا لیے۔"

الموفق نے اُسے واسط کی طرف بھجوا دیا، اس نے سات سال وزارت کی یہاں تک کہ اُسے اور اس کے بھائی عبدون نصرانی کو گرفتار کر لیا گیا۔

صاعد کی لونڈی اس کے قید ہونے کے بعد مر گئی، وہی اس کی حکومت پر غالب تھی، اُسے جعفر کہا جاتا تھا وہ الموفق کی ماں کے زمانے میں فوت ہوئی، اس بارے میں عبد اللہ بن حسین بن سعد اپنے اشعار میں کہتا ہے ؎

"جعفر نے اونٹوں کی قطار کے سر کو پکڑا اور کہا میں نے تمہیں برباد ی کی اجازت دے دی ہے پس امیر کی ماں نے جواب دیا کہ ہم سب سے پہلے تیری زیارت کرنے والے ہیں، عنقریب صاعد بھی تیرے پاس آئے گا، اور قضا و قدر میں اُسے مصیبت کے لیے لکھا گیا ہے۔"

اس نے اس کے بھائی عبدون کے سامان کو چھوڑ کر صاعد کے ذاتی سامان یعنی غلاموں، ہتھیاروں، آلات، متاع اور ملبوسات کو شمار کیا تو ان کی قیمت تین ہزار دینار بنی اور اس کی ویگیر جاگیروں کے غلہ کی قیمت ایک لاکھ تین ہزار بنی، صاعد ۲۷۶ھ میں قید ہی میں مر گیا۔

بڑے آدمیوں کی ایک جماعت کی وفات

۲۷۰ھ میں بغداد کے فقیہ ابو سلیمان داؤد بن علی اصبہانی کی وفات ہوئی اور اسی سال میں ابو ایوب سلیمان بن وہب کاتب اور احمد بن طولون فوت ہوئے یہ واقعہ ۱۰ ذوالقعدہ ۲۷۰ھ کو ہفتے کے روز مصر میں پیش آیا، اس وقت اس کی عمر پینسٹھ سال تھی۔

احمد بن طولون اور اس کا بیٹا

احمد بن طولون کی ولایت سترہ سال رہی، یہ صاحب الزنج کے مقابلہ میں بڑا کامیاب تھا۔ احمد بن طولون دس ماہ بیمار رہا اور جب زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے بعد اپنے بیٹے کے ولی الامر ہونے کی بیعت لی اور جب اس کی وفات ہو گئی تو ابو الجیش خمارویہ بن احمد طولون نے اپنے لیے نئے سرے سے بیعت لی۔

طواحین کی جنگ

الموفق نے اپنے بیٹے ابو العباس کو ۲۷۱ھ میں ابو الجیش خمارویہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا ان دونوں کے درمیان فلسطین کے مضافات میں طواحین کے مقام پر ۱۶ شوال کو منگل کے روز جنگ ہوئی، ابو الجیش کو شکست ہوئی اور ابو العباس نے اس کی تمام فوج کو قابو کر لیا، ابو الجیش اپنے جرنیلوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھاگ کر فسطاط آ گیا اور اپنے غلام سعد الاعسر کو اپنا جانشین بنایا پس اس نے ابو العباس سے جنگ کر کے اس کو شکست دی اور اس کی فوج کو مباح قرار دے دیا اور بڑے بڑے جرنیلوں اور جلیل القدر اصحاب کو قتل کر دیا اور ابو العباس بھاگتا ہوا سیدھا عراق پہنچا اور ابو الجیش نے علی بن احمد المادرانی اور ابو بکر محمد بن علی بن احمد المادرانی کو اپنا وزیر بنایا جو اس وقت تک محمد بن طغج کے ہاں گرفتار تھا ——— یہ ۳۲۲ھ کا واقعہ ہے مصر میں اس کی وزارت پر وہ اور اس کا بیٹا حسن بن محمد براجمان تھا، پس جب اخشید نے ابو الحسن علی بن خلف بن طباب کو وزیر بنایا، وہ دمشق سے فسطاط آیا تو اُسے اور اس کے بھائی ابراہیم بن خلف کو گرفتار کر لیا گیا اور اس نے ابو الحسن محمد بن الوہاب کو وزیر بنایا۔

ربیع المرادی

۲۷۰ھ میں ربیع بن سلیمان المرادی فوت ہو گیا۔ یہ مؤذن تھا اور محمد بن ادریس الشافعی کا ساتھی تھا مصر میں آپ کی اکثر کتب کو آپ سے روایت کرنے والا یہی تھا۔

ہمیں ابوعبداللہ حسن بن مروان مصری وغیرہ نے ربیع بن سلیمان سے بتایا کہ وہ کہتا تھا کہ شافعیؒ سے محمد بن حسن کوفی نے اس کی کچھ کتابیں عاریۃً لیں اور انہیں واپس نہ کیا تو شافعیؒ نے اس کی طرف لکھا ؎

"اے وہ شخص جس جیسا آدمی آنکھوں نے کم ہی دیکھا ہے اور جس نے اُسے دیکھا ہے اس نے اس سے پہلے ایسا نہیں دیکھا ہم اس کے متعلق کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے بات کو سمجھا ہے کیونکہ اس نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ کمال میں سب سے فوقیت لے گیا ہے، علم، اہل علم کو اس بات سے روکتا ہے کہ وہ اُسے اہل علم سے روک کر رکھیں کہ شاید وہ اُسے اہل علم کے ہاں خرچ کریں"

تو محمد بن حسن نے اس کی اکثر کتابیں جن کے بارے میں اس نے پوچھا تھا بھیج دیں۔

المعتمد اور الموفق

المعتمد نے اپنے بیٹے جعفر کے لیے بیعت لی اور اس کا نام مفوض الی اللہ رکھا، المعتمد لہو و لعب اور لذات کا بڑا دلدادہ تھا اس کا بھائی ابو احمد الموفق تدبیر امور پر غالب تھا پھر اس نے المعتمد کا گھیراؤ کر کے اُسے قید کر دیا اور یہ پہلا خلیفہ تھا جسے قید کیا گیا اور فم صلح میں رکھا گیا اور اس سے قبل وہ بھاگ کر جدید موصل چلا گیا الموفق نے صاعد کو سامرا کی طرف بھیجا اور اس نے اسحاق بن کنداج کی طرف خط لکھا تو اس نے اُسے موصل جدید سے واپس کر دیا۔

ابن طولون کا خروج

۲۶۴ھ میں احمد بن طولون نے مصر سے خروج کیا اور بہت سی فوجیں اور رضا کار بھی مصر و فلسطین سے اس کے ساتھ آئے اس کے دمشق پہنچنے سے قبل ماجور ترکی دمشق میں فوت ہو گیا جو وہاں کا حکمران تھا احمد نے دمشق میں داخل ہو کر اس کے تمام متروکہ خزائن وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے حمص چلا آیا پھر وہاں سے بلادِ انطاکیہ میں چلا گیا اس کی فوج کا اگلا حصہ بحرِ روم کے کنارے اسکندریہ کے علاقے میں پہنچ گیا اور وہاں سے وہ اس جگہ پہنچا جو جبل اللکام میں بغراس کے نام سے مشہور ہے رضا کار اور غازی بھی اس سے قبل ہی شامی سرحد پر پہنچ گئے پھر وہ لوگوں کو اطلاع دیے بغیر واپس آ گیا یہاں تک کہ وہ انطاکیہ شہر میں اُترا، وہاں سیما الطویل ترکوں کی ایک مضبوط پارٹی کے ساتھ موجود تھا، اس سے قبل ہم اس کتاب میں انطاکیہ کی تعمیر، اور اس کی فصیلوں کے واقعہ اور اس کے باقی ۱۰ ساہ اور میدانوں اور پہاڑوں میں اس کی فصیلوں کے حالات کو بیان کر چکے

ہیں۔ اور احمد بن طولون کے انطاکیہ جانے سے قبل سیما اور احمد المؤید کے درمیان جند قنسرین اور شام کے عواصم میں بہت سی جنگیں ہو چکی تھیں ابن طولون انطاکیہ کے اس دروازے پر اترا جو باب فارس کے نام سے مشہور ہے اور بازار کے سامنے ہے اس کی فوج نے اُسے گھیرے میں لے لیا اور اس کا غلام لُولُو، باب البحر پر اُترا، اس کے بعد لُولُو سلطان کے پاس امان طلب کرتا ہوا آیا، پس الموفق بھی صاحب الزنج سے مقابلہ کے لیے آگیا اور جیسا کہ ہم پہلے اپنی کتابوں میں بیان کر چکے ہیں کہ لُولُو اور الموفق کے ساتھیوں میں جھگڑا ہو گیا تھا اور ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ ان میں سے صاحب الزنج کا قاتل کون تھا، قریب تھا کہ آج ان کے درمیان حالات کچھ ٹھیک ہو جاتے یہاں تک کہ الموفق کی فوج کے متعلق کہا گیا کہ ؎

"تم جو چاہو کہہ لو، فتح صرف لُولُو کے لیے ہی ہے۔"

ابن طولون ۲۶۴ھ کے آخر میں انطاکیہ میں تھا اور اس نے ۲۶۵ھ میں وہاں کے بعض رہنے والوں سے رات کو سازباز کر کے اسے فتح کر لیا، اور انہوں نے اس کی فصیلوں سے ان کے پہرے داروں کو پکڑ لیا ان میں سے جو لوگ پہاڑ اور باب فارس کے پاس تھے وہ نیچے اُتر گئے، پس ابن طولون آیا اور اس کی فصیلوں کی مضبوطی کی وجہ سے اس کے فتح کرنے سے مایوس ہو گیا، انہوں نے اس سے اس کی فتح کا وعدہ کیا تو اس نے ان کو مزید آدمی دے دیے لیکن وہ جہاں سے اُترے تھے وہیں رہ گئے وہ بھی اپنی فوج کے ساتھ تیار ہو گیا اور اُنہوں نے سیما کو اس کے گھر میں پکڑ لیا اور صبح طلوع ہونے سے قبل، طولونی فوجوں نے انطاکیہ کی فصیلوں پر نعرۂ تکبیر بلند کر دیا اور اس میں اُتر گئے اور بڑا شور و غل ہوا، سیما اپنے ساتھ بھاگنے والے خواص کے ساتھ سوار ہو گیا تو ایک عورت نے چوٹی سے اس پر چکی کا پاٹ گرا دیا جو اسے لگا تو ایک آدمی نے اس کا سر پہچان لیا اور اسے ابن طولون کے پاس لایا وہ باب فارس سے داخل ہوا اور وہاں ایک چشمے پر فروکش ہو گیا۔ اس کے ساتھ قاضی حسین بن عبدالرحمٰن بھی تھا جو ابن الصابونی الانطاکی الحنفی کے نام سے مشہور تھا، ابن طولون کے ساتھیوں نے کچھ دیر انطاکیہ میں تباہی مچائی اور لوگوں کو تکالیف دیں پھر دو گھنٹے تک ان تکالیف کو بند کر دیا گیا اور ابن طولون شامی سرحد کی طرف کوچ کر گیا، پھر وہ المصیصہ اور اُذنہ آیا اور اہل طرسوس اس سے محفوظ ہو گئے، وہاں پر یازمان خادم بھی تھا جس کو اس کے فتح کرنے کے لیے کوئی حیلہ نہیں مل رہا تھا پس وہ وہاں سے واپس آگیا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اس نے جنگ کرنے کا

ارادہ کرلیا واللہ اعلم، اُسے یہ اطلاع ملی کہ اس کے بیٹے عباس نے اس کے خلاف بغاوت کردی ہے تو وہ گھبرا گیا کہ وہ اس کے اور مصر کے درمیان روک نہ بن جائے لہٰذا وہ جلدی سے چل کر فسطاط میں داخل ہوگیا اور عباس اپنے باپ کے خوف سے برقہ میں چلا گیا جو بلادِ مغرب میں سے ہے اور اپنے ساتھ مقدور بھر خزانے، اموال اور سامان بھی اُٹھا کر لے گیا، ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں ابن طولون اور اس کے بیٹے کی خط وکتابت کو درج کیا ہے۔

یازمان، فتح بن خاقان کا غلام

یازمان خادم کی وفات، اسلامی فوج میں لڑتے ہوئے نصرانی علاقے میں قلعہ کوکب کے نیچے ہوئی، یہ فتح بن خاقان کا غلام تھا، اسے طرسوس لاکر باب الجہاد میں دفن کیا گیا یہ ۱۵ رجب ۲۷۸ھ کا واقعہ ہے، اس جنگ میں اس کے ساتھ سلطان کے امراء میں سے العجیفی اور ابن عیسیٰ طرسوس کا امیر بھی تھا، یازمان، بحر ذیہ میں جہاد کا بے انتہا ماہر تھا اور اس کے ساتھ ایسے سمندری لوگ تھے جن کی مثل اور ان سے طاقت ور آدمی نہیں دیکھا گیا اُسے غالب آکر دشمن کو قتل کرنے کی بڑی مہارت حاصل تھی، دشمن اس سے ڈرتے تھے اور نصرانی اپنے قلعوں میں بھی اس سے خوف زدہ تھے اور شامی اور جزری سرحدوں پر عمر بن عبید اللہ بن مروان الاقطع حاکم ملطیہ اور علی بن یحیٰی ارمنی حاکم سرحدات شام کے بعد کوئی جوان رومیوں پر یازمان خادم سے بڑھ کر چڑھائی کرنے والا نہیں دیکھا گیا۔

عمرو بن عبید اللہ الاقطع

عمرو بن عبید اللہ الاقطع اور علی بن یحیٰی ارمنی کی وفات ایک ہی سال میں ہوئی یہ دونوں المستعین کے دورِ خلافت میں ۲۴۹ھ میں اکٹھے شہید ہوئے، عمرو بن عبید اللہ، اس سال ملطیوں سے جنگ کر رہا تھا کہ وہ شاہِ روم سے جو پچاس ہزار فوج کے ساتھ آیا تھا، بھڑ گیا، دونوں فریق مقابلہ میں ڈٹ گئے، عمرو بن عبید اللہ اور اس کے ساتھی شہید ہوگئے صرف تھوڑے سے آدمی بچے، یہ ۱۵ رجب ۲۴۹ھ جمعہ کے دن کا واقعہ ہے۔

علی بن یحییٰ ارمنی

علی بن یحیٰی ارمنی، شامی سرحد سے واپس آکر آرمینیا چلا گیا پھر وہاں سے واپس آگیا، جب وہ میافارقین کی طرف گیا جو دیار بکر کے علاقے میں ہے تو وہاں پر وہ اپنی جاگیر کی طرف چلا گیا جنگ کا طبل بج گیا تو وہ جلد ، سے نکلا رومی فوج نے حملہ کر دیا تو علی بن یحیٰی ارمنی نے چار سو آدمیوں کو قتل

کردیا رومیوں کو اس بات کا علم نہ تھا کہ یہ علی بن یحییٰ ارمنی ہے۔

مجھے ایک رومی نے بتایا جو اسلام قبول کر چکا تھا کہ رومیوں نے اپنے بعض گرجوں میں جنگجو اور فن حرب کے دس ماہر مسلمانوں کی تصاویر بنائی ہوئی تھیں، ان میں سے ایک آدمی وہ تھا جسے حضرت معاویہؓ نے بھیجا تھا اور اس نے رومی فوج کے جرنیل کو اسکیم کے تحت قسطنطنیہ سے قید کر لیا تھا اور اُسے تھپڑ مار کر اس سے قصاص لیا اور پھر اُسے قسطنطنیہ واپس کر دیا تھا۔

اور عبداللہ بطال، عمرو بن عبیداللہ، علی بن یحییٰ ارمنی، عمر بن بکار، احمد بن ابی قطیفہ اور قرنیاس بیلقانی حاکم شہر ابریق ـــــ آج کل یہ شہر روم میں شامل ہے ـــــ یہ شخص بیالقہ کا جرنیل تھا اس کی وفات ۲۴۹ھ میں ہوئی اور قرنیاس کی بہن خارس اور بازمان خادم اپنی فوج میں اس کی پہریداری کرتے تھے، اور ابوالقاسم بن عبدالباقی وغیرہ ہم بیالقہ کے اعتقادات اور مذہب کو بیان کر چکے ہیں۔ جو نصرانیت اور مجوسیت کے بین بین ہے ـــــ اور وہ اس وقت ـــــ ۳۳۲ھ میں ـــــ رومیوں میں شامل ہو چکے ہیں اور ہم نے ان کے حالات کو تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں بیان کیا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کی غیرت

حضرت معاویہؓ کا واقعہ ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے یہ ہے کہ اس آدمی نے قسطنطنیہ سے جرنیل کو قید کر لیا تھا، تفصیل یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں مسلمانوں نے جنگ کی اور ان میں سے ایک جماعت قید ہو گئی اور انہیں بادشاہ کے سامنے کھڑا کیا گیا، اس نے بعض مسلمان قیدیوں سے گفتگو کی تو ایک جرنیل نے بادشاہ کے پاس کھڑے ہوئے ایک مسلمان کے قریب ہو کر اس کے منہ پر تھپڑ مار دیا اور اُسے تکلیف پہنچائی، وہ آدمی قریش میں سے تھا اس نے پکار کر کہا ہائے اسلام، اے معاویہ تو کہاں ہے؟ تو نے ہمیں چھوڑ دیا ہے اور ہماری سرحدیں ضائع ہو گئی ہیں اور دشمن ہمارے علاقے، خون اور عزت پر حاکم بن بیٹھا ہے جب یہ خبر امیر معاویہؓ کو پہنچی تو انہیں بہت تکلیف ہوئی اور انہوں نے لذت کام و دہن کو چھوڑ دیا، علیحدگی اختیار کر لی اور لوگوں سے ملاقات کرنا چھوڑ دی اور کسی کے سامنے اس بات کا اظہار نہ کیا پھر انہوں نے نہایت شاندار طریق سے رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان سرفروشوں کی ایک تنظیم قائم کی یہاں تک کہ اس آدمی کا بدلہ لے لیا، جب وہ شخص دارالاسلام میں آیا تو حضرت معاویہ نے اُسے بلا کر اس سے بہت اچھا سلوک کیا پھر اُسے

کہا کہ ہم نے نہ تجھے چھوڑا ہے اور نہ ضائع کیا ہے اور نہ ہم نے تیرے خون اور تیری عزت کو مباح کیا ہے، اس کے باوجود حضرت معاویہ اسکیم بنانے رہے، پھر آپ نے ساحل دمشق سے صور کے ایک واقف کار آدمی کی طرف پیغام بھیجا جو سمندر میں بے شمار جنگیں لڑ چکا تھا اور رومی زبان میں گفتگو کر سکتا تھا آپ نے اُسے بُلا کر علیحدگی میں اُسے اپنے ارادے کی اطلاع دی اور اس سے اسکیم بنانے اور اُسے بروئے کار لانے کے متعلق پوچھا دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس آدمی کو بہت سامان دیا جائے جس سے وہ عمدہ عمدہ چیزیں سامان خوشبو اور جواہرات وغیرہ خریدے اور اس کے لیے ایسی سواری بنائی گئی کہ کوئی چیز شریعت میں اس کے ساتھ نہ مل سکے، پس وہ آدمی چلا اور اس نے قبرص آکر وہاں کے رئیس سے رابطہ قائم کیا اور اُسے بتایا کہ اس کے پاس بادشاہ کے لیے ایک لونڈی ہے اور وہ قسطنطنیہ میں تجارت کے لیے بادشاہ اور اس کے خواص کے پاس آیا ہے، بادشاہ کو اطلاع دی گئی اور آدمی کا حال بھی بتایا گیا تو اس نے اُسے آنے کی اجازت دے دی تو وہ خلیج قسطنطنیہ میں داخل ہو کر قسطنطنیہ میں چلا گیا۔ اس سے قبل ہم اس کتاب میں اس خلیج کی مسافت اور بحر روم اور بحر بانطس سے اس کے اتصال کے بارے میں سمندروں کے ذکر میں بیان کر آئے ہیں، جب یہ آدمی قسطنطنیہ پہنچا تو اس نے بادشاہ اور اس کے تمام جرنیلوں کو تحفے دیے اور ان سے خرید و فروخت کی اور اس جرنیل کو کچھ نہ دیا جس نے قریشی آدمی کے چہرے پر تھپیڑ مارا تھا اور اس کی توجہ اس جرنیل کی طرف تھی جس نے قریشی کو تھپیڑ مارا تھا، الصوری نے حضرت معاویہ کے پروگرام کے مطابق کام کیا اور وہ آدمی قسطنطنیہ سے شام آیا اور اُسے جرنیلوں اور بادشاہ نے ضروری چیزوں اور سامان کے خریدنے کا حکم دیا جب وہ شام آیا تو اس نے حضرت معاویہ کے پاس خفیہ طور پر جا کر وہاں کا سب ماجرا آپ کو بتا دیا۔ پھر اس کے لیے تمام چیزیں خریدی گئیں اور اس کو یہ پتہ نہ چلا کہ انہیں اس میں دلچسپی ہے اور آپ نے اس کی طرف آگے بڑھ کر کہا کہ جب تو اس دفعہ واپس جائے گا تو یہ جرنیل تجھے اس بات پر ملامت کرے گا کہ تو نے اُسے تحفہ سے محروم کر کے اس کی اہانت کی ہے تو تو اس سے معذرت کرنا اور اس کے ساتھ نرمی سے پیش آنا اور اُسے تحفے دینا اور اپنے کام کا نگران بنانا اور اپنے اموال کی جانچ پڑتال کرنے والا مقرر کرنا اور یہ دیکھنا کہ تیرے شام لوٹنے

وقت وہ تجھ سے کیا مطالبہ کرتا ہے، پس تیرا مقام بڑھ جائے گا اور جب تجھے ان تمام باتوں کے متعلق جن کا میں نے تجھے حکم دیا ہے پختہ یقین ہو جائے اور تجھے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ جرنیل تجھ سے کیا چاہتا ہے اور تجھے کس چیز کے خریدنے کا حکم دیتا ہے تاکہ اس کے مطابق اسکیم تیار کی جائے، پس جب الصوری قسطنطنیہ واپس لوٹا اور اس کے پاس اس کی تمام چیزیں اور اس سے زائد اشیاء بھی تھیں تو بادشاہ اور جرنیلوں اور دیگر خاص لوگوں میں اس کی وقعت بڑھ گئی، ایک دن جب وہ بادشاہ کے ہاں جانا چاہتا تھا کہ اس جرنیل نے اُسے قصر شاہی میں پکڑ لیا اور کہا کہ میں نے تیرا کیا گناہ کیا ہے کہ تو دوسرے لوگوں کے پاس جا کر ان کی ضروریات پوری کرتا ہے اور مجھ سے اعراض کرتا ہے الصوری نے اُسے کہا کہ میں ایک مسافر آدمی ہوں اور اس بادشاہ کے پاس اور اس ملک میں مسلمانوں کے قیدیوں اور جاسوسوں کے خوف سے بھیس بدل کر آتا ہوں تاکہ وہ میرے متعلق مسلمانوں کو اطلاع نہ دے دیں اور میں مارا جاؤں، اور اب جب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تو میری طرف میلان رکھتا ہے تو میں نہیں چاہتا کہ تیرے سوا کوئی شخص میرے معاملے میں دلچسپی لے اور بادشاہ وغیرہ کے پاس تیرے سوا کوئی اور ذمہ دار بنے، آپ مجھے ان تمام ضروریات اور امور کے متعلق حکم دیں جو ارضِ اسلام سے تعلق رکھتے ہیں پھر اس نے جرنیل کو مخروطی شیشہ، خوشبو، جواہر اور عمدہ عمدہ چیزیں اور کپڑے تحفہ کے طور پر دیے اور وہ ہمیشہ روم سے حضرت امیر معاویہ کی طرف اور حضرت امیر معاویہ سے روم کی طرف آتا جاتا رہا اور بادشاہ، وہ جرنیل اور دیگر جرنیل اس سے اپنی ضروریات کی چیزیں طلب کرتے رہے اور حضرت امیر معاویہؓ کی اسکیم کئی سال تک کامیاب نہ ہو سکی، ایک دن جرنیل نے الصوری سے جب وہ دارالاسلام کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا تھا، کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو میری ایک ضرورت پوری کر کے مجھ پر احسان کرے وہ یہ کہ تو میرے لیے سوسن گرد کی ایک بساط لائے جس کے ساتھ تکیے وغیرہ بھی ہوں اور اس میں سُرخ، نیلے اور دیگر رنگ بھی ہوں اور وہ اس طرح کی ہو خواہ اس کی قیمت کچھ بھی ہو، پس اس نے اس بات کی ہاں کر دی، الصوری جب قسطنطنیہ کی طرف جاتا تو اس کی سواری اس جرنیل کی جگہ کے قریب ہوتی، جرنیل کی ایک عمدہ جاگیر تھی جس میں بلند محل اور خوب صورت سیر گاہ تھی جو قسطنطنیہ سے کئی میل خلیج کے ساتھ ساتھ تھی اور جرنیل اپنا اکثر وقت یہیں گزارتا تھا جاگیر فم خلیج کے ساتھ تھی جو بحرہ روم اور قسطنطنیہ کے ساتھ ساتھ ہے پس الصوری نے

خفیہ طور پر حضرت معاویہؓ کے پاس آکر سب حال بتایا اور حضرت معاویہ نے تکیوں اور نشستوں والی بساط منگوائی اور الصوری اُن تمام چیزوں کو دار الاسلام سے لے کر واپس چلا گیا اور حضرت معاویہؓ نے اُسے اسکیم پیش کی اور اُسے بروئے کار لانے کا طریق بھی بتایا اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ الصوری اس عرصہ میں موانست و مخالطت میں انہی میں سے ایک آدمی کی طرح ہو گیا تھا اور روم میں اس کی دلچسپی بڑھ گئی تھی جب وہ سمندر سے خلیج قسطنطنیہ میں داخل ہوا ——— اور ہوا بھی اس کے موافق تھی اور وہ جرنیل کی جاگیر کے قریب آگیا ——— تو الصوری، کشتی والوں سے جرنیل کا حال پوچھنے لگا تو انہوں نے اُسے بتایا کہ وہ اپنی جاگیر ہی میں ہے اور جیسا کہ قبل ازیں ہم اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں کہ ان دونوں سمندروں یعنی بحر روم اور بحر بانطس کے درمیان خلیج کا طول ساڑھے تین سو میل ہے اور جاگیریں اور آبادیاں اس کے دونوں کناروں پر واقع ہیں اور کشتیاں انواع و اقسام کا سامان اور خوراک لے کر قسطنطنیہ آتی ہیں اور اس خلیج میں کشتیاں اپنی کثرت کے باعث گنی نہیں جا سکتیں، پس جب الصوری کو اس بات کا علم ہو گیا کہ جرنیل اپنی جاگیر میں ہے تو اس نے اس بساط کو بچھا دیا اور کشتی کے صحن میں گاؤ تکیے لگا دیے اور صدر مجلس کی جگہ بنا دی اور اپنی اور لوگوں کی نشستیں اس جگہ سے نیچے بنائیں، ان کے ہاتھوں میں ایسے چپو تھے جنہیں وہ چلاتے نہیں تھے اور ان کے متعلق یہ بھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ کشتی میں سوار ہیں، ہوا چل رہی تھی اور کشتی خلیج میں کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح چل رہی تھی، اس کی تیز رفتاری کے باعث کنارے پر کھڑا ہوا آدمی اُسے نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا، پس وہ کشتی جرنیل کے محل کے پاس پہنچ گئی وہ اس کی چوٹی پر اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور شراب کے نشہ میں تھا تو وہ خوشی میں بہک گیا، جب جرنیل نے الصوری کی کشتی کو دیکھا تو خوشی سے گانے لگا اور اس کی آمد کی خوشی سے آوازیں دینے لگا پس یہ محل کے نچلے حصے کے قریب ہوا اور کشتی کا بادبان گرا دیا، جرنیل نے کشتی پر نظر ڈالی تو اس نے اس بساط کی خوبصورتی اور فرش کی ترتیب کو دیکھا گویا وہ کوئی پھولوں بھرا باغ ہے پس وہ اپنی جگہ ٹھہرنے کی سکت نہ رکھ سکا اور الصوری کے کشتی سے باہر نکلنے سے پہلے نیچے اُتر آیا اور کشتی پر چڑھ گیا، جب کشتی میں اس کے پاؤں ٹک گئے اور وہ نشست کے قریب آیا تو الصوری نے اپنے پیچھے بساط کے نیچے ہاتھ مارا، یہ اس کے اور کشتی میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے درمیان ایک علامت مقرر تھی اور جونہی اس کا قدم کشتی میں ٹکا، کشتی چپوؤں سے اُڑنے لگی اور وہ خلیج کے درمیان کسی چیز کی طرف

دھیان دیے بغیر سمندر کی طرف چل پڑی، آوازیں بلند ہوئیں، مگر اُسے جلدی کے باعث کچھ پتہ نہ چل سکا
ابھی رات نہیں پڑی تھی کہ وہ خلیج سے باہر نکل کر سمندر میں آ گئی اور جرنیل کی مشکیں کس دی گئیں اور ہوا
بھی اس کے موافق تھی اور خوش قسمتی نے بھی اس کی مدد کی اور چپو اُسے اس خلیج میں چلاتے رہے
اور ساتویں روز یہ ساحلِ شام سے لگ گئی اور خشکی کو دیکھنے لگی تیرھویں روز یہ آدمی اسکیم کی کامیابی
اور کام کی تکمیل کی خوشی میں حضرت معاویہ کے سامنے کھڑے تھے حضرت معاویہ کو کامیابی اور
بلند بختی کا یقین ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ اس قریشی آدمی کو میرے پاس لاؤ، اُسے آپ کے
پاس لایا گیا اس وقت خواص بھی حاضر تھے انہوں نے اپنی اپنی نشستیں سنبھالیں جگہ لوگوں سے
تنگ ہو گئی تو حضرت امیر معاویہ نے قریشی سے کہا، اُٹھو اور اس جرنیل سے اپنا قصاص لو
جس نے شاہِ روم کی بساط پر تمہارے منہ پر تھپڑ مارا تھا، کیونکہ ہم نے نہ تجھے ضائع کیا ہے
اور نہ تمہاری عزت اور خون کو مباح کیا ہے، پس قریشی اُٹھ کر جرنیل کے قریب آیا تو حضرت
امیر معاویہ نے اُسے کہا، دیکھو، زیادتی نہ کرنا، اور جو کچھ اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے
اسی کے مطابق اس سے سلوک کرنا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے واجب کیا ہے
اس کا خیال رکھنا، پس قریشی نے اُسے تھپڑ مارے اور اس کے حلق میں ایک مکہ مارا،
پھر وہ قریشی جھک کر حضرت معاویہؓ کے ہاتھ چومنے لگا اور کہنے لگا، جس نے تجھے سردار
بنایا ہے اُس نے تجھے ضائع نہیں کیا اور جس نے تجھ سے اُمید رکھی ہے وہ ناکام نہیں
ہوا، تو وہ بادشاہ ہے جس کا حق مارا نہیں جا سکتا تو اپنی رکھ اور رعیت کی حفاظت و
صیانت کرتا ہے اور پھر اس نے اُسے دُعائیں دینے اور اس کی تعریف کرنے میں حد
کر دی اور حضرت امیر معاویہ نے جرنیل سے حسن سلوک کیا اور اُسے خلعت دیا، بساط بھی
دی اور اس کے علاوہ بہت سے تحائف بھی بادشاہ کی طرف بھیجے اور اُسے کہا کہ واپس
جا کر اپنے بادشاہ سے کہنا کہ میں نے بادشاہِ عرب کو تیری بساط پر حدود قائم کرتے اور
تیرے دارالسلطنت میں اپنی رعیت کا قصاص لیتے چھوڑا ہے اور الصوری سے کہا
کہ خلیج تک اس کے ساتھ جا کر اسے اور اس کے ساتھی قیدیوں کو اس میں چھوڑ آؤ، پس
کشتی پر جرنیل کے غلام اور خواص سوار ہو گئے اور عزت کے ساتھ انہیں صور لے جایا گیا اور
وہ کشتی میں سوار ہو گئے، ہوا ان کے موافق تھی اور وہ گیارہویں روز رومی علاقے میں پہنچ گئے
اور خلیج کے دہانے کے قریب ہو گئے، جرنیل کو مضبوطی کے ساتھ زنجیر لگائی گئی تھی لیکن اُسے

اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا گیا اور الصوری واپس آگیا، اسی وقت جرنیل کو تحائف اور سامان سمیت بادشاہ کے حضور پہنچا یا گیا رومی اس کی آمد سے خوش ہوگئے اور اُسے قید سے رہا ہونے پر مبارک باد دینے لگے، حضرت امیر معاویہؓ نے جرنیل کے ساتھ جو سلوک کیا اور جو تحائف اُسے دیے، بادشاہ نے حضرت امیر معاویہؓ کو اس کا بدلہ دیا اس کے زمانے میں کوئی شخص کسی مسلمان قیدی کے ساتھ ظلم نہ کر سکتا تھا اور بادشاہ نے کہا کہ امیر معاویہؓ سب بادشاہوں سے زیادہ باتدبیر اور عربوں میں سب سے زیادہ عقل مند ہے یہی وجہ ہے کہ عربوں نے اُسے اپنا لیڈر بنایا ہے پس وہ ان کے امور کو چلاتا ہے اور خدا کی قسم اگر وہ مجھے پکڑنے کا ارادہ کرے تو وہ اپنی اسکیم میں کامیاب ہو جائے۔

ہم اس سے قبل اس کتاب میں حضرت امیر معاویہؓ کے مفصل حالات بیان کر آئے ہیں اور اپنی پہلی کتابوں میں ان کے پاس شہروں سے آنے والے مردوں اور عورتوں کے حالات بھی بیان کر چکے ہیں تاہم اس سے پہلی کتابوں میں ہم نے حضرت امیر معاویہؓ کے مختصر حالات ہی لکھے ہیں۔

اور سلف و خلف سے اس وقت تک شاہانِ بنی اُمیہ اور خلفائے بنو عباس کے ساتھ رومی بادشاہوں اور جرنیلوں کے معاملات بہت اچھے رہے ہیں، اسی طرح شامی اور جزری سرحدوں کے حالات بھی اس وقت تک اچھے رہے ہیں ـــــ یعنی ۳۳۲ھ تک ـــــ اور ہم انہیں اپنی پہلی کتابوں میں مبسوط طور پر بیان کر چکے ہیں اور اس کتاب میں بھی ہم نے ان کے کچھ حالات، ان کی مدتِ عمر اور حکومت اور سیرت کی ایک جھلک پیش کی ہے نیز ہم نے قوموں کے بادشاہوں اور ان کی سیرتوں کو بھی بیان کیا ہے۔

کھیل کود سے المعتمد کی محبت

مسعودی بیان کرتا ہے کہ المعتمد، انواع و اقسام کے کھیل کود کا بڑا دلدادہ تھا اور شراب نوشی کا اس پر بڑا غلبہ تھا، عبید اللہ بن خردادبہ بیان کرتا ہے کہ ایک دن میں اس کے ہاں گیا تو اس کی مجلس میں کئی ندیم اور صاحب عقل و معرفت لوگ موجود تھے تو المعتمد نے اُسے کہا مجھے بتاؤ کہ سب سے پہلے سارنگی کس نے بنائی تھی، ابن خردادبہ نے جواب دیا امیر المومنین اس بارے میں بہت سے اقوال ہیں، سب سے پہلے لمک بن متوشلخ بن محویل بن عاد بن خنوخ بن قابین بن آدم نے سارنگی بنائی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اُسے اپنے بیٹے سے شدید محبت تھی، وہ فوت ہو گیا تو اس نے اُسے

درخت سے لٹکا دیا پس اس کے جوڑ ٹوٹ گئے اور اس کی پنڈلیاں، رانیں، پاؤں اور انگلیاں باقی رہ گئیں، تو اس نے ایک لکڑی لی اور اُسے باریک کیا اور اُسے چمٹا دیا اور سارنگی کے اگلے حصے کو ران کی طرح اور اس کی گردن کو پنڈلی کی طرح اور اس کے سر کو پاؤں کی طرح اور زندگی کی مدت کو انگلیوں کی طرح اور تاروں کو رگوں کی طرح بنایا پھر اُسے بجایا کہ اس پر نوحہ گایا پس سارنگی بول پڑی، الحمدونی کہتا ہے کہ ؎

"وہ ایسی زبان سے بولنے والی ہے جس کا کوئی راز نہیں گویا وہ ایک ران ہے جو پاؤں سے باندھ دی گئی ہے وہ بالوں میں دوسروں کے راز ظاہر کرتی ہے جیسے قلم کی گفتگو دوسروں کے راز ظاہر کرتی ہے۔"

اور تو بل بن لمک نے ڈھول اور دف بنائے اور ضلال بنت لمک نے گانے بجانے کے آلات بنائے پھر قوم لوط نے ستار بنائی جس سے وہ لڑکوں کو مائل کرتے پھر چرواہوں اور کردوں نے ایک چیز بنائی جس سے وہ سیٹی بجاتے اور جب ان کی بکریاں متفرق ہو جاتیں تو وہ سیٹی بجاتے اور وہ اکٹھی ہو جاتیں، پھر ایرانیوں نے سارنگی کے لیے بانسری اور ستار کے لیے دیاتی اور ڈھول کے لیے سرپائی اور جھانجھ کے لیے سنج بنائی، ایرانیوں کا گانا سارنگیوں اور جھانجوں سے ہوتا تھا اور یہ چیزیں انہی کی بنائی ہوئی ہیں۔ اور ان کے اپنے نغمے و قفے اور شاہانہ دھنیں بھی ہیں وہ سات دھنیں ہیں پہلی کا نام سکاف ہے اور اس کا اکثر استعمال نہروں کو بدلنے کے لیے ہوتا ہے اور یہ وقفوں کے لحاظ سے سب سے زیادہ فصیح ہے، دوسری دھن کا نام امرسہ ہے یہ نغمات کی خوبیوں کی سب سے زیادہ جامع ہے اور بڑی اُتار چڑھاؤ والی ہے، تیسری دھن مادار وستان ہے، یہ سب سے بوجھل ہے چوتھی دھن وسابیکاد ہے، یہ بڑی من بھاتی ہے پانچویں دھن سیسم ہے یہ دل کو اُچک لینے والی ہے چھٹی دھن جولبران ہے، یہ نغمہ کے مطابق ہوتی ہے اور اہل خراسان اور اس کے ارد گرد رہنے والے زنگیوں کا گانا، سات تاروں پر ہوتا ہے اور اُسے جھانج کی طرح بجایا جاتا ہے، رَیّ، طبرستان اور دیلم کے رہنے والے ستار کے ساتھ گاتے ہیں اور ایرانی ستار کو بہت سی کھیلوں پر ترجیح دیتے ہیں اور نبطیوں اور عام لوگوں کا گانا غیر ورات کے ساتھ ہوتا ہے جس کی سُریں ستار کی سُروں سے مشابہ ہوتی ہیں۔

فندروس رومی کہتا ہے کہ میں نے طبائع کے مقابل پہ چار تار بنائے، میں نے الزیر کو، صفراء اور المثنیٰ کو خون اور المثلث کو بلغم اور البم کو سوداء کے مقابل بنایا۔

رومیوں کے کھیل

رومیوں کے کھیلوں میں سے ایک چیز ارغل ہے اس کی سولہ تاریں ہوتی ہیں اس کی آواز بہت دُور جاتی ہے وہ یونانیوں اور ساما نیوں کی تیار کردہ ہے اور اس کی چوبیس تاریں ہوتی ہیں جس سے ہزار آواز نکلتی ہے اور دوسری چیز اللورا ہے یہ ایک چوبی رباب ہوتا ہے جس کی پانچ تاریں ہوتی ہیں، تیسری چیز القشیارہ ہے، جس کے بارہ تار ہوتے ہیں چوتھی چیز الصلنج ہے جسے بچھڑوں کے چمڑوں سے بنایا جاتا ہے، گانے بجانے کے یہ تمام آلات مختلف صفات کے ہوتے ہیں پانچویں چیز ارغن ہے جس میں چمڑے اور لوہے کی پھونک مارنے کی جگہیں ہوتی ہیں۔

ہندوستان

ہندوستان کے گانے بجانے کے آلات میں سے ایک کنکلہ ہے جس میں ایک تار ہوتا ہے جسے کدو پہ کھینچا ہوتا ہے اور وہ سارنگی اور جھانج کے قائم مقام ہوتا ہے۔

عربوں کی حُدی

ابن خرداذبہ بیان کرتا ہے کہ عربوں میں گانے سے پہلے حُدی ہوتی تھی مضر بن نزار بن معد ایک سفر میں اپنے اُونٹ سے گر پڑا اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا وہ کہنے لگا یا یداہ۔ یا یداہ اس کی آواز بہت خوب صورت تھی، پس اونٹ خوب چلے تو عربوں نے رجزیہ اشعار سے حُدی بنالی، حدی سے پہلے اس کے کلام کو پڑھنا شروع کر دیا حُدی خوان کہتا

یا ھادیا یا ھادیا ویا یداہ یا یداہ

عربوں میں حدی پہلا سماع ہے جسے دوبارہ پڑھا جاتا تھا، پھر حُدی سے گانے بنائے گئے اور عرب عورتیں اپنے مُردوں پہ گانے لگیں اور ایرانیوں اور رومیوں کے بعد عربوں سے زیادہ گانے بجانے کا شوقین کوئی نہیں ہوا، اور ان کا ایک راگ تین انواع کا ہے۔

الرکبانی۔ السناد الثقیل۔ الہزج الخفیف۔

عربوں کا پہلا راگ

عربوں میں سب سے پہلے جرادتان نے گانا گایا، یہ دونوں عاد کے زمانے میں دو گلوکارائیں تھیں اور عرب گلوکارہ لونڈی کو الکرینہ اور سارنگی کو المزہر کہتے تھے اور اہل یمن کا گانا، سازوں کے ساتھ ہوتا تھا اور ان کے بجانے

کی طرز ایک ہی تھی ان کے راگ دو قسم کے تھے حنفی اور حمیری، حنفی راگ دونوں میں سے زیادہ اچھا تھا اور قریش نصب راگ کے سوا، اور کوئی راگ نہیں جانتے تھے، یہاں تک کہ نضر بن حارث بن کلدۃ بن علقمہ بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی، عراق سے کسریٰ کے پاس آتے ہوئے حیرہ میں آیا اور اس نے سارنگی بجانا اور اس پہ گانا سیکھا، پھر اس نے مکہ آکر وہاں کے لوگوں کو گانا سکھایا اور انہوں نے گلوکارہ لونڈیاں بنائیں۔

راگ کا اثر

راگ، ذہن اور طبیعت کو نرم کرتا اور دل کو خوش اور قوی کرتا اور بخیل کو سخی بناتا ہے اور راگ اور شراب، بدن کو توڑ دینے والے، غم سے بچاتے اور اس میں نشاط پیدا کرتے اور تکلیف کو دُور کرتے ہیں۔ اور اکیلا راگ بھی یہی کام کرتا ہے اور راگ کو گفتار پہ وہی فضیلت حاصل ہے جو گفتار کو گونگے پن اور صحت کو بیماری پہ حاصل ہے ایک شاعر کہتا ہے ؎

"جب غم ڈیرہ ڈال لیں تو شراب اور سارنگی کے نغمے کے سوا اور کوئی کام نہ کر۔"

اس حکیم کا کیا کہنا جس نے اسے ظاہر کیا اور اس فلاسفر کا کیا کہنا جس نے اسے ایجاد کیا اس نے کیسی گہری چیز کو نمایاں کیا، کیسے سربستہ راز کو افشاء کیا اور کیسے فن کی طرف راہنمائی کی، اور وہ کیسے علم و فضیلت کی طرف سبقت کر گیا، واقعی وہ زمانے کا سردار اور دانائی آدمی تھا۔

بادشاہ، گانا سُنتے سُنتے سو جاتے تھے تاکہ ان کی رگوں میں خوشی سرایت کر جائے اور عجمیوں کے بادشاہ مطرب کے گانے اور لذیذ داستان سُنتے سُنتے سو جاتے تھے اور عربی عورت اپنے روتے بچے کو اس خوف سے نہ سلاتی تھی کہ غم اس کے جسم اور رگوں میں سرایت نہ کر جائے بلکہ وہ اُسے چھیڑتی اور ہنساتی تھی تاکہ وہ خوشی کی حالت میں سو جائے اور اس کا جسم نشو و نما پائے اور اس کا رنگ اور خون صاف ہو جائے اور اس کی عقل صیقل ہو جائے اور بچہ گانے سے راحت محسوس کرتا اور رونے کی بجائے ہنسنے لگتا یحییٰ بن خالد بیان کی کہتا ہے کہ راگ وہ ہے جو تجھے خوش کر دے اور رقص کرا دے اور تجھے رُلا دے اور غمناک کر دے، اس کے سوا جو کچھ ہے وہ لوگوں کے لیے مصیبت ہے المعتمد نے کہا تو نے بہت اچھا بیان کیا ہے اور بات کو بڑا طول دیا ہے اور آج تو نے راگ کا بازار اور انواع و اقسام کے کھیلوں کی عید قائم کر دی ہے اور تیرا کلام منقش کپڑے کی

طرح ہے جس میں سُرخ، زرد، سبز اور دیگر رنگ اکٹھے ہوتے ہیں اب بتاؤ ماہر مغنی کی علامت کیا ہے؟

ماہر مغنی

ابن خرادبہ کہنے لگا امیر المومنین ماہر مغنی وہ ہے جس کا سانس مضبوط ہو اور اس کی اٹھان لطیف ہو اور اپنی انواع میں فائق ہو، المعتمد نے کہا، خوشی کی کتنی قسمیں ہیں؟

خوشی کی انواع

اس نے جواب دیا امیر المومنین خوشی، تین قسموں کی ہے، ایک خوشی وہ ہے جو محرک ہو اور اچھے افعال پر اُبھارتی ہو اور نفس کو آسودگی بخشتی ہو، اور سماع کے وقت عادات و خصائل کو برانگیختہ کرتی ہو اور ایک خوشی، حزنیہ ہے، خصوصاً وہ اشعار جو جوانی کے زمانے کے اوصاف بیان کرتے ہوں اور وطن کا شوق دلاتے ہوں اور احباب کے بارے میں صبر نہ کر سکنے والے کے لیے مرثیے ہیں اور ایک خوشی وہ ہے جو صفائے نفس اور لطافت حس کا باعث ہوتی ہے اور خصوصاً اچھی تالیف اور اچھی کاریگری کے سُننے کے وقت ہوتی ہے اور جب کوئی شخص اسے جاننے اور سمجھنے والا نہ ہو تو وہ اس سے خوش نہیں ہوتا بلکہ تو اُسے اس سے غافل پائے گا، یہ شخص ٹھوس پتھر یا جمادات کی طرح ہوتا ہے جس کا عدم و وجود برابر ہوتا ہے اور اے امیر المومنین بعض فلاسفہ اور بہت سے یونانی حکیموں نے کہا ہے کہ جس کے سونگھنے کی حس کو آفت لاحق ہو جائے وہ خوشبو کو ناپسند کرتا ہے اور جس کی حس سخت ہو جائے وہ راگ کے سُننے کو ناپسند کرتا ہے اور اس سے غفلت کا اظہار کرتا ہے، اس کی مذمت کرتا اور اس پر عیب لگاتا ہے۔

دھن کا مقام اور اس کا لقب

المعتمد کہنے لگا کہ دُھن اور نغمات کے فنون اور سازنہ بجانے کی انواع کا کیا مقام ہے، اس نے جواب دیا امیر المومنین پہلے لوگوں نے اس بارے میں کہا ہے کہ راگ کے مقابلہ میں دھن کا مقام وہ ہے جو شعر میں عروض کا ہے اور انہوں نے اسے بہت خوب صورت بنایا ہے اور اسے القاب دیے ہیں اس کی چار انواع ہیں،

ثقیل الاوّل اور خفیف، ثقیل الثانی اور خفیف اور الرمل الاوّل اور خفیف اور الہزج۔

ایقاع، وزن کو کہتے ہیں اور اوقع کے معنے ہیں، اس نے وزن کیا اور علم یوقع کے

کے معنے ہیں وہ وزن سے باہر ہو گیا اور خروج کے معنے ہیں وزن سے پیچھے رہ جانا یا آگے بڑھ جانا اور ثقیل الاوّل کے معنے ہیں اُسے تین تین کرکے بجانا، دو دفعہ ثقیل اور سُست طریق پر اور پھر ایک دفعہ بجانا اور خفیف ثقل الثانی دو دفعہ متواتر بجانا اور ایک دفعہ سُست بجانا، اور دو دفعہ ملا جلا کر بجانا اور خفیف الرمل دو دو دفعہ ملا کر بجانا اور ہر جوڑے کے درمیان وقفہ کرنا اور الہزج ایک ایک دفعہ بجانا ہے جو دونوں برابر ہوں اور خفیف الہزج ایک ایک بار بجانا ہے جو ایک ہی ترتیب میں الہزج سے ہلکی ہوں اور طرائق، آٹھ ہیں، پہلے اور دوسرے حصے کے ثقیل اور خفیف حصے والے، اور ان دونوں میں سے ثقیل اوّل کے خفیف کا نام الماخوری ہے یہ نام اُسے اس لیے دیا گیا ہے کہ ابراہیم بن میمون موصلی —— جو ایرانی تھا —— موصل میں قیام پذیر ہو گیا وہ ان مواخیر میں اس طریقہ اور رمل اور رمل خفیف میں بہت گانے والا تھا اور ان میں سے ہر طریقے سے مرسوم مطلق متفرع ہوتا ہے اور اس میں انگلیوں کے پڑنے کی جگہیں مختلف ہو جاتی ہیں اور ان سے القاب پیدا ہوتے ہیں جنہیں المعصور، المجنول، المحثوث، المخدوع اور الادراج کہتے ہیں۔

اکثر اقوام اور تمام یونانی حکماء کے نزدیک سازنگی کو اصحاب ہندسہ نے انسان کی طبائع کی ہیئت پر بنایا ہے، اگر اس کے تار اچھے انداز پر طبائع سے مل جائیں تو وہ اُسے خوش کر دیتا ہے اور طرب کا مفہوم یہ ہے کہ نفس کو ایک دفعہ طبعی حالت کی طرف لوٹانا اور ہر تار اپنے ساتھ والے اور تیسرے تار جیسا ہوتا ہے اور بربط کا وہ تار جو ناک کے ساتھ ہوتا ہے وہ تمام تاروں میں سے نویں تار پر رکھا ہوتا ہے اور جو کنگھی کے ساتھ ہوتا ہے وہ چوتھے تار پر رکھا ہوتا ہے، اے امیر المومنین یہ وزن کی جامع صفت اور اس کی حدود کی انتہا ہے۔

المعتمد اس روز خوش ہو گیا اور اس نے ابن خرداذبہ اور اس کے ندیموں کو خلعت دیے اور اُسے ان سب پر فوقیت دی، یہ دن بڑی خوشی اور لہو و لعب کا تھا جب اس رات کی صبح ہوئی تو المعتمد نے ان لوگوں کو بُلایا جو پہلے دن آئے تھے جب انہوں نے اپنی اپنی نشستیں سنبھال لیں تو اس نے اپنے ایک ندیم اور مغنی سے کہا کہ مجھے رقص اور اس کی انواع بتاؤ اور رقص کرنے والے کی قابل تعریف صفت اور اس کے شمائل کا تذکرہ کر دیا۔

رقص اور اس کی انواع

جس سے سوال پوچھا گیا تھا اس نے کہا امیر المومنین تمام ممالک کے لوگ خراسانیوں سے لے کر دوسرے ممالک

تک مختلف قسم کے رقص کرتے ہیں، پس رقص کے جملہ وزن آٹھ انواع میں آجاتے ہیں
الهفيف، الہزج، الرمل، خفيف الرمل، خفيف الثقيل الثاني و ثقيله، خفيف الثقيل الاول
و ثقيله، اور رقص کرنے والا اپنی طبیعت اور خلقت اور عمل میں کچھ چیزوں کا محتاج ہوتا ہے
پس وہ اپنی طبیعت کی رُو سے پاکیزگی اور وزن اور رقص میں تدبیر و تصرف کا محتاج ہوتا ہے
اور خلقت کی رُو سے وہ لمبی گردن والا، ناز و ادا کرنے والا، کندھے ہلانے والا، پتلی کمر والا،
ٹیک اور خوبرو، بیٹی باھنے والا اور نیچے سے گول کپڑوں والا، راحت پہنچانے والا
صابر، لطیف اقدام کرنے والا، نرم انگلیوں والا اور آسانی سے انہیں اٹھانے اور
اونٹوں اور گیند کے رقص وغیرہ میں منتقل کر دینے والا ہو نیز نرم جوڑوں والا، جلدی سے
جکڑ کا ٹنے والا اور نرم کندھوں والا ہو اور اپنے عمل میں وہ مختلف رقصوں میں کثرت سے
تصرف کرنے والا اور اس کی تمام حدود میں پختہ کار، خوب گھومنے والا اور پاؤں کے
مدار پر ثابت قدم رہنے والا ہونا چاہیے اور اس کا دایاں اور بایاں دونوں ہاتھ برابر کام
کرنے والے ہوں، یہاں تک کہ وہ اس معاملہ میں یکتا ہو، پاؤں کے اٹھانے اور رکھنے کی
دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ وزن کے موافق ہو اور دوسری یہ کہ وہ اس سے چمٹ گیا ہو اور
اس میں سب سے بہتر بات وزن کے موافق ہونا ہے اور یہ بات حسن و محبت کے لحاظ
سے برابر ہے اور اس سے چمٹ جانا یہ بھی بہت اچھی بات ہوتی ہے، پس چاہیے
کہ وہ وزن کے ساتھ پاؤں اٹھائے اور اس کے ساتھ ہی نیچے رکھے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ المعتمد کئی قسم کی مجالس و مذاکرات منعقد کرتا تھا اور جن کا ذکر انواع
ادب میں مدون کیا گیا ہے۔ ان میں ایک مجلس، شراب نوشی ساتھی کی مدح، اس کے فضائل کے بیان
اور اکیلے شراب پینے کی مذمت میں ہے اور جو کچھ اس بارے میں نظم و نثر میں کہا گیا ہے اور
کچھ ندیم کے اخلاق و صفات و عصمت اور بے ہودہ گوئی سے محفوظ رہنے اور ایک دوسرے
کو شراب نوشی کی دعوت دینے اور بکثرت شراب نوشی کی انواع کی تعداد اور سماع کی ہیئت
اور اس کی انواع و اقسام اور عربوں اور دیگر قوموں میں راگ کے اصول اور قدیم و جدید
مغنیوں میں سے بڑے مشہور مغنیوں .... کے حالات اور مجالس
کی ہیئت اور تابع اور متبوع کے مقامات اور ان کے مراتب کی کیفیت اور شراب نوشوں کی
مجالس کی ترتیب اور سلام کے متعلق بیان کیا گیا ہے جیسا کہ العلوی اس بارے میں کہتا ہے ؎

"جو لوگ سلام کے مستحق ہیں انہیں سلام کہہ، اور وہ لوگ ایسے ہیں جب تو انہیں
شراب نہیں پلاتا تو وہ کہتے ہیں شراب لاؤ، صبح کو وہ آسودہ حالی میں مست ہوتے
ہیں اور عشاء کو بغیر مرے، پچھڑے پڑے ہوتے ہیں اور ان دونوں وقتوں
کے درمیان عیش و عشرت ہوتی ہے جس کی لہو و لذت سے خلیفہ کی عیش و
عشرت برابری نہیں کر سکتی۔"

ہم نے ان تمام باتوں کا ذکر اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں کیا ہے اور اس طرح کا ذکر اس سے قبل کسی جگہ نہیں ہوا جیسے شراب کی اقسام اور شراب کے ساتھ استعمال کی جانے والی چیزوں کی انواع جب انہیں طشتریوں میں رکھا جائے اور ان کا ڈھیر لگا دیا جائے اور قریب قریب رکھا جائے اور حسب مراتب الگ الگ رکھا جائے اور بچی ہوئی چیزوں کے جملہ آداب جن کا جاننا تابع کے لیے ضروری ہے اور ادیب کے لیے کھانا پکانے کے نئے نئے طریقوں، مصالحہ جات کی مقدار، گفتگو کی انواع اور صدر کے سامنے دونوں ہاتھوں کے دھونے اور اس کی مجلس سے اُٹھنے اور جام کے گردش دینے کو سمجھنا ضروری ہے اور اس بارے میں گذشتہ قوموں کے بادشاہوں وغیرہ سے جو کچھ بیان کیا گیا ہے اور جو کچھ شراب کی کمی بیشی کے متعلق کہا گیا ہے اور جو کچھ واقعات اس بارے میں بیان ہوئے ہیں اور جو کچھ رؤساء کے شراب نوشی پر عطیہ جات اور حاجات پورا کرنے کے متعلق بیان ہوا ہے ان سب کا جاننا ضروری ہے نیز ندیم کی ہیئت اس کے لوازمات اور جو کچھ رئیس کو اپنے ندیم کے لیے لازم ہے اُسے جاننا ضروری ہے اس کے علاوہ تابع اور متبوع کے درمیان اور ندیم اور ہم نشین کے درمیان فرق کو جاننا ضروری ہے اور جو کچھ لوگوں نے اس علت کے متعلق کہا ہے جس کی وجہ سے ندیم کو ندیم کا نام دیا گیا ہے اُسے بھی جاننا ضروری ہے اور شطرنج کھیلتے وقت ادب کی کیفیت اور شطرنج اور نرد کے درمیان فرق اور اس کے متعلق جو واقعات بیان ہوئے ہیں اور اس کے دلائل و آثار کو بھی جاننا ضروری ہے اور عربوں سے شراب کے جو نام بیان ہوئے ہیں اور جو کچھ اس کی تحریم کے متعلق بیان ہوا ہے اور لوگوں نے قیاساً شراب کی دوسری انواع کو رد کرنے پر اور اس کے برتنوں کی انواع کے بیان میں جو تنازعہ کیا ہے اس کا جاننا بھی ضروری ہے اور جو لوگ اسے جاہلیت میں پیتے تھے اور جنہوں نے اسے حرام

قرار دیا ہوا تھا، ان کے حالات کا جاننا بھی ضروری ہے اور نشے کے بیان میں اور اس کے ورع و تورع کی کیفیت میں جو کچھ لوگوں نے کہا ہے اس کا جاننا بھی ضروری ہے کہ کیا یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے یا اس کی مخلوق کی جانب سے ہے اور اس کے علاوہ جو باتیں اس باب سے متعلق ہیں ان کا جاننا بھی ضروری ہے، ہم نے یہ جھلک صرف اس لیے دکھائی ہے تاکہ ہم بتا سکیں کہ ہم نے اپنی گذشتہ کتابوں میں کیا کچھ لکھا ہے۔

ایک انقلاب جو الموفق کی موت اور المعتضد کے قیام پر ختم ہوا

ابوالعباس المعتضد،

قید تھا جب اس کا باپ الموفق پہاڑ کی طرف گیا تو اس نے اُسے اسماعیل بن بلبل کے گھر چھوڑا اس نے اُسے بہت تنگ کیا یہاں تک کہ وہ بیماری کی حالت میں آذربائیجان سے آکر الموفق کو ملا، وہ نہایت کمزور ہو چکا تھا اور ایک چوبی گھر میں سُوجا ہوا پڑا تھا جس کے اندر ریشم لگا ہوا تھا اور اس کے نیچے ایک گول گڑھا تھا جس میں اس نے تیل رکھا ہوا تھا پس لوگوں نے اُسے باری باری اپنے کندھوں پہ اُٹھایا اور وہ ۲ر صفر ۲۷۸ھ کو جمعرات کے روز بغداد پہنچا وہ کچھ دن بغداد ٹھہرا تو اس کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور اس کی موت کی خبر اُڑ گئی اور اسماعیل بن بُلبل اس سے مایوس ہو کر واپس آگیا پس اس نے اسماعیل بن بُلبل کو کفھمن کی طرف بھیجا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ بکبتمر کی طرف بھیجا جس کی ڈیوٹی مدائن میں المعتضد پہ لگی ہوئی تھی مدائن، بغداد سے ایک دن کی مسافت سے بھی کم فاصلہ پہ ہے کہ وہ المعتضد اور اس کے بیٹے المفوض الی اللہ کو بغداد واپس لائے اور المعتضد اسی دن بغداد آگیا اور اس نے اسماعیل کے ساتھ الموفق کی وارفتگی کے لیے رابطہ قائم کیا، وہ المعتضد اور المفوض کے ساتھ ایک تیز رفتار کشتی میں اس کے بیٹے سے گھر گیا وہ خادم اور مونس اور صافی الحرمی اور الموفق کے دوسرے خادموں اور غلاموں سے محبت رکھتا تھا، انہوں نے ابوالعباس کو قید خانے سے نکالا اور اُسے الموفق کے پاس لے گئے اور اسماعیل بن بلبل المعتضد اور المفوض کو ساتھ لیے حاضر ہو گیا اور جبیلوں اور غلاموں میں بہت اضطراب پیدا ہو گیا اور عوام اور دوسرے غلاموں نے لوٹ مار کرنے میں جلدی سے کام لیا پس اُنہوں نے اسماعیل بن بُلبل کے گھر کو لُوٹ لیا اور اُنہوں نے تمام بڑے گھروں اور شریف کاتبوں کو لُوٹ لیا اور پلوں اور جیلوں کے دروازے کھول دیے اور زیر زمین قید خانوں اور بیڑیوں میں جو شخص محبوس تھے انہیں چھوڑ دیا گیا،

صورت حال نہایت خطرناک ہوگئی اور اس نے ابوالعباس اور اسماعیل بن بلبل کو خلعت دیے اور دونوں اپنے اپنے گھروں کو واپس آگئے، اسماعیل کو اپنے گھر میں بیٹھنے کے لیے چیز بھجوائی اور اس کے کھانے پینے کا بھی ذمہ دار بنا اسماعیل بیت المال کو بہت جلد خرچ کر دیا کرتا تھا اور انعامات، عطیہ جات، اخراجات اور خلعتوں کے دینے میں بڑا اسراف کرتا تھا، اس نے عربوں کو مدد دی اور ان کو خوب گزارے دیے اور عربوں میں سے بنی شیبان اور ربیعہ وغیرہ سے حسنِ سلوک کیا وہ خود کو بنی شیبان میں سے خیال کرتا تھا اور اس نے ایک سال اندھا دھند خراج لیا پس وہ لوگوں پر بوجھ بن گیا اور اس کے خلاف داعیوں کی کثرت ہوگئی، اس کے بعد الموفق تین دن زندہ رہا پھر ۲۲ صفر ۲۷۸ھ کو جمعرات کی شب کو فوت ہوگیا، فوتیدگی کے وقت اس کی عمر انچاس سال تھی، اس کی ماں رُومیہ تھی اور اُم ولد تھی جسے اسحر کہا جاتا تھا الموفق کا نام طلحہ تھا اس کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے ؎

"جب اس نے بادشاہ کی پناہ لی اور کام اس کی مرضی کے مطابق تکمیل کو پہنچ گئے تو کچھ لوگوں نے مرضی سے اطاعت اختیار کر لی اور کچھ سے بالجبر اطاعت کروائی گئی، پھر اس کی موت کی تقدیر نازل ہوئی اور تقدیریں لوگوں کے ساتھ ایسے ہی کیا کرتی ہیں۔"

جب الموفق کی وفات ہوگئی تو المعتضد نے اپنے باپ الموفق کی جگہ لوگوں کے امور کا انتظام سنبھال لیا اور اس نے جعفر المفوض کو ولیعہدی کی خلعت دی اور بغداد میں بے شمار شور وغل کے بعد اسماعیل بن بُلبل نے وزارت سنبھال لی ابوعبداللہ بن ابی الساج اور اس کے خادم وصیف کی بڑی اہمیت تھی اور اسماعیل بن بلبل کو قید کر دیا گیا اور ابوالعباس نے عبداللہ بن سلیمان بن وہب کو بُلا بھیجا اور اسے خلعت دی اور اپنی خط و کتابت کا کام دوبارہ اُسے دے دیا یہ ۲۷ صفر ۲۷۸ھ منگوار کا واقعہ ہے اور اسماعیل بن بلبل کو مسلسل انواع و اقسام کی تکالیف دی گئیں اور اس کی گردن میں طوق ڈالا گیا جس میں لوہے کا انار تھا اور طوق اور انار ایک سو بیس رطل کا تھا اور اُسے ایک اُونی جُبّہ پہنایا گیا جو کھروڑوں کی چربی کا بنا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ایک مُردے کا سر لٹکایا گیا اور اسی حالت میں وہ جمادی الاولیٰ ۲۷۸ھ میں فوت ہوگیا اور اُسے طوق اور بیڑیوں سمیت دفن کر دیا گیا اور المعتمد نے نے ان تمام برتنوں کے توڑنے کا حکم دے دیا جو اس کے خزانے میں موجود تھے

پس انہیں توڑ کر فوج میں تقسیم کر دیا گیا۔

المعتضد کا ناشتہ جس کے بعد وہ فوت ہوا

مسعودی بیان کرتا ہے کہ المعتضد ناشتے کے لیے بیٹھا اور اس نے ۹ ارجب ۲۷۹ھ کو سوموار کے روز کھانا کھایا اور جب عصر کے وقت کھانا پیش کیا گیا تو اس نے کہا اے مؤنس کیرہ سروں نے اپنے رکابیوں کے ساتھ کیا کیا ہے؟ اور اس نے رات کو کہہ دیا ہوا تھا کہ اس کے سامنے بکری کے بچوں کے سر پیش کیے جائیں اس نے انہیں کاٹ کر رکابیوں میں پیش کیا اور دستر خوان پر اس کے ساتھ ندیموں اور داستان گوؤں میں سے ایک آدمی بھی تھا جو قفت الملقم کے نام سے مشہور تھا اور ایک دوسرا آدمی بھی تھا جو خلف المضحک کے نام سے مشہور تھا، سب سے پہلے الملقم نے سروں پر اپنا ہاتھ مارا، اور ان میں سے ایک کان کھینچ لایا اور ایک پتلی روٹی کے ساتھ اس کا لقمہ بنایا اور اُسے سالن میں ڈبویا اور منہ میں ڈالا اور خوب کھایا اور المضحک دانت اور آنکھیں اکھاڑتا رہا پس انہوں نے اور المعتضد نے ان کو کھایا اور اپنے دن کو پورا کیا اور الملقم جس نے پہلا لقمہ کھایا تھا، رات کو بے ہودہ گوئی کرتا رہا اور المضحک صبح ہونے سے پہلے ہی فوت ہو گیا اور المعتضد صبح کے وقت مُردوں سے جا ملا، قاضی اسماعیل بن حماد، المعتضد کے پاس آیا وہ سیاہ لباس زیب تن کیے ہوئے تھا، اس نے اُسے سلام خلافت کہا اور یہ پہلا شخص تھا جس نے اُسے سلام خلافت کہا اور ابو عوف اور حسین بن سالم وغیرہ عادل گواہ آ گئے یہاں تک کہ وہ المعتضد کو دیکھنے گئے اور ان کے ساتھ المعتضد کا غلام بدر بھی تھا وہ کہنے لگا کیا تم اس پر کوئی نشان یا تکلیف دیکھتے ہو؟ یہ اچانک فوت ہوا ہے اور شراب نوشی کی مداومت نے اسے مار دیا ہے، انہوں نے دیکھا تو انہیں کوئی نشان نظر نہ آیا پس اُسے غسل و کفن دے کر ایک تابوت میں رکھ دیا گیا جو اس کے لیے تیار کیا گیا تھا اور سامرا لے جا کر دفن کر دیا گیا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ اُسے اس شراب میں جو وہ پیا کرتا تھا ایک قسم کا زہر پلایا گیا اس زہر کو بیش کہتے ہیں جسے ہندوستان، ترکستان اور تبت سے لایا جاتا ہے اور بسا اوقات وہ سنبل الطیب میں بھی مل جاتا ہے وہ تین رنگ کا ہوتا ہے اور اس میں عجیب خواص ہوتے ہیں۔

المعتضد کے زمانے کے حالات اور خراسان میں الصفار وغیرہ سے اس کی جنگوں کے

واقعات بہت خوب ہیں اور ارض جبل میں جو کچھ ابو دلف کے بیٹوں کی جانب سے ہوا اور جو کچھ طولونی عربوں نے کیا اور دیار بکر میں احمد بن عیسیٰ ابن الشیخ کی جانب سے جو مصیبتیں آئیں اور قید ہوئی اور جو کچھ یمن میں ہوا، ہم نے ان سب باتوں اور شان دار واقعات کو مبسوط طور پہ اور ہر سال کے واقعات کو اپنی دو کتابوں اخبار الزمان اور الاوسط میں بیان کر دیا ہے اس کتاب میں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

باب ہفتم

المعتضد باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات

ابو العباس احمد بن طلحہ المعتضد باللہ کی بیعت اس روز ہوئی جس روز اس کا چچا المعتمد فوت ہوا یہ ۱۸ رجب ۲۷۹ھ منگوار کے روز کا واقعہ ہے، اس کی ماں اُم ولد تھی اور روم کی رہنے والی تھی جسے ضرار کہتے تھے اس کی وفات ۲۳ ربیع الآخر ۲۸۹ھ کو اتوار کے روز ہوئی، اس کی خلافت نو سال نو ماہ اور دو دن رہی اس کی وفات بغداد میں سینتالیس سال کی عمر میں ہوئی بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اکتیس سال کی عمر میں خلافت سنبھالی۔ اور ۲۸۹ھ میں فوت ہو گیا، جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ مورخین کی کتابوں کے اختلاف کے مطابق اور جو کچھ انہوں نے اس کے زمانے کی تاریخ بیان کی ہے اس کے مطابق وہ سنتالیس سال اور چند ماہ کا تھا واللہ الموفق۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دور کی ایک جھلک

اس کے زمانے میں رعیت کا حال

جب المعتضد خلیفہ ہوا تو فتنے تھم گئے، اور شہر درست ہو گئے، جنگیں ختم ہو گئیں بھاؤ گر گئے، فساد ختم ہو گیا اور ہر مخالف نے اس سے صلح کر لی اور وہ کامیاب و کامران ہو گیا اور شرق و غرب اس کے لیے کھل گئے، وہ اپنے اکثر مخالفین پر باری باری کامیاب ہو گیا

ہارون شاری پر بھی اس نے فتح حاصل کر لی۔

اس کا غلام بدر امورِ خلافت و مملکت کا نگران اور ذمہ دار تھا تمام آفاق کے مشہور لوگ اسی سے تعلق رکھتے تھے اور فوجوں اور دیگر جرنیلوں کے معاملات بھی اُسی کے ہاتھ میں تھے۔

اس کے عہد میں حکومت کی مالی حالت

المعتضد نے بیت المال میں نو لاکھ دینار چاندی کے چالیس لاکھ درہم بارہ ہزار چوپائے خچر، گھوڑے، گدھے اور اُونٹ چھوڑے، وہ بڑا بخیل تھا اور ان چیزوں پر نظر رکھتا تھا جن کو عوام نہیں دیکھتے تھے۔

اس کی کنجوسی

اس کا ندیم اور خاص آدمی اور اس کی خلوتوں کا واقف کار عبداللہ بن حمدون بیان کرتا ہے کہ اس نے حکم دیا کہ اس کے نوکروں وغیرہ کی ہر روٹی کے عوض ایک اوقیہ کم کر دیا جائے اور اس کی روٹی اس کے حکم سے شروع کی جائے کیونکہ نوکر خدمتگاروں کے لیے کئی روٹیاں مقرر تھیں، کسی کے لیے تین، کسی کے لیے چار اور کسی کے لیے اس سے زیادہ تھیں، ابن حمدون بیان کرتا ہے کہ شروع شروع میں تو میں بھی اس کے حکم سے حیران ہوا پھر پتہ چلا کہ اس طرح وہ ہر ماہ بہت سا مال اکٹھا کر رہا ہے اور اپنے خزانچی کو دے رہا ہے کہ وہ اس کے لیے اچھے اچھے تستری اور دبیقی کپڑے خریدے

اس کی سخت گیری

اس کے ساتھ ساتھ وہ بڑا بے رحم، دلیر، خونریز اور مقتول کا مُثلہ کر دینے کا بڑا شائق تھا اور جب کبھی وہ کسی شریف جرنیل یا خاص غلام پر ناراض ہو جاتا تو حکم دے دیتا کہ اس کے سامنے ایک گڑھا کھودا جائے پھر وہ اس کے سر کو اس میں ڈال دیتا اور اس پر مٹی پھینک دیتا اور اس کا نچلا نصف حصّہ مٹی سے باہر ہوتا مٹی میں روندا جاتا اور اس سے مسلسل یہی سلوک کیا جاتا یہاں تک کہ اس کی دُبر سے اس کی رُوح خارج ہو جاتی۔

اس کے عذاب دینے کا ایک طریقہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ آدمی کو پکڑ کر اس کی مشکیں کس دیتا اور اُسے بیڑیاں پہنا دیتا اور اس کے کانوں، نتھنوں اور منہ میں روئی ٹھونس دیتا اور اس کی دُبر میں دھونکنی رکھ دیتا یہاں تک کہ وہ پھول جاتا اور اس کا جسم بڑھ جاتا پھر وہ اس کی دُبر کو روئی سے بند کر دیتا پھر فصد کر دیتا اور وہ ابروؤں کے اُوپر کی دو رگوں کے کھل جانے سے بڑے اُونٹ کی طرح ہو جاتا اور اس جگہ سے اس کا سانس نکلتا۔

اور بسا اوقات آدمی کو محل کی چوٹی پر باندھ کر ننگا کھڑا کر دیا جاتا اور اسے تیر مارے جاتے اور وہ مر جاتا۔

اور اس نے تہ خانے بنائے اور ان میں کئی قسم کے عذابوں کا سامان رکھا اور نجاح الحرمی کو لوگوں کو عذاب دینے کا متولی بنایا، اسے عورتوں اور عمارتوں کے سوا، کسی چیز میں دلچسپی نہ تھی، اس نے اپنے مشہور محل ثریا پر چار ہزار دینار خرچ کیا اور اس کے اس محل کا طول تین فرسخ تھا۔

اس کے وزراء

اس نے وزارت پر عبید اللہ بن سلیمان کو مقرر کیا اور جب وہ مر گیا تو قاسم بن عبید اللہ کو وزیر بنایا۔

اس کی نماز عید

۲۷۹ھ کو المعتضد، عید الفطر کے روز، سوموار کو عید گاہ میں گیا جو اس نے اپنے گھر کے قریب ہی بنائی ہوئی تھی اور لوگوں کو نماز پڑھائی اور پہلی رکعت میں چھ تکبیریں اور دوسری رکعت میں ایک تکبیر کہی پھر منبر پر چڑھ گیا اور تقریر کرتے کرتے رک گیا اور اس کا خطبہ نہ سنا جا سکا اس بارے میں ایک شاعر کہتا ہے ؎

"امام رک گیا اور حل وحرم میں لوگوں کے سامنے تقریر نہ کر سکا اور یہ صرف حیاء کی وجہ سے تھا اور بولنے میں رکاوٹ کی وجہ سے نہ تھا۔"

بنت خمارویہ سے اس کی شادی

اس سال حسن بن عبد اللہ جو ابن جصاص کے نام سے مشہور ہے، مصر سے خمارویہ بن احمد کا ایلچی بن کر آیا اور اس کے ساتھ بہت سے تحائف اموال اور منقش کپڑے بھی تھے اور وہ المعتضد کے پاس سوموار ۳ شوال کو پہنچا، اس نے اسے اور اس کے سات ساتھیوں کو خلعت دیے پھر اس نے خمارویہ کی بیٹی کی علی المکتفی سے شادی کرنے کی کوشش کی تو المعتضد نے کہا کہ اس نے ہمیں شرف بخشنے کا ارادہ کیا ہے اور میں اس کے شرف میں اضافہ کروں گا اور میں اس سے شادی کروں گا لہٰذا اس نے اس سے شادی کر لی اور ابن جصاص لڑکی کے معاملے کا اور اس کے سامان کو اٹھانے کا منتظم مقرر ہوا، کہتے ہیں ...... کہ اس نے اس لڑکی کے ساتھ ایسے جواہرات اٹھائے جس جیسے جواہرات کبھی کسی خلیفہ کے پاس اکٹھے نہیں ہوئے، ابن جصاص نے ان سے کچھ جواہرات لیے اور اس نے خمارویہ کی بیٹی قطر الندی کو بتا دیا کہ جو کچھ اس نے لیا ہے وہ اس کی ضروریات کے

لیے اسی کے پاس رہے گا، وہ فوت ہوگئی اور وہ جواہر اسی کے پاس رہے اور یہی اس کی مال داری اور استقلال کا سبب تھا، اس کے بعد المقتدر کے زمانے میں ابن جصاص کو بہت تکالیف برداشت کرنی پڑیں وہ اسے گرفتار کر کے اس سے اموال وغیرہ لینا چاہتا تھا المعتضد بلد شہر سے قطر الندی کا مہر ابی الجیش کی طرف لے گیا اس کا مہر ایک کروڑ درہم کے علاوہ سامان، خوشبو اور چین و ہند اور عراق کے تحائف پر مشتمل تھا اور اس نے ابو الجیش کو ہشت گوشہ جوہر کی ایک تھیلی دی جس میں یاقوت اور کئی قسم کے جواہرات، ہار اور تاج وغیرہ تھے اور بعض کہتے ہیں کہ ٹوپی اور شیشیاں تھیں جو لے کر بحری راستہ سے بلد اور موصل سے ہوتا ہوا بغداد چلا گیا۔

ابن الجصاص | ابوسعید احمد بن الحسین بن منقذ بیان کرتا ہے کہ میں ایک دن حسن بن الجصاص کے پاس گیا اس کے سامنے ایک جامہ دان پڑا ہوا تھا جس کے اندر ریشم لگا ہوا تھا جس میں جواہرات لگے ہوئے تھے جن سے ایک تسبیح بنی ہوئی تھی ان کی خوب صورتی کو دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا کہ ان کی تعداد بیس سے زیادہ ہے، میں نے اُسے کہا میں آپ کے قربان جاؤں، ہر تسبیح میں جواہرات کی کیا تعداد ہے اس نے جواب دیا ایک سَو دانے، اور ہر دانے کا وزن، اس کے ساتھ کے دانے کے برابر ہے جو کم و بیش نہیں ہوتا اور تیرے سامنے سونے کی ڈلیاں، ترازو پر لکڑیوں کی طرح تولی جاتی ہیں جب میں اس کے ہاں سے نکلا تو ابو العیناء سے میری ملاقات ہوئی اس نے مجھے کہا اے ابوسعید تو نے اس آدمی کو کس حال میں چھوڑا ہے، میں نے جو کیفیت دیکھی تھی بیان کر دی تو اس نے آسمان کی طرف سر اُٹھا کر کہا اے اللہ اگر تو نے میرے اور اس کے درمیان تونگری میں برابری نہیں کی تو میرے اور اس کے درمیان اندھے پن میں برابری کر دے پھر وہ رونے لگ گیا، میں نے کہا اے ابو عبید اللہ تیرا کیا حال ہے اس نے کہا تو نے جو کچھ مجھ سے دیکھا ہے تو تو کمزور ہو جاتا پھر کہنے لگا اس حالت پر بھی اللہ کا شکر ہے اور کہنے لگا اے ابوسعید میں نے اس وقت کے سوا کبھی اندھے پن پر اللہ کا شکر ادا نہیں کیا میں نے کہا کہ کون ابن جصاص کا حال بتائے گا کہ اس نے اس تسبیح کو کس چیز کے ساتھ ختم کیا اس نے جواب دیا ایک سُرخ یاقوت کے ساتھ، شاید اس کی قیمت اس کے نیچے والے جواہرات سے زیادہ ہو۔

ابو العیناء | ابو العیناء جمادی الآخرۃ ۲۸۲ھ میں بصرہ میں فوت ہوا، اس کی کنیت

ابوعبیداللہ تھی وہ بغداد سے ایک کشتی میں اس سال اسّی آدمیوں کے ساتھ بصرہ آیا وہ کشتی غرق ہوگئی اور ابوالعیناء کے سوا کوئی آدمی نہ بچا، یہ نابینا تھا اور کشتی کی ایک جانب چمٹ گیا تھا پس اسے زندہ نکال لیا گیا، سلامت بچ جانے کے بعد یہ بصرہ آکر فوت ہوگیا۔ ابوالعیناء بڑا زبان دان، حاضر جواب اور تیز فہم تھا اس کے ہم پایہ لوگوں میں سے کوئی اس کا لگا نہ کھاتا تھا، ابوعلی البصیر وغیرہ کے ساتھ اس کے بہت اچھے واقعات اور اشعار کا پتہ چلتا ہے جس کا ہم اپنی پہلی کتابوں میں ذکر کر آئے ہیں۔

وہ ایک وزیر کی مجلس میں حاضر ہوا لوگ برامکہ کی جود و سخاوت کی باتوں میں اُلجھ پڑے تو وزیر نے ابوالعیناء سے کہا اور وہ ان کی جود و سخاوت کا بڑا مداح تھا کہ تو نے ان کی بہت تعریف کی ہے اور یہ صرف کاتبوں کی تصنیف کردہ باتیں ہیں۔ تو ابوالعیناء نے اُسے کہا اے وزیر، کاتب تیری جود و سخاوت کے متعلق جھوٹ کیوں نہیں بولتے تو وزیر خاموش ہوگیا اور لوگ اس کی جرأت سے حیران رہ گئے، ایک روز اس نے وزیر صاعد بن مخلد سے اجازت طلب کی تو حاجب نے اُسے کہا کہ وزیر صاحب مشغول ہیں ذرا انتظار کیجیے، جب اس نے اجازت دینے میں دیر کی تو اس نے حاجب سے کہا وزیر کیا کر رہا ہے اس نے جواب دیا نماز پڑھ رہا ہے، اس نے کہا تو نے سچ کہا ہے ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے یہ بات کہہ کر اس نے اس پر عیب لگایا کیونکہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا تھا۔

ابوالعیناء ایک روز متوکل کے محل میں گیا جو الجعفری کے نام سے مشہور ہے یہ ۲۴۶ھ کا واقعہ ہے اس نے پوچھا ہمارے اس گھر کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ لوگوں نے دُنیا میں گھر بنائے ہیں اور تو نے دُنیا کو اپنا گھر بنا لیا ہے تو اس نے اس جواب کو بہت اچھا سمجھا پھر اسے کہا، تو شراب کیسے پیتا ہے؟ اس نے جواب دیا میں اس کی قلیل مقدار کی طاقت نہیں رکھتا اور اس کی کثیر مقدار سے ذلیل ہوتا ہوں، اس نے اسے کہا ان باتوں کو چھوڑو اور ہمارے ساتھ شراب پیو، اس نے جواب دیا کہ میں ایک محجوب آدمی ہوں اور محجوب کا اشارہ تیز ہوتا ہے اور اس کی میانہ روی حد سے بڑھی ہوتی ہے اور وہ اس سے وہ چیز دیکھتا ہے جسے دیکھا نہیں جا سکتا، تیری مجلس کے تمام آدمی، تیری خدمت کرتے ہیں

اور میں خدمت کروانے کا محتاج ہوں، دوسری بات یہ ہے کہ میں اس بات سے مامون نہیں کہ تو میری طرف پسندیدگی کی نظر اور غضب ناک دل سے دیکھے یا غضب ناک آنکھ اور رضامند دل کے ساتھ دیکھے اور جب میں ان دونوں باتوں کے درمیان تمیز نہ کروں تو ہلاک ہو جاؤں، پس میں مصیبت میں پڑنے کی بجائے عافیت کو پسند کرتا ہوں اس نے کہا ہمیں تیرے متعلق اطلاع ملی ہے کہ تو فحش گوئی کرتا ہے اس نے جواب دیا امیر المومنین اللہ تعالےٰ نے مدح و ذم دونوں کی ہیں فرماتا ہے۔

نعم العبد انہ اواب ——— اور فرماتا ہے ——— ھماز مشاء بنمیم ———

اگر فحش گوئی بچھو کی طرح نہ ہو جو نبی اور ذمی دونوں کو ڈسے تو کوئی حرج نہیں،

ایک شاعر کہتا ہے ؎

"اگر میں نیکی کرنے میں راست باز نہیں تو میں کمینے قابل مذمت اور بے خیر آدمی کو گالی نہیں دیتا، پس خیر و شر کو میں نے اس کے نام سے پہچانا ہے اور اللہ تعالےٰ نے میرے لیے کان اور منہ بنایا ہے۔"

متوکل نے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے ابو العیناء نے جواب دیا بصرہ سے، اس نے کہا بصرہ کے متعلق تو کیا کہتا ہے اس نے جواب دیا:۔ اس کا پانی کڑوا اور گرمی عذاب ہے اور وہ اس وقت اچھا ہوتا ہے جب جہنم اچھی ہوتی ہے اس کے وزیر عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ اس نے جواب دیا، وہ بہت اچھا آدمی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور تیری خدمت میں منقسم ہے اور ڈاک کا انچارج میمون بن ابراہیم اس کے پاس آیا تو اس نے پوچھا تو میمون کے متعلق کیا کہتا ہے؟ اس نے جواب دیا اس کا ہاتھ چوری کرتا ہے اور سرین پادتا ہے اور وہ اس یہودی کی طرح ہے جس نے نصف خزانہ چرایا ہو وہ جرأت مند ہے اور اس کے ساتھ بخیل کار بھی ہے اس کا احسان تکلف ہے اور بُرائی کرنا اس کی طبیعت ہے تو وہ اس کی ان باتوں سے خوش ہو گیا اور اسے انعام و اکرام دیا۔

المعتضد کے لیے الصفار کے تحائف

۲۸۳ھ میں عمرو بن اللیث الصفار کی جانب سے تحائف آئے جن میں ایک سو خراسانی مہری اونٹ اور بہت سے تیز رفتار گھوڑے اور بے شمار صندوق اور چار لاکھ درہم تھے اور ان کے ساتھ سونے کا ایک بُت تھا جو ایک اسٹیچو پہ تھا اس کی ایک عورت

تھی جس کے چار ہاتھ تھے، اس پر چاندی کے دو ہار تھے جو سُرخ اور سفید جواہرات سے مرصع تھے اور اس اسٹیچو کے سامنے چھوٹے چھوٹے بُت تھے جن کے ہاتھ اور مُنہ بھی تھے اور ان پر زیورات اور جواہرات بھی تھے، یہ اسٹیچو ایک بچھڑے پر تھا جس کی مقدار کے مطابق اس پر دوڑتے ہوئے گھوڑے دکھائے گئے تھے ان سب اشیاء کو المعتضد کے گھر لے جایا گیا پھر اس اسٹیچو کو مشرقی جانب پولیس چوکی میں لایا گیا تو تین دن اسے لوگوں کے لیے نصب کیا گیا پھر اُسے المعتضد کے گھر واپس کر دیا گیا، ۴ ربیع الاوّل ۲۸۳ھ جمعرات کے روز کا واقعہ ہے پس عوام کئی روز تک اپنے کاموں سے فارغ ہو کر اس اسٹیچو کو دیکھنے کے لیے جاتے رہے عمرو بن اللیث اس بُت کو ان شہروں سے اُٹھا لایا تھا جو اس نے ہندوستانی ممالک اور اس کے پہاڑوں سے فتح کیے تھے اور جو بسط، معبر اور دوار کے علاقے کے قریب ہیں اور اس وقت یعنی ۲۳۲ھ میں یہ سرحدیں ہیں۔ اور ان کے پاس اکا فر اور مختلف شہری اور دیہاتی اقوام آباد ہیں، شہروں میں سے کابل اور بامیان کے علاقے ہیں جو زابلستان اور رخج کے علاقے کے ساتھ متصل ہیں اس سے قبل ہم اس کتاب میں گذشتہ اقوام اور گذرے ہوئے بادشاہوں کے واقعات میں ذکر آئے ہیں کہ زابلستان، فیروز بن کبک کے علاقے سے مشہور ہے جو زابلستان کا بادشاہ تھا اور عیسےٰ بن علی بن ماہان، ہارون الرشید کے زمانے میں خوارج کی تلاش میں سندھ اور اس کے پہاڑوں اور قندھار اور رخج اور زابلستان کے علاقے میں قتل و غارت کرتا اور ایسی فتوحات حاصل کرتا ہوا آیا کہ ان علاقوں میں ان کی کوئی مثال موجود نہیں، اس بارے میں ایک نابینا شاعر جو ابن العذافر الفقی کے نام سے مشہور ہے کہتا ہے ؎

"قریب ہے کہ عیسیٰ ذوالقرنین ہو جائے کیونکہ وہ فتوحات کرتا ہوا مغربین اور مشرقین تک پہنچ گیا ہے اس نے نہ کابل و زابلستان کو چھوڑا ہے اور نہ رخجین تک کے ارد گرد کے علاقے کو چھوڑا ہے۔"

ہم اپنی گذشتہ کتابوں میں فیروز بن کبک بادشاہ زابلستان کے قلعوں کے حالات بیان کر چکے ہیں کہ ان جیسے محفوظ، مضبوط، بلند اور عجیب قلعے، دنیا میں کہیں موجود نہیں اور ہم نے ان علاقوں کے عجائبات کا ذکر، طبسین، خراسان اور سجستان کے ممالک تک کیا ہے اور مشرقین اور مغربین کے عجائبات کا ذکر عامر اور غامر سے کیا ہے اور عامر میں مختلف عادات و رنگ و نسل کی اقوام پائی جاتی ہیں۔

اہل بصرہ کا المعتضد کے پاس آنا

اہل بصرہ، المعتضد کے پاس سفید بحری کشتیوں میں آئے جو چربی اور اس چونے سے بھری ہوئی تھیں جو اُن کے سمندر میں پایا جاتا ہے اور ان کا ایک وفد بھی جو خطباء، متکلمین، رؤسا، اشراف اور علماء پر مشتمل تھا اس کے پاس آیا جن میں ابو خلیفۃ الفضل بن الحباب الجمعی بھی تھا جو آلِ جمح کا غلام تھا جو قریش میں سے تھے جسے اس نے بعد میں قاضی بنا دیا تھا۔ یہ تمام لوگ المعتضد کے پاس زمانے کے مصائب قحط اور گورنروں کے ظلم وستم کی شکایت کرنے آئے اور انہوں نے دریائے دجلہ میں اپنی کشتیوں میں چیخ وپکار اور شور وغل برپا کر دیا، پس المعتضد نے انہیں پردے کے پیچھے بٹھا دیا اور اس نے وزیر قاسم بن عبید اللہ اور دیگر دفاتر کے لکھنے والوں کو وہاں بیٹھنے کا حکم دیا جہاں سے المعتضد ان کی تقاریر کو سن سکتا تھا، وہ کونسل کے حکم سے ان کے سامنے شکایات بیان کرنے لگے پھر اس نے بصریوں کو حاضر ہونے کی اجازت دی تو وہ حاضر ہو گئے ابو خلیفہ ان کے آگے آگے تھا ان کے اُوپر نیلی چادریں تھیں سروں پر اوڑھنیاں تھیں وہ بڑے خوش بیان اور خوش منظر تھے پس المعتضد نے ان کی خوش منظری کی تحسین کی، سب سے پہلے ابو خلیفہ نے بات شروع کی اور کہا کہ

آباد مقام ویران ہو گئے ہیں اور واضح نشانات مٹ گئے ہیں اور بھونکنے والے
کُتے آنے جانے لگے ہیں اور جو تارے ستارے کو گہن لگ گیا ہے اور ہم پر
مصائب کو بٹھا دیا گیا ہے، تکالیف نے ہمیں آلیا ہے اور ہم میں سے ہر
آدمی تاریکی میں کھڑا ہے جاگیریں جڑ سے اکھیڑ دی گئی ہیں اور قلعے جھک
گئے ہیں پس ہماری طرف نگاہِ امام سے دیکھیے زمانہ آپ کے لیے سازگار رہے
گا اور لوگ آپ کے مطیع ہوں گے، ورنہ ہم بصری لوگ ہیں ہم خوبی سے نہیں
ہٹاتے اور نہ ہی کسی بڑی بات سے بے رغبتی کرتے ہیں۔

اس نے مسجع کلام کیا اور خوب خطاب کیا، تو وزیر نے اُسے کہا اے شیخ میں آپ کو مودب خیال کرتا ہوں تو اُس نے جواب دیا اے وزیر، مؤدبوں نے آپ کو اس جگہ بٹھایا ہے وزیر نے اُسے کہا پانچ اونٹوں میں کتنی زکوٰۃ ہے؟ ابو خلیفہ نے کہا تو نے ایک واقف کار سے پوچھا ہے پانچ اونٹوں میں ایک بکری زکوٰۃ ہے اور دس اونٹوں میں دو بکریاں، پھر وہ اُونٹوں کی زکوٰۃ بیان کرتا چلا گیا اور اختلافات کا ذکر بھی کرتا گیا پھر اس نے گائیوں اور بکریوں کی زکوٰۃ کو فصیح زبان اور مختصر تقریر میں بیان کیا المعتضد نے جو کچھ سُنا اس سے حیران ہو کر خادم کے ذریعے وزیر کی طرف پیغام بھیجا کہ جو کچھ یہ لوگ چاہتے

ہیں انہیں لکھ دو اور جو کچھ انہوں نے مانگا ہے اس کے متعلق انہیں جواب دو اور انہیں شکر گزاری کرتے ہوئے واپس بھیجو اور یہ شخص ایک شیطان ہے جسے سمندر نے پھینک دیا ہے اسی قسم کے آدمیوں کو بادشاہوں کے پاس جانا چاہیے۔

ابوخلیفہ الجمعی

ابوخلیفہ اعراب کا تکلف نہیں کرتا تھا بلکہ یہ بات عنفوانِ شباب سے ہی اس کے دائمی استعمال کی وجہ سے اس کی طبیعت بن گئی تھی اور وہ علم مناظرہ میں ایک خاص مقام کا حامل تھا، اس کے نشان دار اور نادر واقعات مدون کیے جا چکے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ بصرہ میں خراج کا ایک عامل اپنے کام سے ہٹا دیا گیا تھا ابوخلیفہ بھی محکمہ قضاء سے ہٹا ہوا تھا پس عامل نے ابوخلیفہ طرف آدمی بھیجی کہ آج مبرمان نحوی جو ابوالعباس المبرد کا ساتھی ہے، فدن نہر . باغ . میری ملاقات کرے گا، پس وہ سویرے اپنے ساتھیوں کے ساتھ گئے اور اسے بھی ان کے ساتھ حاضر ہونے کو کہا وہ وہیں خوش طبعی کرتے ہوئے بیٹھ گئے انہوں نے اپنے ظاہری لباس تبدیل کیے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں وہ بصرہ کی ایک نہر پر آ گئے اور اس کے ایک باغ کو انہوں نے پسند کیا، وہ وہاں آ کر کنارے کی طرف چلے اور نہر کے کنارے ایک کھجور کے نیچے بیٹھ گئے، اور جو کھانا وہ اپنے ساتھ اٹھا کر لائے تھے اس نے اسے ان کے سامنے رکھا یہ وہ دن تھے جن میں کھجوریں تازہ پھل دیتی ہیں اور وہ اسے لکڑی کے صندوقوں میں بند کر کے خرما بنا لیتے ہیں ان دنوں باغات، کھجوروں میں کام کرنے والوں کسانوں سے بھرے ہوتے ہیں جب وہ کھانا کھا چکے تو ایک آدمی نے اس بات سے بے خوف ہو کر جن کسانوں کا ہم نے ذکر کیا ہے ان میں سے کوئی آدمی اسے پہچان لے گا، ابوخلیفہ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے مجھے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق کچھ بتائیے یا ایہا الذین آمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا ــــ اس آیت میں جو واؤ آتی ہے اعراب کے لحاظ سے اس کا کیا مقام ہے ابوخلیفہ نے کہا یہ رفع کے مقام میں ہے اور "قوا" یہ مردوں کی ایک جماعت کے لیے امر ہے اس نے کہا آپ ایک مرد یا دو مردوں کے لیے کیا کہیں گے، اس نے جواب دیا ایک مرد کے لیے "ق" اور دو مردوں کے لیے "قیا" اور جماعت کے لیے "قوا" اس نے کہا آپ ایک عورت دو عورتوں اور عورتوں کی جماعت کے لیے کیا کہیں گے، اس نے جواب دیا ایک عورت کے لیے "قی" دو کے لیے "قیا" اور جماعت کے لیے "قین" اس نے کہا

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ جلدی سے بتائیں کہ ایک مرد، دو مردوں اور ان کی جماعت کے لیے اور ایک عورت اور دو عورتوں اور ان کی جماعت کے لیے کیا کہیں گے، ابوخلیفہ نے جلدی سے کہا قِ، قِیا، قُوا، قِی، قِیا، قِین، ان کے قریب ہی ایک کسانوں کی جماعت تھی جب انہوں نے یہ بات سُنی تو انہیں یہ بات گراں گزری اور کہنے لگے اے زندیقو! تم قرآن کریم کو مرغیوں کی طرح پڑھتے ہو اور ان پر حملہ کر دیا انہیں تھپیڑ مارے، ابوخلیفہ اور اس کے ساتھیوں نے کافی جدوجہد کے بعد ان کے ہاتھوں سے نجات پائی۔

ہم نے ابوخلیفہ کے نادر واقعات کو اور اس کی اس گفتگو کو جو اس نے اپنی خچر سے اس وقت کی جب اس نے اُسے گرا دیا تھا اور اس کی اس گفتگو کو جو اس نے اپنے گھر میں خچر کے داخل ہونے پر کی تھی اپنی کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے۔

ابوخلیفہ کی وفات ۳۰۵ھ میں بصرہ میں ہوئی۔

ابن الشیخ، آمد میں

المعتضد ربیع الاوّل ۲۸۶ھ کو آمد آیا، یہ احمد بن عیسیٰ بن الشیخ عبدالرزاق کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے وہاں اس کا بیٹا محمد بن احمد بن عیسیٰ بن عبدالرزاق قلعہ بند تھا، المعتضد نے قلعہ کے اردگرد اپنی فوجوں کو پھیلا دیا اور اس کا محاصرہ کر لیا، علقمہ بن عبدالرزاق بیان کرتا ہے کہ ہمیں رواحہ بن عیسیٰ بن عبدالملک نے شعیب بن شہاب یشکری سے بتایا وہ کہتا تھا کہ المعتضد نے مجھے محمد بن احمد بن عیسیٰ بن الشیخ کی طرف بیعت قائم کرنے کے لیے بھیجا، جب میں اس کی طرف گیا تو ام الشریف کو بھی خبر پہنچ گئی اس نے مجھے اطلاع دی اور کہا اے ابن شہاب تو نے امیر المومنین کو کس حال میں چھوڑا ہے میں نے جواب دیا خدا کی قسم! میں نے اُسے خوش باش بادشاہ، عادل حکمران، نیکی کا حکم دینے والا، بھلائی کے کام کرنے والا، اہل باطل پر غالب اور حق کی اطاعت کرنے والا چھوڑا ہے، اُسے اللہ کی راہ میں ملامت گر کی کوئی پرواہ نہیں، تو اس عورت نے کہا خدا کی قسم وہ اس کا اہل اور مستحق ہے اور وہ ایسا کیوں نہ ہوتا وہ خدا کے ملک پر اس کا دراز کیا ہوا سایہ اور اس کے بندوں پر امانت دار خلیفہ ہے اس نے اس کے ذریعہ اپنے دین کو عزت دی ہے اور اس کے ذریعے اپنی سنت کو زندہ کیا اور اپنی شریعت کو ثبات بخشا ہے پھر وہ مجھے کہنے لگی تو نے ہمارے صاحب کو کیسا پایا ہے یعنی اس کے بھتیجے محمد بن احمد کو، میں نے جواب دیا میں نے ایک نوعمر اور حیرت میں ڈال دینے

والے جوان کو دیکھا ہے اس پر بے وقوفوں نے غلبہ پا لیا ہے وہ ان کی آراء سے قوت حاصل کرتا ہے اور ان کی باتوں کو خاموشی سے سُنتا ہے اور وہ اس سے جھوٹی باتیں کرتے ہیں اور اُسے شرمندہ کرواتے ہیں، اس عورت نے مجھے کہا، کیا تو اس کی طرف خط لے کر جائے گا، میں نے کہا شاید ہم اس گرہ کو کھول دیں جو بے وقوفوں نے باندھ دی ہے، میں نے کہا ہاں تو اس عورت نے اُسے ایک بہت اچھا خط لکھا جس میں بہت نصیحتیں اور خیر خواہی کی باتیں لکھیں اور اس کے آخر میں یہ اشعار لکھے ؎

"ماں کی خیر خواہانہ باتوں پر توجہ کر، جس کا دل خوف اور تجھ پر رحم کی وجہ سے دردمند ہے
اور سچ بات کہہ، اور میری باتوں پر غور و فکر کر اور اگر تو نے غور کیا تو تجھے میری باتوں
میں بھلائی ملے گی، اور ان لوگوں پر بھروسہ نہ کر جن کے دلوں میں کینے ہیں جو دشمنی
اور حسد کو برانگیختہ کرتے ہیں، وہ ذئبیوں کی طرح اپنے گھروں میں چھُپے بیٹھے ہیں
اور جب وہ امن میں آجاتے ہیں تو تُو انہیں شیروں کی طرح پائے گا اور تو اس کی
دوا کر، اور دوا کرنا ممکن ہے اور تیرے طبیب نے تیری طرف ہاتھ بڑھایا ہے
خلیفہ جس بات سے راضی ہوتا ہے اُسے راضی کرے اور اس سے اہل، مال
اور اولاد کو روک نہ رکھ، اور لشکر کے بھائی کو واپس لا تا کہ وہ بُرائی کے مقابلہ
میں تیرا مددگار ہو اور اس کی مصیبت پر کسی کو خوش نہ کر۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ میں خط لے کر محمد بن احمد کی طرف گیا اس نے خط پڑھ کر میری طرف پھینک دیا پھر کہنے لگا اے لشکر کے بھائی، حکومتیں عورتوں کی آراء سے نہیں چلائی جاتیں اور نہ ان کی عقلوں سے حکومت چلائی جا سکتی ہے، اپنے صاحب کی طرف واپس چلے جائیے میں نے واپس آکر امیر المومنین کو اس کے حق و صدق کے متعلق اطلاع دی تو اس نے پوچھا اُم الشریف کا خط کہاں ہے، میں نے اُسے خط دکھایا، جب وہ خط اس کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ اس کی عقل اور اشعار سے بہت متعجب ہوا پھر کہنے لگا، میں چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگوں کی موجودگی میں اس کی سفارش کروں، پس جب آمد فتح ہوا تو محمد بن احمد کو امان مل گئی اور جب جنگ شدت اختیار کر گئی تو امیر المومنین نے میری طرف پیغام بھیجا اور کہا اے شعلہ بن شہاب، کیا ام الشریف کے متعلق تمہیں کچھ علم ہے میں نے عرض کیا یا امیر المومنین خدا کی قسم مجھے

کچھ علم نہیں، امیر المومنین نے کہا اس خادم کے ساتھ چلے جاؤ تو اُسے عورتوں میں موجود پائے گا، وہ بیان کرتا ہے کہ میں گیا پس جب اُس نے مجھے دیکھا تو اپنے چہرے سے نقاب اُٹھا دیا اور کہنے لگی ؎

"زمانے کی گردشوں اور مصائب اور سرکشی نے پردہ اُٹھا دیا ہے اور ہم میں سے
جو شخص بہادر اور شجاع تھا اُسے اس نے عزیز ہونے کے بعد ذلیل کر دیا ہے
میں نے خیر خواہی کی مگر میری بات مانی نہ گئی اور میں کتنی چیزوں سے محروم ہو
گئی کہ وہ میری اطاعت کرے پس مقدر نے ہمارا ساتھ نہ دیا اور ہم متفرق ہو
گئے اے کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تو کسی روز ہماری پراگندگی کے بعد اجتماع
کو بھی دیکھے گا۔"

پھر وہ رو پڑی اور ایک ہاتھ کو دُوسرے ہاتھ پر مارنے لگی پھر اس نے مجھے کہا اے ابن شہاب! خدا کی قسم میں نے جو دیکھنا تھا دیکھ لیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، میں نے اُسے کہا کہ امیر المومنین نے مجھے تیری طرف بھیجا ہے اور ان کی رائے تیرے بارے میں بہت اچھی ہے اس نے کہا، کیا تو اُن تک میرا یہ خط پہنچا دے گا، میں نے کہا ہاں، تو اس نے خلیفہ کی طرف یہ اشعار لکھے ؎

"بطحا کے رہنے والے قریش کے خلیفوں کے بیٹے اور پسندیدہ امام
اور خلیفہ سے کہہ دے کہ خرابی و فساد کے بعد اللہ تعالیٰ نے تیرے ذریعے
ملک اور اہل ملک کی اصلاح کر دی ہے اور بسا اوقات ان کی اصلاح نہیں
ہو سکتی، اور تیری وجہ سے عزت کا گنبد لڑکھڑا گیا ہے اگر اللہ تعالیٰ کے
بعد تو نہ ہوتا تو وہ نہ لڑکھڑاتا اور تیرے رب نے تجھے وہ کچھ دکھا دیا
ہے جو تو چاہتا ہے پس تو ناپسندیدہ چیزوں کو نہ دیکھے اور تو عفو و
درگزر سے کام لے اے دنیا کی خوشی اور اس کے بادشاہوں کے باپ
مجھ پر ظلم و ستم کرنے والوں کو اصلاح کرنے والے سمجھ لے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ میں خط لے کر امیر المومنین کے پاس چلا گیا جب اس کے سامنے یہ اشعار پیش کئے گئے تو وہ بہت متعجب ہوا اور اس نے حکم دیا کہ کپڑوں کے یا مہ دان اور کچھ مال اس عورت کی طرف لے جایا جائے اور اس کے بھتیجے محمد بن احمد

کی طرف بھی اتنا ہی مال لے جایا جائے اور اس نے اس عورت کی وجہ سے بہت سے ان لوگوں کو معاف کر دیا جو بڑے بڑے جرائم کے باعث، عقوبت کے مستحق ہو چکے تھے۔

رافع بن لیث کے ساتھ جنگ

المعتضد نے ۲۷۳ھ میں احمد بن عبدالعزیز بن ابی دُلف کی طرف رافع بن لیث سے جنگ کرنے کے متعلق لکھا، تو احمد بن عبدالعزیز رافع کی طرف چل پڑا اور ۲۳ر ذوالقعدہ کو اسی سال رَے میں ان کی جنگ ہوئی جو کئی دن تک جاری رہی پھر رافع بن لیث کو شکست ہو گئی اور وہ بھاگ گیا اور ابن ابی دُلف کے ساتھی ان پر اور ان کی فوج پر غالب آ گئے بغداد میں یہ خبر اسی سال ۱۲ر ذوالحجہ کو پہنچی۔

محمد بن حسن بن سہل کا ایک طالبی کے لیے دعوت دینا

۲۸۰ھ کو بغداد میں ایک آدمی پکڑا گیا جو محمد بن حسن بن سہل کے نام سے معروف تھا اور فضل بن سہل ذوالریاستین کا بھتیجا تھا، اس کا لقب شمیلہ تھا اس کے ساتھ عبیداللہ بن المہتدی بھی تھا محمد بن سہل کی کئی تصنیفات مبینہ کے حالات پر مشتمل ہیں۔ اور اس کی ایک تالیف علی بن محمد صاحب الزنج کے حالات پر مشتمل ہے جیسا کہ ہم پہلے اس کتاب میں اس کے حالات لکھ آئے ہیں، علوی کی فوج میں سے امان پانے والوں کی ایک جماعت نے اسے امیر مقرر کیا اور اُسے ایسے جرائد بھی ملے جن میں سے ان آدمیوں کے نام تھے جن سے آلِ ابی طالب کے ایک آدمی کی بیعت کی وجہ سے اس نے مواخذہ کیا تھا انہوں نے اس بات کا عزم کیا ہوا تھا کہ وہ اسی روز بغداد پر غلبہ حاصل کر کے المعتضد کو قتل کر دیں گے، انہیں المعتضد کے پاس لایا گیا تو جو لوگ محمد بن حسن کے ساتھ تھے انہوں نے اقرار کرنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے ہم کسی طالبی کو نہیں جانتے اور تو ہم پر اس کی بیعت کی وجہ سے گرفت کر رہا ہے حالانکہ ہم نے اُسے دیکھا بھی نہیں یہ محمد بن حسن ہمارے اور اس کے درمیان واسطہ تھا، پس انہیں اس کے حکم سے قتل کر دیا گیا اور اس نے شمیلہ کو اس اُمید پر باقی رکھا کہ وہ اُسے طالبی کے متعلق کچھ بتائے گا اور اس نے عبیداللہ بن المہتدی کو اس وجہ سے چھوڑ دیا کہ اُسے علم ہو گیا تھا کہ اس نے اس سے بیزاری کا اظہار کیا ہے پھر المعتضد باللہ نے محمد بن حسن سے ہر طرح سے پوچھا کہ وہ اس طالبی کے متعلق بتائے جس کی بیعت اس نے لوگوں سے لی ہے تو اس نے انکار کر دیا اور اس کے اور المعتضد کے درمیان طویل گفتگو ہوئی

ہوئیں، اس نے المعتضد کو خطاب کرتے ہوئے کہا، اگر تو مجھے آگ پر بھی بھون دے تو جو کچھ تو مجھ سے سُن چکا ہے اس سے زیادہ میں تجھے کچھ نہیں بتاؤں گا اور تو جس کی اطاعت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے میں اس کی اطاعت کا اقرار نہیں کرتا حالانکہ تو اس کی امامت کا اقراری ہے، تو نے جو کچھ کرنا ہے کر لے، تو المعتضد نے اُسے کہا، ہم تجھے وہ عذاب دیں گے جس کا تو نے ذکر کیا ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے ایک لوہے کی سلاخ بنا کر اس کی دُبر میں داخل کی اور مُنہ سے نکالی اور اس کے پہلوؤں میں آگ جلا کر اُسے اس میں کھڑا کر دیا گیا یہاں تک کہ وہ المعتضد کے سامنے مر گیا اور وہ اسے گالیاں دیتا اور بُرا بھلا کہتا تھا اور زیادہ مشہور بات یہ ہے کہ اُسے تین نیزوں کے درمیان رکھا گیا اور ان کی اطراف سے اُسے باندھ دیا گیا اور اس کی مُشکیں کس دی گئیں اور اُسے اس طرح آگ کے اُوپر رکھا گیا کہ آگ اس کو چھُو نہ سکے اور اُسے زندہ ہونے کی حالت میں اس کے اُوپر گھمایا گیا اور اُسے مُرغ کی طرح بھُونا گیا یہاں تک کہ اس کا جسم چٹخ گیا اور پھر اُسے نکال کر غربی جانب دونوں پُلوں کے درمیان سولی پر لٹکا دیا گیا۔

بنی شیبان کی جنگ

اس سال المعتضد، بنی شیبان کے بدویوں کی تلاش میں نکلا، وہ بڑے سرکش اور فسادی تھے، اس نے جزیرہ اور الزاب کے پاس ان سے جنگ کی یہ ایک مشہور جگہ ہے جو وادیٔ ذئاب کے نام سے مشہور ہے، پس اس نے انہیں قتل کیا اور قید کیا اور ان کی اولاد کو موصل لے آیا۔

اسی سال ابو عبداللہ بن ابی الساج المراغہ نے آذربائیجان کے کچھ علاقے فتح کیے اور عبداللہ بن الحسین کو گرفتار کر لیا اور ان کے اموال کا صفایا کر دیا اور اس کے بعد اُسے ہلاک کر دیا۔

اور اسی سال احمد بن عبدالعزیز بن ابی دُلف کی وفات ہوئی۔

عمان کی فتح

اسی سال احمد بن ثور نے عمان کو فتح کیا وہ بحرین کے علاقے سے وہاں گیا اور اباضیہ کے سرفروشوں سے نبرد آزما ہوا، جن کی تعداد دو لاکھ کے قریب تھی اور ان کا امام صلت بن مالک تھا جو عمان کے علاقے بردی میں رہتا تھا، اس کو ان پر فتح حاصل ہوئی اور اس نے ان میں سے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا اور بہت سوں کے سر اُٹھا کر بغداد لے آیا جنہیں پُل پر نصب کر دیا گیا، المعتضد، الجزیرہ سے واپسی پر بغداد میں آیا اور اسی سال عمرو بن اللیث نیشاپور میں داخل ہوا۔

ابن ابی الساج کی بیٹی

اسی سال میں محمد بن ابی الساج کی بیٹی کو المعتضد کے غلام، بدر کی طرف لے جایا گیا، ہم نے کتاب الاوسط میں ابن ابی الساج کے حالات اور المعتضد کی موجودگی میں بدر کے ساتھ اس کی بیٹی کی شادی اور باب خراسان سے آذربائیجان کی طرف اس کے جانے کے حالات کو بیان کیا ہے

اسماعیل بن احمد کا ترکوں کے علاقے کی طرف جانا

اسی سال اسماعیل بن احمد ـــ اپنے بھائی نصر بن احمد کی وفات اور خراسان کی امارت پر اس کے قبضے کے بعد ـــ ترکوں کے علاقے کی طرف گیا اور اس نے ایک شہر کو جو دار الملک کے نام سے موسوم تھا فتح کر لیا اور بادشاہ کی بیوی خاتون کو قید کر لیا اور پندرہ ہزار ترکوں کو بھی قیدی بنا لیا، ان میں سے دس ہزار کو قتل کر دیا، کہتے ہیں کہ اس بادشاہ کو طنکش کہتے تھے اور اس ملک میں جو شخص بھی بادشاہ بنتا تھا یہ نام اس کی علامت ہوتا تھا میں اُسے ان قوموں سے سمجھتا ہوں جو خدلجیہ کے نام سے مشہور ہیں اور قبل ازیں ہم اس کتاب میں ترکوں کے حالات اقوام اور اوطان کے متعلق بیان کر چکے ہیں اور اسی طرح اپنی پہلی کتابوں میں بھی ان کے حالات درج کر چکے ہیں۔

وصیف اور عمرو بن عبد العزیز کے درمیان جنگ

۲۸۱ھ میں بلادِ جبل میں ابن ابی الساج کے خادم وصیف اور عمرو بن عبد العزیز کے درمیان جنگ ہوئی، اس کے حالات ہم اپنی پہلی کتابوں میں بیان کر چکے ہیں المعتضد اس سال جبل کی طرف چلا گیا کیونکہ اُسے بعض واقعات کی اطلاعات مل چکی تھیں، ان میں سے ایک واقعہ محمد بن زید علوی حسینی کا تھا جو بلاد طبرستان کا حکمران تھا پس اس نے اپنے بیٹے علی المکتفی کو رَے کا والی بنایا اور وہیں ٹھہرایا اور اس کے ساتھ قزوین، زنجان، ابہر، قم اور ہمذان کو بھی شامل کر دیا اور المعتضد بغداد واپس چلا آیا اور عمرو بن عبد العزیز کو اصبہان اور کرخ ابودلف کا حاکم مقرر کر دیا۔

واقعات

اسی سال اس نے المکتفی سے اپنی جماعت کے لیے امان طلب کی اور بہت بڑی تعداد کو ساتھ لے کر المعتضد کی طرف گیا اور اسی سال ۳۳۲ھ میں طغج بن شبیب ابو الاخشید والی مصر بہت ساری فوج کے ساتھ دمشق سے چلا اور طرسوس میں جنگ کرتا ہوا داخل ہو گیا اور ملوریا کو فتح کر لیا جو بلاد برغوث اور درب الراہب کے

قریب ہے۔

اور اسی سال المعتضد حمدان بن حمدون کی طرف گیا اور وہ الصوارہ نامی قلعہ میں قلعہ بند ہوگیا جو عین الزعفران کی طرف ہے اور اسحاق بن ایوب عنبری، المعتضد کی اطاعت میں آکر اس کی فوج میں شامل ہوگیا اور حسین بن حمدان بن حمدون اور اس کے ساتھیوں نے المعتضد سے امان طلب کی ہم حمدان بن حمدون کے واقعات، اس کے جودی پہاڑ پر چڑھنے، دریائے دجلہ کو عبور کرنے، اس کے نصرانی کاتب اور رات کو المعتضد کی فوج کے اسحاق بن ایوب کی طرف جانے اور اُسے المعتضد کے پاس لانے اور اس قلعہ کو المعتضد کے برباد کرنے کے واقعات کو بیان کر چکے ہیں، حمدان نے اس قلعہ پر بڑی دولت خرچ کی تھی اس کا نام حمدان بن حمدون بن حارث بن منصور بن لقمان تھا یہ ابو محمد حسن بن عبداللہ کا دادا ہے جو اس وقت ۳۳۲ھ میں ناصر الدولہ کے لقب سے ملقب ہے ـــــ حسین بن حمدان نے ہارون الشاری کو تلاش کرنے اور اُسے گرفتار کرنے کے متعلق جو کچھ کیا وہ اس مقام کے بعد اس کتاب میں آئے گا۔

ابو الجیش خمارویہ کا قتل

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ۲۸۲ھ میں ابو الجیش خمارویہ بن احمد بن طولون کو دمشق میں ذوالقعدہ کے مہینے میں قتل کر دیا گیا، اس نے دامنِ کوہ میں دیر مروان کے نیچے ایک محل بنایا ہوا تھا، اس شب وہ اس میں شراب پی رہا تھا اور طغج بھی اس کے پاس موجود تھا اس کے قتل کی ذمہ داری اس کے خادموں میں سے ایک خادم نے لی ہوئی تھی اس نے انہیں کئی میل باہر لا کر قتل کر دیا اور صلیب دیا اور کچھ لوگوں کو تیروں سے مارا اور بعض کا گوشت رانوں اور سرینوں سے کاٹ دیا، جسے ابو الجیش کے حبشی غلاموں نے کھایا۔

دو خصّی

ہم سوڈانی، سعدی، رومی اور چینی خادموں کے حالات بیان کر چکے ہیں چینی بھی اپنے بہت سے بچوں کو رومیوں کی طرح خصّی کر دیتے ہیں اور دو خصی بھی تضاد کی وجہ سے متفق نہیں ہوتے، ہم نے ان کے عضو کے کاٹنے کے واقعات کو اپنی کتاب " اخبار الزمان " میں بیان کیا ہے طبیعت اس موقع پر ان کے اندر جو کیفیت پیدا کر دیتی ہے جیسا کہ لوگ ان کے متعلق بیان کرتے ہیں اس کا بھی ذکر کیا ہے۔

المدائنی نے بیان کیا ہے کہ ایک روز حضرت معاویہ بن سفیان اپنی بیوی فاختہ

کے پاس آئے وہ بڑی دانش مند عورت تھی ــــــ ان کے ساتھ ایک خواجہ سرا بھی تھا، وہ برہنہ سر تھی، جب اس نے ان کے ساتھ خواجہ سرا کو دیکھا تو اپنا سر ڈھانک لیا امیر معاویہ نے اُسے کہا کہ یہ خصی ہے تو اس نے جواب دیا یا امیرالمومنین کیا اس کے مُثلہ نے اس کے لیے وہ چیزیں حلال کر دی ہیں جو اللہ تعالےٰ نے اس پر حرام کی ہیں تو حضرت معاویہؓ نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور سمجھ لیا کہ حق بات وہی ہے جو فاختہ نے کہی ہے وہ اپنی بیوی کے پاس کوئی خادم نہیں لاتے خواہ وہ شیخ فانی ہی کیوں نہ ہوتا۔

اور لوگوں نے ان کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے مجبوب اور مسلوب کے درمیان فرق کیا ہے، وہ مرد، عورتوں کے ساتھ اور عورتیں مردوں کے ساتھ ہوتی ہیں اور یہ تکلف ہے اور فاسد کلام ہے بلکہ وہ مرد ہی ہوتے ہیں اور جسم کے اعضاء میں سے کسی عضو کا نہ ہونا ان کو ان لوگوں کے ساتھ ملحق کرنا واجب نہیں کرتا جن کا انہوں نے ذکر کیا ہے اور نہ ہی داڑھی کا نہ اُگنا ان کو وہ بنا دیتا ہے جو وہ بیان کرتے ہیں اور جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ وہ عورتوں سے بہت مشابہ ہوتے ہیں تو اس نے اللہ تعالےٰ کے فعل کی تبدیلی کے متعلق خبر دی ہے، کیونکہ اس نے انہیں مرد پیدا کیا ہے نہ عورتیں اور نر پیدا کیا ہے نہ مادہ اور جو اُن کے اعیان کو بدل دے اور خدا کی پیدائش کو نابود کر دے کیا اس کا ان پر کوئی گناہ نہیں؟ اور ہم نے خادموں کی بغلوں میں بدبو کے نہ ہونے کی علت اور فلاسفہ نے اس کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اسے اپنی گذشتہ کتب میں بیان کیا ہے کیونکہ خادم شست ہوتا ہے اس لیے اس کی بغلوں میں بو نہیں ہوتی اور یہ خدام کی ایک خاصیت ہے۔

خمارویہ کے جُثّے کو مصر لے جانا

ابوالجیش کو ایک تابوت میں مصر لے جایا گیا یہ خبر مصر میں ۸ ذوالحجہ کو اتوار کے روز پہنچی اور ذوالقعدہ کے کچھ دن ابھی باقی تھے کہ اس کے قتل کا واقعہ پیش آیا اور اس کے بیٹے جیش کی بیعت دوسرے دن سوموار کو ہوئی ــــــ ابوالجیش اپنے اسی بیٹے سے کنیت لیتا تھا، وہ ابوالجیش کو مصر لایا اور اُسے تابوت سے نکال کر چارپائی پر رکھا یہ کام باب مصر پر ہوا، اس کا بیٹا جیش جو امیر بن چکا تھا وہ اور دیگر امراء اور دوست باہر نکلے اور قاضی ابوعبداللہ محمد بن عبدة نے جو العبدانی کے نام سے مشہور ہے رات کو اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ابو بشر دولابی، ابو عبداللہ بخاری سے بیان کرتا ہے ــــ یہ اہل عراق کا شیخ تھا اور یہ آل طولون کے گھروں اور مقابر میں پڑھتا تھا ــــ جو لوگ اس شب قبر کے پاس پڑھ رہے تھے یہ بھی ان لوگوں میں شامل تھا، ابو الجیش کو قبر میں اُتارنے کے لیے آگے کیا گیا اور ہم قراء سورہ دُخان پڑھ رہے تھے پس جب اُسے چارپائی سے اُتار کر قبر میں رکھا گیا تو ہم اس وقت سورۃ کے آخر میں اللہ تعالیٰ کے اس قول تک پہنچ چکے تھے۔

خذوہ فاعتلوہ الیٰ سواء الجحیم ثم صبوا فوق رأسہ عذاب الحمیم ذق انک انت العزیز الکریم

راوی بیان کرتا ہے کہ ہم نے اپنی آوازیں نیچی کرلیں اور ہمیں حاضرین سے حیا آنے لگی۔

المعتضد کی دانائی

المعتضد کی دانائی اور معاملات میں اس کی حیلہ بازی کے متعلق جو واقعات بیان کیے جاتے ہیں ان میں ایک واقعہ یہ ہے کہ اس نے بعض رسوم کے لیے بیت المال سے فوج کو دس توڑے دینے کا حکم دیا، وہ توڑے فوج میں تقسیم کرنے والے کے گھر لائے گئے اور اسی رات اس کے گھر میں نقب زنی ہو گئی اور دسیوں توڑے چوری ہو گئے، جب صبح ہوئی تو اس نے نقب کی طرف دیکھا اور مال نہ دیکھا تو اس نے پہرے داری کے ذمہ دار کو بلایا، اُن دنوں پہرے داری کا انچارج مونس العجلی تھا، جب وہ آیا تو اس نے اُسے کہا کہ یہ مال بادشاہ اور فوج کا ہے اور جب تک تو اس مال کو یا نقب زنی کرنے والے کو نہ لائے اور اس سے مال نہ لے، تو امیر المومنین تجھے اس کی چٹی ڈال دیں گے، اس نے اس کی تلاش میں بڑی کوشش کی اور اس چور کو تلاش کر لیا جس نے اس فعل کی جسارت کی تھی وہ اس کی مجلس میں گیا اور تو ابین اور پولیس کو حاضر کیا اور توابین مختلف قسم کے چوروں کے شیوخ تھے جو بڑی عمر کے ہو گئے تھے اور توبہ کر چکے تھے، جب یہ واقعہ ہوا تو انہیں پتہ چل گیا کہ یہ فعل کس کا ہے، انہوں نے اس کے متعلق بتا دیا اور بسا اوقات وہ جو چیز چوری کرتے اُسے آپس میں تقسیم کر لیتے تھے پس اس نے ان کے پاس جا کر انہیں ڈرایا دھمکایا اور اُن سے مطالبہ کیا اور لوگ راستوں، بازاروں بالاخانوں، بدکاری کے اڈوں، بسیار خوروں کی دوکانوں اور قمار خانوں میں بکھر گئے۔ اور انہوں نے ایک کمزور، نحیف و نزار، بوسیدہ لباس اور خستہ حال آدمی کو حاضر کیا اور

کہنے لگے میرے آقا! اس آدمی نے یہ فعل کیا ہے اور یہ غیر ملکی مسافر ہے اور سب لوگوں نے اس پر اتفاق کیا کہ یہی شخص نقب زنی کرنے والا اور مال چوری کرنے والا ہے، مونس العجلی نے اس کے پاس آکر اُسے کہا تیرا ستیاناس ہو تیرے ساتھ کون تھا اور کس نے تیری مدد کی اور تیرے ساتھی کہاں ہیں؟ میرے خیال میں تو اکیلا دس توڑے ایک ہی رات میں اٹھا کر لے جانے کی طاقت نہیں رکھتا، تم دس آدمی تھے یا کم از کم پانچ، اگر مال اکٹھا پڑا ہے تو میرے سامنے اقرار کر اور اگر مال تقسیم کر لیا گیا ہے تو اُسے تیرے ساتھیوں کے ذمے ڈالا جائے گا، مگر وہ انکار کرتا رہا، پھر وہ اس سے نرمی کرنے لگا اور اس سے وعدے کرنے لگا کہ وہ اسے اس کا بدلہ دے گا اور روزینہ مقرر کرے گا اور اس کے انعام میں اضافہ کر دے گا اور مال کے اقرار کرنے اور اُسے واپس کرنے پر اس سے ہر قسم کے حُسنِ سلوک کا وعدہ کرنے لگا اور اُسے ہر بُرے سلوک کی دھمکی دینے لگا مگر وہ اپنے انکار پر قائم رہا تب وہ غصّے ہو گیا اور اس کے اقرار کرنے سے مایوس ہو گیا تو اُسے سزا دینے لگا اور اس سے پوچھنے لگا اس نے اس کی پُشت، گدی، سر، ٹانگوں کے نچلے حصّے، ٹخنوں اور پٹھوں پر کوڑے، ہتھوڑے اور دُرّے سے مارا، یہاں تک کہ مارنے کے لیے کوئی جگہ باقی نہ رہی اور اس کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ نہ بول سکتا تھا اور نہ اُسے ہوش تھا، مگر اُس نے کسی چیز کا اقرار نہ کیا، المعتضد کو یہ اطلاع ملی تو اُس نے فوج کے سالار کو بُلا کر کہا تو نے مال کے متعلق کیا کیا ہے تو اس نے اُسے سب حالات سے آگاہ کیا اس نے کہا تیرا ستیاناس ہو تو ایک چور کو پکڑتا ہے جس نے بیت المال سے دس توڑے چرائے ہیں اور اُسے موت تک پہنچا دیتا ہے تاکہ آدمی ہلاک ہو جائے اور مال ضائع ہو جائے، پس مردوں کے سے حیلے کہاں ہیں؟ اس نے کہا امیر المومنین میں غیب نہیں جانتا اور جو کچھ میں نے اس کے معاملہ میں کیا ہے اس کے سوا میرے پاس کوئی حیلہ نہیں، اس نے کہا اس آدمی کو میرے پاس لاؤ، اس نے اُسے ایک جھول میں لپیٹ کر حاضر کیا اور المعتضد کے سامنے رکھ دیا اس وقت اُسے ہوش آچکا تھا، اس نے اس سے پوچھا تو اس نے انکار کیا، اس نے اُسے کہا اگر تو مر گیا تو تجھے یہ بات فائدہ نہ دے گی اور اگر تو اس مار سے بچ گیا تو میں تجھے اس مال تک پہنچنے کے لیے نہیں چھوڑوں گا، پس تجھے اپنی حالت کے دُرست ہونے تک امان اور ضمانت حاصل ہے مگر اس نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا

پس میں نے مال کو لیا اور ان کانٹوں، سرکنڈوں اور ردّی چیزوں کو اُٹھا کر ان کے نیچے رکھ کر ڈھانپ دیا اور وہ وہیں پڑا ہے، تو اس نے حکم دیا کہ اسے دوبارہ اس کے بستر پہ لے جایا جائے پس انہوں نے اُسے واپس لے جا کر اُس کے اُوپر لٹا دیا پھر اس نے مال کو حاضر کرنے کا حکم دیا جو سارے کا سارا حاضر کر دیا گیا پھر اس نے مونس العجلی اور وزیر اور ہم نشینوں کو بُلایا اور مجلس کی ایک جانب مال کو دری کے نیچے چھپا دیا اور چور کو جگانے کا حکم دیا وہ کافی سو چکا تھا اور اس کی نیند پوری ہو چکی تھی معتضد نے سب کے سامنے پہلے کی طرح اپنی بات دہرائی تو اس نے انکار کر دیا پس اس نے دری اٹھانے کا حکم دیا اور اُسے کہا تیرا ستیاناس ہو، کیا یہ مال نہیں ہے ہ کیا تو نے اس اس طرح نہیں کیا، پس چور حیران رہ گیا پھر اس نے حکم دیا اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے گئے پھر اس نے ایک دھونکنی لانے کا حکم دیا جس سے اس کی دُبر میں ہوا بھری گئی اور اس کے کانوں، منہ اور ناک میں رُوئی ٹھونس دی گئی اور وہ اُسے ہوا بھرنے لگا اس کے ہاتھوں اور پاؤں کے بندھن کھول دیے اور اُسے ہاتھوں سے پکڑ لیا اور وہ بڑے سے پھُولے ہوئے مشکیزے کی طرح ہو گیا اور اس کے دیگر اعضاء سُوج گئے اور اس کا جسم بڑا ہو گیا اور اس کی آنکھیں بھر گئیں اور باہر نکل آئیں جب وہ پھٹنے کے قریب ہو گیا تو اس نے ایک طبیب کو حکم دیا کہ وہ ابرُوں سے اُوپر اس کی دو رگوں میں نشتر لگائے یہ دونوں رگیں پیشانی سے اُوپر تھیں پس ہوا خون کے ساتھ ان دونوں رگوں سے نکلنے لگی اور اس ہوا کی آواز بھی آتی تھی یہاں تک کہ وہ مر گیا یہ عذاب کا سب سے بڑا منظر تھا جو آج کے دن دیکھا گیا بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ توڑے سونے کے تھے اور ان کی تعداد اس سے زیادہ تھی جتنی ہم نے بیان کی ہے۔

ابن المغازلی ظریف

بغداد میں ایک عام آدمی راستے میں کھڑے ہو کر لوگوں کو عجیب و غریب واقعات اور بھٹے مذاق کی باتیں سُنایا کرتا تھا یہ ابن المغازلی کے نام سے مشہور تھا — حد درجہ کا ماہر آدمی تھا جو شخص اُسے دیکھ لیتا یا اس کی بات سُن لیتا وہ ہنسے بغیر نہ رہ سکتا تھا — ابن المغازلی بیان کرتا ہے کہ میں ایک دن المعتضد کی خلافت کے زمانے میں باب الخاصہ پہ کھڑے ہو کر لوگوں کو ہنسا رہا تھا اور عجیب و غریب واقعات سُنا رہا تھا تو میرے حلقے میں المعتضد کا ایک خدمت گار بھی آ گیا تو میں خدمتگاروں کی حکایات سنانے لگا، خادم میری حکایت سے بڑا متعجب ہوا اور میرے عجیب و غریب واقعات میں دلچسپی لینے لگا پھر وہ میرے پاس سے چلا گیا اور جلد ہی واپس آ کر میرا

ہاتھ پکڑ کر مجھے کہنے لگا کہ جب میں تیرے حلقے سے واپس گیا تو میں ـــــــ امیر المومنین المعتضد کے سامنے تیری حکایت اور عجیب غریب واقعات سنانے لگا اور ہنسنے لگا، امیر المومنین نے مجھے دیکھا تو میری حرکات کو نامناسب خیال کیا اور کہا تیرا ستیاناس ہو تجھے کیا ہو گیا ہے میں نے کہا امیر المومنین، دروازے پر ایک آدمی ہے جو ابن المغازلی کے نام سے مشہور ہے اور وہ لوگوں کو ہنسا رہا ہے اور نقلیں اُتار رہا ہے اور کسی اعرابی، ترکی، مکی، نجدی، نبطی، زنگی، سندھی اور خادم کی حکایت کو بیان کیے بغیر نہیں چھوڑتا اور اس کے ساتھ ایسے عجیب واقعات بیان کرتا ہے جن سے پسر گم کردہ عورت تک کو ہنسا دیتا ہے اور حلیم آدمی کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے تو امیر المومنین نے تیرے حاضر کرنے کے حکم دیا ہے اور جو تجھے انعام ملے اس میں نصف میرا ہو گا، میں نے اُسے کہا تو نے قیمتی انعام میں طمع کی ہے اے میرے آقا! میں کمزور آدمی ہوں اور غریب بھی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تیرے ذریعے احسان کیا ہے پس کیا حرج ہے اگر تو اس انعام کا چھٹا یا چوتھا حصہ لے لے، مگر اس نے نصف حصہ لینے پر اصرار کیا تو میں نے بھی نصف پر قناعت کر لی اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے خلیفہ کے پاس پہنچا دیا، میں نے سلام کیا اور اس جگہ کھڑا ہو گیا جس جگہ پر مجھے کھڑا کیا گیا تھا، خلیفہ نے مجھے سلام کا جواب دیا، اس وقت وہ ایک خواب دیکھ رہا تھا جب وہ اس کا اکثر حصہ دیکھ چکا تھا تو اس نے اُسے بند کر دیا اور میری طرف سر اُٹھا کر مجھے کہا تو ابن المغازلی ہے؟ میں نے جواب دیا ہاں، اس نے کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ تو حکایات بیان کرتا ہے اور ہنساتا ہے نیز تو عجیب و غریب حکایات اور ظریفانہ باتیں بیان کرتا ہے میں نے جواب دیا، ہاں، امیر المومنین ضرورت، حیلے کا راستہ کھول دیتی ہے، میں اس کے ذریعے لوگوں کو اکٹھا کرتا ہوں اور ان کے بیان کرنے سے ان کے دلوں کے قریب ہوتا ہوں اور جو کچھ ان سے نیکی (امداد) کا خواہاں ہوتا ہوں اور جو کچھ ان سے حاصل کرتا ہوں اس سے زندگی بسر کرتا ہوں، امیر المومنین نے کہا جو فن تمہارے پاس ہے اُسے ظاہر کرو، اگر تو نے مجھے ہنسا دیا تو میں تجھے پانچ صد درہم دوں گا اور اگر میں نہ ہنسا تو میری طرف سے تجھ پر کوئی سرزنش نہ ہو گی، میں نے بے کسی سے کہا کہ میرے پاس صرف میری گدّی ہی ہے اس پر جس قدر چاہیں تھپیڑ مار لیں، اس نے کہا تو نے انصاف سے کام لیا ہے اگر میں ہنس پڑا تو میں جس چیز کا ضامن ہوں وہ تجھے ملے گی اور اگر میں نہ ہنسا تو میں تجھے چمڑے

کے یہ دس طمانچے ماروں گا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ بادشاہ معمولی اور ہلکی چیز سے تھپڑ مارتا ہے پھر میں نے توجہ کی تو مکان کے ایک کونے میں نرم چمڑے کا ایک طمانچہ مجھے ملا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرا اندازہ اور گمان غلط نہیں نکلا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس طمانچے میں ہوا بھری ہوئی ہو، اگر میں نے اُسے ہنسا دیا تو فائدہ میں رہوں گا اور اگر میں اُسے نہ ہنسا سکا تو وہ ہوا بھرے ہوئے معمولی طمانچے سے مجھے دس تھپڑ مارنے کا حکم دے گا، پھر میں نے عجیب و غریب واقعات اور نفیس حکایات، عبارت آرائی کے ساتھ بیان کرنی شروع کر دیں میں نے کسی اعرابی، نحوی، مخنث، قاضی، نبطی، نبطی، سندھی، زنگی، خادم، شاطر، عیار کی حکایت کو نہ چھوڑا، مگر اُسے بیان کر دیا یہاں تک کہ میرا سب اندوختہ ختم ہو گیا اور میرا سر دُکھنے لگا اور میں خاموش ہو گیا اور تھک کر ٹھنڈا ہو گیا، اس نے کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے بیان کرو، وہ اس وقت بڑا غضب ناک تھا نہ مسکراتا تھا نہ ہنستا تھا اور جو خادم اور غلام میرے پیچھے کھڑے ہو گئے تھے جب ہنسی نے انہیں پریشانی میں ڈال دیا تو ان کو چلے جانے کا حکم ملا وہ بھاگ گئے، میں نے کہا اے امیر المومنین خدا کی قسم جو کچھ میرے پاس تھا وہ ختم ہو چکا ہے اور میرا سر دُکھتا ہے اور میری گذران بھی جاتی رہی ہے، میں نے آپ جیسا آدمی کبھی نہیں دیکھا اور اب میرے پاس آپ نے ایک ہی عجیب و غریب بات چھوڑی ہے اس نے کہا اُسے بیان کرو، میں نے کہا اے امیر المومنین آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ مجھے دس تھپڑ ماریں گے اور میں نے انہیں انعام کی جگہ سمجھا تھا میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ انعام کو دُگنا کر دیں اور اس کے ساتھ دس تھپڑ کا اضافہ کر دیں اس نے ہنسنا چاہا مگر رُک گیا پھر کہنے لگا ہم ایسا کریں گے اے غلام اس کا ہاتھ پکڑو، اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں نے اپنی گدی لمبی کر دی تو مجھے چمڑے کے طمانچے سے ایک تھپڑ مارا گیا اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ میری گدی پر کوئی قلعہ گر پڑا ہے، کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں گول سنگریزے ہیں گویا وہ جھانجھ ہے، مجھے اس سے دس تھپڑ مارے گئے قریب تھا کہ میری گدی الگ ہو جاتی اور میری گردن ٹوٹ جاتی، میرے کان گونج اُٹھے اور میری آنکھ کی روشنی جاتی رہی جب میں دس تھپڑ کھا چکا تو میں نے چیخ کر کہا اے میرے آقا ایک خیر خواہی کی بات کہنا چاہتا ہوں اُس نے تھپڑ مارنے بند کر دیے حالانکہ وہ بیس تھپڑ پورے کرنے کا عزم کیے ہوئے تھا کیونکہ میں نے اس سے اپنے انعام کو دُگنا

کرنے کی درخواست کی تھی، اس نے پوچھا تمہاری خیرخواہانہ بات کیا ہے، میں نے کہا اے میرے آقا! دین میں امانت سے بہتر کوئی چیز نہیں اور خیانت سے بڑی کوئی چیز نہیں جو خادم مجھے آپ کے پاس لایا تھا میں نے اُسے ضمانت دی تھی کہ جو تھوڑا بہت انعام مجھے ملے گا اس کا نصف میں تجھے دوں گا اور امیر المومنین اطال اللہ بقاءہ نے اپنے فضل وکرم سے انعام کو دُگنا کر دیا ہے اور میں نصف وصول کر چکا ہوں اور باقی نصف آپ کے خادم کے لیے باقی رہ گیا ہے وہ اس قدر ہنسا کہ لیٹ گیا اور جو باتیں وہ مجھ سے پہلے سُن چکا تھا اس نے انہیں معمولی خیال کیا اور ان پر صبر وتحمل سے کام لیا پس وہ مسلسل اپنا ہاتھ مارتا رہا اپنے پاؤں زمین پر رگڑتا رہا اور اپنے پیٹ کی کھال کو پکڑے رہا، یہاں تک کہ اس کی ہنسی رُکی اور وہ اپنے آپ میں آیا تو اس نے کہا فلاں خادم کو میرے پاس لاؤ، اُسے لایا گیا وہ لمبا تڑنگا آدمی تھا، اس نے اُسے تھپیڑ مارنے کا حکم دیا اس نے کہا امیر المومنین میرا کیا قضیہ ہے اور میرا کون سا گناہ ہے تو میں نے اُسے کہا یہ میرا انعام ہے اور تو میرا حصّے دار ہے میں نے نصف وصول کر لیا ہے اور تیرا حصّہ باقی ہے، جب تھپیڑ مارنے والے نے اُسے گدُی کے بل لٹایا تو میں نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں نے تجھے کہا تھا کہ میں ایک کمزور اور غریب آدمی ہوں اور تیرے پاس اپنی غریبی اور حاجت کی شکایت بھی کی تھی اور میرے آقا میں نے اسے کہا تھا کہ نصف انعام نہ لے اس کا چھٹا یا چوتھا حصّہ لے لے، مگر یہ کہتا تھا کہ نصف ہی لوں گا اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ امیر المومنین اطال اللہ بقاءہ کا انعام تھپیڑ ہیں تو میں تجھے سارے ہی دے دیتا۔ المعتضد خادم سے میری گفتگو اور ناراضگی پر دوبارہ ہنسا اور جب وہ اپنے تھپیڑ پورے وصول کر چکا اور امیر المومنین کی ہنسی بھی تھم گئی تو اس نے اپنے تکیے کے نیچے سے ایک تھیلی نکالی جس میں اس نے پانچ صد درہم گن کر رکھے ہوئے تھے پھر اس سے کہنے لگا جب کہ وہ واپسی کا ارادہ کیے ہوئے تھا، ٹھہر جاؤ یہ میں نے تیرے لیے تیار کی ہوئی ہے پس میں نے تجھے زائد مال نہیں دیا جب تک تیرے لیے اس کا حصّہ دار نہیں بُلا لیا اور شاید میں اُسے اس سے روک لیتا، میں نے کہا اے امیر المومنین امانت کی بھلائی اور خیانت کی بُرائی کہاں ہے آپ سب مال اُسے دینا چاہتے ہیں تو اُسے دس تھپیڑوں کے ساتھ اور دس تھپیڑ ماریے اور اُسے پانچ صد درہم دے دیجیے پس اس نے دراہم کو ہم میں تقسیم کر دیا اور ہم واپس لوٹ آئے۔

ایک جماعت کی وفات ۲۸۲ھ میں قاضی اسماعیل بن اسحاق، حارث بن اسامہ اور ہلال بن

العلاء الرقی کی وفات ہوئی۔

ہارون الشاری کی جنگ

۲۸۳ھ میں المعتضد تکریت میں فروکش ہوا اور حسین بن حمدان دوستوں کے ساتھ ہارون الشاری سے جنگ کرنے کے لیے گیا، ان کے درمیان زبردست جنگ ہوئی اور حسین بن حمدان کو اس پر فتح حاصل ہوئی اور ہارون الشاری بغیر امان دیے قید کر کے المعتضد کے پاس لایا گیا اس کے ساتھ اس کا بھائی بھی تھا المعتضد بغداد میں آیا تو اس کے لیے خیمے نصب کیے گئے اور راستوں کو سجایا گیا المعتضد نے باب الشماسیہ پر اپنی فوج کو نہایت احسن طریق سے تیار کیا اور وہ بغداد میں قصرالحسنی میں چلے گئے پھر المعتضد نے حسین بن حمدان کو خلعتوں سے مشرف کیا اس کے گلے میں سونے کا ہار ڈالا اور اس کے ساتھی سواروں، رؤسا اور اہل واصحاب کو بھی خلعتیں دیں اور لوگوں میں ان کے کارناموں کو عزت افزائی کے لیے مشہور کیا پھر اس نے الشاری کو حکم دیا اور اُسے ہاتھی پر سوار کرایا وہ دیباج کا جُبّہ پہنے ہوئے تھا اس کے سر پر ریشم اور اُون کی طویل ٹوپی تھی اور اس کے پیچھے اس کا بھائی دو کوہانوں والے اُونٹ پر سوار تھا وہ بھی دیباج کا جبّہ اور ریشم اور اُون کی بنی ہوئی ٹوپی پہنے ہوئے تھا اس نے ان دونوں کو حسین بن حمدان اور اس کے ساتھیوں کے پیچھے روانہ کیا پھر المعتضد خود سیاہ قبا اور ٹوپی پہن کر گھوڑے پر سوار اس کے پیچھے پیچھے داخل ہوا، اس کی بائیں جانب اس کا بھائی عبداللہ بن الموفق، اس کے پیچھے اس کا غلام بدر، اور ابوالقاسم عبیداللہ بن سلیمان بن وہب وزیر اور اس کا بیٹا القاسم بن عبیداللہ تھے تو بالائی پل کی کرسی بیٹھ گئی وہ آدمیوں کی بھری ہوئی کشتی میں گر گیا اور ایک ہزار آدمی سمیت غرق ہو گیا، لوگوں کو دجلہ سے کنڈیوں اور غوطہ خوروں کے ذریعے نکالا گیا اور دونوں جانب سے بے شمار شور اُٹھا ابھی لوگ اسی حالت میں تھے کہ ایک غوطہ خور نے ایک بچے کو نکالا جس کے جسم پر سونے اور جواہرات کے قیمتی زیورات تھے ناظرین میں سے ایک بال سنوارے ہوئے شیخ نے اُسے دیکھا تو وہ اپنے چہرے پر طمانچے مارنے لگا یہاں تک کہ اس نے اپنی ناک کو لہولہان کر دیا پھر وہ خاک میں لیٹنے لگا اس نے بتایا کہ یہ اس کا بیٹا ہے اور وہ کہنے لگا اے میرے آقا! جب انہوں نے تجھے صحیح سالم نکال لیا اور مچھلیوں نے تجھے نہیں کھایا تو تُو نہیں مرا، اور نہ ہی میرا حبیب مرا ہے، کاش ایک بار موت سے پہلے میں تیری دید سے اپنی دونوں آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا پھر وہ اُسے ایک گدھے پر سوار کرا کے لے گیا، لوگ

ابھی شیخ کے ایکشن پہ غور کر رہے تھے کہ ایک مشہور تاجر جو الیار کے نام سے مشہور تھا اس خبر کو سن کر آیا اور اس کو یقین تھا کہ بچہ ابھی ان کے پاس ہی ہے اور اسے اس کے زیورات اور لباس کے متعلق بھی کوئی بے چینی نہ تھی، اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ اس بچے کو کفن دے اور اس پہ نماز پڑھے اور اسے دفن کر دے، لوگوں نے اسے واقعہ کی اطلاع دی تو وہ اور اس کے ساتھی تاجر حیران رہ گئے اور انہوں نے اس کے متعلق دریافت کیا مگر تلاش کے باوجود اس کا کوئی نام و نشان نہ ملا اور اس پل پہ آنے جانے والوں نے اس حیلہ باز شیخ کو پہچان لیا اور غرق ہونے والے کے باپ کو اس سے مایوس کر دیا اور بتایا کہ شیخ کے کاموں اور تدبیروں نے انہیں درماندہ اور ششدر کر دیا ہے اور وہ اپنے جیسے، خبث اور عقل مندی میں کمال کو پہنچا ہوا ہے، ایک روز وہ سویرے سویرے ایک بہت بڑے مشہور اور عادل سردار کے پاس آیا اپنے کندھے پر ایک خالی مٹکا اور کلہاڑا اور زنبیل اٹھائے ہوئے تھا اور بوسیدہ کپڑوں میں کھڑا ہو گیا اور کسی سے بات نہ کرتا یہاں تک کہ اس نے ان دو کانوں پر کلہاڑ اچلا کر گرا دیا جو اس عادل سردار کے دروازے پہ بنی ہوئی تھیں اور اینٹوں کو صاف کر کے الگ کرنے لگا، اس عادل سردار نے بھی دو کانوں کے گرانے کی بات کو سن لیا، اور وہ دیکھنے کے لیے باہر نکلا کیا دیکھتا ہے کہ شیخ ان دو کانوں کے گرانے میں لگا ہوا ہے جو اس کے گھر کے دروازے پہ بنی ہوئی تھیں اس نے پوچھا اے بندۂ خدا تو کیا کر رہا ہے؟ اور تجھے ایسا کرنے کا کس نے حکم دیا ہے مگر شیخ اپنے کام میں مصروف رہا اور عادل سردار کی طرف متوجہ نہ ہوا اور نہ اس کے ساتھ بات کی ان دونوں کی باتوں کو سن کر پڑوسی اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے شیخ کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک نے اسے گھونسہ مارا اور دوسرے نے دھکا دیا تو وہ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا تمہارا ستیاناس ہو، تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم مجھ سے کیا چاہتے ہو، کیا تمہیں میرے ساتھ بے ہودگی کرتے ہوئے شرم نہیں آتی میں ایک بوڑھا آدمی ہوں، انہوں نے کہا ہمیں تیرے ساتھ بے ہودگی کرنے کی کیا ضرورت ہے، تیرا برا ہو تجھے ایسا کرنے کا کس نے حکم دیا ہے اس نے جواب دیا تمہارا برا ہو مجھے صاحب خانہ نے حکم دیا ہے، انہوں نے کہا صاحب خانہ تو یہ ہے جو تیرے ساتھ باتیں کر رہا ہے، اس نے کہا، قسم بخدا یہ وہ نہیں ہے پس جب انہوں نے اس کی گفتگو سنی اور اس کی سادگی کو دیکھا تو اس پہ رحم کیا اور کہنے لگے کہ یہ مجنون اور فریب خوردہ آدمی ہے جسے اس عادل سردار کے کسی حاسد پڑوسی نے فریب

دیا ہے اور انہوں نے ہی اس شیخ کو اس فعل پر آمادہ کیا ہے، پس جب انہوں نے اس کو گرانے سے روکا تو وہ اس مٹکے کی طرف چلا گیا جسے وہ اپنے ساتھ لایا تھا ـــــ اس نے اسے دروازے کی ایک جانب رکھا ہوا تھا ـــــ اس نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا گویا اس نے اس میں اپنے کپڑے چھپائے ہوئے ہیں، پس وہ چیخا اور رویا اور عادل سردار کو یقین ہو گیا کہ کسی حیلہ باز نے دھوکہ دے کر اس کے کپڑے لے لیے ہیں اس نے پوچھا تیری کیا چیز گم ہوئی ہے ؟ اس نے جواب دیا ایک نئی قمیص جسے میں نے کل ہی خریدا تھا اور ایک گھر کی چادر اور ایک شلوار، پس سب کو اس پر رحم آگیا اور عادل سردار نے اُسے بُلا کر لباس دیا اور بہت سے دراہم بھی دیے اور پڑوسیوں نے بھی اُسے بہت سے دراہم دیے اور وہ مُفت مال لُوٹ کر واپس آگیا، یہ شیخ عقاب کے نام سے مشہور تھا اس کی کنیت ابوالعباز تھی، اس کے بہت سے عجیب و غریب واقعات اور لطیف حیلے ہیں، یہی وہ شخص ہے جس نے متوکل کے ساتھ حیلہ بازی کی جب بختیشوع طبیب نے اس کی بیعت کی، کہ اگر وہ اس کے گھر سے تین راتوں میں وہ چیز چرا لے جسے وہ جانتا ہو گا تو وہ امیر المومنین کے خزانہ کی طرف سے دس ہزار دینار لے جائے اور اگر تین راتیں گذر جائیں اور وہ بات پوری نہ ہو جس کا ہم نے ذکر کیا ہے تو اُسے ایک معین جاگیر دی جائے گی جس کا ذکر اس نے بیعت کے وقت کیا تھا، پس اس شیخ کو عنفوان شباب میں متوکل کے پاس لایا گیا اور اس نے متوکل کو ضمانت دی کہ وہ بختیشوع کے گھر سے وہ چیز لے گا جسے وہ جانتا ہو گا اور بختیشوع ان راتوں میں اپنے گھر اور قلعے کا چوکیدار تھا پس اس حیلہ باز شیخ نے جو عقاب کے نام سے مشہور تھا ایسا لطیف حیلہ اختیار کیا کہ اس نے بختیشوع کو چُرا لیا اور اُسے صندوق میں ڈال کر متوکل کے پاس لے آیا۔

دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ اس نے کہا کہ وہ عیسٰے بن مریم کا ایلچی ہے جو بختیشوع کی طرف ایک شمع لے کر نازل ہوا ہے جسے اس نے روشن کیا ہے اور اس نے اس رات کھانے میں بھنگ ڈال کر اس کے گھر کے چوکیداروں کو کھانا کھلا دیا اور ہم نے یہ واقعہ اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں بیان کیا ہے یہ شیخ سلف و خلف کے تمام مکاروں اور حیلہ بازوں سے اپنی چالوں میں بڑھا ہوا تھا۔

کیمیاء | سونے، چاندی اور جواہرات کی یعنی موتی وغیرہ سے کیمیاء بنانے اور اکسیر بنانے

جو فرار کے نام سے مشہور ہے اور پارہ کھڑا کرنے اور چاندی وغیرہ بنانے کے خواہش مندوں کے لیے کدو، مقناطیس، تقطیر، تکلیس، شکاری پرندوں، لکڑیوں اور پتھر کے کوئلے اور دھونکنیوں میں اس مفہوم کے عجیب و غریب واقعات اور حیلے ہیں جن کا ذکر اور دھوکے کی وجوہات اور حیلہ سازی کی کیفیت ہم نے اپنی کتاب " اخبار الزمان " میں بیان کی ہے اور اس بارے میں جن اشعار کا انہوں نے ذکر کیا ہے اور جو باتیں انہوں نے گزشتہ یونانیوں اور رومیوں کی طرف منسوب کی ہیں مثلاً ملکہ قلوبطرہ اور ماریہ کی طرف اور جو کچھ اس بارے میں خالد بن یزید بن معاویہ نے بیان کیا ہے کہ وہ اس کام کے کاریگروں کے نزدیک ان کے متقدمین میں سے ہے وہ اپنے ایک شعر میں کہتا ہے ؎

" ابرق کو چیتھڑے کے ساتھ پکڑ لے اور جو کچھ راستوں میں موجود ہے وہ بھی لے لے

اور ایک چیز بجلی کی مانند لے لے اور اُسے بغیر آگ کے مدبر کرے، پس اگر تو

اپنے مولیٰ سے محبت کرے تو تو مخلوق کا سردار بن جائے۔ "

یعقوب بن اسحاق بن الصباح الکندی نے اس بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے اور اسے دو مقالے بنا دیا ہے جس میں اس نے طبیعت کے فعل کی انفرادیت کی وجہ سے لوگوں کے کام کی دشواری اور اس صنعت کے کاریگروں کے مکر و فریب کا ذکر کیا ہے، اس رسالے نے سونا، چاندی بنانے والوں کے دعووں کے ابطال کو واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ سونا وہی ہے جو کانوں سے نکلتا ہے اور اس رسالے نے، الکندی ابوبکر محمد بن زکریا رازی پر بھی نقض وارد کیا ہے جو المنصوری کا مصنف ہے جو اس نے طب کے متعلق لکھی ہے اور دس مقالوں پر مشتمل ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ الکندی کا قول فاسد ہے اور ابوبکر بن زکریا نے بھی اس بارے میں کتابیں لکھی ہیں اور اس نے اس صنعت کی ہر نوع کے متعلق یعنی معدنی پتھروں اور شعر اور دیگر اعمال کی کیفیت کے بارے میں الگ الگ کتاب لکھی ہے اور یہ ایک ایسا باب ہے جس میں لوگوں نے قارون وغیرہ کے فعل سے بھی تنازعہ کیا ہے، ہوس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں جو دماغ کو کند کر دیتی ہے اور آنکھوں کے نور کو لے جاتی ہے اور اُڑنے والے بخارات اور پھٹکڑی اور دیگر جمادات کی لُو سے رنگ کو متغیر کر دیتی ہے

ابن خمارویہ کی فوج اور اس کے ساتھی

شعبان ۲۸۳ھ میں مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان قیدیوں کو چھڑانے کے لیے

فدیہ دیا گیا، اس کا آغاز منگل کو ہوا اور اسی ماہ ابن خمارویہ بن احمد بن طولون کی فوج کی شام سے مصر کو روانگی ہوئی، اس کے بعد دمشق میں طغج اس کا مخالف ہو گیا۔

اسی سال جیش بن خمارویہ خاقان مفلحی اور بندقہ بن کمجور بن کنداج، فوج سے نکل کر وادی القریٰ کی طرف چلے گئے اور بغداد میں داخل ہو گئے المعتضد نے انہیں خلعت دیے اسی سال مصر میں فتنہ و فساد اٹھا اور علی بن احمد المارداني ابو محمد المارداني جو اس وقت گرفتار تھا ۳۳۲ھ میں مصر میں قتل ہو گیا، جیش بن خمارویہ بھی گرفتار ہوا، اور اس کی جگہ اس کے بھائی ہارون بن خمارویہ کو سالار لشکر مقرر کیا گیا وہ لوگ جیش پر ناراض تھے کہ اس نے اپنے غلام نحج کو جو طولونی کے نام سے مشہور تھا اور اس کے بھائی سلامت کو جو المومن کے نام سے مشہور تھا مقدم کیا ہوا تھا اس کے بھائی سلامت نے اس کے بعد خلفاء کی ایک جماعت کی مصاحبت پائی جس میں القاہر اور الراضی بھی شامل تھے اس وقت میں اُسے المتقی کے ساتھ دیکھ رہا ہوں یہ ۳۳۲ھ کی بات ہے۔

مقدام الرعینی کی وفات

۲۸ رمضان ۲۸۳ھ کو مصر میں ابو عمرو مقدام بن عمرو الرعینی کی وفات ہوئی، آپ جلیل القدر فقیہ اور حضرت امام مالک کے کبار اصحاب میں سے تھے اسی سال المعتضد نے یوسف بن یعقوب کو بغداد کے محکمہ قضا کا افسر مقرر کیا اور خلعت دیا اور اُسے شرقی جانب کا نمائندہ مقرر کیا۔

ابن الطیب سرخسی کی تلاش اور قتل

۲۸۳ھ میں المعتضد نے احمد بن الطیب بن مروان سرخسی کو جو یعقوب بن اسحٰق الکندی کا ساتھی تھا، گرفتار کر لیا اور اپنے غلام بدر کے سپرد کر دیا اور اس کے گھر کی طرف ایک آدمی کو بھیجا جس نے اس کے گھر کا سب مال قبضہ میں کر لیا اور اس کی لکڑی کبوتر کا مال نکالنے پر مقرر کیا یہاں تک کہ سارا مال نکال لیا اور وہاں سے جو سونا اور چاندی ملا اور جو آلات کی قیمت حاصل ہوئی اس کی مجموعی مالیت ایک لاکھ پچاس ہزار دینار تھی، ابن الطیب بغداد میں قریب تھا، فلاسفروں میں اس کا مقام بہت بڑا ہے انواع فلسفہ اور فنونِ اخبار میں اس کی بہت اچھی تصنیفات ہیں۔ لوگوں نے اس کے قتل کی کیفیت میں اختلاف کیا ہے ہم نے اپنی کتاب الاوسط میں اس وجہ کو بیان کیا ہے جس کے باعث المعتضد نے اُسے قتل کیا تھا اور اس وجہ پہلے دے

کی گئی ہے اُسے بھی بیان کیا ہے لٰہذا اس کتاب میں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

رافع بن ہرثمہ

اس سال یہ خبر بھی آئی کہ عمرو بن لیث نے رافع بن ہرثمہ کو قتل کر دیا ہے ۲۸۴ھ کو بغداد میں رافع بن ہرثمہ کا سر لایا گیا پھر اُسے دن کا کچھ حصہ صلیب پر لٹکایا گیا بعد ازاں اُسے بادشاہ کے گھر واپس لوٹا دیا گیا۔

بغاوت

اس سال اہل بغداد نے بادشاہ کی اس وجہ سے بغاوت کر دی کہ اس کے سوڈانی خادم ان سے بدکلامی کرتے تھے اور اس طرح کی آوازیں دیتے کہ اے عقیق! پانی ڈال اور آٹا پھینک اور اے عاق اور اے لمبی پنڈلی والے، ہوا یوں کہ بادشاہ کے گھر کے خادموں نے اکٹھے ہو کر المعتضد سے گفتگو کی کہ انہیں گلی کوچوں اور راستوں میں عوام کے چھوٹے بڑے آدمیوں سے تکلیف پہنچتی ہے تو المعتضد نے عوام کی ایک جماعت کو کوڑوں سے مارنے کا حکم دیا جس کی وجہ سے عوام نے فتنہ و فساد برپا کر دیا۔

معتضد کے تعاقب میں پرچھائی

اس سال المعتضد کے گھر میں ایک شخص مختلف صورتوں میں ظاہر ہوا، کبھی وہ سفید ریش راہب کی صورت میں ظاہر ہوتا اور راہبوں کا لباس پہنے ہوتا اور کبھی وہ ایک سیاہ ریش خوب صورت جوان کی طرح ظاہر ہوتا اور کپڑے بھی دوسرے ہوتے۔ اور کبھی وہ تاجروں کے لباس میں سفید ریش بوڑھے کی طرح ظاہر ہوتا اور کبھی وہ اس شکل میں ظاہر ہوتا کہ اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تلوار ہوتی اور اُس نے تلوار مار کر ایک خادم کو قتل کر دیا اور دروازے بند ہونے کی صورت میں بھی وہ گھر اور صحن وغیرہ میں آموجود ہوتا اور کبھی وہ اس کے گھر کی چھت پر ظاہر ہوتا، لوگوں میں اس کے متعلق بہت چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور عوام و خواص میں یہ بات مشہور ہو گئی ہر آدمی اُسے جس شکل میں دیکھتا اس کے مطابق بات کرتا، کچھ لوگ کہتے کہ ایک سرکش شیطان نے بادشاہ کا قصد کیا ہے اور وہ ظاہر ہو کر اُسے اذیت دیتا ہے کوئی کہتا کہ ایک مومن جن المعتضد کو بڑے کاموں اور خونریزی سے روکنے کے لیے ظاہر ہوا ہے اور کوئی کہتا کہ یہ اس کا کوئی خادم ہے جو اس کی کسی لونڈی پر عاشق ہو گیا ہے اور اس نے بعض خاص بوٹیوں سے حکمت کے ذریعے ایسی چیز حاصل کر لی ہے جسے وہ اپنے منہ میں رکھتا ہے تو آنکھ سے نظر نہیں آ سکتا، یہ سب باتیں ظن و تخمین سے تھیں، المعتضد نے منتر پڑھنے والوں کو بلایا اس کا اضطراب بڑھ گیا اور وہ وحشت محسوس کرنے لگا، اس نے اپنے خادموں اور لونڈیوں

کی ایک جماعت کو قتل کر دیا اور ایک جماعت کو مارا اور قید کر دیا ہم نے ان سب واقعات کو اور المقتدر کی ماں کے فتنہ و فساد کے واقعہ کو اور جس وجہ سے المعتضد نے اسے قید کیا تھا اور اس کی ناک کاٹنے اور حُلیہ بگاڑنے کا ارادہ کیا تھا، اپنی کتاب اخبار الزمان میں بیان کیا ہے اور اس قسم کے واقعہ کے متعلق افلاطون سے جو کچھ بیان کیا گیا ہے اسے بھی درج کیا ہے۔

اور اس سال یہ خبر بھی آئی کہ ابو اللیث الحارث بن عبد العزیز بن ابی دلف نے جنگ میں اپنے آپ کو اپنی تلوار سے قتل کر دیا ہے یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ اس کی تلوار اس کے کندھے پر سونتی ہوئی تھی اس کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گرا تو اس کی تلوار نے اس کا کام تمام کر دیا، تو عیسیٰ النوشری اس کا سر لے کر بغداد چلا گیا۔

یوم اجفر

۲۸۵ھ میں صالح بن مدرک طائی نے نبہان اور سنبس وغیرہ طائیوں کے ساتھ الحاج اور حجیؒ الکبیر پر حملہ کیا اور حجیؒ کی صالح اور اس کے ساتھی طائیوں کے ساتھ ایک مقام پر زبردست جنگ ہوئی جو لقاع الاجفر کے نام سے مشہور ہے، الحاج پریشان ہو گیا اور انہیں تلوار نے سزا دی وہ پیاسا مر گیا اور ان دونوں نے الحاج کے بہت سے آدمی قتل کر دیے اور حجیؒ کو بھی بہت سی چوٹیں آئیں، اس دن سے عرب یہ رجز پڑھنے لگے ؎

"لوگوں نے اجفر کے دن کی طرح کا کوئی دن نہیں دیکھا، لوگ مرے پڑے
تھے اور قبریں کھودی جا رہی تھیں۔"

اور اس نے لوگوں سے دو ہزار دینار کے قریب لیے۔

ابراہیم بن محمد الحربی الفقیہ کی وفات

۲۸۵ھ میں فقیہ اور محدث ابو اسحاق ابراہیم بن محمد کی غربی جانب میں وفات ہو گئی اس وقت ان کی عمر پچاسی سال تھی ان کی وفات ۲۳ ذوالحجہ کو سوموار کے روز ہوئی، انہیں باب الانبار کے پاس شارع الکبش والاسد میں دفن کیا گیا آپ بڑے راست باز عالم، فصیح، سخی، پاک باز، زاہد، عابد اور درویش آدمی تھے باوجود زہد و عبادت کے بڑے ہنس مکھ، ظریف الطبع اور فرماں بردار قسم کے آدمی تھے ان میں تکبر اور غرور کا نام و نشان نہ تھا بسا اوقات آپ اپنے دوستوں سے ایسا مزاح بھی کرتے جو ان سے بہت بھلا اور دوسروں سے بُرا محسوس ہوتا آپ اپنے وقت میں اہل بغداد کے شیخ، ظریف، درویش

زاہد اور حدیث میں ان کے قابلِ اعتماد آدمی تھے آپ اہلِ عراق کے لیے فقہ بیان کرتے تھے اور جمعہ کے روز غربی جامع مسجد میں ان کی مجلس ہوا کرتی تھی۔

ابو اسحٰق ابراہیم بن جابر نے ہمیں بتایا وہ کہتا ہے کہ میں جمعہ کے روز ابراہیم الحربی کے حلقہ میں بیٹھا کرتا تھا ہمارے پاس دو نوجوان آیا کرتے تھے جو شکل و صورت اور لباس کے لحاظ سے نہایت حسین و جمیل تھے وہ کرخی تاجروں کے بیٹے تھے ان کا لباس ایک ہی ہوتا تھا گویا وہ یک جان دو قالب تھے، اگر وہ کھڑے ہوتے تو اکٹھے کھڑے ہوتے اور اگر وہ بیٹھتے تو اکٹھے بیٹھتے پس ایک جمعہ کو ان میں سے ایک نوجوان حاضر ہوا جس کے چہرے پر زردی نمایاں تھی اور آنکھوں میں شکستگی تھی، پس میں نے سمجھ لیا کہ دوسرے نوجوان کا غائب ہونا کسی علت کے باعث ہے جس کی وجہ سے حاضر ہونے والے کو شکستگی لاحق ہے جب دوسرا جمعہ آیا تو جو نوجوان غائب تھا وہ حاضر ہو گیا اور جو پہلے جمعہ کو حاضر تھا وہ غائب ہو گیا اور زردی اور شکستگی اس کے رنگ اور کام میں نمایاں تھی پس میں سمجھ گیا کہ یہ ان دونوں کے درمیان ہونے والی جدائی اور اس اُلفت کی وجہ سے ہے جو ان دونوں کو اکٹھا کرنے والی ہے پس وہ ہر جمعہ کو حلقہ درس میں آنے کے لیے ایک دُوسرے سے سبقت کرتے رہے اور جو ان دونوں میں سے حلقہ درس میں پہلے آجاتا تو وہ نہ بیٹھتا پس جو کچھ پہلے میرے دل میں گذرا تھا میں نے اُسے دُرست خیال کیا، ایک جمعہ کو ان دونوں میں سے ایک حاضر تھا وہ ہمارے پاس بیٹھ گیا اور دُوسرے نے آکر حلقہ درس میں جھانکا کیا دیکھتا ہے کہ اس کا ساتھی اس سے پہلے آیا ہوا ہے کیا دیکھتا ہوں کہ بعد میں آنے والے کے آنسوؤں نے اس کا گلا گھونٹ رکھا ہے یہ بات اس کی آنکھوں کے پپوٹوں کے اندر سے واضح ہو رہی تھی، کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے بائیں ہاتھ میں چھوٹے چھوٹے رقعے لکھے ہوئے ہیں اس نے ان رقعوں میں سے ایک رقعہ اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا اور اُسے حلقہ کے درمیان پھینک دیا اور لوگوں کے درمیان سے شرمندہ ہو کر تیزی کے ساتھ گذر گیا میں اُسے دیکھ رہا تھا، اور حلقہ میں بیٹھے ہوئے دیگر لوگ بھی اُسے دیکھ رہے تھے اور میرے دائیں پہلو میں ابو عبداللہ علی بن حسین بن حوثرہ بیٹھا ہوا تھا جو عنفوانِ شباب اور نوعمری کے دَور میں تھا وہ رُقعہ ابراہیم الحربی کے سامنے گرا، انہوں نے اُسے کھول کر پڑھا، اس رُقعہ میں لکھا تھا کہ اس کے مریض ساتھی کے لیے دُعا کی جائے اور حاضرین ان کی دُعا پہ آمین کہیں، جب انہوں نے رُقعہ پڑھا تو وہ اس میں غور و فکر کرنے لگے، کیونکہ انہوں نے رُقعہ پھینکنے والے کو دیکھ لیا

تھا پھر آپ نے فرمایا اے اللہ ان دونوں کے درمیان اتفاق پیدا کر دے اور ان دونوں کے دلوں میں اُلفت پیدا کر دے اور اس بات کو اپنے قرب کا ذریعہ بنا دے اور لوگوں نے ان کی دُعا پر آمین کہی جیسا کہ وہاں کا دستور تھا پھر آپ نے اپنے انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی اُنگلی سے اُسے لپیٹا اور میری طرف پھینکا، میں نے اُسے غور سے دیکھا میں اُسے اس لیے دیکھ رہا تھا کہ اُسے پھینکنے والا دیکھ لے، اس میں لکھا تھا ؎

"اللہ تعالیٰ اس بندے کو معاف کرے جس نے اُن دو دوستوں کے لیے
دُعا کر کے ان کی مدد کی جو ہمیشہ محبت پر قائم تھے یہاں تک کہ کسی چغل خور نے
ان کی چغلی کی تو وہ اپنے عہد سے روگردان ہو گئے۔"

وہ رقعہ میرے پاس تھا جب دوسرا جمعہ آیا تو وہ دونوں اکٹھے آئے اور زردی اور شکستگی ان کے چہروں سے زائل ہو چکی تھی، میں نے ابن حونثرہ سے کہا میں سمجھتا ہوں کہ ان کے لیے جو دُعا کی گئی تھی وہ قبول ہو گئی ہے اور شیخ کی دُعا انشاء اللہ پوری ہو گی، جب میں اس سال حج کے لیے گیا تو میں نے ان دونوں کو منیٰ اور عرفات کے درمیان اکٹھے احرام باندھے دیکھا اور میں دونوں کو ادھیڑ عمر تک آپس میں مالوف دیکھتا رہا میں نے ان کو کرخ میں دیباج والوں کی صف یا کسی اور صف میں بھی دیکھا تھا۔

قاضی ابراہیم بن جابر

مسعودی بیان کرتا ہے کہ میں نے یہ واقعہ قاضی ابراہیم بن جابر سے اس کے قاضی بننے سے پہلے سُنا، ان دنوں وہ بغداد میں فقر کی تکالیف برداشت کر رہا تھا اور اپنے خالق کی رضا حاصل کرتا تھا اور فقر کو تونگری پر ترجیح دیتا تھا چند یوم بعد میں اُسے حلب میں ملا جو قنسرین کے علاقے اور ارضِ شام کے عواصم میں ہے یہ ۳۰۹ھ کا واقعہ ہے، میں نے اُسے جس حال میں دیکھا تھا وہ اس سے بالکل مختلف تھا اور جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے وہ قاضی بنا بیٹھا تھا اور فقر پر تونگری کو ترجیح دیتا تھا، میں نے اُسے کہا اے قاضی، تو جوہری کے والی سے حکایت بیان کیا کرتا تھا کہ اس نے تجھے کہا تھا کہ فقر اور اغنیاء کی منازل کے درمیان مجھے خیالات نے آلیا تو میں نے خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے مجھے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے اغنیاء کا فقراء کی تواضع کرنا کیا ہی اچھی بات ہے اور اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے فقراء کو اغنیاء سے معزز سمجھنا اس سے بھی اچھی بات

کرنے کی درخواست کی تھی، اس نے پوچھا تمہاری خیرخواہانہ بات کیا ہے، میں نے کہا اے میرے آقا! دین میں امانت سے بہتر کوئی چیز نہیں اور خیانت سے بڑی کوئی چیز نہیں جو خادم مجھے آپ کے پاس لایا تھا میں نے اُسے ضمانت دی تھی کہ جو تھوڑا بہت انعام مجھے ملے گا اس کا نصف میں تجھے دوں گا اور امیرالمومنین اطال اللہ بقاءہ نے اپنے فضل وکرم سے انعام کو دُگنا کر دیا ہے اور میں نصف وصول کر چکا ہوں اور باقی نصف آپ کے خادم کے لیے باقی رہ گیا ہے وہ اس قدر ہنسا کہ لیٹ گیا اور جو باتیں وہ مجھ سے پہلے سُن چکا تھا اس نے انہیں معمولی خیال کیا اور ان پر صبر وتحمل سے کام لیا پس وہ مسلسل اپنا ہاتھ مارتا رہا اپنے پاؤں زمین پر رگڑتا رہا اور اپنے پیٹ کی کھال کو پکڑے رہا، یہاں تک کہ اس کی ہنسی رُکی اور وہ اپنے آپ میں آیا تو اس نے کہا فلاں خادم کو میرے پاس لاؤ، اُسے لایا گیا وہ لمبا تڑنگا آدمی تھا، اس نے اُسے تھپیڑ مارنے کا حکم دیا اس نے کہا امیرالمومنین میرا کیا قصور ہے اور میرا کون سا گناہ ہے تو میں نے اُسے کہا یہ میرا انعام ہے اور تو میرا حصّے دار ہے میں نے نصف وصول کر لیا ہے اور تیرا حصّہ باقی ہے، جب تھپیڑ مارنے والے نے اُسے گُدی کے بل لٹایا تو میں نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں نے تجھے کہا تھا کہ میں ایک کمزور اور غریب آدمی ہوں اور تیرے پاس اپنی غریبی اور حاجت کی شکایت بھی کی تھی اور میرے آقا میں نے اسے کہا تھا کہ نصف انعام نہ لے اس کا چھٹا یا چوتھا حصّہ لے لے، مگر یہ کہتا تھا کہ نصف ہی لوں گا اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ امیرالمومنین اطال اللہ بقاءہ کا انعام تھپیڑ ہیں تو میں تجھے سارے ہی دے دیتا۔ المعتضد خادم سے میری گفتگو اور ناراضگی پر دوبارہ ہنسا اور جب وہ اپنے تھپیڑ پورے وصول کر چکا اور امیرالمومنین کی ہنسی بھی تھم گئی تو اس نے اپنے تکیے کے نیچے سے ایک تھیلی نکالی جس میں اس نے پانچ صد درہم گن کر رکھے ہوئے تھے پھر اس سے کہنے لگا جب کہ وہ واپسی کا ارادہ کیے ہوئے تھا، ٹھہر جاؤ یہ میں نے تیرے لیے تیار کی ہوئی ہے پس میں نے تجھے زائد مال نہیں دیا جب تک تیرے لیے اس کا حصّہ دار نہیں بُلا لیا اور شاید میں اُسے اس سے روک لیتا، میں نے کہا اے امیرالمومنین امانت کی بھلائی اور خیانت کی بُرائی کہاں ہے آپ سب مال اُسے دینا چاہتے ہیں تو اُسے دس تھپیڑوں کے ساتھ اور دس تھپیڑ ماریے اور اُسے پانچ صد درہم دے دیجیے پس اس نے دراہم کو ہم میں تقسیم کر دیا اور ہم واپس لوٹ آئے۔

ایک جماعت کی وفات ۲۸۲ھ میں قاضی اسماعیل بن اسحاق، حارث بن امامہ اور ہلال بن

العلاء المرتی کی وفات ہوئی۔

ہارون الشاری کی جنگ

۲۸۳ھ میں المعتضد تکریت میں فروکش ہوا اور حسین بن حمدان دوستوں کے ساتھ ہارون الشاری سے جنگ کرنے کے لیے گیا، ان کے درمیان زبردست جنگ ہوئی اور حسین بن حمدان کو اس پر فتح حاصل ہوئی اور ہارون الشاری بغیر امان دیے قید کر کے المعتضد کے پاس لایا گیا اس کے ساتھ اس کا بھائی بھی تھا المعتضد بغداد میں آیا تو اس کے لیے خیمے نصب کیے گئے اور راستوں کو سجایا گیا المعتضد نے باب الشماسیہ پر اپنی فوج کو نہایت احسن طریق سے تیار کیا اور وہ بغداد میں قصر الحسنی میں چلے گئے پھر المعتضد نے حسین بن حمدان کو خلعتوں سے مشرف کیا اس کے گلے میں سونے کا ہار ڈالا اور اس کے ساتھی سواروں، سرداروں اور اہل و اصحاب کو بھی خلعتیں دیں اور لوگوں میں ان کے کارناموں کو عزت افزائی کے لیے مشہور کیا پھر اس نے الشاری کو حکم دیا اور اُسے ہاتھی پر سوار کرایا وہ دیباج کا جبّہ پہنے ہوئے تھا اس کے سر پر ریشم اور اُون کی طویل ٹوپی تھی اور اس کے پیچھے اس کا بھائی دو کوہانوں والے اُونٹ پر سوار تھا وہ بھی دیباج کا جبّہ اور ریشم اور اُون کی بنی ہوئی ٹوپی پہنے ہوئے تھا اس نے ان دونوں کو حسین بن حمدان اور اس کے ساتھیوں کے پیچھے روانہ کیا پھر المعتضد خود سیاہ قبا اور ٹوپی پہن کر گھوڑے پر سوار اس کے پیچھے پیچھے داخل ہوا، اس کی بائیں جانب اس کا بھائی عبداللہ بن الموفق، اس کے پیچھے اس کا غلام بدر، اور ابوالقاسم عبیداللہ بن سلیمان بن وہب وزیر اور اس کا بیٹا القاسم بن عبیداللہ تھے تو بالائی پل کی کرسی بیٹھ گئی وہ آدمیوں کی بھری ہوئی کشتی میں گر گیا اور ایک ہزار آدمی سمیت غرق ہو گیا، لوگوں کو دجلہ سے کنڈیوں اور غوطہ خوروں کے ذریعے نکالا گیا اور دونوں جانب سے بے شمار شور اُٹھا ابھی لوگ اسی حالت میں تھے کہ ایک غوطہ خور نے ایک بچے کو نکالا جس کے جسم پر سونے اور جواہرات کے قیمتی زیورات تھے ناظرین میں سے ایک بال سنوارے ہوئے شیخ نے اُسے دیکھا تو وہ اپنے چہرے پر طمانچے مارنے لگا یہاں تک کہ اس نے اپنی ناک کو لہولہان کر دیا پھر وہ خاک میں لیٹنے لگا اس نے بتایا کہ یہ اس کا بیٹا ہے اور وہ کہنے لگا اے میرے آقا! جب انہوں نے تجھے صحیح سالم نکال لیا اور مچھلیوں نے تجھے نہیں کھایا تو تو نہیں مرا، اور نہ ہی میرا حبیب مرا ہے، کاش ایک بار موت سے پہلے میں تیری دید سے اپنی دونوں آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا پھر وہ اُسے ایک گدھے پر سوار کرا کے لے گیا، لوگ

ابھی شیخ کے ایکشن پر غور کر رہے تھے کہ ایک مشہور تاجر جو الیار کے نام سے مشہور تھا اس خبر کو سُن کر آیا اور اس کو یقین تھا کہ بچہ ابھی ان کے پاس ہی ہے اور اُسے اس کے زیورات اور لباس کے متعلق بھی کوئی بے چینی نہ تھی، اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ اس بچے کو کفن دے اور اس پر نماز پڑھے اور اُسے دفن کر دے، لوگوں نے اُسے واقعہ کی اطلاع دی تو وہ اور اس کے ساتھی تاجر حیران رہ گئے اور انہوں نے اس کے متعلق دریافت کیا مگر تلاش کے باوجود اس کا کوئی نام و نشان نہ ملا اور اس پُل پر آنے جانے والوں نے اس حیلہ باز شیخ کو پہچان لیا اور غرق ہونے والے کے باپ کو اس سے مایوس کر دیا اور بتایا کہ شیخ کے کاموں اور تدبیروں نے انہیں درماندہ اور ششدر کر دیا ہے اور وہ اپنے حیلے، خبث اور عقل مندی میں کمال کو پہنچا ہوا ہے، ایک روز وہ سویرے سویرے ایک بہت بڑے مشہور اور عادل سردار کے پاس آیا اپنے کندھے پر ایک خالی مٹکا اور کلہاڑا اور زنبیل اُٹھائے ہوئے تھا اور بوسیدہ کپڑوں میں کھڑا ہو گیا اور کسی سے بات نہ کرتا یہاں تک کہ اس نے ان دو کانوں پر کلہاڑا چلا کر گرا دیا جو اس عادل سردار کے دروازے پر بنی ہوئی تھیں اور اینٹوں کو صاف کر کے الگ کرنے لگا، اس عادل سردار نے بھی دو کانوں کے گرانے کی بات کو سُن لیا، اور وہ دیکھنے کے لیے باہر نکلا کیا دیکھتا ہے کہ شیخ ان دو کانوں کے گرانے میں لگا ہوا ہے جو اس کے گھر کے دروازے پر بنی ہوئی تھیں اس نے پوچھا اے بندۂ خدا تو کیا کر رہا ہے؟ اور تجھے ایسا کرنے کا کس نے حکم دیا ہے مگر شیخ اپنے کام میں مصروف رہا اور عادل سردار کی طرف متوجہ نہ ہوا اور نہ اس کے ساتھ بات کی ان دونوں کی باتوں کو سُن کر پڑوسی اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے شیخ کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک نے اُسے گھونسہ مارا اور دوسرے نے دھکا دیا تو وہ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا تمہارا ستیاناس ہو، تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم مجھ سے کیا چاہتے ہو، کیا تمہیں میرے ساتھ بے ہودگی کرتے ہوئے شرم نہیں آتی میں ایک بوڑھا آدمی ہوں، انہوں نے کہا ہمیں تیرے ساتھ بے ہودگی کرنے کی کیا ضرورت ہے، تیرا بُرا ہو تجھے ایسا کرنے کا کس نے حکم دیا ہے اس نے جواب دیا تمہارا بُرا ہو مجھے صاحب خانہ نے حکم دیا ہے، انہوں نے کہا صاحب خانہ تو یہ ہے جو تیرے ساتھ باتیں کر رہا ہے، اس نے کہا، قسم بخدا یہ وہ نہیں ہے پس جب انہوں نے اس کی گفتگو سُنی اور اس کی سادگی کو دیکھا تو اس پر رحم کیا اور کہنے لگے کہ یہ مجنون اور فریب خوردہ آدمی ہے جسے اس عادل سردار کے کسی حاسد پڑوسی نے فریب

دیا ہے اور انہوں نے ہی اس شیخ کو اس فعل پر آمادہ کیا ہے، پس جب انہوں نے اس کو گرانے سے روکا تو وہ اس مٹکے کی طرف چلا گیا جسے وہ اپنے ساتھ لایا تھا ـــــ اس نے اسے دروازے کی ایک جانب رکھا ہوا تھا ـــــ اس نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا گویا اس نے اس میں اپنے کپڑے چھپائے ہوئے ہیں، پس وہ چیخا اور رویا اور عادل سردار کو یقین ہو گیا کہ کسی حیلہ باز نے دھوکہ دے کر اس کے کپڑے لے لیے ہیں اس نے پوچھا تیری کیا چیز گم ہوئی ہے؟ اس نے جواب دیا ایک نئی قمیص جسے میں نے کل ہی خریدا تھا اور ایک گھر کی چادر اور ایک شلوار، پس سب کو اس پر رحم آگیا اور عادل سردار نے اُسے بُلا کر لباس دیا اور بہت سے دراہم بھی دیے اور پڑوسیوں نے بھی اُسے بہت سے دراہم دیے اور وہ مُفت مال لوٹ کر واپس آگیا، یہ شیخ عقاب کے نام سے مشہور تھا اس کی کنیت ابوالعباز تھی، اس کے بہت سے عجیب و غریب واقعات اور لطیف حیلے ہیں، یہی وہ شخص ہے جس نے متوکل کے ساتھ حیلہ بازی کی جب بختیشوع طبیب نے اس کی بیعت کی، کہ اگر وہ اس کے گھر سے تین راتوں میں وہ چیز چُرا لے جسے وہ جانتا ہوگا تو وہ امیر المومنین کے خزانہ کی طرف سے دس ہزار دینار لے جائے اور اگر تین راتیں گذر جائیں اور وہ بات پوری نہ ہو جس کا ہم نے ذکر کیا ہے تو اُسے ایک معین جاگیر دی جائے گی جس کا ذکر اس نے بیعت کے وقت کیا تھا، پس اس شیخ کو عنفوان شباب میں متوکل کے پاس لایا گیا اور اس نے متوکل کو ضمانت دی کہ وہ بختیشوع کے گھر سے وہ چیز لے گا جسے وہ جانتا ہوگا اور بختیشوع ان راتوں میں اپنے گھر اور قلعے کا چوکیدار تھا پس اس حیلہ باز شیخ نے جو عقاب کے نام سے مشہور تھا ایسا لطیف حیلہ اختیار کیا کہ اس نے بختیشوع کو چُرا لیا اور اُسے صندوق میں ڈال کر متوکل کے پاس لے آیا۔

دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ اس نے کہا کہ وہ عیسےٰ بن مریم کا ایلچی ہے جو بختیشوع کی طرف ایک شمع لے کر نازل ہوا ہے جسے اس نے روشن کیا ہے اور اس نے اس رات کھانے میں بھنگ ڈالی کر اس کے گھر کے چوکیداروں کو کھانا کھلا دیا اور ہم نے یہ واقعہ اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں بیان کیا ہے یہ شیخ سلف و خلف کے تمام مکاروں اور حیلہ بازوں سے اپنی چالوں میں بڑھا ہوا تھا۔

کیمیا: سونے، چاندی اور جواہرات کی یعنی موتی وغیرہ سے کیمیا بنانے اور اکسیر بنانے

جو فرار کے نام سے مشہور ہے اور پارہ کھڑا کرنے اور چاندی وغیرہ بنانے کے خواہش مندوں کے لیے کدو، مقناطیس، تقطیر، تکلیس، شکاری پرندوں، لکڑیوں اور پتھر کے کوٹلے اور دھونکنیوں میں اس مفہوم کے عجیب وغریب واقعات اور حیلے ہیں جن کا ذکر اور دھوکے کی وجوہات اور حیلہ سازی کی کیفیت ہم نے اپنی کتاب "اخبار الزمان" میں بیان کی ہے اور اس بارے میں جن اشعار کا انہوں نے ذکر کیا ہے اور جو باتیں انہوں نے گذشتہ یونانیوں اور رومیوں کی طرف منسوب کی ہیں مثلاً ملکہ قلوپطرہ اور ماریہ کی طرف اور جو کچھ اس بارے میں خالد بن یزید بن معاویہ نے بیان کیا ہے کہ وہ اس کام کے کاریگروں کے نزدیک ان کے متقدمین میں سے ہے وہ اپنے ایک شعر میں کہتا ہے ؎

"ابرق کو جینیھڑے کے ساتھ پکڑے اور جو کچھ راستوں میں موجود ہے وہ بھی لے لے
اور ایک چیز بجلی کی مانند لے لے اور اُسے بغیر آگ کے مدبر کرے، پس اگر تو
اپنے مولیٰ سے محبت کرے تو تو مخلوق کا سردار بن جائے۔"

یعقوب بن اسحاق بن الصباح الکندی نے اس بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے اور اسے دو مقالے بنا دیا ہے جس میں اس نے طبیعت کے فعل کی انفرادیت کی وجہ سے لوگوں کے کام کی دشواری اور اس صنعت کے کاریگروں کے مکر و فریب کا ذکر کیا ہے، اس رسالے نے سونا، چاندی بنانے والوں کے دعووں کے ابطال کو واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ سونا وہی ہے جو کانوں سے نکلتا ہے اور اس رسالے نے، الکندی ابوبکر محمد بن زکریا رازی پر بھی نقض وارد کیا ہے جو المنصوری کا مصنف ہے جو اس نے طب کے متعلق لکھی ہے اور دس مقالوں پر مشتمل ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ الکندی کا قول فاسد ہے اور ابوبکر بن زکریا نے بھی اس بارے میں کتابیں لکھی ہیں اور اس نے اس صنعت کی ہر نوع کے متعلق یعنی معدنی پتھروں اور شعر اور دیگر اعمال کی کیفیت کے بارے میں الگ الگ کتاب لکھی ہے اور یہ ایک ایسا باب ہے جس میں لوگوں نے قارون وغیرہ کے فعل سے بھی تنازعہ کیا ہے، ہوس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں جو دماغ کو کند کر دیتی ہے اور آنکھوں کے نور کو لے جاتی ہے اور اُڑنے والے بخارات اور پھٹکری اور دیگر جمادات کی بُو سے رنگ کو متغیر کر دیتی ہے

ابن خمارویہ کی فوج اور اس کے ساتھی

شعبان ۲۸۳ھ میں مسلمانوں اور رُومیوں کے درمیان تبدیلوں کو چھڑانے کے لیے

فدیہ دیا گیا، اس کا آغاز منگل کو ہوا اور اسی ماہ ابن خمارویہ بن احمد بن طولون کی فوج کی شام سے مصر کو روانگی ہوئی، اس کے بعد دمشق میں طغج ان کا مخالف ہو گیا۔

اسی سال جیش بن خمارویہ خاقان مفلحی اور بندقہ بن کمجور بن کنداج، فوج سے نکل کر وادی القریٰ کی طرف چلے گئے اور بغداد میں داخل ہو گئے المعتضد نے انہیں خلعت دیے

اسی سال مصر میں فتنہ و فساد اٹھا اور علی بن احمد المادرانی ابو محمد المادرانی جو اس وقت گرفتار تھا ۳۳۲ھ میں مصر میں قتل ہو گیا، جیش بن خمارویہ بھی گرفتار ہوا، اور اس کی جگہ اس کے بھائی ہارون بن خمارویہ کو سالار لشکر مقرر کیا گیا وہ لوگ جیش پر ناراض تھے کہ اس نے اپنے غلام نجح کو جو طولونی کے نام سے مشہور تھا اور اس کے بھائی سلامت کو جو المومن کے نام سے مشہور تھا مقدم کیا ہوا تھا اس کے بھائی سلامت نے اس کے بعد خلفاء کی ایک جماعت کی مصاحبت پائی جس میں القاہر اور الراضی بھی شامل تھے اس وقت میں اُسے المتقی کے ساتھ دیکھ رہا ہوں یہ ۳۳۲ھ کی بات ہے۔

مقدام الرعینی کی وفات

۲۸ رمضان ۲۸۳ھ کو مصر میں ابو عمرو مقدام بن عمرو الرعینی کی وفات ہوئی، آپ جلیل القدر فقیہ اور حضرت امام مالک کے کبار اصحاب میں سے تھے اسی سال المعتضد نے یوسف بن یعقوب کو بغداد کے محکمہ قضا کا افسر مقرر کیا اور خلعت دیا اور اُسے شرقی جانب کا نمائندہ مقرر کیا۔

ابن الطیب سرخسی کی تلاش اور قتل

۲۸۳ھ میں المعتضد نے احمد بن الطیب بن مروان سرخسی کو جو یعقوب بن اسحٰق الکندی کا ساتھی تھا، گرفتار کر لیا اور اپنے غلام بدر کے سپرد کر دیا اور اس کے گھر کی طرف ایک آدمی کو بھیجا جس نے اس کے گھر کا سب مال قبضہ میں کر لیا اور اس کی لٹکیو رقوم نکال لینے پر مقرر کیا یہاں تک کہ سارا مال نکال لیا اور وہاں سے جو سونا اور چاندی ملا اور جو آلات کی قیمت حاصل ہوئی اس کی مجموعی مالیت ایک لاکھ پچاس ہزار دینار تھی، ابن الطیب بغداد میں قریب تھا، فلاسفروں میں اس کا مقام بہت بڑا ہے انواع فلسفہ اور فنونِ اخبار میں اس کی بہت اچھی تصنیفات ہیں۔ لوگوں نے اس کے قتل کی کیفیت میں اختلاف کیا ہے ہم نے اپنی کتاب الاوسط میں اس وجہ کو بیان کیا ہے جس کے باعث المعتضد نے اُسے قتل کیا تھا اور اس وجہ پہلے دے

کی گئی ہے اُسے بھی بیان کیا ہے لہٰذا اس کتاب میں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

رافع بن ہرثمہ

اس سال یہ خبر بھی آئی کہ عمرو بن لیث نے رافع بن ہرثمہ کو قتل کر دیا ہے ۲۸۴ھ کو بغداد میں رافع بن ہرثمہ کا سر لایا گیا پھر اُسے دن کا کچھ حصّہ صلیب پر لٹکایا گیا بعد ازاں اُسے بادشاہ کے گھر واپس لوٹا دیا گیا۔

بغاوت

اس سال اہل بغداد نے بادشاہ کی اس وجہ سے بغاوت کر دی کہ اس کے سوڈانی خادم ان سے بدکلامی کرتے تھے اور اس طرح کی آوازیں دیتے کہ اے عقیق! پانی ڈال اور آٹا پھینک اور اے عاق اور اے لمبی پنڈلی والے، ہوا یوں کہ بادشاہ کے گھر کے خادموں نے اکٹھے ہو کر المعتضد سے گفتگو کی کہ انہیں گلی کوچوں اور راستوں میں عوام کے چھوٹے بڑے آدمیوں سے تکلیف پہنچتی ہے تو المعتضد نے عوام کی ایک جماعت کو کوڑوں سے مارنے کا حکم دیا جس کی وجہ سے عوام نے فتنہ و فساد برپا کر دیا۔

معتضد کے تعاقب میں پرچھائی

اس سال المعتضد کے گھر میں ایک شخص مختلف صورتوں میں ظاہر ہوا، کبھی وہ سفید ریش راہب کی صورت میں ظاہر ہوتا اور راہبوں کا لباس پہنے ہوتا اور کبھی وہ ایک سیاہ ریش خوب صورت جوان کی طرح ظاہر ہوتا اور کپڑے بھی دوسرے ہوتے۔ اور کبھی وہ تاجروں کے لباس میں سفید ریش بوڑھے کی طرح ظاہر ہوتا اور کبھی وہ اس شکل میں ظاہر ہوتا کہ اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تلوار ہوتی اور اُس نے تلوار مار کر ایک خادم کو قتل کر دیا اور دروازے بند ہونے کی صورت میں بھی وہ گھر اور صحن وغیرہ میں آموجود ہوتا اور کبھی وہ اس کے گھر کی چھت پر ظاہر ہوتا، لوگوں میں اس کے متعلق بہت چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور عوام و خواص میں یہ بات مشہور ہو گئی ہر آدمی اُسے جس شکل میں دیکھتا اس کے مطابق بات کرتا، کچھ لوگ کہتے کہ ایک سرکش شیطان نے بادشاہ کا قصد کیا ہے اور وہ ظاہر ہو کر اُسے اذیت دیتا ہے کوئی کہتا کہ ایک مومن جن المعتضد کو بڑے کاموں اور خونریزی سے روکنے کے لیے ظاہر ہوا ہے اور کوئی کہتا کہ یہ اس کا کوئی خادم ہے جو اس کی کسی لونڈی پر عاشق ہو گیا ہے اور اس نے بعض خاص بوٹیوں سے حکمت کے ذریعے ایسی چیز حاصل کر لی ہے جسے وہ اپنے منہ میں رکھتا ہے تو آنکھ سے نظر نہیں آ سکتا، یہ سب باتیں ظن و تخمین سے تھیں، المعتضد نے منتر پڑھنے والوں کو بُلایا اس کا اضطراب بڑھ گیا اور وہ وحشت محسوس کرنے لگا، اس نے اپنے خادموں اور لونڈیوں

کی ایک جماعت کو قتل کر دیا اور ایک جماعت کو مارا اور قید کر دیا ہم نے ان سب واقعات کو اور المقتدر کی ماں کے فتنہ و فساد کے واقعہ کو اور جس وجہ سے المعتضد نے اسے قید کیا تھا اور اس کی ناک کاٹنے اور حُلیہ بگاڑنے کا ارادہ کیا تھا، اپنی کتاب اخبار الزمان میں بیان کیا ہے اور اس قسم کے واقعہ کے متعلق افلاطون سے جو کچھ بیان کیا گیا ہے اسے بھی درج کیا ہے۔

اور اس سال یہ خبر بھی آئی کہ ابو اللیث الحارث بن عبد العزیز بن ابی دلف نے جنگ میں اپنے آپ کو اپنی تلوار سے قتل کر دیا ہے یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ اس کی تلوار اس کے کندھے پہ سونتی ہوئی تھی اس کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گرا تو اس کی تلوار نے اس کا کام تمام کر دیا، تو عیسیٰ النوشری اس کا سر لے کر بغداد چلا گیا۔

یوم اجفر

۲۸۵ھ میں صالح بن مدرک طائی نے نبہان اور سنبس وغیرہ طائیوں کے ساتھ الحاج اور حجیؑ الکبیر پہ حملہ کیا اور جیؑ کی صالح اور اس کے ساتھی طائیوں کے ساتھ ایک مقام پہ زبردست جنگ ہوئی جو بقاع الاجفر کے نام سے مشہور ہے، الحاج پریشان ہو گیا اور انہیں تلوار نے سزا دی وہ پیاسا مر گیا اور ان دونوں نے الحاج کے بہت سے آدمی قتل کر دیے اور جیؑ کو بھی بہت سی چوٹیں آئیں، اس دن سے عرب یہ رجز پڑھنے لگے ؎

"لوگوں نے اجفر کے دن کی طرح کا کوئی دن نہیں دیکھا، لوگ مرے پڑے
تھے اور قبریں کھودی جا رہی تھیں۔"

اور اس نے لوگوں سے دو ہزار دینار کے قریب لیے۔

ابراہیم بن محمد الحربی الفقیہ کی وفات

۲۸۵ھ میں فقیہ اور محدث ابو اسحاق ابراہیم بن محمد کی غربی جانب میں وفات ہو گئی اس وقت ان کی عمر پچاسی سال تھی ان کی وفات ۲۳ ذوالحجہ کو سوموار کے روز ہوئی، انہیں باب الانبار کے پاس شارع الکبش والاسد میں دفن کیا گیا آپ بڑے راست باز عالم، فصیح، سخی، پاک باز، زاہد، عابد اور درویش آدمی تھے باوجود زہد و عبادت کے بڑے ہنس مکھ، ظریف الطبع اور فرماں بردار قسم کے آدمی تھے ان میں تکبر اور غرور کا نام و نشان نہ تھا بسا اوقات آپ اپنے دوستوں سے ایسا مزاح بھی کرتے جو ان سے بہت بھلا اور دوسروں سے بُرا محسوس ہوتا آپ اپنے وقت میں اہل بغداد کے شیخ، ظریف، درویش

زاہد اور حدیث میں ان کے قابلِ اعتماد آدمی تھے آپ اہل عراق کے لیے فقہ بیان کرتے تھے اور جمعہ کے روز غربی جامع مسجد میں ان کی مجلس ہوا کرتی تھی۔

ابو اسحٰق ابراہیم بن جابر نے ہمیں بتایا وہ کہتا ہے کہ میں جمعہ کے روز ابراہیم الحربی کے حلقہ میں بیٹھا کرتا تھا ہمارے پاس دو نوجوان آیا کرتے تھے جو شکل و صورت اور لباس کے لحاظ سے نہایت حسین و جمیل تھے وہ کرخی تاجروں کے بیٹے تھے ان کا لباس ایک ہی ہوتا تھا گویا وہ یک جان دو قالب تھے، اگر وہ کھڑے ہوتے تو اکٹھے کھڑے ہوتے اور اگر وہ بیٹھتے تو اکٹھے بیٹھتے پس ایک جمعہ کو ان میں سے ایک نوجوان حاضر ہوا جس کے چہرے پر زردی نمایاں تھی اور آنکھوں میں شکستگی تھی، پس میں نے سمجھ لیا کہ دوسرے نوجوان کا غائب ہونا کسی علت کے باعث ہے جس کی وجہ سے حاضر ہونے والے کو شکستگی لاحق ہے جب دوسرا جمعہ آیا تو جو نوجوان غائب تھا وہ حاضر ہو گیا اور جو پہلے جمعہ کو حاضر تھا وہ غائب ہو گیا اور زردی اور شکستگی اس کے رنگ اور کام میں نمایاں تھی پس میں سمجھ گیا کہ یہ ان دونوں کے درمیان ہونے والی جدائی اور اس الفت کی وجہ سے ہے جو ان دونوں کو اکٹھا کرنے والی ہے پس وہ ہر جمعہ کو حلقہ درس میں آنے کے لیے ایک دوسرے سے سبقت کرتے رہے اور جو ان دونوں میں سے حلقہ درس میں پہلے آجاتا وہ نہ بیٹھتا پس جو کچھ پہلے میرے دل میں گذرا تھا میں نے اُسے درست خیال کیا، ایک جمعہ کو ان دونوں میں سے ایک حاضر تھا وہ ہمارے پاس بیٹھ گیا اور دوسرے نے آکر حلقہ درس میں جھانکا کیا دیکھتا ہے کہ اس کا ساتھی اس سے پہلے آیا ہوا ہے کیا دیکھتا ہوں کہ بعد میں آنے والے کے آنسوؤں نے اس کا گلا گھونٹ رکھا ہے یہ بات اس کی آنکھوں کے پپوٹوں کے اندر سے واضح ہو رہی تھی، کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے بائیں ہاتھ میں چھوٹے چھوٹے رقعے لکھے ہوئے ہیں اس نے ان رقعوں میں سے ایک رقعہ اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑا اور اُسے حلقہ کے درمیان پھینک دیا اور لوگوں کے درمیان سے شرمندہ ہو کر تیزی کے ساتھ گذر گیا میں اُسے دیکھ رہا تھا، اور حلقہ میں بیٹھے ہوئے دیگر لوگ بھی اُسے دیکھ رہے تھے اور میرے دائیں پہلو میں ابو عبداللہ علی بن حسین بن حوثرہ بیٹھا ہوا تھا جو عنفوانِ شباب اور نوعمری کے دور میں تھا وہ رقعہ ابراہیم الحربی کے سامنے گرا، انہوں نے اُسے کھول کر پڑھا، اس رقعہ میں لکھا تھا کہ اس کے مریض ساتھی کے لیے دُعا کی جائے اور حاضرین ان کی دُعا پر آمین کہیں، جب انہوں نے رقعہ پڑھا تو وہ اس میں غور و فکر کرنے لگے، کیونکہ انہوں نے رقعہ پھینکنے والے کو دیکھ لیا

تھا پھر آپ نے فرمایا اے اللہ ان دونوں کے درمیان اتفاق پیدا کر دے اور ان دونوں کے دلوں میں اُلفت پیدا کر دے اور اس بات کو اپنے قرب کا ذریعہ بنا دے اور لوگوں نے ان کی دُعا پر آمین کہی جیسا کہ وہاں کا دستور تھا پھر آپ نے اپنے انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی اُنگلی سے اُسے لپیٹا اور میری طرف پھینکا، میں نے اُسے غور سے دیکھا میں اُسے اس لیے دیکھ رہا تھا کہ اُسے پھینکنے والا دیکھ لے، اس میں لکھا تھا ؎

"اللہ تعالیٰ اس بندے کو معاف کرے جس نے اُن دو دوستوں کے لیے
دُعا کر کے ان کی مدد کی جو ہمیشہ محبت پر قائم تھے یہاں تک کہ کسی چغل خور نے
ان کی چغلی کی تو وہ اپنے عہد سے روگردان ہو گئے۔"

وہ رقعہ میرے پاس تھا جب دوسرا جمعہ آیا تو وہ دونوں اکٹھے آئے اور زردی اور شکستگی ان کے چہروں سے زائل ہو چکی تھی، میں نے ابن حوثرہ سے کہا میں سمجھتا ہوں کہ ان کے لیے جو دُعا کی گئی تھی وہ قبول ہو گئی ہے اور شیخ کی دُعا انشاء اللہ پوری ہو گی، جب میں اس سال حج کے لیے گیا تو میں نے ان دونوں کو منیٰ اور عرفات کے درمیان اکٹھے احرام باندھے دیکھا اور میں دونوں کو ادھیڑ عمر تک آپس میں مالوف دیکھتا رہا میں نے ان کو کرخ میں دیباج والوں کی صف یا کسی اور صف میں بھی دیکھا تھا۔

قاضی ابراہیم بن جابر

مسعودی بیان کرتا ہے کہ میں نے یہ واقعہ قاضی ابراہیم بن جابر سے اس کے قاضی بننے سے پہلے سُنا، ان دنوں وہ بغداد میں فقر کی تکالیف برداشت کر رہا تھا اور اپنے خالق کی رضا حاصل کرتا تھا اور فقر کو تونگری پر ترجیح دیتا تھا چند یوم بعد میں اُسے حلب میں ملا جو قنسرین کے علاقے اور ارضِ شام کے عواصم میں ہے یہ ۳۰۹ھ کا واقعہ ہے، میں نے اُسے جس حال میں دیکھا تھا وہ اس سے بالکل مختلف تھا اور جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے وہ قاضی بنا بیٹھا تھا اور فقر پر تونگری کو ترجیح دیتا تھا، میں نے اُسے کہا اے قاضی، تو جوہری کے والی سے حکایت بیان کیا کرتا تھا کہ اس نے تجھے کہا تھا کہ فقراء اور اغنیاء کی منازل کے درمیان مجھے خیالات نے آلیا تو میں نے خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے مجھے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے اغنیاء کا فقراء کی تواضع کرنا کیا ہی اچھی بات ہے، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے فقراء کو اغنیاء سے معزز سمجھنا اس سے بھی اچھی بات

ہے، تو اس نے مجھے کہا کہ مخلوق تدبیر کے ماتحت ہے وہ اپنے تمام تصرفات میں اس کے حکام سے الگ نہیں ہو سکتے جیسا کہ ہم نے اس کے فقر کا حال بیان کیا ہے ہیں اس کے متعلق سُنا کرتا تھا کہ وہ فقر کی حالت میں دنیا کا لالچ کرنے والوں کی بہت مذمت کیا کرتا تھا اور اس بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایات بیان کیا کرتا تھا —— وہ کہتا تھا کہ حضرت علی رضؓ نے فرمایا ہے کہ

"اے ابن آدم اس دن کا غم نہ کر جو ابھی تیرے اس دن پر نہیں آیا جس میں تو ہے اور اگر وہ تیری وجہ سے ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں تیرا رزق لے آئے گا اور یاد رکھ کہ تو ہرگز اپنی خوراک سے بڑھ کر کچھ بھی نہ کما سکے گا، سوائے اس کے کہ تو اس میں کسی دوسرے کے لیے جمع کرنے والا ہو —— اس کے بعد وہ تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو گیا اور مجھے بتایا گیا کہ اس نے اپنی بیوی کے لیے چالیس تستری اور قصبی اور ان سے ملتے جلتے کپڑے ایک ہی قینچی سے کاٹے اور دوسروں کے لیے بہت سامال پیچھے چھوڑ گیا۔ یعنی وہ خود مال دار ہو کر مرا۔"

المبرد کی وفات ۲۸ ذوالحجہ سوموار کی شب کو ۲۸۵ھ میں ابوالعباس محمد بن یزید نحوی کی وفات ہوئی جو المبرد کے نام سے مشہور تھا، اس کی عمر اناسی سال تھی بغداد کی غربی جانب باب الکوفہ کے قبرستان میں اسے دفن کیا گیا۔

محمد بن یونس ۲۸۶ھ میں ۱۵ جمادی الآخرۃ کو جمعرات کے روز محمد بن یونس کوفی محدث کی وفات ہوئی ان کی کنیت ابوالعباس تھی اور عمر ایک سو چھ سال تھی، انہیں بھی غربی جانب باب الکوفہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا، آپ بڑے عالی الاسناد تھے۔

ابوسعید الجنابی اسی سال بصرہ میں ابوسعید الجنابی اور اس کے ساتھیوں کے بصرہ میں داخل ہونے کے خوف سے بڑی گھبراہٹ پیدا ہوئی اور الواثقی —— احمد بن محمد —— نے جو بصرہ میں اس سے برسرِ پیکار تھا المعتضد کی طرف گھبراہٹ کے بارے میں لکھا تو اس نے چودہ ہزار دینار بصرہ کی فصیلوں کے لیے دیے، پس وہ فصیلیں بنیں اور بصرہ محفوظ ہو گیا۔

ابوالاغر اور بدو اسی سال ابوالاغر خلیفہ بن مبارک سلمی، فید مکہ کی جانب مکہ جاتے ہوئے

صالح بن مدرک طائی کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوگیا بدو، صالح کو ابوالاغر کے ہاتھ سے چھڑانے کے لیے اکٹھے ہوگئے پس اس نے ان سے جنگ کی اور ان کے سردار جحش بن ذیال اور اس کی ساتھی جماعت کو قتل کر دیا اور اس کا سر قبضہ میں کر لیا جب صالح بن مدرک کو جحش بن ذیال کے قتل ہونے کی اطلاع ملی تو وہ ابوالاغر کے ہاتھ سے رہائی حاصل کرنے سے مایوس ہوگیا اور جب وہ ایک منزل پر اُترا جو منزل القرشی کے نام سے مشہور تھی تو ان کے پاس غلام کھانا لے کر آیا تو اس نے اس سے چھُری لے کر خودکشی کر لی ابوالاغر نے اس کا سر بھی قبضہ میں کر لیا اور اُسے مدینہ میں جا کر ظاہر کیا، پس حاجیوں نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی واپسی پر ابوالاغر کو بڑی جنگ پیش آئی، کہ وہ اور نحریر اور ان دونوں کے علاوہ حاجیوں کے قافلوں کے اُمراء، بدوؤں کے ساتھ لڑے اور بدّو بطے اور اس کے حلیفوں میں سے اکٹھے ہوئے تھے ان کے پیادہ تین ہزار اور سوار بھی اسی قدر تھے، ان کے درمیان تین دن جنگ رہی یہ جنگ معدان قرشی اور حاجر کے درمیان ہوئی، پھر بدو شکست کھا گئے اور لوگ محفوظ ہوگئے، صالح بن مدرک کو پکڑنے کے لیے ابوالاغر کے ساتھ سعید بن عبدالاعلیٰ بھی شامل تھا۔

ابوالاغر بغداد میں داخل ہوا تو اس کے آگے آگے صالح، جحش اور صالح کے غلام اسود کے سر اور چار قیدی تھے جو صالح بن مدرک کے عم زاد تھے، اس روز بادشاہ نے ابوالاغر کو خلعت دیا اور سونے کا ایک ہار بھی دیا اور غربی جانب پُل پر سروں کو نصب کر دیا اور قیدیوں کو زمین دوز قید خانے میں داخل کر دیا۔

واقعات اس سال اسحاق بن ایوب العبیدی فوت ہوگیا وہ دیار ربیعہ میں برسرِ پیکار تھا اور اسی سال عباس بن عمر الغنوی بصرہ کی طرف گیا تا کہ وہ بحرین میں قرامطہ کے ساتھ جنگ کرے اس سال اسماعیل بن احمد اور بلخ کے حکمران عمرو بن اللیث کے درمیان جنگ ہوئی اور عمرو قید ہوگیا، ہم نے اس کی اسیری کی کیفیت کو کتاب الاوسط میں بیان کیا ہے۔

رجب ۲۸۷ھ میں عباس بن عمرو بصرہ سے ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ ھجر کی طرف گیا اس کے ساتھ بہت سے رضاکار بھی تھے اس کی اور ابوسعید الجنابی کی مڈبھیڑ ہوئی اور ان کے درمیان جنگیں ہوئیں جن میں عباس کے ساتھی شکست کھا گئے اور ریت اور پیاس سے مرجانے والوں کے علاوہ اس کے ساتھیوں میں سے سات سو آدمیوں کو باندھ کر

قتل کر دیا گیا اور قیدی بنا لیا گیا، سورج نے ان کے جسموں کو جلا دیا، پھر اس کے بعد ابو سعید نے عباس بن عمرو پر احسان کر کے اُسے چھوڑ دیا اور وہ المعتضد کے پاس چلا گیا، اُس نے اُسے خلعت دیا، اس کے بعد ابو سعید نے لمبے محاصرے کے بعد ہجر شہر کو فتح کیا، ہم نے اپنی کتاب الاوسط میں ان جنگوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس سبب کو بھی بیان کیا ہے جس کی وجہ سے ابو سعید نے عباس بن عمرو الغنوی کو آزاد کیا تھا اور عباس بن عمرو کا بحرین کے لوگوں کے ساتھ جو معاملہ تھا اور وہ اس کی قوم سے تعلق رکھتے تھے اور ان کا جو اس کے ساتھ رشتہ تھا اُسے بھی ہم نے بیان کیا ہے۔

علوی داعی

۲۸۷ھ میں علوی داعی دیلم وغیرہ کی بہت سی فوجوں کے ساتھ طبرستان سے جرجان کی طرف گیا اور اس کا مقابلہ اسماعیل بن احمد کی فوج سے ہوا جو اہل جبش سے تیار کی گئی تھی جس کا سالار محمد بن ہارون تھا، اس قسم کی جنگ اور دونوں فریقوں کا سا صبر اس زمانے میں نہیں دیکھا گیا پس اس نے جبشیوں پر فتح پائی جب محمد بن ہارون نے دیلمیوں کی ثابت قدمی کو دیکھا تو اُس نے ایک چال چلی مگر وہ ان کی صفوں کو درہم برہم نہ کر سکا اور بھاگ گیا دیلمیوں نے دوڑ کر ان کی صفیں درہم برہم کر دیں تو جبشی ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کو تلوار کی دھار پر رکھ لیا ان میں سے بہت سے آدمی مارے گئے اور داعی کو بھی چوٹیں آئیں جب اس کے اصحاب نے اپنی صفوں کو غنیمت کے حاصل کرنے میں درہم برہم کر لیا اور اس کی طرف توجہ نہ دی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ثابت قدم رہا جو اس کی مدد کو کھڑے ہو گئے تھے تو فوجوں نے ان پر حملہ کر دیا اور جنگ ختم ہو گئی اور زخموں سے خون بہنے لگا اس کا بیٹا زید بن محمد بن زید وغیرہ قید ہو گئے، محمد الداعی چند روز زندہ رہا جنگ میں جو اُسے زخم آئے تھے ان کی وجہ سے فوت ہو گیا اُسے باب جرجان میں دفن کیا گیا اور اس کی قبر کی آج تک تعظیم کی جاتی ہے۔

ہم نے اپنی کتاب اخبار الزمان میں طبرستان وغیرہ میں اس کے حالات، سیرت اور بکر بن عبدالعزیز بن ابی دلف کے حالات جب وہ امان طلب کر کے اس کے پاس آیا تھا بیان کیے ہیں اسی طرح ہم نے یحییٰ بن حسین الحسنی الرسی کے حالات بیان کیے ہیں جو یمن میں تھا اور اُسے اور ابو سعد بن یعفر کو یمن میں قرامطہ کے ساتھ جنگوں میں جو کامیابیاں حاصل ہوئیں انہیں بھی بیان کیا ہے۔ اور علی بن فضل صاحب المذیخرہ کے ساتھ ان کا جو معاملہ تھا، اس کے

حالات اور اس کی وفات کی خبر کو بھی بیان کیا ہے اور شیخ لاعہ صاحب قلعہ نحل اور اس کے بیٹے کے جو حالات اس وقت یعنی ۳۳۲ھ تک ہیں انہیں بھی بیان کیا ہے ـــــ اور یحیٰی بن حسین الرسی کے شہر صعدۃ میں جو بلادِ یمن میں ہے اُترنے اور اس کے بیٹے ابو القاسم اور اس کے پوتے کے اس وقت تک کے حالات لکھے ہیں اور ہم اس کتاب میں ان واقعات و حالات اور سیر و قصص کی جھلک جنہیں ہم اپنی پہلی کتب میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں محض واقفیت کروانے والے کے لیے پیش کر رہے ہیں۔

المعتضد اور وصیف خادم

۲۸۸ھ میں المعتضد وصیف خادم کی تلاش میں شامی سرحد میں داخل ہوا اور رشیق کے ساتھ جو خزامی کے نام سے مشہور ہے خط و کتابت کی۔ خادم کے جرنیلوں میں سے وصیف البکتمری اور دوسرے جرنیلوں اور ساتھیوں نے المعتضد سے امان طلب کر لی جب وصیف کے اکثر ساتھی پکڑ لیے گئے تو اس نے رومی علاقے کی طرف جانے اور راستوں میں اُلجھنے کا ارادہ کیا مگر المعتضد نہایت تیزی کے ساتھ بغداد سے آیا اور اس نے اپنے حالات کو بھی پوشیدہ رکھا، وصیف کے شدید احتیاط کرنے اور اس کے حالات کی تفتیش کرنے کے باوجود اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا یہاں تک کہ المعتضد فرات کو عبور کر کے شام کی طرف چلا گیا لیکن المعتضد شامی سرحد کے درمیان میں پہنچا تو اس نے اپنی عام فوج کو کنیسۃ السوداء میں چھوڑا اور جرنیلوں کو وصیف کی تلاش میں بھیج دیا۔ وہ اس کی تلاش میں پندرہ میل تک چلے گئے یہاں تک کہ ہراول دستے کے سواروں نے انہیں آلیا، ان میں خاقان مفلحی اور وصیف جلدی جلدی چل رہے تھے اور ان کی جماعت کے دوسرے جرنیل بھی ساتھ تھے پس وصیف نے ان کے ساتھ درب الجب کے مقام پر جنگ کی، جب المعتضد نے دیکھا کہ وصیف کے ساتھی اسے چھوڑ گئے ہیں اور اس کی جمعیت پریشان ہو گئی ہے تو اُسے قید کر کے المعتضد کے پاس لایا گیا اور اس نے اُسے مونس خادم کے سپرد کر دیا اور اس کے تمام ساتھیوں کو سوائے ان کے جو شامی سرحد وغیرہ سے اس کے ساتھ مل گئے تھے، امان دے دی۔ المعتضد نے جنگی کشتیاں جلا دیں اور اس نے طرسوس سے امام الجامع ابو اسحاق کو اور شامی سرحد کے شہر اذنہ کے حکمران ابو عمیر عدی بن احمد بن عبد الباقی اور بحری فوج کے دوسرے سرداروں جیسے البغیل اور اس کے بیٹے کو ساتھ لیا۔ بغداد آنے کے لیے ۷ صفر ۲۸۸ھ کو بحری سفر شروع ہوا جعفر بن المعتضد یعنی المقتدر اور بدر الکبیر اور دوسری فوج بھی کشتیوں پر سوار ہو کر آئی، راستوں کو

سجایا گیا ان کے آگے وصیف دو کوہانوں والے اونٹ پر سوار تھا، وہ دیباج کا جبّہ اور ٹوپی پہنے ہوئے تھا اور دوسرے اونٹ پر اس کے پیچھے البغیل تھا اور البغیل کے پیچھے ایک اور اونٹ پر اس کا لڑکا تھا اور البغیل کے بیٹے کے پیچھے ایک اور اونٹ پر ایک شامی آدمی تھا جو ابن المہندس کے نام سے مشہور تھا اور انہوں نے سرخ اور زرد ریشم کے جبّے پہنے ہوئے تھے اور ان کے سروں پر ٹوپیاں تھیں اور خاقان مفلحی اور دیگر جرنیلوں کو جنہوں نے وصیف خادم کے قیدی ہونے کے دن بہادری دکھائی تھی، ہار اور کنگن ڈالے گئے، المعتضد نے وصیف خادم کو مارنے سے باز رہنا چاہا اور اس قسم کے بہادر، دلیر، جرأت مند اور صاحب تدبیر انسان کی موت پر افسوس کیا، پھر کہنے لگا اس خادم کی طبیعت میں یہ بات ہے کہ اس پر کوئی سرداری نہ کرے بلکہ وہ خود سرداری کرے، اُسے گرفتار کرنے اور لوہے سے جکڑ دینے کے بعد اس نے اس کی طرف آدمی بھیج کر پوچھا، کیا تیری کوئی خواہش ہے اس نے جواب دیا ہاں، میں پھولوں کا ایک گلدستہ سونگھنا چاہتا ہوں اور گذشتہ بادشاہوں کی سیرت کی کتابوں کو دیکھنا چاہتا ہوں جب ایلچی نے آکر المعتضد کو بتایا کہ وہ یہ چیزیں طلب کرتا ہے تو اس نے حکم دیا کہ جو چیزیں وہ طلب کرتا ہے مہیا کر دی جائیں، المعتضد نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ دیکھے کہ وہ کس کس فعل کو دیکھتا ہے تو اُسے بتایا گیا کہ وہ بادشاہوں کی سیرت اور ان کی جنگوں اور تکالیف کو ہی دیکھتا رہا اور دیگر کتب کو اس نے نہیں دیکھا تو المعتضد نے متعجب ہو کر کہا کہ وہ اپنی موت کو معمولی بات خیال کرتا ہے۔

ابن ابی الساج کی وفات

اسی سال ابو عبید اللہ محمد بن ابی الساج کی آذربائیجان میں وفات ہوئی اس کے بعد اس کے اصحاب اور غلاموں میں پھوٹ پڑ گئی، ان میں سے کچھ تو اس کے بھائی یوسف بن ابی الساج سے آملے اور کچھ اس کے بیٹے بوادر کے ساتھ جا ملے۔

بشر بن موسیٰ محدث

اور ۲۸۸ھ میں ابو علی بشر بن موسےٰ بن صالح بن صبیح بن عمیر محدث کی وفات ہوئی ان کی عمر ۸۰ سال تھی انہیں باب التین کے قبرستان میں غربی جانب دفن کیا گیا۔

عمرو بن اللیث

اسی سال جمادی الاولیٰ میں عمرو بن اللیث کو بغداد میں داخل کیا گیا جسے عبد اللہ بن فتح بادشاہ کا ایلچی لے کر آیا عمرو کی مشہوری کی

گئی اور اُسے دو کوہانوں والے اُونٹ پر سوار کروایا گیا وہ دیباج کا جُبّہ پہنے ہوئے تھا اور اس نے فوج میں اپنے پیچھے بدر اور وزیر قاسم بن عبید اللہ کو اپنا جانشین بنایا، اُسے الثریا میں لایا گیا تو المعتضد نے اُسے دیکھا پھر غلہ جات لائے گئے اس وقت طاہر بن محمد بن محمد بن عمرو بن اللیث نے عمرو کی خوش قسمتی پر برافروختہ ہو کر فوج کے ملازموں میں جوش پیدا کر دیا اور وہ اُسے اہواز کے علاقے میں جا ملے اور ایران کی حدود سے نکل گئے صورتِ حال خراب ہو گئی تو المعتضد نے عبد اللہ بن فتح اور اشناس کو اسماعیل بن احمد کی طرف تحائف دے کر بھیجا جن میں ایک سو دیباج کی بے آستین قمیص جو سونے کے تاروں سے بُنی گئی تھیں اور تین لاکھ دینار تھے تاکہ وہ انہیں اپنے اصحاب میں تقسیم کرے اور انہیں بلادِ سجستان میں طاہر بن محمد بن عمرو بن اللیث کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیج دے اور اس نے عبد اللہ بن فتح کو حکم دیا کہ وہ بلادِ جبل کے جن علاقوں سے گزرے وہاں سے دس لاکھ درہم کا خراج بھی لے جائے اور انہیں تین لاکھ دینار میں شامل کر لے، المعتضد کا غلام بدر اس سال اپنی فوج کے ساتھ ایران کی طرف گیا اور شیراز میں فروکش ہوا اور اس نے ملازموں کو شہر سے نکال دیا۔

وصیف خادم کی وفات

یکم محرم سنہ ۲۸۹ھ کو منگل کے روز، وصیف خادم کی وفات ہوئی اس کے بدن کو سر کے بغیر پُل پر صلیب دیا گیا۔ خادموں نے المعتضد سے کہا کہ وہ اس کی شرمگاہ کو چھپا دیتے ہیں تو اس نے انہیں اس بات کی اجازت دے دی، پس اُسے کپڑے پہنائے گئے اور ران پر نیا کپڑا لپیٹا گیا اور ناف سے گھٹنوں تک سلائی کر دی گئی اور اس کے بدن پر ایلوا اور دیگر جسم کے اجزا کو سکیڑنے والے طلا مَلے گئے اور اُسے صلیب دے کر پل پر کھڑا کر دیا گیا جو المقتدر کی خلافت کے زمانے یعنی سنہ ۳۲۰ھ تک خراب نہ ہوا۔

اس سال فوج اور عوام نے فتنہ و فساد برپا کر دیا اور عوام نے آپس میں مزاح کرتے ہوئے وصیف کے پاس جا کر اُسے لکڑی سے نیچے گرا دیا اور کہنے لگے کہ لمبا زمانہ ہمارے پڑوس میں رہنے اور ہمارے متعلق برداشت سے کام لینے کی وجہ سے استاذ ابو علی وصیف خادم کا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم اُسے صلیب سے اتاریں اور وہ اس لکڑی پر بوسیدہ نہیں ہو گا پس انہوں نے ایک آدمی کی چادر میں اُسے لپیٹا اور اُسے اپنے کندھوں پر اُٹھا لیا وہ تقریباً ایک لاکھ آدمی تھے جو اس کے ارد گرد رقص کرتے، گاتے اور

چیختے تھے اور استاذ کہتے تھے جب وہ اُکتا گئے تو انہوں نے اُسے دریائے دجلہ میں پھینک دیا اس روز دجلہ میں ان کے کچھ آدمی بھی غرق ہو گئے کیونکہ وہ تیر کر پانی میں اس کے پیچھے گئے تھے پس پانی کے بہاؤ میں بہت سے آدمی ڈوب گئے۔

ابو الفوارس القرمطی

اسی سال کوفہ کی جانب سے قرامطہ کی ایک جماعت آئی جن میں ایک آدمی ابو الفوارس کے نام سے مشہور تھا وہ اُونٹوں پہ آئے تھے، المعتضد نے ابو الفوارس کے متعلق حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کے بعد اُسے قتل کیا جائے اور اُسے وصیف خادم کے پہلو میں صلیب دیا گیا پھر اُسے کنائس کی جانب جو غربی جانب سے یاسریہ کے قریب ہے لے جایا گیا اور وہاں پہ قرامطہ کے ساتھ صلیب دیا گیا ابو الفوارس کے قتل کے متعلق اہل بغداد میں بہت سی افواہیں اُڑی ہوئی تھیں اور وہ یہ کہ جب اُسے قتل کرنے کے لیے پیش کیا گیا تو عوام نے یہ بات مشہور کر دی کہ اس نے ان لوگوں سے جو اس کے قتل کے موقع پہ موجود تھے کہا کہ یہ میری پگڑی ہے میں چالیس دن کے بعد واپس آجاؤں گا اور عوام ہر روز اس کی لکڑی کے نیچے جمع ہوتے اور دنوں کو گنتے اور باہم رستوں میں لڑتے جھگڑتے اور بحث و مباحثہ کرتے جب چالیس دن پورے ہو گئے تو ان کا شور بڑھ گیا اور وہ اکٹھے ہوئے، کوئی کہتا یہ اس کا جسم ہے کوئی کہتا کہ وہ چلا گیا ہے اور بادشاہ نے اس کی جگہ کسی دوسرے آدمی کو صلیب دیا ہے تاکہ لوگ فتنہ میں پڑیں پس لوگوں میں اس بارے میں بہت جھگڑا ہونے لگا یہاں تک کہ انہیں منتشر ہونے کا حکم دیا گیا تب کہیں وہ جھگڑے اور گفتگو سے باز آئے۔

المعتضد اور طالبی

بلادِ طبرستان سے محمد بن زید کا مال آیا تاکہ اُسے پوشیدہ طور پہ آلِ ابی طالب میں تقسیم کر دیا جائے، المعتضد کو اس بارے میں بتایا گیا تو اس نے اس آدمی کو بُلایا جو مال کو ان کی طرف لاتا تھا اور مال کے اخفاء پہ اظہار ناراضگی کیا اور اسے ظاہر کرنے کا حکم دیا اور آل ابی طالب کو قریب کیا، جس کا باعث قربِ نسب تھا ابو الحسن محمد بن علی الوراق انطاکی فقیہ نے جو انطاکیہ میں ابن الغنوی کے نام سے مشہور ہے نے ہمیں بتایا کہ مجھے محمد بن یحییٰ بن ابی عباد نے بتایا وہ بیان کرتا ہے کہ المعتضد باللہ نے خواب دیکھا جب کہ وہ اپنے باپ کے قید خانے میں تھا کہ ایک بزرگ دجلہ پہ بیٹھا ہوا ہے جو دجلہ کے پانی کی طرف اپنے ہاتھ کو بڑھاتا ہے تو وہ پانی اس کے ہاتھ میں

آجاتا ہے اور دجلہ خشک ہو جاتا ہے پھر وہ اُسے اپنے ہاتھ سے دجلہ میں پھینکتا ہے تو دجلہ پہلے کی طرح بھرپور ہو جاتا ہے میں نے اس شخص کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ یہ علی بن ابی طالب ہیں تو میں اُٹھ کر ان کے پاس گیا اور انہیں سلام کہا تو انہوں نے کہا اے احمد یہ معاملہ تیرے ساتھ ہونے والا ہے پس تو میرے بیٹوں سے نہ اُلجھ اور نہ انہیں تکلیف دے تو میں نے کہا امیر المومنین میں سمع و اطاعت کروں گا۔

لوگوں نے خراج روکنے کی وجہ سے غم کیا، المعتضد نے ان پر انعام و اکرام کیا اور اس بارے میں شعراء نے بہت کچھ کہا، یحییٰ بن علی المنجم نے اس بارے میں بہت اچھا کہا ہے ؎

"اے خالص شرف کو زندہ کرنے والے اور بے آباد ملک کو نئے سرے سے آباد کرنے والے اور اضطراب کے بعد ہم میں دین کے رکن کو دوبارہ قائم کرنے والے تو بادشاہوں سے نمایاں طور پر آگے بڑھ گیا ہے۔ جیسے نمایاں دُودھ دینے والا جانور دُودھ دینے میں آگے بڑھ جاتا ہے پس تو نیروز سے سعادت مندی حاصل کر تو نے اس میں شکر کے ساتھ ثواب کو اکٹھا کر دیا ہے اور تو اس چیز کی تاخیر میں آگے بڑھ گیا ہے جو انہوں نے صواب کے لیے پیش کی ہے"۔

نیز وہ کہتا ہے :۔

"تیرے نیروز کا دن ایک ہی ہے جو پیچھے نہیں ہو سکتا اور وہ ہمیشہ جون کی گیارہ تاریخ کو آتا ہے۔"

قطر الندیٰ کا المعتضد سے ملاپ

قطر الندیٰ بنت خمارویہ، ابن الجصاص کے ساتھ ذوالحجہ ۲۸۱ھ میں بغداد پہنچی اس بارے میں علی بن عباس رومی کہتا ہے ؎

"اے سید العرب جسے یمن و برکت کے ساتھ سیدۃ العجم دُلہن بنا کر بھیجی گئی ہے اس سے سعادت مند ہو جیسے وہ تجھ سے سعادت مند ہوئی ہے اور وہ ان باتوں میں کامیاب ہوئی ہے جو مقاصد اور ہمتوں سے بلند ہیں، چاشت کے سورج کو دُلہن بنا کر تاریکیوں کے چاند کی طرف'

بھیجا گیا ہے اور ان دونوں کے ذریعہ دُنیا سے تاریکیاں چھٹ گئی ہیں۔"

جب عمرو بن اللیث دو کوہانوں والے اونٹ پر سوار ہو کر ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتے ہوئے علیق کی عید گاہ سے بغداد میں داخل ہوا تو اُسے المعتضد کے پاس ان تحائف کے ساتھ پہنچایا گیا جو اس نے اپنی اسیری سے قبل پیش کیے تھے اس بارے میں حسن بن محمد بن فہم کہتا ہے ؎

"کیا تو نے زمانے کی گردشوں کو نہیں دیکھا جو کبھی مشکل اور کبھی آسان ہو جاتی ہیں اور تیرے لیے الصفار شرافت اور عزت کے لحاظ سے کافی ہے جو صبح و شام فوجوں کا امیر بن کر جاتا ہے، اس نے ان کو اُونٹ دیے اور یہ نہ جانا کہ وہ ان سے ایک اُونٹ پر قیدی بنا کر لے جایا جا رہا ہے۔"

اس بارے میں محمد بن بسام کہتا ہے ؎

"اے دنیا سے فریب خوردہ، کیا تو نے عمرو کو آتے ہوئے نہیں دیکھا جسے حکومت کے بعد زبردستی دو کوہانوں والے اُونٹ پر سوار کروایا گیا تھا اور وہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر آہستہ اور بلند آواز سے دُعائیں کر رہا تھا کہ وہ اُسے قتل ہونے سے بچائے اور وہ کچھ نہ کرے۔"

اور جب وہ ظاہر ہوا تو محمد بن ہارون نے، محمد بن زید علوی کو قتل کر دیا جس پر المعتضد نے ناراضگی، غم اور افسوس کا اظہار کیا۔

بزرگ لوگوں کی ایک جماعت کی وفات

المعتضد کے زمانے میں نصر بن احمد جو ماوراء نہر بلخ کا حکمران تھا ۲۸۹ھ میں فوت ہو گیا اور اس کا بھائی اسماعیل بن احمد حکمران بنا۔

"اخبار بغداد" کے مُصنّف احمد بن ابی طاہر الکاتب کی وفات ۲۸۰ھ میں ہوئی، قاضی احمد بن محمد محدث کی وفات بھی اسی سال ہوئی، ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی الدنیا القرشی جو المکتفی باللہ کا مربی تھا اس کی وفات محرم ۲۸۱ھ میں ہوئی اس نے زہد کے متعلق کئی کتابیں لکھی ہیں، ۲۸۲ھ میں قاضی و محدث ابوسہل محمد بن احمد الرازی کی وفات ہوئی ہم ان لوگوں کی وفات کا ذکر اس لیے کر رہے ہیں کہ یہ لوگ تاریخ کا حصہ ہیں اور لوگوں نے ان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کا علم حاصل کیا ہے۔

عبید اللہ بن شریک محدث کی وفات ۲۸۵ھ میں بغداد میں ہوئی اور اسی سال بکر بن عبد العزیز بن ابی دلف طبرستان میں فوت ہوا، محمد بن حسین الجنید کی وفات بھی اسی سال میں ہوئی، ۲۸۸ھ میں ابو علی بشر بن موسے بن صالح بن شیخ بن عمیرۃ البغدادی فوت ہوا اور اس کے باپ ابو محمد موسیٰ بن صالح بن شیخ بن عمیرۃ الاسدی کی وفات ۲۵۷ھ میں المعتمد کی خلافت میں ہوئی، اس کی عمر نوے سال سے اُوپر تھی اور اس کے بیٹے کی وفات ننانوے سال کی عمر میں ہوئی، اسی سال میں ابو المثنیٰ معاذ بن المثنیٰ بن معاذ العنبری کی وفات ہوئی۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم نے مشہور فقہاء، محدثین اور دیگر اہل الرائے اور ادیبوں کا ذکر اپنی دو کتابوں "اخبار الزمان" اور "الاوسط" میں کیا ہے اور اس کتاب میں ہم یہ جھلک گذشتہ باتوں کی طرف اشارہ کے طور پر کر رہے ہیں۔

المعتضد کی وفات

المعتضد کی وفات ۲۲ ربیع الآخر ۲۸۹ھ کو بغداد میں اس کے محل الحسنی میں سوموار کی رات کو چار ساعت گزرنے پر ہوئی بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کی وفات اس زہر کے سبب ہوئی جو اسماعیل بن بلبل نے اپنے قتل سے پہلے اُسے دیا تھا وہ اس کے جسم میں سرایت کرتا رہا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا جسم وصیف خادم کی تلاش میں گھومنے کی وجہ سے ڈھیلا پڑ گیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس کی ایک لونڈی نے اُسے ایک رومال میں زہر دے دیا تھا جس سے وہ پسینہ صاف کرتا تھا ان کے علاوہ بھی کئی باتیں بیان کی گئی ہیں جن کے بیان کرنے سے ہم نے اعراض کیا ہے اور اس نے وصیت کی کہ اُسے محمد بن عبد اللہ بن طاہر کے گھر میں مغربی جانب اس گھر میں دفن کیا جائے جو دار الرخام کے نام سے مشہور ہے پس جب اُسے غش آیا اور اُسے موت کا حادثہ پیش آگیا اور لوگوں نے اس کی وفات میں شک کیا تو طبیب نے اس کے ایک عضو کو چھُوا تو اس نے اسے محسوس کیا، اس وقت وہ موت کی غشی میں تھا اس نے اسے بُرا محسوس کیا اور اُسے لات ماری اور اس کا دل نہایت تیزی سے دھڑک رہا تھا، کہتے ہیں کہ طبیب اس لات سے مر گیا تھا اور المعتضد بھی اسی وقت فوت ہو گیا، اور اس نے اپنی حالت کے متعلق شور سُنا تو دونوں آنکھیں کھول دیں اور اپنے دونوں ہاتھوں سے بات سمجھنے والے کی طرح اشارہ کیا تو مونس خادم نے اُسے کہا اے میرے آقا! قاسم بن عبید اللہ کے پاس غلاموں نے شور و غل کیا ہے اور ہم نے انہیں عطیات دیے

ہیں تو اس نے تیوری چڑھائی اور موت کی بے ہوشی میں بھی اس کی اس قدر ہیبت تھی کہ قریب تھا کہ جماعت کی جان نکل جاتی، اور اُسے محمد بن عبد اللہ بن طاہر کے گھر لا کر دفن کر دیا گیا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم نے المعتضد کے جن حالات، جنگوں، سفروں اور کارناموں کا ذکر کیا ہے ان کے علاوہ بھی ——— اس کے بہت سے واقعات موجود ہیں، ہم نے اس کے مشہور اور روشن کارناموں کو اپنی کتابوں اخبار الزمان اور الاوسط میں بیان کیا ہے۔

باب ہشتم

المکتفی باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات المکتفی باللہ ــــ علی بن احمد المعتضد کی بیعت، بغداد میں اس روز ہوئی جس روز اس کے باپ المعتضد کی وفات ہوئی - یہ واقعہ ۲۲ ربیع الآخر ۲۸۹ھ کو سوموار کے روز ہوا، اس کے لیے قاسم بن عبید اللہ نے بیعت لی، المکتفی ان دنوں رقہ میں تھا المکتفی اس وقت بیس سال سے زیادہ عمر کا تھا اور ابو محمد کنیت کرتا تھا، المکتفی باللہ ۳ جمادی الاولیٰ ۲۸۹ھ کو سوموار کے روز رقہ سے بغداد پہنچا - وہ شام کے وقت بغداد میں داخل ہوا اور دجلہ کے کنارے قصر الحسنی میں فروکش ہوا اور اس کی وفات ۱۳ ذوالقعدہ ۲۹۵ھ کو اتوار کے روز ہوئی، اس وقت اس کی عمر اکتیس سال تین ماہ تھی اس کی خلافت چھ سال سات ماہ بائیس روز رہی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ چھ سال چھ ماہ سولہ دن رہی کیونکہ لوگوں کا ان کی تاریخوں کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان
اور اس کے دور کی ایک جھلک

خلفاء میں علی کا نام اس وقت یعنی ۳۳۲ھ تک المتقی باللہ کی خلافت سے لے کر جس کا نام علی تھا، سوائے علی بن ابی طالب کے اور کسی خلیفہ کا نام علی نہیں ہوا۔

ظلم سے لی ہوئی چیزوں کی واپسی جس روز المکتفی باللہ قصر الحسنی میں فروکش

ہوا یہ اس روز کی بات ہے جب وہ بغداد میں آیا تھا، تو اس نے قاسم بن عبید اللہ کو خلعت دیا اور دوسرے کسی جرنیل کو خلعت نہ دیا اور زمین دوز قید خانوں کو جنہیں المعتضد نے لوگوں کو عذاب دینے کے لیے بنایا ہوا تھا، گرا دیا اور ان میں محبوس قیدیوں کو چھوڑ دیا اور ان گھروں کو جنہیں المعتضد نے زمین دوز جگہ میں بنایا ہوا تھا ان کے مالکوں کو واپس کر دیا اور ان میں اموال تقسیم کیے تو رعیت کے دل اس کی طرف مائل ہو گئے اور اس وجہ سے اس کے بہت سے داعی بن گئے۔

ایک جماعت کا اس پر غالب آنا

قاسم بن عبید اللہ اور فاتک اس کے غلام اس پر غالب آ گئے اور قاسم بن عبید اللہ کی وفات کے بعد اس کا وزیر عباس بن حسن اور فاتک اس پر غالب آ گئے اور قاسم بن عبید اللہ محمد بن غالب اصبہانی پر ٹوٹ پڑا جو دیوان الرسائل کا انچارج تھا اور بڑا صاحب علم و معرفت تھا اور محمد بن بشار اور ابن منارہ پر بھی کسی بات کی وجہ سے ٹوٹ پڑا جو اُسے ان کے متعلق پہنچی تھی اور انہیں پابجولاں کر دیا اور بصرہ لے گیا، کہتے ہیں کہ وہ راستے میں غرق ہو گئے تھے اور اس وقت تک ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا، اور علی بن بسام اس کے متعلق کہتا ہے ؎

"ہم نے تجھے مسلمانوں کے قتل کے بارے میں معذور سمجھا اور ہم نے کہا یہ
اہل مذہب کی عداوت کی وجہ سے ہے پس اس مناری کا کیا گناہ ہے اور تم
دونوں کا دین ہمیشہ سے ایک ہے۔"

بدر پر اس کا ٹوٹ پڑنا

اس وقت سے پہلے قاسم بن عبید اللہ اور بدر کے درمیان حالات کچھ ٹھیک ہو چکے تھے پس جب المکتفی خلیفہ بنا تو قاسم نے اُسے بدر کے خلاف اُکسایا اور اس نے جرنیلوں کی ایک جماعت کو بھی بدر سے منحرف کر دیا، وہ سب کے سب بادشاہ کے پاس گئے اور بدر واسط کی طرف چلا گیا، قاسم نے المکتفی کو دریائے ذیال کی طرف نکال دیا پس اس نے وہاں پڑاؤ ڈال دیا اور وہ ہر وقت المکتفی کے دل میں بدر کے خلاف باتیں ڈالتا اور اس کے خلاف اُکساتا رہا،

قاسم نے قاضی ابو حازم کو بلایا جو بڑا صاحب علم و درایت تھا اور اُسے امیر المومنین کی جانب سے بدر کی طرف جانے کا حکم دیا کہ وہ اس کے لیے امان کا پروانہ لے جائے اور اُسے اپنے ساتھ لے آئے اور امیر المومنین کی جانب سے، جو وہ چاہتا ہے اس کی ضمانت

دے دے تو ابو حازم نے کہا، میں امیر المومنین کی جانب سے وہ بات نہیں پہنچا سکتا جو میں نے ان سے نہیں سُنی، جب اس نے انکار کیا تو اس نے قاضی ابو عمر محمد بن یوسف کو بلایا اور اُسے بدر کی طرف ایک کشتی میں بھیجا، اور اس نے اُسے المکتفی کی طرف سے امان اور عہد و پیمان دیئے اور یہ ضمانت بھی دی کہ وہ اُسے اس وقت اپنے ہاتھ سے چھوڑے گا جب وہ امیر المومنین کو دیکھ لے گا، پس اس نے اپنی فوج کو چھوڑا اور اس کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر اُوپر کو چلایا جب وہ مدائن اور السیب کی جانب پہنچے تو اُسے خادموں کی ایک پارٹی ملی جس نے کشتی کا گھیراؤ کر لیا اور ابو عمر و اس سے الگ ہو کر ایک تیز رفتار کشتی میں سوار ہو گیا اور بدر نے کنارے کے قریب آ کر ان سے پوچھا کہ وہ دو رکعت نماز پڑھنا چاہتا ہے، یہ ۶ رمضان ۲۸۹ھ زوال سے قبل جمعہ کے دن کا واقعہ ہے۔ تو انہوں نے اُسے نماز پڑھنے کی مہلت دے دی جب وہ دوسری رکعت میں تھا تو اس کی گردن کاٹ دی اور اس کا سر لے جا کر المکتفی کی خدمت میں پیش کر دیا جب المکتفی کے سامنے سر رکھا گیا تو اس نے سجدہ کیا اور کہا، اب میں زندگی کا مزا اور خلافت کی لذت کو چکھوں گا المکتفی ۸ رمضان کو اتوار کے روز بغداد میں داخل ہوا، محمد بن یوسف قاضی نے المکتفی کی جانب سے جو عہد و پیمان دیئے ان کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے ؎

"شہر منصور کے قاضی سے کہہ دے تو نے امیر کے سر کا لینا کس وجہ سے جائز قرار دیا ہے، تو نے اُسے عہد و پیمان دیئے اور امان دی، تیری وہ قسمیں کہاں ہیں جن کے متعلق خدا گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹی ہیں اور تیری وہ تین طلاقوں کی تاکید کہاں ہے جن میں تخییر کی نیت نہیں ہوتی، اور تیری دونوں ہتھیلیاں، اس کی دونوں ہتھیلیوں سے جُدا نہیں ہوں گی جب تک تو تخت کے مالک کو نہ دیکھے گا اسے بے حیاء اور اُمت کے سب سے بڑے جھوٹے اور جھوٹی گواہی دینے والے یہ قاضیوں کا کام نہیں ہے اور نہ ہی اس قسم کے کام، دلیر حکمران کرتے ہیں، جسے تو نے رمضان میں قتل کیا ہے وہ سجدہ تکبیر کے بعد رکوع کرتا ہوا چلا گیا ہے اور تو نے جمعہ کے روشن دن میں اور بہترین مہینے میں کیسا بڑا گناہ کیا ہے پس تو منکر نکیر کے بعد حاکم عادل کے لیے جواب تیار کر لے، اور اے بنی یوسف بن یعقوب اہلِ بغداد تمہارے بارے میں دھوکے میں ہیں، اللہ تعالیٰ تمہاری جمعیت کو پریشان کر دے اور مجھے وزیر کی ذلت کے بعد تمہاری ذلت دکھائے، اور تم سب ابو حازم

پر قربان ہو جاؤ جو تمام امور میں راست رو ہے۔"

بدر کا مقام

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ بدر، آزاد آدمی تھا، اور بدر بن خیر، متوکل کے غلاموں میں سے تھا بدر الموفق کے غلام ناشی کی خدمت میں تھا جو اس کا رکاب دار تھا پھر اس نے المعتضد کے ساتھ رابطہ پیدا کر لیا اور اس کے دل میں جگہ بنا لی، الموفق کے زمانے میں یہ اس کے سامنے بہت ہلکا آدمی تھا، المعتضد کا ایک غلام فاتک نام تھا اور وہ اس کے غلاموں میں سب سے فائق تھا پس وہ اس کے دل سے دُور ہو گیا اور اس کا مرتبہ کم ہو گیا اور اس کا سبب یہ ہوا کہ المعتضد اپنی کسی لونڈی سے ناراض ہوا اور اس کے بیچنے کا حکم دے دیا پس جس نے اُسے خریدا فاتک نے اُسے خفیہ طور پر بتا دیا جب المعتضد تک یہ بات پہنچی تو اس نے اسے اپنے دل سے دُور کر دیا اور بدر کی بات بن گئی اور اس کا مرتبہ بلند ہو گیا، یہاں تک وہ المعتضد سے اپنی ضروریات طلب کرتا اور شعراء بدر کی مدح کو المعتضد کی مدح کے ساتھ ملا کر بیان کرتے اور اسی طرح جو شخص منظوم کلام کے علاوہ اس سے مخاطبت کرتا وہ بھی ایسے ہی کرتا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ابوبکر محمد بن یحییٰ الصولی نے جو بغداد میں المعتضد کا شطرنج کھیلنے کا ساتھی تھا مجھے بتایا کہ میرا ایک وعدہ المعتضد کے ذمے تھا، اس میں کامیاب ہونے پر میں نے ایک قصیدہ تیار کیا جس کے پہلے حصے میں میں نے بدر کا ذکر کیا ہے ؎

"اے مزاج سے قطع تعلق کرنے والے، کیا محبت کی جزا یہ ہے کہ منہ موڑ کر چلا جائے امیر المومنین المعتضد کے لیے سخاوت کا ایک سمندر ہے جس سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا اور ابوالنجم کا جو نہر قصد کرتی ہے وہ اسے سمندر کی طرف واپس کر دیتا ہے عید الفطر گذر گئی ہے اور عید الاضحیٰ آ گئی ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ وہ وعدہ قریب آ جائے جو دُور چلا گیا تھا، اور وعدے کے متعلق میرا تقاضا اس لیے نہیں کہ مجھے اعتماد نہیں رہا، بلکہ وہ تو ہاتھ میں ہی ہے مگر دل اُسے جلدی لینا چاہتا ہے اور سخی آدمی خواہ دے یا وعدہ کرے ایک ہی بات ہے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ ہنس پڑا اور اس نے مجھ سے جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا کرنے کا حکم دیا۔

ہمیں محمد بن الندیم نے بغداد میں بتایا کہ میں نے المعتضد کو کہتے سنا کہ میں تھوڑی بخشش کو ناپسند کرتا ہوں اور اگر میرے لیے تمام دنیا کے اموال جمع ہو جائیں تو میں خیال کرتا ہوں کہ دنیا میری سخاوت کے لیے پوری نہیں ہوگی اور لوگوں کا خیال ہے کہ میں بخیل ہوں، وہ نہیں جانتے کہ میں نے اپنے اور ان کے درمیان ابوالنجم کو مقرر کیا ہے وہ جانتا ہے کہ وہ ایک دن میں کس قدر روپیہ خرچ کرتا ہے اگر میں بخیل ہوتا تو میں اُسے یہ اجازت نہ دیتا۔

ہمیں ابوالحسن علی بن محمد الفقیہ الوراق انطاکی نے انطاکیہ میں بتایا کہ مجھے ابراہیم بن محمد الکاتب نے یحییٰ بن علی المنجم الندیم سے بتایا کہ میں ایک روز المعتضد کے سامنے بیٹھا تھا اور وہ تیوری چڑھائے ہوئے تھا کہ بدر آگیا جب اس نے اُسے دُور سے دیکھا تو ہنس پڑا اور مجھے کہنے لگا اے یحییٰ یہ شعر کس شاعر نے کہا ہے کہ ؎

"اور اس کے چہرے میں ایک وجیہہ سفارشی موجود ہے وہ جب بھی سفارش کرے اس کی برائی کو دلوں سے دُور کر دیتا ہے۔"

میں نے کہا یہ حکم بن قنبرہ مازنی بصری کا شعر ہے تو اس نے کہا، اُس کا کیا کہنا اس نے مجھے یہ شعر سُنایا تو میں نے اُسے یہ اشعار سنائے ؎

"اور میری طرف سے اس شخص پہ ہلاکت ہو جس نے نیند کو اڑا دیا اور وہ سو نہ سکا اور میرا دل اس کے دردوں کی وجہ سے زیادہ دردمند ہو گیا۔ گویا اس کے پہلوؤں میں سُورج، حُسن کے باعث چمک رہا ہے یا اس کے بٹنوں سے چاند طلوع ہو رہا ہے وہ جس سے محبت کرتا ہے اس کی طرف منہ کیے ہوئے ہے اگرچہ اس کے گناہ بہت ہیں لیکن وہ جو کرتا ہے اس میں معذور ہے اور اس کے چہرے میں ایک وجیہہ سفارشی موجود ہے وہ جب بھی سفارش کرے اس کی بُرائی کو دلوں سے دُور کر دیتا ہے۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ اس کا یہ قول کہ "أو البدر من ازراره طلعا" احمد بن یحییٰ العراف الکوفی سے ماخوذ ہے وہ کہتا ہے ؎

"وہ ظاہر ہوا گویا اس کے بٹنوں سے چاند طلوع ہوا ہے اور اس کی انگلیاں شیفتگی سے پیشانی کے پسینے سے کستوری گراتی ہیں۔"

شام میں قرامطہ کا ظہور

۲۸۹ھ میں شام میں قرامطہ کا ظہور ہوا اور طغج اور مصری فوجوں

کے ساتھ جنگوں کی وجہ سے اس کی خبر مشہور ہوگئی اور ہم اپنی گذشتہ کتب میں اس کا ذکر کر چکے ہیں المکتفی نے رقہ کی طرف جا کر قرامطہ پر ۲۹۱ھ میں جو گرفت کی ہے اور اسی طرح مورخین نے ابن مہرویہ اور ۲۹۴ھ میں الحاج کے ساتھ اس کی جنگ کا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ وہ قتل ہو کر بغداد میں لایا گیا، اس کا بھی ذکر کیا ہے۔

عہد شکنی و التمام کا فدیہ

مسعودی بیان کرتا ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت اور رومیوں کے فدیہ دینے کے بعد ذوالقعدہ ۲۹۲ھ میں لامس مقام پر عہد شکنی کا فدیہ ہوا، اس کے بعد پھر رومیوں نے عہد شکنی کی اور لامس مقام پر رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان شوال ۲۹۵ھ میں التمام کا مکمل فدیہ ہوا اور سب فدیہ دینے والوں کا امیر رستم تھا جو شامی سرحدوں پر تھا۔ ۲۸۳ھ میں ابن طغان کے فدیہ میں جن مسلمانوں کا فدیہ دیا گیا جیسا کہ ہم قبل ازیں اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں، ان کی تعداد دو ہزار چار سو پچانوے نفوس تھی جن میں مرد اور عورتیں بھی شامل ہیں اور التمام کے فدیہ میں، جن لوگوں کا فدیہ دیا گیا ان کی تعداد دو ہزار آٹھ سو بیالیس تھی۔

حکومت کا خزانہ

المکتفی فوت ہوا تو اس نے بیت المال میں آٹھ لاکھ دینار کا سونا اور پچیس لاکھ درہم کی چاندی چھوڑی۔ نیز نو ہزار چوپائے، خچر اور گھوڑے چھوڑے، باوجودیکہ وہ بڑا بخیل آدمی تھا۔

ابوالحسن احمد بن یحییٰ المنجم نے جو ابن الندیم کے نام سے مشہور ہے، ہمیں بتایا جو بڑا صاحب نظر و بحث اور اہل توحید و عدل میں سے اور سر کردہ آدمی تھا کہ اس کے بھائی علی بن یحییٰ کے متعلق ابو ہفان کہتا ہے ؎

"زمانے کے موسم بہار کے لیے سال میں ایک وقت مقرر ہے اور ابن یحییٰ ہر وقت موسم بہار ہے وہ ایک ایسا آدمی ہے جس کے پاس اچھے کام لائے جاتے ہیں اور وہ انہیں عمر بھر خریدتا ہے اور ہم بیچتے ہیں۔"

اس کا مقررہ روزینہ

راوی بیان کرتا ہے کہ المکتفی باللہ کا مقررہ روزینہ دس قسم کا تھا ہر جمعہ کو یک سالہ بکری کا بچہ اور تین پیالے حلوہ ہوتا تھا حلوہ اس کے پاس بار بار لایا جاتا تھا اس نے اپنے دستر خوان پر اپنے ایک خادم کو مقرر کیا ہوا تھا اور اُسے حکم دیا تھا کہ جو روٹی بچ جائے وہ اُسے شمار کیا کرے پس جو روٹیاں ٹوٹ

جائیں وہ انہیں ثرید کے لیے الگ کر لیتا اور جو صحیح ہوتیں وہ دوسرے روز اس کے دستر خوان پر لائی جائیں اسی طرح خوشگوار چیزوں اور حلوے کو اس کے دستر خوان پر لایا جاتا تھا۔

جاگیرداروں کی جاگیریں لوٹ لیں

اس نے حکم دیا کہ الشماسیہ کی جانب قطربل کے بالمقابل اس کے لیے ایک محل تعمیر کیا جائے اس طرح اس نے ان اطراف سے بہت سی جاگیریں اور کھیت بلاقیمت ان کے مالکوں سے حاصل کر لیے تو بہت سے لوگ اس کے خلاف دعائیں کرنے لگے ابھی وہ اس عمارت کو مکمل نہ کر پایا تھا کہ مر گیا اور اس کا یہ فعل اپنے باپ المعتضد کے فعل کے مشابہ تھا جو اس نے زمین دوز قید خانے تعمیر کرنے کے سلسلے میں کیا تھا۔

اس کا سنگ دل وزیر

اس کا وزیر قاسم بن عبیداللہ نہایت پُر ہیبت، جرأت مند اور خونریز آدمی تھا اس کے خوف اور رعب کی وجہ سے کوئی چھوٹا اور بڑا آدمی اس کے ساتھ رہنے میں اپنے لیے کوئی بہتری نہیں سمجھتا تھا۔

وزیر کی وفات

اس کی وفات ۱۰ ربیع الاوّل ۲۹۱ھ کو بدھ کی شام کو تیس سال سے کچھ اوپر عمر میں ہوئی، اس کے متعلق ایک ادیب کہتا ہے اور میرے خیال میں وہ عبداللہ بن حسن بن سعد ہے ؎

"جس شام کو وزیر فوت ہوا ہم نے اس شام کو شراب پی اور اے لوگو! ہم اس کے تیسرے روز بھی پئیں گے اللہ تعالیٰ ان ہڈیوں کو برکت نہ دے اور نہ ہی اس کے وارث کو برکت دے۔"

عبدالواحد بن الموفق کا قتل

جن لوگوں کو قاسم بن عبیداللہ نے قتل کیا تھا ان میں عبدالواحد بن الموفق بھی شامل تھا، وہ مونس الفحل کے پاس قید تھا اس نے المکتفی کے زمانے میں آدمی بھیج کر اس کا سر منگوایا المعتضد اس کی بڑی عزت کرتا تھا اور اس کی جانب شدید میلان رکھتا تھا عبدالواحد کو خلافت یا ریاست کا خیال نہ تھا بلکہ وہ نوعمروں کے ساتھ کھیلنے میں دلچسپی رکھتا تھا، المکتفی کو اس کے متعلق اطلاع دی گئی کہ اس نے اپنے کئی خاص غلاموں سے مراسلت کی ہے، پس المکتفی نے ایک آدمی کو مقرر کر دیا کہ وہ اس کے حالات پر نظر رکھے اور یہ کہ وہ شراب پی کر کیا کچھ کہتا ہے، تو اس آدمی نے سنا کہ وہ خوشی میں آکر العتابی کے یہ شعر پڑھتا ہے ؎

"دولت کو چھوڑ دینے پر باہلیہ مجھے ملامت کرتی ہے حالانکہ زمانے نے قدیم اور جدید مال کو تباہ کر دیا ہے وہ اپنے ارد گرد عورتوں کو جلدی جلدی چلتے اور ان کے گھوڑوں کے گلوں میں گانیاں پڑی ہوئی دیکھتی ہے کیا تجھے یہ بات خوش کرتی ہے کہ میں جعفر اور یحییٰ بن خالد جیسی حکومت حاصل کروں اور امیر المومنین نے مجھے تنگ کر دیا ہے اور میں انہیں کاٹنے والی تلواروں سے تنگ کرنے والا ہوں، مجھے چھوڑ دے تاکہ میری موت مطمئن ہو کر میرے پاس آئے اور میں ان گھاٹوں کے خوف کو برداشت نہ کروں اور ناپسندیدہ امور کالے سانپوں کے بیٹوں میں امانت ہوتے ہیں اور جو بلند درجات کی طرف چڑھتا ہے وہ ہلاک اور سازشوں کا شکار ہو جاتا ہے۔"

اس کے ایک ندیم نے جب کہ وہ شراب کے نشہ میں تھا، اُسے کہا، اے میرے آقا یزید بن مہلب نے جو تصور پیش کیا ہے آپ اس کے کہاں تک مصداق ہیں؟

"میں زندگی کی چاہت میں پیچھے ہٹا تو میں نے اپنے لیے آگے بڑھنے جیسی کوئی زندگی نہ پائی۔"

تو عبدالواحد نے اُسے کہا بس کر، تو بھی نشانے سے رُک گیا ہے اور ابن مہلب نے بھی غلطی کی ہے اور اس شعر کے کہنے والے نے بھی غلطی کی ہے، ابو فرعون تمیمی نے درست کہا ہے، ندیم نے کہا اس نے کیا کہا ہے تو اس نے کہا

"مجھے جنگ میں کسی چیز کا دھیان نہیں ہوتا ہاں مجھے یہ خوف ہوتا ہے کہ میرا ٹھیکرا ٹوٹ جائے گا اور اگر میں بازار سے اس جیسا ٹھیکرا خریدنے والا ہوتا تو جنگ میں آگے بڑھنے کی پروا نہ کرتا۔"

جب یہ بات المکتفی تک پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگا کہ میں نے قاسم سے کہا تھا کہ میرا چچا عبدالواحد ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن کی ہمت خلافت تک رسائی رکھتی ہو اس کی ہمت اپنی فرج اور پیٹ، کسی امرد سے معانقے، کتے، مینڈھے اور مرغ لڑانے تک ہی ہے، میرے چچا کو آزاد کر دو، لیکن قاسم کا عبدالواحد سے ویسا ہی سلوک رہا، یہاں تک کہ اُسے قتل کر دیا گیا۔

جب قاسم مر گیا اور المکتفی کو یہ معلوم ہوا کہ اس نے عبدالواحد کو قتل کیا ہے

تو اس نے قاسم کی قبر اُکھاڑنے اور اُسے کوڑے مارنے اور اُسے آگ سے جلانے کا ارادہ کیا۔
بعض لوگ اس کے علاوہ کچھ اور باتیں بھی بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ابن الرومی کا قتل

جن لوگوں کو قاسم بن عبید اللہ نے خشکنانجہ میں زہر دے کر ہلاک کیا ان میں علی بن عباس بن جریج الرومی بھی شامل ہے اس کی پیدائش اور وفات بغداد میں ہوئی، یہ قصیدہ وطویل نظموں میں اچھے اچھے شعراء کے مفہوم میں بہت اچھا تصرف کر لیا کرتا تھا، اس کا شعری سرمایہ بہت کم ہے، اس کے بہترین اشعار میں سے یہ دو شعر بھی ہیں ؂

"میں نے زمانے کو دیکھا ہے کہ وہ زخمی کرتا ہے پھر ہمدردی کرتا ہے اور اس کا معاوضہ دیتا ہے یا تسلی دیتا ہے یا بھلا دیتا ہے، میرا نفس کسی چیز کے گم جانے پر بے صبری کے اظہار سے انکار کرتا ہے میری جان کو، اپنی جان کے کھو جانے کا غم ہی کافی ہے۔"

اس نے یونانی فلاسفروں اور ماہر متقدمین کے مفہوم کو بیان کرتے ہوئے، صاعد بن مخلد کے قصیدے میں یہ ایک عجیب بات کہی ہے کہ ؂

"تو اُسے دنیا کے زوال کی بات کیوں بتاتا ہے اور بچہ پیدا ہوتے وقت روتا ہی ہے اور اس کا رونا دنیا کی وجہ سے نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس جگہ سے زیادہ وسیع اور فراخ ہوتی ہے جس میں وہ ہوتا ہے۔"

اور اس نے ماہر متقدمین مناطقہ کی ترتیب کے موافق نہایت لطیف اور دقیق مفہوم کو بیان کیا ہے ؂

"جب تو کسی مبہم چیز کا دفاع کرے گا تو یہ بات محقق مدمقابل کے مددگار دل کو کم کر دے گی اور سننے والوں کی عقلیں اس سے تنگ پڑ جائیں گی اور مدقق آدمی کے مقابلہ میں واضح بات کرنے والے کے حق میں فیصلہ دے دیا جائے گا۔"

اس نے قناعت کا وصف بیان کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے کہ ؂

"اور جب تو کسی دن خواہش کو جھٹلانا چاہے تو جو چاہے کھا وہ تجھے کڑوی اور میٹھی چیز سے روک دے گی، اور جس سے چاہے وطی کر،

وہ خلوت میں تجھے حسین عورت سے بچا لے گی اور ان چیزوں کے حصول نے تجھے کتنی ہی چیزیں بھلا دی ہیں جو تو حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

میرا باپ تیرے یوسفی چہرے پہ قربان ہو، اے وہ شخص جو عشق کے معاملہ میں مجھے کافی ہو گیا ہے بلکہ کفایت سے بھی بڑھ گیا ہے، اس کے چہرے میں گلاب اور نرگس پایا جاتا ہے اور گرمی سردی کا یہ اجتماع بڑا عجیب ہے۔"

رازقی انگور کے متعلق کہتا ہے ؎

"اور رازقی انگور باریک کمر ہے گویا وہ شیشے کا خزانہ ہے اور چھونے میں ریشم سے بھی زیادہ نرم ہے اور اس کی خوشبو، جوری گلاب کے عرق کی طرح ہے، اگر وہ زمانے میں باقی رہتا تو لوگ اُسے خوب صورت عورتوں کے لیے آویزۂ گوش بناتے۔"

قاسم بن عبیداللہ وزیر اور ابوالحسن علی بن سلیمان اخفش نحوی اور ابواسحاق زجاج نحوی کے ساتھ ابن الرومی کے بہت اچھے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔

ابن الرومی پر خلط سوداء کا غلبہ تھا۔ وہ بڑا حریص تھا، اور ابوسہل اسماعیل بن علی نوبختی وغیرہ جو آلِ نوبخت میں سے تھا، کے ساتھ اس کے اس قسم کے واقعات موجود ہیں۔

عظیم لوگوں کی ایک جماعت کی وفات

۲۰ رجمادی الآخرۃ ۲۹۰ھ کو ہفتہ کے روز عبداللہ بن احمد بن حنبل کی وفات ہوئی، اور ۲۲ رجمادی الاولی ۲۹۱ھ کو ہفتہ کی شب ابوالعباس احمد بن یحییٰ کی وفات ہوئی یہ ثعلب کے نام سے مشہور تھے انہیں باب الشام کے قبرستان میں ایک حجرہ میں دفن کیا گیا جو انہی کے لیے خریدا گیا تھا انہوں نے اپنے پیچھے اکیس ہزار درہم اور دو ہزار دینار چھوڑے اور شارع باب الشام میں تین ہزار دینار کا غلبہ بھی چھوڑا۔

ثعلب کے حالات

احمد بن یحییٰ اپنی نوعمری کے زمانے سے لے کر بڑھاپے تک علماء کے ہاں بیٹھ بیٹھ رہا اور اپنے فن کا امام بن گیا، اس نے اپنے پیچھے اپنی پوتی کے سوا، کوئی وارث نہیں چھوڑا، پس اس کا مال اُسے دیا گیا۔ وہ اور محمد المبرد دونوں خاتم الادباء تھے، ایک شاعر نے انہیں محدثین میں شمار کیا ہے ؎

"اے علم کے جویا، انجان نہ بن، اور مبرد یا ثعلب کے دامن میں پناہ لے
تو ان دونوں کے پاس دُنیا کا علم پائے گا اور خارشی اونٹ کی طرح نہ بن، اور مشرق
ومغرب میں مخلوقات کے علوم ان دونوں میں آکر اکٹھے ہو گئے ہیں"۔

محمد بن یزید المبرد، احمد بن یحییٰ کے ساتھ مناظرہ کرنے کا بہت خواہاں تھا مگر احمد بن یحییٰ ایسا کرنے سے رُکتا تھا۔

ہمیں ابوالقاسم جعفر بن حمدان موصلی فقیہ نے بتایا ——— اور وہ ان دونوں کا دوست تھا کہ میں نے ابو عبداللہ دینوری سے جو ثعلب کا داماد تھا، کہا کہ احمد بن یحییٰ، مبرد کے ساتھ مناظرہ کرنے سے کیوں انکار کرتا ہے تو اس نے مجھے کہا کہ ابوالعباس محمد بن یزید، اچھا بیان کرنے والا، شیریں زبان، فصیح اللسان اور واضح البیان ہے اور احمد بن یحییٰ معلمین کے طریق پہ بات کرتا ہے پس جب یہ کسی محفل میں اکٹھے ہوں گے تو حقیقت کو جانے بغیر فیصلہ بظاہر اس کے حق میں ہو جائے گا۔

ابوبکر القاسم بن بشار انباری نحوی نے ہمیں بتایا کہ ابو عبداللہ دینوری، ابوالعباس المبرد کے پاس آکر اُسے سیبویہ عمرو بن عثمان بن قنبر کی کتاب سُنایا کرتا تھا اور ثعلب اُسے اس معاملہ میں ملامت کیا کرتا تھا مگر وہ باز نہیں آتا تھا۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ احمد بن یحییٰ ثعلب کی وفات ۲۹۲ھ میں ہوئی تھی۔

علماء کی ایک جماعت کی وفات

۲۹۱ھ میں قاضی محمد بن محمد الجذوعی کی وفات ہوئی اس کے واقعات بڑے عجیب ہیں ہم نے کتاب الاوسط میں اس کے حالات، عجیب واقعات اور اس کے مقام کو بیان کیا ہے، رجمادی الآخرہ ۲۹۲ھ کو جمعرات کے روز ابو حازم عبدالعزیز بن عبدالحمید قاضی کی بغداد میں وفات ہوئی ان کی عمر نوے سال سے اُوپر تھی۔

واقعات

اسی سال ابن الخلیجی مصر پہ غالب آگیا اور اسی سال بڑی آگ لگی اور اس نے باب الطاق میں تین سو سے زائد دکانوں کو جلا دیا۔

۲۹۳ھ میں ابن الخلیجی مصر پہ قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا اور بغداد آیا اس کی بڑی شہرت ہوئی اور چوبیس آدمی اس کے اصحاب میں سے اس کے آگے آگے تھے جن میں صندل المزاحمی حبشی خادم بھی تھا یہ واقعہ ۱۵ رمضان ۲۹۳ھ کا ہے۔

واقعات

۱۹ شعبان ۲۹۴ھ کو جمعرات کے روز، موسیٰ بن ہارون بن عبداللہ بن مروان بزاز محدث کی بغداد میں وفات ہوئی، جو الحمال کے نام سے مشہور تھا اور ابو عمران کنیت کرتا تھا، اس کی عمر اسّی سال سے اوپر تھی انہیں باب حرب کے قبرستان میں، احمد بن حنبلؒ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

اور ہم قبل ازیں اس کتاب میں ان شیوخ کی وفات کے متعلق اپنا عذر بیان کر آئے ہیں کیونکہ لوگوں کی اغراض مختلف ہیں اور ان کے فوائد بھی الگ الگ ہیں اور بسا اوقات اس کتاب میں ایسے آدمی کی وفات کا ذکر کر دیتے ہیں جس کے ذکر کرنے کی کوئی غرض نہیں ہوتی غرض صرف ان شیوخ کی وفات کی اطلاع ہوتی ہے۔ محرم ۲۹۲ھ میں ابو مسلم ابراہیم بن عبداللہ الکجی البصری محدث کی وفات ہوئی، ان کی عمر بانوے سال تھی آپ ۲۰۰ھ میں رمضان کے مہینے میں پیدا ہوئے تھے۔

ابو العباس احمد بن یحیٰی ثعلب، ابو مسلم کی عمر (بانوے سال) میں وفات پا گئے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے ان کی تاریخ وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے، ابو العباس احمد بن یحیٰی کو گراں گوشی (بہرے پن) کا مرض ہو گیا تھا اور ان کی موت سے پہلے اس میں بہت اضافہ ہو گیا تھا یہاں تک کہ آدمی رقعہ لکھ کر ان سے بات دریافت کرتا تھا۔

قطائف[1] کی تعریف

محمد بن یحیٰی الصولی الشطرنجی نے ہمیں بتایا کہ ہم ایک روز المکتفی کے سامنے کھانا کھا رہے تھے کہ ہمارے سامنے قطائف رکھا گیا جو نہایت ہی خوب صورت اور لطیف تھا اور روٹی بھی بڑی نرم اور شان دار تھی، پس المکتفی نے کہا کہ کیا شعراء نے اس کی بھی تعریف کی ہے؟ تو یحیٰی بن علی نے کہا ہاں، احمد بن یحیٰی اس کے متعلق کہتا ہے ؎

"آٹے کو بادام اور عمدہ شہد سے مینہ کی طرح بھرا گیا ہے اور وہ اخروٹ کے تیل میں دریا کی موج کی طرح تیرتا ہے، جب وہ میرے پیٹ میں پڑا تو میں ایسے خوش ہو گیا جیسے عباس کامیابی کے قریب آنے سے خوش ہوتا ہے"

---

[1] قطائف ایک کھانے کا نام ہے جو آٹے میں پانی ملا کر بنایا جاتا ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے اُسے ابن الرومی کا یہ قول سُنایا کہ
قطائف کے بعد لطائف آئے
تو اس نے کہا کہ یہ شعر ابتداء میں ہونا چاہیے پھر اس نے مجھے شروع سے شعر سُنائے
تو میں نے اُسے ابن الرومی کے یہ شعر سُنائے ؎

"قیمت اور رنگ کے لحاظ سے زرد دیناری حلوہ تجھے ایک لڑکے نے دیا ہے
وہ اتنا بڑا ہے کہ قریب ہے کہ وہ بطخ بن جائے اور سٹھر جائے اور اس کی
کھال پھٹ جائے، اور کم دُودھ دینے والی اونٹنی اپنی بارش کی سخاوت کرنے
لگی اور بادام کی رگڑی اس میں کھانڈ کی طرح ہے اور وہاں کا بادل کیا خوب ہے
کہ اس کی بارش خوب برستی ہے اور وہاں کی زمین کیا اچھی ہے جس پہ بارش
ہوتی رہتی ہے اور اس کے دسترخوان کی خوب صورتی اور تیل کا کیا کہنا جس کا
اگلا حصہ پگھلنے کی وجہ سے جوش مارتا ہے، ہم اس کی جلد کو، اس کے گوشت
سے چھیلتے رہے یوں معلوم ہوتا تھا کہ سونا، چاندی سے الگ کیا جا رہا
ہے اور اس سے پہلے ثرید لائے گئے جو باغ کی طرح تھے، اور ایسے ہی
ثرید واپس لے جائے گئے اور سب کو نرم روٹیوں کو سفیدی سے خوبصورت
بنایا گیا تھا اور قطائف کے بعد لطائف آئے جن سے تالو اور حلق
خوش ہوئے اور چہرے مسکرا پڑے اور ان پہ تیل کے ساتھ آنکھوں
کے آنسو گرتے تھے۔"

المکتفی نے ان اشعار کی تحسین کی اور مجھے اشارہ کیا کہ میں انہیں اس کے لیے لکھ
لوں پس میں نے انہیں اس کے لیے لکھ لیا۔

بادامی حلوے کی تعریف

محمد بن یحییٰ الصولی بیان کرتا ہے کہ اس واقعہ کے تقریباً ایک ماہ بعد ہم نے مکتفی کے ساتھ کھانا کھایا
تو بادام کا حلوہ لایا گیا، اس نے کہا ابن الرومی نے بادام کے حلوے کی بھی تعریف کی ہے
میں نے جواب دیا، ہاں، اس نے کہا مجھے سناؤ، تو میں نے اُسے یہ اشعار سُنائے ؎

"مجھے تیری طرف سے بادامی حلوے کا پیغام نہیں ملا، جب وہ سامنے آتا ہے
تو میں بہت تعجب کرتا ہوں یا وہ مجھے تعجب میں ڈال دیتا ہے، خواہشات

نے اپنے دروازے بند نہیں کیے مگر اس کے دونوں کناروں نے چھپنے سے انکار کر دیا اور اگر وہ کسی چٹان میں داخل ہونا چاہے تو خوشبو اس کے لیے راستہ آسان کر دیتی ہے اور وہ اپنے پیالے میں ایک پھونک سے گھومنے لگتا ہے اس کے اندر کا منظر اس کے ظاہر سے دیکھ جو بہت اچھا اور شیریں ہے جو اپنی تھوڑی مقدار میں محسن کے احسان کی طرح ہے اور بڑا اشتہا آور اور خوش کن ہے اور اندر سے خوب بھرپور ہے اور اس کی جلد بادِ صبا سے بھی زیادہ پتلی ہے گویا اس کی چادر اس کپڑے سے کاٹی گئی ہے جس کا خیمہ لگا ہے وہ اپنے اجزاء کی نرمی کی وجہ سے ٹڈی کے پروں میں شریک ہو گیا ہے اور اگر اس کی رُوئی سے دانتوں کی تصویر بنائی تو وہ بہت خوب صورت ہو، ہر سفید چیز کے لیے نوجوان اپنی ہتھیلی کو سواری بنانا چاہتا ہے اس میں نیلا تیل پڑا ہوا ہے اور سیاہی مائل چھپا ہوا ہے اور وہ نیلے، سیاہ رنگ کے مشابہ ہے اور وہ اُسے بادام کی چاشنی دی گئی ہے وہ کڑوا نہیں ہے اور اُسے چکھنے والا کسی دوسرے مزے کو چکھنے سے انکار کرتا ہے اور کھانڈ چکھنے والے نے اس کی کھانڈ چکھی ہے اور سب سے بہترین کھانڈ اس میں ڈالی ہے پس جب اُسے آنکھ دیکھتی ہے تو دھندلا جاتی ہے اور جب ڈاڑھ اس کے اُوپر آتی ہے تو اُچٹ جاتی ہے۔"

المکتفی نے ان اشعار کو یاد کر لیا اور وہ انہیں گاتا رہتا تھا۔

المکتفی کے اشعار المکتفی کے اپنے اشعار جنہیں وہ پسند کرتا تھا:۔

"میں ایک لونڈی سے محبّت کرتا ہوں جب وہ ظاہر ہوتی ہے تو وہ سورج بلکہ سُورج سے بھی زیادہ خوب صورت ہے وہ حُسن کے انتہائی مقام پر ہے اس کا دیکھنا میری خوش نصیبی ہے اور اس کا میری آنکھوں سے اوجھل ہونا میری بدبختی ہے۔"

اسی طرح ایک جگہ کہتا ہے ؎

"نفس جو چاہتا تھا اس نے اُسے حاصل کر لیا ہے اس لیے اُسے شفا حاصل ہو گئی ہے زندگی وہی ہے جو تو گزار رہا ہے یا گزار چکا ہے اور جو کوئی عاشق کو

ملامت کرتا ہے جب وہ پُرسکون ہو جاتا ہے تو وہ خاموش ہو جاتا ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"کون شخص ہے جو اس تکلیف کو سمجھے جس سے میں دوچار ہوں اور وہ عشق و
محبت کو پہچانے، وہ ہمیشہ میرا غلام رہا اور میرے محبت کرنے نے مجھے
اس کا غلام بنا دیا، مجھے غلامی سے آزاد کر لیکن میں اس کی محبت سے آزاد
ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔"

شراب و شباب

ابوعبداللہ ابراہیم بن محمد بن عرفہ نحوی نے جو نفطویہ کے نام سے مشہور ہے، ہمیں بتایا کہ ہمیں ابو محمد عبداللہ بن حمدون نے بتایا کہ ہم ایک روز المکتفی کے سامنے شراب کی قسموں پر گفتگو کر رہے تھے تو اس نے کہا کہ تم میں سے کسی کو شراب و شباب کے متعلق کوئی شعر یاد ہے تو میں نے اسے ابن الرومی کے یہ شعر سنائے ؎

"جب تو اس کے دانے اور شیرے کی اچھی طرح تحقیق کرے پھر تو اُسے
خوب بھگوئے اور بنائے اور پھر اُسے دیر تک برتن میں بند رکھے تو
تُو اس سے بابلی شراب پیئے گا۔"

المکتفی نے کہا اللہ اس کا بُرا کرے یہ کس قدر حرص بڑھانے والا ہے اس نے آج مجھے شراب و شباب کا شوق دلا دیا ہے۔

ہریسہ کا واقعہ

راوی کہتا ہے کہ کھانا لایا گیا تو ہمارے سامنے ہریسہ کا ایک بہت بڑا برتن رکھا گیا جس کے درمیان میں ایک موٹی طشتری کی طرح مُرغ کی چربی تھی پس میں ہنس پڑا اور میرے دل میں ہارون الرشید کا وہ واقعہ گذرا جو ابان قاری کے ساتھ اُسے پیش آیا تھا، پس المکتفی نے مجھے دیکھ کر کہا اے ابوعبداللہ یہ ہنسی کیسی ہے میں نے کہا امیرالمومنین ہریسہ اور مُرغ کی چربی کے متعلق آپ کے دادا ہارون الرشید کا ایک واقعہ یاد آگیا ہے اس نے کہا وہ کیا ہے میں نے کہا امیرالمومنین العتبی اور المدائنی نے بیان کیا ہے کہ ابان قاری نے ہارون الرشید کے ساتھ کھانا کھایا تو وہ عجیب سا ہریسہ لائے جس کے وسط میں مرغ کی چربی کی اس جیسی ایک طشتری بنی ہوئی تھی، ابان کہتا ہے کہ میں اس چربی کا بڑا مشتاق ہوا اور میں نے ہارون الرشید کی تعظیم کے

پیش نظر اس بات کو بُرا خیال کیا کہ میں ہاتھ بڑھا کر اس میں ڈبو دوں، وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اس میں اپنی اُنگلی سے تھوڑا سا شگاف کیا تو جیبی میری طرف آگئی، ہارون الرشید نے کہا اے ابان أخرقتها لتغرق اهلها تونے اس میں یہ شگاف اس لیے کیا ہے کہ اس کے اہل کو غرق کر دے تو ابان نے کہا یا امیر المومنین نہیں ولکن سقنا ه لبلد میت بلکہ ہم اُسے ہانک کر بے آباد شہر کی طرف لے چلے ہیں تو ہارون الرشید اس قدر ہنسا کہ اس نے اپنا سینہ پکڑ لیا۔

ابو مضر بن اغلب کی طرف سے تحفہ

۲۹۵ھ میں زیادۃ اللہ بن عبداللہ کی طرف سے جو ابو مضر کنیت کرتا تھا، بغداد میں تحفہ آیا، یہ تحفہ دو سو سیاہ اور سفید خادموں اور ایک سو پچاس لونڈیوں اور ایک سو عربی گھوڑوں اور دیگر نفیس چیزوں پر مشتمل تھا۔

آلِ اغلب افریقہ میں

۱۸۴ھ میں ہارون الرشید رقہ گیا۔ تو اس نے ارضِ مغرب میں افریقہ کی حکومت ابراہیم بن اغلب کو دی پس آلِ اغلب ہمیشہ ہی افریقہ کے اُمراء رہے یہاں تک کہ زیادۃ اللہ بن عبداللہ نے انہیں ۲۹۶ھ میں وہاں سے نکال دیا اور بعض کہتے ہیں کہ ۲۹۵ھ میں نکال دیا، اُسے مغرب سے ابو عبداللہ محتسب داعی نے نکالا جو کتامہ اور بربر وغیرہ میں ظاہر ہوا پس اس نے مغرب کے حکمران عبیداللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دی، ہم اس کتاب میں پہلے بیان کر چکے ہیں کہ منصور نے اغلب بن سعدی کو مغرب کی حکومت دی تھی۔

المکتفی کی بیماری

راوی بیان کرتا ہے کہ المکتفی کی جگر کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو اس نے قاضی محمد بن یوسف اور عبداللہ بن علی ابی الشوارب کو بُلایا اور ان دونوں کو اپنے بھائی جعفر کی ولیعہدی کی وصیت پر گواہ بنایا، ہم اس کی وفات کا ذکر اس کتاب میں پہلے بیان کر چکے ہیں اس لیے اس جگہ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ المکتفی کے واقعات بہت اچھے ہیں، اس کے زمانے میں مصر میں ابن الخلنجی اور شام میں قرمطی اور الحاج پر ذکرویہ کے خروج وغیرہ کے جو واقعات اس کی خلافت میں ہوئے ہیں ہم نے ان سب کا ذکر اپنی دو کتابوں اخبار الزمان اور الاوسط میں کیا ہے، جن کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

باب نہم

المقتدر باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات جس روز المکتفی باللہ کی وفات ہوئی اسی روز یعنی ۱۳ ذوالقعدہ ۲۹۵ھ کو اتوار کے روز المقتدر باللہ جعفر بن احمد کی بیعت ہوئی، اس کی کنیت ابوالفضل تھی اس کی ماں اُم ولد تھی جسے شغب کہتے تھے، اسی طرح المکتفی کی ماں بھی اُم ولد تھی جسے ظلوم کہا جاتا تھا، بعض لوگوں نے اس کے علاوہ کوئی اور نام بھی بتایا ہے جس روز المقتدر کی بیعت ہوئی اس کی عمر تیرہ سال تھی، اسے ۲۷ شوال ۳۲۰ھ کو بدھ کے روز نماز عصر کے بعد بغداد میں قتل کر دیا گیا، اس کی خلافت چوبیس سال گیارہ ماہ اور سولہ دن رہی اور اس کی عمر اڑتیس سال پندرہ دن ہوئی، ہم نے اس کی عمر کے اندازے کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اس کے علاوہ بھی اس بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دور کی ایک جھلک

اس کے وزیر کا قتل جب المقتدر کی بیعت ہوئی تو اس کی وزارت عباس بن حسن کے پاس تھی یہاں تک کہ حسین بن حمدان اور وصیف بن سوارتکین اور ان کے دوسرے دوستوں نے عباس بن حسن پر حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا اور اس کے ساتھ ہی فاتک کو بھی قتل کر دیا، یہ ۱۹ ربیع الاول ۲۹۶ھ اتوار کے روز کا واقعہ لوگوں میں مشہور ہو گیا جس کا ہم نے اپنی کتاب الاوسط اور المقتدر باللہ کے دیگر حالات

میں کیا ہے۔

المقتدر کی سیرت پر تصنیفات لوگوں کی ایک جماعت نے المقتدر باللہ کے حالات دیگر خلفاء کے ساتھ اکٹھے بھی لکھے ہیں اور الگ بھی، اور حکومت کے حالات کے متعلق یہ کام بغداد کے حالات کے ساتھ کیا گیا ہے، ابو عبداللہ بن عبدوس جہشیاری نے، المقتدر کے حالات کے متعلق ہزاروں اوراق لکھے ہیں مجھے ان میں سے تھوڑے سے اجزا ملے ہیں۔

اور مجھے کئی اہل درایت نے بتایا ہے کہ ابن عبدوس نے المقتدر کے حالات پر ایک ہزار اوراق لکھے تھے مگر ہم ان میں سے ہر ایک کے حالات کی ایک جھلک پیش کریں گے اور ان کے سب حالات سے جامع چیزوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کے پڑھنے یاد کرنے اور ان کے لکھنے کی حوصلہ افزائی ہو۔

عبداللہ بن المعتز عبداللہ بن المعتز ادیب، بلیغ، بلا تکلف شعر کہنے والا، پُرگو، شعر گوئی پر قدرت رکھنے والا، آسان الفاظ استعمال کرنے والا نفیس طبیعت اور مفہوم کو اچھے اچھے پیرائے میں بیان کرتا تھا، وہ کہتا ہے ؎

"ملامت گر عورتیں کہتی ہیں کہ محبوبہ کے بارے میں صبر سے کام لے اور اپنے
دل کے شعلے کو، بھول جانے سے بجھا دے بھلا مجھ سے یہ کیسے ہو سکتا ہے
جب کہ اچانک اس کا بوسہ لے لینا دشمن کی ہنسی سے بھی زیادہ لذیذ ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"اس کی پلکیں کمزور ہیں اور دل پتھر ہے گویا اس کی نگاہیں اس کے فعل
سے معذرت کرتی ہیں۔"

پھر کہتا ہے ؎

"جہالت جاتی رہی اور ناراضگی ختم ہو گئی اور بڑھاپا ظاہر ہو گیا اور
خضاب ذلیل ہو گیا اور میں اپنے بڑھاپے میں، اپنے آپ سے بغض
رکھتا ہوں پس وہ اُبھرے ہوئے پستانوں والی خوب صورت عورت
مجھ سے کیسے محبت کر سکتی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"زمانے کی دو حالتیں بڑی عجیب ہیں اور اس کی مصیبت بھی عجیب ہے کہ میں اس سے اس کی طرف جاتا ہوں کتنے ہی دن ہیں جن میں میں رویا اور جب دوسری حالت میں ہوا تو ان دنوں پر رویا۔"

ابوالحسن علی بن محمد بن الفرات وزیر کے متعلق کہتا ہے ؎

"اے ابوالحسن تو نے زمین میں میرے پاؤں جما دیے ہیں اور سخت مشکلات میں میری مدد کی ہے اور تو نے مجھے ایک مضبوط زرہ پہنائی ہے میں نے زمانے کی گردشوں کو پکار کر کہا ہے کہ کیا تم میں سے کوئی میرے مقابلے پر آ سکتی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"انسان پر سب سے بُرا وقت ہوتا ہے جب اُسے اپنے آپ کو ایسے شخص پر فدا کرنا پڑے جس پر احسان کا کوئی اثر نہ ہو وہ شخص احسان کو کیسے پا سکتا ہے جس کے پاس طلب احسان کے لیے جھگڑا کرنے والا دل ہی نہ ہو۔"

پھر کہتا ہے ؎

"اگر میں چاہوں تو ساقی دوبارہ مجھے جام دے دیں اور صبح نے رات میں منہ کھول دیا ہے پس میں نے خیال کیا کہ تاریکی اور صبح نے اپنے دھاگے کو ایسی چادر پر پھیلا دیا ہے جو ستاروں سے منقش ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"جب ستارہ غائب ہو جاتا ہے تو میں روتا ہوں کہ میں نے ایک دوست کو کھو دیا ہے، یا مجھے دوست کی تکلیف پہنچی ہے پس اگر رات کی آنکھ سے ستارے نکلتے ہیں تو میں بھی اس کے لیے اپنی آنکھوں سے ستارے نکالتا ہوں۔"

عبید اللہ بن سلیمان کے متعلق کیا خوب کہتا ہے ؎

"اور آل سلیمان بن وہب کے مجھ پر احسانات ہیں، انہوں نے زمانے کو سکھا دیا ہے کہ وہ مجھ سے کیسے نیکی کرے اور انہوں نے میرے والد کے کپڑوں سے خون کو دھو دیا ہے۔"

اور المعتصم کی وفات پہ کہتا ہے ؎

"جو اس کا حق پورا کر چکے سو کر چکے پھر انہوں نے ایک ایسے امام کو آگے کیا جو اُن کے سامنے مخلوق کی امامت کراتا ہے اور لوگوں نے خشوع کے ساتھ اس کے لیے رحمت کی دُعا کی یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ لوگ صفیں باندھ کر اُسے سلام کہنے کے لیے کھڑے ہیں۔"

المعتضد باللہ کے فصد کروانے کے متعلق کہتا ہے ؎

"اے وہ خون جو امام کے ہاتھ سے بہہ پڑا ہے تو عنبر اور مسلسل بارش سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے جب تو بہہ کر ہاتھ دھونے والے برتن میں آیا تو ہم نے خیال کیا کہ یہ کسی عاشق کی آنکھ کے آنسو ہیں اور طبیب نے چاقو کی دھار اسلام کی جان میں پیوست کی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"حاسدوں کے حسد پہ صبر کر، تیرا صبر ان کو قتل کر دے گا، اگر آگ کو کھانے کو کوئی چیز نہ ملے تو وہ اپنے آپ کو ہی کھانا شروع کر دیتی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"ہمارے درمیان شراب لے کر وہ ہرنی گھوم رہی ہے جو ہمارے دلوں اور آنکھوں پر حکمران ہے قریب ہے کہ جب وہ ظاہر ہو تو آنکھوں کی نگاہ اس کے رخسار سے شرمندگی کا خون بہا دے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"وہ ایک ہرنی ہے جو اپنی صورت پہ نازاں ہے اس کی آنکھوں کے دیکھنے میں کوتاہی کرنا بے کار بات ہے گویا اس کی کنپٹی کی سوئی رُک گئی ہے جب وہ اس کے رخسار کی آگ کے قریب ہوئی ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"جب اس کا مُنہ اس کے رخسار سے گلاب کا پھول توڑتا ہے تو اس کے نیچے شرمندگی سے ایک اور پھول بن جاتا ہے۔"

محمد بن داؤد اصفہانی کی وفات

ابوبکر محمد بن داؤد بن علی بن خلف الاصفہانی کی وفات

۲۹۶ھ میں ہوئی، اس کا مقام ادب اور لغت اور مذاہب کے جاننے میں بہت بلند تھا وہ مذاہب کے اغراض کو بہت قریب سے جاننے والا تھا وہ فقہ کا منفرد اور یگانہ عالم تھا اس نے اپنی جوانی کے آغاز اور اس کے مکمل ہونے سے پہلے الزہرہ کے نام سے ایک کتاب لکھی پھر اس کی سوچ پختہ ہو گئی اور قوت مرتب ہو گئی اور اس نے فقہ میں کئی کتابیں لکھیں جیسے "الوصول الی معرفۃ الاصول" "کتاب الانتداد" "کتاب الاعذار و الایجاز"، اس کی مشہور کتاب انتصار علی محمد بن جریر و عبداللہ بن نشر شیر و عیسیٰ بن ابراہیم الضریر ہے۔

اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس نے اپنے عنفوان شباب میں بہت اچھا لکھا ہے اور اسے اپنی کتاب "الزہرۃ" میں درج کیا ہے جسے اُس نے اپنے زمانے کے ایک آدمی کی طرف منسوب کیا ہے، وہ اپنے دوسرے منظوم و منثور کلام میں بھی بہت اچھا لکھنے والا ہے وہ کہتا ہے ؎

"جدائی کے خوف سے میرے جگر میں سوزش ہے قریب ہے کہ میرا دل افسوس سے پھٹ جائے، وہ جدائی کے وقوع سے ڈرتا ہے اور جمعیت اکٹھا کرنے والی ہے، اور وہ ایسی آنکھ سے روتا ہے جس کے آنسو تیزی سے بہتے ہیں کاش کہ وہ اس چیز سے خورسند ہوتا جو واقع ہونے والی ہے، جیسے کہ وہ متوقع چیز سے غمگین ہے، تو اس کا بیمار ہونا اور صحت مند ہونا برابر ہوتا، لیکن جدائی کا جلدی ہونا زیادہ مصیبت والا اور درد مند کرنے والا ہے۔"

پھر کہتا ہے ؎

"اے محبوب کے الوداع ہونے سے، اکٹھے ہونے کی خوشی تک فائدہ حاصل کر، اور میں نے وصل و ہجر اور بلندی و پستی کی بہت سی حالتوں کا تجربہ کیا ہے، اور میں نے موتوں سے بھی زیادہ کتنے ہی کڑوے پیالے پیے ہیں مگر میرا دل ان سے تنگ نہیں ہوا، لیکن میں نے اس فراق سے زیادہ تلخ چیز کوئی نہیں دیکھی جس میں الوداع نہیں کیا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی شان تمام تعلقات سے بلند ہے اور تعلقات خواہ کس قدر طویل ہوں آخر انقطاع کی طرف لوٹ آتے ہیں۔"

پھر کہتا ہے ؎

"اس عاشق میں کوئی بھلائی نہیں جو اپنے عشق کو باتوں میں تو چھپاتا ہے اور
عشق اس کی آہوں سے نمایاں ہو جاتا ہے، وہ اپنے عشق کو چھپاتا ہے
حالانکہ وہ کسی ایک آدمی سے بھی پوشیدہ نہیں یہاں تک کہ قافلے، سواروں
اور حدی خوان سے بھی پوشیدہ نہیں۔"

علی بن بسام کی وفات

۳۰۳ھ میں المقتدر باللہ کی خلافت میں علی بن محمد بن نصر بن منصور بن بسام کی وفات ہوئی وہ بڑا خوش بیان شاعر اور بلا تکلف ہجو گو تھا اس کی ہجو گوئی سے کوئی امیر، وزیر اور چھوٹا اور بڑا آدمی نہیں بچا، اس نے اپنے باپ، بھائیوں اور دیگر اہل خانہ کی بھی ہجو کی ہے وہ اپنے باپ محمد بن نصر کے متعلق کہتا ہے ؎

"ابو جعفر نے ایک گھر بنایا ہے اور اُسے چونا گچ کیا ہے اور اس قسم کے آدمی
بہترین آدمی، بہترین گھروں کے بنانے والے ہوتے ہیں اس گھر کے اندر
بھوک اور اس کے باہر ذلت ہے اور اس کے پہلوؤں میں تنگی اور تکلیف ہے
گھر کی دیواروں کو چونا گچ کر دینے سے کچھ فائدہ نہیں جب اس کے اندر
روٹی اور پانی نہیں۔"

پھر کہتا ہے ؎

"فرض کر لے کہ تجھے بیس گدھوں جتنی عمر دی گئی ہے، کیا تو سمجھتا ہے کہ
میں مروں گا اور تو باقی رہے گا پس اگر میں تیرے زمانے کے بعد ایک دن
بھی زندہ رہا تو میں تیرے گریبان کو چاک کر دوں گا۔"

پھر کہتا ہے ؎

"وہ بھوک کو طب سمجھتا ہے اور وہ بچاتا اور بچتا بھی ہے اور تو اس کے
گھر میں بھوکا رہنے کے سوا کچھ نہیں پائے گا، اس کا خیال ہے کہ سخاوت
کرنے میں غربت حاصل ہوتی ہے اور احسان لینے میں کوئی سعادت نہیں
وہ دُنیا سے امن میں آ گیا ہے اور اس کی گردشوں سے نہیں ڈرتا اور
یہ نہیں جانتا کہ آدمی مصائب کا شکار ہے۔"

ابوالحسن محمد بن علی الفقیہ الوراق انطاکی نے مجھے انطاکیہ میں سنایا کہ علی بن محمد بن بسام الموفق، وزیر ابوالصقر اسماعیل بن بلبل، امیر بغداد الطائی صاعد کے بھائی عبدون نصرانی، ابوالعباس بن بسطام، المقتدر باللہ کے وزیر حامد بن عباس اور امیر کوفہ، اسحاق بن عمران کی ہجو کرتا تھا۔

"کیا الموفق اللہ تعالیٰ کی مدد کی اُمید رکھتا ہے حالانکہ اس نے لوگوں کے معاملات ادنیٰ لوگوں کے سپرد کیے ہوئے ہیں، اور اس سے قبل بندوں کے معاملات تیرے باپ کی زندگی کی قسم زناکاروں کے سپرد تھے، اگر وہ راضی ہو تو وہ راضی ہوتے ہیں جیسے انگور کی بیل کے اوپر انگور کی بیل ہوتی ہے، اور ابن بُلبل وزیر کہلاتا ہے حالانکہ گزشتہ زمانوں میں بھی وزیر نہیں تھا، اور سطے کا چکی پیسنے والا اور فرات اور زرقامیہ کا سقہ بلوں کا حاکم بن بیٹھا ہے، اور عبدون مسلمانوں میں حکمرانی کرتا ہے حالانکہ اس قسم کے لوگوں سے ٹیکس لیا جاتا ہے، اور بسطام کا بھینگا، مشیر بن گیا ہے، حالانکہ وہ برزاطیہ میں کھڈی بُنتا تھا، اور اگر حامد کا معاملہ میرے سپرد ہوتا تو میں اُسے ایک زاویہ دے دیتا، اور میں اُسے ذلیل کر کے شہر کے اناروں کی خرید و فروخت کی طرف واپس لوٹاتا، اور اسحاق بن عمران کو امیر کہا جاتا ہے یہ کتنی بڑی مصیبت ہے۔ پس یہ خلافت اپنی گری ہوئی چھت پر کھڑی ہے، تو زمانے کو کمینے لوگوں کو اللہ کی لعنت اور دوزخ کے لیے چھوڑ دے اے میرے رب رذیل لوگ سوار ہو گئے ہیں حالانکہ میری ٹانگیں ان کی ٹانگوں سے بلند ہیں، پس اگر تو ہم سے ان جیسا سلوک کرنا چاہتا ہے تو ٹھیک ورنہ زناکاروں کی اولاد کو چلتا کر۔"

اس نے اپنے اشعار میں اس دور کے تمام رؤسا کو اکٹھا کر دیا ہے، ابواسحاق زجاج نحوی جو المبرد کا ساتھی ہے، نے ابن بسام کے المعتضد کے متعلق شعر سنائے جب اس نے اپنے بیٹے جعفر المقتدر کا ختنہ کیا تھا۔

"لوگ ختنہ سے واپس لوٹ گئے ہیں اور وہ بھوک کی وجہ سے بیٹیاں مانگتے تھے میں نے کہا تم اس بات پر تعجب نہ کرو، یتیموں کا ختنہ اسی طرح کا ہوتا ہے۔"

اور المعتضد کے متعلق کہتا ہے ؎

"جس بات کی ہم اُمید رکھتے ہیں اُسے کب تک نہ دیکھیں گے اور ہم جھوٹی اُمید سے الگ ہوں گے، اگر لوگوں نے تیرا نام معتضد رکھا ہے تو مجھے یقین ہے کہ عنقریب تیرا کانٹا نکال دیا جائے گا۔"

وزیر عباس بن حسن اور ابن عمرویہ الخراسانی امیر بغداد کے متعلق کہتا ہے ؎

"اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جس نے عباس کو وزارت اور ابن عمرویہ کو بغداد کی امارت دی ہے اور وزیر نے غفلت میں مٹی سے چہرے کو بکھیڑ لیا ہے اور اس کی گدی میں دو کوہانیں ہیں اور اس کا سر کھیرے کی طرح ہے اور وہ قدیم سے جھوٹ اور عیاری کی وجہ سے مشہور ہے اور عجمی امیر گدھے کی طرح ہے جو گدھی کا بچہ ہے اور اس کو انتظامات کا انچارج بنانے سے اسلام ہم سے کوچ کر گیا ہے۔"

اس نے مجھے ابوالحسن جحظہ برمکی مغنی کے متعلق یہ شعر سنائے ؎

جحظہ کا مجھ پر احسان ہے جس کا شکریہ میں محشر تک کرتا رہوں گا، اور جب اس نے مجھے اپنے ترکی گھوڑے کا منہ دکھایا تو اس نے مجھے اپنے بڑے چہرے سے بچا لیا۔"

وہ اپنے باپ محمد بن نصر بن منصور بن بسام کے متعلق کہتا ہے ؎

"وہ حلوہ ہے جو اپنے نشے سے سمٹ گیا ہے اور پتھر کی ہانڈی ہے جس میں چنڈول پکائے جاتے ہیں ایک ایسے جوان کے پاس جو حاتم سے بھی زیادہ سخی ہے اور وہ انگیٹھی پر دو ہانڈیاں پکاتا ہے اور ایسا وہ ہر روز نہیں کرتا۔ بلکہ وہ خلاف مرضی دعوت میں ایسا کرتا ہے اور کھیل کود اور قباحت والے اور گھبراہٹ والے دن اور لذتوں اور خوشی والے دن میں روٹی کھانے والے سے کہتا ہے کہ اس پیٹ کا برا ہو یہ کتنا بڑا ہے۔"

نیز اپنے باپ کے متعلق کہتا ہے ؎

"ابوجعفر کی روٹی طباشیر ہے جس میں کڑوی چیزیں اور بوٹیاں پائی جاتی ہیں اور اس میں پیٹ، سینے اور بواسیر کی ہر تکلیف کی دوا ہے اور ایک

پیالہ ہے جو چھوٹی شیشی کی طرح ہے جس کے اردگرد سے نظریں پھسل جاتی ہیں اور جس چیز کے حصول کی تو اس کے ہاتھ سے اُمید رکھتا ہے اس کے متعلق تقدیر جاری ہی نہیں ہوئی۔"

پھر کہتا ہے ؎

"میں نے اُسے ہدیہ دینے کے لیے ایک گدھا بھیجا لیکن مجھے یہ علم نہ تھا کہ گدھا ہمارا داماد بن جائے گا پس اس نے مجھے وہ بھیجا تاکہ ہم اس کی سواری کرنے میں برابر ہوجائیں پس وہ اس کے پیٹ پر سوار ہوجاتا اور میں اس کی پشت پر سوار ہوجاتا۔"

رؤساء کی ایک جماعت کے متعلق کہتا ہے ؎

"رؤساء سے کہہ دو اور اُن سے بھی جن کے عطیات کی اُمید رکھی جاتی ہے کہ اگر تم نے مجھے کاموں میں مشغول رکھا تو میں انہیں شغل بنالوں گا ورنہ تمہاری عزتوں کے ساتھ شغل کروں گا۔"

پھر کہتا ہے ؎

"مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں تجھے ہمیشہ ہی اپنے رزق کی وجہ سے ناراض دیکھتا ہوں، تو جس کا مستحق ہے اس کی طرف واپس چلا جا کیونکہ تیری خوراک تیرے حق سے زیادہ ہے۔"

عبید اللہ بن سلیمان وزیر کے متعلق کہتا ہے ؎

"عبید اللہ کے لیے لوٹنے کی کوئی جگہ نہیں اور نہ ہی اُسے عقل اور راست روی حاصل ہے مجھے زندگی کی طرف لوٹایا گیا تو میں اس سے واپس آگیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ انہیں لوٹایا جائے گا تو وہ دوبارہ پلٹ آئیں گے۔"

قاسم بن عبید اللہ بن سلیمان کے متعلق کہتا ہے ؎

"جسے سلطان کی حکومت دی گئی ہے اُسے کہہ دے کہ کمال کے وقت زوال ہوتا ہے اور میں نے کتنے وزیروں کو صاحبِ عظمت دیکھا ہے پھر وہ ذلت اور رسوائی کے مقام تک پہنچ گئے۔"

عبید اللہ بن سلیمان کے متعلق کہتا ہے ؎

"اے نفس! بندر کے زمانے میں بندروں کو سجدہ کرنا ضروری ہے اے ابن وہب
تیرے لیے ہواچلی ہے پس تو اس کے ٹھہرنے کے لیے تیاری کر۔"

اسماعیل بن بلبل وزیر کے متعلق کہتا ہے ؎

"ابوالصقر کی حکومت وعدہ خلافی میں اس جیسی ہے جیسے بدلی بارش کی اُمید دلاکر
چھٹ جاتی ہے۔"

عباس بن حسن وزیر کے متعلق کہتا ہے ؎

"تمام مخلوق کے بوجھ وزیر نے اُٹھا لیے ہیں جو اعلانیہ دُنیا پر ظلم کرتا ہے کیا تو
نے پہلے لوگوں کے اسباب کو نہیں دیکھا کہ ان پر گردشِ زمانہ کیسی کیسی مصیبتیں لائی۔"

صاعد بن مخلد وزیر کے متعلق کہتا ہے ؎

"ہم نے دنیا کے حصول کے لیے بندروں کو سجدہ کیا مگر اُسے بندروں نے اکٹھا
کر لیا پس ہم نے جو کچھ کیا اس کے بدلہ میں ہمارے پوروں کو سوائے ذلت
کے سجدوں کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔"

عباس بن حسن وزیر کے متعلق کہتا ہے ؎

"تو نے دجلہ کے کنارے ایک نشست گاہ بنائی ہے اور تو اس فعل کے
باعث گذشتہ لوگوں پر فخر کرتا ہے پس تو خوش نہ ہو ہم نے ایسی کئی عمارتیں
دیکھی ہیں کہ ابھی وہ مکمل نہ ہوئی تھیں کہ ان کے بنانے والے چل بسے۔"

علی بن محمد بن الفرات وزیر کے متعلق کہتا ہے ؎

میں کئی ماہ وزیر کے لیے ٹھہرا رہا اور ان مہینوں کو شمار کرتا رہا مگر اُس نے گذشتہ
حقوق بھی مجھے نہ دیے اور نہ ہی وہ میری کوئی رعایت کرتا ہے اور نہ ہی میں
ٹھہرنے سے شرمندہ ہوتا اور بُرا مناتا ہوں۔"

ابوجعفر محمد بن جعفر الغربلی کے متعلق کہتا ہے ؎

"میں نے ابوجعفر سے سوال کیا تو اس نے کہا میرا ہاتھ تیرا مطالبہ پورا کرنے
سے قاصر ہے تو میں نے اُسے کہا کہ تو جلد ہی ایسا ہو جائے گا جیسا تو نے
بیان کیا ہے۔"

اس کے متعلق مزید کہتا ہے کہ ؎

"اس کی ڈاڑھی گھنی ہے جسے یوں نے تکلیف دہ بنا دیا ہے اور اس کا چہرہ بگڑا ہوا
اور ملعون ہے جب وہ واضح بات نہ کر سکا اور مجنون کی طرح بکواس کرنے لگا تو میں
نے کہا اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں سچ فرمایا ہے کہ وہ ذلیل[1] ہے اور واضح
طور پر بات بھی نہیں کر پاتا۔"

اس نے مرزبان سے ایک جانور کا مطالبہ کیا تو اس نے اسے منع کر دیا اس کے متعلق کہتا
ہے ؎

"تو نے مجھے ایک روغلا ہلاک ہونے والا جانور دینے سے بخل کیا ہے پس
میں جب تک زندہ ہوں تو مجھے اس کا مطالبہ کرتا پائے گا اور اگر تو نے اُسے
محفوظ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے محفوظ کی ہوئی چیز پیدا نہیں کی حالانکہ تو اس پر
سوار ہوتا ہے۔"

اور اس کے متعلق کیا خوب کہتا ہے کہ ؎

"جس ضرورت کا میں خواہاں ہوں اس کے لیے وہ میرا ضامن بنا اور جب میں
نے وعدے کا تقاضا کیا تو اس نے تیوری چڑھائی اور بشیر بن بیٹھا اور اس
نے مصروفیت اور ملاقات کا عذر بنایا اور اگر کام کی مصروفیت نہ ہوتی
تو وہ مشغول نہ تھا۔"

علی بن بسام کے اس مفہوم کے بہت سے اشعار ہیں ہم نے ان میں سے بعض کا
ذکر پر اکتفا کیا ہے جن میں سے اکثر اسی کتاب میں درج ہیں اور اس کا ذکر ہم پہلی کتب میں بھی
کر آئے ہیں۔

ابو محمد بن نصر بن منصور بڑا خوش باش بامروت صاحب ثروت، خوش لباس اور
عمارات کا دلدادہ تھا۔

ابو عبداللہ قمی بیان کرتا ہے کہ میں ایک دن سخت سردی میں اس کے ہاں بغداد میں گیا
کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک وسیع گنبد میں بیٹھا ہوا ہے جسے سُرخ ارمنی مٹی سے لیپ کیا گیا ہے
اور وہ چمک رہا ہے، میں نے اندازہ لگایا کہ گنبد بیس ضرب بیس ہاتھ ہوگا اور اس کے وسط

---

[1] آیت کریمہ ہے "مھین ولا یکاد یبین۔"

میں انگیٹھی ہے جو دو حلقوں پہ مشتمل ہے جب اُسے اکٹھا کر کے کھڑا کر دیا جاتا ہے تو اس کی مقدار دس ضرب دس ہاتھ بن جاتی ہے وہ انگیٹھی جنڈ کے انگاروں سے زائد بچ گئی ہے اس پہ سُرخ دیباج بچھایا ہوا ہے، اس نے مجھے اپنے قریب بٹھا لیا، قریب تھا کہ میں بھڑک اُٹھتا اُس نے مجھے گلاب کے عرق کا ایک جام دیا جس میں کافور ملا ہوا تھا۔ میں نے اس سے اپنے چہرے کو دھویا پھر میں نے دیکھا کہ اس نے پانی طلب کیا ہے، پس وہ پانی لائے تو میں نے اس میں برف پڑی ہوئی دیکھی پس مجھے وہاں ٹھہرنے کی گنجائش نہ تھی میرا اور اس کا رابطہ منقطع ہو گیا پھر میں اس کے ہاں سے نکل کر برسنے والے ادلوں کی طرف گیا، تو اس نے مجھے کہا کہ جو شخص اس گھر سے نکلنا چاہتا ہے یہ گھر اس کے مناسب حال نہیں۔

محمد بن نصر کا کھانا

راوی بیان کرتا ہے کہ میں ایک دن اس کے ہاں گیا وہ اپنے گھر میں نشست گاہ کے علاوہ دوسری جگہ بیٹھا ہوا تھا وہ تالاب کے آگے ایک چبوترہ پہ بیٹھ کر وہاں سے باغ ہرنوں کی رکھت اور کبوتروں کے کابک وغیرہ کو دیکھ رہا تھا میں نے کہا اے ابو جعفر، خدا کی قسم تو جنت میں بیٹھا ہوا ہے اُس نے جواب دیا کہ تیرے لیے مناسب نہیں کہ تو صبح کا کھانا کھائے بغیر جنت سے باہر جائے، جونہی میں بیٹھا اور میری وجہ سے مجلس جم گئی تو ایک سیاہ و سفید دسترخوان لایا گیا جس سے خوبصورت دسترخوان میں نے نہیں دیکھا تھا اس کے وسط میں ایک رنگ دار جام تھا جس کے پہلوؤں پر سُرخ سونا لپیٹا ہوا تھا وہ گلاب کے عرق سے بھرا ہوا تھا اور مُرغ کے سینے سے بھر بنے ہوئے گرجے کی طرح تہ بہ تہ تھا۔ دسترخوان پہ طشتریاں بھی تھیں جن میں الواع و اقسام کے سالن اور نمکین چیزیں تھیں پھر ہمارے پاس گرم گرم سموسے اور بعد ازاں بادام کے جام لائے گئے اور دسترخوان اُٹھا دیا گیا اور ہم جلدی سے اُٹھ کر پردے کی جگہ پہ چلے گئے تو اس نے ہمارے سامنے ایک سفید چینی کا ٹب پیش کیا جس میں بنفشہ اور ایک پھول دار نبات بھری ہوئی تھی اور ایک اور اس جیسا ہی ٹب تھا جس میں شامی سیب تھے ہمارے اندازے کے مطابق وہ ایک ہزار سیب تھے، میں نے اس سے لطیف اور شان دار کھانا نہیں دیکھا، پس اس نے مجھے کہا یہ صبح کے کھانے کا حق ہے، میں آج تک اس دن کی مزے دار چیزوں کو بھلا نہیں سکا۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم نے محمد بن نصر کے متعلق یہ واقعہ اس لیے بیان کیا ہے

تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کے بیٹے علی بن محمد نے اس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ خلاف واقعہ ہے اس کی زبان سے کوئی آدمی محفوظ نہیں رہا، اس کے واقعات اور ہجویہ اشعار کو ہم نے تفصیل کے ساتھ اپنی پہلی کتابوں میں لکھا ہے اور اس نے جو کچھ قاسم بن عبید اللہ کے متعلق کہا ہے کہ جب وہ المعتضد کے پاس گیا تو وہ شطرنج کھیل رہا تھا تو اس نے علی بن بسام کے قول سے مثال بیان کی کہ

"اس کی زندگی اس کی موت کی طرح ہے پس یہ مصائب سے خالی نہیں۔"

جب اُس نے اپنا سر اُٹھا کر قاسم کی طرف دیکھا تو وہ جھینپ گیا، اس نے کہا اے قاسم ابن بسام کی زبان کو اپنے سے روک لے تو قاسم جلدی سے اس کی زبان کاٹنے کو نکلا، یہاں تک کہ المعتضد نے اُسے کہا کہ میں نے تو یہ بات شغل کے طور پر کہی ہے اور اُسے کوئی گزند نہ پہنچایا تو قاسم نے اُسے ڈاک اور جند قنسرین میں پل اور ارض شام کے عواصم پر افسر مقرر کر دیا۔ اس نے اسد بن جہور کاتب اور دیگر کاتبوں کی بھی ہجو کہی ہے، کہتا ہے

"زمانے کا بُرا ہو وہ عجیب باتوں کو سامنے لاتا ہے اور اس نے دانائی اور آداب کے نشانات کو مٹا دیا ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ اسد بن جہور، جلیل القدر وقائع نگاروں سے تشبہ اختیار کرنے لگا ہے اور وہ ایسے لوگوں کو لایا ہے اگر میں ان میں اپنا ہاتھ پھیلاؤں تو میں انہیں دوبارہ کاتبوں کی طرف لوٹا دوں۔

المقتدر کے وزراء

جب عباس بن حسن قتل ہو گیا تو المقتدر نے ۴ر ذوالحجہ ۲۹۷ھ کو بدھ کے روز علی بن محمد بن موسیٰ الفرات کو اپنا وزیر بنایا، اس کی وزارت تین سال نو ماہ اور چند دن رہی پھر وہ اس سے ناراض ہو گیا، اور اس نے اسی روز، جس روز وہ علی بن محمد بن موسےٰ بن الفرات سے ناراض ہوا تھا، محمد بن عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو وزیر بنایا اور اس کو خلعت دیا اور اس کے سوا، کسی اور آدمی کو خلعت نہ دیا اور محرم ۳۰۱ھ میں سوموار کے روز اُسے گرفتار کر لیا۔

اور اس نے وزیر علی بن عیسےٰ بن داؤد بن الجراح کو ۱ر محرم ۳۰۱ھ کو منگل کے روز خلعت دیا اور ۸ر ذوالحجہ ۳۰۴ھ کو سوموار کے روز اُسے گرفتار کر لیا۔

پھر علی بن محمد بن الفرات کو دوبارہ وزیر بنایا اور ۸ر ذوالحجہ ۳۰۴ھ کو سوموار کے روز

اُسے خلعت دیا اور ۲۶ر جمادی الاولیٰ ۳۰۶ھ کو جمعرات کے روز اُسے گرفتار کر لیا اور وزیر حامد بن عباس کو ۲ر جمادی الآخرہ ۳۰۶ھ کو منگل کے روز خلعت دیا اور دوسرے دن بدھ کے روز علی بن عیسیٰ کو وزارت میں لے کر تمام امور اس کے سپرد کر دیے اور حامد بن عباس کو گرفتار کر لیا، اور اس نے تیسری بار علی بن محمد بن الفرات کو اپنا وزیر بنایا اور اس وزارت میں اس کا لڑکا محسن بن علی سب امور کا کرتا دھرتا تھا، پس اس نے وقائع نگاروں کی ایک جماعت کو ہلاک کر دیا پھر اُسے اور اس کے لڑکے کو گرفتار کر لیا گیا جیسا کہ ہم اس کتاب کے شروع میں بیان کر چکے ہیں۔

المقتدر نے عبد اللہ بن محمد بن عبید اللہ خاقانی کو اپنا وزیر بنایا پھر اس کے بعد احمد بن عبید اللہ الخصیبی کو وزیر بنایا، پھر علی بن عیسیٰ کو دوبارہ وزیر بنایا، پھر ابوعلی محمد بن علی بن مقلہ کو وزیر بنایا پھر اس کے بعد سلیمان بن حسن بن مخلد کو وزیر بنایا پھر اس کے بعد عبید اللہ بن محمد کلواذی کو وزیر بنایا، پھر اس کے بعد حسین بن قاسم بن عبید اللہ بن سلیمان بن وہب کو وزیر بنایا جو رقہ میں قتل ہوا پھر اس کے بعد اس نے فضل بن جعفر بن موسیٰ بن الفرات کو وزیر بنایا۔

المقتدر کا قتل

۲۷ر شوال ۳۲۰ھ کو بدھ کے روز، بعد نمازِ عصر بغداد میں المقتدر باللہ کو قتل کر دیا گیا، اس کا قتل اس جنگ میں ہوا جو اس کے اور مونس خادم کے درمیان باب شماسیہ پر مشرقی جانب ہو رہی تھی، المقتدر کو عوام نے دفن کیا اور ان دنوں اس کا وزیر ابوالفتح فضل بن جعفر بن موسیٰ بن الفرات تھا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ بیان کیا گیا کہ جب المقتدر سوار ہو کر اس جنگ کی طرف گیا جس میں وہ قتل ہو گیا، فضل بن جعفر نے اس کی جنم پتری لی تو المقتدر نے اُسے کہا، کیا وقت ہے؟ اس نے جواب دیا زوال کا وقت ہے تو المقتدر چیں بہ جبیں ہوا اور اس نے جنگ میں نہ جانے کا ارادہ کر لیا، یہاں تک کہ مونس کے سواروں نے اُسے دیکھ لیا اور یہ زوال کا آخری وقت تھا۔

بنو عباس کا چھٹا خلیفہ

بنو عباس کا ہر چھٹا خلیفہ، خلافت سے دست بردار ہوا اور قتل ہوا ہے ایک چھٹا خلیفہ محمد بن ہارون تھا جسے خلافت سے اُتار دیا گیا، دوسرا چھٹا خلیفہ المستعین تھا اور تیسرا چھٹا خلیفہ المقتدر باللہ تھا۔

المقتدر کے دور کی جنگوں، ابن ابی الساج، مونس اور سلیمان بن الحسن الحمانی کے واقعات بہت شاندار ہیں، جو کچھ اس نے ۳۱۷ھ میں مکہ میں کیا اور جو کچھ مشرق و

مغرب میں ہوا، ان سب واقعات کو ہم نے تفصیل کے ساتھ "اخبار الزمان" میں اور اجمال کے ساتھ الاوسط میں بیان کیا ہے اور ہم نے اس کتاب میں ان کی ایک جھلک پیش کی ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے اُمید کرتا ہوں کہ وہ ہماری عمر کو دراز کرے گا تو ہم اس کتاب کے بعد ایک اور کتاب لکھیں گے جس میں ہم کئی قسم کے اچھے اچھے واقعات بغیر کسی تصنیفی ترتیب کے لائیں گے جیسا کہ حالات و واقعات کا تقاضا ہوگا اور ہم اس کے بعد اس کا ترجمہ ایک کتاب وصل المجالس بجوامع الاخبار و مخلط الآداب میں کریں گے جو ہماری گذشتہ اور آئندہ کتابوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہوگی۔

موسیٰ بن اسحاق انصاری کی وفات

۲۹۷ھ میں موسیٰ بن اسحاق انصاری کی وفات ہوئی جو المقتدر کی خلافت میں قاضی تھا، فقیہ محمد بن ابی شیبہ کوفی بھی اسی سال میں فوت ہوئے اور شرقی جانب دفن ہوئے یہ دونوں حدیث و آثار کے بہت بڑے عالم تھے۔

بیت الحرام کی غرقابی

بغداد میں یہ خبر آئی کہ بیت الحرام کے چاروں ارکان غرق ہوگئے ہیں یہاں تک کہ طواف کی جگہ بھی ڈوب گئی ہے اور چاہِ زمزم کا پانی بہہ پڑا ہے اس قسم کی غرقابی کا واقعہ لوگوں نے گذشتہ زمانوں میں نہیں دیکھا تھا۔

وفات

اسی سال رمضان میں قاضی یوسف بن یعقوب بن اسماعیل بن حماد کی بغداد میں وفات ہوئی، ان کی عمر پچانوے سال تھی، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سال فقیہ محمد بن داؤد بن علی بن خلف اصبہانی کی وفات ہوئی، ہم ان کا ذکر پہلے کر آئے ہیں ان کی وفات ۲۹۶ھ میں ہوئی اور ہم نے اس بارے میں جو اختلاف ہے اُسے بھی بیان کیا ہے۔

شوال ۲۹۷ھ میں ابن ابی عوف البروری کی وفات ہوئی جنہوں نے بغداد کو ٹھیک ٹھاک کروایا تھا، ان کی عمر اسی سال سے اُوپر تھی، انہیں غربی جانب دفن کیا گیا ہم ان لوگوں کا ذکر اس لیے کر رہے ہیں کہ اہل علم اور اصحاب الآثار کو ان لوگوں کی وفات کا علم ہونا ضروری ہے۔

اسی سال محدث ابوالعباس احمد بن مسروق چوراسی سال کی عمر میں فوت ہوئے

اور غربی جانب باب آل حرب میں دفن ہوئے۔

ہم قبل ازیں اس کتاب میں آل ابی طالب میں سے بنی امیہ اور بنو عباس کے زمانے میں ظہور کرنے والوں کا ذکر اپنی گزشتہ کتب میں کر چکے ہیں اور ان کے قتل ہونے اور جنگ کرنے کا بھی ذکر کر چکے ہیں۔

مصر میں ایک طالبی کا ظہور

مصر کی سرزمین میں احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب کا ظہور ہوا، تو اُسے احمد بن طولون نے قتل کر دیا، اس کے واقعات ہم اپنی گزشتہ کتب میں بیان کر چکے ہیں اور ہم آل ابی طالب میں سے ظہور کرنے والوں کے کچھ واقعات کا تذکرہ اس لیے کر رہے ہیں کہ ہم نے اپنے اوپر یہ شرط لگائی ہے کہ ہم امیرالمومنین کی شہادت سے لے کر اس وقت تک جب تک ہماری یہ کتاب اختتام کو پہنچے گی ان کے حالات و واقعات اور قتل وغیرہ کا ذکر کرتے رہیں گے۔

الرسی کی وفات

یمن کے علاقے میں صعدہ شہر میں سکونت اختیار کر لینے کے بعد یحییٰ بن حسین الحسنی الرسی ۲۸۷ھ میں وفات پا گیا اس کے بعد اس کا بیٹا حسن بن یحییٰ اس کا قائم مقام بن کر کھڑا ہوا۔

ابن الرضا کا ظہور

محسن بن جعفر بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد، جو ابن الرضا کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے ۳۰۰ھ میں دمشق کے مضافات میں ظہور کیا، ان کی ابو العباس احمد بن کیغلغ کے ساتھ جنگ ہوئی اور انہیں باندھ کر قتل کر دیا گیا، بعض کہتے ہیں کہ جنگ میں مارے گئے تھے اور ان کا سر بغداد لا کر نئے پل پہ غربی جانب لٹکا دیا گیا تھا۔

اطروش علوی کا ظہور

بلاد طبرستان اور دیلم میں اطروش کا ظہور ہوا۔ ان کا نام حسن بن علی ہے۔ اُنہوں نے وہاں سے مسودۃ کو نکال دیا یہ بڑے فہیم اور مذاہب کے بارے میں بڑی واقفیت رکھنے والے تھے، یہ دیلم میں کئی سال مقیم رہے وہاں کے لوگ مجوسی تھے، ان میں جاہل بھی تھے اور اسی طرح دوسرے لوگ بھی تھے آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تو انہوں نے آپ کی بات کو قبول کر لیا اور اسلام لے آئے ان کے بالمقابل مسلمانوں کی سرحدیں تھیں جیسے قزوین وغیرہ

آپ نے دیلم میں کئی مساجد بنائیں اور دیلم کے متعلق بہت سے انساب کے ماہرین کا خیال ہے کہ وہ باسل بن ضبہ بن اُدّ کی اولاد میں سے ہیں اور یہ لوگ بنی تمیم میں سے ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اطروش، طبرستان میں یکم محرم ۳۰۱ھ کو داخل ہوا اور اسی روز بحرین کا حاکم بصرہ میں آیا اور اس کے امیر نے طمسک المفلحی کو قتل کر دیا، ہم نے اطروش علوی اور اس کے بزرگوں، بیٹوں کے حالات اور ابو محمد حسن بن قاسم الحسنی داعی اور طبرستان پر اس کے قبضہ کرنے اور قتل ہونے اور دیلم کے حالات اپنی کتاب اخبار الزمان میں بیان کیے ہیں۔

اہل علم حضرات کی وفات

۳۰۶ھ میں قاضی ابو العباس احمد بن عمر بن شریح کی وفات ہوئی۔ ابو جعفر محمد بن جریر طبری فقیہ کی وفات بغداد میں ۳۱۰ھ کو ہوئی اور قاضی ابو اسحاق ابراہیم بن جابر حلب میں فوت ہوا، لیث کو جو الصفار کا بھتیجا ہے اُسے بغداد میں ہاتھی پر ۲۹۷ھ میں لایا گیا اس کے آگے اور اس کے ارد گرد فوج تھی وہ بہت مشہور آدمی تھا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ لیث کو بغداد میں ۲۹۸ھ کو لایا گیا۔ اور ۲۹۸ھ میں ہی ابو بکر محمد بن سلیمان مروزی محدث اور جاحظ کے ساتھی کی بغداد میں وفات ہوئی بعض کہتے ہیں کہ اس کی وفات ۲۹۸ھ میں ہوئی۔

واقعات

اسی سال رومی بیڑے کا افسر فارس جنگ کرتا ہوا ساحلِ شام تک آ گیا اور اس نے طویل جنگ کے بعد حصن القبہ کو فتح کر لیا اور مسلمانوں کا کوئی مددگار نہ رہا، اس نے لاذقیہ شہر کو بھی فتح کر لیا اور بہت سے لوگوں کو قید کر لیا اور کوفہ میں بغدادی رطل کے برابر اولے پڑے اور تاریک آندھی چلی یہ ماہِ رمضان کا واقعہ ہے۔ بہت سی عمارتیں اور مکان گر گئے اور ایک عظیم زلزلہ آیا جس سے بہت سے لوگ مر گئے یہ واقعہ ۲۹۹ھ میں کوفہ میں ہوا، اسی سال مصر میں بڑا زلزلہ آیا اور دُمدار ستارہ طلوع ہوا، اسی سال جزیرہ، قبرص میں دمنانہ نے جو رومی سمندر میں جنگ کا انچارج تھا، مسلمانوں سے جنگ کی اور انہوں نے صدرِ اسلام کے عہد کو توڑ دیا وہ عہد یہ تھا کہ رومی مسلمانوں کے خلاف اور مسلمان رومیوں کے خلاف مدد نہیں دیں گے اور اس کا نصف خراج مسلمانوں کا ہوگا اور نصف رومیوں کا، دمنانہ اس جزیرہ میں چار ماہ ٹھہرا رہا اور لوگوں کو قیدی بناتا اور جلاتا رہا اور ان مقامات کو فتح کرتا رہا جن میں مسلمانوں نے پناہ لی ہوئی تھی، قبل ازیں ہم اس کتاب میں اس جزیرہ کے حالات، سمندروں اور دریاؤں کے حالات میں بیان کر آئے ہیں جن کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

ابن ناجیہ کی موت

۳۰۱ھ میں عبداللہ بن ناجیہ محدث کی بغداد میں وفات ہوئی۔ ان کی پیدائش ۲۱۲ھ میں ہوئی۔

ابن الجصاص

۳۰۲ھ میں بغداد میں علی بن الجصاص الجوہری کو گرفتار کر لیا گیا صحیح روایت یہ ہے کہ اس کا جو سونا، چاندی، جواہر، کپڑے اور غلہ وغیرہ قبضہ میں کیا گیا اس کی قیمت پانچ لاکھ پندرہ ہزار دینار تھی۔

قاسم بن حسن بن الاشیب کی وفات

اسی سال ۲۸ر جمادی الاولیٰ کو سوموار کے دن قاسم بن حسن بن الاشیب —— جن کی کنیت ابو محمد تھی، وفات پا گئے آپ کبار علماء اور محدثین میں سے تھے۔ اور غربی جانب میں شارع الحمالین میں دفن ہوئے۔ آپ کے جنازے پر قاضی محمد بن یوسف قاضی ابو جعفر احمد بن اسحاق بن بہلول اور دیگر فقہاء، کاتب اور معتبر آدمی اور ارباب حکومت حاضر ہوئے ان کا نام ابو ابی عمران موسیٰ بن قاسم بن الحسن تھا۔ آپ ابن الاشیب کے نام سے مشہور تھے آپ اس وقت کے شافعی فقہاء میں سے بہت بڑے فقیہ تھے۔

مصر پر بربریوں کی غارت گری

۳۰۲ھ میں مغرب سے ایک فوج آئی اہل مصر میں سے جو بادشاہ کے ساتھی تھے ان کی مصر میں ان کے ساتھ بہت جنگیں ہوئیں اور اس میں بہت سے لوگ قتل ہوئے بربریوں کے سرداروں میں سے ایک آدمی نے جو ابوجبرہ کے نام سے مشہور تھا بادشاہ سے امان طلب کی اور بغداد چلا گیا، بادشاہ نے اُسے خلعت دیا۔

ابن ابی الساج

۳۰۷ھ میں یوسف بن ابی الساج کو بغداد لایا گیا وہ دو کوہانوں والے اونٹ پر سوار تھا اور دیباج کا جُبّہ پہنے ہوئے تھا جسے عمرو بن لیث اور وصیف خادم نے پہنا تھا اس کے سر پر پھندوں اور گھونگھروں والی ایک طویل ٹوپی تھی، اس کے اردگرد فوج اور اس کے پیچھے مونس خادم دیگر اصحاب شمشیر ارباب حکومت کے ساتھ چل رہا تھا۔ ہم اس جنگ کے حالات کو جس میں ابن ابی الساج کا مونس خادم اردبیل کی جانب قید ہو گیا تھا بیان کر آئے ہیں نیز اس جنگ میں جو اُمرا جیسے ابوالہیجا عبداللہ بن حمدان، علی بن حسان، ابوالفضل المروی، احمد بن علی، صعلوک وغیرہ اُمراء اور سردار اس کے ساتھ تھے وہ بھی قید ہو گئے تھے، ہم نے ابن ابی الساج کے ساتھ المقتدر کے تخلیہ کرنے

اور اس کے دیار ربیعہ و مضر سے نکلنے اور بلاد آذربائیجان اور آرمینیا کے مضافات میں جانے اور اس کے غلام سبک پر اس کے غالب آجانے اور اُسے چھوڑنے اور ابن ابی الساج کے دیگر واقعات، اس کے واسط کی طرف جانے پھر اس کے کوفہ جانے اور ابو طاہر سلیمان بن حسن الجنابی کے ساتھ جنگ کرنے اور اُسے قید کرنے اور انبار اور ہیت کی جانب ابن ابی الساج کے غلام بلیق اور نظیف کو دیکھ کر اُسے قتل کرنے کا ذکر کر آئے ہیں، اس جنگ میں بلیق اور نظیف کو جو شکست ہوئی اور ہیت میں قرمطی کے جانے اور فروکش ہونے وغیرہ کے جو واقعات ۳۱۵ھ میں ہوئے ہم اپنی گذشتہ کتب میں بیان کر آئے ہیں، اسی طرح ہم نے مونس خادم اور اس کے ساتھ بادشاہ کے جو دوست تھے، انہوں نے مغرب کے حکمران کے ساتھ مصر میں جو جنگ کی اس کا بھی ہم نے ذکر کیا ہے یہ ۳۰۹ھ کا واقعہ ہے۔

باب دہم

القاہر باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات القاہر محمد بن احمد المعتضد باللہ کی بیعت ۲۸ شوال ۳۲۰ھ کو جمعرات کے روز ہوئی پھر وہ ۵ جمادی الاولیٰ ۳۲۲ھ کو بدھ کے روز خلافت سے دستبردار ہوگیا، اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی، اس کی خلافت ایک سال چھ ماہ چھ دن رہی، اس کی کنیت ابو منصور تھی اور اس کی ماں اُم ولد تھی۔

مختصر حالات وواقعات کا بیان اور اس کے دَور کی ایک جھلک

اس کے وزراء القاہر نے ابو علی محمد بن علی بن مقلہ کو ۳۲۱ھ میں وزیر بنایا پھر اُسے معزول کر دیا اس کے بعد ابو جعفر محمد بن قاسم بن عبیداللہ بن سلیمان کو وزیر بنایا پھر اُسے بھی معزول کر دیا، پھر ابو العباس احمد بن عبیداللہ الخصیبی کو وزیر بنایا۔

اس کے اخلاق اس کے اخلاق کا اس کی متلون مزاجی کی وجہ سے پتہ نہیں چلتا وہ بڑا بہادر اور اپنے دشمنوں پر بڑی سخت گرفت کرنے والا تھا، اس نے ارباب حکومت کی ایک جماعت کو تباہ کر دیا جن میں مونس خادم، بلیق اور علی بن بلیق شامل تھے پس لوگ اس سے ڈر گئے اور اس کے غلبہ سے خائف ہوگئے، اس نے ایک بڑا برچھا بنایا جسے وہ اپنے گھر میں چلتے وقت اپنے ہاتھ میں اُٹھائے رکھتا اور بیٹھنے کی حالت میں اُسے اپنے سامنے پھینک دیتا اور جسے وہ قتل کرنا چاہتا اُسے اس برچھے سے مارتا، اس طرح اس نے ان لوگوں کو

جو پہلے خلفاء پر حملہ کر دیتے تھے، حملہ کرنے سے روک دیا، وہ اپنے فیصلے پر بہت کم قائم رہنے والا تھا، اس کے حملے سے خوف کھایا جاتا تھا اس کے اس فعل نے اُسے یہاں تک پہنچا دیا کہ اس کے خلاف اس کے گھر میں سازش کی گئی اور اُسے گرفتار کر لیا گیا اور ابن طاہر کے گھر کی غربی جانب اس کے جیتے جی اس کی دونوں آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی، ہم تک اس کے متعلق جو اطلاع پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ الراضی باللہ نے اس کے حالات چھپا دیئے اور اور اس کا ذکر اڑا دیا، جب ابراہیم المتقی باللہ کی بیعت ہوئی تو القاہر ایک کوٹھی میں قید پایا گیا، اُس نے اُسے ابن طاہر کے گھر لانے کا حکم دیا اور جیسے کہ ہم نے بیان کیا ہے اُسے اس وقت تک وہاں قید رکھا گیا۔

خراسانی مؤرخ کا القاہر باللہ کے سامنے عباسی خلفاء کے حالات بیان کرنا

محمد بن علی العبدی خراسانی مؤرخ نے بیان کیا کہ القاہر اس سے بہت مانوس تھا وہ بیان کرتا ہے کہ ایک روز القاہر نے مجھ سے خلوت میں کہا مجھے سچ سچ بتانا ورنہ ——— اور اس نے برچھے کی طرف اشارہ کیا ——— خدا کی قسم میں نے اس کے اور اپنے درمیان موت کو دیکھا اور کہا امیر المومنین میں آپ سے سچ سچ کہوں گا اس نے مجھے تین بار کہا، دیکھو! میں نے کہا امیر المومنین بہت اچھا، اس نے کہا، میں جس چیز کے متعلق تجھ سے پوچھوں اس کے متعلق مجھ سے کچھ نہ چھپانا اور نہ واقعہ کو خوبصورتی سے بیان کرنا اور نہ مسجع کلام کرنا اور نہ کسی چیز کو اس سے حذف کرنا میں نے کہا امیر المومنین بہت اچھا، اس نے کہا تو ابوالعباس سفاح سے لے کر اس کے نیچے تک کے تمام خلفائے بنو عباس کے اخلاق و عادات سے واقف ہے میں نے کہا امیر المومنین اگر میرے لیے جان کی امان ہو تو بیان کروں اس نے کہا تجھے جان کی امان ہے۔

سفاح کے اوصاف

محمد بن علی مؤرخ بیان کرتا ہے، میں نے کہا کہ سفاح خونریزی میں بہت جلد باز تھا اس کے کارندوں نے مشرق و مغرب میں اس کے فعل کی پیروی کی اور اس کی سیرت پر چلے جیسے محمد بن اشعث مغرب میں، صالح بن علی، مصر میں، اور خازم بن خزیمہ اور حمید بن قحطبہ وغیرہ اس کے ساتھ تھے وہ سخاوت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا اور مال کو بخشنے والا تھا اور ہم نے جن کارندوں کا ذکر کیا ہے اور جو اس کے زمانے میں تھے وہ بھی اس کی اقتداء کرتے ہوئے اس کے

راستہ پر چلے۔

منصور کے اوصاف

اس نے کہا مجھے منصور کے متعلق بتاؤ، میں نے کہا، امیر المومنین سچ بتاؤں اس نے کہا ہاں سچ بتاؤ، میں نے کہا خدا کی قسم یہ پہلا شخص تھا جس نے عباس بن عبد المطلب اور آل ابی طالب کے درمیان جُدائی ڈالی حالانکہ اس سے پہلے ان کا معاملہ ایک ہی تھا اور یہ پہلا خلیفہ تھا جس نے نجومیوں کو اپنا مقرب بنایا اور نجوم کے احکام پر عمل کیا اس کے پاس نوبخت مجوسی منجم تھا جو اس کے ہاتھ پر اسلام لایا وہ ان نوبختیوں کا باپ ہے اور ابراہیم الفزاری منجم تھا جس نے نجوم کے متعلق قصیدہ لکھا ہے اور دیگر علوم نجوم اور ہیئت فلک کے بارے میں بھی لکھا ہے، علی بن عیسیٰ اسطرلابی منجم بھی تھا، یہ پہلا خلیفہ ہے جس کے لیے عجمی زبانوں سے کتابیں عربی میں ترجمہ کی گئیں۔ جن میں کلیلہ دمنہ اور کتاب السند والهند بھی ہے اور ارسطالیس کی فلسفیانہ کتابیں بھی ترجمہ کی گئیں، بطلیموس کی کتاب مجسطی کا بھی اس کے لیے ترجمہ کیا گیا اور کتاب "الارثماطیقی" اور کتاب "اقلیدس" اور دیگر قدیم یونانی، رومی، پہلوی، فارسی اور سریانی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا اور وہ کتابیں لوگوں میں شائع کی گئیں اور اُنھوں نے وہ علوم حاصل کیے اس کے زمانے میں محمد بن اسحاق نے کتاب "المغازی والسیر" اور اخبار المبتداء لکھی اور اس سے پہلے کوئی مجموعہ اور تصنیف نہ تھی اور یہ پہلا خلیفہ تھا جس نے اپنے غلاموں کو، عامل مقرر کیا اور اپنی مہمات میں لگایا اور انہیں عربوں پر مقدم کیا، اور اس کی اولاد میں سے جو لوگ خلیفہ بنے انہوں نے اس کی پیروی کی، پس عرب گر گئے اور تباہ ہو گئے اور ان کی ساکھ جاتی رہی، خلافت اس کے پاس آئی اس نے علوم اور مذاہب کو پڑھا اور آراء کی ریاضت کی اور مذاہب اور کتب حدیث سے واقفیت حاصل کی، اس کے زمانے میں لوگوں کی روایات کی کثرت ہو گئی اور علوم کی وسعت نمایاں ہو گئی۔

مہدی کے اوصاف

القاہر نے کہا تو نے بہت وضاحت اور خوبی سے بیان کیا ہے، مجھے مہدی کے متعلق بتاؤ اس کے اخلاق کیسے تھے؟

میں نے کہا وہ بڑا سخی تھا لوگ اس کے زمانے میں اس کے طریق پہ چلے اور ان کی مساعی میں وسعت پیدا ہو گئی، وہ سوار ہوتے وقت اپنے ساتھ دنانیر اور دراہم کے

توڑے رکھتا تھا اور جو اُس سے مانگتا تھا اُسے دیتا تھا اور اگر وہ خاموش رہتا تو وہ اس کے سامنے سے ہٹ جاتا اور اس نے اپنے زمانے میں دین سے انحراف کرنے والوں اور مداہنت کرنے والوں کو خوب قتل کیا کیونکہ وہ اس کے زمانے میں ظاہر ہوئے تھے اور اس کی خلافت میں اپنے اعتقادات کا اعلان و اظہار کیا تھا، کیونکہ مانی اور ابن دیصان کی کتابیں پھیل گئی تھیں اور وہ ابن المقفع وغیرہ کی نقل کردہ عبارات سے تعویذ کرتے تھے۔ یہ کتابیں فارسی اور پہلوی سے عربی میں ترجمہ ہوئی تھیں اور اس بارے میں جو کتابیں ابن ابی العرجاء، حماد عجرد، یحییٰ بن زیاد، مطیع بن ایاس وغیرہ نے لکھیں، وہ مانی، دیصانی اور مرقیونی مذاہب کی تائید کرتی تھیں، جس کی وجہ سے زندیق بکثرت ہوگئے اور ان کی آراء لوگوں میں پھیل گئیں، مہدی پہلا خلیفہ تھا جس نے منطقی متکلمین کو ملحدین کے ردّ میں کتابیں لکھنے کا حکم دیا اور انہوں نے معاندین پر براہین کو قائم کیا اور ملحدین کے شبہات کا ازالہ کر دیا اور شک کرنے والوں کے سامنے حق کو واضح کیا اور اس نے مسجد الحرام اور مسجد نبوی کی تعمیر کو شروع کیا جو آج تک اسی طرح چلی آتی ہیں اور اس نے بیت المقدس کو بھی تعمیر کروایا جسے زلزلوں نے منہدم کر دیا تھا۔

ہادی کے اوصاف

القاہر نے کہا، باوجودیکہ ہادی کا زمانہ بہت قلیل تھا مجھے ہادی کے اخلاق و عادات کے متعلق بتاؤ کہ وہ کیسے تھے؟ میں نے کہا، وہ بڑا جابر آدمی تھا وہ پہلا شخص تھا جس کے آگے آگے جوان، شمشیر ہائے برّاں، لوہے کے ڈنڈے اور تنی ہوئی کمانیں لے کر چلتے تھے، اس کے کارندے بھی اسی کے طریقہ پر چلے اس کے دور میں ہتھیاروں کی فراوانی ہوگئی۔ القاہر نے کہا تو نے بہت اچھا بیان کیا ہے اور اپنی بات کے بیان کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی، مجھے ہارون الرشید کے متعلق بتاؤ کہ اس کا طریق کار کیا تھا؟

ہارون الرشید کے اوصاف

میں نے کہا، وہ ہمیشہ حج کرتا تھا اور جنگوں کے درپے رہتا تھا مکہ کے راستے میں محل، تالاب، کنوئیں اور حوض بناتا رہتا تھا، اس نے منیٰ اور عرفات اور مدینہ میں بھی ان چیزوں کو بنایا، پس لوگوں پر اس کا احسان ہمہ گیر تھا اس کے ساتھ اس نے عدل بھی کیا پھر اس نے سرحدیں بنائیں اور شہر بسائے اور ان میں قلعے بنائے جیسے طرسوس، اذنہ، عین المصیصہ، مرعش، جنگی عمارتوں کو مضبوط بنایا اس کے علاوہ راستوں میں سرائیں اور فوجی چوکیاں بنائیں اور اس کے کارندوں

نے بھی اس کی پیروی کی اور اس کے راستے پر چلے اور اس کی رعیت اس کے کاموں کی اقتداء کرتے ہوئے اور اس کی امامت پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے نقشِ قدم پر چلی پس اس نے باطل کا قلع قمع کیا اور حق کو نمایاں کیا اور مناروں کو روشن کیا اور دیگر اقوام سے فوقیت لے گیا اور اس کے زمانے میں عملاً سب لوگوں سے بہتر اُمِ جعفر زبیدہ بنت جعفر بن منصور تھی کیونکہ اس نے مکہ کے راستے میں سرائیں بنوائیں اور مکہ میں حوض، تالاب اور کنوئیں بنوائے اس وقت تک مکہ کے مشہور راستے میں اس کی بنوائی ہوئی چیزیں موجود ہیں اور اس نے شامی سرحد اور طرطوس میں بھی فی سبیل اللہ سرائیں بنوائیں اور انہیں وقف کر دیا اس کے دَور میں برامکہ کے کارنامے اور سخاوت مشہور ہوئی، ہارون الرشید پہلا خلیفہ تھا جو میدان میں ہاکی اور گیند بلّا کھیلا اور اس کھیل کے ماہرین کو مقرب بنایا اور لوگوں نے اس فعل کو اپنا لیا نیز خلفائے بنو عباس میں سے یہ پہلا شخص تھا جو شطرنج اور نرد کھیلا اور بڑے کھلاڑیوں کو مقدم کیا اور ان کے وظائف مقرر کیے، پس لوگ اس کے زمانے کو خوشحالی اور بکثرت سرسبزی اور فراخی کے باعث دُلہن کا زمانہ کہتے ہیں نیز اس کے بہت سے ایسے اوصاف بھی ہیں جو تعریف سے بڑھ کر ہیں۔ القاہر نے کہا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تو نے اُمِ جعفر کے کارناموں کی تفصیل میں کوتاہی سے کام لیا ہے ایسا کیوں ہے؟ میں نے کہا امیر المومنین اختصار کی خاطر ایسا کیا ہے؟

اُمِ جعفر زبیدہ بنت جعفر بن منصور کے اوصاف

راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے برچھا لے کر اُسے ہلایا تو مجھے اس کے کنارے میں موت نظر آئی پھر اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں چمک آگئی تو میں نے تابعداری اختیار کرتے ہوئے کہا یہ ملک الموت ہے اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میری رُوح قبض کرے گا پس اس نے برچھے کو میری طرف جھکایا تو میں اس سے ڈر گیا پھر اس نے برچھے کو واپس کیا وہ مجھ سے چوک گیا تو اس نے کہا تیرا ستیاناس ہو تیری آنکھوں نے نفرت کی ہے اور تو زندگی سے ملول ہو گیا ہے؟ میں نے کہا امیر المومنین کیا بات ہے؟ اس نے کہا مجھے اُمِ جعفر کے مزید حالات بتاؤ میں نے جواب دیا امیر المومنین بہت اچھا، زبیدہ کے حسنِ سیرت میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ اس نے سنجیدگی اور مذاق میں بھی اپنے آپ کو کسی دُوسرے پر نمایاں نہیں کیا اس کے سنجیدہ اور شاندار کاموں میں ایسے کام بھی ہیں جن کی مثال اسلام میں نہیں پائی جاتی جیسے کہ اس نے ایک چشمے کو کھودا جو حجاز میں "عین المشاش" کے نام سے مشہور ہے، اس نے اسے

کھودا اور اس کے پانی کے لیے اس نے ہر نشیب و فراز اور میدان اور پہاڑ اور سخت زمین میں راستہ بنایا یہاں تک وہ بارہ میل سے نکال کر اُسے مکہ لے آئی اور اس کام پر اس کے اخراجات کا اندازہ ایک کروڑ سات لاکھ دینار ہے اس سے پہلے ہم نے حجاز میں جن حوضوں، سراؤں، تالابوں، کنوؤں اور سرحدوں کا ذکر کیا ہے ان پر وقت کے علاوہ اس کے ہزاروں دینار خرچ ہوئے اور جو کچھ اس نے غریبوں کی بھلائی کے لیے کیا وہ اس سے الگ ہے۔

دوسری وجہ —— جس کے باعث بادشاہ اپنے کارناموں پر فخر کرتے ہیں اور ان سے اپنے زمانے میں خوشحال رہتے ہیں اور اپنی حکومتوں کو بچاتے ہیں اور وہ باتیں ان کی سیرت اور کارناموں میں لکھی جاتی ہیں —— وہ یہ کہ زبیدہ پہلی عورت ہے کہ جس نے سونے اور چاندی سے ایک آلہ بنایا جس میں جواہرات ٹنکے ہوئے تھے اور اس نے اس پر اعلیٰ درجہ کے نقش بنوائے یہاں تک کہ وہ کپڑا نقش و نگار کے باعث پچاس ہزار دینار تک پہنچ گیا اور یہ پہلی عورت ہے جس نے خادموں اور لونڈیوں میں سے سانڈنی سوار جو اپنی ضروریات کے لیے خطوط لے جاتے تھے اور یہ پہلی عورت ہے جس نے چاندی، آبنوس اور صندل کے گنبد بنوائے اور ان کی کنڈیاں سونے اور چاندی سے بنوائیں جن پر نقش و نگار ہوتا تھا اور ان پر سمور، دیباج اور سُرخ، سبز، پیلا اور نیلا ریشم چڑھا ہوتا تھا اور اس نے جواہر سے مرصع موزے بنائے اور عنبر کی موم بتی بنائی، لوگ اپنے دیگر کاموں میں اُمِ جعفر سے مشابہت کرنے لگے، اور اسے امیر المومنین جب حکومت اس کے بیٹے تک پہنچی تو اس نے خادموں کو مقدم کیا اور ان کو ترجیح دی اور ان کے مراتب کو بلند کیا جیسا کہ کوثر وغیرہ جو اس کے خادموں میں سے تھا پس جب اُمِ جعفر نے دیکھا کہ اُسے خادموں سے بڑا شغف اور اشتغال ہے تو اس نے خوبرو اور دراز قد لونڈیوں کو لے کر ان کے سروں پر عمامے باندھے اور ان کے لیے پیشانیوں کے بال اور کنپٹیوں کے بال اور گدیاں بنوائیں اور انہیں قبائیں، چادریں اور پیٹیاں پہنائیں پس وہ ناز و ادا کے ساتھ اپنے سرین نمایاں کیے ہوئے چلیں تو اس نے انہیں اس کی طرف بھجوایا وہ اس کے سامنے گئیں تو اس نے انہیں اچھا خیال کیا اور انہوں نے اس کے دل کو اپنی طرف مائل کیا اور اس نے انہیں عوام و خواص کے سامنے نکالا اور عوام و خواص نے بھی بال کٹی لونڈیاں بنائیں اور انہیں قبائیں اور پیٹیاں پہنائیں اور ان کا نام غلامیات رکھا۔

جب القاہر نے یہ صفت سُنی تو وہ بہت خوش ہوا، اور بلند آواز سے پکارا، لے

غلام ! غلامیات کے وصف پہ ایک جام لاؤ، پس اس کے پاس جلدی سے بہت سی لونڈیاں آ گئیں جو ایک ہی قد کی تھیں، اس نے انہیں غلام خیال کیا جو چادروں، قباؤں، پیشانی کے بالوں گدیوں اور سونے اور چاندی کی پیٹیوں سے آراستہ تھیں، اس نے جام کو اپنے ہاتھ میں لیا اور میں جام کے جوہر اور شراب کی خوش نمائی اور اس کی چمک اور ان لونڈیوں کے حسن اور اس کے سامنے پڑے ہوئے برچھے کو دیکھنے لگا۔ اس نے جلدی سے پی کر کہا، اسے لے جاؤ۔ میں نے کہا امیر المومنین بہت اچھا پھر اس کے بعد حکومت مامون کے پاس آئی وہ اپنی حکومت کے آغاز میں — جب اس پہ فضل بن سہل کا غلبہ تھا — نجوم کے احکام اور قضایا میں غور و فکر کیا کرتا تھا اور ان کے بموجب کام کرتا تھا اور ساسانیوں کے گذشتہ بادشاہوں اردشیر بن بابک وغیرہ کے طریق پہ چلتا تھا۔

مامون کے اوصاف

اور قدیم کتب کے پڑھنے کی کوشش کرتا، ان کے درس و قراءت پہ مواظبت کرتا اور ان میں گہری دلچسپی لیتا تھا، پس وہ ان کے فہم اور درایت میں ماہر ہو گیا اور جب فضل بن سہل ذوالریاستین مشہور ہو گیا اور عراق آیا تو وہ ان سب باتوں سے روگرداں ہو گیا اور توحید اور وعدہ و وعید کا پرچار کرنے لگا اور متکلمین سے مجلسیں کرنے لگا اور اس نے بہت سے سربرآوردہ منطقیوں اور مناظرہ کرنے والوں کو اپنا مقرب بنایا جیسے ابوالہذیل، ابواسحاق ابراہیم سیار النظام وغیرہ جن سے وہ موافقت بھی رکھتا تھا اور مخالفت بھی، وہ فقہاء اور اہل معرفت ادباء سے بھی پابندی کے ساتھ مجلس کرتا تھا اور انہیں شہروں سے بلا کر ان کے وظائف مقرر کر دیتا تھا پس لوگ بھی بحث و نظر میں دلچسپی لینے لگے اور انہوں نے بھی مباحثہ و مجادلہ کرنا سیکھ لیا اور ہر فریق نے اپنے اپنے مذہب کی تائید میں کتابیں لکھیں جن سے ہر فریق اپنی تائید میں قول لاتا وہ لوگوں سے بہت زیادہ عفو کرنے والا، بہت برداشت کرنے والا، اچھی طاقت والا، سخاوت کرنے والا، عطیات دینے والا اور حماقت سے دور رہنے والا تھا اس کے وزراء اور اصحاب بھی اسی کے راستہ پہ چلنے والے تھے۔

المعتصم کے اوصاف

اے امیر المومنین پھر المعتصم بھی اپنے بھائی مامون کے مذہب پہ چلا اور اس پہ شہسواری اور عجمی بادشاہوں سے تشبہ اختیار کرنے اور ٹوپیاں پہننے کی محبت غالب آ گئی لوگوں نے بھی اس کی اقتداء میں ٹوپیاں پہننا شروع کر دیں۔

توان کا نام المعتصمیات رکھ دیا گیا اس کی نوازشات لوگوں پر عام تھیں اور اس کے زمانے میں راستے پُر امن تھے اور وہ سب لوگوں سے حسنِ سلوک کرتا تھا۔

الواثق کے اوصاف

ہارون بن محمد الواثق بھی اپنے باپ اور چچا کے طریق پر چلا مخالف کو سزا دی اور لوگوں کو آزمایا۔ اس کی نیکی بہت تھی اور اس نے دیگر شہروں کے قاضیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ مخالف کی شہادت کو قبول نہ کریں وہ بہت بسیار خور کثیر العطایا، آسانی سے بات مان جانے والا اور اپنی رعیت کا محبوب تھا۔

المتوکل کے اوصاف

امیر المومنین پھر متوکل، اعتقاد میں، مامون، معتصم اور واثق کا مخالف تھا اس نے آراء میں جدل و مناظرہ کرنے سے روک دیا اور اس پر سزائیں دیں اور تقلید کا حکم دیا، حدیث کی روایت کو نمایاں کیا۔ پس اس کا زمانہ اچھا رہا اور حکومت منظم رہی اور اس کی سلطنت ہمیشہ قائم رہی اسے امیر المومنین اس کے علاوہ بھی اس کے اخلاق مشہور و معروف ہیں۔

القاہر نے کہا میں نے تیری باتوں کو سُنا ہے اور تُو نے جن لوگوں کے حالات بیان کیے ہیں مجھے یوں معلوم ہو رہا ہے کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں، مجھے تیری باتیں سُن کر خوشی ہوئی ہے تو نے سیاست کے دروازے کھول دیے ہیں اور سرداری کرنے کے طریق بتائے ہیں پھر اُس نے مجھے جلد انعام دینے کا حکم دیا پھر مجھے کہنے لگا جب تو کھڑا ہونا چاہے کھڑا ہو جانا، میں کھڑا ہوا تو وہ میرے پیچھے اپنا برچھا لے کر کھڑا ہو گیا، خدا کی قسم مجھے خیال گزرا کہ وہ مجھے پیچھے سے برچھا مار دے گا پھر وہ خادموں کے گھر کی طرف مڑ گیا اور ابھی تھوڑے سے ہی دن گزرے تھے کہ وہ واقعہ ہو گیا جو سب کو معلوم ہے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ یہ شخص جس نے مجھے یہ بات بتائی ہے اس کے بہت اچھے واقعات ہیں اور وہ زندہ ہے اور آج تک (یعنی ۳۳۲ھ تک) اُسے مقررہ وظیفہ مل رہا ہے۔ یہ شخص بادشاہوں کا مداح، رؤسا کا ہم نشین، حسنِ فہم و رائے سے آراستہ ہے

ابن درید کی وفات

القاہر باللہ کی خلافت میں ۳۲۱ھ میں ابوبکر محمد بن حسن بن درید کی بغداد میں وفات ہوئی یہ ہمارے زمانے کے ان لوگوں میں سے تھے جو شعر میں بڑے ماہر اور لغت میں منتہی تھے۔ لغت میں خلیل بن احمد کا قائم مقام تھے۔ لغت میں ایسی اشیاء لائے ہیں جو متقدمین کی کتب میں موجود نہیں اور وہ ہر طرز

کے شعر کہہ سکتا تھا، کبھی فصیح شعر کہتا اور کبھی دل کو نرم کرنے والے شعر کہتا اس کے اشعار شمار سے باہر ہیں اس نے بہت اچھے اشعار کہے ہیں اس کا وہ قصیدہ مقصورہ بھی ہے جو اس نے الشاہ بن میکال کی مدح میں لکھا ہے، کہتے ہیں کہ اس نے اکثر مقصور الفاظ کو اس میں بیان کر دیا ہے اور اس کا پہلا بند یہ ہے ؎

"یا تو میرے سر کو دیکھ جس کا رنگ صبح کے کنارے کی طرح ہے جو تاریکی کے پلو کے نیچے ہے اور سفیدی اسیاہی اس طرح روشن ہے جیسے آگ جنڈ کے موٹے گٹھے میں روشن ہوتی ہے۔"

اور اس میں ایک شعر یہ ہے ؎

"اور جب رات اور دن دونوں کسی نئی چیز پر غالب ہو جاتے ہیں تو اُسے بوسیدگی کے قریب کر دیتے ہیں۔"

اور اسی قصیدے میں کہتا ہے ؎

جب مجھے کوئی موج مصیبت میں ڈال دے تو میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو کہتے ہیں کہ معاملہ سنگین ہو گیا ہے۔"

اور کہتا ہے ؎

"اور اگر میری پسلیوں کے درمیان کوئی آہ ٹھہر جائے تو وہ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ہر چیز کو بھر دیتی ہے۔"

اس مقصورہ قصیدے میں بہت سے شعراء نے اس کا معارضہ کیا ہے جن میں ابوالقاسم علی بن محمد بن داؤد بن فہم تنوخی انطاکی بھی شامل ہے اور جو اس وقت تک (یعنی ۳۳۲ھ تک) بصرہ میں جملہ بریدیوں کے ساتھ رہتا ہے اس کے مقصورہ قصیدے کا پہلا بند جس میں وہ تنوخ اور اس کی قوم کی تعریف کرتا ہے جو قضاعہ میں سے تھی یہ ہے ؎

"اگر میں آخر تک نہ پہنچ چکا ہوتا تو میں عقل کی بات نہ مانتا اور جو شخص حد سے بڑھ گیا ہو وہ کس حد کا تقاضا کرتا ہے، اور اگر تو نے کوتاہی کی ہے تو میں خون آلود دل سے کوتاہی نہیں کروں گا جس کو گڑیوں کی نگاہیں خون آلود کر دیتی ہیں اور وہ آنکھ اگر چشم پوشی کرنے والوں کو دیکھ لے تو بند ہو جائے اور اس کی پلکوں میں جنڈ کے انگارے ہوں۔"

وہ اسی قصیدے میں کہتا ہے ؎

"اور کتنی ہی ہرنیاں ہیں جن کی حفاظت ان کی نگاہیں کرتی ہیں جو دلوں میں تلوار
کی دھار سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ گھس جانے والی ہیں، اور وہ اس
حرف سے زیادہ تیز ہیں جو جر کی طرف جانے والا ہے اور اس محبت سے
بھی زیادہ تیز ہیں جو رُوح میں گھس کر اُسے پُرکر دیتی ہے۔ اور قضاعہ بن
مالک بن حمیر کے بعد ترقی کرنے والوں کے لیے ترقی کی کوئی جگہ نہیں رہی"

مقصورہ قصیدہ کہنے میں ابوالمقاتل نصر بن نصیر الحلوانی سبقت لے گیا ہے یہ
قصیدہ اس نے محمد بن زید الداعی الحسنی کے متعلق طبرستان میں کہا تھا ؎

"اے میرے دو دوستو ان ٹیلوں پہ کھڑے ہوکر ان سے پوچھو کہ تمہاری وہ
گڑیائیں کہاں ہیں، وہ کدھر گئی ہیں جنہوں نے اپنے گھروں میں اقامت اختیار
کی تھی اُن سے مدد مانگو تاکہ وہ سوزش سے شفا دیں۔"

ابن ورقاء کا بھی ایک مقصورہ قصیدہ ہے وہ کہتا ہے ؎

"تو جو چاہے کہہ وہ نیل گائے ہے وہ نیزہ ہے اور جواہرات گڑیوں کے
پہلوؤں پہ روتے ہیں۔"

ابن درید کی موت کے بعد، ابوعبداللہ المفجع کی وفات ہوئی وہ کاتب، شاعر اور نادر
الفاظ کے متعلق بڑی بصیرت رکھنے والا تھا وہ باہلی مصری کا ساتھی تھا جو ابن درید سے
مخالفت رکھتا تھا، المفجع نے اس کے متعلق کیا خوب کہا ہے ؎

"دل، آستین کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے لیکن اس کے در سے ایک دو
وادیوں کے کنارے ہیں اس کا خیال آہستگی سے میری سواری کے پاس
آیا اور وہ دونوں رسیوں سمیت چرتی ہوئی میری آنکھوں کے سامنے سے
بھاگ گئی۔"

ہم نے القاہر باللہ کے مختصر مدتِ خلافت کے باوجود اس کے واقعات کتاب
الاوسط میں درج کیے ہیں، جنہیں یہاں ذکر کرنا عبث ہے۔

باب یازدہم

الراضی باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات

الراضی باللہ محمد بن جعفر المقتدر کی بیعت ۱۹ر جمادی الاولی ۳۲۲ھ کو جمعرات کے روز ہوئی اس کی کنیت ابو العباس تھی اس نے ۱۰ر ربیع الاول ۳۲۹ھ تک خلافت کی اور بغداد میں طبعی موت مرا، اس کی خلافت چھ سال گیارہ ماہ تین دن رہی، اس کی ماں بھی اُم ولد تھی جسے ظلوم کہا جاتا تھا۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دَور کی ایک جھلک

اس کے وزراء

الراضی باللہ نے ابو علی محمد بن علی بن مقلہ کو وزیر بنایا، پھر ابو علی عبدالرحمٰن بن عیسیٰ بن داؤد بن الجراح کو وزیر بنایا، پھر ابو جعفر محمد بن قاسم کرخی کو وزیر بنایا، پھر ابو الفتح فضل بن جعفر بن الفرات کو وزیر بنایا اور پھر ابو عبدالرحمٰن بن محمد البریدی کو وزیر بنایا۔

الراضی کے اشعار

الراضی، زیرک ادیب اور شاعر تھا، اس کے مختلف مفاہیم میں بہت اچھے شعر موجود ہیں اگرچہ وہ ابن المعتز کے مقابلہ کا نہیں وہ ملاقات کے وقت اپنا اور اپنے معشوق کا حال بیان کرتا ہوا کہتا ہے ؎

"جب میری نگاہ نے اسے غور سے دیکھا تو میرا چہرہ زرد ہوگیا اور شرمندگی

سے اس کا چہرہ سُرخ ہوگیا یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کے رخسار میں جو خُون ہے وہ میرے چہرے سے اُدھر منتقل ہوگیا ہے۔

اور اس کے بہترین اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

"اے رات کے رب اس کی ملاقات کا وقت قریب آگیا ہے رات مجھے چھپاتی ہے اور میرے مونس اس کے بٹن ہیں، وہ سروقد ہے اور اس کا چہرہ چراغ کی طرح روشن ہے، اس نے میرے لیے اپنا زنار قربان کر دیا ہے وہ بڑی مغرور ہے اور اس کے رخسار پر سرخی نمایاں ہے، وہ گل انار کی سرخی کے ساتھ ناز و ادا سے چلتی ہے، کون سے ٹیلے نے اس کے ازار کو اکٹھا کر رکھا ہے اور کونسی ٹہنی اس کے بٹنوں کو اپنے اندر لیے ہوئے ہیں، وہ جب شراب کے جام طلب کرتی ہے تو اس کی اطاعت کی جاتی ہے اس کی دوشیزگی نے اُسے متکبر بنا دیا ہے۔"

ابوبکر الصولی الراضی کے بہت سے اشعار بیان کرتا تھا اور اس کے حُسنِ اخلاق، اچھے حالات، علوم و فنون ادب میں اس کی محنت، متقدمین کے علوم میں اس کی نظر، اہلِ درایت اور فلسفیوں کے بحرِ علم میں اس کے غوطہ زن ہونے کا ذکر کرتا تھا۔

ابوبکر الصولی کے محاسن

الصولی بیان کرتا ہے کہ الراضی نے ثریا میں ایک دفعہ سیر کرتے ہوئے ایک خوب صورت باغ اور خوشنما پھول کو دیکھا تو ایک ندیم سے کہا، کیا تم نے اس سے اچھا باغ دیکھا ہے، اس نے اس کی مدح و توصیف کی اور یہ کہ دُنیا کی خوب صورتی میں سے کوئی چیز اس سے لگا نہیں کھا سکتی، تو اس نے کہا کہ الصولی شطرنج کھیلتا ہے اور خدا کی قسم یہ اس پھول سے اچھا ہے اور تم سب کی تعریف سے بھی اچھا ہے۔

الصولی بیان کرتا ہے کہ جب میں شروع شروع میں المکتفی کے پاس آیا تو اُسے بتایا گیا کہ یہ بہت اچھا شطرنج کھیلتا ہے۔ اس وقت اس کے ہاں الماوردی بہت اچھا کھلاڑی تھا اور اس کے دل میں جاگزین تھا اور وہ بھی اس کے کھیل سے بہت حیران تھا، پس یہ دونوں المکتفی کے سامنے شطرنج کھیلے المکتفی نے الماوردی کے متعلق اچھی رائے دی اور اس کی عزت افزائی کی یہاں تک کہ اس نے الصولی کو پہلے

مرحلے میں انگشت بدنداں کر دیا جب ان دونوں کے درمیان مسلسل کھیل ہونے لگا تو الصولی اس پر ایسا غالب آیا کہ وہ اس سے بازی لے ہی نہیں سکتا تھا جب المکتفی کو اس کے اچھے کھیل کا پتہ چل گیا تو اس نے ماوردی کی محبت اور نصرت سے منہ پھیر لیا اور اُسے کہا کہ تیرے گلاب کا عرق بول بن گیا ہے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ اب ہم شطرنج اور اس کے بارے میں جو کچھ کہا گیا چھوڑتے ہیں اور اس سے قبل اس کتاب میں ہم نے ہند کے واقعات اور شطرنج اور نرد کی کھیل کے اصولوں کے ذکر میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور اجرام سماویہ اور اجرام علویہ کے ساتھ اس کے تعلق کو بھی بیان کیا ہے، اب ہم ان چند باتوں کا ذکر کریں گے جو اس کتاب میں اس سے قبل بیان نہیں کی گئیں۔

خلیل بن احمد

عمرو بن بحر الجاحظ نے اپنی کتاب "تفضیل صنعۃ الکلام" میں بیان کیا ہے یہ ایک رسالہ ہے جو الہاشمیہ کے نام سے مشہور ہے) کہ خلیل بن احمد، نحو اور عروض کا بڑا محسن ہے، اس نے سُروں کی موزونیت اور آوازوں کی تراکیب کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے/ حالانکہ اس نے کبھی تار نہیں بجایا اور نہ کبھی اپنے ہاتھ سے چھڑی کو چھوا ہے اور نہ ہی گلوکاروں کا بکثرت مشاہدہ کیا ہے، اس نے علم کلام میں بھی ایک کتاب لکھی ہے اگر روئے زمین کے تمام بلغاء، اس میں خطاء اور تعقید کی جستجو کریں تو وہ ناکام رہیں اور اور اگر کوئی طاقت ور آدمی اپنی طاقت کو ہذیان میں لگا دے تو وہ اس کی مثل نہ لا سکے، جاحظ کہتا ہے کہ اگر میں نے کتاب کو نحیف و کمزور نہ قرار دیا ہوتا اور رسالہ کو سنجیدگی کی حد سے نکال کر بے ہودگی تک نہ لایا ہوتا تو میں اس کی کتاب کے آغاز میں توحید اور عدل کے بارے میں اس کی باتوں کو بیان کرتا، راوی بیان کرتا ہے کہ وہ اس سے راضی نہ ہوا یہاں تک کہ اس نے شطرنج کا ارادہ کر لیا/ پس اس بات نے دہشت کو مزید بھاری کر دیا اور شطرنج کھیلنے والوں کے پاس بیٹھنے والوں نے اس سے اٹھکیلیاں شروع کر دیں اور پھر اُسے دے مارا۔

آلات شطرنج کی قسمیں

سلف و خلف نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ اپنی ہیئت کے اختلاف کے باوجود شطرنج کے آلات چھ شکلوں کے ہیں جو کسی دوسرے کھیل میں موجود نہیں، پہلا آلہ چوکور ہے جو بہت مشہور ہے وہ آٹھ گھر ہیں اور ہند کے قدیم باشندوں کی طرف منسوب ہیں پھر ایک مستطیل آلہ ہے۔ اس کے سولہ

یں سے چار گھر ہیں، دونوں جانب سے چار صفوں میں نمونے گاڑے جاتے ہیں، یہاں تک کہ چوپائے دو صفوں میں ہو جاتے ہیں اور شکاری پرندے اس کے آگے دو صفوں میں ہوتے ہیں اور ان کی چال پہلی صورتوں کے نمونے پر ہوتی ہے اور چوکور آلہ —— یہ دس ضرب دس میں ہوتا ہے —— اس کے نمونے میں زیادتی دو ٹکڑوں میں ہوتی ہے جنہیں تنک کہتے ہیں ان کی چال شاہ کی چال ہوتی ہے مگر وہ مارتے بھی ہیں اور مارے بھی جاتے ہیں پھر ایک گول آلہ ہوتا ہے جو رومیوں کی طرف منسوب ہے پھر ایک گول نجومی آلہ ہوتا ہے جسے فلکیہ کہتے ہیں اور اس کے گھر، فلک کے برجوں کی طرح بارہ ہوتے ہیں جو نصف نصف تقسیم ہوتے ہیں اور ان میں مختلف رنگوں کے سات نمونے ہوتے ہیں جو پانچ ستاروں، سورج اور چاند اور ان کے رنگوں پر ہوتے ہیں۔

قبل ازیں ہند کے حالات میں اجسام سماوی کے ساتھ ان کے اتصال کی کیفیت اور اشخاص علویہ کے ساتھ ان کے عشق کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے بیان کر آئے ہیں اور یہ کہ فلک کی حرکت، اس چیز کے عشق کی وجہ سے ہے جو اس کے اوپر ہے اور نفس کے عالم عقل سے اُتر کر عالم حس کی طرف آنے کے متعلق ان کا قول ہے کہ وہ یادداشت کے بعد بھول گیا ہے اور جاننے کے بعد ناآشنا ہو گیا ہے اور اس کے علاوہ بھی وہ کچھ بکواس کرتے ہیں جس سے اس کا علم ان کے نزدیک شطرنج کے مہروں سے جا ملتا ہے، پھر ایک اور آلہ ہے جسے جوارحیہ کہتے ہیں جو ہمارے اس زمانے میں ظاہر ہوا ہے اور یہ آٹھ کے مقابل سات گھر ہیں اس کے نمونے بارہ ہیں اور وہ ہر جہت میں چھ چھ ہوتے ہیں اور چھ میں سے ہر ایک کو انسان کے اعضاء کے نام دیے گئے ہیں جن سے تمیز کرتا، بولتا، سنتا، دیکھتا، پکڑتا اور دوڑتا ہے اور یہ دوسرے حواس ہیں اور مشترک حاسہ قلب ہے۔

ہندوستانیوں، یونانیوں، ایرانیوں اور رومیوں وغیرہ نے جو شطرنج کھیلتے ہیں انہوں نے اس کی صورتوں اور مہروں اور اس کے اصولوں اور اس کی وجوہ علل اور عجیب و غریب باتوں اور قوائم اور مفردات اور مہروں کے متعلق خوش کن باتیں تصنیف کی ہیں۔ شطرنج کے کھلاڑیوں نے ہنسی مذاق اور حیران کن نادر باتوں کو اس پر متعین کیا ہے اور ان میں سے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ یہ باتیں لوگوں کو اس کے کھیلنے اور اس کے متعلق صحیح افکار قائم کرنے پر اُبھارتی ہیں اور یہ اسی رجز کے مشابہ ہے جسے جنگجو، جنگ کے وقت

اور حدی خوان، تھک جانے کے وقت اور ڈول ڈالنے والا پانی نکالتے وقت پڑھتا ہے اور یہ کھلاڑی کے لیے تیاری کے مترادف ہے جیسے رجز پڑھنا جانباز کے لیے تیاری کا باعث ہوتا ہے۔

بعض کھلاڑیوں نے اس کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں ان میں سے یہ اشعار بھی ہیں ؎

"شطرنج کے مُہرے اپنے وقت میں انگارے کے بھڑکنے سے بھی زیادہ گرم ہوتے ہیں اور کتنے ہی کمزور کھلاڑی ہیں جن کے لیے یہ مُہرے مدد کا باعث بن جاتے ہیں"

ایک شاعر نے اس کھیل کی حد درجہ تعریف کرتے ہوئے کہا ہے ؎

"چمڑے کی سرخ چوکور بساط دو دوستوں کے درمیان پڑی ہے جو بڑے کریم ہیں ان دونوں نے جنگ کا ذکر کیا —— تو دونوں نے ان کے مثل بنائے بغیر اس کے کہ وہ دونوں خون بہائیں، اور وہ ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں اور جنگ کی آنکھ نہیں سوتی، پس سواروں کی طرف دیکھ جو دونوں فوجوں کی پہچان کے ساتھ بغیر علم وطبل کے گھس آئے ہیں۔"

شطرنج کی تعریف میں بڑا مبالغہ کیا گیا ہے اور اس پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

ابوالحسن بن ابی بغل کاتب جو بڑا وقائع نگار اور عامل تھا شطرنج کے بارے میں واقفیت رکھنے اور کھیلنے میں بڑا مشہور تھا، کہتا ہے ؎

"نوجوان نے شطرنج نصب کیا ہے تاکہ وہ ان عواقب کو دیکھے جس تک جاہل کی آنکھ نہیں پہنچ سکتی اور اس نے دُوسرے دن باتوں کے نتائج کو دکھا دیا جو سنجیدہ آدمی کی نگاہ میں مذاق کرنے والا تھا، پس اس نے بادشاہ کو عطیہ دیا ہے کیونکہ اس نے شطرنج کے ذریعے اُسے بتایا ہے کہ کیسے ہلاکتوں سے بچا جاتا ہے اور اس کے مہروں کو اِدھر اُدھر چلانا ایسے ہی ہے جیسے نیزوں اور گھوڑوں کو چلایا جاتا ہے۔"

نرد کے متعلق کچھ باتیں

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم نرد اور اس کے اوصاف کے بارے میں اس سے پہلے اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں کہ اُسے کیسے رکھا جاتا ہے اور اس کھیل کا موجد کون ہے اور ہند کے حالات بیان کرتے ہوئے ہم نے اس کے متعلق جو اختلاف پایا جاتا ہے اُسے بھی بیان کیا ہے، نرد کے ماہرین کے نزدیک اس کھیل کی کئی قسمیں ہیں اور اس کی ترتیب و تنصیب کے

کئی طریقے ہیں، ہاں گھروں کی تعداد ایک ہی ہے اس میں کچھ کمی بیشی نہیں جیسا کہ اس کے اصولوں اور علم کے متعلق ہم پہلے بیان کر آئے ہیں اور اس میں دو نگینے محکم ہیں اور ان دونوں سے کھیلنے والا اگرچہ مختار نہیں اور نہ ہی ان دونوں نگینوں کے حکم سے خارج ہے اور ان دونوں کا پورا کرنا اس بات کا محتاج ہے کہ اس کا سے جانا درست ہو اور اس کا سابق صحیح الحساب ہو اور اس کی ترتیب اچھی ہو۔

نرد کھیل اور تعریف اور دونوں نگینوں کے مضبوط کرنے اور کھلاڑیوں کو اسے پورا کرنے کے بارے میں لوگوں نے بہت اشعار کہے ہیں اور اسکے مکمل معانی کو بیان کرتے ہوئے اس میں غرق ہی ہو گئے ہیں ان میں سے ایک شاعر کہتا ہے ؎

"نرد میں کوئی بھلائی نہیں اور جب اس کا کھلاڑی ہارنے والا ہو تو اُسے ذہن کی تیزی کچھ کام نہیں دیتی، وہ تجھے اس کے دونوں نگینوں کے افعال ان کے حکم سے دکھائے گا وہ ایک حال میں دونوں مخالف ہوتے ہیں خوش بخت بھی اور منحوس بھی، پس تو اس میں کسی اہل ادب کو نہیں دیکھے گا کہ چاند اُسے چھوڑ رہا ہے مگر جب وہ مظلوم ہو۔"

ابوالفتح محمود بن الحسین السندی بن شاہک الکاتب جو کشاجم کے نام سے مشہور ہے بڑا صاحب علم و معرفت و روایت و ادب تھا، اس نے نرد کے مشہور کھلاڑی اپنے ایک دوست کو نرد کی مذمت کرتے ہوئے لکھا ؎

"اے نرد پر فخر کرنے والے، میں نے تیرے چاند کو حاصل کرنے کے لیے بڑی جد و جہد کی ہے تیرے ساتھ دونوں نگینے کیوں نہیں موافقت کرتے مگر عقل مند کو ظن جھٹلاتا ہے اور وہ محرومی کی شدت سے روتا ہے اور جب حکم سے فیصلہ آتا ہے تو اس کے فیصلہ سے دونوں مدمقابل انحراف نہیں کر سکتے اور میری زندگی کی قسم، میں پہلا انسان نہیں جس نے تمنائیں کی ہوں اور پوری نہ ہوئی ہوں۔"

اسی طرح ابوالفتح نے مجھے ابونواس کے یہ شعر سُنائے ؎

"وہ امر کی مامور ہے اور امر کے خلاف کام کرتی ہے اور وہ اس بارے میں ہدایت اور گمراہی کی متبع نہیں۔ جب تو کہتا ہے کہ نہ کر، تو وہ بات

نہیں مانتی اور جو وہ کہتی ہے میں کرتا ہوں، پس میں اس کا غلام ہو گیا ہوں۔"

اور ہم اس کتاب میں اس سے پہلے ہندوستان کے بادشاہوں کے باب میں کسی کا یہ قول نرد اور دو نگینوں کے متعلق درج کر آئے ہیں کہ یہ کمائی کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں اور یہ عقل اور حیلے سے حاصل نہیں کی جا سکتی، کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اردشیر بن بابک نے یہ کھیل کھیلا تھا اور اہل دنیا کو بتایا کہ دنیا بدل جانے والی چیز ہے اور مہینوں کی تعداد کے مطابق اس کے بارہ گھر بنائے اور مہینوں کے دنوں کی تعداد کے مطابق اس کے تیس گُٹے بنائے اور دو نگینے قسمت کے بنائے کہ وہ اہل دنیا کے ساتھ کھیلتی ہے اس کے دیگر حالات ہم اپنی اس کتاب میں اور پہلی کتابوں میں بیان کر آئے ہیں۔

اور بعض اہل نظر مسلمانوں نے بیان کیا ہے کہ شطرنج کا بنانے والا جو کچھ کرتا تھا اس کے کرنے کی طاقت رکھتا تھا اور با انصاف تھا اور نرد کا بنانے والا مجبور تھا پس اس کے کھیلنے سے واضح ہو گیا کہ اس میں اس کی کوئی کاریگری نہیں بلکہ اس میں قضا و قدر کے مطابق تصرف ہوتا ہے۔

الراضی کی وسعت معلومات کے متعلق العروضی کی گواہی

العروضی ــــ جو الراضی اور دوسرے خلفاء اور ان کے بیٹوں کا اتالیق رہا ــــ بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک دن الراضی کو قتیبہ بن مسلم باہلی کے کبرا اور دیگر پسندیدہ اور ناپسندیدہ خصائل کے متعلق بتایا جو رؤساء میں پائے جاتے ہیں تو اس نے ان باتوں کو اپنے بچپن اور نو عمری ہی میں لکھ لیا میں نے اُسے دیکھا کہ وہ مواظبت و مداومت کے ساتھ سبق لیتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی نشست میں پختگی حاصل کر لی اس وقت میں نے اُسے اس قدر خوش دیکھا کہ ایسا خوش میں نے اُسے کبھی نہیں دیکھا تھا، پھر اس نے مجھے آکر کہا شاید زمانہ مجھے اس مقام تک پہنچا دے کہ میں ان خصائل سے شائستگی حاصل کروں اور ان آداب کو بجا لاؤں، کہتے ہیں کہ قتیبہ بن مسلم جب حجاج کی طرف سے خراسان کا والی تھا اور ترکوں سے جنگ کر رہا تھا تو اُسے کہا گیا کہ کاش تو اپنے اصحاب میں سے فلاں آدمی کو لشکر کا سالار بنا کر بعض بادشاہوں سے جنگ کے لیے بھیجتا تو اس نے جواب دیا کہ وہ آدمی بڑا متکبر ہے اور تکبر کی زیادتی کی وجہ سے اس کے غرور میں اضافہ ہو گیا ہے اور جو شخص اپنی رائے پہ مغرور ہو وہ قائم مقام سے مشورہ نہیں کرتا اور نہ خیر خواہ سے۔

اور جو غرور پہ اترائے اور اپنے آپ کو ترجیح دینے پہ فخر کرے، وہ کارنامہ کرنے سے دور اور رسوائی کے قریب ہوتا ہے اور جماعت کے ساتھ غلطی کرنا، الگ رہ کر دُرست کام کرنے سے بہتر ہے اور جو شخص دشمن پہ تکبر کرتا ہے وہ اُسے حقیر سمجھتا ہے اور جب وہ اُسے حقیر سمجھے گا تو اس کے معاملے میں سہل انگاری کرے گا اور جو شخص دشمن کے معاملے میں سہل انگاری کرے اور اپنی طاقت پہ بھروسہ کرے اور اپنی تیاری پہ خوش ہو تو اس کا بچاؤ کم ہو جاتا ہے اور جس کا بچاؤ کم ہو جائے اس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں اور میں نے جس بڑے آدمی کو بھی اپنے ساتھ جنگ کرنے والے پہ تکبر کرتے دیکھا ہے اُسے مصیبت زدہ، شکست خوردہ اور رسوا ہی دیکھا ہے خدا کی قسم اُسے گھوڑے سے زیادہ سُننے والا، عقاب سے زیادہ دیکھنے والا بھٹ تیتر سے زیادہ راہنمائی کرنے والا، کوے سے زیادہ محتاط، شیر سے زیادہ دلیر، چیتے سے زیادہ حملہ آور، اونٹ سے زیادہ کینہ توز، لومڑ سے زیادہ مکار، مُرغ سے زیادہ سخی، ہرن سے زیادہ بخیل سارس سے زیادہ حفاظت کرنے والا، کُتے سے زیادہ نگہبانی کرنے والا، گوہ سے زیادہ صابر اور چیونٹی سے زیادہ جمع کرنے والا ہونا چاہیے، کیونکہ نفس، ضرورت کے مطابق ہی توجہ کرتا ہے اور خوف کے مطابق ہی تحفظ اختیار کرتا ہے اور اسباب کے مطابق ہی لالچ کرتا ہے اور زمانے بھر کا یہ مقولہ ہے کہ مغرور کی کوئی رائے نہیں ہوتی اور نہ متکبر کا کوئی دوست ہوتا ہے اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس سے محبت کی جائے وہ خود محبت کرے۔

معاویہ اور قیس بن سعد

العروضی بیان کرتا ہے کہ ایک روز ہم نے اصحاب علم و معرفت کی موجودگی میں الراضی کے بچپن میں گزشتہ لوگوں کے حالات و واقعات پہ گفتگو کی تو بات یہاں تک پہنچی کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے پاس شاہِ روم کی طرف سے ایک خط آیا کہ وہ اس کے پاس اس آدمی کی شلوار بھیجیں جو ان کے پاس سب سے زیادہ جسیم ہے تو حضرت معاویہ نے کہا کہ میں تو قیس بن سعد کے سوا، کسی کو نہیں جانتا، اور آپ نے قیس سے کہا کہ جب تو گھر واپس جائے تو اپنی شلوار میرے پاس بھجوا دینا، اس نے شلوار اتار کر پھینک دی تو حضرت معاویہ نے کہا تو نے اسے اپنے گھر سے کیوں نہیں بھیجا تو قیس نے کہا ؎

"میں نے وفود کی موجودگی میں اس خیال کے پیشِ نظر ایسا کیا ہے کہ لوگوں

کو پتہ چل جائے کہ یہ قیس کی شلوار ہے اور وہ یہ نہ کہیں کہ قیس تو موجود نہیں
تھا اور یہ عاد کی شلوار ہے جسے ثمود نے بڑھا دیا ہے۔"

تو حاضرین مجلس میں سے ایک آدمی نے کہا کہ بنی غسان کے ایک بادشاہ جبلہ بن ایہم کا طول بارہ ہاتھ تھا اور جب وہ سوار ہوتا تو اس کے پاؤں زمین پہ لگتے جاتے تو الراضی باللہ نے اُسے کہا کہ قیس بن سعد جب سوار ہوتا تھا تو اس کے پاؤں زمین پہ لکیریں ڈالتے جاتے تھے اور جب وہ لوگوں کے درمیان چلتا تو لوگ خیال کرتے کہ وہ سوار ہے اور میرے دادا علی بن عبد اللہ بن عباس طویل و جمیل آدمی تھے اور لوگ ان کے طول سے متعجب ہوتے تھے اور وہ کہا کرتے تھے کہ میں عبد اللہ بن عباسؓ کے کندھے تک اور عبد اللہ میرے دادا عباسؓ کے کندھے تک تھے اور عباس بن عبد المطلب جب بیت اللہ کا طواف کرتے تو وہ سفید خیمے کی طرح دکھائی دیتے، العروضی بیان کرتا ہے کہ خدا کی قسم حاضرین اس کی صغرسنی کے باوجود اس کی ان باتوں سے حیران رہ گئے۔

کیکم پرندہ

پھر ہم ممالک کے عجائبات اور ہر قطعہ زمین کے خاص نباتات، حیوانات جمادات اور جواہرات کی اقسام پہ گفتگو کرنے لگے تو حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے مجھے کہا کہ دنیا میں سب سے عجیب چیز وہ پرندہ ہے جو طبرستان کے علاقے میں دریاؤں کے کنارے پہ باز کی مانند پایا جاتا ہے اہل طبرستان اُسے کیکم کہتے ہیں یہ اس کی آواز کا نام ہے اور وہ سال میں صرف موسم بہار میں بولتا ہے تو اس کے پاس چڑیاں اور چھوٹے چھوٹے پرندے جو پانی وغیرہ میں ہوتے ہیں جمع ہو جاتے ہیں تو وہ دن کے پہلے حصے میں چہچہاتا ہے اور دن کے آخر میں جو پرندے اس کے قریب ہوتے ہیں ان میں سے کسی کو پچھاڑ کر کھا جاتا ہے وہ موسم بہار کے ختم ہونے تک ہر روز اسی طرح کرتا ہے اور جب موسم بہار ختم ہو جاتا ہے تو پرندے اُس پہ ٹوٹ پڑتے ہیں اور اکٹھے ہو کر اُسے مارتے رہتے ہیں اور وہ ان سے بھاگتا پھرتا ہے اور دُوسرے موسم بہار کے آنے تک اس کی آواز سُنائی نہیں دیتی، وہ منقش پرندہ ہے اور اس کی دونوں آنکھیں بڑی خوب صورت ہوتی ہیں، راوی بیان کرتا ہے کہ علی بن زید طبیب طبری، مؤلف فردوس الحکمۃ نے بیان کیا کہ یہ پرندہ بہت کم نظر آتا ہے اور نہ ہی کبھی زمین پہ اس کے دونوں پاؤں اکٹھے دیکھے گئے ہیں بلکہ وہ زمین پہ ایک ہی پاؤں سے چلتا ہے اور ایک

حالت میں دونوں پاؤں اکٹھے زمین پر نہیں رکھتا ، جاحظ نے بیان کیا ہے کہ یہ پرندہ دنیا کے عجائبات میں سے ایک عجوبہ ہے اور یہ کہ وہ زمین پر دونوں پاؤں سے نہیں چلتا بلکہ اس خوف سے ایک پاؤں پر چلتا ہے کہ وہ کہیں زمین میں نہ دھنس جائے ، راوی بیان کرتا ہے کہ دوسرا عجوبہ ایک کیڑا ہے جو ایک مثقال سے تین مثقال تک ہوتا ہے وہ رات کو شمع کی مانند روشن ہوتا ہے اور دن کو اُڑتا ہے ، اس کے بازو سبز اور نرم ہوتے ہیں لیکن اس کے بازو دو نہیں ہوتے ، اس کی غذا مٹی ہے جس سے وہ اس خوف کے پیشِ نظر سیر نہیں ہوتا کہ وہ ختم ہو جائے گی اور وہ بھوک سے مر جائے گا اور اس میں بہت سے فوائد اور خواص پائے جاتے ہیں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ تیسرا عجوبہ پرندے اور کیڑے سے بھی عجیب تر ہے جو قتل ہونے کے لیے اُونگھ جاتا ہے۔ حاضرینِ مجلس نے اس واقعہ کی تحسین کی تو ابوالعباس الراضی نے پہلا واقعہ بیان کرنے والے سے معارضہ کرتے ہوئے کہا کہ عمرو بن جاحظ نے بیان کیا ہے کہ دنیا میں تین بڑے عجوبے ہیں ، اُلو جو دن کو اس خوف سے نہیں نکلتا کہ اس کے حسن و جمال کو نظر لگ جائے گی اس نے از خود ہی یہ تصور کر لیا ہے کہ وہ سب حیوانات سے خوبصورت ہے اس لیے وہ رات کو باہر نکلتا ہے اور دوسرا عجوبہ سارس ہے جو اپنے دونوں پاؤں زمین پر نہیں رکھتا بلکہ ایک پاؤں رکھتا ہے اور جب وہ ایک پاؤں سے چلتا ہے تو اس پر بھی پورا اعتماد نہیں رکھتا اور اس خوف سے آہستگی کے ساتھ چلتا ہے کہ زمین اس کے بوجھ سے نیچے سے دھنس جائے گی اور تیسرا عجوبہ وہ پرندہ ہے کہ جب نہر میں شگاف ہو جاتا ہے تو وہ پانی ٹوٹنے کی جگہ پر اس خوف کی وجہ سے بیٹھ جاتا ہے کہ زمین سے پانی ختم ہو جائے گا اور وہ پیاسا مر جائے گا ، یہ پرندہ مالک الحزین کے نام سے مشہور ہے اور سارس کی مانند ہے العروضی بیان کرتا ہے کہ تمام حاضرین منتشر ہو گئے اور وہ سب کے سب الراضی کے بارے میں متعجب تھے کہ وہ بچپن اور صغر سنی کے باوجود اس طرح کی باتیں کیسے کرتا ہے حالانکہ حاضرین میں اہل الرائے ، اصحابِ معرفت اور عمر رسیدہ لوگ بھی موجود تھے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم اپنی گزشتہ کتب میں ، زمین اور سمندروں کے عجائبات کے متعلق بیان کر چکے ہیں کہ ان میں عمارات ، حیوان ، جماد ، نالے اور گھاس کے کیا کیا عجائبات ہوتے ہیں اس لیے ان کو یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں ، ہم صرف الراضی کے حالات اور اس کے بچپن کے واقعات اور جو کچھ اس کے اتالیق نے اس کے متعلق بیان کیا ہے

اسے بیان کریں گے ہم نے اس کے واقعات کو مرتب کیا ہے، اس کا ذکر ہماری اس کتاب میں ہوگا۔

الراضی کا العروضی سے وعدہ کہ اگر وہ اُسے ہنسا دے گا تو اُسے انعام ملے گا۔

العروضی نے ہمیں بتایا کہ میں نے سردی کی ایک ٹھنڈی رات کو الراضی سے گفتگو کی، میں نے اُسے بیقرار دیکھا اور اسے چین پایا تو میں نے کہا امیر المومنین! میں آپ میں ایک ایسی بات دیکھ رہا ہوں جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی اور ایک ایسی تنگ دلی دیکھ رہا ہوں جس سے میں آشنا نہیں تو اس نے کہا اس بات کو چھوڑ و اور مجھے کوئی ایسی بات سناؤ کہ اگر تم نے اس بات سے میرے غم کو دُور کر دیا تو جو کچھ میرے اُوپر یا نیچے ہے وہ تمہارا ہوا لیکن شرط یہ ہے کہ تو میرے غم کو ہنسی کے ذریعہ دُور کرے، میں نے کہا امیر المومنین بنی ہاشم میں سے ایک آدمی اپنے عم زاد کے پاس مدینہ گیا اس کے پاس ایک سال تک ٹھہرا رہا اور کوئی آرام نہ پایا جب ایک سال کے بعد اس نے کوفہ کی طرف واپس جانے کا ارادہ کیا تو اس کے عم زاد نے اُسے چند دن مزید قیام کرنے کی قسم دی پس وہ اس کے پاس ٹھہر گیا، اس آدمی کے پاس دو گلو کارہ لونڈیاں تھیں اس نے ان دونوں سے کہا، کیا تم نے میرے عم زاد کو اور اس کی دانائی کو نہیں دیکھا کہ وہ ہمارے ہاں ایک سال تک ٹھہرا ہے مگر پاخانہ نہیں گیا، ان دونوں نے اُسے کہا کہ ہمیں اس کے لیے کوئی چیز تیار کرنی ہے، جس کی وجہ سے اُسے پاخانہ گئے بغیر چارہ ہی نہ ہوگا اس نے کہا کہ یہ تمہارا کام ہے، پس ان دونوں نے آک کی لکڑی لی اور اُسے کوٹا وہ مسہل ہوتی ہے اور اسے اس کی شراب میں ڈال دیا جب ان دونوں کے شراب پینے کا وقت آیا تو انہوں نے اس کے آگے یہ مسہل رکھ دیا اور اپنے آقا کو اس کے علاوہ دوسری چیز پلا دی جب شراب اس کے حواس پر اثر انداز ہوئی تو آقا بناوٹی طور پر سو گیا اور نوجوان کے پیٹ میں بل پڑنے لگے تو اس نے ساتھ والی گلو کارہ لونڈی سے کہا، محترمہ! بیت الخلاء کہاں ہے اس کی سہیلی نے اُسے کہا یہ تجھے کیا کہتا ہے کہ یہ گانا سناؤ کہ ؎

"آلِ فاطمہ سے گھر خالی ہو گئے ہیں اور مکان گھر والوں سے خالی پڑے ہیں"

پس اس نے اُسے گانا سنایا تو اس نوجوان نے کہا کہ یہ کوفہ کی معلوم ہوتی ہیں مگر یہ دونوں میری بات نہیں سمجھیں، پھر اس نے دوسری گلو کارہ کی طرف

متوجہ ہو کر کہا اللہ تجھے عزت دے وضو کی جگہ کہاں ہے تو اُسے اس کی سہیلی نے کہا یہ تجھے کیا کہتا ہے اس نے کہا یہ تجھے کہتا ہے کہ یہ گانا سناؤ ۔

"کہ نماز کے لیے وضو کرا اور پانچ نمازیں پڑھ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا اعلان کر۔"

اس نے اسے یہ گیت سُنایا تو اس نے کہا یہ حجازی معلوم ہوتی ہیں مگر یہ دونوں میری بات نہیں سمجھیں پھر اس نے دوسری کی طرف متوجہ ہو کر کہا خاتون! بیت الخلاء کہاں ہے؟ تو اس کی سہیلی نے اُسے کہا یہ تجھے کیا کہتا ہے اس نے کہا یہ تجھے کہتا ہے کہ یہ گیت سناؤ ۔

"کہ چغل خوروں نے مجھے ہر جانب سے گھیر لیا ہے اور اگر ایک چغل خور بھی ہوتا تو وہی مجھے کافی تھا۔"

اس نے یہ گیت سُنایا تو اس نے کہا یہ یمانی معلوم ہوتی ہیں مگر یہ دونوں میری بات نہیں سمجھیں پھر اس نے دوسری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ راحت گاہ (بیت الخلاء) کہاں ہے تو اس کی سہیلی نے اُسے کہا اس نے تجھے کیا کہا ہے اس نے کہا یہ تجھے کہتا ہے کہ یہ گانا سناؤ ۔

"اس نے خوش طبعی اور مزاح کو چھوڑ دیا ہے اور عشق سے دشمنی کر کے راحت حاصل کر لی ہے۔"

اس نے اسے یہ گانا سُنا دیا اور آقا سونے کے بہانے یہ سب کچھ سُن رہا تھا جب اس کی حالت سخت خراب ہو گئی تو وہ کہنے لگا ۔

"مجھے اسہال نے گھیر رکھا ہے اور بار بار کے گانوں نے تنگ کر دیا ہے پس جب میرا صبر جواب دے گیا تو میں نے زانیہ عورتوں کے چہرے پر بیٹ کر دی۔"

پھر اس نے شلوار اُتار کر ان دونوں پر پاخانہ پھر دیا اور انہیں دیکھنے والوں کے لیے ایک نشان بنا دیا اس کے بعد آقا بیدار ہوا تو اس نے اپنی دونوں لونڈیوں کی حالت دیکھ کر کہا اے میرے بھائی! تجھے اس فعل پر کس نے آمادہ کیا ہے، اس نے جواب دیا، اے فاعلہ کے بیٹے تیرے پاس لونڈیاں ہیں وہ باہر نکلنے کے راستے کو جانتی ہیں اور مجھے نہیں بتاتیں پس میں نے ان کی جزا یہی سمجھی ہے پھر وہ وہاں سے چلا گیا، راوی

بیان کرتا ہے کہ الراضی کھلکھلا کر ہنسا اور اس کے اوپر نیچے جو کچھ بھی تھا اس نے میرے سپرد کر دیا ان سب چیزوں کی قیمت ایک ہزار دینار کے قریب تھی۔

مامون کا سبز اور پھر سیاہ لباس پہننا

الصولی بیان کرتا ہے کہ الراضی نے مجھے کہا کہ مامون کے سبز لباس پہننے اور اور سیاہ لباس کو عزت دینے کا سبب کیا تھا پھر اس کے بعد اس نے سیاہ لباس پہن لیا۔ میں نے جواب دیا کہ اس کے متعلق ہمیں محمد بن زکریا الغلابی نے بتایا کہ ہم سے یعقوب ابن جعفر بن سلیمان نے بیان کیا وہ کہتا تھا کہ جب مامون بغداد آیا تو ہاشمی اکٹھے ہو کر زینب بنت سلیمان بن علی کے پاس گئے، وہ عباس کے بیٹوں میں سے سب سے زیادہ قریب النسب اور سن رسیدہ تھیں انہوں نے اُسے کہا کہ سبز لباس کے تبدیل کرنے کے متعلق تم مامون سے بات کرو تو اس نے انہیں کہا کہ میں اس بات کی ذمہ داری لیتی ہوں کہ میں اس سے اس بارے میں بات کروں گی اور اس نے مامون کے پاس آ کر اُسے کہا امیر المومنین آپ اولاد علی بن ابی طالب سے حسن سلوک کرتے ہیں اور آپ گذشتہ آباء کی سنت کو چھوڑے بغیر ان کے ساتھ ہم سے زیادہ اچھا سلوک کر سکتے ہیں پس آپ اپنے سبز لباس کو خیرباد کہہ دیجیے اور کسی کو اس میں طمع نہ دلائیے۔

مامون نے اُسے کہا، چچی! مجھ سے کسی نے اس مؤثر انداز میں گفتگو نہیں کی جیسے آپ نے کی ہے، میرا مقصد اس لباس سے وہ نہیں جو آپ نے خیال کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو حضرت ابوبکرؓ کو امارت ملی اور آپ جانتی ہی ہیں کہ وہ اہلبیت سے کیا سلوک کرتے تھے پھر حضرت عمرؓ کو امارت ملی تو وہ انہیں کے نقش قدم پر چلے پھر حضرت عثمانؓ کو امارت ملی تو انہوں نے بنی اُمیہ پر توجہ دی اور دوسروں سے اعراض کیا، پھر حضرت علیؓ کو امارت ملی مگر وہ اس طرح صاف نہ تھی جیسے دوسروں کی تھی بلکہ اس میں میل کچیل ملی ہوئی تھی، اس کے باوجود انہوں نے عبداللہ بن عباس کو یمن کا اور قثم کو بحرین کا والی بنایا اور ان میں سے کسی ایک آدمی کو چھوڑے بغیر ہر ایک کو حکمران بنایا پس یہ امارت ہمارے گردنوں میں رہی یہاں تک کہ میں نے ان کی اولاد کو بدلہ دیا اور اس کے بعد وہی ہوگا جو تم لوگ چاہو گے پھر وہ سیاہ لباس پہننے لگا۔

امیر المومنین مامون کے کچھ اشعار ہیں جو اس واقعہ کے مفہوم سے مشابہت رکھتے

ہیں جسے میں نے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے ؎

"مجھے ابوالحسن کے وصی کے شکریہ پر ملامت کی جاتی ہے اور میرے نزدیک
یہ بات اس زمانے کے عجائبات میں سے ہے، پہلا اور بہترین خلیفہ وہ ہے
جس نے خفیہ اور اعلانیہ طور پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی، اور اگر
وہ نہ ہوتا تو ہاشم کے لیے امارت نہ ہوتی اور دن اسی طرح گزرتے جاتے
پس اس نے بنو عباس کو امارت دی اور دوسروں کو مختص نہ کیا اور جو اسے
چھوڑے گا وہ عزت اور احسان کا زیادہ مستحق ہوگا۔ پس عبداللہ نے
بصرہ میں ہدایت کو واضح کیا اور عبیداللہ نے یمن میں سخاوت کے دریا
بہا دیے، اور اس نے خلافت کے کاموں کو ان کے درمیان تقسیم کر دیا
پس میں اس شکریے کا ہمیشہ پابند رہا ہوں۔"

القاہر اور الراضی کے درمیان معاملہ

القاہر نے اپنے قتل کے وقت اپنے بہت سے اموال، مونس، بلیق اور اپنے بیٹے علی وغیرہ کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا تھا، اس نے اموال کو چھپا دیا جب اسے گرفتار کر کے اس کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی اور الراضی کو خلافت ملی تو اس نے القاہر سے اموال کا مطالبہ کیا گیا تو اس نے کہا کہ میرے پاس ان اموال میں سے کچھ بھی نہیں ہے تو اسے انواع و اقسام کے عذاب اور تکالیف دی گئیں مگر وہ نہ مانا تو الراضی نے اسے پکڑ کر اپنے قریب کیا اور اس کے ساتھ اس کی طویل نشستیں ہوئیں اس نے اس کا اکرام کیا اور اسے اس کے عام حقوق، عمر کا حق اور خلافت میں مقدم ہونے کا حق بھی دیا اور اس سے مہربانی سے پیش آیا اور اس سے غایت درجہ حسنِ سلوک کیا، ایک قلعے میں القاہر کا ایک باغ تھا جو ایک جریب کے قریب تھا اس نے اس میں نارنگیاں کاشت کی تھیں جو اس کے پاس بصرہ، عمان اور ہندوستان سے لائی گئی تھیں اور ان کے درخت آپس میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے اور ان کے پھل ستاروں کی طرح تھے جن میں سے کچھ سرخ اور کچھ زرد تھے ان کے درمیان کئی قسم کے پھول دار پودے تھے اور اس کے ساتھ اس نے صحن میں کئی قسم کے پرندے رکھے ہوئے تھے جیسے قمریاں، سیاہ چڑیاں اور طوطے اور چھوٹی ٹڈیاں وغیرہ جو اس کے پاس مختلف ملکوں اور شہروں سے لائے گئے تھے وہ باغ حد درجہ خوب صورت تھا۔

القاہر وہاں جاکر بہت شراب پیتا اور نشست کرتا تھا ، پس جب الراضی کو خلافت ملی تو اس کا شغف بھی اس جگہ سے بڑھ گیا اور وہ ہمیشہ وہاں جاکر بیٹھتا اور شراب پیتا پھر الراضی نے القاہر کو نہایت نرمی سے بتایا کہ لوگ اس سے مال مانگ رہے ہیں اور اس کو اس کی بہت ضرورت ہے مگر اس نے اموال کے متعلق کوئی بات نہ مانی اور اُسے کہا کہ جب حکومت اسی کی ہے تو جو کچھ اس کے پاس ہے اس سے اس کو مدد دے وہ اس کی اسکیم پر چلے گا اور ہر بات میں اس کی بات مانے گا اور اس نے مؤکد قسم کھا کر کہا کہ وہ اُسے قتل کرنے ، نقصان پہنچانے نہ ہی اس کے بیٹوں میں سے کسی کو قتل کرنے کی کوشش کرے گا تو القاہر نے ہاں کرتے ہوئے اُسے بتایا کہ میرا مال صرف نارنگیوں کے باغ میں ہے الراضی باغ کی طرف گیا اور اس سے اس جگہ کے متعلق پوچھا اس نے کہا میری نظر بند ہو چکی ہے اب میں اس جگہ کو نہیں پہچانتا لیکن تو اس کے کھودنے کا حکم دے تو تجھے اس جگہ کا پتہ چل جائے گا ، پس اس نے باغ کو کھودا اور ان درختوں ، پودوں اور پھولوں کو اکھاڑ پھینکا ، یہاں تک کہ باغ کی ہر جگہ کو کھود دیا مگر کچھ نہ ملا ، تو الراضی نے اُسے کہا یہاں تو وہ چیز کوئی نہیں جو تو نے بتائی تھی پس جو کچھ تو نے کیا ہے اس پر تجھے کس بات نے آمادہ کیا تھا تو القاہر نے اُسے کہا کیا میرے پاس مال میں سے کوئی چیز ہے ؟ مجھے تو اس جگہ پر تیرے بیٹھنے اور اس سے تیرے لطف اندوز ہونے کا افسوس ہوتا تھا اور یہ دُنیا میں میری لذت تھا پس مجھے افسوس ہوا کہ میرے بعد کوئی آدمی اس سے فائدہ حاصل کرے الراضی کو اس چالبازی پر افسوس ہوا جو اس نے اس باغ کے بارے میں اختیار کی اور اس کے قبول کرنے پر نادم ہوا اور اس نے القاہر کو دھتکار دیا پس وہ اپنی جان کے خوف سے اس کے قریب نہیں ہوتا تھا کہ وہ اس کے بعض رشتہ داروں کو قابو نہ کرے۔

الراضی کے اخلاق وعادات

الراضی خوشبو بہت استعمال کرتا تھا ، خوبرو ، سخی ، فیاض ، لوگوں کے حالات و واقعات کو بہت اچھے پیرائے میں بیان کرنے والا اور خود ان کے بہت قریب ہونے والا اور ان پر بخشش کرنے والا تھا اور روزانہ اس کا ہر ندیم انعام ، خلعت اور خوشبو لیے بغیر گھر واپس نہ جاتا تھا اس کے کئی ندیم تھے جن میں محمد بن یحییٰ الصولی ، اور ابن حمدون الندیم وغیرہ شامل تھے ہم نشینوں پر بکثرت انعامات کرنے کی وجہ سے اس پر غصہ کیا گیا تو اس نے کہا میں

امیرالمومنین ابوالعباس سفاح کے فعل کو اچھا سمجھتا ہوں کیونکہ اس میں اتنی خوبیاں تھیں کہ وہ کسی ایک آدمی میں اکٹھی نہیں ہوسکتیں، اس کے ہاں جو ندیم، گلوکارہ لونڈی آتی وہ تھوڑے بہت انعام یا پوشاک کے بغیر واپس نہ جاتی وہ محسن کا احسان کل پہ نہ اُٹھا رکھتا اور کہتا اس انسان پر تعجب ہے جو انسان کو خوش کرتا ہے پس وہ خوش تو جلدی ہو جاتا ہے اور جو اُسے خوش کرتا ہے اس کے بدلہ کو وعدہ پہ ٹال کر مؤخر کر دیتا ہے ابوالعباس ہر شب یا دن کو اپنے شغل کے لیے بیٹھتا تھا اور اس کے پاس ہر آنے والا انسان خوش خوش واپس لوٹتا تھا اگرچہ ہمارے معاملات اس طرح کے نہیں جیسے ہمارے اسلاف کے تھے پھر بھی ہم اپنے ہم نشینوں بلکہ بھائیوں سے ہمدردی کرتے ہیں جو چیزیں بھی اس کے پاس آتی تھیں وہ انہیں اپنے ندیموں کو بخش دیتا تھا پھر بھی انہیں کافی خیال نہیں کرتا تھا اور اگر کوئی ندیم حاضر نہ ہوسکتا تو وہ اُسے مزید انعام دیتا اور خادموں میں سے اس کا وزیر راغب الخادم اور غلاموں میں سے ذکی اس کے بہت چہیتے تھے۔

الراضی باللہ اور بجکم ترکی

الراضی کا اتالیق ابوالحسن العروضی بیان کرتا ہے کہ میں ایک روز دجلہ کے کنارے بجکم ترکی کے گھر میں عید کے ایک بہت بڑے اجتماع سے گزرا تو میں نے وہاں ایک ایسی خوشی، سرور اور لہو و لعب دیکھی کہ اس سے پہلے میں نے اس جیسی خوشی نہیں دیکھی تھی پھر میں الراضی باللہ کے پاس آیا تو میں نے اُسے مغموم پایا میں اس کے سامنے کھڑا ہوگیا اس نے مجھے کہا، قریب ہو جا، میں قریب ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے ہاتھ میں ایک درہم اور دینار ہے اور دینار میں چند مثقال سونا ہے اور درہم میں بھی ایسے ہی ہے اور ان دونوں پہ بجکم کی تصویر بنی ہوئی ہے اور وہ ہتھیار بند ہے اور اس کے اردگرد لکھا ہوا ہے کہ

"اس بات کو جان لے کہ عزت صرف امیر معظم، لوگوں کے سردار بجکم کے لیے ہے۔"

اور دوسری جانب بھی ایک ایسی ہی تصویر ہے وہ اپنی مجلس میں سر جھکائے بیٹھا ہے پس الراضی کہنے لگا کیا تو اس انسان کی کاریگری نہیں دیکھتا کہ اس کی ہمت اُسے کہاں تک لے جاتی ہے اور اس کا نفس اُسے کیا کچھ کہتا ہے؟ میں نے اُسے کچھ جواب نہ دیا اور میں گزشتہ خلفاء کی سیرتوں کو بیان کرنے لگا پھر میں نے اُسے کچھ جواب نہ دیا

اور میں گذشتہ خلفاء کی سیرتوں کو بیان کرنے لگا پھر میں نے اُسے ایرانی بادشاہوں کے حالات سُنائے اور جو کچھ انہیں اپنے اتباع سے تکالیف پہنچیں اور انہوں نے انہیں برداشت کیا اور اچھی طرح ملک کا انتظام کیا یہاں تک کہ ان کے حالات دُرست ہو گئے پس وہ اس غم کو بھول گیا جو اس کے دل کو لاحق ہو گیا تھا، پھر میں نے کہا امیر المومنین کو کون سی بات مانع ہے کہ وہ اس وقت مامون کی طرح ہو جائیں وہ کہتا ہے ؎

"عید کے روز ایک پرانے خسروانی پیالے میں مشکوں کی پرانی شراب سے دونوں ندیموں کو صاف شراب دے کیونکہ اصل عید تو خسروانی عید ہے اور مجھے تمام کشمش والوں سے بچا کیونکہ کشمش والے کی شان میری شان کے خلاف ہے پس میں اسے پیتا ہوں اور اسے حرام خیال کرتا ہوں اور اپنے رب سے عفو کا خواہاں ہوں اور وہ اسے پیتا ہے اور حلال خیال کرتا ہے یہ بدبخت کی دو غلطیاں ہیں۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ وہ خوش ہو گیا اور اس کی فیاض طبیعت نے اُسے اپنی گرفت میں لے لیا تو اس نے مجھے کہا تو نے درست کہا ہے آج جیسے دن میں خوشی کو خیرباد کہنا، عاجزی ہے اور اس نے ہم نشینوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور دجلہ کے کنارے تاج والی جگہ پر بیٹھ گیا پس میں نے اس دن سے زیادہ اُسے خوش نہیں دیکھا اور اس نے حاضر ہونے والے تمام ندیموں گلوکاروں اور کھیل کود کرنے والوں کو دنانیر، دراہم خلعتیں اور مختلف قسم کی خوشبوئیں دیں اور عجمی علاقوں سے اس کے پاس بجکم کے تحائف اور نفیس چیزیں آئیں پس اس روز وہ خود اور تمام حاضرین خوش ہو گئے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم الراضی کے دور میں ہونے والے واقعات و حوادث کو مجمل اور مفصل طور پر اپنی کتاب اخبار الزمان میں بیان کر آئے ہیں اور گذشتہ قوموں اور ممالک سے جنہیں حوادثات زمانہ نے تباہ کر دیا ہے ان کا حال بھی بیان کر آئے ہیں اور بجکم کے ساتھ اس کے بلادِ موصل اور دیارِ ربیعہ کی طرف جانے، اور بجکم اور ابو محمد حسن بن عبداللہ بن حمدان ناصر الدولہ کے درمیان جو کچھ ہوا اس کا حال بھی بیان کر آئے ہیں اور ہم نے اس کتاب میں اختصار کے ساتھ بیان کرنے کا ارادہ کیا ہے کیونکہ واقعات کو طول دینا دلوں کے لیے بوجھ اور کانوں کے لیے ملال کا باعث بن جاتا ہے اور واقعات کا کم بیان کرنا زیادہ بیان کرنے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

باب دوازدھم

المتقی للہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات المتقی للہ ابو اسحاق ابراہیم بن المقتدر کی بیعت ۱۰ ربیع الاول ۳۲۹ھ کو ہوئی اس کی دست برداری ۳ صفر ۳۳۳ھ کو ہفتے کے روز ہوئی اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی تھی، اس کی خلافت تین سال گیارہ ماہ اور تیئیس دن رہی، اس کی ماں اُم ولد تھی۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دَور کی ایک جھلک

اس کے وزراء جب المتقی للہ کو خلافت ملی تو اس نے سلیمان بن حسن بن مخلد کو وزارت دی پھر ابو الحسن احمد بن محمد بن میمون کو وزیر بنایا۔ یہ خلافت سے قبل اس کا کاتب تھا پھر ابو اسحاق محمد بن احمد القرار یطی کو وزیر بنایا پھر ابو العباس احمد بن عبد اللہ اصبہانی کو وزیر بنایا پھر ابو الحسن علی بن محمد بن قلعہ کو وزیر بنایا تاہم ابو الوفا توزون ترکی حکومت پر غالب رہا۔

اس کے خلاف بغاوت بصرہ میں بریدیوں کا معاملہ شدت اختیار کر گیا، انہوں نے جہازوں کو چلنے سے روک دیا ان کا لشکر بہت بڑا ہو گیا اور ان کے آدمی زیادہ ہو گئے اور انہوں نے دو لشکر بنا لیے ایک لشکر پانی میں کشتیوں، بجروں اور جہازوں پر تھا جن میں چھوٹے اور بڑے آدمی لڑتے تھے اور بری لشکر بھی بہت بڑا تھا

انہوں نے لوگوں کو چُنا اور قیمتی چیزوں کو خرچ کیا پس ان کے ساتھ بادشاہ کے غلام اور ارد گرد رہنے والے لوگ آملے، بادشاہ کی فوج نے جو ترکوں، دیلمیوں، جبلیوں اور قرامطہ کے ایک گروہ پر مشتمل تھی، مارچ کیا، یہ سب لوگ توزون کے ساتھ تھے اور توزون بجکم کے رفقاء اور خاص اصحاب میں شامل تھا، پس توزون، بربریوں سے لڑنے کے لیے واسط کی طرف گیا اور انہوں نے واسط پر قبضہ کیا ہوا تھا پس ان کے درمیان جنگ ہوئی کبھی جنگ کا پانسہ اس طرف پلٹ جاتا کبھی اس طرف پلٹ جاتا اور المتقی للہ کا کوئی حکم نہ چلتا تھا، پس المتقی نے ابو محمد الحسن بن عبداللہ بن حمدان ناصر الدولہ اور اس کے بھائی ابو الحسن علی بن عبداللہ سیف الدولہ کو لکھا کہ وہ اس کی مدد کریں اور جن مصائب میں وہ گرفتار رہے اُن سے اُسے نجات دلائیں وہ ان دونوں کو حکومت اور ملکی انتظام سپرد کر دے گا اور اس سے قبل بھی وہ ان کی طرف گیا تھا توزون بھی ان ترکوں اور دیلمیوں میں شامل تھا جو ان سے مل گئے تھے یہ اس وقت کی بات ہے جب انہوں نے محمد بن رائق کو ۳۳۰ھ میں قتل کیا اور بغداد چلے گئے اور حکومت پر قبضہ کر لیا اور بربریوں کے ساتھ جنگ کی تھی اور ان کی جنگوں کے دوران ابو محمد الحسن بن عبداللہ الحضرۃ سے موصل آیا اور اپنے بھائی ابو الحسن علی بن عبداللہ کے ساتھ مل گیا، خلاصہ کلام یہ کہ توزون اور ججعج ترکی نے اس کے خلاف سازش کی اور المتقی موصل چلا آیا مگر جب توزون کو یہ اطلاع ملی تو وہ بغداد لوٹ آیا اور بنی حمدان کے پاس گیا اور ان کی مڈبھیڑ عکبرا کے مقام پر ہوئی جنگ کا پانسہ کبھی ایک طرف پلٹ جاتا کبھی دوسری طرف، پھر توزون نے ان کو شکست دی اور بغداد واپس آ گیا پھر انہوں نے اسی طرح لوگوں کو اکٹھا کیا اور دوبارہ اس کے مقابلہ میں آئے پس اس نے انہیں چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ بغداد کے قریب آ گئے تو اس نے ان کے مقابلہ میں نکل کر کئی جنگوں کے بعد انہیں شکست دی اور ان کا تعاقب کرتا ہوا موصل میں جا داخل ہوا پھر بلد شہر کی طرف چلا گیا پس انہوں نے مال دے کر اس سے صلح کی پھر وہ بغداد چلا آیا اور اپنے ساتھی ترکوں، جبلیوں اور دیلمیوں کی مدد اور کمال تیاری اور گھوڑوں سے غالب آ گیا اور المتقی نصیبین کی طرف چلا گیا اور وہاں سے رقہ واپس آ کر وہیں فروکش ہو گیا یہ ۳۳۲ھ کا واقعہ ہے ابھی رمضان کے چند دن باقی رہتے تھے اور اس نے اخشید محمد بن طغج حاکم مصر کو لکھا پس وہ رقہ کی طرف بہت سا مال لے کر آیا اور اسے غلام اور سامان تحفہ کے طور پر دیا اور اپنا ایک جرنیل بھی اسے دیا اور اس کی حالت

درست کر دی اور اس کے ساتھ جو لوگ تھے جیسے اس کا وزیر ابوالحسن علی بن محمد بن قعلہ اور قاضی القضاۃ احمد بن عبداللہ بن اسحاق الخرقی اور سلام الحاجب جو اخو نجع طولونی کے نام سے مشہور تھا اور سرداروں اور غلاموں کی ایک جماعت، ان سب کے ساتھ اس نے حسنِ سلوک کیا پھر اخشید محمد بن طغج رقہ اور جزیرہ اور دیار مضر کی طرف نہیں گیا اور المتقی، شامی جانب سے اپنے پڑاؤ میں آ گیا اور وہاں ان کے درمیان عہد و پیمان اور قسمیں ہوئیں۔

المتقی جب تک رقہ میں مقیم رہا ابوالحسن علی بن عبداللہ بن حمدان حران میں مقیم رہا اور جب اخشید قنسرین اور عواصم کی طرف روانہ ہوا تو ابوعبداللہ حسین بن سعید بن حمدان حلب اور حمص کے علاقے سے چل پڑا، پس اس کی فوج منتشر ہو کر اس سے الگ ہو گئی اور ابوالحسن علی بن عبداللہ سے آملی۔

توزون کے خطوط متواتر المتقی کے پاس آنے لگے اور اس کے ایلچی بھی مسلسل آ کر اس سے الحضرۃ کی طرف واپس جانے کے متعلق پوچھنے لگے توزون نے موجود فقہاء، قضاۃ اور حاضرین کو گواہ بنا کر یہ عہد و پیمان دے کر کہ وہ المتقی کی سمع و اطاعت کرے گا اور اس کے احکام کے مطابق چلے گا اور اس کی مخالفت کو ترک کر دے گا اور اس نے اپنے عہد و پیمان کے متعلق قضاۃ اور گواہوں کے خطوط بھی اُسے بھجوائے بنو حمدان نے المتقی کو نصیحت کی کہ وہ نہ جائے اور انہوں نے اسے توزون سے خوف زدہ کیا اور اپنے بارے میں احتیاط سے کام لینے کو کہا کیونکہ اُسے اپنی جان کا خطرہ ہے مگر اس نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور توزون کی باتوں پر اعتماد کر لیا، جب سے المتقی بنو حمدان کے پاس آیا تھا انہوں نے اس پر بے پناہ خرچ کیا تھا، جس کا شمار کرنا ہمارے لیے مشکل ہے اور اخشید، فرات سے مصر کی طرف واپس چلا گیا اور المتقی فرات چلا آیا تو اُسے توزون کا کاتب شیرزاد نہایت تپاک سے ملا۔ اور اس نے اس کی حفاظت کے لیے ترکوں کو مقرر کر دیا اور یہ چلتا چلتا نہر عیسیٰ میں جا داخل ہوا اور وہاں سے اپنی جاگیر پر چلا گیا جو اس نہر کے کنارے پر واقع ہے اور السندیۃ کے نام سے مشہور ہے، وہاں پر اسے توزون ملا اور اس کے سامنے پیدل چلا اور اُسے قسم کھا کر کہا کہ وہ سوار ہو جائے تو اس نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ یہ اُسے اس خیمے میں لے آیا جو اس نے اس کے لیے نہر عیسیٰ پر لگوایا ہوا تھا یہ بغداد سے ایک شوٹ کے فاصلہ پر ہے یہ وہاں ٹھہر گیا اور ایلچیوں کو طاہر کے گھر

بھیجا کہ وہ المستکفی کو لائیں جب المستکفی خیمے میں آیا تو اس نے المتقی کو گرفتار کر لیا اور جو کچھ اس کے پاس تھا لُوٹ لیا اور اس کے وزیر ابو الحسن علی بن محمد بن قعلہ اور اس کے قاضی احمد بن عبداللہ بن اسحاق کو بھی گرفتار کر لیا اور سب فوج کو لُوٹ لیا۔ اخشید نے اپنے جس جرنیل کو المتقی کے ساتھ لگایا ہوا تھا وہ اور اس کے ساتھی اپنے آقا کے پاس واپس لوٹ گئے اور اس نے المستکفی کو بُلایا اور اس کی بیعت ہوئی اور المتقی کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی گئی پس وہ چیخا اور اس کی چیخ کے ساتھ ہی عورتیں اور خدام بھی چیخ اُٹھے تو توزون نے خیمے کے اردگرد ڈھول بجانے کا حکم دے دیا جس سے خادموں کی چیخ و پکار سنائی نہ دیتی تھی وہ المتقی کو سلائی پھیر کر الحضرۃ لایا اور اس سے چادر ، چھڑی اور انگوٹھی لے کر المستکفی باللہ کو دے دی القاہر کو یہ اطلاع ملی تو اس نے المستکفی باللہ پر تعریض کرتے ہوئے کہا، ہم دو ہو گئے ہیں اور ہمیں تیسرے کی ضرورت ہے۔

المتقی کو ایک مؤرخ کی تلاش

محمد بن عبداللہ دمشقی بیان کرتا ہے کہ جب المتقی رقہ میں آیا تو میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو اُس کے پاس آتے جاتے تھے طویل عرصہ اس کے ساتھ رہنے کی وجہ سے میں اس کے بہت قریب تھا ایک دن رقہ میں اس نے اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے فرات کی طرف دیکھتے ہوئے مجھے کہا کہ میرے لیے ایک مؤرخ کو تلاش کرو جو لوگوں کی جنگوں کے حالات کو یاد رکھتا ہو تاکہ میں اپنی خلوتوں میں اس کے ذریعہ اپنے غم کو دُور کر سکوں اور اس سے سکون حاصل کر سکوں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے رقہ میں اس قسم کے آدمی کے متعلق دریافت کیا تو مجھے رقہ میں ایک ادھیڑ عمر آدمی کے متعلق بتایا گیا جو اپنے گھر سے باہر نہیں نکلتا تھا میں اس کے پاس گیا اور میں نے اُسے المتقی للہ کے پاس جانے کی رغبت دلائی تو وہ بادل نخواستہ میرے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا ہم المتقی باللہ کے پاس گئے اور میں نے اُسے بتایا کہ جس قسم کا آدمی آپ نے طلب کیا تھا اُسے میں لے آیا ہوں ، وہ الگ ہوا تو اُس نے اُسے بلا کر اپنے قریب بٹھایا اور جس چیز کا وہ خواہاں تھا وہ اُسے اس کے پاس مل گئی وہ جب تک رقہ میں رہا وہ آدمی بھی اس کے ساتھ رہا اور جب وہ وہاں سے چلا تو وہ بھی کشتی میں اس کے ساتھ تھا پس جب وہ نہر سعید کے دہانے پر پہنچے —— یہ رقہ اور رحبہ کے درمیان ہے —— تو ایک شب المتقی کو نیند نہ آئی اس نے اس آدمی سے کہا تجھے المبیضہ کے اشعار اور حالات سے کیا

کچھ یاد ہے ؟ پس وہ آدمی آلِ ابی طالب کے حالات بیان کرتا ہوا حسن بن زید اور ان کے بھائی محمد بن زید بن حسن اور بلادِ طبرستان میں ان دونوں کے حالات تک پہنچا اور اس نے ان دونوں کے بہت سے محاسن بیان کیے اور یہ کہ اہلِ علم و ادب بھی ان کے پاس آتے تھے اور جو کچھ شعراء نے ان دونوں کے متعلق کہا تھا وہ بھی بیان کیا تو المتقی نے اُسے کہا کیا تجھے ابو المقاتل نصر بن نصیر حلوانی کے وہ شعر یاد ہیں جو اس نے محمد بن زید الحسنی الداعی کے متعلق کہے ہیں ، اس نے جواب دیا امیر المومنین مجھے وہ شعر تو یاد نہیں لیکن میرے ساتھ میرا ایک غلام ہے جس نے نوعمری میں ہی علم و ادب میں دلچسپی کی وجہ سے لوگوں کے وہ واقعات اور اشعار یاد کر لیے ہیں جو مجھے بھی یاد نہیں ، المتقی نے کہا اُسے لاؤ ، تو نے اس قسم کے آدمی کے حالات کو مجھ سے کیوں مخفی رکھا ، اس کی موجودگی ہمارے اُنس میں اضافہ کرتی تو اُس نے ایک دوسری کشتی سے غلام کو حاضر کیا ، وہ اس کے سامنے کھڑا ہو گیا تو اس کے آقا نے اُسے کہا کیا تجھے وہ قصیدہ یاد ہے جو ابو المقاتل نے ابن زید کے بارے میں کہا ہے اس نے جواب دیا ہاں ، المتقی نے کہا مجھے وہ قصیدہ سناؤ تو اُس نے سنانا شروع کر دیا ۔

داعی کے بارے میں ابو المقاتل کا قصیدہ

مجھے یہ نہ کہہ کہ تجھے ایک خوشخبری ہو ، بلکہ کہہ کہ مجھے دو خوشخبریاں ہوں ایک الداعی کی روشن رُوئی کی اور دوسری عید کے دن کی ، زندگی اور موت کے لیے اس کی دو ہتھیلیاں پیدا کی گئی ہیں اور اس کے اخلاق نے دل کی ماہیت کا احاطہ کر لیا ہے وہ صحرائی دَور کا موسم بہار ہے اور ابن زید زمانے کی گردنوں کا مالک ہے اور وہ سب کے لیے عطا و بخشش اور امان کا بوجھ اُٹھانے والا ہے وہ اکیلا ہی عمارات کو چونا گچ کرنے کے لیے کھڑا ہوا ہے اور اور اسی کے ذریعہ معانی کی اقسام مستنبط ہوئی ہیں وہ بلا عذر سخاوت میں اسراف کرنے والا ہے اور بغیر احسان کے بہت نیکی کرنے والا ہے ، اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی ہے وہ سادات میں صحیح الاصل سید ہے اور وہ گھوڑوں کے ذکر سے بالا ہے ، اس کے افکار ہر چیز میں پوشیدہ ہیں اور وہ ہر جگہ پر موجود ہے ، جو کچھ زمانے سے غائب ہو چکا ہے وہ اُسے جانتا ہے اور سامنے آنے والے شخص میں جو کچھ پوشیدہ ہے وہ اُسے دیکھتا ہے ، ہمارے الفاظ اس سے دُور رہتے ہیں اور وہ اوصاف کے لحاظ سے اذہان کے قریب ہے ، اس کے الفاظ نے پوشیدہ باتوں کو ظاہر کر دیا ہے

اور ترجمانی سے زمانہ ہی اُسے کافی ہوگیا ہے، اور جو شخص اُسے کہتا ہے کہ مخلوق میں اس کا ثانی موجود ہے وہ کھُلے طور پر اللہ تعالےٰ اور سورۃ فاتحہ کا منکر ہے، اور جب زِرہ اس پر فِٹ ہو جاتی ہے تو اس کا دایاں ہاتھ یمانی تلوار کے ساتھ لوٹ آتا ہے، اس کے حملے نے موت پر رُعب طاری کر دیا ہے اور موت کو یقین ہوگیا ہے کہ موت فنا ہونے والی ہے، وہ دلیر آدمی کو ایسی نگاہوں سے دیکھتا ہے کہ وہ بزدل بن جاتا ہے۔ ملک الموت اُسے پُکار کر کہتا ہے کہ میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں تو تلواروں اور نیزوں کے ساتھ کتنی جنگیں کرے گا مجھے طاقت سے زیادہ مکلف نہ کر اور مجھ سے نرمی سے پیش آ کر اللہ تعالےٰ نے تیرے ہاتھ میں باگیں دے دی ہیں۔ اے قطعی تقدیر کے ساجھی تو نے صیلم کے مقام پر کتنے ہی اپنی جگہ سے نہ ہٹنے والوں کو دھنک کر رکھ دیا، اور تیرے لیے دو دن ہیں ایک لبنان کا دن اور ایک اُرزن کا دن، تو نے اپنے وعدہ و وعید کو پورا کر دیا ہے اور تیرے احسانات نے دُنیا کو گھیر لیا ہے، پس جب دایاں ہاتھ بخششوں سے سیراب کر دیتا ہے تو بایاں نیزے سے سیراب کرنے کا ارادہ کرتا ہے، ان دونوں نے جلدی جلدی نفع و نقصان پہنچانے میں کوشش کی اور یہ دونوں ہر حال میں سوکنیں ہیں، اور اس نے آفاق میں تاریخ ڈال دی ہے یہاں تک کہ تیرے سوا، دونوں ہونٹ نہیں ملتے، اور تیرے پاس روشن مدحیں آئیں اور انہوں نے تیرے کھُلے دشمنوں پر حملہ کر دیا، اور تو کسی کتاب میں نہیں سما سکتا تیری شان ہر شان سے بلند ہے، اور تیرے احسانات کے بوجھ اس قدر بوجھل ہیں کہ ان کے اُٹھانے سے جن و انس عاجز ہیں، اور تیری مدح، وحی، زبور اور قرآن نے کی ہے، اے دین کے امام! امام الشعراء کی مدح کو قبول کر جس کے اشعار سب سے سبقت لے گئے ہیں اور رمل اوّل کو اس شخص سے سُن جس نے بغیر آزمائش کے تکلیف کو دُور کر دیا ہے، اور اور اس قصیدے کے وزن میں چھ دفعہ فاعلاتن آتا ہے یہ دنیا کے لیے ایک گنبد ہے یہ اس وقت نمودار ہوتا ہے جب ہوا اس کے لیے ہاکی کی طرح ہو جاتی ہے، میں نے صنعتِ الفاظ میں چمک پیدا کر دی ہے جس سے ہر درگزر کرنے والا اور مجرم اُمید رکھتا ہے، اور تو طبیعت کے لحاظ سے جنت الخلد کے مشابہ ہے اور تیرے متعلق کہے گئے اشعار خوبصورت حوروں کی طرح ہیں، پس تو شعر کے لیے بقاء اور شکر رہنے دے یہ دونوں باقی رہنے والی چیزیں بہت اچھی ہیں، رضوی، ثبیر، شآم، اُدام اور ابان کی چوٹیوں کی عمر تجھے نصیب ہو

اور جو کچھ میرے ضمیر میں ہے اس پہ خدا گواہ ہے پس تو میرے الفاظ کو دونوں کانوں سے سُن،
یہ نیکیاں ہیں جن میں بُرائیاں نہیں، اے دونوں کاتبو، الداعی کی مدح کو لکھ لو۔

جب کبھی وہ کوئی شعر پڑھتا المتقی اس کو دوبارہ پڑھنے کو کہتا پھر اس نے غلام کو بیٹھنے کا حکم دیا اور جس روز ابن شیرزاد کاتب کی اس سے ملاقات ہوئی اس نے اسے یہ شعر پڑھتے سُنا۔

"مجھے یہ نہ کہہ کہ تجھے ایک خوشخبری ہو بلکہ کہہ کہ مجھے دو خوشخبریاں ہوں۔"

اب غلام اس سے مانوس ہو چکا تھا اس نے کہا امیر المومنین

"ہمیشہ خوشخبری ہو پس کہہ کہ مجھے دو خوشخبریاں ہوں۔"

اس نے پہلے وہ قصیدہ سنایا تھا جس میں یہ ہے کہ "مجھے یہ نہ کہہ کہ تجھے ایک خوشخبری ہو اور دوسری بار اس طرح سُنایا کہ "ہمیشہ خوشخبری ہو پس کہہ کہ مجھے دو خوشخبریاں ہوں" اور اس نے محمد بن زید الداعی کے ساتھ ابو المقاتل کے واقعات بھی بیان کیے پس خدا کی قسم المتقی ہمیشہ یہ کہتا رہا کہ "مجھے یہ نہ کہہ کہ تجھے ایک خوشخبری ہو۔" اور وہ اسے پسند کرتا تھا تو اُسے الرقی اور غلام نے کہا:۔

خدا کی قسم ہم نے امیر المومنین کے اس طرح شعر پڑھنے سے بدشگونی لی ہے تو
جیسے ہم نے کہا تھا ویسے ہی ہوا۔

گھوڑوں کی صفات

محمد بن عبد اللہ دمشقی بیان کرتا ہے کہ جب ہم المتقی کے ساتھ رحبہ سے عانہ شہر کی طرف روانہ ہوئے تو اس نے الرقی اور اس کے غلام کو بلایا وہ دونوں اس سے باتیں کرنے لگے تو کئی قسم کے واقعات بیان ہوتے ہوئے بات گھوڑوں تک پہنچ گئی تو المتقی نے کہا تم دونوں میں سے کسی کو وہ بات یاد ہے جو سلیمان بن ربیعہ باہلی کی حضرت عمرؓ بن الخطاب سے ہوئی تھی تو غلام نے کہا امیر المومنین! ابو عمرو بن العلاء نے کہا کہ سلیمان بن ربیعہ باہلی گھوڑوں کی تحقیر کرتا تھا اور اسے حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانے میں لوگوں سے بیان کیا کرتا تھا پس عمرو بن معدی کرب ایک کمیت گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے پاس آیا تو اس نے اُسے حقیر سمجھا تو عمرو نے اس کے خلاف مدد طلب کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اس کی شکایت کی تو سلیمان نے کہا کہ ایک چھوٹی دیواروں والا برتن لاؤ آپ نے منگوایا تو اس نے اس میں پانی ڈالا پھر ایک اصیل گھوڑا لایا گیا جس کی اس نے تحقیر کی تھی وہ جلدی سے آیا اور اس نے اپنا سُم مارا اور اصیل گھوڑے کی طرح اپنی گردن لمبی کی پھر

ایک سُم کو تھوڑا سا دہرا کیا اور پانی پیا پس جب حضرت عمرؓ نے اپنی موجودگی میں یہ بات دیکھی تو فرمایا تو گھوڑوں کا سلیمان ہے ۔

المنتفی کہنے لگا کہ اصمعی اور دیگر علمائے عرب نے گھوڑوں کی جو صفات بیان کی ہیں ان میں سے جو تمہیں یاد ہیں وہ بیان کرو تو الرقی کہنے لگا کہ الریاشی نے اصمعی سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جب گھوڑے کی اگلی ٹانگیں لمبی ہوں اور پچھلی ٹانگیں چھوٹی ہوں لمبے ہاتھوں والا ہو اور چھوٹی پنڈلیوں والا ہو تو وہ پیچھے نہیں رہ سکتا اور وہ کہتا ہے کہ جب گھوڑے کی دو چیزیں صحیح و سالم ہوں تو دوسرا کوئی عیب اُسے نقصان نہیں دے سکتا اس کی گردن اس کے کندھے میں گڑی ہوئی ہو اور اس کا پچھلا حصّہ اس کی پشت میں گڑا ہوا ہو اور جب اُس کے سُم شان دار ہوں تو اس کا کیا کہنا اور ہمیں المبرد نے یہ شعر سُنائے ؎

"اور میں نے گھوڑوں کو دیکھا وہ میرے ہتھیار اُٹھائے ہوئے تھے اور حملہ آور بھیڑیے کی طرح تیار تھے وہ گھوڑا ایسا تھا جب میں اُسے سامنے سے دیکھتا تو وہ آنکھ کو یوں دکھائی دیتا جیسے وہ آگے سے کٹا ہوا تنا ہے اور جب میں اس کی چوڑائی میں ہوتا تو اس کی سب اطراف برابر ہو جاتیں گویا وہ پیٹھ پھیر کر سیدھا جا رہا ہے ۔"

اے امیر المومنین! معاویہ بن مطر بن دراج نے پوچھا کہ کون سا گھوڑا بہتر اور پھرتیلا ہے تو اس نے کہا کہ جب تو اُسے آگے سے دیکھے تو کہے کہ وہ بھاگنے والا ہے اور جب پیچھے سے دیکھے تو کہے کہ بھرا ہوا ہے اور جب چوڑائی میں دیکھے تو کہے کہ مضبوط پسلیوں والا ہے، اس کا کوڑا اس کی لگام ہو اور اس کی خواہش اس کے آگے ہو، اس نے پوچھا کون سا نر گھوڑا برا ہے؟ اس نے کہا موٹی گردن والا، جسے بہت ہانکنا پڑے اور جب تو اُسے چھوڑے تو وہ کہے مجھے روک لے اور جب تو اُسے روک لے تو وہ کہے مجھے چھوڑ دے

غلام کہنے لگا کسی نے گھوڑے کے اوصاف کے متعلق کیا خوب کہا ہے ؎

"جب کسی دن یہ کہا جائے کہ غارت گری کے لیے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ تو بہادر آدمی جس بہترین گھوڑے پر سوار ہوتا ہے وہ دراز قد، نیلی کوکھ والا، درمیانے جسم والا، پنڈلی کی مضبوط ہڈی والا، اصیل اصل والا، لمبے جبڑوں والا، بڑے پھیپھڑوں والا، پورے دماغ والا اور چہرے پر کم گوشت رکھنے والا ہوتا

ہے، وہ اوپر کی طرف تیز دوڑتا ہے اور کبڑا ہو کر بڑی کوشش کرتا ہے، انتہائی کوشش کرنے والا، مضبوط ٹخنوں والا اور پلکیں جھپکنے والا، سامنے کی طرف دوڑنے والا اور جب واپس مڑے تو غارت گر کے حملہ کی طرح ہو، وہ اپنی بناوٹ میں لمبا، چوڑا وسیع اور سیدھ میں بہت کوشش کرنے والا ہو، اس کا سینہ اور بازو لمبے ہوں اور اس کی پسلیاں کشادہ ہوں پھر اس کی رانیں لمبی ہوں جو چھلانگ کے لیے کافی ہوتی ہیں پھر وہ کشادہ سوراخوں، جلد اور ہونٹوں والا ہو اور اس کے سامنے کا نتھنا کھلا ہوا اور چوڑی ٹانگوں والا ہو اور پہلو اور رانیں اور ماتھا چوڑا ہو، تیز فہم اور تیز سننے والا ہو اور نگاہ اور کونچ کے اعتبار سے باوقار ہو، صاف جلد صاف آنکھ اور صاف سموں والا ہو اور چھوٹے کھروڑوں، چھوٹی کمر اور چھوٹے ٹخنوں والا ہو اور اس کی دُم کی ہڈی کی جگہ مضبوط ہو، اور بھٹ تیز بھی اس کی کمر کو نہ جھکا سکے اور تنگ کے درمیان اس کے سموں کے اندر کے غدود مطمئن ہوں اور اس کا ہر جوڑ، جو نیخ کی طرح ہو اور تن کر چلتا ہو اور میخ کی طرح زمین کو پھاڑتا ہو، نرم ہو، اور جھوم کر چلتا ہو اور باری باری آنے میں مورتوں، جنوں، ہرنوں یا اونٹنی کے اس بچے کی طرح ہو جس کا ابھی دودھ نہ چھڑایا گیا ہو، اور جب دوڑ اُسے دُور لے جائے تو عقاب شکاری پرندے کی طرح جائے۔"

گھوڑ دوڑ کے واقعات

جب دوسری رات ہوئی تو اس نے ان دونوں کو بلایا اور انہیں کہا کہ کل رات والی بات دوبارہ شروع کرو، اور گھوڑوں کی دوڑوں اور ان کے مراتب کا ذکر شروع کرو، غلام نے کہا امیر المومنین! میں ایک جامع بات کرتا ہوں، مجھے کلاب بن حمزہ عقیلی نے بتایا کہ عرب دس دس یا اس سے کم تعداد میں گھوڑوں کو دوڑ کے لیے چھوڑتے تھے اور نو بانس ہوتے تھے اور احاطہ کی ہوئی جگہوں میں آٹھ گھوڑے داخل ہو سکتے تھے جن کے نام یہ ہیں:۔

سابق۔ یعنی آگے نکل جانے والا اور اسے مجلی بھی کہتے ہیں، ابوالہذام کلاب کہتا ہے کہ اس کا نام مجلّی اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ اپنے ساتھی سے تیزی اور دوڑ میں نمایاں ہو جاتا ہے اور الفراء کہتا ہے کہ اس کو مجلّی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنے ساتھی کے چہرے

کو واضح کر دیتا ہے اور دوسرے کو مصلّی کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنا ہونٹ مجلّی کے پٹھے پر رکھ دیتا ہے اور تیسرے کو مسلّی کہتے ہیں کیونکہ وہ دوڑنے میں شریک ہوتا ہے اور عرب ہر چیز میں سے تین کو شمار کرتے تھے یا اسے اس وجہ سے مسلّی کہتے ہیں کہ وہ دوڑنے کی وجہ سے اپنے ساتھی کو تسلّی دیتا ہے اور چوتھے کو تالی کہتے ہیں کیونکہ وہ مسلّی کے پیچھے ہوتا ہے اور پانچویں کو مرتاح کہتے ہیں اور یہ راحت سے مفتعل ہے کیونکہ ہتھیلی میں پانچ ہی انگلیاں ہوتی ہیں جب عرب پانچ کے عدد کی طرف اشارہ کریں تو جس ہاتھ سے وہ اشارہ کرتا ہے اُسے کھول دیتا ہے اور اپنی پانچوں انگلیوں کو الگ الگ کر دیتا ہے اسی طرح وہ حساب کے بغیر بھی کرتے ہیں پھر وہ دس تک اسی طرح کرتے ہیں اور جو اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتا ہے وہ دونوں ہاتھ کھول دیتا ہے اور پانچ انگلیوں کو پانچ کے سامنے کر دیتا ہے اور جب پانچویں پانچویں انگلی کے سامنے آتی ہے جو چھنگلی ہوتی ہے تو اُسے مرتاح کہا جاتا ہے اور چھٹے کو حظی کہتے ہیں کیونکہ اس کا بھی حصہ ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھٹے کو اپنی چھڑی دی تھی اور یہ دوڑ کے گھوڑوں کی آخری سعادت ہے اور ساتویں کو عاطف کہتے ہیں کیونکہ وہ ایک خانے میں داخل ہو گیا ہے اور کچھ چیز لے کر واپس آیا ہے اور آٹھویں کو مؤمل کہتے ہیں کیونکہ اس کے دل اور نیک فال ہونے کے متعلق اُمید کی جاتی ہے جیسے مخلاۃ (جنگل) کو مغازۃ (کامیابی) اور لدیغ (ڈسا ہوا) کو سلیم (سلامتی والا) کہتے ہیں اور حبشی سے ابو البیضاء کا کنایہ کرتے ہیں اور اسی طرح ناکام ہونے والے کو بھی مؤمل کہتے ہیں اس لیے کہ اگرچہ وہ ناکام ہو چکا ہے پھر بھی اُمید رکھتا ہے کیونکہ وہ بعض سعادت مندوں کے قریب ہوتا ہے اور نویں کو لطیم کہتے ہیں اس لیے کہ اگر وہ ایک خانے کا ارادہ کرتا تو اس کے درے سے اُسے تھپڑ پڑتا ہے، وہ ساتویں اور آٹھویں سے بڑے جرم والا ہے اور دسویں کو سکیت کہتے ہیں کیونکہ اس کے سوار پر عاجزی اور ذلّت سوار ہوتی ہے اور وہ غم و اندوہ کے باعث سکوت اختیار کر لیتا ہے، پس وہ سکیت کے گلے میں رسّی ڈال دیتے تھے اور اس پر بندر کو سوار کرا دیتے تھے اور بندر کو ایک کوڑا دے دیتے تھے، وہ بندر اُسے بھگاتا تھا تاکہ اس کے سوار کو عار دلائے، اس بارے میں ولید بن حصن کلبی کہتا ہے ؎

"کہ جب تو آگے نہ بڑھ سکے اور پیچھے رہ جائے اور جب تو رسّی اور بندر کو

حاضر نہ کرے تو تُو آگے بڑھنے والا ہی ہے اور اگر تو سکیت پر پیچھے رہ گیا ہے
تو تو اپنے آقا کو تیروں سے ذلیل کروائے گا۔"

اس شعر میں شاعر نے تیروں کا جو ذکر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض ان میں سے یہ کاروائی بھی کرتے تھے کہ گھوڑے کو کھڑا کر کے پھر اُسے تیر مارتے تھے یہاں تک کہ وہ کمزور ہو جاتا تھا اور یہ کاروائی نعمان نے اپنے گھوڑے نہب کے ساتھ کی تھی اور کلاب بن حمزہ کہتا ہے کہ ہم اسلام اور جاہلیت میں محمد بن یزید بن مسلمہ بن عبدالملک بن مروان کے سوا کسی کو نہیں جانتے جس نے دوڑ کے دس گھوڑوں کے اسماء و صفات اور ان کے مراتب کا ذکر کیا ہو وہ الجزیرہ کی ایک بستی جو حصن مسلمہ کے نام سے مشہور ہے میں رہتا تھا جو بلخ کے صوبے اور دیار مضر کے ضلع رقہ میں ہے، حلبہ کو حلبہ اس لیے کہتے ہیں کہ ہر جگہ کے گھوڑے وہاں سمٹ آتے تھے۔

المتقی نے ان دونوں سے کہا کہ اس وقت جو کاروائی ہوئی ہے اُسے مدوّن کر لو پس وہ دونوں ہمیشہ اس کے ساتھ رہے اور وہ ان سے حُسنِ سلوک کرتا رہا یہاں تک کہ وہ بات ہوئی جو مشہور ہو چکی ہے اب ہم اس جگہ المتقی کی خلافت کی بات کو ختم کرتے ہیں اور بعض ان لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جن کے اشعار لوگوں میں مشہور ہو چکے ہیں۔

ابوالنصر الخبزارزی

ان میں سے ایک ابوالقاسم نصر بن احمد الخبزارزی تھا جو اعلیٰ درجہ کا بدیہہ گو اور غزل کہنے میں مشہور تھا، اس کے اچھے اشعار میں سے چند اشعار یہ ہیں ؎

"عشق نے میرے جسم کو لاغر کر دیا ہے اور اس کے عوض میں مجھے وہ جسم دیا ہے جو عشق سے بنا ہوا ہے، اور عشق ہمیشہ میری فنا چاہتا رہا ہے
اب میری نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ اگر میں عشق کو ختم کر دوں تو میں خود بھی ختم ہو جاؤں۔"

اور ابن لنکک کو عتاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ؎

"تو میری دوستی کی صداقت کو کیوں نہیں دیکھتا اور دوست، دوست کو کیوں نہیں بُلاتا، عقل مند آدمی، دوستی کے نشان سے راضی نہیں ہوتا جب تک وہ دوستی کے حقوق کی تحقیق نہ کرے۔ پس وہ کس سے حق

کی اُمید رکھے کہ اُسے بھائی کہہ کر پکارا جائے اور دوست بنایا جائے
اگر وہ غائب ہو جائے تو محافظ کے طور پر غائب ہو یا اُترے تو وہ خوش گپی کرنے
والا ہو یا کہے کہ وہ سچا دوست تھا۔"

نیز کہتا ہے ؎

"اور جس کے دل میں عشق سما جائے قریب ہے کہ وہ غور کرے تو زندیق
دکھائی دے۔"

نیز کہتا ہے ؎

"کیا میں تجھ پر عتاب کروں یا زمانے پر عتاب ، زمانے نے پہل کی ہے اور
تو نے اس کی تکمیل کی ہے ہمارے قرب تے وعدوں کے باعث ہمارے میل جول
کو ختم کر دیا ہے اور تو نے قطع تعلق کر لیا ہے اور تو متواتر قطع تعلقات کرتا ہے
تو نے اس وقت محبت کیوں نہ کی جب زمانہ پراگندہ کر رہا تھا ، اور محبت
رُوحوں کی ہوتی ہے نہ کہ جسموں کی۔"

نیز کہتا ہے ؎

"اے ابو عیسیٰ ممکن ہے کہ تمہیں دشمنی کرنے میں معذوری ہو اور تو بغیر علم کے ہی
جانتا ہو ، جس شخص کے حالات اور اس کا دین اس سے غائب ہوں اور وہ
دین امامت کو اوہام سے تعبیر کرے اس کی کیا بات ہے تو نے جو موتی مجھے
دیے ہیں وہ لے لے ، پس موتی تیرے موتی ہیں اور دھاگا میرا دھاگا ہے
اس کے معانی حکمت ہیں اور تو نے اپنے معانی سے مجھے فضیلت دی ہے
اور کلام ، میرا کلام ہے۔"

اس کے غزلیہ اشعار بہت سے ہیں اور اس وقت ہمارے زمانے میں اکثر گانے اسی
کے شعروں سے بنائے گئے ہیں اس کی موت کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ یزیدی نے
اُسے غرق کر دیا تھا کیونکہ اس نے اس کی ہجو کی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ وہ بصرہ سے بھاگ کر
ہجر اور احساء چلا گیا تھا اور وہاں جا کر ابو طاہر بن سلیمان بن حسن حاکم بحرین سے مل گیا
تھا۔

بجکم کا قتل: مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم نے المتقی کے حالات اور اس کے

زمانے میں ہونے والے واقعات وحادثات کا ذکر شرح وبسط سے کتاب الاوسط میں کیا ہے ہماری یہ کتاب اس کے بعد کی ہے اور اس کتاب میں ہم نے ان کے واقعات کی ایک جھلک پیش کی ہے کیونکہ ہم نے اپنے آپ پر ایجاز و اختصار سے کام لینے کی پابندی لگائی ہوئی ہے، اسی طرح ہم بجکم ترکی کے قتل کے واقعہ کو بھی بیان کر رہے ہیں اس کے قتل کا وقوعہ رجب ۳۲۹ھ میں ہوا وہ واسط کی طرف کُردوں کے ساتھ برسرِ پیکار تھا اور کوتکین دیلمی، بجکم کی فوج پر غالب آ گیا تھا اور محمد بن رائق نے شام سے جا کر عکبرا میں کوتکین سے جنگ کی اور الحضرۃ میں داخل ہو گیا اور الحضرۃ میں اس نے کوتکین سے جنگ کی اور کوتکین کو شکست دی۔ اور محمد بن رائق حکومت پر قابض ہو گیا اور الحضرۃ میں بریدیوں کے ساتھ اس کا جو معاملہ ہوا اور المتقی کا وہاں سے محمد بن رائق موصلی کے ساتھ نکلنا وغیرہ ان سب واقعات کو ہم نے اخبار الزمان میں بیان کیا ہے اس لیے اس کتاب میں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ واللہ الموفق للصواب۔

باب سیزدھم

المستکفی باللہ کی خلافت کا بیان

مختصر حالات المستکفی باللہ، جس کا نام ابوالقاسم عبداللہ بن علی المکتفی ہے۔ کی بیعت ۳ صفر ۳۳۳ھ کو ہفتہ کے روز ہوئی اور ۲۳ شعبان ۳۳۴ھ کو خلافت سے دستبردار ہوگیا اس کا زمانہ خلافت ایک سال چار ماہ ہے اس کی ماں اُم ولد تھی۔

مختصر حالات و واقعات کا بیان اور اس کے دور کی ایک جھلک

ابتدائی حالات کا بیان قبل ازیں ہم المتقی کی دست برداری کے حالات میں بیان کر آئے ہیں کہ پہلے پہل المستکفی کی بیعت نہر عیسیٰ پر ہوئی جو بادوریا کے مضافات میں السندیہ بستی کے سامنے ہے اس وقت المتقی کی آنکھوں میں سلائی پھیری گئی تھی، اس کی بیعت ابوالوفا توزون اور دوسرے جرنیلوں اور ارباب حکومت نے کی جو وہاں پر موجود تھے اور اس دور کے قاضیوں نے بھی کی جن میں قاضی ابوالحسن محمد بن الحسین بن ابی الشوارب اور ہاشمیوں کی ایک جماعت بھی شامل تھی، پس اس نے انہیں اس دن مغرب اور عشاء کی نماز بھی پڑھائی اور وہاں سے چل کر یہ اتوار کے روز الشماسیہ پہنچا اور سوموار کے روز کشتی میں سوار ہوگیا اس کشتی کا نام غزال تھا، اس کے سر پر ایک طویل ٹوپی تھی، کہتے ہیں کہ یہ اس کے باپ المکتفی باللہ کی ٹوپی تھی اس کے سر کے

کے پاس توزون ترکی، محمد بن محمد بن یحییٰ بن شیرزاد اور اس کے غلاموں کی ایک جماعت کھڑی تھی، المتقی کو اندھا کر کے اس کے سپرد کیا گیا اور احمد بن عبداللہ قاضی اُسے قابو کیے ہوئے تھا، اس کے بعد دیگر قاضیوں اور ہاشمیوں نے آ کر اس کی بیعت کی اور اس نے ابو الفرج محمد بن علی سامری کو کچھ مدت کے لیے وزیر بنایا پھر اس سے ناراض ہو گیا اور محمد بن شیرزاد کا عمل دخل بہت بڑھ گیا اس نے لوگوں کی کچہری لگا کر قاضیوں کے متعلق دریافت کیا اور الحضرۃ کے گواہوں کے معاملہ سے پردہ اُٹھا تو ان میں سے بعض کو معزول کر دیا اور بعض کو جھوٹ سے توبہ کرنے کا حکم دیا ان میں سے بعض کی اُن باتوں کو قبول کر لیا جنہیں وہ خلافت سے قبل ہی جانتا تھا۔ پس قاضیوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور اس نے شرقی جانب کا محمد بن عیسیٰ المعروف ابن ابی موسیٰ کو اور غربی جانب کا محمد بن الحسن بن ابی الشوارب اموی حنفی کو قاضی بنایا تو عوام نے کہا کہ یہیں سے اس کی خلافت و حکومت کا خاتمہ ہو گیا اس کے اور فضل بن المقتدر جسے مطیع کہتے تھے، کے درمیان اس سے پہلے ابن طاہر کے گھر آپس میں ہمسائیگی تھی اور کبوتر بازی اور ان کے اُڑانے اور مینڈھوں اور مرغوں اور بٹیروں کے لڑانے کی وجہ سے عداوت تھی اسے شام میں النفخ کہتے تھے جب المستکفی کو نہر عیسیٰ پر بیعت لینے کے لیے لایا گیا تو مطیع اپنے گھر سے بھاگ گیا اور اس نے سمجھ لیا کہ یہ میرا خاتمہ کر دے گا جب المستکفی کی خلافت مستحکم ہو گئی تو اس نے مطیع کو طلب کیا مگر اُسے اس کے متعلق کچھ پتہ نہ چلا تو اس نے اس کے گھر کو گرا دیا اور اس کے باغ وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔

المستکفی اور توزون کا عطا کردہ غلام

ابو الحسن علی بن احمد بغدادی کاتب نے بیان کیا کہ جب المستکفی خلیفہ بنا تو توزون نے اُسے ایک ترکی غلام دیا جو اس کے سامنے کھڑا رہتا تھا اور المستکفی کا ایک غلام تھا جو اس کے اخلاق کا واقف تھا اور اس کی خدمت میں ہی پروان چڑھا تھا اور المستکفی کا میلان اپنے غلام کی طرف تھا اور توزون یہ چاہتا تھا کہ المستکفی میرے دیے ہوئے غلام کو مقدم کرے پس المستکفی توزون کی مرضی کے مطابق ترکی غلام کو اپنی ضروریات کے لیے بھیجتا مگر وہ اس کے غلام کا مقام نہ حاصل کر سکا۔

شامیوں کے ساتھ حجاج کے واقعات

راوی بیان کرتا ہے کہ ایک روز المستکفی نے محمد بن محمد بن یحییٰ بن شیرزاد کاتب کو کہا کہ کیا

توشامیوں کے ساتھ حجاج کے واقعہ کو جانتا ہے اس نے جواب دیا امیرالمومنین مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم نہیں تو المستکفی نے کہا کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف نے عراقیوں میں سے کچھ لوگ چُنے اور ان کے پاس ضرورت کی اتنی اشیاء پائیں جو شامیوں میں سے مخصوص کیے ہوئے آدمیوں کے پاس نہ تھیں توشامیوں کو یہ بات گراں گزری اور انہوں نے اس بارے میں باتیں کیں، یہ باتیں حجاج تک بھی پہنچ گیئں تو وہ فریقین کی ایک جماعت کے ساتھ سوار ہو کر انہیں صحرا میں لے گیا تو انہیں دُور سے اونٹوں کی ایک قطار نظر آئی اس نے ایک شامی کو بُلا کر کہا کہ جاؤ جا کر معلوم کرو کہ یہ پرچھائیاں کیا ہیں اور ان کا حال اچھی طرح معلوم کرنا اس نے تھوڑی دیر کے بعد آکر بتایا کہ وہ اُونٹ ہیں اس نے پوچھا کہ وہ لدے ہوئے ہیں یا نہیں، اس نے کہا مجھے معلوم نہیں لیکن میں دوبارہ جا کر معلوم کرتا ہوں حجاج نے اس کے پیچھے ایک عراقی آدمی بھی بھیج دیا اور اُسے بھی وہی حکم دیا جو شامی کو دیا تھا پس جب عراقی آدمی واپس آیا توشامی اور عراقی حجاج کے پاس بات سُننے کے لیے آگئے، حجاج نے پوچھا وہ کیا چیز ہے اس نے جواب دیا، اُونٹ، اس نے پوچھا کتنے ہیں اس نے جواب دیا تیس، اس نے پوچھا ان پر کیا لدا ہے؟ اس نے جواب دیا تیل، اس نے پوچھا وہ کہاں سے آئے ہیں اس نے جواب دیا فلاں جگہ سے، اس نے پوچھا وہ کہاں جارہے ہیں اس نے جواب دیا فلاں جگہ، اس نے پوچھا ان کا مالک کون ہے اس نے جواب دیا فلاں، تو اس نے شامیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا ؎

"مجھے عمرو کے متعلق ملامت کی جاتی ہے اگر وہ مرجائے یا دُور ہوجائے
تو اے عمرو تیرے جتنا کوئی آدمی کم ہی کام کرے گا۔"

ابن شیرزاد کہنے لگا امیرالمومنین بعض اہل ادب نے اس مفہوم کا شعر کہا ہے ؎

"دو ایلچیوں میں بڑا ایلچی وہ ہے کہ جس کا بھیجنے والا اس کی واپسی کا محتاج
ہو لیکن اس کا بھیجنا برابر ہی ہو، اسی طرح اہل علم نے ایک مثال کے بارے
میں کہا ہے کہ ہر جاہل کے دو راستے ہوتے ہیں۔"

المستکفی نے کہا کہ بحتری نے ایلچی کی ذہانت کے متعلق کیا خوب کہا ہے کہ ؎

"امور کی تاریکی میں اس کی ذہانت آگ کے شعلے کی طرح ہوتی ہے۔"

شیرزاد کو پتہ چل گیا کہ المستکفی کا دل، توزون کے غلام سے بھر گیا ہے تو اس نے

توزون کو بتایا تو توزون نے اُسے المستکفی کی خدمت سے ہٹا لیا۔

شراب کے اوصاف کے متعلق گفتگو

ابو اسحاق ابراہیم بن اسحٰق جو ابن الوکیل بغدادی کے نام سے مشہور ہے نے بیان کیا ہے کہ میرا باپ قدیم سے المکتفی کی خدمت میں تھا جب اس کے ساتھ وہ کچھ ہوا جو مشہور ہے تو میں اس کے بیٹے عبداللہ بن المکتفی کی خدمت میں چلا گیا اور جب اُسے خلافت ملی تو میں اس کے خاص الخاص لوگوں میں شامل تھا ایک روز میں نے اُسے اپنے ندیموں کی اس پارٹی کے ساتھ جو ابن طاہر کے گھر کی جانب سے اس کے پڑوسی تھے اور خلافت سے قبل وہ ان کے ساتھ راہ و رسم رکھتا تھا دیکھا کہ وہ آپس میں شراب اور اس کے اثرات اور جو کچھ لوگوں نے نظم و نثر میں اس کے متعلق کہا ہے، کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں، حاضرین میں سے ایک نے کہا امیر المومنین میں نے بعض متاخرین سے زیادہ کسی کو شراب کی بہتر توصیف کرتے نہیں پایا، ایک آدمی نے اپنی ایک کتاب میں شراب اور اس کے اثرات اور جو کچھ لوگوں نے نظم و نثر میں اس کے متعلق کہا ہے کہ دنیا میں شراب کے سوا ایک چیز بھی ایسی نہیں پائی جاتی جس نے اپنی چاروں ماؤں سے ان کی فضیلت اور ان کے بہترین خواص چھین لیے ہوں اس کا رنگ آگ کا رنگ ہے جو سب رنگوں سے خوب صورت ہے اور یہ ہوا کی طرح نرم ہے، جو چھونے والی چیزوں میں سے سب سے زیادہ نرم ہے اور پانی کی طرح شیریں ہے جو بہترین مزہ ہے اور زمین کی طرح ٹھنڈی ہے جو سب مشروبات سے لذیذ ہے اور وہ کہتا ہے کہ اگر یہ چاروں باتیں تمام ماکولات و مشروبات میں شامل ہوں تو پھر بھی وہ شراب پر غالب نہ آسکیں، میں نے جن صفات کا اوپر ذکر کیا ہے ان کو ایک شاعر نے اس طرح اکٹھا بیان کیا ہے ؎

"میں نے شراب کی طرح کوئی چیز نہیں دیکھی کہ جس نے ان چاروں چیزوں کو اپنے اندر جمع کر لیا ہو جن پر دُنیا کا دار و مدار ہے، پانی کی شیرینی، ہوا کی نرمی، آگ کی گرمی اور مٹی کی ٹھنڈک۔"

ہم نے جس جگہ پر شراب کے اوصاف بیان کیے ہیں وہاں اُسے تمام دُنیا کی

چیزوں پر فضیلت دی ہے اور اس کی کئی لذتیں اور مدحیں بیان کی گئی ہیں جو کئی قسم کی خواہشات کو بھڑکاتی ہیں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ شراب کی چمک کو سورج، چاند، ستارے آگ اور ہر نوری چیز سے مشابہت دی جاتی ہے اور اس کے رنگ کو دنیا کی ہر سرخ اور زرد چیز جیسے یاقوت، عقیق، سونے اور دیگر نفیس جواہرات اور قیمتی زیورات سے تشبیہ دی جا سکتی ہے، راوی بیان کرتا ہے کہ پہلے لوگوں نے اسے ذبح کیے ہوئے جانور کے خون اور پیٹ کے خون سے تشبیہ دی ہے دیگر لوگوں نے نیل اور لمبے سفید انگور وغیرہ سے تشبیہ دی ہے اور اسے جواہرات کے ساتھ تشبیہ دینا اس کی سب سے بہتر مدح ہے، راوی بیان کرتا ہے کہ اس کی صفائی کو ہر اس چیز سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جس پر صنعاء کا نام بولا جا سکتا ہے بعض متقدمین شعراء نے اس کی صفائی کے متعلق کہا ہے ؎

"کہ یہ تجھے تنکے کو دکھا دے گی حالانکہ یہ خود تنکے کے آگے حائل ہوتی ہے۔"

یہ شراب کی تعریف میں سب سے بہترین بات ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ابونواس نے اس کی تعریف اور اس کے مزے، خوشبو، حسن، رنگ اور دل پر اس کے اثرات اور اس کے آلات، ظروف، مٹکوں اور باہم شراب نوشی اور صبح و شام پینے کی اس قدر تعریف کی ہے کہ اگر اس کے اوصاف کی وسعت نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ اوصاف کا دروازہ بند ہو جاتا اس کے اوصاف کا شمار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ان کی انتہاء تک پہنچا جا سکتا ہے، ابونواس اس کے نور کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

"گویا یہ اس کے ہاتھ میں سورج ہے اور اس کی ہتھیلی چاند ہے۔"

نیز کہتا ہے ؎

"جب شراب میں کوئی چیز ملائی گئی تو میں نے گھر میں وہی کام کیا جو صبح تاریکی میں کرتی ہے پس تاریکی میں چلنے والوں نے اس کے ذریعہ راہ پائی جیسے مسافر نشانی کے ذریعہ راہ پاتا ہے۔"

نیز کہتا ہے ؎

"رس کی بیٹی، صاف اور رقیق ہوئی اگر اسے رات پر ڈال دیا جائے تو ہر اندھیرا بھاگ جائے۔"

نیز کہتا ہے ؎

"جب شرابی اُسے غٹا غٹ پیتا ہے تو میں خیال کرتا ہوں کہ وہ تاریکی میں ستارے کو بوسہ دے رہا ہے، اور جس گھر میں یہ موجود ہو وہ گھر روشن ہوتا ہے اور جس گھر میں شراب نہ ہو وہ اندھیرا ہوتا ہے۔"

نیز کہتا ہے ؎

"اور اس کا پینے والا، پیاس میں اس کی روشنی کی زیادتی کی وجہ سے شعلے میں منہ لگاتا معلوم ہوتا ہے۔"

نیز کہتا ہے ؎

"میں نے اُسے کہا مجھ سے نرمی اختیار کر کیونکہ میں نے گھروں کے درمیان صبح دیکھ لی ہے تو اس نے مجھ سے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کیا تُو نے صبح دیکھی ہے، شراب کی روشنی کے سوا، کوئی صبح نہیں، اور وہ مٹکے کے پاس کھڑا ہوا اور ان کا منہ بند کر دیا تو رات رنگی ہوئی چادر کے ساتھ واپس آگئی۔"

نیز کہتا ہے ؎

"وہ کسی چیز کے ملانے سے پہلے سُرخ تھی اور زردی اس کے ورے تھی گویا اس سے پہلے تجھے سُورج کی شعاع مل رہی تھی۔"

نیز کہتا ہے ؎

"گویا آگ کو اس کے خلاف اُکسایا گیا ہے کبھی وہ اس سے ڈرتی ہے اور کبھی خوف کھاتی ہے۔"

نیز کہتا ہے ؎

"وہ سُرخ رنگ کی ہے اگر پانی اس میں مکمل اس کی سُرخی میں کمی نہ کر دیتا تو وہ آنکھوں سے نور اچک لیتی۔"

نیز کہتا ہے ؎

"جب کبھی اس میں پانی ملایا جاتا ہے تو اس سے ایک شعاع پھوٹتی ہے جیسے جنوں سے شعلے نکلتے ہیں۔"

نیز کہتا ہے ؎

"اُسے مٹکوں میں پرانا کیا گیا ہے یہاں تک کہ اس نے چاشت کے سورج کی
روشنی اور تاریکی کی ٹھنڈک حاصل کر لی۔"

نیز کہتا ہے ؎

"وہ میرے پاس سے شراب کو گزار کرلے گیا تو انتہائی بلندی تک اس کی
شعاع کو تنا ہوا دیکھے گا۔"

نیز کہتا ہے ؎

"اس نے مجھ سے چراغ مانگا تو میں نے کہا ٹھہر جا، تیرے اور میرے لیے
اس کی روشنی ہی چراغ ہے اس نے اس سے ایک گھونٹ گلاس میں ڈالا
تو وہ صبح تک ہمارے لیے صبح کا کام دیتا رہا۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ ابو نواس کے اس کے فن میں بہت سے اشعار ہیں جس میں اس نے اسے آگ سے تشبیہ دی ہے اور انوار کا ہم جنس قرار دیا ہے اور اسے تاریکیوں کو دور کرنے والی، رات کو دن اور تاریکیوں کو نور بنا دینے والی قرار دیا ہے یہ تعریف کرنے والے کی طرف سے حد درجہ کی تعریف ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اس نے اس کے رنگ اور نور کی جو صفت بیان کی ہے اس سے بہتر تعریف نہیں ہو سکتی کیونکہ حسن کی تعریف میں نور کے بعد کوئی چیز نہیں، راوی بیان کرتا ہے کہ المستکفی کو اس تعریف سے بڑی خوشی اور سرور حاصل ہوا اور اس نے کہا تیرا استغنا ہو، اس تعریف سے میرا غم دور کر، اس نے کہا میرے آقا بہت اچھا۔

عبداللہ بن محمد الناشی بیان کرتا ہے کہ جب المستکفی کو خلافت ملی تو اس نے شراب ترک کر دی میں وہ مقررہ وقت پر دعوت مے نوشی دیتا اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جب المستکفی خلیفہ بنا تو اس نے فضل بن المقتدر کو طلب کیا کیونکہ ان کے درمیان عداوت تھی اور فضل بھاگ گیا تھا، بعض کہتے ہیں کہ وہ بھیس بدل کر احمد بن بویہ دیلمی کے پاس بھاگ گیا اور احمد نے اس سے حسن سلوک کیا اور اسے چھپائے رکھا پس جب توزون مر گیا اور دیلمی بغداد آیا اور ترک وہاں سے نکل گئے تو وہ ناصر الدولہ ابو محمد الحسن بن عبداللہ بن حمدان کے پاس گیا اور اس کے ساتھ اس کا عم زاد ابو عبداللہ بن ابو العلاء بھی گیا

اور اس کے اور بنی بویہ دیلمی کے درمیان جنگ تھی جیسا کہ مشہور ہے اور دیلمی، غربی جانب آ گیا، اس کے ساتھ المستکفی اور مطیع بھی بغداد میں روپوش تھے، المستکفی کو اس کی بہت تلاش تھی، المستکفی نے اُسے غربی جانب عیسائیوں کے ایک گرجے میں آتا را جو بدورنا کے نام سے مشہور تھا۔

ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق جو ابن الوکیل کے نام سے مشہور ہے، اس کے مقام و مرتبہ کے متعلق ہم پہلے بیان کر چکے ہیں وہ بیان کرتا ہے کہ المستکفی، مطیع سے بہت ڈرتا تھا کہ وہ خلافت کو حاصل کرے گا اور وہ جو چاہے گا فیصلے کرے گا، اس بات سے وہ بہت تنگ پڑتا تھا، اور وہ بعض اوقات اپنے مالوف ندیموں سے اس کی شکایت بھی کرتا تھا اور وہ اس کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور مطیع کے معاملہ کو معمولی بات بتاتے تھے یہاں تک کہ اس نے ایک دن انہیں کہا، میں چاہتا ہوں کہ فلاں دن ہم اکٹھے ہو کر مختلف قسم کے کھانوں کے متعلق گفتگو کریں اور جو کچھ لوگوں نے منظوم کلام میں ان کھانوں کے متعلق کہا ہے اس کا بھی تذکرہ کریں پس انہوں نے آپس میں ایک دن طے کر لیا جب وہ اس دن اکٹھے ہوئے تو المستکفی نے آ کر کہا کہ تم میں سے ہر آدمی نے جو کچھ تیاری کی ہے اُسے پیش کرو، ان میں سے ایک نے کہا امیر المومنین مجھے ابن المعتز کے اشعار یاد ہیں جن میں وہ ایک ٹوکری کی تعریف کرتا ہے جس میں سالن کی پلیٹیں تھیں، اس نے کہا وہ اشعار پیش کرو۔

سالن کی ٹوکری کی تعریف

سبزیوں کی ٹوکریوں سے لطف اندوز ہو جس کے پہلوؤں میں پیالے قطار در قطار پڑے ہوئے ہیں اور اس میں کسی قسم کی پلیٹیں صف در صف پڑی ہیں جو سرخ اور زرد رنگ کی ہیں اور ان میں مخالف رنگ کی کوئی پلیٹ نہیں اور وہ عقعق قرحا کے سالن سے بھرپور ہیں اور اس میں سرخ سالن بھی ہے جو بڑی پلیٹوں میں پڑا ہوا ہے اور اُسے چاشت کے سورج نے رنگ دیا ہے پس وہ سورج کی روشنی سے خوشبودار ہے۔

اس میں مرزنجوش کا سالن بھی ہے اور اس کے سامنے لونگ کا سالن بھی ہے اور اور دارچینی کا سالن بھی ہے اس کے رنگ اور مزے میں کوئی اس کا ہمسر نہیں گویا وہ خوشبو میں کستوری ہے اور وہ مزے اور خوشبو میں عطر کی حریف ہے اور جنگلی زعتر کی ایک پلیٹ ہے جس کا رنگ کستوری اور قادر (تلخ بوٹی کا نام ہے) کی طرح ہے اور لہسن کا سالن ہے جب میں نے اُسے دیکھا تو وہ عطر کی طرح تھا اور کھانے کا حکم دے رہا تھا

اور اس کا زیتون تاریکی کے اندھیرے کی طرح تھا اور اس کے ایک پہلو میں سرکہ ملا ہوا تھا اور اگر تو اس کے پیاز پر غور کرے تو اس چاندی کی طرح نظر آئے گا جس کے اندر آگ ہو اور گول شلجم جس کے ساتھ سرکہ ملا ہوا ہے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے قطار میں رکھا ہوا ہے گویا سفید اور سُرخ شلجم دراہم کی طرح ہیں جن میں دینار صف در صف رکھے گئے ہیں جن سے ہر جانب ایک ستارہ فجر کی روشنی میں چمکتا اور دیکھتا ہے گویا وہ باغ کا پھول ہے جس کے سامنے شمس و قمر اور تاریکی اور نور ہے۔

نوادر کی ٹوکری کی تعریف

المستکفی کہنے لگا ایسی ہی ایک ٹوکری حاضر کرو، آج ہم وہی کھائیں گے جو تم نے بیان کیا ہے ایک دوسرے ہم نشین نے کہا امیر المومنین! محمود بن الحسین الکاتب جو کشاجم کے نام سے مشہور ہے، نوادر کی ایک ٹوکری کی تعریف میں کہتا ہے ؎

"ہم کب کھانے سے خوش ہوں گے، ٹوکری تو درست کر دی گئی ہے اور باورچی نے اُسے بہترین طریق سے مزین کر دیا ہے اور وہ اچھے اچھے کھانوں سے بھری ہوئی ہے اور ہم نے اس میں بکری کے یک سالہ بچے کو بھون کر رکھا ہے اور اس کی آنتوں کو باندھ دیا ہے اور ہم نے اس پر پودینہ اور سالن تہ بہ تہ لگایا ہے اور چوزوں کے سینے کے جوڑ اور بھنے ہوئے سموسے اور زیتون کے ایک طرف سُرخ انڈے اور اس کے وسط میں چربی سے لتھڑے ہوئے سالن جو بدہضمی والے شخص کو بھی بھوک اور اشتہاء پیدا کر دیتے ہیں اور لیموں، عنبر کے ساتھ ملا ہوا اور پنیر وسط میں پڑا ہوا اور موتیوں کی طرح کے گچھے جو خوب صورت عورتوں کے گلوبندوں میں چھپے ہوئے ہیں اور سرکہ جو ناک میں نکسیر لے آتا ہے اور غیر مزروعہ زمین کے بینگن جن پر تیرا دل فریفتہ ہو جائے اور بادام کا حلوہ جو گھی اور کھانڈ میں دبا ہوا ہے اور میرے پاس تیرے لیے کانچ کے برتن اور قمری جس نے وصل کا وعدہ کیا تھا اور جس کی نگاہوں میں درشتی اور الفاظ میں ملائمت تھی اور قمری تجھے سُر کے ساتھ اور بغیر سُر کے تجھے گیت سُناتی تھی اس غمگین شخص کے لیے کون ہے جو غمگین محبوبہ کے گھر سے دُور ہے، پس تیرا کیا عذر ہے کہ وہ اپنے نشے کی وجہ سے اپنی فطرت کو نہیں دیکھتا۔

ابن رومی کا وسط کی تعریف کرنا

المستکفی نے کہا تو نے بھی اور اوصاف بیان کرنے والے نے بھی بہت اچھا کہا ہے پھر اس نے حکم دیا کہ جو کچھ وصف بیان کرنا ممکن ہے بیان کرو پھر کہنے لگا اس مفہوم کے کوئی اور اشعار ہوں تو پیش کرو تو ایک دوسرے آدمی نے کہا کہ ابن الرومی نے وسط کی تعریف کی ہے :۔

"اے وہ شخص جو مجھ سے مجمع اللذات کے متعلق دریافت کر رہا ہے تو نے سب سے بڑے نعمت گو سے پوچھا ہے میرے پاس نقص سے پاک ایک قصّہ ہے اے لذیذ کھانوں کے خواہاں تو مجھ سے میدے کی روٹی کے دو ٹکڑے لے ، ان جیسی چیز آنکھوں نے نہیں دیکھی ذرا ان کے چہرے سے پرت اُٹھا اور جب وہ دونوں پُر ہو جائیں تو ایک پر مرغی کے چوزوں اور کم دودھ دینے والی اونٹنی کے سالن ڈال اور ان پر بادام کی قطاریں بنا اور چوڑائی میں اخروٹ کی قطاریں لگا پھر زیتون کے ساتھ چھوہارے ملا اور اس پر سالن کے ساتھ پودینہ ڈال کہ وہ ان کے درمیان دودھ کی طرح نظر آئے گویا وہ یمنی چادر کی طرح ہے اور اُبلے ہوئے انڈوں کا قصد کر ، اور درمیان میں ان کے درہم و دینار بنا - اور اس کے مقابلہ میں نمک کی معتدل سی لائن لگا اور پھر اس میں نظر گھما اس سے اُسے لُطف آئے گا - کبھی اس کے کنارے تجھے رہٹ کی طرح گول نظر آئیں گے اور کبھی جانور کی طرح گھومتے نظر آئیں گے اور کبھی بغیر بھوک کے چکی کی طرح جو تیرے دانتوں سے کاٹے گئے ہیں ، مجھے ان پر افسوس ہے کہ میں انہیں شیطان مردود کے لیے تیار کرنے کا ذمہ دار ہوں ۔"

سموسے کی تعریف

اور ایک دوسرے آدمی نے کہا اے امیر المومنین اسحاق بن ابراہیم نے سموسے کی تعریف میں کہا ہے ؎

"اے وہ شخص جو مجھ سے بہترین کھانے کے متعلق پوچھتا ہے تو نے اس کے متعلق سب سے زیادہ صاحب بصیرت شخص سے پوچھا ہے سُرخ لطیف گوشت کا ارادہ کر اور اُسے چربی کے ساتھ زیادہ نہ کوٹ ، اور اس پر گول پیاز ، سبز بند گوبھی ، لہسن ، دارچینی ، کف بھر دھنیا ، اس کے بعد لونگ ، ادرک ، سیاہ مرچ ، کف بھر زیرہ اور نمک ڈال کر اسے ہنڈیا میں ڈال دے اور پانی

ڈال کر اس پر ڈھکنا دے دے جب پانی ختم ہو جائے اور آگ اُسے خشک کر
دے تو اُسے پتلی روٹی میں لپیٹ لے یا کچھ آٹا لے لے جو اچھی طرح نرم کیا گیا
ہو پھر اُسے گول کرلے پھر اس کی اطراف کو بیٹا اور اس میں اچھا سا تیل ڈال
کر اُسے اچھی طرح بھُون اور اُسے اچھے سے پیالے میں رکھ اور اُسے
رائی کے ساتھ کھا اور یہ جلد تیار ہو جانے والے کھانوں میں سب سے
زیادہ لذیذ ہے۔"

ہلیون کی تعریف

ایک اور آدمی نے کہا امیرالمومنین، محمود بن الحسین بن السندی کشاجم الکاتب نے ہلیون کی تعریف میں کہا ہے ۔

"ہمارے نیزوں کے اُوپر کے حصّہ میں جھکاؤ ہے اور ان کا جسم رسی کی طرح
بٹا ہوا ہے اور وہ بہت خوب صورت اور بے گانٹھ ہیں ان کے سرے جسم
میں پہنچ جاتے ہیں اور وہ تیروں کی طرح کھڑے ہیں ان کی برف ایسی سفیدی
پر ریشم چڑھایا گیا ہے اور انہیں سُرخ رنگ پلایا گیا ہے جو دیکھتا ہے
گویا اس کے ساتھ رخسار کی سُرخی ملی ہوئی ہے اور اس کی سُرخی میں نارمِن
ہاتھ سے چٹکی بھری ہے پس اس کے ساتھ ہاتھ اور رخسار کی سُرخی مل گئی ہے
گویا وہ کسی پیالے یا اولے کے اندر ہے اور وہ زیرہ کی طرح تہ بہ تہ ہے
جس طرح سونے کی بنی ہوئی چیز تہ بہ تہ ہوتی ہے گویا وہ ریشم کی منقش
چادر بچھی ہوئی ہے کاش وہ ہمیشہ رہتی، اور وہ حسین عورتوں کی انگوٹھیوں
کے لیے نگینے ہیں اور اس کے ارد گرد مدوجزر گھومتی ہے اور وہ تیل کے جھاگ
کا لباس پہنے ہوئے ہے اور وہ اس کے اُوپر سونے کے تسمے اور بٹی ہوئی چاندی
کی طرح ہے اور اگر اسے کوئی روزہ دار دیکھ لے تو اس کی اشتہاء کی وجہ سے
روزہ افطار کر دے اور سجدہ کرے۔"

چاول کی تعریف

جب وہ اس تعریف سے فارغ ہوا تو المستکفی نے اُسے کہا کہ اس وقت اور اس شہر میں اس کا ملنا مشکل ہے مگر ہم اخشید محمد
ابن طغج کی طرف لکھتے ہیں کہ وہ دمشق سے ہمارے لیے گندم لائے پس اس وقت ہمیں اشعار
سُنانا، ایک دوسرے آدمی نے کہا امیرالمومنین محمد بن وذیر جو حافظ دمشقی کے نام سے

مشہور ہے اس نے چاول کی تعریف میں کہا ہے ؎

"چاول کا کیا کہنا جسے باورچی لایا ہے وہ آسمان کے وسط میں چاند کے حسن کی طرح ہے اس کی بناوٹ دوہری برف سے ہوئی ہے اور وہ اہواء یا انداء کی صنعت معلوم ہوتی ہے وہ سفید پلیٹ میں سفید موتی کی طرح ہے، دیکھنے والوں کی آنکھیں اس کی روشنی سے حیران رہ جاتی ہیں وہ شام سے پہلے ہی تجھے چاند کی روشنی دکھا دے گا اور اس کے کناروں پر جو کھانڈ ڈالی گئی ہے وہ ایک نور ہے جو روشنی کے اوپر مجسم ہو گیا ہے۔

ہریسہ کی تعریف

ایک اور آدمی نے کہا امیر المومنین! بعض متاخرین نے ہریسہ کے متعلق اشعار کہے ہیں ؎

"انسان جو چیزیں کھاتا ہے ان میں سے یہ سب سے زیادہ لذیذ ہے جب یہ اپریل کے مہینہ میں آئے، عورتیں بکری کے یک سالہ بچوں کا ہریسہ تیار کرتی ہیں ان کے ہاتھ بڑے صاف اور خوب صورت ہوتے ہیں جن میں پرندے اور جانور لکھے ہوتے ہیں اور ان کی ہنڈیوں میں سالن، گوشت، دُنبے کی چکی، چربی، موٹی بطخیں، سفید گندم، مٹر اور بادام ہوتے ہیں جنہیں خوب باریک کیا ہوتا ہے اس کے بعد ان میں نمک اور خولنجاں ڈالی جاتی ہیں اور جب غلام انہیں اٹھائے ہوئے نکلتے ہیں تو ان کے دیکھنے سے رنگ شرما جاتے ہیں اور ان کے ساتھ پلیٹیں اور دسترخوان ہوتے ہیں اور ان کے اوپر گنبد کی طرح بانس کھڑا ہوتا ہے جیسے ایک چھت پکڑے ہوتی ہے جس کی گنبد نما دیواریں ہوتی ہیں اور اس کے ستون نہیں ہوتے، جنہیں بچوں کو کھلانے والے نے نمایاں کیا ہے اور ان کے شعلے سے آنکھیں تھک جاتی ہیں اور بھوکا اور سیر آدمی انہیں ترجیح دیتا ہے اور اسے گھر والے اور مہمان پسند کرتے ہیں، اس قسم کو دوسری قسموں پر فوقیت حاصل ہے اس سے ذہن اور دل صاف ہوتے ہیں اور جسموں کو اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے، اسے ساسان نے اپنے زمانے میں ایجاد کیا تھا اور اس نے کسریٰ انوشیروان کو حیرت میں ڈال دیا تھا اور جب اسے بھوکا آدمی دیکھتا ہے تو اسے بھوکوں کے ساتھ صبر نہیں ہوتا۔"

ترش دُودھ کے پکے ہوئے کھانے کی تعریف

ایک اور آدمی نے کہا امیرالمومنین بعض متاخرین نے ترش دُودھ کے پکے ہوئے کھانے کی تعریف کی ہے کہ ؎

"کھانوں میں مَضِیرہ (ترش دُودھ کا پکا ہوا کھانا) کا مقام، رات میں ماہِ تمام کا سا ہے، دسترخوان پر اس کا آنا ایسا ہی ہے جیسے اندھیرے میں روشنی آجاتی ہے اس کی مثال اس چاند کی طرح ہے جو بادلوں کے درمیان سے لوگوں کے سامنے ظاہر ہوتا ہے، بھری ہوئی پلیٹ دیکھ کر لوگوں کو سخت گھبراہٹ ہوتی ہے جب کھانوں کے درمیان مضیرہ آیا تو اس نے ابوہریرہ کو بھی حیران کر دیا یہاں تک کہ وہ روزوں کی بجائے اس کی جستجو میں لگ گئے اور انہیں اس کے کھانے میں وہ لُطف آیا کہ وہ جلدی کھڑے ہو گئے اور انہوں نے امام کے ساتھ کھانے میں پہلوتہی کی اور مضیرہ، بیمار کو بیماری سے شفا دیتا ہے، اس کھانے کے آنے میں حرام کے سوا اور کوئی تعجب کی بات نہیں پس یہ لوگوں میں ایک لذیذ اور عجیب و غریب چیز ہے۔"

جوذابہ کی تعریف

ایک اور آدمی نے کہا امیرالمومنین! محمود بن الحسین نے جوذابہ کی تعریف میں کہا ہے کہ ؎

"چاولوں سے بنایا ہوا جوذابہ عاشق کی طرح زرد رُو ہوتا ہے اس کا رنگ عجیب اور ماہر باورچی کے ہاتھ میں چمکدار ہوتا ہے اور وہ سونے کے ڈلے کی طرح گلاب کی طرح سُرخ ہوتا ہے اور اہواز کی کھانڈ سے بنا ہوتا ہے اور اس کا مزہ نہاری کھانے والے سے بھی شیریں ہوتا ہے وہ چھونے میں نرم جھاگ کی طرح ہے اور اس کی خوشبو عنبر کی طرح ہے اور جب وہ پیالے میں نمایاں ہوتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اندھیرے میں ستارہ چمک رہا ہے وہ سُرخ مہرہ ہے جس کی زردی، خوب صورت نرم اندام عورت کی گردن میں بہت شوخ لگتی ہے، یہ امن سے زیادہ شیریں ہے جو مومن کی طرف سے مضطرب کی طرف آیا ہے۔"

جوذابہ کی مزید تعریف

ایک اور آدمی نے کہا امیرالمومنین! میرے پاس ایک محدث کا کلام ہے جس میں اُنہوں نے جوذابہ کی تعریف کی ہے سہ

"جوذابہ کا رنگ عقیق کی طرح ہے اور میرے نزدیک اس کا مزہ شراب کی طرح ہے یہ خالص کھانڈ اور پیسے ہوئے خالص زعفران سے بنایا جاتا ہے اور اس میں مرغ کی چربی پڑتی ہے اس کا مزہ لذیذ اور رنگ خلوق کی طرح ہے (خلوق ایک خوشبو ہے جس کا جزو اعظم زعفران ہوتا ہے) اس کے اُوپر قریب قریب کرکے موتی لگائے جاتے ہیں، اُسے برتن میں ایک جھونک اُلٹ پلٹ دیتی ہے اس کی شیرینی میں اس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔

قطائف[1] کی تعریف

جب بھوک شدید ہو جائے تو میرے پاس اپنے دوستوں کے لیے کتابوں کے بنڈلوں کی طرح قطائف پڑے ہوئے ہیں اور جب وہ ٹیلوں پر ابتداءً اُگتی ہے تو وہ شہد کے چھتّے کی طرح سفید اور سوراخ دار ہوتی ہے وہ روغن بادام کی وجہ سے پینے کے قابل ہوتی ہے اور تر ہو کر اس میں تیرتی اور نیچے بیٹھ جاتی ہے اور اس میں عرق گلاب آتا جاتا ہے اور وہ اس پر بُلبلے کی طرح تہ بہ تہ ہوتا ہے اور جب اُسے کوئی عاشق دل انسان دیکھتا ہے تو وہ خوش ہو جاتا ہے کہ وہ کتابوں کی طرح ترتیب وار رکھا ہوا ہے اُسے لُوٹ لینے سے دیکھنا زیادہ اچھا ہے اور ہر آدمی کو اسی چیز کی لذت آتی ہے جسے وہ پسند کرتا ہے۔

ابونواس اور اطرنج کی تعریف

المستکفی اپنے بچپن کے معلم کی طرف متوجہ ہوا جو اُسے خوشی سے پڑھاتا تھا اور وہ بھی اس سے ہنستا تھا اور خوش ہوتا تھا، المستکفی نے اُسے کہا ان لوگوں نے جو اشعار ہمیں سنائے ہیں وہ آپ نے سُن لیے ہیں پس آپ بھی ہمیں اشعار سنائیے اس نے جواب دیا مجھے معلوم نہیں ان لوگوں نے کیا کہا ہے اور کیا سُنایا ہے مگر میں کل گھومتا گھومتا چلا گیا تھا اور اطرنج لایا ہوں اور میں نے اس کے باغات بھی دیکھے ہیں پس مجھے ابونواس کے وہ اشعار یاد آ گئے جو اس نے اس کے متعلق کہے ہیں اور انہوں نے مجھے غمگین کر دیا اور میں خیالات

---

[1] ایک بُوٹی جسے سالف العروس کہتے ہیں۔

میں کھو گیا، المستکفی نے کہا ابونواس نے اس کی تعریف میں کیا کہا ہے تو اس نے کہا سہ

" اے ابن وہب تیری آنکھوں کی نیند بہت تھوڑی ہے اور عشق کی سوزش کی وجہ سے تیرے دل میں آگ ہے اور اطریخ کے پاس میرا ٹھکانہ ہے اور جام گردش میں آتے ہیں تو میرے لیے اس میں عبرت ہوتی ہے، ایک روز میں اس کے پاس سے گذرا تھا تو میرا دل محبت کے باعث پھٹ گیا تھا اور وہاں نرگس میرے غلام کو ٹھہرنے کے لیے آواز دے رہی تھی اور اس نے معلوم کر لیا کہ ہمارے پاس شراب ہے اور تیتر نے گایا اور اس نے کھیل کود کی احتیاج ظاہر کی اور اس نے اپنی کلیوں سے پھول عطا کیے پس ہم دیکھنے والی آنکھوں کے باغات کی طرف لوٹ آئے جن میں سفیدی نہ تھی اور ان کی پلکوں کی جگہ سفیدی اور آنکھ کی سیاہی کی جگہ زردی تھی ہم اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ گلاب نے ہمیں چیخ کر کہا اے داستان سراؤ! ہمارے پاس وہ قہوہ ہے جس سے زمانہ غافل ہے اور اس میں مستی بھی پائی جاتی ہے اور نرگس سے نگاہ ہٹائے بغیر ہم گلاب کے پھول کی طرف لوٹے تو نرگس نے گلاب کے پھول کی کارروائی کو دیکھ کر کہا اے خوشبودار پھول، اور گلاب کے پھول نے زردی کی دو فوجیں دیکھیں تو اس نے آواز دی تو اس کے پاس گل انار آیا، اور لبنان کے سبب جوش میں آ گئے کیونکہ بدلہ لینے کے لیے ان کی لڑائی سخت ہو گئی تھی اور خوشبودار پھول، چھوٹے بڑے لیموں کی فوج لے کر جوش میں آ گیا اور میں نے زردی کی فوج میں بہار کو دیکھا اور میرا دل اس کو سُرخ دیکھ رہا تھا۔ یہ سب کچھ ان لوگوں کے رخساروں کی سُرخی کی وجہ سے تھا جنہوں نے ہمارے ساتھ زیادتی اور ظلم کیا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے المستکفی کو جب سے وہ سریر آرائے خلافت ہوا ہے اس دن سے زیادہ خوش نہیں دیکھا اور اس نے تمام حاضر ہم نشینوں، گلوکاروں اور کھیل تماشہ کرنے والوں کو انعامات دیے۔ پھر اس وقت جو سونا چاندی موجود تھا وہ اُسے لایا، خدا کی قسم اس کے بعد میں نے کسی دن اس کو اس جیسا نہیں دیکھا یہاں تک کہ احمد بن بویہ نے اُسے گرفتار کر لیا اور اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی اور یہ اس طرح ہوا کہ جب

ابو محمد حسین بن عبداللہ بن حمدان —— یہ مشرقی جانب تھا اور اس کے ساتھ ترک بھی تھے —— اور اس کے عم زاد حسین بن سعید بن حمدان اور احمد بن بویہ دیلمی اور المستکفی بھی اس کے ساتھ تھا، کے درمیان جنگ طویل ہوگئی تو دیلمی نے المستکفی پر اتہام لگایا کہ وہ بنی حمدان کو اس کے حالات اور اسرار سے آگاہ کرتا ہے اور اس سے قبل بھی کچھ باتیں اس کے دل میں تھیں پس اس نے المستکفی کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی اور المطیع کو حکمران بنا دیا اور دیلمی نے دیلمیوں کے ساتھ شب خون مارنے کی چال بھی چلی وہ انہیں رات کو اسلحہ اور بگلوں کے ساتھ کشتیوں میں سوار کر کے لے گیا اور مشرقی جانب جانے والے راستے پر انہیں بہت سی جگہوں پر اتار دیا اور بنی حمدان کے متعلق چال چلنے لگا وہ بلاد تکریت میں ترکوں کے ساتھ بہت سی جنگیں کرنے کے بعد موصل کی طرف چلے گئے اور احمد بن بویہ دیلمی کی حکومت مضبوط ہوگئی وہ شہر میں گھس گیا اور بند توڑ دیے جس طرح کہ ہمارے پاس باوجود دوری مکان اور بلاد مصر و شام میں رہنے، اور راستوں کی خرابی اور حالات کے انقطاع کے خبریں پہنچی ہیں۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ المستکفی کی خلافت کے قلیل عرصہ رہنے کی وجہ سے ہم تک المستکفی کے یہی حالات پہنچے ہیں۔ واللہ الموفق للصواب۔

باب چہار دہم

المطیع للہ کی خلافت کا بیان

اس کے ابتدائی مختصر حالات

المطیع للہ ـــ ابوالقاسم فضل بن جعفر المقتدر کی بیعت ۲۲ شعبان ۳۳۴ھ کو ہوئی، بعض کہتے ہیں کہ اس کی بیعت اسی سال جمادی الاولیٰ میں ہوئی، ابن بویہ دیلمی حکومت پر غالب تھا، المطیع اس کے ہاتھ میں ایک کھلونا تھا، نہ اس کی خلافت تھی نہ وزارت، اور ابوجعفر محمد بن یحییٰ بن شیرزاد کاتب کے نام سے دیلمی کے حضور امورِ وزارت کو سرانجام دیتا تھا اُسے غربی جانب حسین بن عبداللہ بن حمدان کے امان طلب کرنے تک وزارت سے مخاطب نہیں کیا گیا وہ اس کے ساتھ ہی موصل کی جانب چلا گیا یہاں تک کہ اس نے اس پر اتہام لگایا کہ وہ ترکوں کو اس کے خلاف اُکسا رہا ہے پس اس نے اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی بعض کہتے ہیں کہ ابوالحسن علی بن محمد بن علی بن مقلہ دیلمی اور المطیع کے سامنے جمادی الاولیٰ ۳۳۶ھ تک کاتب کے نام سے نہ کہ وزیر کے نام سے خطوط پیش کرتا تھا، ہم گذشتہ خلفاء کی طرح المطیع کے تاریخی حالات کے بارے میں کوئی الگ باب قائم نہیں کر رہے کیونکہ ابھی تک اس کی خلافت قائم ہی نہیں ہوئی۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں اپنے آپ کو اس بات کا پابند کیا تھا کہ ہم آل ابی طالب کے مقاتل کا ذکر کریں گے۔ اور بنی اُمیہ اور بنی عباس کے زمانے میں ان میں سے جن لوگوں نے ظہور کیا اور قتل و ضرب اور حبس کے جو معاملات انہیں پیش آئے ان کا ذکر کریں گے اور پھر ہم امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے

قتل کے واقعہ سے لے کر ان کے وہ حالات بیان کریں گے جو ہم تک پہنچے ہیں اس سلسلہ میں ہمارے ذمے یہ بات رہ گئی ہے اس کا ذکر ہم اس جگہ پہ اس شرط کو پورا کرنے کے لیے کر رہے ہیں ۔

طولون کے عہد میں سرزمین مصر میں ایک طالبی کا ظہور

احمد بن عبد اللہ بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نے صعید مصر میں ظہور کیا ، اُسے احمد بن طولون نے ان واقعات کے بعد جن کا ذکر ہم گذشتہ کتب میں کر چکے ہیں سنہ ۲۷۰ھ میں قتل کر دیا ۔

ابو عبد الرحمٰن عجمی نے صعید مصر میں احمد بن طولون کے خلاف خروج کیا ۔ یہاں تک کہ قتل ہو گیا ۔

محسن بن الرضا کا دمشق میں ظہور

محسن بن جعفر بن محمد بن علی بن موسےٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے سنہ ۳۰۰ھ میں مضافاتِ دمشق میں ظہور کیا اور امیر دمشق احمد بن کیغلغ کے ساتھ اس کی جنگیں ہوئیں اور اُسے باندھ کر قتل کر دیا گیا بعض کہتے ہیں کہ وہ جنگ میں مارا گیا ، اور اس کا سر بغداد لا کر غربی جانب نئے پُل پہ نصب کر دیا گیا ۔

طبرستان میں اطروش کا ظہور

بلادِ طبرستان اور دیلم میں اطروش کا ظہور ہوا ، اس کا نام حسن بن علی بن محمد بن علی بن حسن بن علی بن ابی طالب تھا اس نے سنہ ۳۰۱ھ میں وہاں سے مسودہ کو نکال دیا ، وہ دیلم اور جبل میں کئی سال قیام پذیر رہا جو جاہل اور مجوسی لوگ تھے ، اطروش نے انہیں اللہ کی طرف دعوت دی ۔ تو بہت سے لوگوں نے اس کی بات کو قبول کر کے اسلام قبول کر لیا ، ہاں چند لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا جو بلادِ جبل و دیلم میں بلند پہاڑوں ، قلعوں ، وادیوں اور سخت جگہوں پہ رہتے تھے وہ ابھی تک شرک پہ قائم تھے اس نے ان کے علاقوں میں مسجدیں بنائیں اور ان کے مقابل میں مسلمانوں کی بلادِ طبرستان میں قزوین اور شالوس وغیرہ جیسی سرحدیں بھی تھیں ، شہرِ شالوس میں ایک مضبوط قلعہ اور محل تھا جسے ایرانی بادشاہوں نے بنایا تھا جس میں دیلم کے بالمقابل فوجی چوکی کے جوان رہتے تھے ، پھر وہ اسلام کے زمانے میں بھی اسی طرح رہا یہاں تک کہ اطروش نے اُسے گرا دیا ، اطروش اور حسن بن

قاسم الحسنی الداعی کے درمیان بلادِ طبرستان میں جنگیں ہوئیں، کبھی اطروش کا اور کبھی حسن کا پلہ بھاری ہو جاتا، حسن بن قاسم الحسنی الداعی جبل اور دیلم سے بہت سی فوج لے کر ۳۱۷ھ میں رَے میں آیا اور اس کے ساتھ ماکانؒ بن کاکی دیلمی بھی تھا جو دیلم کا مشہور جانباز اور سردار تھا پس نصر بن احمد بن اسماعیل بن احمد کی فوج نے رَے کے حکمران کو وہاں سے نکال دیا اور رَے پر اور اس کے ملحقہ علاقوں قزوین، زنجان، قم اور اَبہر وغیرہ پر بھی قابض ہو گیا، المقتدر نے خراسان کے حاکم نصر بن احمد بن اسماعیل بن احمد کو تنبیہ کرتے ہوئے اُسے لکھا کہ میں نے تجھے مال اور جان کا کفیل بنایا تھا اور تو نے رعیت کے معاملہ میں لاپروائی سے کام لیا ہے اور رعیت کو کمزور کر دیا ہے اور لاپروائی کی ہے یہاں تک کہ علاقے میں مبیضہ داخل ہو گئے ہیں اور اس نے اس کو، انہیں نکال باہر کرنے کا پابند کیا، پس حاکمِ خراسان نصر کی نگاہِ انتخاب، جبل کے ایک آدمی اسفار بن شیرویہ پر پڑی اس نے اس کے ساتھ ابن المحتاج کو دیلم سے جو امرائے خراسان میں سے تھا ایک کثیر فوج کے ساتھ داعی اور ماکان بن کاکی کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھیجا، کیونکہ جبلیوں اور دیلمیوں کو ایک دُوسرے سے بڑا کینہ ہے اور دونوں ایک دوسرے پر فخر کا اظہار کرتے ہیں پس اسفار بن شیرویہ الجبلی اپنی فوج کے ساتھ رَے کی حدود کی طرف گیا اور اسفار بن شیرویہ الجبلی اور ماکان بن کاکی دیلمی کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی اور ماکان بن کاکی کے اکثر اصحاب اور جرنیلوں مثلاً مشیز، تالجین، سلیمان بن سشر کلۃ الاُشکری، مرد الاُشکری اور ہشونہ بن اوکر نے جبل کے جرنیلوں کی پناہ لے لی تو ماکان نے اپنے غلاموں کی تھوڑی سی نفری کے ساتھ ان پر ستر ہ حملے کیے، خراسانی فوجیں اور ان کے ساتھی ثابت قدم رہے اور ماکان بھاگ کر بلادِ طبرستان میں داخل ہو گیا داعی اور ماکان اپنے حامیوں سمیت شکست کھا گئے، پس خراسان، جبل، دیلم اور ترکوں کے سواروں نے اُسے آلیا ان میں اسفار بن شیرویہ بھی تھا، ماکان سواروں کی کثرت کی وجہ سے چلا گیا اور الداعی، آمل کے قریب جو بلادِ طبرستان کا ایک گاؤں ہے حاحونہ کی طرف چلا گیا، وہاں پر اس کے باقی ماندہ مددگار بھی اس سے الگ ہو گئے اور وہ وہاں قتل ہو گیا، ماکان، دیلم چلا گیا اور اسفار بن شیرویہ بلادِ طبرستان رَے، جرجان، قزوین، زنجان، ابہر، قم، ہمدان اور کرخ پر قابض ہو گیا اور اس نے حاکمِ خراسان کو دعوت دی اس کی پوزیشن مضبوط ہو گئی اور اس کی فوج بڑھ گئی اور تیاری بہت ہو گئی تو وہ متکبر اور سرکش ہو گیا وہ ملتِ اسلام کا پیروکار نہ تھا اس نے حاکمِ خراسان کی نافرمانی کی اور اس کا مخالف ہو گیا اور اس نے اپنے سر پر

تاج رکھنے اور رَے میں بادشاہ کے لیے سونے کا تخت قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ جن شہروں کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ ان پہ قابض تھا اور سلطان اور حاکم خراسان سے جنگ کرتا تھا۔ پس المقتدر نے ہارون بن غریب کو اسی وقت قزوین کی طرف بھیجا اور اس کی اس کے ساتھ جنگیں ہوئیں اور ہارون کو شکست ہوئی اور اس کے ساتھیوں میں سے بہت سے لوگ مارے گئے یہ جنگ باب قزوین پہ ہوئی اور اہل قزوین نے سلطان کے ساتھیوں کی مدد کی پس ان میں سے کئی آدمی مارے گئے اور ہارون کی شکست کے بعد دیلمیوں کے ساتھ ان کی کئی جنگیں ہوئیں اور اسفار بن شیرویہ بہت بڑی فوج کے ساتھ ان پہ حملہ آور ہوا اور اس نے اس قلعہ پہ قبضہ کر لیا جو قزوین کے وسط میں ہے اور اُسے فارسی میں کشوین کہتے ہیں یہ شہر کا نہایت مضبوط قلعہ ہے جسے اہل ایران نے دیلم کے بالمقابل سرحد پہ بنایا تھا اور اُسے جوانوں سے بھر دیا تھا، کیونکہ دیلم اور جبل ـــــ جب سے وہ آباد ہوئے ہیں ـــــ کسی دین کے اطاعت گذار نہیں اور نہ کسی شریعت کے پابند ہیں پھر اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان ممالک پہ فتح عطا کی اور قزوین کو دیلم وغیرہ کے لیے سرحد بنایا گیا پس رضا کاروں اور غازیوں نے قزوین کا قصد کیا اور وہاں آکر چھاؤنی ڈال لی اور جنگیں کیں وہاں سے وہ مختلف اطراف کی طرف گئے یہاں تک کہ حسن بن علی العلوی الداعی الاطروش کا معاملہ پیش آیا اور اس کے ہاتھ پہ جبل اور دیلم کے بادشاہوں نے اسلام قبول کر لیا جیسا کہ ہم اس باب کے آغاز میں بیان کر آئے ہیں مگر اب ان کے مذاہب خراب ہو گئے ہیں ان کی آراء تبدیل ہو چکی ہیں ان کی اکثریت ملحد ہو چکی ہے۔ حالانکہ اس سے قبل دیلم کے بادشاہوں اور رؤساء کی ایک جماعت اسلام میں داخل ہوئی تھی جو آلِ ابی طالب سے ظہور کرنے والے اشخاص کی مدد کرتی تھی جیسے حسن اور محمد جو زید الحسینی کے بیٹے تھے ان کی انہوں نے مدد کی تھی، اسفار بن شیرویہ نے قزوین کو تباہ و برباد کر دیا کیونکہ وہاں کے باسیوں نے اس کے جوانوں کے خلاف، سلطان کے ساتھیوں کی مدد کی تھی اس کے دروازے اُکھیڑ دیے ان کو قیدی بنایا، بدکاری کی اور اس نے جامع مسجد میں مؤذن کو اذان دیتے سُنا تو اُسے وہاں سے سر کے بل گرانے کا حکم دیا اور مساجد کو تباہ کر دیا، نمازوں سے روک دیا پس لوگوں نے مشرق کے شہروں میں لوگوں سے مدد طلب کی، اس کا معاملہ بڑھ گیا اور حاکم خراسان اپنی فوج کے ساتھ، اسفار بن شیرویہ سے لڑنے کے لیے رَے گیا اس نے شہر بخارا سے جو اس وقت حاکم خراسان کا دار السلطنت ہے، چل کر دریائے بلخ کو عبور کیا اور نیشاپور میں اُترا، اسفار بن شیرویہ بھی رَے آیا اس نے

اپنی فوجوں کو جمع کیا اور اطراف کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملایا اور حاکم خراسان سے جنگ کرنے کا عزم کیا تو اس کے وزیر مطرف جرجانی نے جسے رئیس کہتے تھے اُسے مشورہ دیا کہ وہ حاکم خراسان کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور اس سے مراسلت کر کے اُسے مال اور اقامتِ دعوت کا لالچ دے کیونکہ جنگ کے پانسے پلٹتے رہتے ہیں اور اس پہ مال بھی خرچ ہوتا ہے اور اگر وہ اس بات کی طرف مائل ہو جائے جس کی تو اُسے دعوت دے تو فبہا، ورنہ جنگ تیرے سامنے ہے، کیونکہ تیرے ساتھ جو ترک اور خراسانی سوار ہیں اصل میں وہ اس کے آدمی ہیں اور تو نے حسنِ سلوک کے ساتھ ان پر قابو پایا ہے اور تو نہیں جانتا جب وہ اپنے آقا کے قریب ہوں گے تو اس کے ساتھ مل جائیں گے تو اس نے اس کی یہ بات قبول کر لی، اور اُسے اس سے خط و کتابت کرنے کا حکم دیا جب حاکم خراسان کے پاس خط پہنچے تو اس نے کسی بات کو قبول نہ کیا اور اس کے مقابلہ میں جانے کا عزم کیا تو اس کے وزیر نے اُسے مشورہ دیا کہ جو کچھ خرچ ہو چکا ہے وہ اس سے لے لو، اس نے مال دینے اور اقامت دعوت کی جو بات کہی ہے اُسے مان لو۔ کیونکہ جنگ کی لغزشوں کے متعلق کچھ کہا نہیں جا سکتا اور نہ ہی یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا، آدمی، مال اور آدمیوں سے طاقت ور ہوتا ہے پس اگر وہ شکست کھا جائے تو یہ کوئی بڑی فتح نہیں ہوگی جب کہ آپ ایک آدمی کو، اپنے دشمن سے جنگ کے لیے مقرر کریں اور اس کے ساتھ اپنے غلام اور اپنی فوج بھی کر دیں اور وہ آپ کا مخالف ہو جائے خواہ وہ اللہ تعالےٰ کو ضامن دے کر تجھ سے پناہ مانگے تو بھی بات پائیدار نہ ہوگی تو حاکم خراسان نے اپنے اصحاب اور جرنیلوں میں سے اصحاب الرائے سے مشورہ کیا تو انہوں نے وزیر کی بات کی تصویب کی وہ ان کی بات کی طرف جھک گیا اور اس نے اسفار بن شیرویہ کی دریافت کردہ باتوں کا جواب دیا اور اموال کی ادائیگی کے بعد اس کی باتوں کو مان لینے کا وعدہ کیا جب اسفار بن شیرویہ کو اس کا خط ملا تو اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ جن اموال کے دینے کی اس نے شرط لگائی ہے وہ تو بہت زیادہ ہیں اور ان کو بیت المال سے نکالنے کی کوئی سبیل نہیں، پس ضروری ہے کہ ہم ان علاقوں پر ٹیکس لگا دیں تو اس کے وزیر نے اُسے کہا کہ بے وقت ٹیکس لگانے سے جاگیرداروں کو نقصان ہوگا اور ملک برباد ہوگا اور بہت سے جاگیرداروں کے لیے ان کے غلہ جات کے

حصول سے قبل جلا وطنی کا باعث ہوگا اسفار نے اُسے کہا پھر کیا کرنا چاہیے۔ وزیر نے کہا کہ ٹیکس تو خاص طور پر بعض جاگیرداروں کے لیے ہوتا ہے اور یہاں ٹیکس جاگیرداروں، عام مسلمانوں اور اس ملک کے دیگر مذاہب کے پیروکاروں اور غیر ملکیوں کے لیے ہے یہ ٹیکس اتنا ہونا چاہیے کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو بلکہ تھوڑی سی چیز دینے سے ان کا کام بن جائے آپ ہر راس پر ایک دینار مقرر کر دیں اس طرح ہم نے جو مال دینے کا ذمہ لیا ہے وہ بھی پورا ہو جائے گا اور بہت سا مال بڑھ بھی جائے گا تو اسفار نے اسی کے مطابق اُسے حکم دے دیا پس اس نے بازار کے مسلمانوں اور ذمیوں کو لکھا اور ہوٹلوں اور سراؤں میں ٹھہرے ہوئے غیر ملکی تاجروں وغیرہ کو بھی لکھا اور اس نے رَے اور اس کے دیگر مضافات سے لوگوں کو دار الخراج میں جمع کیا اور ان سے اس جزیہ کا مطالبہ کیا۔ جس نے یہ ٹیکس ادا کر دیا تو اُسے خبر لگا کر اسی طرح چھوڑ دیا گیا جیسے ذمیوں کو دیگر شہروں میں جزیہ دینے پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ مجھے اہل رَے اور دوسرے لوگوں کی ایک جماعت نے جو غیر ملکی تاجروں وغیرہ کی تھی بتایا ——— میں ان دنوں اہواز اور ایران میں مقیم تھا ——— کہ انہوں نے یہ جزیہ ادا کر دیا ہے اور پروانۂ براُت لے لیا ہے پس اس ذریعہ سے بہت سے اموال اکٹھے ہو گئے جن میں سے شرط کے مطابق حاکم خراسان کو دیے گئے اور باقی ایک کروڑ سے زائد دینار بچے، بعض کہتے ہیں کہ رَے اور اس کے مضافات میں جو لوگ تھے ان کا ٹیکس ہی اس سے کئی گنا زیادہ تھا حاکم خراسان، بخارا کی طرف واپس آ گیا اور اسفار کا معاملہ خلافِ عہد بڑھ گیا اور اس نے اپنے اصحاب میں سے ایک آدمی کو، جو جبل میں فوج کا سالار تھا اور اُسے مرداویج بن زیار کہتے تھے، دیلم کے ایک بادشاہ کی طرف بھیجا جو قزوین کے پاس تھا اور دیلم کے علاقے میں وہ طرم کا حکمران تھا اس کا نام ابن اسوار تھا جو سلار کے نام سے مشہور تھا جس کا بیٹا اس وقت آذربائیجان وغیرہ کا حاکم ہے، کہ وہ اس سے اسفار بن شیرویہ کے لیے بیعت اور اس کی اطاعت میں آنے کا عہد لے، مرداویج، سلار کے پاس گیا تو دونوں نے اسفار بن شیرویہ کی وجہ سے اسلام پر نازل ہونے والی مصیبت اور شہروں کی بربادی اور رعیت کے قتل اور آبادی اور امور کے عواقب میں غور و فکر چھوڑ دینے پر ایک دوسرے سے شکایت کی اور دونوں نے آپس میں عہد و پیمان کیے کہ وہ اسفار کے ساتھ جنگ کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے، اسفار اپنی فوج کے ساتھ قزوین کی طرف روانہ

ہو چکا تھا اور دیلم کے علاقے تخوم کے قریب پہنچ چکا تھا جو طرم کے علاقے میں ابن اسوار کی سلطنت میں شامل ہے وہاں پر وہ اپنے ساتھی مرداویج بن زیار کا منتظر تھا کہ اگر ابن اسوار نے اس کی اطاعت اختیار نہ کی اور اس کا ایلچی اس کی ناپسندیدہ خبر لے کر آیا تو وہ اس کے ملک کو روند دے گا یہ سلار علی بن وہوازن کا ماموں تھا جو ابن حسان کے نام سے مشہور تھا اور دیلم کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا جسے ابن اسوار نے رَے میں قتل کر دیا تھا اس واقعہ کا بیان طوالت کا باعث ہوگا۔ جب مرداویج ، اسفار کی فوج کے قریب پہنچا تو اس نے اس کے جرنیلوں سے مراسلت کی اور انہیں لکھا کہ اسفار پر حملہ کرنے میں میری مدد کرو ، اور انہیں بتا دیا کہ سلار بھی اس کے خلاف ان کی مدد کرے گا۔ جرنیل اور اس کے دیگر ساتھی بھی اس کی حکومت سے نالاں تھے اور اس کی سیرت کو ناپسند کرتے تھے انہوں نے مرداویج کو جواب دیا جب وہ فوج کے قریب آیا تو اسفار بن شیرویہ کو بھی مصیبت کا احساس ہو گیا اور وہ سمجھ گیا کہ اس کے خلاف سازش کی گئی ہے اور یہ کہ اس کی بری سیرت کی وجہ سے اس کے ساتھیوں اور دیگر لوگوں میں سے اس کا کوئی مددگار نہیں پس وہ اپنے غلاموں کی ایک جماعت کے ساتھ بھاگ گیا پس مرداویج آیا اور فوج پر قابض ہوگیا اور اس نے خزائن اور اموال کو اکٹھا کر لیا اور اسفار کے وزیر مطرف جرجانی کو بلا کر اس سے اموال نکلوائے اور جرنیلوں اور جوانوں کی بیعت لی اور ان میں اموال ، غلہ جات اور انعامات تقسیم کیے اور ان سے بہت حسن سلوک کیا جس جیسا سلوک انہوں نے کبھی اسفار سے دیکھا بھی نہ تھا ، اسفار ، طبرستان کے شہر سادیہ کی طرف چلا گیا مگر وہاں بھی اُسے کوئی پناہ گاہ نہ ملی اور وہ سرگرداں رہ گیا اور دیلم کے مضبوط قلعہ الموت میں واپس آگیا جہاں دیلم کے شیوخ میں سے ایک شیخ جو ابو موسیٰ کے نام سے مشہور تھا ، جوانوں کی ایک پارٹی کے ساتھ رہتا تھا اس کے سامنے اسفار بن شیرویہ کے ذخائر اور بہت سے خزانے اور اموال پڑے تھے جب مرداویج ، فوج اور اموال پر قابض ہو گیا تو وہ قزوین سے کئی میل تک اس راستے کی تلاش میں آیا جس پر اسفار چلا تھا تاکہ وہ اس کے حالات معلوم کرے کہ وہ کس ملک میں گیا ہے اور کس قلعے میں پناہ گزین ہوا ہے ، وہ اس قلعہ کی طرف گیا تو اس نے بعض وادیوں میں تھوڑے سے سواروں کو دیکھا پس اس کے ساتھی ان کے حالات معلوم کرنے کے لیے جلدی سے ان کی طرف گئے تو انہوں نے وہاں اسفار بن شیرویہ کو اپنے چند غلاموں میں قلعے کا قصد کرتے پایا تاکہ وہ وہاں سے اپنے اموال کو لے کر اور دیلم اور جبل کے جوانوں کو اکٹھا کر کے مرداویج بن زیار سے دوبارہ

جنگ کرے مگر مرداویج اس کے سر پہ پہنچ گیا۔ مرداویج اُسے دیکھتے ہی گھوڑے سے اُتر پڑا اور اس نے اسی وقت اُسے قتل کر دیا دیلم اور جبل کے لوگوں کو جب پتہ چلا کہ مرداویج اپنی فوج سے حُسنِ سلوک کرتا ہے تو وہ اس کی طرف آ گئے دیگر شہروں سے بھی لوگ اس کے پاس آنے لگے یہاں تک کہ اس کی فوج کی تعداد بے حد بڑھ گئی اور اس کی حکومت مضبوط ہو گئی اور شہران کے لیے کافی نہ رہے اور نہ ہی ان کے اموال اس کے جوانوں کی ضرورت پوری کر سکے تو اس نے اپنے جرنیلوں کو قم، کرخ ابن ابی دلف، برج، ہمذان، ابہر اور زنجان میں پھیلا دیا اور اس نے ہمذان میں اپنے بھانجے کو اپنے جرنیلوں اور جوانوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ بھیجا، وہاں پر سلطان کی فوج بھی ابو عبداللہ محمد بن خلف دینوری سربانی کے ساتھ موجود تھی اور اس کے ساتھ ابوالہیجا عبداللہ بن حمدان کا غلام خفیف بھی سلطان کے جرنیلوں کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھا جن کی دیلمیوں کے ساتھ متواتر جنگیں ہوتی رہتی تھیں اور اہل ہمذان نے سلطان کے ساتھیوں کی مدد کی اور مرداویج کے جوانوں میں سے چار ہزار دیلمی اور جبلی جوان قتل ہو گئے، مرداویج کا بھانجا بھی جو فوج کا سالار تھا اور ابوالکرادیس بن علی بن عیسےٰ الطلحی کے نام سے مشہور تھا، قتل ہو گیا وہ مرداویج کے سرکردہ سالاروں میں سے تھا اور دیلمی بڑی طرح شکست کھا کر مرداویج کے پاس بھاگ کر آ گئے پس جب اُسے بھانجے کے قتل کی اطلاع ملی اور اس کی بہن نے شور و غُل کیا اور اس نے بچے کے مرنے کی وجہ سے بہن کی تکلیف کو دیکھا تو وہ رَے سے اپنی فوج کے ساتھ چلا اور ہمذان کے دروازے پر آ اُترا، یہ دروازہ باب اسد کے نام سے مشہور ہے، اس دروازے کو باب اسد اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جو راستہ رَے اور خراسان کے راستے کی طرف پہنچاتا ہے اس پر ایک اُونچی جگہ پر پتھر کا ایک شیر بنا ہوا ہے جو شیر سے بھی بڑا ہے بڑے بیل یا اُبھرے ہوئے پہاڑ کی طرح ہے گویا وہ ایک زندہ شیر ہے جب انسان اس کے قریب ہوتا ہے تو اُسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پتھر ہے جسے نہایت خوب صورت شکل میں ڈھالا گیا ہے یا شیر سے نہایت ملتا جلتا نمونہ بنایا گیا ہے اہل ہمذان اپنے اسلاف سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ سکندر بن فیلبس نے ہمذان جب بلادِ خراسان اور ہندوستان اور چین وغیرہ سے واپس لوٹا تو اس نے اس شیر کو شہر اور اس کی فصیلوں کے لیے طلسم بنا دیا جب یہ شیر اپنی جگہ سے اُکھڑ جائے گا اور ٹوٹ جائے گا تو شہر برباد ہو جائے گا اور اس کی فصیلیں گر جائیں گی اور اس میں خوف ناک قتل و خونریزی ہو گی یہ دیلم اور جبل کا خیال ہے اہل ہمذان ان لوگوں کو جو فوجوں کے ساتھ یا ویسے وہاں سے

گزرتے تھے انہیں اس شیر کے اکھاڑنے یا اس کی چیز کو توڑنے سے منع کرتے تھے اور وہ اپنے عظیم الجثہ ہونے اور مضبوط پتھروں سے بنے ہوئے ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کے سوا نہ ٹوٹ سکتا تھا، مرداویج کی وہ فوج جو اس نے اپنے بھانجے کے ساتھ ہمذان کی طرف بھیجی تھی وہ اس دروازے پر اُتری، اور سلطان کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل اس صحرا میں پھیل گئی اس نے اس شیر کو اُلٹ پلٹ کر توڑ دیا تو وہ واقعہ رُونما ہوا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، دیلمی اس قصے کو بڑی شیفتگی سے بیان کرتے ہیں، جب مرداویج مادرج کرتا ہوا اس دروازے پر اُترا اس نے اپنے ساتھیوں کے قتل کے مقامات کو دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ اہل ہمذان نے اُس کے بھانجے کو قتل کر دیا ہے تو وہ سخت غضب ناک ہوا اور اس کے اور اہل ہمذان کے درمیان رَن پڑا پھر لوگ بھاگ گئے اور سلطان کے اصحاب نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا اور وہاں سے چلتے بنے تو انہوں نے پہلے دن کم از کم چالیس ہزار ہتھیار اُٹھانے والوں کو قتل کیا اور تین دن تلوار اور آگ اور گرفتاری کا سلسلہ چلتا رہا پھر اس نے تیسرے دن تلوار روکنے کا حکم دے دیا اور بقیہ لوگوں کو امان دے دی، اور اعلان کیا کہ شہر کے شیوخ اور روپوش ہو جانے والے اس کے پاس آئیں، جب لوگوں نے یہ اعلان سُنا تو رہائی کی اُمید کی، پس شیوخ اور روپوش ہونے والوں میں سے جو لوگ اپنے متعلق وثوق رکھتے تھے وہ عیدگاہ کی طرف گئے اس کے پاس اس کا سزا دینے والا آ گیا جس کا نام سفطی تھا اس نے مرداویج سے پوچھا کہ ان کے متعلق کیا حکم ہے اس نے اُسے حکم دیا کہ ان کو دیلم اور جبل میں برچھیوں اور خنجروں سمیت گھمایا جائے اور پھر اُن کا کام تمام کر دیا جائے تو انہیں دیلم کے آدمیوں نے گھمایا اور سب کا کام تمام کر کے انہیں گذشتہ لوگوں کے ساتھ ملا دیا، اور اس نے اپنے ایک جرنیل کو جو ابن علان قزوینی کے نام سے مشہور تھا اور خواجہ کے لقب سے پکارا جاتا تھا (اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل خراسان جب کسی شیخ کی تعظیم کرتے تو اس کا نام خواجہ رکھتے تھے) اپنی فوج کے ایک دستے کے ساتھ دینور کی طرف بھیجا اور ہمذان سے ایک جرنیل کو تین دن کے لیے بھیجا پس وہ تلوار لے کر گیا اور پہلے دن اس نے کم از کم سترہ ہزار سے پچیس ہزار تک آدمیوں کو قتل کیا، اس کے پاس دینور کے صوفیوں، زاہدوں اور روپوش ہو جانے والوں میں سے ایک آدمی ابن مشاد نامی بھی آیا اس نے اپنے ہاتھ میں قرآن کھول رکھا تھا، اس نے ابن علان خواجہ سے کہا اے شیخ اللہ سے ڈر اور ان مسلمانوں سے تلوار کو روک لے جن کا نہ کوئی گناہ ہے نہ جرم جس کی وجہ سے یہ سزا کے مستحق ہوں، پس اس نے اس کے ہاتھ سے قرآن لے

پینے کا حکم دیا اور اُسے اس کے مُنہ پر دے مارا پھر اس کے حکم سے اُسے قتل کر دیا گیا اس نے لوگوں کو قیدی بنایا اور مال وجان اور عزت کو مباح قرار دے دیا اور مرداویج کی فوجیں شجرتین کے مقام تک جو بلادِ جبل اور مضافاتِ حلوان (جو عراق کے پاس ہیں) کے درمیان نشیبی جگہ ہے اور بلاد طرر، مطامیر اور مرج القلعہ کے درمیان ہے، قتل کرتے اور قیدی بناتے ہوئے پہنچ گئیں اور اس نے اموال کو لوٹا پھر اس کی فوجیں واپس ہوئیں انہوں نے اموال لوٹے، آدمی قتل کیے اور بچوں اور غلاموں کو پکڑا اور انہیں قبضہ میں کر لیا، بلادِ دینور، قرماسین اور زبیدیہ سے اور جن شہروں کے نام ہم بیان کر چکے ہیں پچاس ہزار سے ایک لاکھ تک نوجوان لڑکیوں اور غلاموں کو قیدی بنایا، پس جب یہ تمام اموال اور غنائم مرداویج کو پہنچ گئے تو اس نے اپنے جرنیلوں کی ایک جماعت اپنی فوج کے دستے کے ساتھ اصبہان کی طرف بھیجی انہوں نے اصبہان پر قبضہ کر لیا اور ان کی مہمان نوازی ہوئی اور احمد بن عبدالعزیز بن ابی دلف العجلی کے محل ان کے لیے آباد کیے گئے اور باغات تیار کیے گئے اور مختلف قسم کے پھول لگائے گئے جیسا کہ آل عبدالعزیز کے لیے کیا جاتا تھا، پس مرداویج پچاس ہزار آدمیوں کے ساتھ اصبہان کی طرف گیا اور بعض کہتے ہیں کہ چالیس ہزار آدمیوں کے ساتھ گیا اس نے رَے، قم اور ہمدان میں اپنی اشیاء اور فوج کے دوسرے کاموں کو درست کیا اور اس نے اپنے جرنیلوں اور فوج میں سے ایک جماعت کو ابوالحسن محمد بن دہبان الفضیلی کے ساتھ بھیجا، اس شخص نے بعد میں سلطان سے امان لے لی تھی، پھر وہ محمد بن رائق کے پاس اس کے شام میں داخل ہونے اور اخشید محمد بن طغج سے جنگ کرنے سے قبل رقہ میں گیا جو بلاد مضر میں ہے تو رافع قرمطی نے اس کے خلاف سازش کی وہ ابن الرائق کے جرنیلوں میں سے تھا یہاں تک کہ اس نے اس کے اور اس کی فوج کے درمیان تفریق کر دی اور اُسے فرات میں غرق کر دیا یہ رحبہ مالک بن طوق کی طرف ہے، ہم اس کے حالات اور اس کے متعلق سازش اور پانی میں مقید ہو کر رہنے کی مدت اور وہاں سے نکل کر قتل ہونے تک کے واقعات کو کتاب الاوسط حالات محمد بن رائق میں بیان کر چکے ہیں، ابن دہبان اپنی فوجوں کے ساتھ صنقع میں گیا جو اہواز کا ضلع ہے یہ مناذر، تستر اور ایذیج کے راستے پر واقع ہے اس نے ان شہروں پر قبضہ کر کے ان کے اموال اکٹھے کر لیے اور مرداویج کے پاس لے آیا تو مرداویج بہت متکبر ہو گیا اور اس کی فوج، اور اموال بہت زیادہ ہو گئے اس نے سونے کا ایک تخت بنوایا جو جواہرات

سے مرصع تھا اور اس نے سونے کا ایک تاج بھی بنایا اور اس میں کئی جواہرات اکٹھے کر دیے اور اس نے ایرانیوں کے تاجوں اور ان کی شکلوں کے متعلق دریافت کیا تو اس کے سامنے ان کی تصویریں بنائی گئیں تو اس میں سے اس نے انوشروان ابن قباذ کے تاج کو پسند کیا۔

اس کے کاتبوں اور اس کے حاشیہ نشینوں کی جانب سے جو دنیا کے دانشور اور شیطان تھے اس تک یہ بات پہنچائی گئی کہ ستارے بلاد اصبہان کی طرف اپنی شعاعیں پھینک رہے ہیں وہاں پر ایک دین ظاہر ہوگا اور بادشاہ کا تخت نصب ہوگا اور زمین کے خزانے اس کے پاس لائے جائیں گے جو بادشاہ ان خزانوں کا مالک ہوگا اس کی ٹانگیں زرد ہوں گی اور اس کی یہ یہ صفات ہوں گی اور اس کی مدت حکومت اتنی ہوگی۔

اور اس کے بعد اس کے بیٹوں میں سے چالیس بادشاہ ہوں گے اور انہوں نے اس کا زمانہ اُسے بہت قریب بتایا اور اس کے سامنے اس مفہوم کی اتنی چیزیں پیش کیں جس سے اس کا میلان بھی اس طرف ہوگیا انہوں نے اُسے وہ زرد ٹانگوں والا شخص بھی بتایا جو زمین کا بادشاہ بنے گا اور اس کی فوج میں جو ترک فوجی ہوں گے ان کے علاوہ اس کے ساتھ چار ہزار خاص ترک غلام ہوں گے وہ ان سے بُرا سلوک کرے گا اور ان میں بہت قتلام کرے گا پس انہوں نے اس کے قتل کا پروگرام بنایا اور قسمیں کھائیں وہ اس وقت بغداد جا رہا تھا کہ وہ بادشاہ کو گرفتار کر لیں گے اور مشرق و مغرب میں جو اسلامی شہر بنو عباس وغیرہ کے ہاتھ میں ہیں ان کی حکمرانی اس کے اصحاب کو دے دیں گے۔

اس نے اہل بغداد کو مکان، جاگیروں میں دے دیے اور اس بات میں کوئی شک نہ رہا کہ حکم اور حکومت اسی کے لیے ہے، ایک دن وہ نہایت خوش وخرم شکار کے لیے نکلا اور خوشی خوشی واپس آیا کہ مکمل طور پر حکم اور حکومت اس کے ہاتھ میں آگئی ہے وہ احمد بن عبدالعزیز بن ابی دلف کے محل میں واپس آنے کے بعد اصبہان میں حمام میں داخل ہوا، اور بجکم ترکی جو خاص غلاموں میں سے تھا تین ترک سرداروں کے ساتھ اس کے پاس گیا، میرے خیال میں ان میں سے ایک توزون تھا جو بجکم کے بعد حکومت کا منتظم تھا پس انہوں نے اُسے قتل کر دیا۔ بجکم اور اس کے ساتھی باہر نکل آئے اور انہوں نے ترکوں کو اس کے متعلق بتایا ہوا تھا اور وہ بقیہ فوج کو چھوڑ کر تیار کھڑے تھے پس وہ فوراً سوار ہوگئے——

یہ واقعہ ۳۲۳ھ میں الراضی کی خلافت میں ہوا—— جب شور و غل برپا ہوا تو فوج منتشر

ہو گئی اور لوگ ایک دوسرے کو لوٹنے لگے اور خزانے لُوٹ لیے گئے اور اموال ختم ہو گئے پھر جبل اور دیلم کے لوگ واپس لوٹے اور انہوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ ہماری پارٹی بغیر سردار کے باقی رہ گئی ہے اور ہم تباہی کی طرف جا رہے ہیں پس انہوں نے مرداویح کے بھائی وُشمگیر کی بیعت پر اتفاق کیا عربی میں وشمگیر کا مفہوم ہے لینے والا، اور مرداویح کے معنے ہیں آدمیوں سے چمٹا رہنے والا، اور مرداویج کو "ز" سے بھی لکھا جاتا ہے پس انہوں نے بہت سی فوج کے منتشر ہو جانے کے بعد وشمگیر کی بیعت کر لی اس نے اُن میں بہت سے بقیہ اموال کو تقسیم کیا اور ان سے حسنِ سلوک کیا اور اپنی فوج کو ساتھ لے کر رے کی طرف گیا اور وہیں فروکش ہو گیا بجکم نے اپنے ترک ساتھیوں کے ساتھ دیلم سے بھاگ جانے کا پروگرام بنایا اور بلادِ دینور کی طرف چلا گیا وہاں سے اس نے خراج اکٹھا کیا اور بہت سے اموال لے کر نہروان کی طرف چلا گیا جو بغداد سے دو دن سے بھی کم فاصلے پر واقع ہے، پس اس نے الراضی سے مراسلت کی الراضی پر الساجیہ اور چند حجری غلاموں کا غلبہ تھا پس انہوں نے اس خوف سے کہ وہ حکومت پر غلبہ نہ حاصل کرے اُسے الحضرۃ آنے سے روک دیا، بجکم کو جب الحضرۃ آنے سے روک دیا گیا تو وہ واسط کی طرف محمد بن رائق کے پاس چلا گیا، محمد بن رائق وہاں مقیم تھا اس نے بجکم کو اپنے قریب کیا اور اسے خوش آمدید کہا یہ اس پر غالب آ گیا اور بجکم کی پوزیشن مضبوط ہو گئی اور اس نے آدمیوں کو جمع کیا اور ابن رائق کی پوزیشن کمزور ہو گئی اور پھر جو کچھ اس کے ساتھ ہوا وہ ایک مشہور واقعہ ہے جسے ہم گذشتہ کتب میں بیان کر چکے ہیں کہ یہ روپوش ہو گیا اور بجکم الراضی کے ساتھ موصل گیا اور ان کے ساتھ علی بن خلف بن طباب بھی دیارِ بنی حمدان تک گیا جو بلادِ موصل اور دیارِ ربیعہ میں سے ہیں اور محمد بن رائق کا بغداد میں ظہور ہوا اور مختلف لوگوں نے اس کی مدد کی اور اس نے بادشاہ کے گھر جا کر ابن بدر سیرافی کو قتل کیا اور پھر اپنے جبلی پیروکاروں اور قرامطہ جیسے رافع اور عمارہ وغیرہ کے ساتھ الحضرۃ سے نکلا، یہ لوگ اس کے مددگار تھے اور دیارِ مضر کی طرف چلا گیا اور رقہ میں اُترا، اس کے اور نمیرہ کے درمیان کچھ ہوا پھر یانس المؤنسی بھی اس کے ساتھیوں میں شامل ہو گیا اور وہ جند قنسرین اور عواصم کی طرف گیا اس نے وہاں سے طریف السکری کو نکال باہر کیا اور شامی سرحد پر قبضہ کر لیا۔

ہم نے کتاب الاوسط (جس کے بعد ہم نے یہ کتاب لکھی ہے)، الاوسط ہماری کتاب

اخبار الزمان کے بعد کی ہے ، میں گزشتہ اقوام و ممالک کے حالات لکھے جنہیں حوادثاتِ زمانہ نے تباہ و برباد کر دیا ہے اخشید محمد بن طغج کے ساتھ بلاد مصر میں عریش کے مقام پر اس کے جنگ کرنے اور چلے جانے اور دمشق کی طرف واپس لوٹنے اور اخشید محمد بن طغج کے بھائی کو بلادِ اردن میں لجون مقام پر قتل کرنے اور جنگ عریش سے قبل اس کے اور عبداللہ بن طغج کے درمیان جو کچھ ہوا اس کے ساتھ جو جرنیل تھے وہ اس سے الگ ہو گئے اور جس نے ان میں سے اس سے امان طلب کی جیسے محمد بن تکین اور تکین خاقانی وغیرہ جو خاقان کا غلام تھا اور اس کے علاوہ اس کے دیگر حالات اور دیگر لوگوں کے حالات ، اور ۳۲۸ھ میں طریف السکری کا باب طرسوس پر قتل ہونا ثمیلیہ کے ساتھ اس کی جنگ ، یہ لوگ ثمیل خادم کے غلام تھے ان سب واقعات کو ہم نے کتاب الاوسط میں مبسوط طور پر بیان کیا ہے اس لیے ان کو اب تفصیلاً لکھنے کی ضرورت نہیں رہی ہم اپنی تصنیف میں دیلم اور جیل کے حالات اور آل ابی طالب اور الداعی حسن بن القاسم الحسنی حاکم طبرستان اور اس کے قتل ، اطروش الحسن بن علی الحسنی کے حالات کے ذکر کے ساتھ اسفار بن شیرویہ اور مرداویج کے حالات بیان کر رہے تھے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہم نے جن بادشاہوں اور خلفاء کا ذکر کیا ہے ان کے بقیہ حالات و واقعات کا ذکر ہم نے اپنی دو کتابوں اخبار الزمان اور الاوسط میں کیا ہے اس کتاب میں ہم نے اتنا ہی بیان کیا ہے جو مطالعہ کرنے والے کے لیے کافی ہو۔ اس وقت ہم کتاب کو تصنیف کرتے کرتے جمادی الاولیٰ ۳۳۶ھ تک پہنچ چکے ہیں ہم اس وقت فسطاط مصر میں ہیں اور حکومت کا کاروبار ابوالحسن احمد بن بویہ دیلمی مسمیٰ معز الدولۃ اور اس کے بھائی حسن بن بویہ مسمیٰ رکن الدولۃ حاکم بلاد اصبہان اور ضلع اہواز وغیرہ کے ہاتھ میں ہے اور ان دونوں کا بڑا بھائی معظم علی بن بویہ الملقب عمید الدولۃ جو ان میں سب سے بڑا ہے سرزمین فارس میں مقیم ہے اور وہ ان میں سے مطیع احمد بن بویہ معز الدولہ کے معاملے کی تدبیر کرنے والا ہے جو ارض بصرہ میں بریدیوں کے لیے لڑ رہا ہے جو خبریں ہم تک پہنچتی ہیں ان کے مطابق مطیع اس کے ساتھ ہے ہم نے اپنی اس کتاب میں مختصر طور پر ذکر کر دیا ہے اور ہم نے اپنی ہر کتاب میں وہ بات درج کی ہے جو دوسری میں نہیں کی ، سوائے اس بات کے جس کو ترک کرنے کی گنجائش نہ تھی اور ہم نے ہر زمانے کے لوگوں کے واقعات کا ذکر کیا ہے اور اس وقت تک جو واقعات ہوئے ہیں انہیں بھی بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہم اس کتاب میں پہلے بحر و بر،

اور ان میں آباد اور ویران مقامات اور بادشاہوں اور ان کی سیرتوں اور اقوام اور ان کے حالات کا ذکر کر آئے ہیں۔

مؤلف کا وعدہ کہ وہ تاریخ کی ایک کتاب تالیف کرے گا

میں اللہ تعالیٰ سے اُمید کرتا ہوں کہ وہ میری عمر کو لمبا کرے گا اور میں اس کتاب کے بعد تالیفی اور تصنیفی ترتیب کے بغیر ایک اور کتاب تالیف کروں گا جو کئی قسم کے واقعات اور شائقین دلدادہ آثار پر مشتمل ہو گی اور میں اس کا نام "وصل المجالس بجوامع الاخبار و مختلط الآثار" رکھوں گا، یہ کتاب ہماری گزشتہ کتب اور ہماری پہلی تصانیف کے ساتھ ہو گی اور تمام وہ واقعات جو ہم نے اس کتاب میں بیان کیے ہیں اُن سے عقل مند آدمی ناآشنا نہیں رہ سکتا اور نہ ان کے ترک و تغافل سے معذور قرار دیا جا سکتا ہے پس جو شخص میری اس کتاب کے ابواب کو شمار کرے گا اور ہر باب کو بہ نظر غائر نہیں پڑھے گا وہ ہماری بات کی حقیقت کو نہ پا سکے گا اور علم کی کوئی حد نہیں، ہم نے بڑی کوشش اور تگ و دو سے سنین کے شمار اور اسفار اور مملکت اسلام کے سوا مشرق و مغرب کے بے شمار ممالک میں گھوم پھر کر حالات کو اکٹھا کیا ہے پس جو شخص ہماری اس کتاب کو پڑھے وہ اس میں محبت کی نظر سے غور کرے اور جس چیز کو لکھنے والے نے بدل دیا ہے یا کاتب نے لکھنے میں غلطی کی ہے مہربانی سے اس کی اصلاح کرے، اور علمی نسبت، حرمتِ ادب اور موجبات روایت اور میں نے اس بارے میں جو تکلیف اُٹھائی ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے میری رعایت کرے کیونکہ اس کتاب کے تالیف کرنے میں میرا مقام اس شخص کا سا ہے جس کو مختلف قسم کے بکھرے ہوئے جواہرات ملیں اور وہ اُن کو پرو کر ایک قیمتی ہار بنا لے۔

اور یہ بات بھی مد نظر رہے کہ میں نے کسی قول یا مذہب کی حمایت نہیں کی، میں نے صرف لوگوں سے ان کی مجالس کے حالات بیان کیے ہیں اس کے علاوہ میں نے کوئی بات پیش نہیں کی۔

اب ہم جامع التاریخ کے دوسرے باب کا ذکر کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے شروع میں اس کے بیان کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ و باللہ استعین و علیہ التوکل۔

باب پانزدھم

ہجرت سے ۳۳۶ھ تک جامع التاریخ تانی کا بیان

ہم جمادی الاولیٰ ۳۳۶ھ میں ہم اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوئے ہیں۔

پیش لفظ

قبل ازیں ہم نے اس کتاب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے ہجرت تک دُنیا، انبیاء اور بادشاہوں کی تاریخ کے بارے میں ایک باب قائم کیا پھر ہم نے آپ کی ہجرت سے آپ کی وفات تک کے حالات کا ذکر کیا ہے اور حساب کے بموجب اور جو کچھ کتب سیر اور اصحاب تواریخ نے خلفاء اور ملوک کے حالات لکھے ہیں ہم نے اس وقت تک ہونے والے خلفاء اور ملوک کے حالات لکھ دیے ہیں اور اصحاب نجوم نے سیاروں کی حرکات کا پتہ لگانے کے لیے علم ہیئت کی جن جدولوں کا ذکر کیا ہے ہم نے انہیں ان کی تاریخ کے بموجب پیش نہیں کیا اب ہم اس باب میں ان تمام باتوں کا ذکر کریں گے جو انہوں نے ہجرت سے لے کر اس وقت تک نجوم کی جدولوں کی کتب میں لکھی ہیں۔ تاکہ کتاب زیادہ مفید اور اصحاب تواریخ اور منجمین کے اختلاف و اتفاق کو جاننے کے لیے جامع ہو۔

تاریخ اسکندر سے آغاز اور موازنہ

جس بات کو ہم نے علم ہیئت کی کتب میں پایا ہے وہ یہ ہے کہ ۱ھ ماہ محرم کے آغاز میں جمعہ سے ابتدا ہوئی یہ ذوالقرنین کے حساب سے ۱۶ جولائی ۹۳۳ء بنتا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مکہ سے مدینہ اس وقت ہوئی جب اس میں سے دو ماہ آٹھ دن گزر چکے تھے آپ مدینہ میں وفات تک نو سال گیارہ ماہ بائیس دن ٹھہرے رہے اور یہ مدت دس سال دو ماہ بنتی ہے

حضرت ابوبکرؓ کا زمانہ

حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ

آٹھ دن رہے تو یہ مدت بارہ سال پانچ ماہ آٹھ دن بن گئی۔

حضرت عمرؓ کا زمانہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت دس سال چھ ماہ انیس دن رہے تو یہ مدت بائیس سال گیارہ ماہ پچیس دن بن گئی، حضرت عمر رضؓ کے بعد شوریٰ تین دن رہی تو بائیس سال گیارہ ماہ اٹھائیس دن بن گئے۔

حضرت عثمان رضؓ

حضرت عثمانؓ بن عفان، گیارہ سال، گیارہ ماہ انیس دن خلیفہ رہے تو یہ چونتیس سال گیارہ ماہ سترہ دن بن گئے۔

حضرت علی رضؓ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ چار سال سات ماہ خلیفہ رہے تو یہ انتالیس سال آٹھ ماہ سترہ دن بن گئے ـــــ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی بیعت تک چھ ماہ تین دن ہوئے تو یہ چالیس سال دو ماہ بیس دن بن گئے۔

حضرت معاویہ رضؓ

حضرت معاویہ بن ابی سفیان انیس سال تین ماہ پچیس دن خلیفہ رہے تو یہ اُنسٹھ سال چھ ماہ پچیس دن بن گئے۔

یزید بن معاویہ

یزید بن معاویہ تین سال آٹھ ماہ برسر اقتدار رہا تو یہ ترسیٹھ سال دو ماہ پندرہ دن بن گئے۔

معاویہ بن یزید

معاویہ بن یزید تین ماہ بائیس دن خلیفہ رہا تو یہ ترسیٹھ سال چھ ماہ سات دن بن گئے۔

مروان

مروان بن الحکم چار ماہ خلیفہ رہا تو یہ ترسیٹھ سال دس ماہ سات دن بن گئے۔

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ

حضرت عبد اللہ بن زبیر آٹھ سال پانچ ماہ خلیفہ رہے تو یہ بہتر۷۲ سال تین ماہ سات دن بن گئے۔

عبد الملک بن مروان

عبد الملک بن مروان حضرت ابن زبیر کے قتل تک ایک سال دو ماہ چھ دن خلیفہ رہا تو یہ تہتر۷۳ سال پانچ ماہ دس دن بن گئے۔

باب شش دہم

بنی مروان بن الحکم کے عہد کا بیان

عبد الملک بن مروان بن الحکم بارہ سال چار ماہ پانچ دن۔

الولید بن عبد الملک نو سال نو ماہ بیس دن۔

سلیمان بن عبد الملک دو سال سات ماہ بیس دن۔

عمر بن عبد العزیز بن مروان دو سال پانچ ماہ تیرہ دن۔

یزید بن عبد الملک چار سال ایک دن۔

ہشام بن عبد الملک انیس سال آٹھ ماہ سات دن، اور یہ ایک سو چوبیس سال تین ماہ چھ دن بن گئے۔

الولید بن یزید بن عبد الملک قتل ہونے تک ایک سال دو ماہ بیس دن، اور یہ ایک سو پچیس سال پانچ ماہ ستائیس دن بن گئے اور اس کے قتل کے بعد دو ماہ پچیس دن تک فتنہ رہا اور یہ ایک سو پچیس سال آٹھ ماہ بائیس دن بن گئے۔

یزید بن عبد الولید بن عبد الملک	دو ماہ سات دن، اور یہ ایک سو پچیس سال گیارہ ماہ ایک دن بن گیا۔
ابراہیم بن الولید بن عبد الملک دستبرداری تک	دو ماہ گیارہ دن، اور یہ ایک سو چھبیس سال ایک ماہ بارہ دن بن گئے۔
مروان بن محمد قتل ہونے تک	پانچ سال دو ماہ، اور یہ ایک سو اکتیس سال تین ماہ بارہ دن بن گئے۔

باب ہفت دہم

خلفائے بنی ہاشم کا بیان

ابوالعباس عبداللہ بن محمّد چار سال آٹھ ماہ دو دن، تو یہ ایک سو بینتیس سال گیارہ ماہ چودہ دن بن گئے اور منصور کی بیعت کے اختتام تک چودہ دن بنے اور یہ ایک سو بینتیس سال گیارہ ماہ اٹھائیس دن بن گئے۔

ابوجعفر عبداللہ بن محمّد المنصور اکیس سال گیارہ ماہ آٹھ دن، تو یہ ایک سو ستاون سال گیارہ ماہ چھ دن بن گئے اور المہدی تک یہ خبر بارہ دن میں پہنچی، یہ ایک سو ستاون سال گیارہ ماہ چھ دن بن گئے۔

المہدی دس سال ایک ماہ پانچ دن، تو یہ ایک سو اڑسٹھ سال تیرہ دن بن گئے اور الہادی تک یہ خبر اٹھارہ دن میں پہنچی اور یہ ایک سو اڑسٹھ سال ایک ماہ ایک دن بن گئے۔

الہادی ایک سال ایک ماہ پندرہ دن، تو یہ ایک سو انہتر سال دو ماہ سولہ دن بن گئے۔

ہارون الرشید تئیس سال دو ماہ سولہ دن، تو یہ ایک سو بانوے سال پانچ ماہ تین دن بن گئے۔ اور اس کے بیٹے امین تک یہ خبر بارہ دن میں پہنچی یہ ایک سو بانوے سال پانچ ماہ پندرہ دن بن گئے۔

الامین دستبرداری اور قید تک تین سال پچیس دن، تو یہ ایک سو پچانوے سال چھ ماہ دس دن بن گئے وہ دو دن قید

رہا اور یہ ایک سو پچانوے سال چھ ماہ بارہ دن بن گئے اور اُسے قید سے نکال کر اس کی بیعت کی گئی اور اس نے جنگ کی۔ اور وہ محصور ہو گیا یہاں تک کہ ایک سال چھ ماہ تیرہ دن بعد قتل ہو گیا۔

المامون | بیس سال پانچ ماہ بائیس دن، تو یہ دو سو سترہ سال، چھ ماہ انیس دن بن گئے۔

المعتصم | آٹھ سال آٹھ ماہ دو دن، تو یہ دو سو چھبیس سال دو ماہ انیس دن بن گئے۔

الواثق | پانچ سال نو ماہ پانچ دن، تو یہ دو سو اکتیس سال گیارہ ماہ، چوبیس دن بن گئے۔

المتوکل | چودہ سال نو ماہ سات دن، تو یہ دو سو چھیالیس سال نو ماہ ایک دن بن گیا۔

المنتصر | چھ ماہ، تو یہ دو سو سنتالیس سال تین ماہ ایک دن بن گیا اور المستعین بغداد میں دو سال نو ماہ تین دن میں آیا یہ دو سو پچاس سال چار دن بن گئے اور سامرا میں المعتز کی بیعت دس دن میں ہوئی تو یہ دو سو پچاس سال چودہ دن بن گئے اور گیارہ ماہ بیس دن تک بغداد میں المعتز کے لیے خطبہ دیا گیا تو یہ دو سو اکاون سال چار دن بن گئے اور المعتز تین سال چھ ماہ تیئس دن دستبردار رہا تو یہ دو سو چون سال چھ ماہ ستائیس دن بن گئے اور المہتدی کی بیعت دو دن تک ہوئی تو یہ دو سو چون سال سات ماہ بن گئے۔

المہتدی | گیارہ ماہ اٹھارہ دن، تو یہ دو سو پچپن سال چھ ماہ سترہ دن بن گئے۔

المعتمد | تیئس سال تین دن تو یہ دو سو اٹھتر سال چھ ماہ بیس دن بن گئے۔

المعتضد | نو سال نو ماہ دو دن، تو یہ دو سو اٹھاسی سال تین ماہ بائیس دن بن گئے۔

المکتفی | چھ سال چھ ماہ بیس دن، تو یہ دو سو چورانوے سال دس ماہ بارہ دن بن گئے۔

المقتدر دستبرداری تک | اکیس سال دو ماہ پانچ دن، تو یہ تین سو چھ سال انیس دن

بن گئے۔

ابن المعتز دست برداری تک | دو دن، تو یہ تین سو چھ سال اکیس دن بن گئے۔

المقتدر قتل ہونے تک | تین سال نو ماہ آٹھ دن، تو یہ تین سو انیس سال انیس ماہ انیس دن بن گئے۔

القاہر، دستبرداری تک | ایک سال چھ ماہ دس دن، تو یہ تین سو اکیس سال چار ماہ نو دن بن گئے۔

الراضی | چھ سال گیارہ ماہ آٹھ دن، تو یہ تین سو اٹھائیس سال تین ماہ سترہ دن بن گئے۔

المتقی | تین سال نو ماہ سترہ دن، تو یہ تین سو تیس سال ایک ماہ تین دن بن گئے۔

المستکفی | ایک سال تین ماہ، تو یہ تین سو تینتیس سال چار ماہ تین دن بن گئے۔

المطیع | ماہ جمادی الاولیٰ ۳۳۳ھ تک دو سال آٹھ ماہ پندرہ دن، تو یہ تین سو پینتیس سال تین دن کم چار ماہ بن گئے۔

مسعودی بیان کرتا ہے کہ ہجری قمری سالوں، اور اس تاریخ اور اصحاب اخبار و سیر کی تاریخ کے درمیان مہینوں اور دنوں کی زیادتی کا تفاوت پایا جاتا ہے اور ہم نے ہجرت سے لے کر اس وقت تک جو تاریخ بیان کی ہے اس میں ہمارا اعتماد ان باتوں پر ہے جو ہم نے علم ہیئت کی کتب میں پائی ہیں کیونکہ اس فن کے ماہرین ان اوقات کی نگرانی کرتے ہیں اور ان کا قطعی علم حاصل کرتے ہیں، ہم نے جو تاریخیں نقل کی ہیں وہ ابوعبداللہ محمد بن جابر البنانی کی جدول اور اس وقت تک کی دیگر جداول سے ہیں اور اس سے قبل ہم نے اس کتاب میں —— جو ہجرت سے اس وقت تک کی تاریخیں لکھی ہیں —— ہم اس باب میں ان کا ذکر مفصل طور پر کریں گے تاکہ طالب علم اُسے آسانی سے معلوم کر سکے اور ہم نے جن جدولوں کا ذکر کیا ہے ان سے دور نہ ہو جائے۔

بعثت رسولؐ سے آغاز و موازنہ | جو باتیں اصحاب سیر و اخبار سے جو اہل نقل

آثار میں سے ہیں صحیح طور پر ثابت ہے وہ یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت چالیس سال کی عمر میں ہوئی، اور آپ مکہ میں تیرہ سال تک رہے اور دس سال مہاجر رہے اور تریسٹھ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت ابوبکرؓ: دو سال تین ماہ دس دن۔

حضرت عمرؓ بن الخطاب: دس سال چھ ماہ چار راتیں۔

حضرت عثمانؓ بن عفان: آٹھ دن کم بارہ سال۔

حضرت علیؓ بن ابی طالب: چار سال نو ماہ آٹھ راتیں۔

حضرت حسن بن علیؓ: چھ ماہ دس دن۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان: انیس سال آٹھ ماہ پچیس دن۔

یزید بن معاویہ: تین سال آٹھ راتیں کم آٹھ ماہ۔

معاویہ بن یزید: ایک ماہ گیارہ دن۔

مروان بن الحکم: آٹھ ماہ پانچ دن۔

عبدالملک بن مروان: اکیس سال ڈیڑھ ماہ۔

ولید بن عبدالملک: نو سال آٹھ ماہ دو دن۔

سلیمان بن عبدالملک: دو سال آٹھ ماہ پانچ دن۔

عمر بن عبدالعزیزؒ: دو سال پانچ ماہ پانچ دن۔

یزید بن عبدالملک: چار سال ایک ماہ دو دن۔

ہشام بن عبدالملک: انیس سال سات ماہ گیارہ راتیں۔

ولید بن یزید: ایک سال دو ماہ بائیس دن۔

یزید بن ولید: پانچ ماہ دو راتیں۔

مروان بن محمد: پانچ سال دس دن۔

عبداللہ بن محمد السفاح: چار سال نو ماہ۔

المنصور: نو راتیں کم بائیس سال۔

المہدی: دس سال ڈیڑھ ماہ۔

الہادی: ایک سال تین ماہ۔

ہارون الرشید : تیئس سال چھ ماہ۔

الامین : چار سال چھ ماہ۔

المامون : اکیس سال۔

المعتصم : آٹھ سال آٹھ ماہ۔

الواثق : پانچ سال نو ماہ تیرہ دن۔

المتوکل : چودہ سال نو ماہ نو راتیں۔

المنتصر : چھ ماہ۔

المستعین : تین سال آٹھ ماہ۔

المعتز : چار سال چھ ماہ۔

المہتدی : گیارہ ماہ۔

المعتمد : تیئس سال۔

المعتضد : نو سال نو ماہ دو دن۔

المکتفی : چھ سال سات ماہ بائیس دن۔

المقتدر : چوبیس سال گیارہ ماہ سولہ دن۔

القاہر : ایک سال چھ ماہ چھ دن۔

الراضی : چھ سال گیارہ ماہ آٹھ دن۔

المتقی : تین سال گیارہ ماہ تیئس دن۔

المستکفی : ایک سال تین ماہ۔

المطیع : ماہ جمادی الاوّل ۳۳۶ھ تک ایک سال آٹھ ماہ پندرہ دن۔

ہم اللہ تعالٰی سے زیادتی عمر کی اُمید کرتے ہیں تاکہ ہم اس کتاب میں ان کے دور میں ہونے والے واقعات اور جو کچھ ان کی حکومت میں آئندہ ہونے والا ہے اس کا اضافہ کر سکیں۔

یہ ہجرت سے اس وقت یعنی جمادی الاولی ۳۳۶ھ تک کی مختصر تاریخ ہے ہم نے اس کتاب میں فریقین کی بیان کردہ تاریخوں کو درج کر دیا ہے انشاء اللہ کسی جستجو کرنے والے کو اس کے سمجھنے میں دقت نہیں ہوگی۔

تاریخ ہجرت کو اخذ کرنے کا اصول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے

لے کہ اس وقت تک کی تاریخ سب کو معلوم ہے اور بعثت سے وفات تک کی تاریخ بھی معروف ومشہور ہے اور کسی دانشور کے لیے اس کتاب سے اس کا حصول مشکل نہیں ہوگا، مگر جیسا کہ ہم نے اپنی گذشتہ کتب میں بیان کیا ہے کہ لوگوں کا اعتماد "تاریخ ہجرت کے آغاز پر ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے بعض ایسے امور کے پیش آنے پر جن کا مدوّن کرنا ضروری تھا، لوگوں سے تاریخ کے متعلق مشورہ لیا اور جو کچھ لوگوں نے آپ کو کہا آپ نے سن کر حضرت علی رضؓ کے قول کو اختیار کر لیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے تاریخ کا آغاز کیا جائے اور مشرکوں کی تاریخ کو چھوڑ دیا جائے، اور حسبِ اختلاف حضرت عمر رضؓ نے یہ کام ہجرت کے سترہویں یا اٹھارہویں سال کیا واللہ اعلم۔

باب ہشت دہم

۸ھ سے ۲۳۵ھ تک امراء حج کے اسماء

پہلا شخص جس نے نیابت رسول میں حج کرایا

مسعودی بیان کرتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے آٹھویں سال رمضان شریف میں مکہ کو فتح کیا اور مدینہ واپس تشریف لے گئے اور عتاب بن اسید بن ابی العیص بن اُمیہ کو مکہ کا عامل مقرر فرمایا پس اس نے آٹھویں سال لوگوں کو حج کروایا بعض کہتے ہیں کہ لوگوں نے متفرق طور پر حج کیا اور ان کا کوئی امیر نہ تھا۔

حضرت ابوبکرؓ بطور امیر حج

پھر نویں سال حضرت ابوبکر صدیق مدینہ سے تین سو آدمیوں کے ساتھ نکلے لوگوں کو حج کروایا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ساتھ بیس اُونٹ بھیجے پھر آپ کے پیچھے حضرت علی بن ابی طالب کو بھیجا، وہ آپ کو العرج مقام پر آملے ان کے پاس سورۂ برأت تھی، پس آپ نے یوم النحر کو عقبہ کے پاس لوگوں کو اس کے متعلق بتایا، حضرت ابوبکرؓ نے حج کو قائم کیا اور مکہ میں ترویہ سے ایک روز قبل خطبہ دیا اور یوم عرفہ کو عرفہ میں خطبہ دیا اور یوم النحر کو منیٰ میں خطبہ دیا۔

حجۃ الوداع

پھر دسویں سال خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حج کروایا اور اسی سال آپ وصال فرما گئے۔

خلفائے راشدین کے زمانے میں

پھر گیارہویں سال حضرت عمر بن الخطاب نے لوگوں کو حج کروایا، بارھویں سال حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا، تیرھویں سال حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے لوگوں کو حج کروایا، پھر چودہویں، پندرھویں، سولہویں، سترھویں، اٹھارھویں، انیسویں، بیسویں، اکیسویں، بائیسویں اور تیئیسویں سال حضرت عمرؓ نے لوگوں کو حج کروایا پھر آپ آخر ذوالحجہ میں شہید ہو گئے۔

چوبیسویں سال حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اور پچیسویں سال سے چونتیسویں سال تک حضرت عثمانؓ بن عفان نے لوگوں کو حج کروایا، پینتیسویں سال حضرت عبداللہ بن عباس نے حضرت عثمانؓ کے حکم سے لوگوں کو حج کروایا آپ اس وقت محصور تھے۔

پھر چھتیسویں سال حضرت عبداللہ بن عباس نے اور سینتیسویں سال حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عباس کو حج کے موقع پر بھجوایا اور حضرت معاویہؓ نے یزید بن شجرۃ الرہاوی کو بھجوایا، یہ دونوں مکہ میں اکٹھے ہوئے اور امارت کے متعلق دونوں جھگڑنے لگے اور کسی نے امارت کو نہ چھوڑا اور ان دونوں نے اس بات پر مصالحت کی کہ بیت اللہ کے حاجب شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ بن عبداللہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان ابن عبدالدار الحجبی لوگوں کو نماز پڑھائیں اور ایسا ہی ہوا۔ پھر اڑتیسویں سال قثم بن عباس نائب مکہ اور انتالیسویں سال شیبہ بن عثمان نے لوگوں کو حج کروایا چالیسویں سال حضرت معاویہ اور حضرت حسن بن علیؓ کے درمیان خلافت کے بارے میں جھگڑا ہو گیا اور لوگوں کو مغیرہ بن شعبہ نے ایک خط کی وجہ سے حج کروایا، کہتے ہیں کہ اس نے یہ خط حضرت معاویہ کی طرف سے خود بنا لیا تھا۔

بنی اُمیہ کے عہد میں

۴۱ھ و ۴۲ھ میں عتبہ بن ابی سفیان نے لوگوں کو حج کروایا، ۴۳ھ میں مروان بن الحکم نے ۴۴ھ میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے ۴۵ھ میں مروان بن الحکم نے ۴۶ھ، ۴۷ھ میں عتبہ بن ابی سفیان نے، ۴۸ھ میں مروان بن الحکم نے ۴۹ھ میں سعید بن العاص نے، ۵۰ھ میں یزید بن معاویہ نے ۵۱ھ میں معاویہ بن ابی سفیان نے، ۵۲ھ میں سعید بن العاص نے ۵۴ھ میں مروان بن الحکم نے، ۵۲ھ میں عتبہ بن ابی سفیان نے ۵۷ھ اور ۵۸ھ میں ولید بن عتبہ نے، ۵۹ھ میں عثمان بن محمد بن ابی سفیان نے، ۶۰ھ میں عمرو بن سعید العاص نے ۶۱ھ میں ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے ۶۲ھ میں ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے، ۶۳ھ سے ۷۱ھ تک حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے، ۷۲ھ میں حجاج بن یوسف نے حج کروایا

لوگ منیٰ میں آئے اور بیت اللہ کا طواف نہ کیا ۷۳ھ میں حجاج بن یوسف ہی نے حج کروایا، اور حضرت عبداللہ بن زبیر قتل ہو گئے، ۷۴ھ میں حجاج بن یوسف نے، ۷۵ھ میں عبدالملک بن مروان نے، ۷۶ھ میں سے ۸۰ھ تک ابان بن عثمان نے ۸۱ھ میں سلیمان بن عبدالملک نے ۸۲ھ میں ابان بن عثمان نے اور ۸۳ھ سے ۸۵ھ تک ہشام بن اسماعیل بن ہشام بن الولید بن المغیرہ المخزومی نے ۸۶ھ میں عباس بن ولید بن عبدالملک نے ۸۷ھ میں عمر بن عبدالعزیز بن مروان نے ۸۸ھ میں ولید بن عبدالملک نے اور ۸۹ھ اور ۹۰ھ میں عمر بن عبدالعزیز نے اور ۹۳ھ میں عثمان بن ولید بن عبدالملک نے اور بعض کہتے ہیں کہ عبدالعزیز بن ولید بن عبدالملک نے لوگوں کو حج کروایا، اور ۹۴ھ میں مسلمہ بن عبدالملک نے اور ۹۵ھ میں بشر بن ولید بن عبدالملک نے، اور ۹۸ھ میں عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن اسید بن ابی العیص بن امیہ نے اور ۹۹ھ اور ۱۰۰ھ میں ابوبکر محمد بن عمرو بن حزم نے حج کروایا، اور ۱۰۱ھ عبدالعزیز بن عبداللہ امیر مکہ نے، ۱۰۲ھ میں عبدالرحمن بن الضحاک الفہری نے، ۱۰۳ھ عبداللہ بن کعب بن عمیر بن سبیع بن عوف بن نصر بن معاویہ النصری نے نیز ۱۰۴ھ میں بھی اسی نے حج کروایا، ۱۰۵ھ میں ابراہیم بن ہشام بن اسماعیل مخزومی نے، ۱۰۶ھ میں ہشام بن عبدالملک نے ۱۰۷ھ سے ۱۱۲ھ تک ہشام بن ابراہیم مخزومی نے لوگوں کو حج کروایا، ۱۱۳ھ میں سلیمان بن ہشام بن عبدالملک نے، ۱۱۴ھ میں خالد بن عبدالملک بن حارث بن الحکم بن العاص بن امیہ نے، ۱۱۵ھ میں محمد بن ہشام بن اسماعیل بن ولید بن مغیرہ نے، ۱۱۶ھ میں ولید بن یزید بن عبدالملک نے جو ولی عہد تھا لوگوں کو حج کروایا، ۱۱۷ھ میں خالد بن عبدالملک بن حارث بن الحکم بن العاص بن امیہ نے اور بعض کہتے ہیں کہ مسلمہ بن عبدالملک نے لوگوں کو حج کروایا، ۱۱۸ھ میں محمد بن ہشام بن اسماعیل نے ۱۱۹ھ میں مسلمہ بن ہشام بن عبدالملک ابو شاکر نے اور بعض کہتے ہیں کہ مسلمہ بن عبدالملک نے لوگوں کو حج کروایا، ۱۲۰ھ میں محمد بن ہشام بن اسماعیل نے، ۱۲۱ھ سے ۱۲۴ھ تک محمد بن ہشام بن اسماعیل نے لوگوں کو حج کروایا، ۱۲۵ھ میں حجاج بن یوسف کے بھائی یوسف نے، ۱۲۶ھ میں عمرو بن عبداللہ بن عبدالملک نے، ۱۲۷ھ میں عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز نے ۱۲۸ھ میں عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز نے، ۱۲۹ھ میں عبدالواحد بن سلیمان بن عبدالملک بن مروان نے حج کروایا، ابوحمزہ مختار بن عوف خارجی جو ازد قبیلہ سے تھا اور طالب الحق کے نام سے مشہور تھا نے اس سال خروج کیا تو لوگوں نے اس سے گفتگو کی یہاں تک کہ عبدالواحد

لوگوں کو نماز پڑھانے آیا اور اس کے گھر گیا، ۱۳۰ھ میں محمد بن عبد الملک بن مروان نے، ۱۳۱ھ میں ولید بن عروہ بن محمد بن عطیہ سعدی ایک خط کے ذریعہ جو اس نے اپنے چچا عبد الملک بن محمد کی طرف سے از خود بنا لیا تھا لوگوں کو حج کروایا، وہ مروان بن محمد کی طرف سے حجاز و یمن کا والی تھا۔

بنو عباس کے عہد میں

مسعودی بیان کرتا ہے کہ یہ بنو امیہ کا آخری حج تھا پھر ۱۳۲ھ میں داؤد بن علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب نے ۱۳۳ھ میں زیاد بن عبید اللہ بن عبد المدان الحارثی نے، ۱۳۴ھ میں عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے، ۱۳۵ھ میں سلیمان بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے، ۱۳۶ھ میں ابو جعفر المنصور نے لوگوں کو حج کروایا، اسی سال ابو جعفر المنصور کی بیعت ہوئی۔ ۱۳۷ھ میں اسماعیل بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے، ۱۳۸ھ میں فضل بن صالح بن علی نے، ۱۳۹ھ میں عباس بن محمد بن علی نے، ۱۴۰ھ میں ابو جعفر المنصور نے، ۱۴۱ھ میں صالح بن علی نے، ۱۴۲ھ میں اسماعیل بن علی نے، ۱۴۳ھ میں عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی نے، ۱۴۴ھ میں ابو جعفر المنصور نے، ۱۴۵ھ میں السری بن عبد اللہ بن حارث بن عباس بن عبد المطلب نے، ۱۴۶ھ میں عبد الوہاب بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے، ۱۴۷ھ میں ابو جعفر المنصور نے، ۱۴۸ھ میں جعفر بن ابی جعفر المنصور نے، بعض کہتے ہیں کہ محمد بن ابراہیم امام نے، بعض کہتے ہیں کہ المنصور نے لوگوں کو حج کروایا۔ ۱۴۹ھ میں عبد الوہاب بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی نے، ۱۵۰ھ میں عبد الصمد بن علی نے، ۱۵۱ھ میں محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی نے، ۱۵۲ھ میں ابو جعفر المنصور نے، ۱۵۳ھ میں المہدی محمد بن عبد اللہ المنصور بن محمد بن علی نے، ۱۵۴ھ میں محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی نے، ۱۵۵ھ میں عبد الصمد بن علی نے، ۱۵۶ھ میں عباس بن محمد بن علی نے، ۱۵۷ھ میں ابراہیم بن یحییٰ بن محمد بن علی نے، ۱۵۸ھ میں ابراہیم بن یحییٰ نے، ۱۵۹ھ میں یزید بن منصور بن عبد اللہ بن شہیر بن یزید بن شوب الحمیری نے، ۱۶۰ھ میں المہدی محمد بن منصور نے، ۱۶۱ھ میں الہادی موسیٰ بن المہدی نے جو ولی عہد تھا لوگوں کو حج کروایا، ۱۶۲ھ میں ابراہیم بن جعفر بن ابی جعفر نے، ۱۶۳ھ میں علی بن محمد بن المہدی نے، ۱۶۴ھ میں صالح بن ابی جعفر نے، ۱۶۵ھ میں صالح بن ابی جعفر نے، ۱۶۶ھ میں محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی نے، ۱۶۷ھ میں ابراہیم بن یحییٰ بن محمد بن علی نے، ۱۶۸ھ میں علی بن محمد المہدی نے، ۱۶۹ھ میں سلیمان بن ابی جعفر منصور نے

سنہ ۱۷۰ھ میں ہارون الرشید نے، سنہ ۱۷۱ھ میں یعقوب بن منصور نے، سنہ ۱۷۲ھ میں عبد الصمد بن علی نے، سنہ ۱۷۳ھ میں ہارون الرشید نے لوگوں کو حج کروایا وہ اپنی فوج سے نکل کر مکہ کو گیا، سنہ ۱۷۴ھ سے سنہ ۱۷۹ھ[۱] تک ہارون الرشید نے لوگوں کو حج کروایا، سنہ ۱۸۰ھ میں موسیٰ بن عیسیٰ بن محمد بن علی نے، سنہ ۱۸۱ھ میں ہارون الرشید نے سنہ ۱۸۲ھ میں موسیٰ بن عیسیٰ نے، سنہ ۱۸۳ھ میں عباس بن موسیٰ المہدی نے، سنہ ۱۸۴ھ میں ابراہیم بن المہدی نے، سنہ ۱۸۵ھ میں منصور بن المہدی نے، سنہ ۱۸۶ھ میں ہارون الرشید نے، سنہ ۱۸۷ھ میں عبد اللہ بن عباس بن محمد بن علی نے، اور بعض کہتے ہیں کہ منصور بن مہدی نے لوگوں کو حج کروایا، سنہ ۱۸۸ھ میں ہارون الرشید نے، سنہ ۱۸۹ھ میں عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن محمد بن علی نے، سنہ ۱۹۰ھ میں عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد نے[۲] سنہ ۱۹۱ھ میں عباس بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی جعفر منصور نے، سنہ ۱۹۲ھ میں عباس بن عبد اللہ نے، سنہ ۱۹۳ھ میں داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی نے، سنہ ۱۹۴ھ میں علی بن ہارون الرشید نے، سنہ ۱۹۵ھ میں داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ نے، سنہ ۱۹۶ھ سے سنہ ۱۹۸ھ تک عباس بن موسیٰ نے لوگوں کو حج کروایا اور سنہ ۱۹۹ھ میں محمد بن داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی نے لوگوں کو حج کروایا۔

اور ابن افطس علوی نے حملہ کر کے مکہ پر قبضہ کر لیا محمد بن داؤد ایک طرف ہٹ گیا اور لوگ باہر نکل گئے اور بغیر امام کے کھڑے ہو گئے، جب وہ مزدلفہ میں تھے تو ابن افطس ان کے پاس آ گیا اور ان کے بقیہ مناسک حج انہیں ادا کروائے پھر سنہ ۲۰۰ھ میں ابو اسحٰق المعتصم نے، سنہ ۲۰۱ھ اسحٰق بن موسیٰ بن عیسیٰ بن محمد بن علی نے، سنہ ۲۰۲ھ میں ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے لوگوں کو حج کروایا، یہ پہلے طالبی ہیں جنہوں نے اسلام میں لوگوں کو حج کروایا نیز یہ کہ انہوں نے غلبہ حاصل کر کے ایسا کیا، کسی خلیفہ کی طرف سے آپ کو یہ ڈیوٹی سپرد نہیں کی گئی یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے زمین میں فساد کیا اور ابراہیم بن عبید اللہ الحجبی وغیرہ کے اصحاب کو مسجد الحرام میں قتل کیا نیز یزید بن محمد بن حنظلہ مخزومی اور دوسرے

۱؎ ایک نسخہ میں ہے کہ سنہ ۱۷۵ھ میں سلیمان بن ابی جعفر منصور نے، سنہ ۱۷۶ھ میں ہارون الرشید نے، سنہ ۱۷۷ھ میں محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی نے، سنہ ۱۷۸ھ میں ہارون الرشید نے، سنہ ۱۷۹ھ میں موسیٰ بن عیسیٰ بن محمد بن علی نے لوگوں کو حج کروایا۔

۲؎ ایک نسخہ میں علی بن ہارون الرشید کا نام ہے۔

عابدوں کو قتل کر دیا، ۲۰۳ھ میں جعفر بن سلیمان بن علی نے، ۲۰۴ھ میں عبید اللہ بن حسن بن عبد اللہ بن عباس بن علی بن ابی طالب نے مامون کی طرف سے لوگوں کو حج کروایا یہ اس کی طرف سے حرمین کے حاکم تھے اور ۲۰۵ھ عبید اللہ بن حسن نے، ۲۰۶ھ میں ابو عیسیٰ بن ہارون الرشید نے، ۲۰۷ھ سے ۲۱۰ھ تک صالح بن ہارون الرشید نے لوگوں کو حج کروایا۔ زبیدہ بھی اس کے ساتھ تھی۔ ۲۱۱ھ میں اسحاق بن عباس بن محمد بن علی نے، ۲۱۲ھ میں مامون نے، ۲۱۳ھ میں احمد بن عباس نے، ۲۱۴ھ میں اسحاق بن عباس بن محمد بن علی نے، ۲۱۵ھ میں عبد اللہ بن عبید اللہ نے ۲۱۶ھ میں عبد اللہ بن عبید اللہ نے ۲۱۷ھ میں سلیمان بن عبد اللہ بن سلیمان بن علی نے، ۲۱۸ھ میں سلیمان بن عبد اللہ نے، ۲۱۹ھ میں صالح بن عباس نے، ۲۲۰ھ اور ۲۲۱ھ میں صالح بن عباس نے ۲۲۲ھ سے ۲۲۶ھ تک محمد بن داؤد عیسیٰ بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب نے لوگوں کو حج کروایا۔ ۲۲۷ھ میں جعفر المتوکل بن المعتصم بن ہارون الرشید نے، ۲۲۸ھ سے ۲۳۵ھ تک محمد بن داؤد بن عیسیٰ نے لوگوں کو حج کروایا۔ ۲۳۶ھ میں محمد المنتصر بن المتوکل نے لوگوں کو حج کروایا۔ اس کے ساتھ اس کی دادی شجاع بھی تھی، ۲۳۷ھ میں علی بن موسےٰ بن جعفر بن المنصور نے، ۲۳۸ھ سے ۲۴۱ھ تک عبد اللہ بن محمد بن داؤد بن عیسیٰ بن موسےٰ بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے لوگوں کو حج کروایا۔ ۲۴۳ھ تک عبد الصمد بن موسےٰ بن محمد بن ابراہیم بن الامام بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے لوگوں کو حج کروایا، ۲۴۵ھ سے ۲۴۸ھ تک محمد بن سلیمان بن عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم الامام نے لوگوں کو حج کروایا، ۲۴۹ھ میں عبد الصمد بن موسےٰ بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ نے لوگوں کو حج کروایا، ۲۵۰ھ میں جعفر بن فضل بن موسےٰ بن عیسیٰ بن موسےٰ نے لوگوں کو حج کروایا اس کا لقب بشاشات تھا ۲۵۱ھ میں اسماعیل بن یوسف علوی نے جس کا ذکر قبل ازیں اس کتاب میں ہو چکا ہے لوگوں کو روک دیا اور تھوڑے عرصہ کے لیے حج میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔ اسماعیل عرفہ میں حاجیوں کے پاس پہنچا اور اس نے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا یہاں تک کہ انہوں نے خیال کیا کہ وہ رات کو مقتولین کے تلبیہ کی آواز سنتا تھا وہ بہت مفسد آدمی تھا پھر ۲۵۲ھ میں کعب البقر محمد بن احمد بن عیسیٰ بن جعفر بن المنصور نے، ۲۵۳ھ میں عبد اللہ بن محمد بن سلیمان بن عبد اللہ الزینبی نے، ۲۵۴ھ میں علی بن حسن بن اسماعیل بن عباس بن

محمد بن علی نے ۲۵۵ھ میں علی بن حسن نے ۲۵۶ھ میں کعب البقر محمد بن احمد بن عیسیٰ بن جعفر بن المنصور نے ۲۵۷ھ میں فضل بن عباس بن حسن بن اسماعیل بن عباس بن محمد بن علی نے ۲۵۸ھ میں فضل بن عباس نے ۲۵۹ھ سے ۲۶۰ھ تک ابراہیم بن محمد بن اسماعیل بن جعفر بن سلیمان بن علی بن بریہ نے ۲۶۱ھ سے ۲۶۳ھ تک فضل بن عباس بن حسن بن اسماعیل بن عباس بن محمد بن علی نے لوگوں کو حج کروایا۔ مسلسل پندرہ حج ہارون بن محمد بن اسحٰق بن موسیٰ بن عیسٰے بن موسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے کروائے، ۲۷۹ھ سے ۲۸۷ھ تک مسلسل نو حج ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن داؤد بن عیسیٰ بن موسٰے نے کروائے۔ ۲۸۸ھ میں محمد بن ہارون بن عباس بن ابراہیم بن عیسیٰ بن جعفر بن ابوجعفر المنصور نے، ۲۸۹ھ سے ۳۰۵ھ تک فضل بن عبدالملک بن عبداللہ بن عباس بن محمد بن علی نے لوگوں کو حج کروایا، ۳۰۶ھ اور ۳۰۷ھ میں احمد بن عباس بن محمد بن عیسیٰ بن سلیمان بن محمد بن ابراہیم الامام نے لوگوں کو حج کروایا۔ جو اخوام موسیٰ الہاشمیہ قہرمانہ شغب ام المقتدر باللہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ۳۰۸ھ سے ۳۱۱ھ تک اسحاق بن عبدالملک بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس بن محمد نے لوگوں کو حج کروایا۔ ۳۱۲ھ میں حسن بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے ۳۱۳ھ اور ۳۱۴ھ میں ابوطالب عبدالسمیع بن ایوب بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس بن محمد جو اپنے چچا حسن کے خلیفہ تھے، نے لوگوں کو حج کروایا، ۳۱۵ھ اور ۳۱۶ھ میں عبداللہ بن سلیمان بن محمد الاکبر عبداللہ بن عبیداللہ بن محمد جو ابوالارزق کے نام سے مشہور ہیں اور حسن بن عبدالعزیز عباسی کے خلیفہ ہیں، نے لوگوں کو حج کروایا، ۳۱۷ھ میں سلیمان بن حسن حاکم بحرین مکہ میں آیا عمر بن حسن بن عبدالعزیز بھی وہاں موجود تھے جن کے باپ کا نسب اقامت حج میں مقدم ہے وہ اپنے باپ کے خلیفہ کے طور پر حاضر ہوئے جیسا کہ ہم قبل ازیں اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں کہ قرامطہ کے واقعہ کی وجہ سے ۳۱۷ھ میں حج مکمل نہ ہوا، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے، ہاں تھوڑے سے لوگوں کا حج ہوا جنہوں نے جنگ کی اور ان کا حج بغیر امام کے ہوا وہ سب پیدل تھے، ۳۱۸ھ میں عمر بن حسن بن عبدالعزیز الہاشمی نے جو اپنے باپ حسن بن عبدالعزیز کے خلیفہ تھے، حج کروایا، ۳۱۹ھ میں جعفر بن علی بن سلیمان نے حسن بن عبدالعزیز کے خلیفہ کے طور پر حج کروایا۔ ۳۲۰ھ میں بھی عمر بن حسن بن عبدالعزیز نے اپنے باپ کے خلیفہ کے طور پر حج کروایا، اور ۳۳۵ھ تک مسلسل وہی حج کرواتے رہے، وہ اس وقت جمادی الآخرۃ ۳۳۶ھ میں مکہ اور مصر وغیرہ کے قاضی ہیں۔

اپنے کارنامے کے تذکرہ کے ساتھ مؤلف کا کتاب کو ختم کرنا۔

ابوالحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی رحمہ اللہ بیان کرتا ہے کہ ہم قبل ازیں اس کتاب میں کئی قسم کے واقعات اور انبیاء علیہم السلام کے حالات سے کئی قسم کے علوم اور بادشاہوں، ان کی سیرتوں، اقوام اور ان کے واقعات زمین اور سمندروں کے حالات اور ان کے عجائبات و آثار، ان سے تعلق رکھنے والی باتوں کو بیان کر آئے ہیں تاکہ ہماری گزشتہ کتب سے استدلال کیا جائے اور ہماری پہلی تصنیفات کے لیے جو ہم نے کئی قسم کے علوم میں لکھی ہیں اور ان کا ذکر بھی کر چکے ہیں ان کی طرف راہنمائی کا باعث بھی ہو۔

ہم نے ہر نوع کے علوم اور تاریخ کے سب فنون اور آثار کے سب عجیب و غریب اتفاقات کو اس کتاب میں مفصل یا مجمل طور پر بیان کر دیا ہے یا اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے یا عرب و عجم اور دیگر اقوام کے حالات و واقعات کے متعلق عبارات کے مفہوم سے اشارہ کر دیا ہے۔

کتاب میں تغیر و تبدل کرنے والے کے لیے مؤلف کا انتباہ۔

پس جو شخص اس کتاب کے مفہوم میں کچھ تحریف کرے یا اس کی عمارت کے کسی رکن کو گرائے یا اس کے واضح معانی کو مٹائے یا اس کے تراجم کو خلط ملط کرے، یا تبدیل کرے، یا اُسے انتخاب کرے یا اُسے مختصر کرے یا ہمارے سوا کسی دوسرے آدمی کی طرف منسوب کرے یا اس سے ہمارے ذکر کو مٹائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اور اس کا انتقام اُسے جلد آلے اور اس پر ایسی گراں بار مصیبتیں پڑیں کہ جس پر وہ صبر نہ کر سکے اور اس کو کچھ نہ سُوجھے اور اللہ تعالیٰ اُسے عالمین کے لیے نمونہ اور عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت اور دیکھنے والوں کے لیے نشان بنا دے، اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اُسے دیا ہے وہ اس سے سلب کر لے اور جو قوت و نعمت اُسے ملی ہے اس کے درمیان زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا حائل ہو جائے خواہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہو اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

ہم نے یہ انتباہ اپنی اس کتاب کے آغاز اور آخر میں بھی کیا ہے اور اسی طرح اپنی پہلی تصانیف میں بھی کیا ہے، نیز ہم نے اسے اپنی تالیف میں نظم کیا ہے پس انسان کو

اپنے رب پر نگاہ رکھنی چاہیے اور اپنے انجام سے ڈرنا چاہیے کیونکہ یہاں پر قیام کی مدت تھوڑی ہے اور مسافت بھی کوتاہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

مؤلف کی معذرت

ہم نے پہلے بھی اس کتاب میں کاتب کی غلطی اور سہو اور تبدیلی پر معذرت کی ہے اور ہم نے اس کی خاطر کبھی مشرق میں کبھی مغرب میں، کبھی شمال میں اور کبھی جنوب میں متواتر سفر کیے ہیں اور انسانی سہو و عجز ہمارے شامل حال رہا ہے اور اگر کوئی آدمی سب علوم کو جمع کرکے ہی کتاب تالیف و تصنیف نہ کرتا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وفوق کل ذی علم علیم۔ اور اللہ تعالیٰ ہم کو ان لوگوں میں سے بنائے جو اس کی اطاعت کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کی ہدایت کی توفیق پاتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ شر کو، خیر سے اور بے ہودگی کو سنجیدگی سے مٹا دے اور وہ اپنے عفو سے ہم پر احسان فرمائے اور اپنے فضل سے ہمیں ڈھانپ لے۔ انہ جواد منان لا الہ الا ھو رب العرش العظیم وصلی اللہ علی سید الانام محمد وعلیٰ آلہ الطاھرین وسلم تسلیماً۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و توفیق سے کتاب مروج الذہب معاون الجواہر کا چوتھا اور آخری جزء مکمل ہوگیا ہے جو مؤرخ کبیر ابوالحسن علی بن الحسین بن علی المسعودی کی تالیف ہے۔

واللہ تعالیٰ نسأل ان یجعل احسن اعمالنا خواتیمھا۔

اشاریہ

مروج الذہب

حصّہ سوم

(شخصیات)

www.muhammadilibrary.com

اشاریہ

مروج الذہب (حصہ سوئم)

بلاد و امصار

(ب)

اشاریہ شخصیات

مروج الذہب و معادن الجواہر

حصہ چہارم

مرتبہ: مشرف احمد

اشاریہ بلاد و امصار

مروج الذہب حصہ چہارم